The ISMAT, Delhi.
عصمت
اکتوبر ۱۹۳۸ء

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے ۲۹ جدید مجموعے

احکام النسواں

عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور صاف ستھری زبان میں واضح طور پر ہوگی تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم تمام احکام جمع کر لئے گئے ہیں کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہئے اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوسکتی ہے قیمت ایک روپیہ (عہ)

محسن حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں قیمت چھ آنہ (۶/)

دعائیں

حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعائیں تو مانگتے ہیں مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں مصور غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں جو اس قدر سوز و گداز اور زود اثر ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرع کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے قرآن مجید کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں سرور کائنات اور آپ کے عزیزوں کی دعائیں بھی ہیں باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

قرآنی قصے

ان نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیریؒ نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لئے ان کی سمجھ کے مطابق انہیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب نہایت بلند ہے قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ ہنرمند کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے یہی ہیں وہ مضامین جنھوں نے دس بیس سو پچاس نہیں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ کامیاب گھر والی بنکر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ/)

چمنستان مغرب

خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت۔ ادب غرض ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہوسکتا ہے انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے جنھیں پڑھ کر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبعزاد کا دھوکا ہوتا ہے مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اردو زبان میں منتقل کیا تو اس سلیقہ کے ساتھ کہ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اٹھانے کے علاوہ خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں تجربہ کی باتوں سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکیں قیمت ایک روپیہ (عہ)

دلی کی آخری بہار

۶۰ برس سے پہلے دلی کیا تھی، مرد عورتیں یوڑھے بچے کس طرح بے فکری سے اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے تھے اور سیر و تفریح کس طرح کیجاتی تھی۔ اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت تعلقات اور وضعداری کی درد انگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگر خراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشاپردازی کا کمال نہیں دکھایا قلعہ معلی کی کوثر سے دھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ فسانہ شب شنا کر درد مند دلوں کو تڑپا دیا ہے قیمت ایک روپیہ (عہ/)

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشا کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھکر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریائے لطافت ہے کہ بہ رہا ہے ایک معلم بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۳۰۳ھ کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت (۶/)

داستان پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے ان کی امور خانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضمونوں کا مجموعہ پڑھئے اور دیکھئے کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دینا علامہ راشد الخیریؒ جیسے بے مثل انشاپرداز مورخ کا کام تھا واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلآویزی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو ناروا حملے کئے ہیں ان کے مدلل اور دندان شکن جوابات بھی کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، کئی تصویریں بھی ہیں قیمت بارہ آنے (۱۲/)

عروسِ مشرق یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غم نے اپنی مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ قیمت دس آنہ (۱۰؍)

بزمِ رفتگاں اردو ادب کے غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایۂ ناز خواتین اور باکمال شعراء و ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزم رفتگاں کا ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ بالتصویر قیمت دس آنہ (۱۰؍)

نالۂ زار خواتین ہند کے محسن اعظم کے درد انگیز مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین جو زمانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگ دل سے سنگ دل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

بے فکری کا آخری دن اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو سمجھنے لگیں۔ خوشگوار زندگی گذارنے کی تیاری کر سکیں۔ اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوارپنے کی قدر کریں۔ قیمت چار آنہ (۴؍)

بلبلِ بیمار لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردے کے مختلف پہلوؤں پر طبقہ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے تہائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصور غم خداداد قابلیت رکھتے تھے کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون ختم نہ کیا جائے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے قیمت دس آنے (۱۰؍)

سیاحتِ ہند ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے جو حالات عصمت و بنات میں تحریر فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے جس کے مختلف صوبوں کی معاشرت و تمدن سے واقفیت سے ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

یادگارِ تمدن تمدن حقوق نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے طرز بیان اس قدر دلآویز اور موثر ہے کہ ایک ایک سطر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے علامہ مغفور کی بے مثل انشاپردازی کا معمولی کرشمہ ہے۔ قیمت ۶؍

مسلمان عورت کے حقوق اس مجموعے میں حقوق نسواں کی حمایت میں وہ متفرق مضامین ہیں جو گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں عصمت اور دوسرے پرچوں میں شائع ہو گئے ہیں مگر شریف ہزاروں انسانوں سے آنسو کا خراج حاصل کر چکے ہیں جو مرد خانگی زندگی خوشگوار بنانے کے آرزومند ہیں جو عورتیں معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقعت اور کیا درجہ ہے وہ اس مجموعہ کا مطالعہ کریں جس دل میں مسلمانوں کی ترقی اور بہتری کا درد ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ ان مضامین کو پڑھے اور تڑپ اٹھے قیمت ۱۲؍ بارہ آنہ

ساجن میرے بہت سی بیبیاں باوجود کوشش کے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتیں کیونکہ انھیں تسخیر شوہر کے گر ہی نہیں معلوم۔ میاں بیوی میں آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے اور زندگی میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے نہیں نا خوشگواری بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔ اس مجموعہ کا مطالعہ صرف شادی شدہ خواتین ہی کے لئے بے انتہا مفید ہے۔ بلکہ ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے قیمت ۴؍

زیورِ اسلام مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے نہایت موثر مذہبی مضامین جن کے مطالعہ سے انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی ہستی کیا معنی رکھتی ہے اور آئندہ زندگی کو خطرات سے بچا کر ایک مسلمان کی حیثیت سے پرلطف و با اطمینان زندگی کس طرح بسر کی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے بندوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اور انھیں دینی و دنیاوی فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دینا چاہئے۔ علامہ راشد الخیری کی ہر تحریر کی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ ادبیت اور مذہبیت۔ خشک سے خشک موضوع کو اس قدر لطیف اور دلآویز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ مجال ہے کہ طبیعت ذرا اکتا جائے معمولی پڑھی لکھی عورتوں ہی کے لئے نہیں تہذیب جدید کی دلدادہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لئے بھی اس مجموعہ میں گراں بہا اسلامی معلومات ہیں جو زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے میں مدد دیں گی قیمت ایک روپیہ (عہ)

شادی کا انتخاب اس وقت اولاد کی شادی کا انتخاب مسلمانوں کے لئے نہایت اہم مسئلہ ہے کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جہاں والدین پریشان نہ ہوں۔ کہ جوان لڑکیاں بیٹھی ہیں اور موزوں بر نہیں ملتا۔ لڑکیاں اس معاملہ میں دم بخود ہیں اور والدین بھی حالات کے تحت میں کرنے پر مجبور۔ لڑکیاں شادی کے وقت کیا کریں۔ مذہب اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے لڑکی لڑکے کی شادی کے وقت

کن باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ خواتین ہند کے محسن اعظم نے بیمار پڑنے سے قبل ایک مستقل کتاب اس موضوع فرمائی تھی لیکن موت نے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی جس قدر صفحے لکھے جا چکے تھے ان کے ساتھ عصمت کے تیس سال کے فائل سے تلاش کرکے اس موضوع پر علامہ مغفور کے زیادہ سے زیادہ مضامین جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ (۸/)

عالم نسواں ان ملکی اور غیر ملکی واقعات پر جو خواتین بالخصوص مسلمان عورتوں سے متعلق تھے حضرت علامہ مغفور کا اپنے مخصوص پیرایہ میں تبصرہ تحریک نسواں بیداریٔ نسواں، آزادیٔ نسواں، حریت نسواں پر جنھیں ذرا بھی دلچسپی ہے وہ علامہ مغفور جنھوں نے تمام عمر عورتوں کی ترقی اور بہتری کی کوشش میں ختم کردی ان گراں بہا خیالات کی قدر کریں گے قیمت آٹھ آنہ (۸/)

فریب ہستی وہ بیش بہا مضامین جو اصلاح معاشرت اور اصلاح اخلاق کے متعلق ہیں اور جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان گھرانے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں اور ان کی حالت درست ہونے کی کیا تدابیر ہیں۔ قیمت (۶/)

بکھری ہوئی پتیاں مختلف موضوعات کے متفرق مضامین۔ اس مجموعہ میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو بعض گذشتہ مجموعوں میں مثلاً گدڑی میں لال۔ بزم رفتگان بے فکری کا آخری دن۔ عروس مشرق۔ گرداب حیات وغیرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ انشائے لطیف اور کئی درد انگیز نظمیں بھی ہیں۔ گویا اس مجموعہ میں حضرت علامہ مغفور کی کئی مختلف حیثیتیں نظر آتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ (عہ/)

افسانوں کے جدید مجموعے

خدائی راج اور دوسرے افسانے اردو کے سب سے پہلے مختصر افسانہ نگار کے آخری افسانوں کا بے مثل مجموعہ جس میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے اور جذبات انسانی کی درد انگیز ترجمانی کی گئی ہیں۔ پلاٹ۔ مکالمہ کردار نگار۔ مناظر نویسی۔ جذبات نگاری، ہر اعتبار سے یہ افسانے مشرق کے بہترین افسانوں میں سے ہیں جن پر اردو ادب ہمیشہ فخر کرے گا۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

گرداب حیات حضرت مصور غم مغفور عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان میں سے ۲۵ افسانوں کا مجموعہ مرتب کیا گیا ہے ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا اور سینکڑوں عورتوں کو زندگی سنور گئی۔ قیمت ایک روپیہ (عہ/)

بساط حیات چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں یہ جانوروں کی زبانی معمولی انسانی کہانیاں نہیں۔ قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاح معاشرت کے اسباق بے بہا ہیں قیمت چھ آنہ (۶/)

حور اور انسان اب سے ۲۵ سال قبل رسالہ تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند نہایت موثر اور درد انگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنھوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس مجموعے میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زرین دور اول کے۔ ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں۔ حور اور انسان۔ پریوں کی محفل۔ ضمیمہ۔ شرع کا خون۔ انتہائے حمیت۔ ایک روح کی سرگذشت۔ سوکن کی نصیحت ہر افسانہ سبق آموز اور موثر ہے قیمت صرف (۱۲/)

نشیب و فراز آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے ہر افسانہ صرف حد درجہ دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے قیمت چار آنہ (۴/)

دادا لال بجھکڑ پانچ نہایت ہی پرلطف قصے جنھیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ ولایتی ننھی اور نانی عشوہ کے سلسلہ کی تحریریں لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم ظرافت نگاری میں بھی انتہائی کمال رکھتے تھے قیمت آٹھ آنہ (۸/)

حضرت علامہ مغفور کی ان جدید کتابوں کے علاوہ باقی تمام تصانیف اور شریف بیگمات کے مطلب کی بہترین اردو کتب پتہ ذیل سے منگائیے۔

ملنے کا پتہ عصمت بک ڈپو دہلی

زنانہ دستکاری کی مشہور کتابیں

سلمہ ستارہ کا کام

ہندوستان کی مشہور دستکار

مرحومہ خدیجہ بائی صاحبہ اندھیری رکن ادارت جوہر النسواں جن کو مختلف دستکاریوں پر زنانہ نمائشوں سے تمغے اور زنانہ رسائل سے متعدد نقد انعامات ملے تھے جن کی دستکاری کی خواتین ہند میں دھوم تھی انھوں نے یہ کتاب ایڈیٹر صاحب عصمت کے اصرار پر نہایت قابلیت اور بے انتہا محنت سے تیار فرمائی تھی

مضامین کی مختصر فہرست

فن نقاشی	سامان نقاشی	نقاشی مہین ریشم جالی پر
مولڈ فریم پر نقاشی	سیاہ زنگ پر نقاشی	سلائی کی مشین سے نقاشی
فریم یا کارگاہ	دستی زنگ یا حلقہ	بگیس ٹرانسفر پیپر
قبل از سلائی احتیاطیں		سلمہ ستارہ کی قسمیں

کتاب پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے اور ہر حصہ کے متعلق ضروری ہدایات ہیں۔ مثال کے طور پر حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کے جاتے ہیں

سلمہ کی آسان کڑھت	سلمہ کی گنجان کڑھت	ابھری ہوئی کڑھت
سلمہ زری کلابتون کا پھیلاؤ	سلمہ کی گنجان کڑھت	ریشم زری سے جالی بنانا
نگینوں زری اور سلمہ کی کڑھت	سلمہ ریشم کی کڑھت	سلمہ شنائل کی کڑھت

سلمہ اور کلابتون کی مشرقی دستکاری

حصہ اول خالص سلمے کے پھول بیلیں پتے وغیرہ ۸۲ قسم کے حصہ دوم میں سلمہ اور ستارے کے کام کے ۵۳ نہایت خوبصورت نمونے دیئے گئے۔ حصہ سوم میں سلمہ اور سوتی کے ۶۵ دلآویز نمونے ہیں حصہ چہارم ۸ وضع وضع کی خوبصورت بیلیں سلمہ اور کلابتون اور شکوپیس ستاروں کی ہیں۔ حصہ پنجم میں متفرق نمونے عبارتیں قطعات وغیرہ ۲۶ ہیں کل ۲۲۶ نمونے ہیں اور اس قدر خوبصورت کہ آپ دیکھ کر پھڑک اٹھیں گی خوب صاف اور واضح بنائے گئے ہیں اور سفید دبیز کاغذ پر عمدہ چھپائی ہوئی ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ علاوہ محصول۔

سوئی کا کام

مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں مثلاً کشیدہ کاری کروشیا ٹمنگ کارپٹ ورک تارکشی وغیرہ میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فن خیاطی ہے جس کا جاننا ہر لڑکی اور ہر عورت کی روزمرہ کی ضروریات میں سے ہے۔ خواتین کو حلقہ عصمت کی مشہور دستکار محترمہ فاطمہ جعفر منشی فاضل کا شکرگزار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے تقریباً ڈیڑھ درجن نامور دستکار بہنوں کی مدد سے سال بھر کی محنت کے بعد سوئی کا کام یا چمنستان خیاطی تیار کی ہے جس میں مختلف وضع کے کپڑوں کی کٹائی اور سلائی کے ۱۸۱ دلاویز نمونے ہیں۔ جن کی تقسیم اس طرح ہے۔

باب ۱۔ بچوں کے کپڑے سوٹ ۔ جانگئے ۔ باڈی ۔ پاجامہ ۔ سینہ بند فیڈر وغیرہ کے ۱۹ نمونے

باب ۲۔ بچوں کے فراک، قمیص، کرتے ۔ گاؤن وغیرہ وضع وضع کے ۳۳ نمونے

باب ۳۔ مختلف قسم کے نہایت دلفریب دیدہ زیب جمپروں کے ۲۵ نمونے

باب ۴۔ نئی نئی طرز کے قمیصوں کے ۱۵ نمونے

باب ۵۔ پارسی مدراسی اور دوسری قسم کے بلاوز ۶ نمونے

باب ۶۔ نئی نئی وضع کے خوبصورت کالر ۴۴ نمونے

باب ۷ مختلف وضع کے نفیس دلاویز کف ۹ نمونے

باب ۸۔ لباس شب خوابی باڈی ۔ لیڈیز انڈر ویر وغیرہ کے ۹ نمونے

باب ۹۔ پائجامے ۔ شلوار کی کٹائی سلائی ۹ نمونے

باب ۱۰۔ مختلف چیزیں مثلاً دیوارگیری کی جھالر الماری پوش میزپوش ۔ پلنگ پوش ۔ کشتی پوش دسترخوان تکیوں کے غلاف جگ کور آئینہ پوش ٹی کوٹ وغیرہ کے ۲۲ نمونے

ہر نمونے کے متعلق کٹائی اور سلائی کی ترکیب نہایت محنت اور خاص توجہ سے مکمل اور مفصل لکھی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں سلائی کی مشین اور قینچی سوئی وغیرہ کے استعمال کے متعلق نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں۔ نمونے خوب صاف واضح ہیں کاغذ سفید چکنا اور خوب دبیز کتاب سوئی کے کام کی موجودگی میں آپکو درزی کی پریشانی سے نجات مل جائیگی۔ چھوٹی لڑکیاں سگھڑ بن جائینگی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں دوسری دفعہ شائع ہوئی ہے قیمت عہ

اونی کام سلائیوں سے

فن ٹمنگ پر نہایت قابل قدر کتاب جس میں بنائی کے متعلق مضامین اور ہدایتیں بے انتہا عام فہم پیرایہ میں ہیں۔

مختصر فہرست نمونوں کی بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۵ اور بچوں کے اور مردانہ موزوں کے نہایت صاف اور خوبصورت ۸ نمونے ۔ اور بچوں کے ۲۰ اونی بنیان ۔ فراک ۔ ٹیکہ ۔ پیٹی کوٹ کے ۱۰ سوئٹر سوئٹر کوٹ سلیپ اور جرسی وغیرہ ۶ عمدہ نمونے مختلف قسم کی بناوٹ اور بیلیں ۱۶ ترکیبیں ان کے علاوہ ہیں۔

متفرق چیزیں ۔ مثلاً زنانہ جمپر ۔ واسکٹ زنانہ بنیان اونی مفلر گلوبند وغیرہ کل تعداد ۵۲ بلاک کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں ۔ اپنے موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے اور بہت پسند کی گئی ہے قیمت عہ علاوہ محصول

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی اور جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام کی ماہر ہوجائیں گی تارکشی کی عمدہ بیلیں جھالر اور کنارے۔ گوشے موڑے انسرشن گوشے۔ میز پوشس کے مرکز۔ گریبان۔ متفرق چیزیں۔ مثلاً پنکھا۔ بلاوز۔ دسترخوان۔ پیٹی کوٹ۔ دستی بیگ۔ چڑیوں کی جوڑی۔ تاج محل وغیرہ وغیرہ۔ ۶۵۔ اعلیٰ درجہ کے خوبصورت نہایت نفیس نمونے ہیں۔ اور ہر نمونے کے متعلق مفصل ترکیب ایک درجن کے قریب سادہ رنگین بلاکوں کے نمونے ہیں۔ اس کتاب کی دستکار خواتین میں دھوم مچ گئی۔ اس کی تعریف میں کئی درجن خطوط شائع ہوچکے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ۔ قریب الختم ہے جلد منگا لیجئے۔

گلدستۂ تارکشی

"تارکشی کا کام" سے بھی بڑھ گئی کیونکہ مؤلفات محترمات سیدہ اشرف و سجیدہ اشرف نے جو ہندوستان کی بہترین خواتین میں سے ہیں اس کتاب میں نمونے بھی بہترین دیئے ہیں۔ اردو زبان میں اس دستکاری پر کوئی کتاب اس قدر خوبصورت شائع نہیں ہوئی۔ مختصر فہرست ملاحظہ فرمایئے

باب ۱۔ تارکشی کا کام۔ ضروری اشیا۔ دھاگے نکالنے کے طریقے یہ سب مضامین نہایت عام فہم پیرایہ میں مکمل اور مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔
باب ۲۔ تکیہ کے غلاف۔ تپائی پوش میز پوشس وغیرہ وغیرہ کے لئے ۱۲ مختلف قسم کے دیدہ زیب کونے باب ۳ میز پوشس کے لئے ۱۲ نئی قسم کے نمونے باب ۴ ٹی کوزی، کشتی پوش۔ میز پوشس کرسی پوشس وغیرہ کے ۷ نمونے باب ۵۔ ۱۲ نہایت نفیس دیدہ زیب جھالریں۔
باب ۶ سہل انسرشن۔ نئی وضع کی بیل۔ خوشنما بیل۔ ڈالی لیڈیز۔ ہینڈ بیگ۔ پیٹی کوٹ ۱۶ نمونے۔ باب ۷۔ میز پوش کے کنارے کی جالی۔ میز پوش کا مرکز۔ کشتی پوش۔ خوبصورت خوان پوشس۔ آئینہ پوشس وغیرہ کے کھلے دھاگوں میں۔ ۷ نہایت خوبصورت نمونے باب ۸۔ وضع وضع کے دلفریب نمونے کروشیا باب ۹۔ (ہیمبل نیڈل ورک)۔ میز پوش کے لئے نفیس خاکہ۔ نظر فریب کوز۔ پلنگ پوش کا ایک دلفریب خاکہ۔ کرسی کی پشت کا کپڑا لیمپ شیڈ کی جھالر۔ کرسی کے کپڑے کے لئے کرسی پوشس۔ خوبصورت صوفہ کشن۔ کشن کا خاکہ۔ تکیہ کے غلاف کا کونہ ۱۰ نمونے کل ۷۵ نمونے نہایت خوبصورت نہایت صاف وضع وضع کے نمونے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

شمیم سوزن کاری

یہ ایک چمن پر بہار ہے۔ جس میں مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کے گلہائے رنگا رنگ کھل رہے ہیں۔ جسے مشہور دستکار مس سعیدہ ضمیر الدین صاحبہ حیدرآباد نے مرتب فرمایا ہے۔
سوزن کاری کے متعلق ضروری ہدایات کے بعد نمونے شروع ہوتے ہیں زر کا کام یا ڈارننگ ورک کے ۷ خوبصورت نمونے۔
کروشیا اور کراس اسٹیچ ورک کے ۷ نمونے۔ جالی کے کام کے ۱۱۔ دلکش نمونے بلاک کے۔ کارچوبی کے کام کے ۱۸ مختلف نمونے۔ کامدانی کے کام ۵ نمونے۔ پھر ریشم کا کام یا سلک ایمبرائیڈری کے ۸۵ نمونے ہیں۔
حصہ دوم میں بھی نفیس نفیس نمونے ہیں۔ بلاک اور لیتھو کے نمونے تعداد میں ۱۵۵ ہیں جن کے متعلق مفصل ترکیبیں اور ہدایات عام فہم زبان میں دی گئی ہیں۔ جن سے نو آموز لڑکیاں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ قیمت عہ

شمیم سوزن کاری کے متعلق محترمہ سعیدہ ایم اشرف کانپور خریدار نمبر ۲۸۴۸ لکھتی ہیں:۔ "شمیم سوزن کاری کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ ہر نمونہ اس قدر خوبصورت اور صاف ہے۔ کہ بے اختیار زبان سے واہ وا نکلتی ہے"
محترمہ حمیدہ حبیب منزل علی گڈھ (خریداری نمبر ۱۷۴۷) لکھتی ہیں۔ "جوہر نسواں کا یہ نمبر بڑی شان و شوکت سے نکلا ہے ہر پہلو قابل تحسین ہے۔ میرے قلم میں طاقت نہیں جو تعریف کر سکے۔ جوہر نسواں اپنی خوبصورتی میں عدیم النظیر اور دلکشی میں ضرب المثل ہے۔ واقعی یہ مقناطیس کا اثر رکھتا ہے۔ ایک خریدار دیتی ہوں"
محترمہ کنیز فاطمہ از درگاہ ردولی ضلع بارہ بنکی لکھتی ہیں:۔ "شمیم سوزن کاری کو امید سے بڑھ کر پایا۔ بہت ہی اچھی کتاب ہے۔ میرے یہاں سب کو پسند آئی۔ ہر نمونہ کار آمد ہے" قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ دفتر جوہر نسواں و عصمت دہلی

جالی کا کام

ہندوستان کی قدیم صنعت پر اردو زبان میں پہلی نہایت مفید و خوبصورت کتاب دو حصوں میں

حصہ اوّل میں مشہور دستکار محترمہ صفیہ خانم صاحبہ (ایس۔ کے لاہور) نے نہایت قابلیت اور محنت سے کارآمد مضامین لکھے اور جالی کے کام کے مختلف نقوش و ہر مختلف طرز کے جاذب نظر اور دلکش نمونے دیئے ہیں اور ان کے بنانے کی عام فہم مکمل و مفصل ترکیبیں لکھی ہیں۔

پہلا باب لہریں۔ ۱۳ دلاویز نمونے جن میں تین نمونے بلاکوں کے ہیں۔ **دوسرا باب** جال ۸ دیدہ زیب نمونے لیقوں کے اور ۹ خوبصورت نمونے بلاکوں کے۔ **تیسرا باب** سیدھے فیتے ۲۶ طرح طرح کے نفیس نمونے جن میں ۸ نمونے بلاکوں کے ہیں **چوتھا باب** اُلٹے فیتے ۱۳ بہترین دلفریب نمونے **پانچواں باب**۔ ۵ بلاکوں سے نمونے بیلوں کے۔ ۵ خوبصورت نمونے کٹاؤ کے۔ ۳ نمونے دوپٹے کے **چھٹا باب** آسان کرومت بیلیں لیس کونے بریم ٹی کوزی فیرز وغیرہ کے ۳ نمونے

حصہ دوم محترمہ غدیرہ فاطمہ نے مرتب کیا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے نمونے ہیں جالی کے چھوٹے پھول بڑے پھول گلدستے۔ گھنے بیلیں۔ گریبان بنک لو، میز پوش کشتی پوش لیس گلے وغیرہ وغیرہ کے نئی طرز کے تقریباً اتنے ہی نفیس اور دلکش نمونے ہیں جو کئی سو دلکش نمونوں میں سے چھانٹے گئے ہیں۔ جالی اور چکن کاری جالی میں کشیدہ۔ جالی میں کروشیا وغیرہ کے متعدد حسین نمونے ہیں۔

نمونوں کے ساتھ ان کے بنانے کی ترکیبیں اس قدر مفصل اور عام فہم ہیں کہ نو آموز لڑکیاں بھی اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور جو خواتین تھوڑا بہت جالی کا کام جانتی ہیں وہ یہ نمونے دیکھ کر پھڑک اٹھیں گی۔ **۳۸ نمونے** بلاکوں کے ترکیبیں مفصل مکمل اور عام فہم مضامین بے انتہا کارآمد قیمت ۱۲؍ زنانہ دستکاری کی کتابوں میں اس کتاب سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔

اس کتاب کے متعلق دستکار خواتین کی رائے:۔

(۱) **مہ جبین صاحبہ** بنت خانبہادر ڈاکٹر محمد سلیمان اشرف صاحب سول سرجن ڈالٹن گنج لکھتی ہیں۔ کتاب جالی کا کام موصول ہوئی۔ بہت خوبصورت دلفریب نمونے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میری ناچیز دستکاری میں انشاء اللہ ایک اور خوشنما دستکاری کا اضافہ ہو جائیگا۔ (۲) **مسز عبدالشکور صاحب** صدیقی سب انسپکٹر دریا گنج لکھتی ہیں۔ واقعی نہایت قابل قدر کتاب ہے جس نے پرانی صنعت کی یاد دل میں تازہ کردی اس کتاب کا ہر دستکار بہن کے پاس ہونا اشد ضروری ہے (۳) آر۔ کے ۔ درخشاں صاحبہ بجنور سے لکھتی ہیں۔ اس کتاب میں اس قدر عمدہ اور دیدہ زیب نمونے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتی۔ یہ ہنر جالی کے کام کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ (۵) اے۔ آر۔ نکہت صاحبہ امراؤتی سے لکھتی ہیں۔ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ اگرچہ کھانا کھانے کا ٹائم ہو چکا تھا لیکن جب تک پورا پرچہ نہ دیکھ لیا مجھ کو چین نہ آیا۔ اس کا ہر ایک نمونہ خوبصورت ہے۔ قیمت ۱۲؍

لکڑی کا باریک کام یعنی فریٹ ورک

یورپ اور امریکہ میں اس فن کی جیسی کچھ قدر ہے ہندوستان میں نشر عشیر بھی نہیں بلکہ یہاں اکثر لوگ اس نام سے بھی ناواقف ہوں گے۔ یہ نہایت دلچسپ صاف اور فائدہ مند دستکاری ہے جو ہر مرد و عورت بچہ جوان اور بوڑھے کے لئے سود مند ہے اس سے لکڑی کی بے شمار چیزیں قلمدان گلدان۔ بریکٹیں ریکیں صندوقچے تصویروں اور آئینوں کے چوکھٹے (فریم) الماریاں کتابوں کے سہارے۔ کھلونے گڑیوں کے گھر اور سامان کا فرنیچر۔ گھڑیوں اسٹینڈ گراموفون اور وائرلیس کے بکس اور تصویروں کے معمے وغیرہ وغیرہ کے بنائی جا سکتی ہیں۔ ہندوستانی زبان میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو دستکاری کے مشہور ماہر جناب سید رضا احمد صاحب جعفری اکبر آبادی نے اس قدر عام فہم اور سلیس زبان میں لکھی ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے۔ تمام اصلی باتوں کو تصویروں اور شکلوں سے آئینہ کردیا ہے فنی اصطلاحوں سے قطع نظر کیا ہے اس کے علاوہ فریٹ ورک کی چیزوں کو رنگنے اور پالش کرنے کے طریقے بھی شروع میں لکھے ہیں۔ قیمت ۸؍

دھات کی دستکاری

لڑکیوں کو ہنرمند اور دستکار بنانے کے سلسلہ میں یہ بھی مفید کتاب ہے۔ غریب عورتیں دھات کے کام کی ماہر ہوکر اور مختلف چیزیں بنا کر مالی پریشانیوں کو دور کرسکتی ہیں۔ یہ بھی سید رضا احمد صاحب جعفری کی قابل قدر کتاب ہے بہت آسان عام فہم زبان میں زیادہ سے زیادہ معلومات شکلوں کے ذریعہ پہنچائی گئی ہیں چند عنوان یہ ہیں:۔ سامان۔ دھاتیں اور بنیادی اصول بنیادی شکلیں آسان نمونے مکمل بکس۔ ملت مینار۔ ہوائی چکی فلد کا گلدان ہرہ دار کا بکس قلمدان بنگلہ وغیرہ قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

عصمت بک ڈپو کی چند مشہور و مقبول کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
زچہ خانہ	ہندوستان کی کسی زبان میں اس قدر مفصل اور مدلل اور اس قدر کارآمد مفید اور عام فہم کتاب شائع نہیں ہوئی کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا عرفانی کارنامہ ہے سالہا سال اور زچہ دونوں میں بڑی کثرت سے کرکے تصویریں دی گئی ہیں۔	۸ر
صنعت و حرفت	سینکڑوں قسم کی چیزیں گھر پر تیار کرکے اپنی پریشانیاں دور کرنے کے بیش بہا صحیح نسخے مسٹر رحیم چیف کیمسٹ کی اہلیہ محترمہ نے تجربہ کے بعد لکھے ہیں	عاہ
مشرقی مغربی کھانے	عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مغربی اور ایشیائی کھانوں کی صحیح ترکیبیں جو تجربے کے بعد لکھی گئی ہیں سو صفحوں کے نہایت کارآمد ہیں۔ دوسرا ایڈیشن	عاہ
سنگھار خانہ	خوبصورتی اور تندرستی کی قابل قدر کتاب جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے جوانی قائم رکھنے کی ہدایتیں سنگھاری اشیاء کے استعمال کے صحیح طریقے اور ورزشیں	عہ
خانہ داری کے تجربات	ذاتی تجربوں کی بنا پر خانہ داری کے متعلق بے بہا مضامین جو نامور مضمون نگار محترمہ و ا بلقیس بیگم نے لکھے ہیں جو لڑکیاں مطالعہ کریں تو سگھڑ بن جائیں	۱۲ر
مفید نسواں	خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ تندرستی تیمار داری کے متعلق ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت مفید اور کارآمد مضامین	۸ر
تندرستی ہزار نعمت	عصمت کی مشہور نامہ نگار محترمہ زہرہ نفیسی کے یورپ امریکہ کے تجربات صحت قائم رکھنے کے متعلق قیمتی مشورے تندرستی کے اصول	۴ر
بچوں کی تربیت	سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر بچوں کی پرورش اور اخلاق و مذہبی اصولوں پر ان کی تربیت کس طرح کی جائے اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے	۱۰ر
خواتین اندلس	مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین میں بڑی بڑی شاعرہ ادیب مصورہ بذلہ سنج لطیفہ گو مدبر خواتین گذری ہیں ان کا تذکرہ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف	۶ر
انوری بیگم	اُردو کی مشہور افسانہ نگار مسز عبد یوجنگ مرحومہ کا مقبول و مشہور افسانہ جس میں تمدنی خرابیوں اور رسوم کی پابندیوں کے نقصانات دکھائے ہیں	عہ
دولت پر قربانیاں	دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے اور ناموزوں لڑکے لڑکی کی شادی کردینے کے دردناک نتائج پانچ عبرتناک سبق آموز افسانے	۸ر
غیرت کی پتلی	تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات اولوالعزمی اور ہمت سے کس طرح بگڑا ہوا گھر بن سکتا ہے اس موضوع پر محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل کی تصنیف	۶ر
بہار رخ	چار عورتوں کی آپ بیتی۔ مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندیوں کے دردانگیز نتیجے دکھائے گئے ہیں۔	۴ر
شہید وفا	امۃ الوحی صاحبہ مشہور افسانہ نگار ہیں یہ کتاب انھیں کے ۹ نتیجہ خیز دلاویز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے سب افسانے کامیاب اور بہت اچھے ہیں	عہ
تاریخی لطیفے	دنیا کی نامور شہزادیوں، بادشاہوں، شاعروں، ادیبوں کے لطیفے جن میں تہذیب سے گرا ہوا لغویات سے بھرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔	۸ر
ہنسی کی باتیں	عامیانہ بازاری لطیفے نہیں عصمتی بہنوں کے لکھے ہوئے نئے نئے طبع زاد سنجیدہ لطیفے۔ مہذب ظرافت کی دلپسند کتاب	۸ر
عقل کی باتیں	بڑے بڑے پیغمبروں، بادشاہوں، مصنفوں، فلاسفروں کے وہ مقولے جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں۔ جن میں زندگی کی مشکلات کا حل ہے	۸ر
پردہ و تعلیم	مسلمان عورت کا تمدن، مذاہب کی عورتوں کا مقابلہ مسلمان عورتوں کے حقوق تعلیم کی طرف سے غفلت کے نتائج پردہ پر معقول نتیجہ خیز دلچسپ بحث	۱۲ر
آئینہ جمال	بلقیس جمال صاحبہ کی نظموں کا مجموعہ اسلام کے سبق آموز تاریخی کہانیاں اور ہندوستان کی نامور شاعرہ کی بہترین نظمیں	۱۲ر
شمع خاموش	خواتین کی محبوب شاعرہ سنجو بیگم لکھنوی کی دردانگیز نظمیں جو ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح فوٹو ہیں۔	۶ر
نغمات موت	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین جو انھوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے اور جو اردو رسالوں میں شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں۔	۶ر
ادب زریں	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین کا مجموعہ مصنفہ کے بلند تخیل عبارت کی رنگینی جذبات کی ترجمانی اور شاعری کا بہترین نمونہ	۸ر
روحانی شادی	اخلاقی اور اصلاحی ڈرامہ جو پلاٹ مکالمہ کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے سبق آموز عبرتناک اور دلچسپ مترجمہ منشی پریم چند بی۔ اے۔	۶ر
آئینہ موٹر	انجن کے ہر پرزہ کے متعلق مفید معلومات کتاب کے مطالعہ سے مالک موٹر خود گاڑی کا نقص دور کرسکتا ہے۔ اردو میں اپنے موضوع پر بہترین کتاب	عہ
جانباز	محترمہ نذر سجاد حیدر کا بہترین افسانہ جس کے پلاٹ کی دلچسپی کتاب ختم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔	۱۲ر
فیروزہ	ایک دولتمند گھر کی یتیم لڑکی کا افسانہ غم شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں۔ استقلال اور ہمت کی ناکامیوں پر فتح	۸ر
زنانہ بستہ	بچوں اور لڑکیوں کے لیے دس ننھی ننھی کتابوں کا نہایت مفید مجموعہ جو تیسرا ایڈیشن حال میں چھپا ہے۔	عہ
افسانہ حرم	لڑکیوں کے لیے ایک فاضل جرنلسٹ نے نہایت آسان زبان میں اخلاق آموز دس کہانیاں لکھی ہیں۔	
مزیدار کہانیاں	چھوٹے بچوں کے لیے انھیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں جن کی تصویریں بھی دیکھ کر بچے خوش ہوں گے۔ از سید ابو نعیم صاحب	۵ر
مختصر دنیا	ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا بالشتیے اسے دیو سمجھتے تھے سیاح درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا۔ قابل دید ہے	۵ر
بچوں کی دنیا	ملک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لیے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے عمدہ کا آسان زبان میں ترجمہ ہے۔	۴
دامن باغبان	مشہور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے سبق آموز نہایت دلچسپ اخلاقی افسانوں کا دلآویز مجموعہ	عہ
دودھ کی قیمت	اور سات اور افسانے جو خاص طور پر خواتین کے لیے منشی پریم چند نے لکھے تھے منشی جی کے افسانوں کا آخری مجموعہ	عہ
پھول پھلواری	پھولوں کی کاشت کیاری اور باغیچہ کی نگہداشت اور انگریزی ہندوستانی اور ہر موسم اور ہر قسم کے پھولوں کے متعلق نہایت مفید اور کارآمد معلومات	۸ر
جاپانی کہانیاں	جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں نہایت آسان عام فہم اردو میں محترمہ مسز مفضل نے لکھی ہیں ہر کہانی کے ساتھ تصاویر بھی ہیں۔	عہ
آفتاب زندگی	زنانہ بستہ جیسی مفید قابل قدر کتاب کے مصنف مولانا سیماب اکبرآبادی نے اس دلچسپ قصہ میں ایک لڑکی کے کنوارپنے کے حالات دلنشین پیرایہ میں لکھے ہیں	۶ر
شباب زندگی	آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ جس میں شمس النساء کی شادی سے اس وقت تک کے حالات درج ہیں جب وہ بال بچوں والی ہوگئی	۶ر

ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

رسالہ عصمت دہلی

اکتیسواں (۳۱) سال | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ عیسوی | جلد ۶۱ نمبر ۴

فہرست مضامین

تصاویر ۸

چندہ سالانہ پیشگی مع محصولڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک سٹال پر بھی دستیاب رہتا ہے۔

باہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

رسالہ عصمت ہر مہینہ مقررہ وقت یعنی ۳۰ تاریخ کو شائع اور پوسٹ کردیا جاتا ہے اور کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی لیکن اکثر مرتبہ ڈاک خانہ کی غفلت سے آپ کو رسالہ دیر سے ملتا ہے یا ضائع ہوجاتا ہے۔ اگر اتفاقاً کسی مہینہ کا رسالہ ٹھیک وقت پر آپ کو نہ ملے تو ایک ہفتہ انتظار کرکے ۵ تاریخ تک دفتر ہذا کو اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دے کر دوبارہ پرچہ طلب فرما لیجئے۔ لیکن جب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اکثر پیش آتی رہتی ہو یا ایک سے زیادہ پرچے آپ کو نہ ملے ہوں تو مقامی پوسٹ ماسٹر یا پوسٹ ماسٹر جنرل کو شکایتی خط ضرور لکھ دیجئے۔ تاکہ ڈاک کا انتظام درست ہوکر دفتر رسالہ اور آپ خود نقصان و زحمت سے محفوظ رہ سکیں۔

پتہ تبدیل کرانے کی جب ضرورت پیش آئے تو فوراً مقامی پوسٹ ماسٹر کو ایک کارڈ لکھ کر اپنے جدید پتہ سے مطلع کردیں۔ اور بحوالہ اپنے خریداری نمبر کے جدید پتہ دفتر ہذا کو تحریر فرمادیں۔ ورنہ آپ کا پرچہ سابقہ پتہ پر ارسال ہوکر ضائع ہوتا رہے گا۔

لیکن جب آپ عارضی طور پر کسی جگہ تشریف لے جانا چاہیں تو صرف مقامی پوسٹ ماسٹر کو عارضی پتہ لکھ کر ڈاک منتقل ہونے کا انتظام کرلینا سہل ترین طریقہ ہے۔ کیونکہ دفتر ہذا کو ہر تبدیل پتہ پر مختلف رجسٹروں اور فائلوں میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور ہر عارضی یا مستقل تبدیلی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بدلنا پڑتا ہے۔

بعض خریدار نمبر خریداری غلط لکھ دیتے ہیں یا رجسٹرڈ ایل (یا) یا وی پی کا نمبر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسالہ کسی نام پر جاری ہوتا ہے اور خط یا چندہ کا منی آرڈر وغیرہ ان کے کسی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے اصل خریدار کے نام و نمبر کے حوالہ کے بغیر وصول ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تعمیل ناممکن ہوجاتی ہے۔

آپ کا خریداری نمبر رسالہ کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اپنی نوٹ بک میں اس کو نوٹ کرلیجئے اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج فرمادیجئے۔

اگر نمبر یاد نہ رہے یا ضائع ہوجائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھدیجئے جس مہینہ سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ میں آپ کی طرف سے چندہ ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت نہ ہونی چاہیئے۔

خریداروں کو خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے، اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کردیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو چار روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیجدیں۔ انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی واپس کرکے شدید نقصان پہونچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کے لئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی وصول کرلینا چاہیئے۔

منیجر

امریکہ کي شکاگو ایکو بس کے ہر ڈبہ میں ایک ایسا پیمانہ لگا دیا گیا ھے
جس سے مسافروں کو ریل کي رفتار معلوم ھوجاتي ھے -
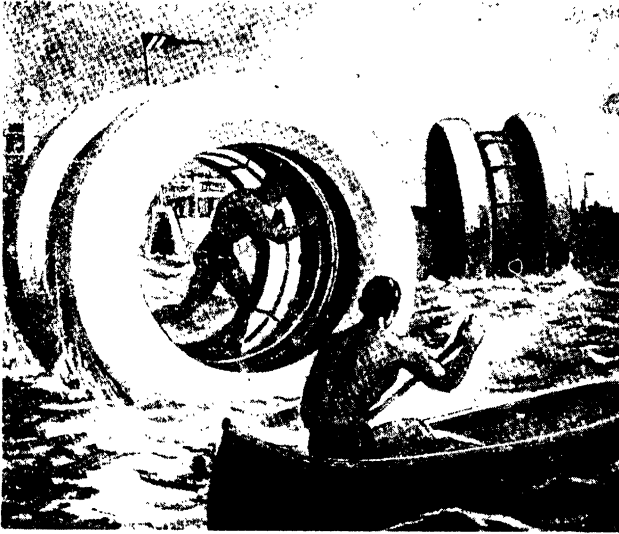
یوروپ میں ایک نیا پاني کاکھیل جو ربڑ کے پہیوں سے بني ھوئي
کشتیوں کے ذریعہ کھیلا جاتا ھے -

شنگھائی کی جاپانی فوج چین سے جنگ کی سالگرہ منا رہی ہے -

ہنگری کے رجنٹ ایڈمرل ہارتھی کی بیوی مادام ہارتھی جنھوں نے
جرمنی کے نئے جنگی جہاز کا نام پرنس یوجن رکھا -

اسلام میں بیوی کا درجہ

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

معبودِ حقیقی نے مسلمان مردوں کے سامنے ان کی خود غرضی اور نفس پروری کا ایسا مرقع پیش کیا ہے جس کا حرف حرف ان کی عہد شکنی اور مطلب براری کا ثبوت ہو اور عورت کے حقوق کی تعظیم اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی مسلمان شب و روز دیکھ رہے ہیں کہ وہ اور اُن کے بھائی نکاح سے پہلے لڑکی اور اس کے ورثا کے سامنے کیسی ناکیں رگڑتے اور وعدے وعید کرتے ہیں کہیں مہر کے اقرار کرتے ہیں کہیں حسن سلوک کے۔ مگر بعد نکاح خدا اور رسول کے مقدس الفاظ کو غلط اور جھوٹے سچے معنی پہنا کر عورت کے بادشاہ بن جاتے ہیں اس زیادتی اور نفس پروری کے واسطے ارشاد ہوتا ہے :-

''واخذن منکم میثاقاً غلیظاً''۔ اور تمہاری بیویاں تم سے گاڑھے یعنی سخت قول قرار لے چکی ہیں۔

یہ خدائی الفاظ ہیں جو مرد کے خود غرض ہونے کا کافی ثبوت ہیں اور بتا رہے ہیں کہ مرد کی سرشت جو خالق الموجودات کے علم میں تھی اس قسم کے نقائص سے پاک نہیں اور ایفائے عہد جو اسلام کا جوہر ہے مرد ایک حد تک اس سے محروم ہے۔ ''والصاحب بالجنب'' کے معنی بھی عام طور پر یہی لئے گئے ہیں کہ نیکی کرو برابر کے رفیق سے اور برابر کے رفیق کا مطلب بیوی ہے۔

اور یہی وہ حالات ہیں جن سے مجبور ہو کر سرورِ دوجہان نے عورت کے حقوق کی حمایت پر انتہائی توجہ فرمائی آخری وصیت جس کے بعد زبان لڑکھڑا گئی یہ ہی تھی الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم لا یکلفوھم ما لا یطقون اللہ فی النساء فانھن عوان فی ایدیکم اخذتموھن تعبد اللہ۔

نماز، نماز، اور تمہارے ہاتھ جن کے مالک ہیں ان کو اس بات کی تکلیف نہ دینا جو وہ برداشت نہ کر سکیں، اللہ سے ڈرو عورتوں کے معاملہ میں کہ وہ تمہارے ہاتھ میں اسیر ہیں اور تم نے عہد خداوندی سے حاصل کیا ہے۔

مردوں کو بیویوں کے حقوق کی جس قدر تاکید اسلام نے کی اس کے واسطے صرف یہ ہی ایک واقعہ کافی ہے کہ دمِ واپسین میں بھی یہی الفاظ زبان مبارک پر تھے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے (ابن ماجہ نے ام سلمہ سے ہی روایت کیا ہے۔ نسائی وا کری) کہ وہ مرد جو بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے ایسا ہے جیسے حضرت ایوب کہ ان کا صبر ضرب المثل اور بے نظیر ہے'' بی بی کا صبر'' یہ معنی نہیں رکھتا کہ برداشت کرے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس کے جواب میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔

مسلمان کا ایمان اسوہ حسنہ یعنی سرورِ دوجہاں کے طرزِ عمل کی پیروی ہے جو کلام اللہ کا فیصلہ ہے۔ حضور انور باوجود ان باتوں کے جو آپ کو بعض دفعہ ناگوار ہوتی تھیں۔ امہات المومنین یعنی بیویوں کے ساتھ اکثر چہل فرماتے تھے اور ہنسی کرتے تھے اور بیویاں اکثر آپ کو

جواب دیتیں اور بحث کرتیں اور آپ مطلق ناخوش نہ ہوتے یہاں تک ہوا ہے کہ چوبیس چوبیس گھنٹے امہات المومنین نے رسول اللہ سے بات نہ کی اور حضور کو ناگوار نہ ہوا۔ حضور اکرم حکم فرماتے اور تشدد نہ کرتے ایک موقعہ پر ازواج مطہرات میں سے کسی نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور دھکیلا۔ ان بیوی کی ماں بھی وہیں تشریف رکھتی تھیں اُنھوں نے بیٹی کی یہ حرکت پسند نہ کی اور گستاخی سمجھ کر ڈانٹا رسول اکرم نے ان کو منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ "کچھ نہ کہو اور بیبیاں تو اس سے بھی زیادہ کرتی ہیں"۔

ایک موقع پر ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضہ نے رسول اللہ سے فرمایا "آپ تو فرماتے ہیں میں پیغمبر ہوں" اس پر حضور ہنسنے لگے۔ حالانکہ یہ بات ایسی تھی کہ فطرت مردانہ یقیناً اس سے متاثر ہو جاتی مگر سرور دو جہاں دیر تک ہنستے رہے۔ اور فرمایا "حمیرا تمھارا غصہ اور محبت دونوں حالتیں پہچان لیتا ہوں"۔ اُنھوں نے عرض کیا "وہ کس طرح؟" آپ نے فرمایا "جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے محمدؐ کے خدا کی اور ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے ابراہیم ع کے خدا کی"۔ ام المومنین نے عرض عرض کیا ارشاد نبوی صحیح ہے۔ میں غصہ کی حالت میں آپ کا نام ترک کر دیتی ہوں۔

بچوں اور عورتوں پر آپ انتہا سے زیادہ رحم فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی تفریحات میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔ ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ نے حضرت عائشہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آپ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے۔ ایک روز ام المومنین آگے نکل گئیں۔ اور پھر اور دن آپ آگے نکل گئے اور فرمایا "حمیرا یہ اُس دن کا بدلہ ہے"۔

بخاری و مسلم میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں میں نے عاشورہ میں حبشہ کے کچھ آدمیوں کے غل غباڑہ کی آواز سنی وہ لوگ کھیل کود رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم بھی دیکھو گی؟" میں نے عرض کیا ہاں آپ نے ان کو بلوایا اور اُنہوں نے کھیلنا اُچھلنا شروع کیا۔ رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور اپنا ایک ہاتھ کواڑ پر رکھ کر پھیلا دیا میں دست مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہو گئی اور تماشہ دیکھتی رہی کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا بس میں نے عرض کیا جی نہیں دو تین مرتبہ آپ نے فرمایا اور میں نے کہا جی نہیں، چنانچہ جب تک میں دیکھتی رہی۔ آپ کھڑے رہے۔ اس کے بعد جب آپ نے فرمایا کہ دیکھ چکیں تو میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے ان کو اشارہ کیا اور وہ چلے گئے۔

(نامکمل)

خلع

مردوں کی کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ اپنے لئے تو طلاق کا آزادانہ حق رکھیں۔ جب جی چاہے بلا قصور بغیر وجہ کے ایک دو تین کرکے بولی ختم کردیں۔ اور عورتوں کے خلع کے حق میں نشتر شرطیں اور پابندیاں لگائیں۔ اللہ نے اللہ کے رسول نے نہ کوئی ایسا حکم دیا نہ کوئی شرط یا پابندی عاید کی۔ کوئی عالم بڑے سے بڑے اور جید سے جید ایک حدیث ایک قرآن کی آیت بھی پیش نہیں کرسکتے جس میں خلع کے لئے کوئی شرط یا پابندی ہو بجز اس کے کہ جو شوہر نے مہر یا زیور دیا ہے اس کو واپس کردے۔ جب اسلام کوئی پابندی عائد نہیں کرتا تو یہ شرطیں جن پر قانون خلع کی اسمبلی میں بنیاد رکھی گئی ہے وہ صرف مولوی صاحبان کی عقل کی گہرائیوں۔ اپنی مصلحت اندیشیوں اور رایوں کا نتیجہ ہے اور حقیقت میں اسلام نہیں۔

خلع کے متعلق سورۂ لبقرع ۲۹ پ ۲ میں حکم ہے کہ (ترجمہ) "اور (مردو) جو تم (عورتوں کو) دے چکے ہو اس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں ہے۔ مگر یہ کہ میاں بی بی کو (اس بات کا) ڈر ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھیرادی ہیں ان پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ تو اگر تم کو خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے) واپس کردے تو تم پر (دونوں مرد اور عورت پر) کچھ گناہ نہیں۔"

ان "حدود اللہ" نے ہمارے مولویوں کے لئے۔ رائے۔ قیاس مصلحت اور تاویل کا دروازہ کھول دیا۔ اگر اس کے سمجھنے کے لئے وہ رسول اللہ صلعم کے (اس قسم کے) فیصلوں پر غور کرتے تو یہ دھوکا نہ لگتا۔ سنو۔

حضرت عبداللہ رضہ ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ "ثابت بن قیس کی بیوی (حبیبہ بنت سہل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس پر کسی طرح کا الزام یا عیب نہیں لگا سکتی۔ نہ اس کی عادت میں عیب لگاتی ہوں نہ اس کے دین میں۔ لیکن میں کفر کو اسلام میں ناپسند رکھتی ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کیا تم ثابت کا دیا ہوا باغ انہیں واپس کردوگی" عرض کیا۔ جی ہاں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "ثابت باغ لے لو اور اسے طلاق دیدو۔" (نسائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ واضح اور صاف ہے۔ ثابت کی بیوی نہ مارپیٹ کی شاکی ہے۔ نہ نان نفقہ کی شکایت کرتی ہے نہ کسی قسم کی تکلیف بیان کرتی ہے۔ وجہ صرف یہ بیان کرتی ہے کہ میرا دل شوہر سے مانوس نہیں ہوتا اس وجہ سے میں اس کی خدمت اور تسکین و آرام پہنچانے کا انتظام دل سے نہیں کرسکتی اور یہ بات اسلام لانے کے بعد کفر اور جاہلیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لِتَسْكُنُوٓا اِلَيْهَا تاکہ تم بیوی سے تسکین حاصل کرو۔ اور میں شوہر کو تسکین نہ پہنچا سکوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو کر کفر ہوگیا۔ اتنی سی بات تھی جس کا ہم جیسے مسلمان تو خیال بھی نہ کرتے لیکن حضور صلعم اس کو وجہ معقول قرار دیکر طلاق دلوا دیتے ہیں اور خلع کو طلاق کا مساوی درجہ عطا فرماکر یہاں بھی مرد اور عورت کو برابر بنا دیتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد عبدالغفار الخیری

طلاق و خلع

ستمبر کے عصمت میں طلاق و خلع کے متعلق جو مضمون اور اُس پر جو نوٹ شائع ہوا تھا اسے ملاحظہ فرما کر ہندوستانی مسلمانوں کے مشہور فلاسفر اور اردو کے نامور ادیب حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادی اڈیٹر صدق نے ایک گرامی نامہ روانہ فرمایا ہے جس کا ضروری حصہ دلی شکریہ کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں میں اپنے خیالات وضاحت کیساتھ نومبر کے پرچہ میں ظاہر کروں گا۔

رازق الخیری

(۱) "پاگل اور دیوانے مردوں کی جو تعداد ہے، پاگل عورتوں کی تعداد اس کی عشر عشیر بھی نہیں"۔ اول تو یہ دعویٰ بجائے خود ہی صحیح نہیں۔ ماہرین فن کے درمیان مدت سے اس پر اختلاف چلا آرہا ہے۔ فریق غالب وہ ہے، جو اس کا نہیں، اس کے عکس کا قائل ہے۔ لیکن بالفرض یہ صحیح ہو بھی، تو اس کو اصل مسئلہ سے مطلق تعلق نہیں۔ اصل مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ عورت، بہ حیثیت جنس، مرد سے قوائے عقلیہ میں فروتر ہے۔ جس طرح بعض دوسرے قویٰ میں ممکن ہے مرد سے بڑھی ہوئی ہو۔ یہ ایک بالکل سائنٹیفک حقیقت ہے۔ اور شریعت کی بھی عین تعلیم یہی ہے۔ تحقیر کا ہرگز اس میں کوئی پہلو نہیں۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے، جیسے یہ کہا جائے کہ ۲۰ سال کا نوجوان ۵۰ سال کے سن والے سے تجربہ و پختگی فعل میں فروتر ہوتا ہے۔ گو ممکن ہے، جوش و ہمت میں اس سے بڑھ کر ہو۔ آپ نے تو اکیلی رضیہ سلطانہ کی مثال پیش کی ہے، تاریخ اسلام میں نظیریں تو اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ملتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ وغیرہ۔ لیکن ان مثالوں سے اصل دعوی کی تردید نہیں ہوتی۔ نبوت بہرحال مردوں ہی کے ساتھ مخصوص رہی۔

(۲) "اب جبکہ ماہرین نفسیات یہ نتیجہ مرتب کر چکے ہیں کہ ذہن یا ذہنیت کی درستی اور اصلاح کے لئے جسمانی سزا غیر ضروری بلکہ ذی شعور لوگوں کے لئے ضرر رساں ہے، موصوفہ کا اس کی تحریک یا تائید کرنا نہایت نامناسب ہے، میرے خیال سے تو بیوی پر ہاتھ اُٹھانے کا ارادہ بھی شوہر کی انتہائی درجہ کی کمینگی اور پاجی پن ہے"۔ اول تو یہ صحیح نہیں کہ سزا کی غرض صرف مجرم کی اصلاح ہی ہوتی ہے۔ پھر جو دعویٰ "ماہرین نفسیات" کی جانب بطور ایک حقیقت متعارفہ کے منسوب کر دیا گیا ہے، وہ بھی حقیقت سے بعید ہے۔ یہ صرف ایک گروہ قلیل کی رائے ہے اور رائے بھی خام۔ دنیا کے سارے مذاہب اور سارے قوانین سے پہلے کل حصہ تعزیرات کا حذف کیجئے۔ جب جا کر اس کی نوبت آئے گی۔ اور قرآن میں تو صاف صاف موجود ہے ترجمہ جس ترجمہ و تفسیر میں چاہے دیکھ لیا جائے۔ علیٰ ہٰذا یہ دعوی کہ بیوی پر ہاتھ اُٹھانا ہمیشہ انتہائی کمینگی اور پاجی پن ہی کا نتیجہ ہوتا ہے تمام تر ایک شاعرانہ حسن ظن ہے۔ "کمینگی اور پاجی پن" کسی ایک جنس کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جب عورت خود ہی انتہائی کمینگی اور پاجی پن پر اُتر آئے تو شوہر کو بھی علاج بالمثل کی آزادی یقیناً حاصل ہے۔ شرعاً بھی، عقلاً بھی، اور بہت سی قوموں میں عرفاً و رواجاً بھی۔ ہاں ظاہر ہے کہ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت شدید جسمانی آزار رفیق حیات کو کیا معنی، کسی مخلوق کو بھی دینا حرام ہے۔ عورت یقیناً ہمارے ہاں کے بہت سے طبقوں میں مظلوم ہے۔ اس مظلوم سے دفع ظلم اس طور پر نہ کرایئے کہ مظلوم ظالم کے درجہ میں آجائے۔

عبدالماجد

خواتین کلکتہ کی عمرانی حالت

(از محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس۔ مقیم لندن)

"عصمت" میں جو مختلف صوبوں کی عورتوں کے عمرانی حالات شائع ہوئے ہیں ان کو میں نے نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ میرے خیال میں مختلف صوبوں کی معاشرت اور رسم و رواج کے متعلق واقفیت کا یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔ آج میں بھی عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے اپنے شہر کلکتہ کی خواتین کے حالات لکھتی ہوں۔ یہ خیال رکھیں کہ میں صرف شہر کلکتہ کی خواتین کے حالات لکھ رہی ہوں، پورے صوبہ بنگالہ کی نہیں، کیونکہ دوسرے شہروں کی معاشرت سے بالکل جدا ہیں اور زبان اور رسمیں سب مختلف ہیں۔ امید ہے کوئی اور بہن بنگال کے دوسرے شہروں اور گاؤں کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں گی۔

کلکتہ ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے اور کسی وقت دارالحکومت بھی رہ چکا ہے۔ البتہ اس کو وہ تاریخی اہمیت حاصل نہیں جو دلّی اور لکھنو وغیرہ کو ہے۔ اور نہ یہ اُن شہروں جیسا اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہے۔ اس کا عروج تو حکومت برطانیہ کے دور میں ہوا۔ تاہم یہاں کے معزز مسلمان گھرانوں کی تہذیب و معاشرت وہی ہے جو کہ یوپی کے خاندانوں کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ کلکتہ والے مسلمان خود کو "بنگالی" نہیں کہتے بلکہ اس لفظ کو گنوار یا دیہاتی کا مترادف سمجھتے ہیں۔ اور بنگال کے گاؤں میں رہنے والے مسلمانوں کو جن کی زبان بنگالی ہے "بنگالی" کہتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ کہتے تھے۔ گذشتہ سالوں سے ہندوؤں کے سیاسی زور شروع ہونے کے بعد سے مسلمان کچھ ایسے مرعوب ہوگئے ہیں کہ اب خود کو "بنگالی" کہنے لگے ہیں۔ اور بنگلہ زبان پڑھنے اور بولنے کو قومیت سمجھتے ہیں۔ تاہم ان کی تعداد ہنوز بہت کم ہے۔ کلکتہ کے شریف خاندانوں کے مسلمانوں کی زبان اب تک اردو ہے اور معاشرت دوسرے صوبوں کے مسلمانوں سے ملتی جلتی۔

غذا۔ عام طور سے دونو وقت چاول یعنی خشکہ کھایا جاتا ہے۔ روٹی کبھی کبھی دعوت وغیرہ کے موقعہ پر پکائی جاتی ہے لیکن اکثر پراٹھے یا روغنی روٹی ہوتی ہے معمولی سادہ چپاتیاں کھانے کا بہت کم دستور ہے بلکہ اچھی طرح پکانا بھی سب کو نہیں آتا۔ گائے کا گوشت بہت زیادہ کھایا جاتا ہے اور خوشحال لوگوں میں بکری کا گوشت۔ لیکن مچھلی بہت زیادہ شوق سے کھائی جاتی ہے۔ اور مختلف قسم کی تازہ مچھلیاں یہاں ملتی بھی کثرت سے ہیں جو شمالی ہندوستان میں عموماً نہیں ملتیں مچھلیوں کے علاوہ ہر قسم کے جھینگے بھی کھائے جاتے ہیں۔ بازار سے کھانا منگوانا بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ تاہم ناشتہ منگوانے کا عام رواج ہے۔ ناشتے میں ہر قسم کی مٹھائیاں۔ پکوان۔ بسکٹ وغیرہ شامل ہیں۔ مٹھائیاں کلکتہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بنتی ہیں۔ خصوصاً رس گلے، برفی، گلاب جامن، (جن کو یہاں پنتا وا کہا جاتا ہے) اور بنگالی مٹھائی "سندیش" وغیرہ پکوڑے بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں اور رمضان شریف کی افطاری کے ساتھ خاص طور پر بنوائے جاتے ہیں لیکن مہمان کو

نہیں دیئے جاتے کیونکہ ان کو سستی چیز سمجھ کر مہمان کے شایانِ شان نہیں سمجھا جاتا۔

کھانوں کے ساتھ دہی کھانے کا بہت رواج ہے۔ سادہ بھی اور رائیتہ کی صورت میں دونوں طرح کھایا جاتا ہے۔ چورا (سوکھا کٹا ہوا چاول) بھی دودھ اور شکر کے ساتھ سویوں کی طرح کھایا جاتا ہے۔ ہر قسم کی پھل پھلاری۔ ترکاریاں کھائی جاتی ہیں۔ صبح کا ناشتہ عموماً متوسط درجہ کے لوگوں میں رات کے باسی سالن اور ڈبل روٹی یا بازار کے پکوڑے ہوتے ہیں۔ خوش حال لوگ انڈے یا مٹھائیوں کا ناشتہ کرتے ہیں۔ چا صبح اور شام دونو وقت پی جاتی ہے۔ دن کے کھانے کا وقت بعض گھروں میں ساڑھے گیارہ بجے ہے۔ آفس اور اسکولوں کے لحاظ سے بعض گھروں میں بارہ ایک بجے۔ شام کا کھانا آٹھ بجے کے قریب کھالیا جاتا ہے۔

عورتیں سگریٹ نہیں پیتیں۔ اور پان بھی بہت زیادہ نہیں کھاتیں۔ پر ہر گھر میں جہاں انگریزی طریقے سے رہنا سہنا نہیں ہو پاندان ہوتا ہے۔ اور آنے جانے والوں کی پان سے تواضع کی جاتی ہے۔ بڑی بوڑھی عورتیں حقہ پیتی ہیں لیکن کمسن لڑکیوں یا بہوؤں کا پینا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

لباس ساری پہنی جاتی ہے پہلے گھر میں سفید سوتی ساری جس میں مختلف رنگ کے کنارے ہوتے تھے نیمے کے ساتھ پہنی جاتی تھی۔ یہ نیمہ ایک قسم کی واسکٹ یا صدری سمجھئے۔ اس کی تراش میں بہت سلیقہ سے کام لیا جاتا تھا اور اس کو تنگ اور چست پہنا جاتا تھا۔ لیکن اب نیمہ پہننے کا رواج بالکل ہی اُٹھ گیا ہے اور اس کی جگہ بلاوز اور جمپر نے لے لی ہے۔ ساری بھی پہلے بالکل سیدھے طریق سے لپیٹ لی جاتی تھی لیکن اب چنٹ دے کر مدراسی یا پارسی وضع سے باندھی جاتی ہے۔ اور آج کل طرح طرح کی نئے وضع کی ساریاں اور بلاوز بنائے اور پہنے جاتے ہیں۔ پہلے گھر سے باہر جاتے وقت ہمیشہ ساڑی کے اوپر دوپٹہ اوڑھ لیا جانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اب بھی اکثر خواتین برقع پہن کر گاڑی یا موٹر میں بیٹھتی ہیں لیکن دوپٹہ اوڑھنے کا رواج بالکل ہی اُٹھ گیا ہے۔ پہلے گھر میں سلیپر پہننے کا رواج تھا یہ موتیوں اور پھولوں سے آراستہ بڑے بہار کے ہوتے تھے۔ شوقین لڑکیاں بڑے اہتمام سے اپنے جوتوں پر پان اور پھول ٹنکواتی تھیں (پان موتیوں کو کہتے تھے جو پان کی شکل کے ایک کپڑے پر لگے ہوتے تھے) پر اب اس کی جگہ چپل نے لے لی ہے۔ اور باہر جاتے وقت سنڈیل یا کورٹ شو کا استعمال ہوتا ہے۔ پرانے فیشن کی بیبیاں پمپ شو پہنتی ہیں۔ موزے باہر جانے کے لئے پہنے جاتے ہیں۔ پہلے کسی بھی رنگ کے چھوٹے موزے SOCKS پہن لئے جاتے تھے اب فلیش کلر کے ریشمی لمبے موزے STOCKINGS پہنے جاتے ہیں۔

لڑکیاں نو، دس سال کی عمر تک پائجامہ دوپٹہ پہنتی ہیں۔ پھر ساڑی باندھنے لگتی ہیں۔ پائجامہ لڑکوں جیسا بالکل سیدھے پائنچے کا ہوتا ہے۔ اور ویسا ہی کرتہ بھی۔

سنگھار زیوروں کا شوق کافی ہے مگر صرف ہاتھ، گلے، اور کانوں میں ایک ایک بندے پہنے جاتے ہیں۔ سر، پاؤں، بازو میں زیور پہننا چھوڑ دیا گیا ہے۔ سر پر جھومر یا ٹیکہ نئی دُلہنیں کبھی کبھی پہن لیتی ہیں اور پاؤں میں چھلے بھی جن کو

یہاں چھڑے کہتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر کوئی نہیں پہنتا۔ ناک میں شادی کے وقت نتھ پہنائی جاتی ہے لیکن صرف وداع کے روز اس کے بعد پھر کبھی نہیں پہنی جاتی اور اب تو بہت سی لڑکیاں سرے سے ناک چھدواتی ہی نہیں۔

مصنوعی زیورات کا لڑکیوں کو بہت شوق ہے۔ چوڑیاں فیشن سے نکل کر اب پھر فیشن میں داخل ہو رہی ہیں۔ غازہ اور ہونٹوں کی سُرخی کا خوب استعمال ہوتا ہے اور بال بھی نئے فیشن سے بنائے جاتے ہیں۔ چودہ پندرہ سال کی عمر کے بعد چوٹی کے بدلے جوڑا باندھا جاتا ہے

تعلیم تعلیمی حالت چنداں اطمینان بخش نہیں خصوصًا ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعلیم بہت ہی کم ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے پھر کچھ بہتر حالت ہو چلی ہے۔ گریجویٹ لڑکیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اور میٹرک میں بھی مسلمان لڑکیاں ہر سال زیادہ تعداد میں پاس ہو رہی ہیں لیکن اب تک مسلمان لڑکیوں کا کوئی کالج نہیں ہے ان کو یا تو انگریزی اور ہندو کالجوں میں جانا پڑتا ہے یا گھر پر تیاری کرنی پڑتی ہے۔ صرف ایک مسلم ہائی سکول ہے جو کہ مرحومہ مسز سخاوت حسین کی ان تھک کوششوں اور ایثار کا نتیجہ ہے۔ یہ اسکول بہت ہر دلعزیز ہے اور گذشتہ چند سالوں میں جن لڑکیوں نے میٹرک پاس کیا ہے ان میں سے ایک بڑی تعداد اس اسکول کی طالبات کی ہو۔ تین اسکول ہیں۔ سہروردی مسلم گرلز اسکول اور شمیمہ زنانہ مدرسہ۔ اور انگلو اورینٹل مسلم گرلز اسکول۔

خواتین کے میل جول کے آج کل کافی ذرائع ہیں۔ ہر اسکول کے تعلیم النسا وغیرہ کے سلسلے میں جلسے ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انجمن خواتین اسلام۔ مجمع البنات، مسلم لیڈیز کانفرنس برانچ وغیرہ کے تحت بھی جلسے ہوا کرتے ہیں جن میں مفید تقریریں ہوتی ہیں۔ ملک کی مشہور خواتین جو کلکتہ میں آئی ہوئی ہوں ان کو مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری خواتین کو ان سے ملنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ کسی خاص امر کے خلاف یا موافقت میں تجویزیں Resolutions بھی پاس کی جاتی ہیں۔ عید میلاد۔ محرم وغیرہ کے موقع پر مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ حال میں ایک پردہ کلب بھی بنی ہے جہاں کے مختلف قسم کے کھیل و تفریح کا خواتین کو موقعہ دیا جاتا ہے۔

مذہب اور تہوار مذہب کا عورتوں میں بہت کچھ خیال ہے۔ نماز روزے کی کافی پابندی ہے۔ اگرچہ پنج وقتہ نماز اور پورے تیس روزے رکھنے والیاں دن بدن کم ہوتی جاتی ہیں۔ تب بھی نئی دہلی۔ لاہور۔ شملہ جیسے دوسرے بڑے شہروں کے مقابلہ میں مذہبی احترام ابھی تک یہاں زیادہ ہے۔ میلاد شریف کی مجلسیں بہت کثرت سے ہوتی ہیں۔ فاتحہ دوازدہم میں تو گھر گھر میلاد ہوتا ہے۔ عورتیں خود پڑھتی ہیں اور بعض اوقات مولود خواں کو بلوا کر پڑھواتی ہیں اور خود پس پردہ بیٹھکر سنتی ہیں۔ گیارہویں شریف۔ رجب۔ شب برات۔ محرم۔ وغیرہ سب تہوار منائے جاتے ہیں۔ رجب کی ستائیس کو روزے رکھے جاتے ہیں۔ اور محفل میلاد منعقد کر کے شب معراج کا بیان پڑھا جاتا ہے۔ کونڈوں کا رواج اب نہیں رہا۔ شب برات کے دن آتش بازی میں بھی حصّہ لیا جاتا ہی۔

اس روز حلوا روٹی پکاکر فقیروں کو کھلایا جاتا ہے اور رشتے داروں اور ملنے والیوں میں نہایت تکلف سے سجا کر بھیجا جاتا ہے
چودہ شعبان کی شام کو لوبان جلایا جاتا ہے اور گھر کی ساری لڑکیاں بالیاں تلاوتِ قرآن کرتی ہیں۔ بڑی بوڑھیاں تو رات
رات بھر مشغول عبادت رہتی ہیں۔ رمضان شریف میں افطاری کا انتظام ہوتا ہے۔ بعض گھروں میں ہر روز بعض میں جمعہ
جمعرات کو ہر گھر سے ایک دفعہ تو ضرور مسجد میں افطاری جاتی ہے۔ عید بقر عید کے روز نئے کپڑے جوتا پہننے کا دستور ہے۔
آدمی عیدگاہ نماز کو جاتے ہیں عورتیں نہیں جاتیں گذشتہ دو چار سال سے عورتوں کی نماز کا بھی انتظام ہوتا ہے پر اب
تک کثیر تعداد عورتوں کی نماز کو نہیں جاتی۔ گھر میں ہی دوگانہ پڑھ لیتی ہیں۔ مسجدوں میں بھی عورتیں زیادہ نہیں جاتیں
اور قبرستان میں بھی جانے کا رواج نہیں۔ ویسے جانا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ تعویذ، گنڈوں، پھونکے ہوئے پانی پر پہلے
بہت اعتقاد تھا اور اب بھی بچوں کے لئے تو خصوصاً منگوایا جاتا ہے۔ اجمیر شریف، درگاہ نظام الدین اولیاء، سرہند
شریف وغیرہ کی زیارت بھی سعادت سمجھی جاتی ہے۔ محرم کے تعزیوں پر ملیدہ وغیرہ چڑھانا! اور ایلی سمو کلا۔ اب سوائے جہلا
کے کوئی پابند نہیں۔ لیکن محرم کے تعزیئے دیکھنے کا شوق آج کل بھی بہت ہے۔ محرم میں خاص کر ساتویں اور دسویں کو کھچڑا
اور شربت بناکر فقیروں کو بانٹا جاتا ہے۔ محرم کے دنوں میں سنیوں کے ہاں بھی ہر شام کو مرثیے پڑھے جاتے ہیں اور
شیعوں کے یہاں تو ہر روز مجلس ہوتی ہے۔ اور ماتم کیا جاتا ہے۔

پیشہ: متوسط طبقہ کی عورتوں اکثر استانی کا کام کرتی ہیں۔ اگر ان کا کوئی سرپرست نہ ہو تو ا کارپوریشن Corporation
کی طرف سے بہت سے اسکول کھولے گئے ہیں جن سے ان کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ بعض گھر پر ہی لڑکیوں کو قرآن شریف
اور اُردو پڑھاتی ہیں۔ بعض کشیدہ کاری چکن وغیرہ کے ذریعے سے چند پیسے کما لیتی ہیں لیکن ان کی حالت بہت خراب
ہے۔ معاش کے کافی ذرائع نہیں ہیں۔ اور نہ تعلیم ہی ایسی ہے کہ بافراغت زندگی گذار سکیں۔ ادنی طبقہ کی عورتیں خانگی
ملازمت کرتی ہیں۔

شادی بیاہ اور دیگر رسوم: بچہ کے پیدا ہوتے ہی کانوں میں اذان واقامت کہی جاتی ہے۔ عقیقہ ساتویں، چودھویں
یا اکیسویں روز ہوتا ہے۔ اس روز دعوت بھی کی جاتی ہے مگر ضروری نہیں۔ عقیقہ کا گوشت
عزیزوں میں بانٹا جاتا ہے۔ دعوت اکثر چلّے کے روز ہوتی ہے اور عموماً صرف عورتوں کی۔ جہاں بہت دھوم سے تقریب
کی جارہی ہو وہاں مردوں کی بھی دعوت ہوتی ہے۔ کھیر کھلائی چھٹے مہینے ہوا کرتی تھی اب شاذ ہی سنا جاتا ہے۔ اسی طرح
لڑکیوں کے کان چھدنے پر بھی دھوم دھام کی دعوت ہوتی تھی پر اب یہ بھی ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ جن کو استطاعت
ہو کریں نہیں نہ ہو نہ کریں۔ ختنہ، روزہ کشائی اور پڑھائی شروع ہونے پر بھی دعوتیں ہوتی ہیں۔ یہ سب دعوتیں عورتوں
کی ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک میں لین دین ہوتا ہے۔ نکاح اور رخصتی ایک ہی دن ہوتا ہے مگر مختلف وقت پر۔ نکاح مردوں
کی مجلس میں اور رونمائی عورتوں کی مجلس میں کی جاتی ہے۔ نکاح عموماً دس بجے اور رونمائی شام کے سات بجے ہوتی ہے۔

بعض دفعہ نکاح چار بجے اور رونمائی سات بجے شام کو ہوتی ہے۔ نکاح لڑکی کے گھر پر ہوتا ہے۔ لڑکے والے مع اپنے دوستوں عزیزوں کے برات لے کر آتے ہیں۔ برات پہنچنے کے بعد لڑکی کے رشتہ دار اندر جا کر اس سے اذن لے کر آتے ہیں اور نکاح پڑھایا جاتا ہے۔ نکاح کے بعد چھوارے بٹتے ہیں اور پھر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد سارے مہمان اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں صرف دولھا اور ان کے چند عزیز اور لڑکی کے چند عزیز ٹھیر جاتے ہیں۔

جب لڑکی سنواری جا چکتی ہے (سنوارنے میں گھنٹوں لگتے ہیں اور سہیلیاں بھنیلیاں بھاوجیں بڑے لطف سے اس کام کو انجام دیتی ہیں) شادی کے روز کا لباس غرارہ ڈوپٹہ اور پشواز ہوتا تھا پر اب ساری ہی پہنی جاتی ہے۔ افشاں سے بالوں کو بڑی خوبصورتی سے آراستہ کیا جاتا ہے۔) تو دولھا اندر بلایا جاتا ہے اور آرسی مصحف کی رسم ادا کی جاتی ہے جس کے بعد دولھا کو سلامی ملتی ہے۔ دولھا کے ہاتھ سے دلھن کو اور دلھن کے ہاتھ سے دولھا کو کوئی میٹھی چیز کھلائی جاتی ہے۔ دلہن کی سہیلیاں جس وقت دولھا کھانا کو بڑھتا ہے دلھن کا ہاتھ کھینچ لیتی ہیں۔ کبھی دولھا کو زور سے ڈھکیل دیتی ہیں جس سے کہ دولھا کو تنگ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ دولھا باہر جانے لگتا ہے تو جوتا غائب ہوتا ہے اور سالیاں جب تک کہ کچھ وصول نہ کرلیں جوتا واپس نہیں کرلیتیں۔ مایوں بھی بٹھایا جاتا ہے اور چوتھی بھی کھیلی جاتی ہے پر چوتھی کی رسم کم ہوتی جاتی ہے۔ ولیمہ بھی کہیں ہوتا ہے کہیں نہیں پر لڑکی والوں کی طرف سے برات کی دعوت بہت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ کسی کے یہاں کوئی غمی ہو جائے تو خواتین تین دن تک پُرسے کو جاتی ہیں اور پھر چالیسویں کو۔ جس کے یہاں غمی ہو اس کے یہاں تین روز تک عزیز و اقارب کھانا بھیجتے ہیں جس کو "حاضری" کہتے ہیں۔ یہ پراٹھے اور کباب یا چاول گوشت یا کھچڑی ہوتی ہے۔ سویم کے روز الائچی دانے بٹتے ہیں۔ دسویں۔ بیسویں۔ اور چالیسویں روز بھی کھانا پکا کر محتاجوں اور عزیزوں کو بانٹا جاتا ہے۔ چالیسویں کا کھانا بڑے اہتمام سے پکتا ہے اور بہت پر تکلف ہوتا ہے۔ بیواؤں کا عقد عام تو نہیں ہے مگر معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا ہے اور بے اولاد بیواؤں کو عموماً نکاح کر دیا جاتا ہے۔

عورتوں کی آزادی اور حقوق

عورتوں کی آزادی یا پابندی ان کے گھروں کے مردوں کی طبیعت پر منحصر ہے۔ پر اقتصادی یا قانونی لحاظ سے وہ زیادہ آزاد نہیں ہیں۔ لڑکیوں کو آبائی جائداد سے ہمیشہ حصہ ملتا ہے اور مہر کی رقم عموماً بڑی رکھی جاتی ہے۔ متوسط گھروں میں پانچ سے دس ہزار تک۔ امرا میں بیس سے پچاس ہزار تک بلکہ ستر ہزار یا ایک لاکھ تک بھی باندھا جاتا ہے جو کہ نصف موجل نصف معجل ہوتا ہے۔ مگر مہر کا کوئی بھی حصہ شوہر کی زندگی میں یا تعلقات اچھے رہنے کی حالت میں نہیں لیا جاتا بلکہ ایسا کرنا بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ متوسط گھروں میں اب بھی ساس نندوں کے ساتھ رہنے کا دستور ہے۔ بہت سرعت کے ساتھ علیحدہ گھر کرنے کا رواج پھیلتا جاتا ہے۔

متوسط گھروں میں کام کاج کے لئے ایک ملازمہ یا لڑکا ضرور ہوتا ہے۔ باہر سے سودا سلف لانا جھاڑو دینا برتن مانجھنا یہ کام اُس کے ذمہ ہوتا ہے۔ باقی کام عورتیں خود کر لیتی ہیں۔ ہاں جن کی حیثیت ہے وہ دو تین خادمائیں رکھتی ہیں۔ سینما، تھیٹر وغیرہ

بھی جایا کرتی ہیں۔ پردہ کی پابندی عام طور سے کی جاتی ہے پر اُس سختی سے نہیں جیسی کے پہلی کی جاتی تھی۔ بعض گھروں میں نوکروں سے پردہ نہیں کیا جاتا۔ چند ایک گھرانوں میں عورتیں "شاپنگ" تک کی جرأت کرلیتی ہیں اور جب دارجلنگ، کرسیونگ، مدھوپور رانچی وغیرہ جاتی ہیں تو پردہ بہت کم کرتی ہیں: تاہم ہندوستان کے دوسرے بڑے شہروں کے مقابلے میں کلکتے میں پردہ کا زیادہ لحاظ ہے۔ صرف گذشتہ سات آٹھ سال ہوئے کہ دو ایک خواتین نے کھلے بندوں پردہ چھوڑدیا ہے لیکن پھر بھی کلکتہ میں مسلمان خواتین اس آزادی سے مشترکہ جلسوں میں نظر نہیں آتیں جیسے کہ نئی دلی شملہ لاہور وغیرہ میں۔ یہاں اب بھی بے پردہ خواتین اپنی بے پردگی سے جھجکتی ہیں۔

متفرق باتیں۔ کلکتہ کی عورتیں ملنے ملانے کی بہت شوقین ہیں خصوصاً شمالی ہندوستان کی بہنوں سے ملنے کی بہت خواہشمند ہوتی ہیں اور جب ایسا کوئی موقع آتا ہے تو بہت خوش ہوتی ہیں۔ گاڑی کا کرایہ میزبان دیتی ہیں سوائے غمی کے دنوں میں۔ ملنے جائیے تو ناشتہ کراکر رخصت کریں گی۔ عام تواضع اب پان کے علاوہ "لیمونڈ" وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اپنے ملنے جلنے والوں کو برابر حصہ بلاوا بھیجتی رہتی ہیں۔ پہلے سوائے خاندان اور کنبہ کے اور کسی سے نہیں ملا کرتی تھیں اب یہ قید نہیں ہے۔ مختلف رسائل وغیرہ بڑے شوق سے پڑھتی ہیں اور اکثر معزز مضمون نگاروں سے خط و کتابت کے ذریعہ بہناپا کرتی ہیں۔ آج کل ہارمونیم سیکھنے کا بہت شوق ہے۔ لڑکیوں کے علاوہ کافی عمر کی عورتوں کو بھی اس کا شوق ہے۔ علاج عموماً انگریزی ہوتا ہے۔ پیرا پرشن انجکشن سے ہنوز گھبراتی ہیں۔ خاندانی جھگڑے آپس میں غیبت، شکایت موضوع گفتگو ہے۔ زبان اُردو ہے۔ پر واحد کے بدلے جمع بولتی ہیں۔ جیسے "میں آئی تھی" کے بدلے "ہم آئے تھے"۔ اور اکثر مونث الفاظ کو مذکر بول جاتی ہیں۔ اس کا سبب زبان کی قواعد سے ناواقفیت نہیں ہے۔ زبان سے کافی واقفیت ہے پر عام دستور یہی ہے اور کوئی صحیح بولے تو اس کی ہنسی اُڑتی ہے کہ لو آپ ابھی لکھنو سے آرہی ہیں۔

کلکتہ سے باہر سیر کو جانے کا رواج بہت بڑھ رہا ہے۔ پہاڑ جیسے دارجیلنگ کرسیونگ یا سمندر کے کنارے جیسے پوری۔ مدھوپور۔ رانچی سیمل تلے وغیرہ بھی تبدیل آب و ہوا کو جاتی ہیں۔ دلی کی سیر کا بھی شوق رکھتی ہیں۔

کماؤ بچہ

شہر سے دور جہاں ہر وقت کوئلیں کوکتی رہتیں۔ جہاں ننھی ننھی چڑیاں زرد پھولوں میں بیٹھی شور مچاتیں۔ جہاں نکلتے ہوئے سورج کی مہین کرنیں سبز کھیتوں پر رقص کرتیں وہاں وہ کبھی مچان پر بیٹھ کے کبھی بڑی دُور کا چکر کاٹ کر کھیت کی رکھوالی کرتا۔ وہ کھیت کا نگہبان تھا۔ اسی کھیت کی مینڈ پر اس کے باپ کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اس کے بعد یتیم بچے کی قسمت میں زندگی کو گویا اندھیری رات میں گذارنا لکھا تھا۔ ہر روز جب پہاڑ کا سا گرم دن گذر جاتا اور اس کا برہنہ جسم تپ تپ کر ٹھنڈا پڑ جاتا تو وہ اپنی مزدوری دو سیر دھان یا سیر بھر جو سر پر رکھ کر لمبے لمبے سروں میں گاتے ہوئے کٹیا کی طرف آتا۔ اس وقت مصیبت کی ماری بیمار ماں لکڑی کا سہارا لئے جس کی دکھتی ہوئی اور جھکی ہوئی کمر میں سارے زمانے کا الم پوشیدہ تھا۔ اپنے تھکے ماندے بچے کی آواز دور سے سن کر سارے رنج و غم بھول جاتی۔ بڑی مشکل سے آگے بڑھ کر اس کے سر کا بوجھ خود اُٹھا لیتی جو اس کے بچہ کی دن بھر کی کمائی تھی۔ پھر وہ فخر کے ساتھ کہتا "ماں تیری کمائی میں ہوں۔ میری کمائی یہ ہے"۔ ماں گاؤں بھر کے سب لوگوں میں تیری آنکھیں کیوں اتنی اچھی ہیں؟" غریب ماں کمانے والے بچہ کو سینہ سے لگا کر دعائیں دیتی ہوئی اندھیری کٹیا میں داخل ہوتی جس کو کبھی کبھار چمکتا ہوا چاند ہی روشنی کر دیتا تھا ورنہ چراغ تو وہاں کبھی نہ جلا۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر پیاز سے سوکھی روٹی کا ٹکڑا کھاتے ہوئے کہتا "اماں جب میں اندھیرے منہ گھر سے چلا تھا تو لچھمن کی ماں گاؤں کے موڑ پر بیٹھی دہاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ کیا لچھمن نے سچ مچ اس کو گھر سے نکال دیا؟" ماں کچھ اداس لہجے میں جواب دیتی "نہیں بیٹا لچھمن نے نہیں، اس کی عورت نے"۔ وہ غریب بڑھیا پر ترس کھاتے ہوئے لچھمن کو خوب بُرا بھلا کہتا اور پھر زمین پر سو جاتا۔ خواب میں اُسے کھیت ہی کھیت نظر آتے۔ اور ایک زرد منہ والی خوبصورت چڑیا اُس کے گرد منڈلاتی۔ وہ اُٹھ کر اُس کے پیچھے بھاگتا آخر خواب میں بھاگتے بھاگتے گر پڑتا اور اس کی آنکھ کھل جاتی۔ پھر وہ صبح صبح کھیت کو جاتے ہوئے ماں سے کہتا "اماں دو پیسے دے۔ نہیں تو ایک ہی دے۔ مجھے بڑا ہی کام ہے"۔ ماں اپنی خالی تھیلی جھٹکتے ہوئے کہتی "لے دیکھ لے۔ اس میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے"۔ وہ کھل کھلا کر ہنستے ہوئے کہتا "نہیں ماں تو جھوٹ کہتی ہے۔ تو بیمار رہنے سے پہلے چودھری کے گھر میں روز آٹا پیس پیس کر جو پیسے جوڑتی تھی وہ کیا ہوئے؟" غریب عورت ان پیسوں کا نام سن کر خاموش ہو جاتی۔ اُسے یقین ہے کہ اگر ان پیسوں میں سے ایک پیسہ بھی خرچ ہو گیا تو وہ پھر کبھی نہ جڑے گا۔ مدتوں بعد خوشی کی ایک لہر غمگین آنکھوں میں دوڑا کر کہتی " وہ پیسے بڑے کام کے ہیں۔ تو دیکھتا نہیں، چھوکری سیانی ہو رہی ہے"۔

"نہیں ماں وہ زرد منہ والی چڑیا سے بڑھ کر سیانی نہیں ہے"۔ وہ اس کا مطلب خاک بھی نہ سمجھی اور کہتی گئی:

جب گاؤں کے لوگ شہر جائیں گے تو وہ میری بہو کے لئے ان پیسوں کے کپڑے خرید کر لائیں گے۔ دوسرے سال جب تیری شادی ہو گی اور سندری دلھن کپڑے بجاتی ہوئی یہاں کوٹے گی تو میرا دل کیسا خوش ہو گا" آخر وہ بالکل نا اُمید ہو کر یہ کہتے ہوئے چل دیتا ہے "دیکھ ماں لچھمن کی ماں باہر بیٹھی رو رہی ہے۔ اس کی بہو نے جو بڑی سندر ہے آج ساس کو مار کے گھر سے نکال دیا ہے"

"ماں مجھے تھوڑا پانی دے۔ ماں پیاس سے مرا دم نکل رہا ہے۔ ماں کیا اب میں مر جاؤں گا"

وہ کئی دن سے بخار میں بھن رہا تھا۔ اس کا خوبصورت جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں دیہات کی زندگی بڑی پر کیف اور بڑی پر لطف ہوتی ہے۔ وہاں کائنات کا ذرہ ذرہ حسن سے معمور ہوتا ہے لیکن یہ سب امیروں کے لئے ہے۔ ان کے لئے دنیا کا لطف ہر جگہ ہے۔ لیکن یہ کون جانتا ہے کہ دیہات میں بھی ظلم وجور کی آبیاری ہوتی ہے معبود جانے وہاں کے ذرے ذرے میں اپنوں نے کے لگائے ہوئے کتنے آلام پوشیدہ ہوتے ہیں وہ ہرے بھرے کھیت، راگ گاتی ندی، تنومند چوپائے، یہ سب دیہات کی جان ہیں مگر ان سب چیزوں سے ان غریبوں کو جن کی نگاہیں آسمان کو تکتی رہتی ہیں جن کے دل زمین میں دفنائے جاتے ہیں۔ انہیں کیا فائدہ؟ وہ کھیت بوتے ہیں مگر بھوکے رہتے ہیں، وہ پانی کھینچتے ہیں مگر پیاسے رہتے ہیں، وہ دودھ دوہتے ہیں مگر دودھ پیتے نہیں۔ ان کی زندگی تو بے انصافوں کے ہاتھوں سے بس کر افلاس، جہالت، بیماری، جیسے دکھوں سے معمور ہے غریب کے گھر میں آج تین دن سے چولہا ٹھنڈا ہے۔ ماں کی زندگی کا سہارا اس کا کماؤ بیٹا بیمار ہے۔ شہر میں بڑے بڑے دواخانے ہیں، حکیم ہیں، ڈاکٹر ہیں مگر دیہات کے بیماروں کا کوئی معالج نہیں۔ ان کا دکھ کوئی نہیں جانتا۔ بیمار ماں ہانپتی ہوئی اٹھی، بچہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ وہ انگارے کی طرح دھک رہی تھی۔ وہ غم سے بے چین ہو کر پروانہ کی طرح اس بجھتی ہوئی شمع کے گرد منڈلانے لگی۔ بہو کے کپڑے لے کر جو اس کی محنت کی کمائی تھی جو اس نے کوڑی کوڑی جوڑ کر بنائے تھے۔ وہ گاؤں کے بنئے پاس گئی۔ وہ تو غریبوں کا خون ہی چوسنے بیٹھا رہتا تھا۔ غرور آمیز لہجہ میں کہا "پیسے تو میں دیتا ہوں لیکن چھ مہینے کی مدت ہے۔ اس کے بعد مال آیا گیا ہو جائے گا" تین دن کی بھوکی بیمار عورت کے سر میں چکر آ رہے تھے۔ کانوں میں ماں، ماں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اسے اپنے بچہ کے سوا اب کسی بات کی فکر نہ تھی۔

چھ مہینے گذر گئے۔ جب فصل سوکھ کر کٹ گئی تو وہ پھر آہستہ آہستہ کام کو جانے لگا۔ اب ماں کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا مگر اسے کیا فکر؟ اس کا بچہ۔ کماؤ بچہ کام پر جا رہا تھا۔ وہ اب روز دو سیر دھان لائے گا۔ آہ دھان تو حقیقت میں معصوموں کی دنیا ہے!

سعیدہ ضمیر الدین (حیدرآباد)

ہندوستانی عورت اور آزادی

پدمنی ستھاندھن کے خیال میں ہندوستانی عورت کی آزادی میں دو چیزیں سدِ راہ ہیں پیشتر اس کے کہ عورت اپنے حقوق طلب کرے اُن کو اپنی راہ سے دُور کرنا اُس کا اولین فرض ہے پہلی چیز جو اس کی آزادی میں حائل ہے وہ اُس کی اپنی حالت سے بے اعتنائی ہے۔ وہ اپنے پرانے نظام کو کسی قیمت پر بھی تبدیل کرنے کو تیار نہیں۔ یکسر تبدیلی تو ایک طرف ہندوستانی عورت تو اس میں ذرا سا تغیر و تبدل کرنے پر بھی رضامند نہیں۔ ہم ہندوستانیوں کے دلوں میں سالہا سال تک تو یہی بسا رہا کہ اعلیٰ خانگی زندگی اور عورت کے فرائض صرف یہیں تک محدود ہیں کہ وہ اپنے خاوند کی وفادار بیوی اور والدین کی فرمانبردار بیٹی ہو۔ بچوں کی تربیت بھی کسی حد تک عورت کے ہی سپرد تھی۔ عورت کا اپنے خاوند کے کسی معمولی حکم سے سرتابی کرنا ایک بڑا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ ان فرائض سے ذرا بھی منحرف ہونا اور اپنی آزادی و خوشی کی تلاش کرنا ان کے نزدیک معیوب اور سخت ناخوشگوار بات تھی۔ ہندوستانی عورت والدین کی رضا کو خدا کی رضا خیال کرتی ہے۔ اگر عورت کو "شوہر مہیا کردیا جائے" یعنی اس کی شادی ہوجائے تو اس کے جسم و جان کا مالک خاوند تصور کیا جاتا ہے۔ وہ چاہے اسے مارے یا زندہ رکھے۔ عورت اُس کے خلاف کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاسکتی۔ والدین کا انتخاب خدا کے انتخاب کے مرادف سمجھا جاتا ہے۔ اُن سے غیر متفق ہونا گویا خدائی احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ غرضیکہ مرد کی مخالفت کی طاقت عورت میں فنا ہوچکی ہے۔ اُس کی شعریت اور طاقتِ عمل پر مردوں نے مکمل قبضہ کر رکھا ہے۔ پردے کی وجہ سے عورت قوتِ عمل و ترقی سے یکسر معرّا ہوچکی ہے۔ یہاں میرا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو صرف پردے کی آزادی دے دینے سے اس کی تمام شکایات کا ازالہ ہوجائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں آزادئ ضمیر اور آزادئ تخیل سب سے مقدم ہیں۔ جب تک وہ ذہنی طور سے خود کو مرد کے پھندے سے رہا نہ کرائے گی اُسے آزاد نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک وہ اپنی بابت خود کسی بات کا فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہو وہ آزاد نہیں ہوسکتی۔ عورت کو اپنے دل سے "صنفِ ضعیف" ہونے کا خیال بالکل نکال دینا چاہئیے اور اُسے مرد کی غلامی سے قطعی اور غیر مشروط طور پر انکار کردینا چاہئیے۔ اسی انکار کی جرأت سے عورتوں میں آزادی کی لہر پیدا ہوسکتی ہے۔ اور اسی ایک طریقہ سے وہ اپنے ضمیر کو مرد کے اثر سے آزاد کراسکتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ خانگی معاملات گھریلو فرائض سے غافل نہ ہو کیونکہ یہ صفات اس کے لئے مفید اور لازمی ہیں البتہ پرانی جاہلانہ رسوم کا ترک کرنا ضروری ہے۔ شروع ہی میں حریتِ نسواں کے لئے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ عورت کو اُس کی پستی کا احساس کرایا جاتا۔ اُس وقت پستی کا احساس ہی عین بلندی تھا اُس کے بغیر ترقی نسواں حریت اور حقوق کا نام لینا ہی فضول تھا۔ اس وقت بعض مصلحین کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان میں نہ صرف عورتوں کو اپنی پستی ہی کا احساس ہوچکا ہے بلکہ وہ آزادی کی راہ پر کافی دور تک پہنچ بھی گئی ہیں۔

پدمنی ستھیاندھن کے خیال میں دوسری مشکل جو عورتوں کی راہ میں حائل ہے وہ رائے عامہ اور رشتہ داروں و عزیزوں کی

نکتہ چینی ہے۔ رائے عامہ کے مدمقابل ہونا سخت دشوار ہے اور اُس کی خلاف ورزی کے لئے کافی جرأت درکار ہے۔ والدین اور کنبہ کی بڑی بوڑھیاں اس معاملہ میں بہت سخت گیر واقع ہوئی ہیں۔ وہ نوجوان لڑکیوں پر گھر میں کڑی نگرانی رکھتی ہیں اور وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتیں کہ ان کی نوجوان بہو بیٹیاں آزاد خیال ہوکر قدیم رسوم سے سرتابی کریں۔ ان کی خواہشات وخیالات کی بڑی حد تک قدر بھی کی جاتی ہے۔ ایک ہندوستانی سے یہ کبھی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے کسی بزرگ کی خواہشات کی عزت نہ کرے گا۔ اکثر نوجوان خاوندوں کو اپنے خیالات ان ہی وجوہ سے دبانے پڑتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں بھی اپنی بیوی کو کنج عزلت سے باہر لانے میں کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ خاندان کی بڑی بوڑھیاں اس کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ گھر کی بہو کو خوشدامن کے تعصبات کے آگے تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ خوشدامن کی وفات کے بعد بہو آزاد ہوتی ہے اور اولین موقع سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور من مانے کام کرتی ہے۔ ہمارے ملک میں رائے عامہ کی ہمیشہ سے قدر کی جاتی ہے اور اسی خوف کی وجہ سے ہمارے ہاتھ پس پُشت بندھے رہے رہتے ہیں۔ عورتیں ہمیشہ نئی روشنی میں آنے سے خوفزدہ رہی ہیں پھر بھی کچھ عرصہ سے اُن میں بیداری کی لہر پیدا ہوچکی ہے۔ اور وہ پرانی رسوم کے خلاف آواز بلند کرنے لگی ہیں اور اس طرح اُن کا شکار ہونے سے بچ گئی ہیں۔

بقول ماہر نفسیات ایڈلر Adler شادی ایک صنف کے فرد کا دوسری صنف کے فرد کی رضاجوئی میں فنا ہوجانا ہے۔ طرفین کی یہ گرویدگی اور رضاجوئی باہمی رفاقت اور نسل بڑھانے کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ازدواج بھی امدادِ باہمی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ یہ باہمی رفاقت صرف دو اشخاص کی بہبود کا ذریعہ ہی نہیں ہوتی بلکہ اس سے تمام عالمِ انسانیت کی بہتری مقصود ہوتی ہے لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے جانبین کو ایک دوسرے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے شریک زندگی کے کاموں میں نہایت خوشی سے حصہ لینا چاہئے۔ صرف اسی ایک صورت میں شادی کامیاب ہوسکتی ہے۔ ایسے رفاقت کے کام میں اعلیٰ وادنیٰ یا آقا وغلام کی تفریق سے کچھ حاصل نہ ہوگا جہاں جانبین ایک دوسرے کو محکوم رکھنے کی کوشش میں ہوں وہاں ازدواجی زندگی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ مرد عورت پر کسی صورت میں بھی فوقیت نہیں رکھتا۔ اگر مرد محنت ومزدوری کرکے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتا ہے تو بیوی بھی گھر میں بیٹھ کر اُس کی بہتری وخوشنودی کا سامان مہیا کرتی ہے محنت ومزدوری کرنا کوئی برتر ہونے کا ثبوت نہیں۔ خانگی زندگی میں تو صرف تقسیم کار کا اصول کام کرتا ہے۔ اگر پسندِ خاطر ہو تو مرد کی چاردیواری میں محصور رہ کر بچوں کی نگہبانی وتربیت کرسکتا ہے اس صورت میں عورت اُس کے لئے کماکر لائے گی اور اُس کا پیٹ پالے گی۔ اس تقسیم کار سے اُن کے درجہ ومراتب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جو کوئی جس کام کے قابل نظر آیا اُس نے وہی اپنے ذمہ لے لیا اصل بات یہ ہے کہ مرد ڈرتا تھا کہ اعلیٰ تعلیم دلانے سے اُس کی بیوی میں تبدیلی واقع ہوجائے گی جس کی وجہ سے وہ امورِ خانہ داری میں دخل دینا چھوڑ دے گی اور یہ اُسے کسی صورت بھی گوارا نہ تھا۔ بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مشرقی عورت اپنی عصمت، سادگی، قناعت، اور خاموش تکالیف برداشت کرنے کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک وفادار بیوی اور مخلص ماں ثابت کرچکی ہو۔

اس لئے پرانے نظام کو تبدیل کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ اُن کے خیال میں عورتوں کو اُن کی حالت پر ہی چھوڑ دینا چاہئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم اُنہیں مغرب زدہ بنا کر اُن سے قومیت کا احساس اُڑا دے گی۔ یہاں وہ ایک شدید غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں عورتوں کے لئے تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش نہ کریں لیکن وہ خود اُسی مغربی ترقی کے راستہ پر گامزن ہیں۔ علاوہ ازیں مرد یہ فراموش کر چکے ہیں کہ ازمنۂ قدیم میں عورت کا درجہ اس قدر پست نہ تھا جتنا کہ اب ہے۔ مثلاً مصر قدیم میں عورت کا درجہ اس کے موجودہ مرتبہ سے بہت بلند تھا۔ عورت گھر کی مالکہ خیال کی جاتی تھی اور مرد بقول فلینڈرز پیٹری ایک معزز مہمان سمجھا جاتا تھا۔ ترکہ میں وہ اپنے بھائی کے برابر شریک تھی اور وہ اپنی جائداد کی مالکہ تصور کی جاتی تھی۔ اس کی قانونی حیثیت بھی مرد سے کسی درجہ کم نہ تھی۔ وہاں عورت صرف عورت ہونے کی وجہ سے قابلِ عزت تھی یہ صرف مصر پر ہی منحصر نہ تھا بلکہ عورت کی شخصیت ہر جگہ اور ہر ملک میں ایک برکت خیال کی جاتی تھی۔ شام میں عورت کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ جاپان میں چینی خیالات کی اشاعت سے قبل تحریکِ حُریتِ نسواں اپنے شباب پر تھی۔ مسٹر ایسٹر ایک جگہ لکھتے ہیں "جاپانی ادب کا بڑا حصہ جس پر جاپان اس قدر نازاں ہے عورتوں کے قلم کا ہی رہینِ منت ہے"۔ یونان و روما میں تو عورت کا درجہ یقینی طور پر بہتر تھا۔ دور کیوں جائیں خود ہندوستانی عورت کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ غرضیکہ اُس زمانہ میں مرد کو کبھی جرأت نہ ہوئی کہ عورت کے حقوق پر دراز دستی کر سکتا۔

مرد یہ فراموش کر چکا ہے کہ عورت کا انسانیت پر کس قدر احسان ہے اور اس نے دُنیا کو مہذب بنانے میں کس قدر حصہ لیا ہے بظاہر وہ عورت کی مغرب پرستی کا مخالف ہے لیکن حقیقتاً اس میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ دل کی بات کہدے کہ بیوی کو اعلیٰ تعلیم دلانے سے وہ ایک اچھا باورچی کھووے گا۔ تعلیم یافتہ اصحاب ابھی تک یہ کہہ رہے ہیں کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میری واپسی پر میری بیوی خدمت کے لئے کمربستہ ہو نہ کہ آرام کرسی پر بیٹھی شکسپیر یا ملٹن کے مطالعہ میں محو نظر آئے یہ مشکلات آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہیں اور انہیں روز بروز راہ سے دور کیا جا رہا ہے۔ ہندوؤں میں تو راجہ رام موہن جیسے کئی ریفارمر پیدا ہو چکے ہیں لیکن مسلمانوں میں ابھی بہت کم سر سید نظر آتے ہیں۔

رفیع الزماں خاں بی اے (جالندہر)

بچوں کی ابتدائی تعلیم

زیادہ تر بچے کی ابتدائی تعلیم گھروں ہی میں ماں باپ کے زیر سایہ ہوتی ہے انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو پہلے اس کو اس کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے۔ یہی حال تعلیم کا ہے۔ تعلیم دینے والوں کو خواہ ماں باپ ہوں یا استاد تعلیم دینے کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے جیسے ہی بچہ بخوبی بولنے لگے۔ والدین کو چاہیئے کہ گھر پر اس کی تعلیم شروع کر دیں۔ یہ نہیں کہ کتاب دیکر بٹھا دیں۔ اور حرفوں کو رٹوانا شروع کر دیں۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم زبانی ہونی چاہیئے۔ جیسے گنتی، پہاڑے۔ مذہبی معلومات۔ درود۔ آیتیں۔ یہ باتیں بچوں کو یاد کرانا شروع کریں۔ چھوٹے بچوں کے لئے یہی تعلیم بہت ہے۔ اگر بچے کو ابتدا ہی سے عادت پڑی ہوگی تو پھر وہ اسکول جانے سے نہ گھبرائے گا۔

جہاں تک ہو سکے بچوں کو اشیاء کے ذریعہ تعلیم دی جائے۔ والدین اور استادوں کو چاہیئے کہ بچوں کے قدرتی رجحانوں کے بموجب ان کو تعلیم دیں۔ چھوٹے بچے قدرتاً کھیل کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ کھیل کے ہی ذریعہ ان کو تعلیم دی جائے۔ مثلاً گنتی سکھانی ہے۔ تو ان سے کہا۔ کہ تم کھیلنے کے ... پنے ہمجولیوں کو اکٹھا کرو۔ پھر ان سے کہیں اچھا گنو۔ سب بچے گنتے ہیں۔ پھر بچوں کو گھٹا بڑھا کر گنوایا جائے۔ اسی طرح لکڑی کی تیلیاں۔ گولیاں۔ کھلونوں وغیرہ کے ذریعہ ان کو تھوڑی سی گنتی، جمع، تفریق اور پہاڑے بھی آ جائیں گے۔ اور کھیل کا کھیل ہو جائے گا۔ اس طرح وہ تعلیم کو دلچسپ سمجھ کر اس میں دلچسپی لیں گے۔ بہت جگہ دیکھا گیا ہے۔ کہ بچہ کو کتاب دے کر بٹھا دیا۔ اور سبق دے کر اُس کو رٹنے کی ہدایت کر دی۔ اب بچہ ہے کہ یاد کر رہا ہے۔ ایک بات کو کہتے کہتے اس کا دل گھبرا رہا ہے۔ ذہین بچہ ہے تو جلدی یاد ہو گیا۔ اور غبی بچہ کو آفت ہے۔ بُرا بھلا کہا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لیکن وہ سبق بچہ کو یاد نہ ہوگا ایک تو بچے میں قدرتاً یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دیر تک ایک ہی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ دوم جس کام کو بچہ شوق اور دلچسپی سے نہ کرے وہ اچھی طرح نہیں ہو سکتی۔ یہی حال پڑھنے کا ہے۔ بچپن ہی میں بچہ کو بُرا یا بھلا شوقین یا بدشوق بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ بچپن میں وہ نرم لکڑی کے مانند ہوتا ہے۔ ہمیشہ بچے سے پیار محبت سے کام نکالنا چاہیئے۔ مار پیٹ کو صرف بہت ہی زیادہ ضرورت کے موقع پر استعمال کرنا چاہیئے۔

اگر بچہ کے شوق کو بڑھانا چاہتے ہیں تو اس کے قدرتی میلانوں کو کام میں لائیں۔ مثلاً بچہ کو لفظ الف ب ت ث سکھانا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ کتاب میں اس کو سبق دے کر بٹھا دیا گیا۔ اور کہا کہ رٹے جاؤ۔ اگر رنگین کاغذ (ابری) کے چند ٹکڑوں پر وہ [illegible] لکھ کر پہلے اُس کو الف دکھایا۔ اس سے پوچھا یہ کیا ہے۔ اگر نہیں بتا سکتے تو پوچھیں اس کی شکل کس چیز سے ملتی جلتی ہے۔ وہ بتائے گا۔ لاٹھی پنسل وغیرہ سے پھر اس کو جتایا کہ اس کو الف کہتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ لاٹھی کی شکل کا کیا حرف ہوتا ہے۔ تو اُسے فوراً یاد آجائے گا الف ہوتا ہے۔ اسی طرح اور حرف بھی سکھائیں۔ اب بچہ کبھی ان کو

اُلٹ کر دیکھے گا کبھی پلٹ کر۔ کبھی کسی طرح اس سے اس کو خوشی ہوگی، دوم یہ کہ رنگین اشیا کو بچے پسند کرتے ہیں۔ اس لئے جتنی چیزیں اس کی تعلیم میں استعمال ہوں۔ سب رنگین ہونی چاہئیں۔ اس طرح بچہ تعلیم شوق سے حاصل کرے گا اور کوئی مرحلہ اُسے دوبھر نہ معلوم ہوگا۔ یہ بھی نہ ہو کہ روزانہ کاغذ کے ٹکڑے ہی استعمال ہوں۔ بعد روز ایک ہی چیز دیکھتے دیکھتے بچے کی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ مختلف چیزیں استعمال ہونی چاہئیں کبھی کارڈس کبھی چارٹ کبھی تیلیاں کبھی گولیاں کبھی لکڑی کے تختے وغیرہ استعمال کریں اور جو چیزیں اس کے مذاق کی مہیا ہو سکتی ہیں۔ ان کے ذریعہ تعلیم دی جائے۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ ان طریقوں کے استعمال نہ کرنے سے بچے بالکل تعلیم حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ اُن کا شوق بڑھانے کے لئے دلچپی کا سامان مہیا کر دینا گویا ان کے ساتھ دوستی ہے۔ اور کند ذہن بچوں کے لئے تو بہت ہی مفید اور ضروری ہے۔

عزیزہ بیگم (سند یافتہ ٹریننگ کلاس مرادآباد)

دانت

چہرہ کی خوبصورتی میں جس طرح بلند ناک اور بڑی چمکیلی آنکھیں شامل ہیں بس اسی طرح صاف، ہموار دانتوں کو بھی دخل ہے۔ اگر دانتوں میں کوئی بیماری ہو تو فوراً علاج کرانا نہایت ضروری ہے کیونکہ دانتوں کی خرابی عام صحت کی خرابی کا بھی باعث ہوتی ہے اور تندرستی کا دارومدار صرف منہ کی صفائی پر ہے۔ دانتوں کی خرابی ہمیشہ باہر سے یعنی سامنے کے مسوڑوں سے شروع ہوتی ہے۔ بد احتیاطی سے دانتوں کے اندرونی حصوں میں پیپ کی نالیاں اور تھیلیاں بن جاتی ہیں۔ اور مسوڑے گل سڑکے دانتوں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ پیپ کی نالیاں وغیرہ آپریشن کے ذریعہ نکالی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ناہموار دانت مشین اور بجلی سے برابر کرنے کی بھی مشین ہے۔ اسی طرح جن دانتوں میں کچھ فاصلہ ہوتا ہے وہ بھی انہیں کے ذریعہ قریب کر دئے جاتے ہیں۔ ایسی سخت چیزیں جن سے کہ چبانے میں دانتوں کو درد او تکلیف ہو نہ کھانی چاہئیں۔ ہاں اگر سخت غذا کے چبانے میں تکلیف نہ ہو اور آسانی سے چبائی جا سکے تو اس سے دانت مضبوط رہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس سے دانتوں کی صفائی بھی ہو جاتی ہے اکثر کھاتے وقت دانتوں کے درمیان غذا کے ذرّے اور ریشے پھنس جاتے ہیں تو ان کو نہ نکالنے سے اور صاف نہ کرنے سے بدبو پیدا ہو کر معدے میں خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ اور اسی سے ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ سونے سے پہلے دانت ضرور صاف کرلئے جائیں کیونکہ رات کے وقت بغیر صاف کئے سونے سے دانتوں کے امراض میں ترقی ہوتی ہے۔ صرف معمولی احتیاط رکھنے سے دانتوں کی حفاظت بآسانی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ برش کے خلاف ہوں اور وہ پسند نہ ہو تو مسواک کا استعمال ضرور کیجئے جو دانتوں کے ہر مرض کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہے۔ ببول، نیم یا پیلو کی جڑ کی مسواک بہت مفید ہے اور یہ آپ کو ہر جگہ آسانی سے مل سکتی ہے۔ دانتوں کے لئے پالک بھاجی، نارنگی، دہی، چھاچھ اور دودھ بھی بہت مفید ہیں۔

شمیم آرا۔ (حیدرآباد)

نغمۂ آزادی

خواتینِ مسلم! یہ پستی مٹاؤ
اُبھر کر فضائے دو عالم پہ چھاؤ
کرن بن کے آؤ
جہاں جگمگاؤ
کہ اس خاکِ ظلمت سے دامن اُٹھاؤ
اُٹھو قافلے کو بھی اپنے جگاؤ
چلو، اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

تمہیں جسمِ ہندی میں روحِ رواں ہو
تمہیں زینتِ گیتیٔ و آسماں ہو
تمہیں گلستاں ہو
سکونِ جہاں ہو
تمہیں رہنما ہو، تمہیں کارواں ہو
اندھیرا ہے، دل کے کنول جگمگاؤ
چلو اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

ہو پابستۂ حلقۂ خاکِ پستی
ہر اک سمت طاری توہم پرستی
توہم پرستی
بلا کی تباہی
مُسلّط ہے ہر روح و دل پر اُداسی
ذرا اپنے احساس کو بھی جگاؤ
چلو، اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

جمود اور غفلت کو بالکل مٹا دے
جو آنکھوں سے خوابوں کے پردے گرا دے
دلوں کو جگا دے
شرارہ بنا دے
جو ہر شے میں تابندہ تارے لٹا دے
وہی راگ چھیڑو، وہی گیت گاؤ
چلو اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

کسے بخشدی تم نے آزاد فطرت؟
کہاں ہے تمہاری وہ شوکت و عظمت؟
کہاں ہے اخوت؟
کدھر ہے محبت؟
ہے کس پستیٔ خاک میں دفن رفعت؟
کدھر چھوڑ آئیں امانت بتاؤ؟
چلو، اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

یوں پرچم تمہارا اُڑے لہلہائے
اُسے دیکھ کر آسمان سر جھکائے
فضا مسکرائے
زمیں جھوم جائے
غلامی کا احساس بھی تھرتھرائے
تم اس طرح قصرِ غلامی کو ڈھاؤ
چلو، اور قدم سوئے منزل بڑھاؤ

گوہر اقبال حور زبیری (میرٹھی)

مغل بادشاہوں کی چمن آرائیاں

مغل بادشاہوں کو باغ لگانے کا بہت شوق تھا۔ آج بھی بہت سے شہروں میں اُن کے وقت کے اُجڑے ہوئے باغ موجود ہیں۔ میں اس چھوٹے سے مضمون میں آگرہ دہلی اور کشمیر کے باغوں کا ذکر کروں گی۔

آگرہ بابر کو پھولوں کا شوق بہت زیادہ تھا۔ پینتیس سال تک لگاتار اُس کو لڑائی کا کام انجام دینا پڑا۔ اس میں سے روز ایک گھنٹہ باغ کے لئے صرف کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو باغ کا شوق کس حد تک تھا۔ اُس نے اپنی یادداشت میں متفرق اقسام کے پھولوں کی تاریخ بھی لکھی تھی۔ دوسرے ملکوں سے بیج اور پودوں کے ساتھ وہاں کی مٹی بھی منگایا کرتا تھا۔ آرام باغ جو آج کل رام باغ کے نام سے مشہور ہے وہ خاص بابر ہی کا لگایا ہوا تھا۔

تاج باغ جہانگیر کے عہد میں قابل دید تھا۔ اُس کی سیر دیکھنے والوں کو آئینہ حیرت بنا دیتی تھی۔ اس باغ کے گرداگرد ایک شفاف چشمہ تھا اور وسط میں فوارہ ۱۶۲۵ء میں کرنل ہڈسن نے اس کو دیکھا وہ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ شکل میں مستطیل تھا۔ اور چار طرف نہایت ہی خوشنما دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ اس کا رقبہ شمال سے جنوب تک ۱۰۰۰ فٹ اور مغرب سے مشرق تک ۱۰۰۰ فٹ تھا۔ اس کے وسط میں دو نہریں ۱۶½ فٹ چوڑی جاری تھیں۔ اور اس کے کنارے خوبصورت درختوں کی قطاریں تھیں۔ دونوں نہروں کے درمیان ایک ستارہ کی شکل کا مرمریں حوض تھا۔ اور اس اختری حوض سے بے شمار تارے فوارے کی شکل میں ٹوٹ کر نیلگوں آب پر گرا کرتے تھے۔ اس باغ میں دور دور سے پھلوں اور پھولوں کے پودے منگا کر لگائے گئے تھے، اور اس باغ کے پھل غربا اور محتاجوں میں مفت تقسیم ہوتے تھے۔ اس باغ کے قریب کے کُل پُرانے درخت کاٹ دئے گئے ہیں۔ صرف ایک پُرانا سینبھل کا درخت اُن کے وقت کی یادگار باقی رہ گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس درخت کی بلندی پچاس فٹ اور اس کی عمر چار سو پچیس ۴۲۵ برس ہے۔ یہ درخت جمعیت خاں کے مقبرہ کے مشرق میں واقع ہے۔

اس کے علاوہ آگرہ میں دو مشہور باغ اور بھی تھے جو سکندرا اور انگور باغ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ دونوں باغ اکبر کے مقبرہ کے نزدیک تھے۔ اس میں سے پہلا باغ عوام کے لئے وقف تھا اور دوسرا خاص حرم کی بیگموں کے لئے تھا۔ یہ اکبر کا لگایا ہوا تھا اور خاص محل کے بہت قریب تھا۔ اس کا رقبہ دو سو بیس فٹ لمبا اور ایک سو ننانوے ۱۹۹ فٹ چوڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس باغ کے لئے کشمیر کے عمدہ خطہ سے مٹی لائی گئی تھی۔ اور اس کے اندر بہت سے بیش قیمت پتھر منگا کر رکھے گئے تھے۔

کشمیر مغل بادشاہوں میں اکبر ہی نے سب سے پہلے کشمیر کی سیاحت کی اور یہ سیاحت اُس نے متعدد بار کی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے یہاں بھی ہری ہربت کا قلعہ تعمیر کرا کر ڈال جھیل پر ایک باغ لگایا جو نسیم باغ کہلاتا ہے۔ یہاں اُس وقت کی یادگاریں کچھ تباہ حال درخت رہ گئے ہیں۔ سری نگر اپنی خوبی اور دلکشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ شالامار کی طرح

نشاط باغ، نسیم باغ وغیرہ بھی قابل دید تھے۔ شہنشاہ مغلیہ میں جہانگیر اور نور جہاں باغ کی بہت شائق مانی جاتی ہیں۔

شالامار باغ شالامار باغ سری نگر کی ڈال جھیل سے نو میل پر تھا۔ اس کو جہانگیر نے ۱۶۱۹ء میں لگایا تھا۔ یہی صرف شاہی باغ کی نشانی رہ گئی ہے۔ اس کا موجودہ احاطہ ۶۰۰ گز لمبا اور ۲۷۰ گز چوڑا ہے۔ یہ تین حصوں میں منقسم تھا جس میں ایک صرف محل کی بیگموں کے لئے مخصوص تھا۔

اسلام آباد سری نگر سے ۳۲ میل کے فاصلے پر اسلام آباد ایک مشہور شہر ہے۔ یہ عجیب جگہ ہے یہیں پر دریائے جہلم کے کنارے مغل بادشاہوں کا باغ تھا، جو زائر امرناتھ کی زیارت کے لئے جاتے تھے وہ وہاں ٹھیرتے تھے یہاں مغلوں کا ایک باغ اور بھی تھا۔

دہلی عہد ہمایوں میں یہ شہر گویا باغات سے گھرا ہوا تھا۔ یہاں کی بہترین اور پرانی چیزوں میں سے ہمایوں کے مقبرہ کا باغ تھا۔ اس کا رقبہ ۱۳ ایکڑ تھا۔ اس عمارت کے ہر چہار جانب نہر جاری تھی اور جہاں نہریں ایک دوسرے سے ملتی تھیں اُن مقاموں پر متفرق شکل کے چھوٹے چھوٹے تالاب بنے ہوئے تھے اور تمام باغ میں سبز مخمل کی طرح گھاس بچھی ہوئی تھی

شالامار باغ دہلی سے نو میل کے فاصلے پر پانی پت کے راستہ میں ایک مشہور باغ تھا جو دہلی کا شالامار باغ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو اکبرآبادی شاہجہاں کی بیوی نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ ٹھیک اُسی طرز کا تھا۔ جیسا کہ لاہور اور کشمیر کا شالامار باغ ہے۔ یہ مربع نما تھا اور اس کا ہر ضلع ۳۰۰ گز کا تھا۔ اس کی تعمیر کا تخمینہ دو لاکھ کیا جاتا ہے۔ اور اس کی آبادی میں چار سال کا زمانہ صرف ہوا تھا۔ اس کے اندر کے فوارے۔ نہر۔ اور جھرنے تو برباد ہو گئے صرف عمارت باقی رہ گئی ہو۔ وہ بھی بے التفاتی کے سبب آہستہ آہستہ ڈھہ رہی ہے۔ یہ باغ خاص مغل بادشاہوں کا تھا لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد نیلام کر دیا تھا۔ اس کا ایک حصّہ میوے کا باغ ہے جو ہنوز موجود ہے

روشن آرا باغ بھی تذکرے کے لائق ہے جو شہزادی روشن آرا بیگم کا باغ تھا۔ اسی باغ کے وسط میں سفید عمارت کے نیچے روشن آرا بیگم چین کی نیند سو رہی ہیں۔ دوسرے شاہی باغوں میں رانی باغ، تالکٹورہ پارک وغیرہ عوام کے استعمال میں نظر آتے ہیں۔ چاندنی چوک جو شہر دہلی کی روح ہے یہاں بھی شاہجہاں کی دوسری لڑکی جہاں آرا نے ایک عالیشان سرائے تعمیر کرائی تھی۔ یہ سرائے کابل، فارس، اور ترکستان کے سوداگروں کے لئے مخصوص تھی۔ اس سرائے کی جگہ پر آج کل دہلی کا میونسپل آفس کمپنی باغ میں قائم ہے۔ یہ باغ شہزادی جہاں آرا بیگم کا باغ تھا اور بیگم باغ کہلاتا تھا۔

شہر بانو

نیند اور صحت

نیند ایک فطری ضرورت ہے اس کے پورا نہ ہونے سے صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ یوں تو کائنات کا کوئی ذرہ بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے مگر نیند میں خالق کائنات نے ہر ذی نفس کے لئے وہ راحت پنہاں رکھی ہے جس کو اوضی معراج کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ خواہ ہم کیسی ہی مصیبت۔ بیماری۔ یا رنج میں مبتلا ہوں۔ جہاں نیند آگئی اور ساری کلفتوں سے نجات حاصل ہوگئی لیکن اکثر شوقین طبع لوگ آرام کی نیند کو سیر تماشوں پر قربان کر دیتے ہیں۔ بعض تو حد سے زیادہ رات کو جاگ کر وقتی دلچسپیوں میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اور روزانہ نصف سے زیادہ رات گزار کر سونے کی عادت ڈال لیتے ہیں جس سے ابتدائی حالتوں میں انہیں زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا ضرر انسان پر پڑتا ہے۔ ہضم خراب اور معدہ برباد ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اعصاب پر ناروا بار پڑنے کی وجہ سے نظام عصبی شکستہ اور بدحال ہو جاتا ہے۔ اس وقت سیکڑوں روپے تباہ کرکے ہزاروں علاج معالجے ہوتے ہیں۔ مگر رفتہ کہ باز آید مشکل کا مصداق ہو جاتا ہے۔

نیند اکثر امراض کی دوا ہے۔ کیونکہ اس سے تکان رفع ہو جاتی ہے۔ اور ہم تمام دن کی محنتوں کی کسر نیند سے پوری کر لیتے ہیں۔ ایک یا دو رات کو اگر کسی شدید ضرورت سے انسان جاگتا رہ جائے۔ تو اُس کا ازالہ تیسرے دن کی آرام کی نیند میں ممکن ہے۔ لیکن بلا ناغہ ہر رات بہت کم وقت سونا صحت کو برباد کرنے کا باعث ہو جاتا ہے۔ خوش مزاجی بدمزاجی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ امراض کا حملہ بآسانی ممکن ہے۔ کیونکہ اس سے مقابلہ کی قوت جاتی رہتی ہے۔ غرض نیند زندگی اور نظام عصبی کی راحت کے لئے ازبس ضروری ہے۔

حکماء کا قول ہے کہ ایک نوجوان صحت مند انسان کے لئے روزانہ ۸ گھنٹے سونا لازمی ہے۔ البتہ کسی کو کم ہی نیند میں فرحت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور بعض اس سے بھی زیادہ وقت میں آرام پاتے ہیں۔

ٹامس اڈیسن چار گھنٹے سو کر تازہ دم ہو جاتا تھا۔ اور رات بھر میں صرف چار گھنٹے نیند کے اس کو کافی تھے۔ وڈرو ولسن سابق صدر جمہوریہ امریکہ کو نو دس گھنٹوں تک سونے کی ضرورت ہوتی تھی۔ چنانچہ ہر شخص کو اس امر پر غور کرکے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس کو کس قدر آرام کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات صحت کی خرابی۔ پریشانی۔ یا سونے کی جگہ مناسب نہ ملنے کی وجہ سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔ اس وقت سنجیدگی سے اُن اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔ جو نیند آنے میں مانع ہیں۔ یا نیند کے معاون ہیں۔

نیند لانے کی سب سے آسان تدبیر یہ ہے۔ کہ تمام دن ہلکے پھلکے کاموں میں مصروف رہیں۔ اور بیکار احدی بنے پڑے نہ رہیں۔ تھوڑی سی تکان کی بدولت بھی نیند خوب آجاتی ہے۔ گھبراہٹ یا حد سے زیادہ مشقت یا دماغی محنت سونے سے کچھ دیر پیشتر ہو تو نیند کا غائب ہو جانا ضروری ہے۔ سونے سے پیشتر آہستہ آہستہ ہیں کاموں اور گرد و پیش کے تفکرات کو ہلکا کرنا چاہیئے۔

اس سے خود بخود نظام عصبی کو سکون حاصل ہو گا ۔ اور بہ آسانی نیند آجائے گی۔ کیونکہ جہاز ہو یا ریل گاڑی جب بندرگاہ یا پلیٹ فارم کے قریب آپہونچتی ہے۔ اس وقت رفتار سست کر دی جاتی ہے۔

نیند آنے میں دو چیزیں سخت مانع ہوتی ہیں۔ ایک تو شور و غل۔ دوسری تیز روشنی لیکن شہر کے رہنے والوں کے لئے شور و ہنگاموں سے مفر ناگزیر ہے چنانچہ عام طور پر صحت مند اشخاص شہر میں رہتے رہتے اس کے عادی ہو جاتے اور اس کے باوجود بھی مزے سے خراٹے لیتے رہتے ہیں۔ مگر باہر سے آنے والے یا مریض کے لئے یہ بڑی مصیبت ہو جاتی ہے۔ اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جس قدر سکون اور خاموشی طاری رہے گی اُسی قدر رات کو آرام اور یکسوئی نصیب ہوگی۔

سچ پوچھئے تو شور و غل میں نیند آنا ممکن ہے۔ مگر تیز روشنی اگر کمرے میں موجود ہو یا کسی اور مقام سے آنکھوں پر پڑتی ہے تو مطلق نہیں آسکتی۔ کیونکہ آنکھیں اگر بند کئے رہیئے جب بھی پپوٹوں سے روشنی کافی اندر آجاتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ لیمپ پر گھرا شیڈ اور کھڑکیوں پہ بھاری پردہ لگانا چاہیئے۔ اگر عین کھڑکی کے وسط میں پردہ لگانے سے ہوا رُکتی ہو تو دریچہ کے مقابل دو فٹ ادھر پردہ لگانا چاہیئے۔ اس سے ہوا آئے گی اور روشنی خیرہ کن ثابت نہ ہوگی۔ بعض اوقات شور و ہنگامہ بھی نہیں ہوتا اور نہ کمرے میں تیز روشنی آتی ہے پھر بھی نیند نہیں آتی۔ اُس وقت یہ غور کرنا چاہیئے کہ بستر بہت سخت یا بہت نرم و ہننے والا تو نہیں کمبل یا لحاف کے متعلق یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کافی گرم ہو اور زیادہ بوجھل نہ ہو۔ چادر سلوٹوں سے مبرا اور سونے کے کمرے کی کھڑکیاں بالکل کھلی ہوئی ہوں تازی ہوا سے نیند کی حالت میں آکسیجن حاصل کرنا بیحد ضروری ہے لیکن ہمارے ہندوستانی گھروں میں عموماً دو کبھی تین بہنیں۔ بھائی۔ یا بچے ایک ہی پلنگ پر سوتے ہیں جس کی وجہ سے کاربن ڈائی اکسائیڈ اور نائٹروجن گیس کا بیحد ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ ایسی حالتوں میں اگر کمرے کے دریچے کھلے نہ رکھے جائیں تو بہت سے امراض کی آمد کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہر قسم کے آرام، تازی ہوا۔ اور کافی تاریکی کے باوجود بھی نیند نہیں آتی اور وہ گھنٹوں پڑے کروٹیں بدلا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو سارے جسم کی رگوں کو ڈھیلا چھوڑ کر آرام لینے کا گُر معلوم نہیں اور خواہ مخواہ انہیں بیکلی محسوس ہو رہی ہے۔ اُس وقت ڈھیلے لباس میں نہایت آرام سے ہاتھوں اور پاؤں کو پھیلا کر بخوبی بیفکری سے لیٹ جانا چاہیئے نیند خود بخود آجائے گی۔

نیند زیادہ آنے کے لئے اول شام کو غذا ہلکی کھانی چاہیئے۔ جو بہ آسانی ہضم ہو جائے۔ چار، کافی۔ کوکو نہیں پینا چاہیئے۔ ہاں بعض لوگ بستر پر جاتے وقت ایک پیالہ دودھ میں تسکین پاتے ہیں۔ کم خوابی کے لئے بستر پر جاتے وقت نیم گرم پانی کے ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا بھی مفید ہوتا ہے۔ اس وقت اگر سونے کے خیال سے کوئی دلچسپ کتاب آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کیجئے تو فوراً نیند آجائے گی۔ اس سے بھی اگر خاطر خواہ نیند نہ آئے تو اس وقت کسی ماہر طبیب سے رجوع کیجئے تاکہ مرض سے لاپروائی مرض کو حد سے زیادہ نہ بڑھا دے۔

جمیلہ بیگم (کلکتہ)

دیہاتی گیت

گیت۔ امواہیلیا دھن پیڑ جوہے بیچ راہ پری
راما تو تر تھاڑی ایک تہر یا منے مان بروگ بھری
پوچھے لاگے باٹ کے بٹوہیا اکیلی دھن کاسے ری کھڑی
بھیا چلے جاؤ باٹ کے بٹوہیا ہمری توہے کا وپڑی
کی ری توہیں ساس وسسر دکھنا ہیں نیہر دور بسے
بھیا ہمرا بلم پردیس من تان بروگ بھری
بہن تہرا بلم پردیس تو ہے کا کہ گئے
بھیا دے گئے کیوں تیل پر پون سیندور
بھیا دے گئے چندن چرخا ٹھائے گئے ادبیر
بھیا دے گئے اپنی دوہیا ست جن ڈرے
بھیا چوک لاگے کیوں تیل ہر پون سیندور
بھیا گھن لاگے چندن چرخوا ڈہ گئے گہے ادبیر

مطلب۔ آم اور میوے کے گھنے پیڑوں کے درمیان جو راستہ ہے وہاں ایک عورت کھڑی ہے اُس کا جی بہت اُداس ہے۔ راہ چلنے والوں نے اس سے پوچھا۔ اے بہن تم یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہو۔ عورت نے جواب یا مسافر بھائی تم اپنی راہ لو تم کو اس سے کیا مطلب مگر راہ چلنے والوں نے پھر پوچھا "کیا تم کو ساس اور سسر دکھ دیتے ہیں کیا تمھارا میکہ یہاں سے بہت دور ہے" عورت نے کہا۔ مجھے ساس وسسر کوئی تکلیف نہیں دیتے میرا میکہ بھی یہاں سے بہت دور نہیں ہے۔ بھیا اصلی بات یہ ہے کہ میرے سرتاج! پردیس گئے ہیں انہیں کی یاد میں اداس ہوں ایک مسافر نے کہا "بہن! کیا تیرا شوہر پردیس جاتے وقت کچھ کہہ نہیں گیا۔ عورت نے جواب دیا۔ "بھیا! میرے شوہر مجھے کپّوں میں تیل و سیندورے" (سیندور رکھنے کا برتن) میں سیندور دے گئے تھے چندن کا چرخا اور رہنے کے لئے ایک کوٹھری بنوا گئے تھے اپنی قسم دے گئے تھے کہ ہمیشہ سچائی کی راہ پر رہنا آہ! اُن کو پردیس گئے اتنے دن ہو گئے کہ کپّوں کا تیل و سیندورے کا سینہ زخم ہو گیا چرخے میں گھن لگ گیا کوٹھری گرنے والی ہے۔ بھیا! میری عمر بھی ختم ہونے کو آ گئی۔ لیکن میرا سرتاج! اب تک پردیس سے واپس نہیں آیا۔

گیت۔ مور کوڑی کے لوبھی پھر و گھر کو
بہریا کے بیر تو ہین برجوں ہم نیکا ہمکا گیل لے جائے
گنٹھیا جوڑ تور بردھی لاوے کہ ڈروایہ بھوجن بنائے
اوبیرسے چھوربے گھبنا کہ دھریا کہ انجرن جھلیے بیار
جو دھن ہوتیو بیلیا کا پھلوا لینوں پگڑیا کے بیچ
تو دھن آہی باری بیسا کہ ہنبیں سنگھاتی کے لوگ
بریلے بیر توہین برجوں نا نکوا کہ اُتر نج جن جاؤ
اُتر کا پنیا جھربس ماہر لاگے کر جاماں دھائے
پنیا پیت سوائی لوم رہا با ہم دھن ہوئے بے اناتھ
دنتوا کٹائے پیا کٹھوا پٹوبے چھیتا کا بجبرکوا۔

مطلب (شوہر بہت لالچی ہے وہ دولت جمع کرنے کی فکر میں اپنی عورت کو بھول گیا ہے) عورت کہتی ہے۔ اے کوڑی جمع کرنے کے لالچی شوہر گھر واپس آ جا۔ میرے راجہ میں تم سے بار بار کہتی ہوں کہ میرا کہنا مان لو اگر نہیں مانتے تو مجھے بھی اپنے ساتھ پردیس لے چلو میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر میں تمھارا بیل لدواؤں گی اور ڈیرہ پر کھانا پکاؤں گی۔ شوہر نے کہا۔ اے میری پیاری بیوی! اگر تم بیلا کا پھول ہوتیں تو میں پگڑی کے بیچ میں رکھ لیتا مگر تم تو جوان سندری ہو تم کو میرے ساتھ دیکھکر میرے ساتھی ہنسیں گے۔ اے میرے سرتاج! میں نے تم کو بار بار کہ کہ بیوپار کرنے کے لئے اتر کی طرف نہ جا اُتر کا پانی زہر کی طرح نقصان دہ ہے وہ کلیجہ میں لگتا ہے آہ اگر تم کو اتر کا پانی پی کر کچھ ہو گیا تو میں بیوہ ہو جاؤں گی۔ میرے راجن! میں اپنے دانت کٹوا کر کوٹھا پٹواؤں گی۔ اس میں اپنی چھاتی کا کیواڑ لگاؤں گی

دونوں بین بیچ بٹیا لگ گئے گھر ہی کرو روح گار
آنوری باتوری کے کولہوا رے ہہکا بیل ببر کے جاٹھ
جھٹیا کے اوپر ڈھنکوا ہپکے ویسے پپکے جیا ہور
آدھی کی رات ہیتم ڈھونکنے کندھلیا کی چھینا کو کے مو
چٹکی کاٹ چھوٹی ننندی جگائے تو ربنجروا بہ نج جائے
جیکر اونچ نجر یار سے نبہکا او کُلنا رن جوئے
تے کا ہے جہنیں بہ بنج بدیسوا گھر ہی سوائیں ہوئے
مور کوڑی کا ابھی پھر و گھر کو

دونوں آنکھوں کے درمیان بازار ہے گا تم گھر ہی میں بیوپار کرو. میرے سرتاج! "باتوری (ایک پیڑ کا نام) کے کولھو میں بیل یا بیوی کی جاٹھ ہو اس پر جیسے جیسے ڈھنکوا اُچکتا (روتا) ہے. ویسے ہی میرا کلیجہ فریاد کرتا ہو. عورت نے بہت سمجھایا مگر شوہر نے نہ مانا. آدھی رات ہونے پر شوہر نے کندھیلی (بیل پر لادی جانے والی بوری) ٹھونکی اس وقت میری چھاتی دہل اُٹھی. میری چھوٹی نند نے مجھے چٹکی لے کر جگایا اور کہا "تمہارا بنجارا جا رہا ہے. میرے سرتاج! جس کی نظر بلند ہو جس کے گھر میں خاندان کا نام روشن کرنے والی عورت ہو وہ بیوپار کرنے کے لئے پردیس کیوں جائے اس کو تو گھر ہی میں ایک میں نٹو کا منافع ہو جاتا ہے.

گیت. آج کے گیلا بھونرا کہیا ے لوٹبے کتک ونا رے
جو ہون توری بٹیا کتک ونا رے
گنت گنت موری انگلی بھی کھیانی چتوت رے موہے
نینوا ڈھرے آنسوا کہ جیترت رے
ایک بن گئی میں دوسرا بن گئی میں تیسرے بنا رے
ملے گڑوا چروا ہو تیسرے بنا رے
گوروا چرواہو تو ہن مور بھیا کہتوں دیکھے رے
مور بھنوروا پردیس کہتوں دیکھے رے

مطلب. اے بھونرا (شوہر) آج کے گئے تم پردیس سے کب لوٹو گے. کب تک میں تمہارا راستہ دیکھتی رہوں. دن گنتے گنتے تو میری انگلیاں گھس گئیں راہ دیکھتے دیکھتے میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا.

شوہر کی تلاش میں عورت ایک جنگل. دوسرا جنگل اور پھر تیسرے جنگل میں پہنچی. وہاں اُسے کچھ چرواہے ملے ان سے فرقت زدہ عورت نے پوچھا اے مویشی چرانے والو! تم تو میرے بھائی ہو بتاؤ تو سہی تم نے میرے سرتاج کو کہیں دیکھا ہے.

گیت. ایک پھول پھولے کھڑی دوپہریا دوسر پھول پھولے آدھی رات - ہو گوریا
پھلوا اِن بن میں رس گرایوں ہو دا بھر رس ہوئے .... ہو گوریا
وا ہی رس کا میں چنری رنگایوں. چنری بھئی رنگوار ...... ہو گوریا
چنری پہن میں سویوں اوسروا - پیوہ کا من للچائے .... ہو گوریا
چور کی نیا پیا ٹک ٹک آوین جیکر میں باری بیا ہی .... ہو گوریا

مطلب. کوئی پھول ٹھیک دوپہر کو اور کوئی آدھی رات کو پھولتا ہے. میں نے بہت سے پھول چُن کر ان کا رس نکالا. رس سے ایک ناند بھر گئی. اور میں نے اس میں اپنی چنری رنگی جس سے وہ بہت دلکش معلوم ہونے لگی.
میں جب اس رنگیلی چنری کو پہن کر برآمدہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹی تو میرے سرتاج! میرے مالک میرے پاس چوروں کی طرح چھپ کر آئے. (بزرگوں کا لحاظ ضروری ہے) میں نئی بیاہی ہوئی تھی نہ!

دیہات میں پہلے رنگ کون خریدتا تھا جنگلی ٹیسو وغیرہ کے پھولوں سے وہ اپنے کپڑے رنگ لیتے تھے اور فخر کرتے تھے.

گیت۔ بہیا کے بیر توہن برجون کرمیوا
منگوا گھڑیا جن بووُ لا لنوا ان
چار مہینہ کر لی کھیتی کھر ینو ا
جڑوا بتا دیں کو کھو اریاں ہوں لنواں
سولھو سنگار کے گئی کو لھوار واں
کرمی لکالے پت اروان ہو لا لنوا ان
پیان میں لاگوں بھیتا بر وا تلنگیا
سیلا ترائے گھر آؤ ہو لا لنواں
بلوا تو ہمرا کرمن بلوا ببروا
کیسے کے ترائے گھر آوں ہو لا لنوان
ٹوٹے ڈھنکو ا پھٹتے کپروا
ہر وی اور وہ سے آویں ہو لا لنواں
کولھو تورا ٹوٹے جاٹھ توری پھاٹے
رس یہ لاگے پوروان ہو لا لنواں

مطلب۔ (کرمی کا شوہر نہایت لاپرواہ ہے۔ وہ اپنے بیوپار میں اپنی نئی نویلی دلہن کا بھی کچھ خیال نہیں کرتا بیوی سے بات کرنے کی بھی اُسے فرصت نہیں ہے۔ اس پر دیہاتی شاعرہ کرمن کے دلی جذبات کا یوں اظہار کرتی ہے)۔ اے کرنی! میں کئی مرتبہ تم سے کہہ چکی ہوں کہ ایکھ مت بووُ۔ چار مہینے تو تم کھیت کھلیان میں رہتے ہو اور جاڑے بھر "کولھوار" (جہاں کولھو چلتا ہے) میں دن گذار دیتے ہو۔

ایک مرتبہ کرمن نے سولہ سنگار کیا اور کرمی سے ملنے "کولھوار" پہنچ گئی۔ کرمی اپنی بیوی کو دیکھ کر کہیں پتّوں میں چھپ گیا کولھوار میں صرف بیل رہ گیا۔ کرمن اُداس ہو کر بیل ہی سے مخاطب ہو گئی۔ اے بیل بھیّا! تمھارے پاؤں پڑتی ہوں تم اپنا سیلا توڑ کر گھر چلو تاکہ تمہیں پکڑنے کے لئے میرے سوامی کو مجبوراً گھر آنا پڑے۔

بیل نے جواب دیا! اے کرمن میرا سیلہ تو مضبوط ببول کی لکڑی کا بنا ہوا ہے اسے کیسے توڑ کر گھر آؤں (یہ سُن کر کرمن دل ہی دل میں کہنے لگی) یہ ڈھنکوا ٹوٹ جاتا جس سے کرمی کے سر میں چوٹ لگتی۔ تب تو وہ ہلدی لگانے گھر ضرور آتا (پھر جھنجلا کر کہتی ہے) تیرا کولھو ٹوٹ جائے۔ تیری ایکھ کا رس بہ جائے۔

اس گیت میں کولھو کے متعلق کئی الفاظ آ گئے ہیں۔ کولھوار (جہاں کولھو چلتا ہے) پت اور (وہ جہاں جگہ بھٹی میں جھونکنے کے لئے سوکھے پتّے جمع رہتے ہیں) سیلہ (ایک لکڑی جو بیل کی گردن کو قابو میں رکھتی ہے) ڈھنکوا (وہ لکڑی جو کولھو کے بیچ میں کھڑی لکڑی کے نوکدار سرے سے لگی رہتی ہے کبھی چھوٹ کر گرتی ہے تو کولھو چلانے والے کے سر کو زخمی کر دیتی ہے) یہاں تک تو کولھو کے متعلق ہوا۔ اب ذرا اس درد انگیز گیت پر ایک گہری نظر ڈالئے۔ کرمی بارہ مہینے کاشتکاری ہی کے پھیر میں رہتا ہے ایکھ کی کھیتی کرنا آسان نہیں پورا سال لگ جاتا ہے کرمن بہت روکتی ہے کہ ایکھ کی کھیتی نہ کرو مگر کرمی نہیں مانتا جب کرمن کے لئے شوہر کی جُدائی ناقابل برداشت ہو گئی تو وہ ایک دن بن ٹھن کر شوہر سے ملنے گئی مگر کرمی پتوارے میں چھپ گیا اس کو اپنی عورت سے ملنے اور بات چیت کرنے کی فرصت نہ تھی۔ غریب دیہاتن کرمن کی عقل ہی کتنی! اس کو شوہر کو بس میں کرنے کی چالیں کیا معلوم؟ وہ بیل ہی سے خوشامد کرنے لگی تم سیلا توڑ کر بھاگ جاؤ بیل نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو ڈھنکوا کے ٹوٹنے کی دُعائیں مانگنے لگی اس طریقہ سے شاید سوامی اپنے چوٹ پر ہلدی لگوانے گھر آئیں۔ ناظرین! ذرا اس کرمن کے دل کی تمناؤں کا خیال کیجئے۔

کولھو کے گیت نہایت پُر اثر ہوتے ہیں۔ دیہات میں کبھی پتھر کے کولھو چلتے تھے۔ رات کے تیسرے پہر ہی سے ایکھ کی

پلائی شروع ہو جاتی تھی۔ کولھو چلانے والے بیل کے پیچھے والی لمبی لکڑی پر جو "کاٹھ" کہلاتی تھی بیٹھ کر جاڑے کی لمبی اور سرد رات کے سناٹے میں بڑے ولگداز گیت گاتے تھے مگر اب تو لوہے کے کولھو چل پڑے ہیں بلکہ اب تو شگر فیکٹریوں کے سامنے لوہے کے کولھو کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ جہاں لوہے کے کولھو چلتے ہیں وہاں ہانکنے والوں کو بیلوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلنا پڑتا ہے اس سے دن ہو یا رات ہر وقت کولھو چلایا جا سکتا ہے اس لئے رات کے وہ گیت ہی ختم ہو گئے۔ میں نے بڑی مشکل سے ان گیتوں کو جمع کیا ہے۔ تیلی بھی کچھ گیت گا لیتے تھے وہ بھی اب آہستہ آہستہ ان کو بھولتے جا رہے ہیں اب تو وہ بھی "گجل" (غزل) گا لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایکھ اور تیل پیلنے والے دونوں طرح کے گیتوں کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔

(اعظم کریوی)

ہندوستانی نوکر

نوکر ہماری معاشرت کا ایک ضروری جزو ہے۔ لہذا آقا و ملازم کے تعلقات پر عصمت میں کئی بار اظہار خیال کیا جا چکا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ نوکروں سے نرمی کا سلوک کیا جائے اور بعض ایسے سلوک سے ان کے خود سر ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ ایک انگریز خاتون نے نوکروں کے متعلق ایک مقالہ حوالہ قلم کیا ہے جس کا اقتباس پیش کرتی ہوں۔

خاتون موصوفہ لکھتی ہیں کہ جب کوئی یورپین ہندوستان آتا ہے تو اُس کو پہلا سابقہ یہاں کے نوکروں سے پڑتا ہے اور وہ اس کو محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ انگلستان کے نوکر شائستہ ہوتے ہیں اور ہندوستان کے اس کے برخلاف! دوسرا سابقہ بُرے کھانوں سے پڑتا ہے کیونکہ نوکر نیا ہونے کی وجہ سے اس کی مرضی کے مطابق کھانا تیار نہیں کر سکتا۔ یہ کام گھر کی مالکہ کا ہے کہ پہلے نئے نوکر سدھائے اور سب کام اُس کو سہولت سے سمجھا کر اس سے کہدیا جائے کہ یہ یہ کام تمہارے ذمہ ہیں جس کی ادائیگی تمہارا فرض منصبی ہے پھر تمام کام اُس کو سونپ کر اور اس پر اعتماد کر کے اُس کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے فرائض کو بخوبی سمجھ کر حُسن و خوبی اِس کو سرانجام ے۔ ہندوستانی نوکر اس میں بہت عرصہ لیتا ہے۔ اس درمیان میں مداخلت کرنے سے وہ اپنے منصبی فرض سے غافل ہو جاتا ہے اور ہمیشہ تاکید کے ساتھ کام کرنے کا عادی بن جاتا ہے لہذا ایسا نہ کرنا چاہئے۔ آہستہ آہستہ اس کے کام کی اہمیت اس کو محسوس راکر اس سے کہدینا چاہئے کہ ہر حال میں یہ کام تمہارا ہے اس کو سرانجام دینا تمہارا فرض ہے ایسا کہنے سے وہ رفتہ رفتہ اس کا ادی ہو جائے گا چونکہ یہ کام قدرے صبر آزما ہے اس لئے چند دن صبر سے کام لینا چاہئے۔ ایک عرصہ تک بھی وہ کام نہ سیکھے یا لاپروائی کرے تو بہتر ہے کہ خاموشی کے ساتھ اس کو علیحدہ کر دیا جائے اس کو بات بات پر ٹوکتے رہنا اور چیختے رہنا اس کو سرکش اور کام سے لاپروا کر دیتا ہے۔ بعض نوکر ہماری زبان اچھی طرح نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہمارا حکم ماننے سے مجبور رہتے ہیں ن پر بجائے خفا ہونے کے ان کو نرمی سے چند بار اس کے کام کی طرف توجہ دلانے سے وہ اپنے کام کی اہمیت جلد سمجھ جاتا ہے۔

ہ گھر کی مالکہ کا کام ہے کہ نوکروں کو راہ راست پر لائے اور ان سے کام لے ذرا ذرا سی بات پر برافروختہ ہو کر شوہر سے جبکہ وہ تھکا ماندہ گھر آئے کروں کی شکایت کرنا اُس کو گھر سے بیزار اور نوکر سے متنفر کر دے گا اور نوکر بھی تم سے لاپروائی برتے گا۔ کیونکہ جب نوکر دیکھے گا کہ مالکہ کو باہنے کا ڈھنگ نہیں اور وہ ذرا ذرا سی شکایت شوہر سے کرتی رہتی ہے تو وہ اس کی بالکل پروا نہ کرے گا۔ اور اس کے دل سے تمہارا خوف تارہے گا۔ نوکروں کا افسر باورچی ہوتا ہے اس پر اپنا رعب داب رکھنے سے سب نوکر تمہارے طابع رہیں گے کیونکہ سب نوکر اس کے ماتحت ہوتے ہیں ایک ر کی دوسرے نوکر سے کبھی شکایت نہ کرو اس سے اس کے دل میں تمہاری وقعت کم ہو جائے گی اور وہ تمہاری عزت نہ کرے گا۔ جو نوکر کوئی قصور کرے س کو بلا کر خود سرزنش کرنی چاہئے۔ نوکروں کو اپنے پاس بٹھا کر ان سے بے تکلفی بھی نہ بڑھانا چاہئے جس طرح ہر چیز کا ایک قاعدہ اور ہر چیز کی ایک نہ مقرر ہے۔ اسی طرح نوکروں کو بھی ایک ضابطہ میں رکھنا چاہئے۔

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم (مدراس)

میں جانتی تھی کہ یہ دنیا نفرت گاہ ہے۔ یہ عالم لعنت گاہ ہے۔ مگر پھر بھی اس سے محبت کئے جاتی تھی۔
مجھے معلوم تھا کہ یہ دنیا پاپ کی بستی ہے۔ گناہوں کی نگری ہے۔ یہاں خواہشوں اور ارمانوں کا قتل ہوتا ہے مگر پھر بھی اس سے لو لگائے بیٹھی تھی۔

یہاں نفس پرور انسان رہتے ہیں۔ انسان نما شیطان بستے ہیں بے وفا اور بے فیض لوگ جن سے کسی نیکی کی اُمید نہیں پروان چڑھتے ہیں لیکن نیک اور ہمدرد انسان سدا پریشان رہتے ہیں مجھے اس بات کا رنج تھا مگر پھر بھی میں اس سے پیار کئے جاتی تھی۔
زر پرست لوگ جنہیں ہر وقت دولت کی حرص پریشان رکھتی ہے۔ اکثر گھنٹوں بیٹھے دولت کے ڈھیروں اور روپے کے انباروں کو دیکھ دیکھ خوش ہوتے رہتے ہیں مگر آہ! ان کے دل میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہ آتا ہوگا کہ اس دولت کی ان سے زیادہ مستحق ایک اور مخلوق ہے مفلس وفادار مخلوق! مجھے دنیا کی اس بے انصافی کا احساس تھا مگر پھر بھی اس کی گرویدہ تھی۔ یہ دنیا پرست لوگ جن کے چہرے گلوں کی طرح نرم وشاداب ہیں۔ ان کے دل پتھر کی طرح سخت اور رات کی طرح سیاہ ہیں۔ اور ان کی آنکھوں میں غریب مخلوق کے لئے نفرت و کراہیت بھری ہوئی ہے۔ ان باتوں پر میرا دل کڑھتا تھا مگر پھر بھی میں اس کی شیدائی تھی۔

اس زمانے میں نت نئی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ وہ کتابیں جن کے اندر سائنس کے تجربات۔ حکایات و رومان فلسفے کی بحثیں۔ غرضکہ ہر قسم کے علم وفن کا ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن آہ! غریب اور کمزور مخلوق کے ساتھ محبت کا کوئی سبق نہیں! انسانی ہمدردی کا کوئی نسخہ نہیں! ان باتوں کے خیال سے میرا کلیجہ منہ کو آتا تھا مگر پھر بھی اس پر میں فریفتہ تھی مگر سکھی! اب میں اس جبر کدے سے تنگ آگئی ہوں۔ اس سنسار کے مکر و ریا سے اُکتا چکی ہوں۔ ان جفا پیشہ انسانوں کی صحبت سے سیر ہو چکی ہوں۔ آ سکھی! اب ہم اپنا نیا دیس بسالیں۔ ایسا دیس جو مکر و فریب سے خالی ہو۔ پاک وصاف دیس۔ گناہوں سے بالکل مبرا! جہاں ہم دونوں مل کر حمد و ثنا کے گیت گائیں۔

سنو سکھی! یہ کیسی آواز آرہی ہے۔ کتنی رسیلی آواز ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے خواب کے راستے پر فرشتہ نجات کا بگل بجا رہا ہے۔

آ سکھی! ہم اُس دیس چلیں۔ نیند کی وادی میں۔ محبت کے جزیرے میں۔ جہاں اُلفت کے نغمے اور پریوں کی لوریاں ہمیں تھپک تھپک کر ابدی نیند سلا دیں۔

ر۔ بس۔ امرتسر

شوہر

(۱)

شیخ نبی محمد عرف نبو میاں ہاتھ میں خط لئے زنانہ میں داخل ہوئے۔ بیوی کی تلاش کی، مگر وہ نظر نہ آئیں۔ نہ خوابگاہ میں تھیں نہ بھنڈار میں۔ چھوٹی بیٹی علیمن کو آواز دی "بیٹی تمہاری ماں کدھر ہیں؟"

علیمن کھڑکی کے پاس گڑیا بنا رہی تھی۔ وہیں سے بولی "ہوں گی کہاں۔ کپڑے لے کر غسلخانہ میں دھونے گئی تھیں، وہیں ہوں گی۔ ایک گھنٹہ ہو چکا اب آیا ہی چاہتی ہیں"

نبو میاں چارپائی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ آنکھیں غسلخانہ کے بند دروازے پر اور دماغ کسی اور طرف تھا۔ دفعتہً وہ چونک پڑے دھڑ دھڑ زور سے غسلخانہ کا دروازہ کھلا اور زور سے بند ہو گیا علیمن ہاتھ میں بھیگے کپڑے سنبھالے نکلیں۔

"ایک ذرا کی ذرا ادھر آجاؤ۔ ضروری کام ہے"

"یہ کپڑے پھیلا آؤں" کہتی ہوئی زینے پر چڑھ گئیں۔ نبو میاں پر یہ شاق گزرا مگر وہ بیوی کے کاموں پر نکتہ چینی کے عادی نہ تھے چپکے ہو رہے۔

خدا خدا کر کے آدھے گھنٹے میں وہ چھت سے اتریں اور بڑبڑاتی اتریں بدمنہ جھلسے لنگور کے بچے! ان کی آنکھوں میں "بھنک دے! مرچیں جھونک دے! نبو میاں نے پوچھا "کیا ہوا"۔

"موئے گھور رہے تھے"

"شہر کے گھر ملے ملے تو ہوتے ہی ہیں۔ ایک کی چھت کا دوسری سے بے پردہ ہونا معمولی بات ہے کپڑے نیچے ہی کیوں نہیں پھیلا لیا کرتیں؟"

"کیوں نہیں! تمہارا آنگن تو ہے ہی کشادہ میدان! ہم اپنے گھر میں جو چاہیں۔ یہ موئے گھورنے والے کون ہوتے ہیں؟"

نبو میاں نے فوراً بات بدلی "یہ دیکھو ولی محمد کی ساس کا خط آیا ہے"

آسمان پر سیاہ بادل گھر رہے تھے۔ مینھ برسا ہی چاہتا تھا مگر سگھڑ گھر والی کبھی سات بجے سے پہلے چراغ نہ جلاتی، خواہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دے۔ شام کے جھٹپٹے میں اسے خود چیزیں صاف دکھائی نہ دیتیں۔ نظر کمزور تھی مگر دو باتیں اس نے کبھی نہ مانیں ایک تو عینک کی ضرورت دوسرے اپنی عمر کا چالیس سے اوپر ہونا۔

"ابھی میں خط نہیں پڑھ سکتی" وہ بال جھٹکتی بولیں "مجھے خلاصہ بتا دو دلھن کی اماں نے کیا لکھا ہے؟"

"وہ لکھتی ہیں کہ ان کے شوہر بہت بیمار ہیں اور کچھ دنوں کے لئے دلھن کو بلاتی ہیں"

علیمن نے ناک بھوں سکیڑ لی "سال بھر اچھے خاصے تھے جب عید کو منگل منگل پندرہ دن رہ گئے تو وہ سخت بیمار ہو گئے بہت خوب پہلے وہ بھلے آدمیوں کی طرح لیتا ہر دتحفہ تحائف بھیجیں پھر اپنی لاڈلی کو خوشی سے رخصت کرا لے جائیں"

"تو کیا یہی جواب لکھ دوں؟"

"اور کیا۔ صاف لفظوں میں لکھ دو۔ ہمارے ساتھ کون رعایت کرتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کریں۔ ہمیں بھی تو سلیمن کو رخصت کرانے

کے لئے لیتا ہر بھیجنا ہے۔ اس پر سو روپے سے کم نہیں اُٹھیں گے۔ نہ بھیجوں تو وہ غریب بچی سے بدلہ لیں۔ آخر میں کس طرح نباہ رہی ہوں بیٹی جنی ہے تو مٹھی بند نہیں رہ سکتی۔"

بنّو میاں نے باہر کی طرف آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے مُڑ کر پوچھا "ولی کہاں ہے؟ گھر لوٹا یا نہیں؟ بجلی چمک رہی ہے مینہ برسا ہی چاہتا ہے۔"

"میں نے اُسے آتے نہیں دیکھا۔ دلھن۔ دلھن!"

بہو برابر کے کمرے سے گھونگھٹ نکالے آ کھڑی ہوئی۔

علیمن نے پوچھا "ولی گھر میں ہے؟" بہو نے نفی میں گردن ہلا دی "یہی تو اس کی خو ہے۔ تر بتر گھر آئے گا۔ بخار کا موسم ہے۔" کہتی ہوئی بھنڈار میں جا گھسی۔

(۲)

علیمن کی آواز اتنی بھاری ہے کہ گلی سے سُن لی جاتی ہے۔ بہو نے اپنے والدین کے متعلق کُل باتیں سن لیں۔ اس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے لبریز، گورا چہرہ تمتمایا ہوا اور پتلے ہونٹھ کانپ رہے تھے۔ اپنے کمرے کی پشت والی ہوادار کھڑکی کی طرف منہ کئے باہر دیکھنے اور آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر ان کی پروا کرنے والا وہاں کون بیٹھا تھا۔ یہ اس کی سسرال ہے جہاں وہ ایک بہو ہے مگر انسان نہیں۔ ہر قدم پر وہ غلطی کرتی ہے۔ اُس کی خوبیاں بھی بُرائیوں سے کم نہیں۔ شوہر کبھی کبھار اسے دلاسا دیتا ہے مگر صرف زبانی اس سے زیادہ کا اُسے نہ حوصلہ ہے نہ اختیار۔ وہ اپنے گھر والوں کے مقابلے میں پرائے گھر کی لڑکی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ وہ ایک سعادت مند فرزند ہے۔

آج اتوار ہے۔ ولی محمد نے صبح دن کا کھانا دیر سے کھایا اور تھوڑی دیر آرام کر کے دوستوں سے ملنے چلا گیا۔ گھڑی بھر کو بہو کو فرصت مل گئی۔ اسے معلوم ہے کہ آج رات کھانا دیر سے کھایا جائے گا علیمن دیر تک چولھا جلتا نہیں چھوڑنے دیتیں۔ یہ فضول خرچی ہے۔ زیادہ تر شام کا کھانا دن ہی کو پک جاتا ہے۔ صرف چاول اُبالنے باقی رہتے ہیں۔ بنّو میاں کی تنخواہ صرف ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار ہے۔ تھوڑے عرصہ میں ملازمت سے علیحدہ ہونے والے ہیں علیمن اس طرح خرچ کاٹ کپٹ کر اور جوڑ جمع کر نہ رکھتی تو ایک بیٹی کو کیسے بیاہتی اور دوسری کے بیاہ کا سامان کس طرح مہیا کرتی۔ اس پر بھی اسے قرض لینا ہی پڑا۔ ولی محمد کی تنخواہ بیشک معقول ہے۔ مگر علیمن کے بیان کے مطابق وہ سب خود ہی اُٹھاتا یا اُڑاتا ہے۔ کھانے کے سوا اس کے اور بیوی کے تمام اخراجات اسی کے ذمہ ہیں۔ اپنے کمرے میں بجلی کی بتی اور پنکھا بھی لگا رکھا ہے۔ جب کبھی ماں کو کوئی غیر معمولی ضرورت پیش آتی ہے وہ فوراً مہیا کر دیتا ہے۔ مگر ماں ایسی رقموں کو کبھی حساب میں نہ لائی۔ ایک بیٹی بیاہ چکی۔ دوسری کھجور کی طرح بڑھتی ماں کے برابر آ چکی ہے۔ ایک دو برس کے اندر اسے بیاہ دینا ہے۔ مگر اتنی مدت کے اندر روپیہ کہاں سے فراہم کیا جائے۔ جتنا یہ فکر کرتی اس کی تند مزاجی بڑھتی جاتی اور سارا غبار بہو پر نکالتی۔

سلیمن کے بیاہ کو ایک برس ہو چکا ہے سسرال میں پڑی ہے۔ اسے بلوانے کے لئے مناسب تحفہ تحائف کی ضرورت ہے۔ مگر آئیں کدھر سے؟ ولی کی سسرال سے بھی کچھ نہیں آتا۔ آنکھیں نیچے اور کانوں میں روئی دئے بیٹھے ہیں علیمن روز اُن کو صلواتیں سناتیں۔ پھر بھی تین برس بہو کو روک رکھنے پر بھی وہ ان خدا کے بندوں سے کوئی معقول تحفہ وصول نہ کر سکیں۔ یہ بیٹی داماد کے لئے گھٹیا قسم کے کپڑوں کے سوا اور کبھی کچھ نہ بھیج سکے۔ مگر علیمن درگذر کرنے والی عورت نہ تھی۔ اس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک یہ کنجوس قیمتی تحفے نہ بھیجیں گے وہ بہو کو رخصت کرنے والی نہیں۔

خط کا حال سنتے ہی چراغ پا ہو گئی "یہ لوگ ہمیں اُلّو بنانا چاہتے ہیں۔ میں ایسی گھاتوں میں آنے والی نہیں" کچھ دیر لوگوں کی بے حیائی و بے غیرتی پر بکواس کرتی رہی۔ پھر اپنے دھندھوں میں لگ گئی۔ بہو سب کچھ سنتی رہی۔ اس کے زبان نہ تھی مگر کانوں سے سب سنتی، آنکھوں سے دیکھتی اور عقل سے سمجھتی تھی کہ ان کے والدین کے تحائف پر اسے اتنا اصرار کیوں ہے؟ اور ان کا کیا مصرف پیش نظر ہے؟ وہ انھیں کو اپنی بیٹی کے لینا ہر میں سمدھیانے بھیج دے گی۔ صرف وہی اور تازہ مٹھائیاں رہ جائیں گی ان پر زیادہ خرچ نہیں۔ یہ کوئی عیب کی بات بھی نہ تھی۔ سب یہی کرتے ہیں بیٹی پر جو روپیہ لگانا ہوتا ہے وہ بہو کے میکے سے ہی کھینچا جاتا ہے۔

بہو کھڑکی کے سامنے کھڑی رو پا کی۔ اسے خوب معلوم تھا کہ ساس زبان کی پکّی ہیں جو کچھ کہہ دیتی ہیں بے کئے نہیں رہتیں۔ ماں باپ بھائی بہنوں کو دیکھے کتنے جُگ بیتنے۔ اب کے سال بھی وہ میکے کا منہ نہ دیکھے گی۔ یہاں وہ قیدی بلکہ قیدی سے بدتر ہے۔ ان لوگوں کے حکم کے بغیر زبان بھی نہیں کھول سکتی۔ کھانا تو ان سے پاتی ہے مگر اس وقت کے کھانے کے لئے اسے لونڈی کی طرح رہنا پڑتا ہو۔

(۳)

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جھٹ آنکھیں ملتی ہڑبڑی۔ کنڈی کھول دی۔ ولی محمد نے جوتے کے بند کھولتے ہوئے کہا "میں بینہ سے بال بال بچا ہوں" بہو خاموش رہی۔ اور بولی تو صرف یہ بولی "چائے لے آؤں؟" آواز میں بھر بھراہٹ تھی۔ ولی محمد نے فوراً بٹن دبا کر برقی روشنی میں منہ دیکھا تو آنکھوں میں تری اور سُرخی موجود تھی۔

"کیا ماجرا ہے؟" "کچھ نہیں۔ ابھی چائے لئے آتی ہوں" کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

چائے ناشتہ طشت میں لئے لوٹی۔ ولی محمد کپڑے اُتار کر سگریٹ کے آہستہ آہستہ کش لگا رہا تھا۔ بہو نے اُس کی آرام کرسی کے پہلو میں تپائی رکھ کر ناشتہ چائے کی طشتریاں اور سب سامان چُن دئے اور بولی "بتی اتنے سویرے کیوں روشن کر دی ہے؟ اماں خفا ہوں گی"

ولی محمد نے بسکٹ کھاتے ہوئے کہا "تو دروازہ بند کیوں نہیں کر دیتیں کہ اماں دیکھیں ہی نہیں؟" بہو نے دروازہ بند کر دیا اور پشت کی کھلی کھڑکی کے پاس چُپ جا بیٹھی۔

ولی محمد نے خالی پیالی طشتریاں کھسکاتے ہوئے کہا "آج بادل باہر بھی گھرے ہیں اور اندر بھی۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"جس کا دل خوش ہو وہ شاعری کرے۔ مگر یہ بھولنا نہ چاہئے کہ میں بھی جان اور رنج و خوشی کا احساس رکھتی ہوں"

"اس سے انکار کسے ہے؟ ہم روزانہ آٹھ گھنٹے دفتر اور گھر میں کس کے لئے جان کھپاتے ہیں؟"

"میں کیا جانوں؟"

"سچ ہے۔ تم کیا جانو۔ یہی ہے زنانہ فطرت۔ بہت خوب اچھا بتا سکتی ہو تم کہ ابھی رو کیوں رہی تھیں؟" بہو جانتی تھی کہ اپنی رام کہانی سنانا بیکار ہے۔ تاہم کسی پر دل کا غبار نکال دینا بھی ناگزیر تھا۔

"ابا جان بہت بیمار ہیں۔ اماں نے میرے بلاوے کا خط لکھا ہے (بھرّائی آواز میں) مگر یہ لوگ جانے نہیں دیتے" روپڑی۔

ولی محمد (دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے) "کیوں نہیں جانے دیتے؟"

(کچھ تیز لہجے میں) "مجھ سے زیادہ اسے تم جان سکتے ہو۔ آخر وہ تمھارے ہی ماں باپ ہیں"

ولی محمد بیوی میں غصہ اور خفگی کی علامات پاتا تو اُسے بھی آجاتا۔ بیوی اور غصہ۔ بیوی کو غصہ کرنے کا کیا حق؟ وہ بھی شوہر کے بزرگوں سے؟ یہ نہایت معیوب بات ہے۔ اس سے شوہر کی محبت اور وفاداری نہیں پائی جاتی۔ نفرت ٹپکتی ہے۔

"ہاں ہاں وہ میرے ماں باپ اور تمھارے جانی دشمن ہیں! میں جاننا چاہتا ہوں کہ انہوں نے آخر کیا کیا؟ یہ طوفان کیوں اُٹھا؟"

"خفا ہونے کی بات نہیں۔ میں تو تم سے کچھ کہنا ہی نہ چاہتی تھی۔ تم کھود کھود کر پوچھتے کیوں ہو؟ مجھے دُکھ ہو تو رونے کی اجازت بھی نہیں؟ میں کوئی بے جان کھلونا یا گڑیا ہوں؟ جیسی بھی ہوں آخر انسان ہوں"

"تم بات کا بتنگڑ کیوں بناتی ہو؟ تمھارے انسان ہونے میں کس کو کلام ہے؟ اگر میں تم کو گڑیا سمجھتا تو تمھارے آنسوؤں کی کیوں پروا کرتا؟ تم عورتوں کی منطق ہی نرالی ہے"

"منطقی دلھن کیوں نہ بیاہ لائے۔ آج کل ایسی لڑکیوں کا کال نہیں۔ مگر منطق پڑھی ہوئی بیوی کے ساتھ تم لوگ میرا جیسا برتاؤ نہ کر سکتے"

"ایسی بات ہے؟ تو تعلیم یافتہ لڑکیاں گھر میں قدم رکھتے ہی بڑوں کے جوتیاں لگاتیں اور شوہر کی ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہتی ہیں گھمایا کرتی ہیں؟ پھر تو تعلیم نسواں واقعی بڑی عمدہ چیز ہے"

بہو بھی کافی تعلیم یافتہ تھی دماغ میں دنداں شکن جواب کا طوفان اُٹھ رہا تھا مگر اس وقت جھگڑا نامناسب نہ سمجھا اُس نے خالی برتنوں کا طشت اُٹھایا اور باہر نکل گئی۔ اُسے چاول پکانے تھے، برتن دھونے تھے، گھر بھر کو کھانا کھلانا تھا۔ یوں ہی وہ نراس ہو رہی تھی۔ اب وہ میاں سے لڑ بیٹھی تو تمام دن سخت محنت و مشقت کے بعد رات کو چین کی نیند بھی نہ سو سکتی جو صبح سویرے اُٹھنے کے لئے ضروری تھی۔ برتن دھوئے، چاول پکانے لگی۔ شام کو باورچی خانہ میں وہ اکیلی ہی کام کیا کرتی۔ البتہ صبح کو ناشتہ اور کھانے کی بھیڑ پڑ جاتی تو ساس بہو کا ہاتھ بٹا دیا کرتی اور ساتھ ساتھ تیکھے پن سے نکتہ چینی کرتی جاتی۔ طعنے دئے جاتی۔ اکثر چھوٹی نند حلیمن بھی کام میں شریک ہو جاتی۔ مگر شام کو باورچیخانہ میں اس کے پاس کوئی نہ پھٹکتا۔

ولی محمد ناتمام جھگڑے کے بعد اُس شکاری کی طرح جس کے ہاتھ سے شکار نکل گیا ہو تلملا رہا تھا، وہ معاملہ کو آخر تک پہنچا دینے کے لئے بیتاب تھا۔ کھلم کھلا بیوی کو پکار نہ سکتا تھا۔ لگا بہن کو آواز دینے۔

"حلیمہ حلیمہ اری او حلیمہ سنتی نہیں؟"

"کیا غل مچا رکھا ہے بھیا۔ حساب کر رہی ہوں۔ آئی"

"تیری بھابی کہاں ہیں؟ جا بلا لا"

حلیمن بھنبھنائی باورچی خانہ کو چلی "ابھی تو بھابی انھیں کے پاس سے آ رہی ہیں، کھانا پکا رہی ہیں، ابھی پکار پڑ گئی کہاں ہیں نہ گئیں؟ یہی حال آبا کا ہے۔ یہ مردوے سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔

بہو کمرے میں داخل ہوئی "اب کیا حکم ہے؟"

"بات بیچ سے کاٹ کر تم بھاگ کیوں گئیں؟"

"بھاگ گئی؟ باورچی خانہ میں کام کا وقت نہیں؟ اور تم سے بحث کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے۔ آج پانچ برس سے تمھارے ساتھ ہوں۔ اور بحث کا انجام بہت دیکھ چکی ہوں"

"بہت خوب! تم کو میری پروا نہیں تو مجھے بھی تمھاری پروا نہیں۔ میری شامت آئی تھی کہ حسینی کے ہاں سے اتنے سویرے لوٹ آیا کس لطف سے وقت گذر رہا تھا۔

"چاول چولھے پر اُبل رہے ہیں۔ ابھی پسا کے آتی ہوں" نرمی سے کہتی چلی گئی۔ سوچتی جاتی ہے کہ ان کو بھی خفا کر دوں تو دنیا میں میرا دوست کون رہے گا۔ وہ بھی اکثر زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔ ہمدرد وہ بھی نہیں مگر کبھی پیار محبت کی باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ جان کے مالک ہیں۔

کبھی کڑہاتے ہیں تو ہنسا بھی دیتے ہیں۔ لمحہ بھر کے لئے میاں سے اُس کا ملال فراموش ہو گیا۔ وہ جانتی تھی کہ اُس کی زندگی شوہر سے وابستہ ہے اور صلح رکھنے کی مقدور بھر کوشش بھی کرتی تھی۔ مگر صلح کی بنیاد اتنی کمزور ہوا کرتی تھی کہ ذرا ذرا سی ٹھیس سے منہدم ہو جایا کرتی۔

کھانا پکا کر پھر کمرے میں لوٹی۔

"کام ختم کر چکیں ؟"

"ہاں" بستر پر بیٹھ گئی۔

"تمھاری اماں نے براہ راست تمھیں خط نہیں لکھا ؟"

"نہیں" چپ ہو گئی۔ پھر پانچ منٹ کے بعد بولی "یہ کوئی خوشخبری تو نہ تھی کہ سب کو جدا جدا لکھی جاتی۔ وہ جانتی تھیں کہ آبا کو سسرے کو لکھنا کافی ہے۔ سب کو خبر ہو جائے گی۔"

"کوئی زیادہ اندیشہ ناک بات نہ ہو گی۔ عورتیں ذرا جلد گھبرا جاتی ہیں۔"

میری اماں کا مزاج ایسا نہیں۔ وہ جلد بدحواس نہیں ہوا کرتیں۔ آبا کو عرصہ سے دردِ گردہ کی شکایت ہے۔ اور ان کی طرف سے ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے۔ اگر ایک خیالی قیاس پر مجھے۔ بیکہ جانے سے روک دوگے تو ممکن ہے پھر ان کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔"

"مجھے کیوں درمیان میں کھینچتی ہو؟ میرا کیا قصور ہے ؟ میں تمہیں جانے سے نہیں روکتا۔"

"میں بیاہی تو تم سے گئی ہوں جن باتوں کا تعلق مجھ سے ہو اُن سے تم کو بے تعلق رہنا نہ چاہیئے۔"

"ہر بنگالی خاندان کا یہی دستور ہے۔ جب تک میرے والدین کا سایہ سر پر ہے میں ان کے فیصلوں سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ دخل نہیں دے سکتا۔"

"دخل تو تم ضرور دیتے ہو ہاں جب اپنی غرض پڑے۔ پچھلے سال دُرگا پوجا کی چھٹیوں میں اُنہوں نے تمہیں سیاحت کو منع کیا تھا۔ مگر تم نہ مانے۔ گئے اور پوری تعطیل اور تنخواہ باہر صرف کر آئے۔ یہ کہو کہ اپنی بیوی کے معاملات میں تم ان کے فیصلوں میں دخل نہیں دیا کرتے۔"

بات تھی سچی اور کڑوی۔ ولی محمد کھسیانا ہو کر تیزی سے بولا "اچھا یوں ہی سہی۔ میں کچھ نہ بولوں گا۔"

"بہت اچھا میں بھی دکھا دوں گی کہ ارادہ میں بھی کر سکتی ہوں اور پورا کر گذر سکتی ہوں جیسے اور لوگ کرتے ہیں۔ جیسے عزیز تمھارے والدین تمھیں ہیں میرے والدین بھی مجھے ہیں۔ اگر تم کو اپنے والدین کی خاطر ناروا کام روا ہے تو اپنے والدین کے لئے مجھے بھی ناروا نہیں" یہ کہتی ہوئی وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ ولی محمد آرام کرسی پر بیٹھا خاموش کچھ مخبوط سا ہو گیا۔ آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا "آج مزاج کا پارہ بہت چڑھ گیا ہے۔ کسی سے ان کی نہیں بنتی۔"

(۴)

آسمان کا رنگ ہیبت ناک تھا۔ طوفان کی آمد آمد تھی۔ رات بھی کافی آ چکی تھی۔ ولی محمد دوبارہ گھر سے نکل کر دوستوں کے پاس جانے کی ہمت نہ کر سکا۔ چارو ناچار اپنے کمرے میں قید رہا۔ گیارہ بجے کے بعد بیوی آئی بھی تو کوئی بات زبان سے نکالے بغیر بستر پر دراز ہو گئی اور بے خبر سو گئی۔ صبح کے تڑکے اُٹھ بیٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔ حسب معمول ولی محمد دیر سے اُٹھا۔ اب رات سے پہلے پھر بیوی سے ملنے اور باتیں کرنے کا موقع ملنے سے رہا۔ خبر نہیں بیوی کیا کیا منصوبے گانٹھ رہی ہو گی۔ ورنہ ایسی ڈھٹائی سے نہ بولتی۔ اس خیال نے ولی محمد کو کچھ متردد کر دیا مگر انتظار کے سوا چارہ نہ تھا۔

آج دفتر سے کچھ سویرے واپس آ گیا۔ بیوی چائے لئے کمرے میں آئی تو ولی محمد نے پوچھا "تم اپنا نقشہ جنگ تیار کر چکیں ؟"

"اپنے وقت پر معلوم ہو جائے گا"

"یہ ناٹک کے انداز مجھ سے دیکھے نہیں جاتے۔ میں کہے دیتا ہوں تمھیں محتاط رہنا چاہئے۔ کوئی بدنامی کی بات نہ ہونے پائے ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ تمھاری خیر اسی میں ہے کہ تم یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک شریف اور مسلمان بیوی ہو۔"

"ہاں میں یاد رکھوں گی" اس سے زیادہ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور ناشتہ ختم ہونے کی منتظر کھڑی رہی۔ ولی محمد نے بیوی پر طرح طرح سے جرحی سوالات کئے مگر اس کے دل کی کوئی بات نہ پا سکا۔ وہ عجب حیص بیص میں پڑ گیا۔ دن میں وہ دفتر میں رہتا۔ بیوی کی نقل و حرکت کی نگرانی ممکن نہ تھی۔ ماں یا غسلخانہ میں کپڑے دھویا کرتی یا مودی خانے میں کھڑ بڑ کیا کرتی۔ بہو کے کاموں میں اسے کوئی دخل نہ تھا حلیمہ کو مدرسہ یا کتابوں یا گڑیوں سے فرصت نہ تھی۔ بہو کو پڑوس میں زیادہ آمد و رفت کا وقت تھا نہ اجازت۔ کبھی کبھار ایک دو مخصوص گھروں میں آنے جانے کی ممانعت نہ تھی۔ وہاں دوپہر کو کبھی دو تین گھنٹے ہو آتی۔ وہ چاہے تو کوئی بیجا کام کر بیٹھے۔ مواقع ہیں۔ ولی محمد کی فکر بڑھتی گئی۔ مگر بیوی کے بارے میں ماں سے زبان نہ کھول سکتا تھا۔ نہ بیوی کو تنبیہ کرنے کا کوئی معقول بہانہ موجود تھا۔ اب ان میں بات چیت بھی مشکل سے ہوتی تھی۔ ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہتے۔

(۵)

اسی طرح چار روز گذر گئے۔ پانچویں روز گھر میں ماماؤں کی ایک قطار گھس پڑی جو سمدھیانے سے سروں پر سندیں لئے آئی تھیں ہر شخص متحیر تھا۔ علیمن کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آتا تھا۔ وہ ایسے قیمتی کپڑوں اور بڑھیا تحفوں کا وہم بھی نہ کر سکتی تھیں۔ بہو کے لئے زری کے حاشیوں کی جو ریشمی ساڑی آئی تھی پچاس روپے سے کم نہ ہوگی۔ داماد کا جوڑا بھی چالیس کے لگ بھگ ہوگا۔ عجب گھنے یا گہرے لوگ ہیں۔ جب وہ ایسے تحائف کا مقدور رکھتے تھے تو تین برس سے سونٹھ کا ناس لئے کیوں بیٹھے تھے۔ آخر بیٹی ہے اور ماں کی ممتا پیٹ کی لہر۔ یہ لوگ دل کے برے نہیں معلوم ہوتے۔ اب انھوں نے منصوبہ گانٹھا چلو چھٹی ہوئی۔ ہمارا کام بن گیا سلیمن کے لینا ہر کے سب سامان ہو گئے۔ صرف وہی اور مٹھائیاں تازہ خریدنا پڑیں گی۔ انھوں نے سب کپڑے اور تحفے اپنے توشہ خانے میں مقفل کر دئے صرف وہی اور مٹھائیاں گھر اور پڑوس میں تقسیم ہوئیں۔

بہو سب کچھ دیکھتی رہی مگر زبان سے کچھ نہ بولی میکے کے ایک پرانے نوکر سے کچھ باتیں کیں اور اپنے کام کاج میں لگ گئی۔

علیمن نے سمدھیانے کے آدمیوں کو کھلایا پلایا مناسب انعام دیا اور رخصتی کے لئے ایک شبھ گھڑی معین ہوئی۔

ولی محمد کو بھی اپنی ماں کی حرکت پر خفت محسوس ہوئی مگر بیوی کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ جیسی ساڑی بیوی کے میکے سے آئی ہے اور ماں نے ضبط کر لی ہے ویسی ہی خرید کر بیوی کو دیدے۔

رخصتی کا دن آیا۔ ولی محمد نے ہنستے ہوئے "تم تو آج خوشی سے پھولی نہیں سماتیں"

"کیوں پھولی سمانے لگی۔ تم اپنے والدین عزیزوں دوستوں کے ساتھ ہمیشہ رہتے سہتے اور دل خوش رکھتے ہو۔ اس دکھ کو کیا جانو جو برسوں ان سے جدا رہکر کسی کو سہنا پڑتا ہے"

"تو یہاں کے لوگ تمھارے عزیز اور دوست نہیں ؟"

"چلتے وقت جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے پھر دل کھول کر لڑ لیں گے۔ اب تو خوشی خوشی مجھے رخصت کرو" چلتے چلتے علیمن نے تاکید کر دی "دیکھو بیٹی دو ہفتہ سے زیادہ نہ لگانا سلیمن بھی آجائے گی۔ اس کا دولہا بھی آئے گا۔ مہمانداری کا کام دھندا میں اکیلی نہیں نبٹ سکتی"

(۵)

سلیمن بھی وہی بہو کے تحائف بھیج کر بلوائی گئی۔ علیمن بہو کو خط پر خط لکھواتی رہی جلد آجاؤ۔ مگر وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ایک مہینہ ٹال گئی۔ میکے پہنچ کر ایک خط اس نے شوہر کو لکھا اس نے بہت دنوں بعد جواب دیا وہ بھی نہایت مختصر اور طعن آمیز۔ پھر اُس نے شوہر کو کوئی خط نہ لکھا۔ ایک ساس کو اور ایک نند کو لکھا جن میں باپ کے افاقہ کی خبر دی۔

آخر ایک مہینے پر آئی۔ ولی محمد بولا "ماشاءاللہ گھر سے موٹی تازی لال سُرخ ہو کر آئی ہو"

"گھبراؤ نہیں۔ یہاں کی رگڑ میں یہ نازک نازنین پھر ویسی ہی سفید ہو جائے گی"

"کیا دل خوش کن بولی ہے!"

زیادہ عرصہ پر ملے تھے اس لئے لڑنے جھگڑنے کی طرف مائل نہ تھے بات آئی گئی ہوئی پہلے دو روز چین سے گذرے۔ تیسری رات بہو نے کام کاج سے چھٹی کر کے گفتگو یوں شروع کی۔

"مجھے تم سے ایک جرم کا اقرار کرنا ہے اگر شوہر سے کوئی بات چھپانا جرم ہو"

اس تمہیدی فقرہ پر ہی ولی محمد بھوں سکیڑ کر بولا "دیکھوں اب کیا شگوفہ کھلتا ہے؟ میں تمہاری چالوں کے آگے بے بس ہوں"

"تحائف کے لئے اماں کو روپے میں نے ہی بھیجے تھے"

ولی محمد اُچھل پڑا اور زور سے بولنے لگا "ایں! روپے تم لائیں کہاں سے؟"

"اپنی سونے کی پانچ لڑی بیچ ڈالی۔ وہ میں کبھی پہنتی بھی نہ تھی اور بیکار پٹاری میں بند رہتی تھی"

غصہ سے ولی محمد تیز سانس لے رہا تھا "کیسے بیچی؟ تمہیں بیچنے کا کیا حق تھا۔ یہ چیز میری تھی۔ تمہارے والدین نے تمہارے ساتھ یہ زیور مجھے دئے تھے۔ تم نے چوری کی۔ تم نے دغا کی! تم نے فریب کیا!"

"اچھا میں چور ہوں مجھے جیل بھیج دو۔ میرے باپ کے دئے ہوئے زیور بھی میرے نہیں؟ قانون اور انصاف یہی بتاتا ہے؟"

ولی محمد اس وقت قانون اور انصاف پر غور کرنے کو تیار نہ تھا۔ مگر حربہ بدل لیا۔

"تمہاری اماں نے یہ روپے قبول کیسے کئے؟ تم نادان تھیں تو وہ نادان نہ تھیں۔ ایک چیز دے کر انھوں نے واپس کیسے لے لی؟"

"میں نے اُن کو بتایا کب کہ یہ روپے پانچ لڑی کی فروخت کے ہیں؟"

"تو کیا وہ یہ سمجھیں کہ یہ روپے تمہاری کمائی کے ہیں؟"

میں نے کہدیا تھا کہ تم نے دئے ہیں۔ اماں ایسی نہال ہو گئیں کہ ایک ایک سے کہتی پھریں "کیسا ہیرا داماد ہے!"

ولی محمد کا لہجہ فوراً بدل گیا تم بھی آفت کی پرکالہ ہو۔ رات کو دن کر دینا تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

چینِ جبیں میں موت، تبسم میں زندگی
اللہ! اس سلیقہ کے قاتل کو کیا کروں

(مستفاد) مسنرح۔ مسلم (ہزاری باغ)

خوابِ پریشان

دوست! زندگی کی یہ لامتناہی کاوشیں کلفتیں اور تفکرات و آلام کیا ہیں؟ انسانی ہستی کا ایک ایسا خواب جس کی کوئی تعبیر ہو۔ دوست! جب کبھی ان افکار و آلام سے ہمیں کوئی گھڑی سکون کی نصیب ہوتی ہے تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ابھی ابھی کسی پریشان خواب سے بیدار ہوئے ہیں اور جب ہم اس پُرسکون لمحہ میں عہدِ ماضی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمارے پیشِ نظر عہدِ طفلی کا موہوم سا منظر یعنی بچپن کی معصومانہ تصویریں، اس کے بعد شباب کا لطف آگیں دور یکے بعد دیگرے اس طرح نظر آتے ہیں۔ جیسے پردہ سیمیں پر متحرک تصویریں۔ اس کے ختم کے ساتھ ہی عہد پیری کا تخیل ہمیں اس پریشان خواب کے جزیرے میں پہونچا دیتا ہے۔ جہاں بجز المناک مایوسیوں اور عالم تفکرات کے کچھ نہیں اور جس سے کسی لمحہ فرصت نہیں ملتی۔ اور ہم زندگی کے اس آخری نظارے پر اس طرح چونک پڑتے ہیں جیسے کوئی گہری نیند سے کوئی خوفناک خواب دیکھ کر جب ہم سچ مچ بیدار ہوتے ہیں تو دنیا کے اسٹیج پر یہ آخری کھیل کھیلا جا چکا ہوتا ہے۔ اور ہماری آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب اس کے سب اداکار رخصت ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور یہ ڈرامہ قریب الختم ہوتا ہے۔ لیکن انجام نامعلوم۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ ایک مبہم معمہ ہو کر رہ جاتا ہے جس کو حل کرنے سے عقلِ انسانی قاصر ہوتی ہے۔ اور انسانی ہستی کا وہ پریشان خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم (مدراس)

اُمید

گام سے جب بھول کر منزل بھٹک جاتی ہوں میں
رہبری کرتی ہے میری رہنما ہوتی ہو تو

یاس کے دریا میں جب طوفان ہوتا ہے بپا
آس کی کشتی کا میرے ناخدا ہوتی ہو تو

رنجِ ناکامی سے جب ہوتی ہوں میں ماتم کناں
نغمۂ اُمید گاتی رونما ہوتی ہو تو

یاس کی تاریکیاں جب گھیر لیتی ہیں مجھے
شمعِ مایوس کی میرے ضیا ہوتی ہو تو

تجھ پہ اے اُمید حُسن قائم ہے یہ دنیائے دُوں
یعنی سارے دہر کی ایک آسرا ہوتی ہو تو

ہچکیاں آتی ہوں، ہو بیمارِ غم دم توڑتا
نزع میں بھی زندگی کی آسرا ہوتی ہو تو

تیری ہی پہلی "کرن" نے مجھ کو بخشی زندگی
ورنہ یوں روحِ فسردہ میں کہاں تابندگی

آنسہ نصیرہ تراز

چین کی یونیورسٹی کے دروازے پر ایک بکس میں شکایتیں لکھکر ڈالی جاتی ہیں ۔
ایک طالب علم اپنا شکایت نامہ اُس میں ڈال رہا ہے
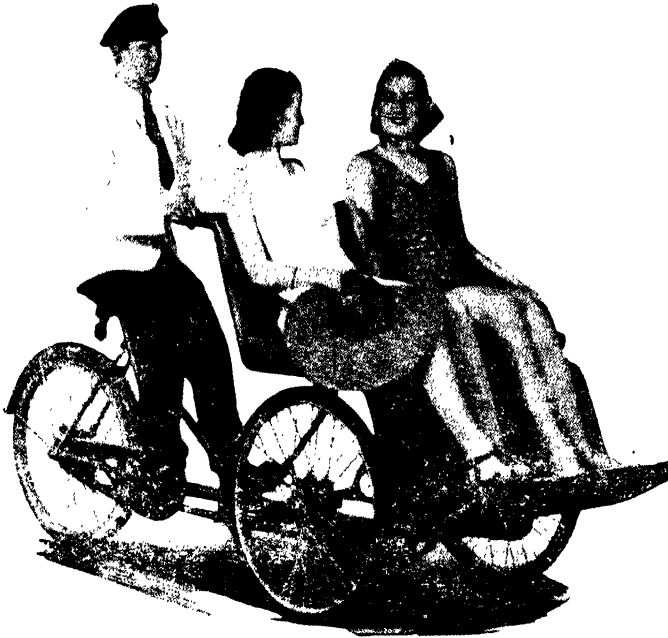
امریکہ میں یہ نئی قسم کی ٹرائیکل ایجاد کی گئی ہے جس پر تین آدمی سفر کر سکتے ہیں
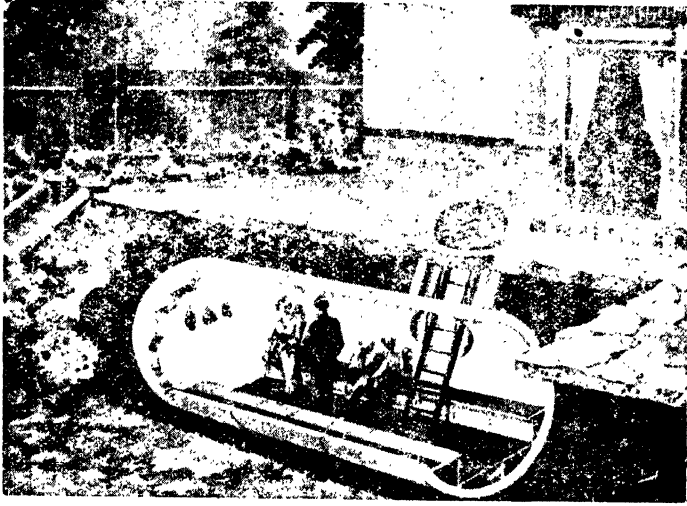
ایک مکان میں بم کے حملوں سے بچانے کے لئے بم پروف تہ خانہ

لندن کے ٹیلیفون ایکسچینج میں لڑکیاں گیس ماسک پہن کر کام کرنے کی مشق کر رہی ہیں -

سیاسی تحریکات اور مسلم خواتین

ہندوستان کی مسلمان عورتوں میں تعلیم کی جس قدر کمی ہے اُسی قدر وہ ملک کی سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی ضروریات و تحریکات سے ناواقف اور بے تعلق ہیں مسلمان بہنوں کی تخصیص میں نے اس لئے کی ہے کہ بمقابلہ مسلمان بہنوں کے ہندو بہنوں میں سیاسی بیداری، واقفیت اور تنظیم بہت زیادہ ہو چکی ہے جس تحریک کی طرف میں عصمتی بہنوں کو توجہ دلانا چاہتی ہوں وہ اب اس قدر کمزور حالت میں نہیں ہے کہ کوئی ہندوستانی (مرد یا عورت) اُس کو بے پروائی کی نظر سے دیکھے۔ بلکہ وہ رفتہ رفتہ ایک وبائی بیماری کی طرح ملک کی شہری اور دیہاتی آبادیوں میں پھیلتی جاتی ہے۔ اگر ملک کے کسی حصہ میں طاعون یا ہیضہ میں چند مریض مبتلا ہوتے ہیں تو اس حصہ کی تمام آبادی میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے اور محکمۂ حفظان صحت کی طرف سے پورے صوبہ یا ضلع میں احتیاطی تدابیر اور حفظ ماتقدم کی کارروائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ جب کسی جسمانی بیماری میں چند انسانوں کے مبتلا ہونے سے ہم کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ دوسرے تندرست لوگوں کو اس سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں تو یہ سمجھ لینے کے بعد کہ جس تحریک کا میں ذکر کرنا چاہتی ہوں وہ ہماری مذہبی، تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی زندگی پر کوئی سخت ناخوشگوار اور تکلیف دہ اثر ڈالنے والی اور ہماری روحانی و جسمانی اور دینی و دنیوی دونوں زندگیوں کو برباد کر دینے والی ہے، کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم اُس کے مقابلہ اور انسداد کے لئے جلد سے جلد تیاری شروع کر دیں؟ اور اس کے تمام اچھے یا بُرے نتائج کو اچھی طرح سمجھ لیں؟

ایک اور بات ہے جو ہر بھائی اور بہن کو پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ ہم عورتوں کی زندگی از اول تا آخر ہمارے مردوں سے اس قدر وابستہ ہے کہ اُن کی زندگی کا کوئی پہلو اور اُن کے خیالات کا کوئی جزو ایسا نہیں جو ہماری زندگی پر اثر نہ ڈالتا ہو۔ اسی لئے عورت کو مرد کا شریک زندگی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی زندگی کا ہر پہلو مشترک ہے۔

پھر یہ خیال کس قدر غلط ہے کہ عورتیں صرف خانگی نظام اور ترقی نسل کے لئے ہیں اور دنیا کی سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی جد و جہد اور کشمکش سے اُن کا کوئی عملی تعلق نہیں۔ در اصل ہمارا ان امور سے ناواقف رہنا جن کے اثرات ہماری زندگی پر پڑتے ہیں ہماری ہی نہیں بلکہ ملک اور قوم کی بدنصیبی ہے۔ جو لوگ ہیں سیاسیات اور قومی زندگی کے اہم تغیرات سے بے خبر اور بے تعلق رکھنا چاہتے ہیں وہ ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اپنے اور ملک و قوم کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔

جس مسئلہ کا میں نے ابتدا میں تذکرہ کیا تھا اور جس کی وجہ سے دنیا کے ہر حصہ میں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے۔ سوشیلزم کی تحریک ہے جو چند سال سے موجودہ روسی نظام حکومت کے خفیہ پروپیگنڈے کے ذریعہ سے یا اُس کی تقلید میں ہندوستان

کے اندر پھیلنی شروع ہوئی ہے۔ اور اب چند صوبجات میں کانگریسی حکومت کے ماتحت تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہونے کے بعد بہت تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہے جن لوگوں نے سوشلیسٹ عقائد کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ یہ بات ماننے پر مجبور ہیں کہ سوشیلزم اور کمیونزم میں کوئی فرق نہیں۔ روس میں جس چیز کا نام کمیونزم (اشتراکیت) ہے اُس چیز کا نام ہندوستان میں سوشیلزم ہے اور ہندوستان کے پکے سوشیلسٹ اپنے عقائد و اعمال میں قطعی طور پر روس کے کمیونسٹ ہیں۔ وہ دلیری کے ساتھ اپنی اُن تمام صفات کو تسلیم کرتے ہیں جو روس کے اشتراکیوں کی ہیں۔ لیکن بات اصل یہ ہے کہ ہندوستان ایک کٹر مذہبی ملک ہے اور مذہبی دنیا میں روسی اشتراکیت اس قدر بدنام ہو چکی کہ جو لوگ ہندوستان میں اُس کو پھیلانا چاہتے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر شروع سے کھلم کھلا مذہب کے خلاف بغاوت کی جائے گی تو ہندوستان کے باشندے، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، اُس کی نسبت کچھ سننا گوارا نہ کریں گے اس لئے انھوں نے ہندوستان میں اس تحریک کا نام سوشیلزم رکھا ہے اور جب تک "غریبی" اور "روٹی" کے نام سے ہندوستانیوں کے دلوں سے مذہب کی عظمت کم نہ کر دی جائے وہ براہ راست مذہب پر ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتے مذہب اور اشتراکیت آپس میں ایک دوسرے کی اس قدر ضد ہیں کہ دونوں کا ایک جگہ ہونا ممکن نہیں۔ بظاہر کمیونزم یا سوشیلزم ایک اقتصادی نظام ہے۔ لیکن یہ فیصل شدہ امر ہے کہ اس نظام کی کامیابی مذہب کی موجودگی میں ممکن نہیں اور جب تک روس کے اشتراکیوں نے عیسائیت کا سر نہیں کچلا وہاں اشتراکیت کامیاب نہیں ہوئی روس کی سابقہ سلطنت کا مذہب عیسائیت تھا۔ زار روس کی حکومت اور عیسائی چرچ اشتراکیت کی بڑھتی ہوئی تحریک کو کچلنے میں متفق تھے۔ زار کی حکومت حد سے زیادہ ظالم اور بیرحم تھی چرچ کے نظام میں بھی نہایت شرمناک خرابیاں تھیں۔ ایک نے دوسرے کی قوت سے فائدہ اٹھانا اور متفقہ طور سے اشتراکیت کا مقابلہ کرنا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکیت نے بھی دونوں کو فنا کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۷ء میں جس قوت کے ساتھ زار کی حکومت کا خاتمہ ہوا اُسی قوت کے ساتھ عیسائی مذہب بھی نیست و نابود کیا گیا۔ لیکن یہ امر بالکل اتفاقی تھا کہ اشتراکیت کا پہلا مقابلہ عیسائیت سے ہوا ورنہ اگر زار کی حکومت کا مذہب اسلام یا کچھ اور ہوتا تو اشتراکیت اُس کو فنا کرنے کے لئے بھی اتنی ہی مجبور تھی۔ اور حکومت کا مذہب نہ سہی لیکن روس میں مذہب اسلام کا جتنا بھی اثر تھا اُس کو پوری قوت کے ساتھ مٹا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ عیسائیت یا اسلام یا کسی خاص مذہب سے نہیں بلکہ نفس مذہب سے اشتراکیت کی لڑائی ہے اور ایک سچا کمیونسٹ یا سوشیلسٹ مجبور ہے کہ سب سے پہلے مذہب سے دستبردار ہو۔ نہ صرف خود ہی دستبردار ہو بلکہ ہر امکانی کوشش دنیا سے مذہب کو مٹانے کے لئے کرے۔ میں اس سلسلے میں ایک زبردست شہادت اپنے اس دعوے کی تائید میں پیش کرتی ہوں کہ ہندوستان کے تمام سوشلیسٹ خواہ وہ اپنے عقاید کا صاف لفظوں میں اظہار کریں یا نہ کریں اور خواہ وہ گاندھی کیپ اور جواہر لال کی صدری میں ملبوس ہوں یا سوٹ بوٹ میں۔ کارل مارکس (اشتراکیت کے اصلی بانی) اور لینن (اشتراکی حکومت کا پہلا ڈکٹیٹر) کی امت ہیں۔ یہ شہادت مسٹر اوہیکاری کا ایک بیان ہے جو انہوں نے میرٹھ کے ایک مقدمہ سازش میں بحیثیت ملزم

عدالت کے سامنے دیا تھا بسٹر اودھیکاری ہندوستان میں اشتراکیت کے اول درجہ کے حامیوں میں ہیں اُن کا بیان حسب ذیل ہے :-

"مارکس کے پیرو اور مادہ پرست ہونے کی حیثیت سے ہم مذہب کے قطعی مخالف اور خدا کے منکر ہیں مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مذہب کے خلاف محض ایک نظری اور خیالی پروپیگنڈا کرنے سے مذہب فنا نہیں ہوسکتا۔ لینن اس پر زور دیتا ہے کہ مذہب کے خلاف جدوجہد طبقاتی جنگ کی بنیاد پر ہونی چاہیئے۔"

چنانچہ کارخانہ دار اور مزدور، زمیندار اور کسان کی طبقاتی جنگ ہندوستان میں سوشیلسٹوں نے شروع کر دی اور سامراج کے نام سے ہر قسم کے سرمایہ دار کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا کھلے الفاظ میں وعظ کہا جاتا ہے۔ آگے چل کر مسٹر اودھیکاری اپنے بیان میں کہتے ہیں۔

"استیصال مذہب کی تبلیغ کے بارے میں ہماری جو روش ہے اسے واضح طور پر اشتراکیوں کی بین الاقوامی انجمن کے پانچویں اجلاس نے حسب ذیل الفاظ میں صاف و واضح کر دیا ہے۔

'لورژوا طبقہ کے پھیلائے ہوئے تعصبات و توہمات کے خلاف جدوجہد کے جتنے شعبے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت مذہب کے خلاف جنگ کی ہے مگر یہ جنگ نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے ہونی چاہیئے خصوصاً محنت کش عوام میں جن کی روزمرہ کی زندگی میں مذہب کی جڑیں بہت گہری ہیں۔"

اشتراکیوں کے نزدیک مذہب لورژوا طبقہ کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔ لورژوا طبقہ سے مراد اوسط درجہ کے خوش حال طبقہ سے ہے اور اشتراکی کہتے ہیں کہ اسی طبقہ نے عوام کو اپنے قابو میں رکھنے اور اُس سے مقاصد پورے کرنے کے لئے اُس کی آنکھوں پر مذہب کی پٹی باندھ رکھی ہے۔ ورنہ مذہب اصل میں کوئی مفید چیز نہیں۔ لہٰذا مالدار اور متوسط طبقہ فنا نہیں ہوسکتا جب تک مذہب کو فنا نہ کیا جائے اور مذہب کی پٹی عوام کی آنکھوں سے نہ پھینکی جائے۔ مسٹر اودھیکاری کے بیان سے مندرجہ ذیل باتیں بالکل صاف ہوگئیں۔

(۱) ہندوستان کے سوشیلسٹ مذہب کے دشمن، خدا کے منکر اور مارکس کے پیرو ہیں۔

(۲) مذہب کو فنا کرنے کے لئے محض پروپیگنڈا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے عوام اور خواص کے درمیان "غریبی" اور "روٹی" کے نام سے طبقاتی جنگ برپا کرانے سے کام چلے گا۔

(۳) ادنیٰ طبقہ کی روزمرہ کی زندگی میں اوسط طبقہ کی کوشش سے مذہب اس قدر گہری جڑ پکڑے ہوئے ہے کہ مذہب کے خلاف نہایت احتیاط سے جنگ ہونی چاہیئے ورنہ مذہب کی مخالفت کے نام سے وہ بھڑک اُٹھیں گے اور کام خراب ہو جائے گا۔

(۴) مذہب کے بانی خدا کے مقرر کئے ہوئے کچھ مقدس اور برگزیدہ لوگ نہ تھے بلکہ بورژوا (متوسط) طبقہ کے خودغرض دنیادار تھے اور اشتراکی جدوجہد میں سب سے زیادہ اہم کام مذہب کی بیخ کنی ہے۔

مسٹرا وہیکاری کے بیان کے بعد جو شخص سوشیلزم کی حمایت کرے اور ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ وہ روسی اشتراکیت کا ماننے والا یا مذہب کا مخالف نہیں وہ جھوٹا دغاباز یا کم سے کم اتنا محتاط ہے کہ مذہب سے کھلی بغاوت کر کے مذہب پرست ہندوستانیوں میں نکو بننا نہیں چاہتا ورنہ وہ کونسا مذہب ہے جو اپنے مالدار یا متوسط الحال طبقہ کو غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور بیکسوں کی دستگیری کی تاکید نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سنگدل سرمایہ داروں کو چھوڑ کر ہر مذہب کے خدا ترس اور رحم دل لوگ قومی اداروں اور غریبوں کی امداد میں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ لالچی اور بخیل دولتمندوں کے فرض شناس نہ ہونے کی وجہ سے مخیر اور نیک دل لوگوں کے احسانات پر خاک ڈالنا اور افراد کی وجہ سے کسی پوری جماعت کو گردن زدنی قرار دینا کونسی انسانیت ہے۔ دیگر مذاہب میں سرمایہ داری اور غریبی کے مسائل جو کچھ بھی ہوں۔ لیکن مذہب اسلام نے تو سرمایہ داری کو جائز رکھتے ہوئے غریبوں کی امداد کا ایسا زبردست انتظام کیا ہے کہ اس سے بہتر انتظام دنیا کے کسی نظام میں نہیں مل سکتا۔

بانیٔ اسلام، خاندان نبوت اور صحابہ کرام کی زندگیاں سرمایہ داری اور غریبی کے قوانین کی مکمل تشریحات ہیں اسلام کے حقیقی پرستاروں نے فقر اور فاقہ پر فخر کر کے اُس کا درجہ اتنا بڑھا دیا کہ ایک سچے مسلمان کی نظر میں دولتمندی کی کوئی قدرو قیمت ہی نہیں رہی اور مسلمان ہر حالت میں سخت سے سخت غربت اور فاقہ کشی میں بھی مطمئن اور ایمان پر ثابت قدم نظر آتا ہے۔ سرمایہ دار کی دولت میں غریبوں کو چالیسویں حصہ کا قانوناً شریک بنا دیا اور صدقہ خیرات کے لئے اس قدر ترغیب دی۔ کہ ایک ایماندار مسلمان خود بھوکا بیٹھ رہے لیکن غریب کو بھوکا نہ دیکھ سکے۔ اگر مسلمانوں میں کچھ بخیل لوگ ان احکام پر عامل نہ ہوں تو کسی قانون کی پابندی نہ کرنے والوں کے فعل سے وہ قانون ناقص قرار نہیں پا سکتا۔ اسلام میں جائز سرمایہ داری اصلاً مکروہ و ناجائز نہیں۔ سرمایہ کا غلط مصرف اور بخل قابل ملامت و ناجائز ہے۔ ایک سرمایہ دار اپنے سرمایہ سے مخلوق خدا کو بے شمار فوائد پہونچا سکتا ہے اور خدا کو راضی رکھ سکتا ہے۔ سرمایہ داری فی نفسہٖ اگر بُری چیز ہوتی تو ہمارے سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) خود غریب اور غریبوں کے سچے عاشق ہوتے ہوئے حضرت خدیجہ رضؓ جیسی مالدار بی بی کی تجارت میں شرکت فرما کر اُن کے ٹریولنگ ایجنٹ نہ بنتے اور پھر اُن ہی کو اپنا شریک زندگی نہ بناتے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے اپنی ساری دولت سرکار دوعالمؐ کے قدموں پر قربان کر دی لیکن دولت مند وہ بھی کچھ کم نہ تھے۔ اب میں دریافت کرتی ہوں کہ تاریخی اور عقلی حیثیت سے کوئی سوشیلسٹ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ بانیٔ اسلام اور ان کے سچے فدائی غریبوں کی غریبی سے اپنے ذاتی مقاصد پورے کرنے کے لئے ان کو مذہب کا پابند اور حلقہ بگوش بناتے تھے؟ کیا غریبی اور اُس پر صبر و شکر کی مثالیں خاندان نبوت سے زیادہ شاندار کسی اور جگہ مل سکتی ہیں؟ مگر بات وہی ہے کہ کسی مذہب کا پابند غربت کی ہزار تکلیفیں برداشت کرے گا لیکن

روٹی کے لئے اُن حدود سے باہر قدم نہ رکھے گا جو اس کے مذہب اور عام اخلاق نے مقرر کر دئے ہیں۔ اسلام ایک طرف مسلمانوں کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ خود بھوکے بیٹھے رہو لیکن بھوکے کے سوال کو رد نہ کرو۔ اور دوسری طرف غریبوں کو اس سے سختی کے ساتھ روکتا ہے کہ وہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے نا جائز ذرائع اختیار نہ کریں۔ دولتمندوں کے گھر ڈاکہ نہ ڈالیں کسی کی جیب نہ کتریں، جوئے اور دغا و فریب سے پیسہ نہ حاصل کریں۔ ایمان اور عفت کی تجارت نہ کریں۔ ایک پابند مذہب انسان اپنے بچوں کو فاقہ سے دم توڑتے دیکھ سکتا ہو مگر اپنی اولاد کو گناہ کی زندگی بسر کروا کے دولتمند بننے کا تصور دل میں نہیں لا سکتا۔ سوشیلسٹ یہ نہیں کہتے کہ مسجد میں نماز پڑھنے یا مندر میں پوجا کرنے نہ جاؤ۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ تم غریب ہو اس لئے تم سرمایہ داروں کو قتل کر کے ان کی دولت چھین لو۔ اگر تمہیں روپیہ کی ضرورت ہو تو تم پیسہ کمانے کے معاملہ میں مذہب کو بیچ میں نہ لاؤ۔ لیکن بات یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کوئی پہلو اُس کے جسم کی کوئی حرکت اور اُس کے دل کا کوئی ارادہ مذہبی احکام سے آزاد نہیں۔ مسلمان سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ روٹی کے لئے کوئی ناجائز فعل کرے گا۔ یاد رکھئے جو شخص بھوک میں روٹی کے لئے مذہبی و اخلاقی قیود سے آزاد کر دیا جائے گا وہ اپنی فضولیات کے لئے بھی پیسہ پیدا کرنے میں صحیح اور غلط طریقہ کا فرق نہ رکھے گا۔ کیا چور ہمیشہ بھوک میں ہی چوری کرتا ہے؟ کیا گانے ناچنے والی اور فلم کمپنیوں میں بیس بیس ہزار پونڈ سالانہ کمانے والی عورتیں صرف بھوک ہی میں گناہوں کا ارتکاب کرتی ہیں؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جن کی نظر میں مذہب و اخلاق کوئی چیز نہیں وہ کڑوڑپتی ہو کر نا جائز صورتوں سے اپنی حرص پوری کرتے ہیں لیکن جو مذہب اور شرافت کے پابند ہیں وہ فاقوں سے سوکھ کر مر جانا گوارا کرتے ہیں لیکن اپنے مذہب اور شرافت کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔

اب یہ دوسری بات ہے کہ امریکہ اور یورپ کی عورتوں کی نظر میں ایک فعل اخلاق و شرافت کے خلاف نہیں۔ لیکن ہندوستان کی ایک پابند مذہب اور خانہ نشین عورت کی نظر میں وہی فعل انتہا سے زیادہ معیوب اور ناجائز ہے

مسئلہ بہت اہم ہے۔ اور مضمون بہت طویل ہوگیا۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ روس میں اشتراکی نظام باوجود مذہب اور اخلاق کو فنا کر دینے کے بھی اصل مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ روس میں جو موجودہ حالت اخلاق و معاشرت کی ہے اُس کو میں آئندہ کسی نمبر میں تفصیل کے ساتھ بیان کروں گی اور پھر بتاؤں گی کہ ہندوستان میں یہ مہلک وبا اگر پھیل گئی تو ہماری موجودہ زندگی میں کس قسم کی تبدیلیاں پیدا کرے گی۔ اور اگر وہ تبدیلیاں ہمیں ناپسند ہیں تو کس طرح ہمیں ان کے انسداد و مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہماری بہنوں کو اس آنے والے انقلاب کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور مہلک بیماری سے محفوظ رہنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

شبیہ فاطمہ (امروہہ)

برادران اسلام سے

عصمت کے سالگرہ نمبر میں برادر محترم مولانا شوکت علی صاحب کا پیغام مسلمان بیٹیوں کے نام پڑھا۔ مولانا محترم نے جس سنجیدگی وخیر خواہی کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کو حدود اسلام کے اندر رہ کر آج کل کی فیشن پرستیوں اور مغربی اندھا دھند تقلید سے مجتنب رہنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ واقعی اس قابل ہے کہ ہر مسلم بیوی اس پر عمل درآمد کرے اور اسلامی سادگی ونسوانی حیاداری کا صحیح نمونہ پیش کرے بفضل خدا ہماری مسلم قوم میں ابھی ایسی بیبیاں باقی ہیں۔ جو کہ اپنی بیٹیوں کا اسی اسلامی طریق پر چلانا باعث افتخار سمجھتی ہیں جس پر کہ حضرت خدیجہ حضرت عائشہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلیں اور خدا ورسول کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے دنیوی لذات سے محترز رہنا عین ذریعہ نجات سمجھتی ہیں۔ جو اپنے جسموں کو پوڈر لونڈر غازہ وسُرخی سے جلا دینے کی بجائے اپنی روح کو معرفت حقیقی کے نور سے منور کرنا فلاح دارین خیال کرتی ہیں۔ اور آج کل کے نیم عریاں فیشن کو حیاسوزی سے تعبیر کرتی ہیں لیکن آج زمانہ کی فضا اس قدر مکدر ہو چکی ہے کہ فیشن پرستی کے آگے خدا پرستی کا بازار سرد پڑ گیا ہے کبھی یہ مقولہ زبان زد خاص وعام تھا کہ حیاداری چہ غم داری لیکن آج حالات اس کے برعکس نظر آرہے ہیں اور مردوں کی طبیعت ان مغربی تیتریوں سے اس قدر متأثر ہو چکی ہیں۔ کہ حیادار واسلام پرست عورتوں کی مانگ ہی نہیں رہی یہ ہی وجہ ہے کہ جن لڑکیوں کی مائیں حدود اسلام کے اندر رہنا باعث عزت سمجھتی تھیں۔ آج ان کی لڑکیاں ہوش سنبھالنے کے ساتھ ہی فیشن پرستی ونیم برہنگی کی دلدادہ نظر آتی ہیں۔ یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ حیادار شریف اور خدا پرست ماؤں کی آغوشوں میں پرورش پانے والے فرزندوں کی نگاہ بھی اپنی رفیقۂ حیات کے انتخاب کے وقت بجائے باحیا اسلام پرست مسلم لڑکی کے بے پردہ فیشن پرست مغربی عورت پر ہی پڑتی ہے۔

پس اے برادران اسلام اگر آپ مسلم مستورات کی سوسائٹی میں سے فیشن پرستی کی وبا کو نکالنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ اپنی طبیعتوں پر قابو رکھنا سیکھیں۔ اور خود خدا پرست اور حیادار لڑکیوں کی قدر کرنا شروع کردیں۔ پھر دیکھیں کہ یہ متعدی مرض آپ کی قوم سے کیونکر رفع ہو جاتا ہے۔

افضل النساء بیگم (سندھ)

اقربا کو خیرات دینے کا حکم

مجمع عام میں حضرتؐ نے یہ فرمایا تھا
بارگاہ نبوی میں زینبؓ جا کے پوچھ
ان شوہر نے کہا جا کے تمہیں عرض کرو
آئے اندر سے بلالؓ اور سُنایا یہ حکم

کچھ نہ ہو گھر میں تو عورت کرے زیور خیرات
کوئی دنیا میں ہمارے لئے ہے راہ نجات؟
میرے مُنہ سے تو نہ نکلے گی یہاں کوئی بات
تم یتیموں ہی کو دے سکتی ہو اپنی خیرات

اس کو سن کر کہا زینبؓ نے یہ شوہر سے کہ کچھ
صدقہ کیا گھر کے یتیموں کو میں دے سکتی ہوں
الغرض وہ درِ محبوبِ خدا پر پہنچیں
ایسی حالت میں خدا دے گا تمہیں دُگنا ثواب

ہم ہیں دائی یتیم اور کثیر الحاجات!
یا انہیں گرسنہ رکھ کر دوں سب کچھ خیرات؟
برملا پوچھ نہ سکتی تھیں مگر جا نہ سکات
مفلسوں کے لئے بن جاؤ گی تم شمع حیات

محمود اسرائیلی

اورنگ آباد کی دلچسپیاں

اورنگ آباد تاریخی دنیا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے نام سے شہنشاہ اورنگ زیب کی عظمت و شوکت۔ رابعہ دورانی کے حُسن و لطافت۔ ملک عنبر کی قابلیت۔ غارہائے ایلورا اور اجنٹا کی ساری صناعی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

قلعۂ دولت آباد بذات خود ایک تاریخی جگہ ہے جو مدت تک ہندو راجوں کا مسکن عیش اور بہادروں کی جانبازی کا تختۂ مشق بنا رہا۔ کوئی سیاح ایسا نہ ہوگا جس نے اس حلقے کی مضبوطی اور فنِ معماری کو دیکھا ہو اور علاؤالدین کی بہادری، راجہ رام کے قلعہ بند ہوکر لڑنے اور پھر عاجز ہوکر ہتھیار ڈال دینے اور علاؤالدین کو تاوان دے کر واپس کرنے کے واقعات کو یاد نہ کیا ہو۔

چاند مینار جو قلعے کے قریب بنی ہوئی ہے بلندی میں قلعے کے محل کا مقابلہ کرتی ہے۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا ہے اور علاؤالدین کی فتح و نصرت کی یادگار ہے۔

میری نظر میں اورنگ آباد کی عزیز ترین جگہ خلد آباد شریف ہے۔ اس کا عزیز ترین ہونا اس کی خوبصورتی کی دلیل نہیں بلکہ اس کے مقدس ہونے کا ثبوت ہے۔ وہ عظمت و شوکت جو شہنشاہ اورنگ زیب کے شایانِ شان تھی اب ایک مٹی کا ڈھیر یا د ماضی کی ایک یاد تازہ ضرب اور ربابِ ماضی کا ایک نہایت ہی دلسوز نغمہ ہے

اورنگ آباد کا نہایت دلچسپ مقام مقبرۂ رابعہ دورانی۔ تاج محل کا دھندلا عکس ہے۔ جو تاج محل کا سا مرمریں خواب Dream in marble نہ سہی اُس کی تعبیر تو ضرور ہے۔ رابعہ دورانی اورنگ زیب کی چہیتی بیوی تھیں۔ مقبرہ کی دلکشی ہی اس شہزادی کے حُسن و قابلیت کی ثناخواں ہے۔ عالمگیر نے اپنی بیوی کی یاد میں چھوٹا سا تاج محل اورنگ آباد میں بنوا دیا۔ جب باپ نے اپنی بیوی کے لئے ایسا مقبرہ بنوایا تھا جس کا ثانی دنیا بھر میں نہ ہو تو بیٹے کے لئے اُس کا ایک پرتو اپنی بیوی کے لئے بنوا دینا کونسی تعجب کی بات ہے۔ یہ سیر و تفریح کا بہترین مقام ہے جہاں پردے میں بیٹھنے والیاں ساون میں آم کی ڈالیوں پر جھولے ڈال کر دن بھر جھولتیں۔ گاتیں۔ پکاتیں۔ کھاتیں اور شام میں ساون کی پُھوار سے بھیگے ہوئے لباسوں میں گھر لوٹتی ہیں۔ کیا خبر ان کے سُریلے راگ شہزادی کو خوابِ دیرینہ سے جگاتے اور پھر لوریاں دے کر سلا دیتے ہوں۔

ان تاریخی ہستیوں کے علاوہ زہد و تقویٰ کی بہت سی یادگاریں بھی یہاں پنہاں ہیں۔ ان مقدس ہستیوں نے گوشۂ عبادت میں بیٹھ کر کیا نہ کیا۔ پن چکی والا حوض اور چھوٹا سا آبشار دیکھ کر قابل انجنیر بھی انگشت بدنداں اور غرقِ حیرت ہیں۔ اپنے مریدوں کی التجا پر کسی پہاڑ پہ نہر کا ڈھونڈھ نکالنا اور اُس نہر کو زمین کے اندر اندر لاکر آبشار کی صورت میں گرانا کس قدر فراست کا کام ہے اور وہ بھی ایک اللہ والے کے لئے ؟

غارہائے ایلورا اور اجنٹا محتاجِ تحسین نہیں۔ دنیا کے عجائبات میں ان کا شمار ہے ان کی مصوری اور نقاشی کی بہترین دلیل ہے۔ ان مقامات کے علاوہ اور بہت سے خوشنما اور دلفریب مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسز سلیمہ محمد احمد بی اے بی ٹی

خواتین بنگال سے

(مندرجہ ذیل نظم کلکتہ کے ایک زنانہ جلسہ میں خاکسار نے پڑھی تھی)

السلام۔ اے خاک بنگالہ کی مسلم بیبیاں
السلام۔ اے خواہرانِ مشرقی ہندوستان

میٹھی میٹھی لوریاں عصمت کی سُننے والیاں
پالنے میں امن کے راحت سے سونے والیاں

خطۂ بنگال پر ہے فضلِ حق سایہ فگن
سو رہی ہو اس لئے تم ہو کے بے فکر اور مگن

کچھ سُنے ہیں دوسروں کے واقعاتِ دل شکن
کچھ خبر ہے مُسلمین ہیں مرکز رنج و محن

روز و شب خود ہے تڑپتا فضل حق جن کے لئے
ہو گیا ہے سینہ و دل اُس کا شق جن کے لئے

جاگ جاؤ۔ آنکھ کھولو۔ خوابِ غفلت سے اُٹھو
عزم و ہمت سے مدد کرنے کو ملت کی بڑھو

کہہ رہی ہے طرزِ عالم۔ خواہرانِ مسلمیں
ہے ضرورت کام کی، یہ وقت سونے کا نہیں

ہیں کنیزِ سعی و ہمت عز و اقبال و ظفر
ہیں خزاں کی سختیاں ہی فصلِ گُل کی نامہ بر

ہے پسِ تاریکیٔ شب جلوۂ نورِ سحر
ہوتے ہیں پیراستگیٔ نخل سے افزوں ثمر

دو مدد تم بھی حیاتِ قوم کی تشکیل میں
ہو کمر بستہ جناح کے حکم کی تعمیل میں

ہاں۔ کرو تنظیم پیدا چھوڑ دو نزع و نفاق
اور بو دو سر زمینِ دل میں تخمِ اتفاق

بکھرے دانوں کو پرو دو لیگ کے ڈورے میں تم
منتشر پھولوں کو باندھو ایک گلدستہ میں تم

تابشیں کر دو مہیا بہرِ تیرہ زندگی
سنگِ حائل دور کر دو بہرِ قومی بہتری

لیگ کے چشمہ سے بہنو دل کے سوتے جوڑ دو
حوصلے غیروں کے تم ہمت سے اپنی توڑ دو

خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

قدامت وجدّت پسندی کا پیمانہ

مسٹر جان ہالینڈ نے جو انگلستان کے مشہور ماہر نفسیات Psychoanalyst ہیں۔ نیوز کرانیکل لندن میں ایک مضمون بعنوان "کیا آپ تبدیلی سے نفرت کرتے ہیں؟" شائع کر رہا ہے اس میں اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ ہر نئی چیز سے ڈرنا ہر تبدیلی سے متوحش ہونا۔ اور خیال وعمل کے نئے نئے طریقوں سے خائف ہونا ہم میں سے ہر ایک کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ ہم سے مراد انگریز لوگ ہیں جو اس وقت کل عالم میں قدامت پسند اور لکیر کے فقیر مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جدّت سے تھوڑا یا بہت ہر شخص ہی ڈرتا ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ نئی پود اپنے افعال واعتقاد کی صحیح پر اپنے بزرگوں سے لعنت ملامت سنتی ہے۔ یہ نئی چیز کا ڈر ہی دراصل ہماری قدامت پسندی کی اصلی وجہ ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہم جس قدر کسی جز کے بارے میں کم معلومات رکھیں گے اسی قدر ہم تبدیلی کے مخالف ہوں گے اور اُس شے سے ڈریں گے۔ جس قدر کوئی قوم دوسری ترقی پسند اقوام سے علیحدہ اور منقطع رہے گی اُسی قدر اُس میں ترقی پسند عناصر کی تقلید کا جذبہ کم پایا جائے گا۔ ہم یہاں چند سوالات کا ایک آزمائشی پیمانہ مرتب کئے دیتے ہیں یہ اگرچہ ایک فرضی شے ہے لیکن آپ کو اس سے یہ معلوم کر لینے میں ضرور مدد ملے گی کہ آیا آپ ایک ترقی پسند خاتون ہیں یا پُرانے دقیانوسی خیالات رکھنے والی۔ مندرجہ سوالات میں سے الف کی اثبات والے جواب قدامت پرستوں کے ہوں گے اور (ب) کی حمایت والے جواب جدّت پسندوں کے۔

(۱) ۔ کیا آپ اپنے معمولات میں کسی قسم کی تبدیلی دیکھنا ناپسند کرتی ہیں۔ مثلاً جس طور طریقے سے آپ کا دیوان خانہ آراستہ ہو وہ آپ کے اطمینان۔

(۱) خاطر کے لئے کافی ہے؟ یا

(ب) اگر معقول آرام اور سہولت بہم پہونچا دی جائے تو کیا آپ ہر جگہ ہر حال میں گذارا کر سکتی ہیں؟

۲۔ (۱) سوائے اپنے خاص سونے کے کمرے اور اپنے بستر کے اور کہیں آپ کو نیند نہیں آتی؟ یا

(ب) کیا آپ ہر جگہ سو سکتی ہیں بشرطیکہ وہاں چیخ پکار اور شور وغل نہ موجود ہو؟

۳۔ (۱) کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ عادات واطوار اور اعتقادات جو آپ نے بچپن میں کئے ہیں وہ ہی درست اور صحیح ہیں؟

(ب) کیا آپ دوسرے فرقوں اور دیگر اقوام کے طور طریقوں اور اعتقادات کو اتنا ہی حق بجانب اور صحیح سمجھتی ہیں جس قدر آپ کے اپنے ہیں؟

۴۔ (۱) کیا آپ اپنے خطوط اور مراسلات کے اختتام پر خاکسار، حقیر، ہیچ میرز، تابعدار وغیرہ لکھتی ہیں۔

(ب) کیا آپ نئے طرز کی اسالیب خطوط نویسی کی قائل وعامل ہیں جس میں القاب آداب سب غائب ہوتا ہے۔

۵۔ (۱) کیا آپ نئی نئی سیاسی تحریکوں۔ مجوزہ معاشی انقلابوں اور جدید ایجادوں کو پسند کرنا غیر ضروری سمجھتی ہیں؟

(ب) کیا آپ مندرجہ بالا امور کی معتقد اور مبلغ ہیں؟

۶۔ (ا) کیا آپ کا رویہ یہ ہے کہ "جو ہمارے بزرگوں کے لئے اچھا تھا وہی ہمارے لئے بھی اچھا ہوگا" خصوصاً تعلیمی سیاسی اور معاشرتی مسائل کے مباحث کے وقت؟ یا

(ب) کیا آپ نئی تبدیلیوں کو وسیع نظری سے دیکھتی ہیں بالخصوص تعلیمی تبدیلیوں کو؟

۷۔ (ا) کیا آپ کا عقیدہ ہے کہ قدرت نے ہمیں آسمان پر اڑنا سیاروں میں پہونچنا وغیرہ باتیں نہیں سکھائی ہیں یہ کام خلاف قانون قدرت ہے؟

(ب) یا آپ ممکنات کی وسعتوں کو خوش آمدید کرتی ہیں؟

۸۔ بیشتر اس کے کہ آپ کوئی اپنی رائے ظاہر کریں کیا آپ ہمیشہ اس امر کا خیال رکھتی ہیں کہ یہ قریب قریب ہی رائے ہے جو آپ نے اپنے

(ا) کسی ایسے دوست یا بزرگ سے سنی ہے جس کی آپ عزت کرتی ہیں۔

(ب) کیا آپ اپنی رائے خود قائم کرتی ہیں۔ خود اپنے غور و تفکر سے؟

۹۔ (ا) جب آپ کسی شے کے متعلق، ٹھیک۔ درست۔ مناسب یا خوب کے الفاظ کہتی ہیں تو کیا رسماً یا عادۃً ایسا کہدیتی ہیں یا یہ جانتے ہوئے کہ جس چیز کو آپ مناسب کہہ رہی ہیں اُسی چیز کو دیگر لوگ خلوص نیت کے ساتھ "نامناسب" سمجھے بیٹھے ہیں؟ آپ ان الفاظ کو یوں ہی بے سوچے سمجھے استعمال کرتی ہیں؟

(ب) آپ مُبہم اور ذومعنی اصطلاحات استعمال کرکے اپنے فقدان تدبّر کو چھپاتی تو نہیں ہیں؟

۱۰۔ (ا) آپ اپنی قوم اور مذہب کی شوکت پارینہ کے متعلق خیالی قلعے تو نہیں بنایا کرتیں؟

(ب) یا آپ اپنے سنہری مستقبل کے شیریں خوابوں میں تو مگن نہیں رہتیں۔ کہ یوں ہو گا تو یوں ہو گا۔ اور پھر یہ کرکے یہ کروں گی وغیرہ وغیرہ۔

۱۱۔ (ا) آپ فنون لطیفہ اور ادب کے متعلق پرانے سکول کے فن کاروں اور ادیبوں کی محض اس لئے تو تعریف نہیں کرتیں کہ آپ نے اکثر معقول لوگوں سے ان کی تعریف سنی ہے۔

(ب) آپ جدید آرٹ کے نئے نئے سکولوں اور انقلابی شعراء کے کلام کو پسند کرتی ہیں؟

۱۲۔ (ا) آپ ہر شے ہر جدید چیز اور ملکی و معاشرتی مسائل کو مذہب کی عینک لگاکر تو نہیں دیکھتیں؟ یا

(ب) آپ کو عقلی دلائل نقلی دلائل کی طرح برابر اپیل کرتی ہیں؟

۱۳۔ (ا) جو گھرانے مغربی طرز زندگی اختیار کرچکے ہیں اُن کو آپ انتہا پسند تو نہیں سمجھتیں؟

(ب) آپ لباس کی جدید تراش خراش کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہیں نا؟

۱۴۔ (ا) آپ پُرانی طرز کا لباس محض فیشن کے لئے تو نہیں زیب تن کرتیں کہ لوگ آپ کے متعلق یہ کہیں کہ اس قدر تعلیم یافتہ

یا متمول ہوتے ہوئے بھی پرانی طرز کی اور قدیم تہذیب کی یہ خاتون زندہ یادگار ہیں۔ آفریں؟

(ب) آپ یہ یقین رکھتی ہیں کہ لباس اور فیشن کی دیگر اشیا اگر اصراف بیجا نہ بن جائیں تو پاکیزہ زندگی کا زیور ہوتے ہیں؟

(۱۵) (ا) کیا آپ عورت کی خانہ نشینی کی قائل ہیں اور تعلیم پا کر اُن کی آزاد و ملازم پیشہ زندگی کو خلاف قوانینِ الٰہی سمجھتی ہیں؟

(ب) کیا آپ اپنی بہنوں اور لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا مذہب کے خلاف تو نہیں سمجھتیں؟

(۱۶) (ا) آپ بے پردگی کو عصمتی کا مرادف تو نہیں سمجھتیں؟

(ب) آپ عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق مثلاً حق خلع وغیرہ کی قائل ہیں؟

(۱۷) (ا) کیا جب آپ کسی معاشرتی خرابی کے خلاف عملاً جہاد کرنے کا ارادہ کرتی ہیں تو یہ خیال دامنگیر تو نہیں ہوتا کہ لوگ کیا نام دھریں گے؟

(ب) کیا آپ اپنی لڑکی کو جہیز دینے کی بجائے زیورِ علم سے آراستہ کر دینا ضروری سمجھتی ہیں؟

۱۸- (ا) کیا آپ محض اس وہم سے کہ کہیں لوگ مجھے قدامت پسند نہ سمجھیں، ہر ملنے جلنے والے کے لئے تہذیب جدید کی برکتوں اور سماج کی معاشرتی خرابیوں پر لکچر دینے نہیں لگتیں؟

(ب) کیا آپ گیارھویں شریف حضرت غوث پاک کی بجائے کسی یتیم خانے کو چندہ دینا زیادہ مناسب سمجھتی ہیں؟

مہربانی فرما کر خود ہی سوال کیجئے اور خود ہی جواب دیجئے۔ اگر ان اٹھارہ سوالوں میں سے آپ الف کی طرفدار ہیں اور اس کے جوابات مثبت میں ٹھیک ٹھیک دے سکیں تو آپ ایک قدامت پسند خاتون ہیں اور اگر (ب) کے جوابات دیں تو آپ جدت پرست ہیں اور نصف نصف جوابات ہوں تو آپ معتدل پسند ہیں۔

زبیدہ زرّین

نماز

علم کی پیاس یہیں آ کے بجھاتی ہے خودی
یہی آئینہ ہے جس میں نظر آتی ہے خودی

عجز کے قیمتی آداب سکھاتی ہے نماز
اپنے معبود سے بندوں کو ملاتی ہے نماز

عجز کو چھوڑ کے قوموں نے فقیری کی ہے
عجز سے بندۂ مومن نے امیری کی ہے

جس کی فطرت کو ضرورت تھی وہی چیز ہے یہ
جس کی کونین کو حاجت تھی وہی چیز ہے یہ

اس ستائش سے نمودار ہو جب کوئی خلیل
وہی آغاز ہے انسان کا آغازِ جمیل

جب یہ نکتہ کسی ادراک پہ پاتا ہے ظہور
نوعِ انسان سے نکلتی ہے کوئی طبعِ غیور

جامۂ فقر خودی جب اُسے پہناتی ہے
ذرّہ ذرّہ سے "امینی" کی صدا آتی ہے

زیب عثمانیہ لودھیانوی

کشمکشِ حیات

بارش کا موسم ہے۔ تقریباً دو تین مہینے سے میں اپنے گاؤں کے مکان میں مقیم ہوں۔ پانی موسلا دھار برس رہا ہے۔ ہوا کے تیز و تند جھونکے چل رہے ہیں۔ چھت اور دیواروں پر پانی گرنے کی جو آواز آتی ہے وہ رات کو اور خوفناک بنا رہی ہے۔ میری لڑکی روشنک اپنی ماں کی گود میں بے فکری کی نیند سو رہی ہے۔ اس وقت نصف شب سے زیادہ گذر چکی ہو لیکن میں جاگ رہا ہوں۔ فکر اور پریشانیوں نے مری نیند کھو دی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ والدین نے دیدہ دانستہ مری زندگی ایک ایسی عورت سے وابستہ کر دی جو حد درجہ بدمزاج ہے اور خانہ داری سے بالکل ناواقف۔ کسی کسی وقت طبیعت ایسی بیزار ہو جاتی ہے کہ جی میں آتا ہے یہ تمام جھگڑے چھوڑ کر کہیں نکل جاؤ۔ لیکن یہ بیڑی کچھ ایسی مضبوط ہے جو شاید مرکر ہی ٹوٹے۔ والدین کی ناعاقبت اندیشی کا ثمرہ جو میں بھگت رہا ہوں وہ دنیا کے لئے عبرت کا مرقع ہے۔ آہ! ان واقعات کو فرض نہ سمجھنا یہ محض چند لمحوں کی دلچسپی کے لئے نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ انہیں غور سے پڑھ کر سبق حاصل کرو۔

میں اپنے والدین کا سب میں بڑا بیٹا تھا اور بڑے ارمان اور آرزوؤں کا۔ اس لئے مری پرورش بڑے لاڈ اور پیار سے ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مری تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ توجہ نہ دی گئی اس لئے میں بمشکل تمام مڈل تک پہونچ سکا لیکن مڈل میں متواتر دو سال ایسے غوطے کھائے کہ ہمت پست ہو گئی تو میں نے تعلیم کو خیرباد کہا۔ اسکول چھوڑتے ہی مری شادی عم زاد بہن سے کر دی گئی۔ گو تمام رشتہ دار اس شادی کے خلاف تھے اور خود میں بھی سمجھتا تھا کہ یہ شادی مرے حق میں مبارک ثابت نہ ہو گی کیونکہ مری عم زاد کی اُٹھان جس ماحول میں ہوئی تھی وہ مری نظروں سے کچھ پوشیدہ نہ تھی۔

ہماری طبیعتوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ میں بچپن سے نہایت شرمیلا اور بڑی نیک طبیعت کا لڑکا سمجھا جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے میں نے بچپن میں کبھی ضد نہیں کی برخلاف اس کے رضیہ بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی۔ کسی چیز کے لئے رُٹھ جاتی تو گھنٹوں ماں باپ خوشامد کرتے لیکن وہ کسی طرح نہ مانتی۔ باپ ہنس کر کہتے کہ اس کا نام بال ہٹ ہے۔ سن شعور کو پہونچ کر یہ بات آپ ہی دُور ہو جائے گی۔ اگر کسی وقت چچی اماں نے کہا کہ "بیٹا تو چولھے چکی کا کام کب سیکھے گی"۔ تو چچا جان بات کاٹ کر کہتے کہ "ابھی اُس کی عمر ہی کیا ہے بڑی ہو کر خود سیکھ لے گی"۔

غرض اُس کا بچپن گڑیوں کے کھیل اور اُن کی شادی رچانے میں گزرا۔ سیانی ہوتے ہی وہ مرے ساتھ بیاہ دی گئی اُسے اتنی فرصت ہی نہ مل سکی کہ وہ خانہ داری کا کام سیکھتی۔

پھوپی اماں نے کئی مرتبہ والدہ سے کہا کہ بہن تم جان کر زہر پی رہی ہو۔ گو لڑکی کسی غیر کی نہیں جو میں شادی میں رخنہ اندازی پیدا کروں اور نہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو شادی میں رخنہ اندازی پیدا کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی

کہ یہ انتخاب موزوں نہیں کیونکہ میں بچپن سے لڑکی اور لڑکے دونوں کی اُٹھان سے واقف ہوں۔ یہ اپنی زندگی کا لطف نہیں اٹھا سکتے۔"

والدہ صاحبہ نے جواب دیا "بہن امر مجبوری ہے۔ رضیہ بچپن سے رفیع کی منگیتر ہے میں اب اس رشتہ کو توڑ دینا مبارک نہیں سمجھتی۔ علاوہ اس کے بھائی صاحب نہ کہیں گے کہ رشتہ دار ہو کر انہوں نے مری اور لڑکی دونوں کی رسوائی کی۔ اب کچھ ہی ہو شادی ہو کر رہے گی۔" غرض شادی ہو گئی لیکن وہی ڈھاک کے تین پات۔

ابتدا میں تو بیگم صاحبہ کے تمام عیب چھپے رہے پھر اُنہوں نے اپنی بدمزاجی اور بدسلیقگی کے ایسے مظاہر کئے کہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔

ہمارے ہاں ایک بہت پرانی ملازمہ تھی اُس بچاری کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ والدہ سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔ حالانکہ اُس کی اِن حرکتوں پر میں بہت سختی سے ٹوکتا تھا لیکن اُس پر مری باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ بہت بلند خیال خاتون ہیں اُنہوں نے اُس کی باتوں پر کبھی توجہ نہیں دی ورنہ ساس بہو میں روزانہ جھگڑے ہوتے۔

کاش یہ معاملہ والدہ صاحبہ تک ہی محدود ہوتا تو آج ہماری ہانڈی چولھا کبھی الگ نہ ہوتا لیکن منجھلی اور چھوٹی دلہن سے اُس کی بدمزاجی برداشت نہ ہو سکی سچ تو ہے کوئی کہاں تک برداشت کرے؟ برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہے میں خود بھی اُس کی حرکتوں سے اتنا عاجز آ گیا تھا کہ جی میں بار ہا آیا کہ اُسے طلاق دے دوں۔ جب میں نے والدہ سے اِس کے متعلق رائے لی تو اُنہوں نے کہا "میں ہرگز یہ رائے نہ دوں گی بالفرض تم نے دوسری شادی کی تو تمہاری اچھی کٹ جائے گی لیکن لڑکی کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ دوسرے خاندان کی جو بدنامی ہو گی وہ الگ۔ علاوہ اِس کے تمہارے چچا شاید یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں کیونکہ وہ رضیہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ صرف ان تین باتوں کا مجھے خیال ہے ورنہ آج میں تمہاری دوسری شادی کر سکتی تھی۔" والدہ کی یہ بلند خیالی اور ایثار دیکھ کر میں دنگ رہ گیا اور تہیّہ کر لیا کہ اب جیسی کٹے اُسے آخر تک نباہ دوں گا لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ شادی میں دولہا دلہن کا انتخاب ہی بڑی چیز ہے۔ اگر انتخاب موزوں نہ ہو تو وہ اپنی زندگی کا کوئی لطف نہیں اُٹھا سکتے۔

ایک دن کا ذکر ہے روشنک نے اپنی منجھلی چچی کی تیل کی شیشی طاق سے گرا کر توڑ دی۔ ممکن ہے چچی نے کچھ سخت سُست کہا ہو۔ بچے کو شرارت پر کون نہیں ٹوکتا اور یہ کوئی بُری بات نہیں لیکن اُسے جو اہمیت دی گئی وہ ناقابل بیان ہے۔ "تم نے میری بچی کو بُرا کیوں کہا؟ میں ایک شیشی کے بدلے دس شیشیاں منگوا دیتی۔ مری بچی کو بُرا کہنے والی تم کون ہو؟ یہ کیا تماشہ ہے۔ میں نہ کسی کے لینے میں نہ دینے میں۔ الگ اپنا منہ چھپائے پڑی رہتی ہوں پھر بھی یہ لوگ چین نہیں لینے دیتے۔ معلوم نہیں میں نے اِن کا کیا بگاڑا ہے جو یہ سب مرے دشمن ہو گئے ہیں۔ خدا جانتا ہے بہن (ایک مہمان کو مخاطب کر کے) جب سے میں نے اس گھر میں قدم رکھا ہے کبھی کسی نے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ نہ کرے مری جوتی سے! میں کب کسی کو سمجھتی ہوں بڑی امیرزادی ہیں تو اپنے گھر کی" وغیرہ۔

وہ تو کہئے منجھلی دلہن نے بڑی عقل مندی کی جوان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ اپنے کمرے میں گھس گئیں یہ سوچ کر کہ گنوار کے منہ کون لگے۔ ورنہ معلوم نہیں گھر میں کیا آفت مچ جاتی۔ حالانکہ منجھلی دلہن اپنے کمرے میں جا چکی تھیں لیکن اُس نیک بخت کی زبان ایک قینچی تھی جو چل رہی تھی جب میں نے معاملے کو بہت بڑھتے دیکھا تو اُسے اس بُری طرح للکارا کہ ایک دفعہ شیر دل خاتون کا بھی دل ہل جائے تب وہ کہیں خاموش ہوئی اور روتے روتے اپنے کمرے میں چلی گئی لیکن اس کا غبار ایک ہفتہ تک نہ نکلا اگر میں کسی ضرورت سے گھر میں آجاتا تو وہ دوسری طرف دیکھنے لگتی یا نیچی گردن کرکے ایک طرف چلی جاتی۔

دو تین دن سے گھر میں کانا پھوسی ہو رہی تھی جس کی کچھ بھنک مرے کان بھی پڑ چکی ہے کہ اب اپنی ہانڈی چولھا الگ کرنا چاہئے۔ اپنے سے یہ دن رات کی دانتا کل کل برداشت نہیں ہوسکتی۔ مجھے دیکھ کر کئی مرتبہ منجھلی دلہن نے چیزوں کو زمین پر پٹک دیا اور چھوٹی دلہن نے کہا کہ "گرمی اس شدت کی ہو رہی ہے کہ اب اس گھر میں رہنے کو دل نہیں چاہتا" میں سمجھتا تھا کہ یہ کل کی جنگ کا غصہ ہے جو اس طرح نکالا جارہا ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضہ ہے خواہ بچہ ہو یا بوڑھا اُس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا حریف خوب ذلیل و خوار ہو اور وہ دیکھ کر خوش ہو اگر میں اُن کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے روشنک کی ماں کو سخت سست کہتا تو وہ ایسی عورت نہیں ہے جو چپکے چپکے روکر خاموش ہو جائے۔ مری ذرا سی برہمی سے وہ گھر اور محلہ ایک کر دیتی۔ لہٰذا میں نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا مناسب نہ سمجھا اگر کسی طرح اُن کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا تو یہ بھوبل میں کی دبی ہوئی چنگاری دبی ہی رہتی۔

غرض سب کی متفق رائے سے یہ طے ہوا کہ میں اُسے لے کر گاؤں چلا جاؤں کیونکہ دن رات کے جھگڑوں سے زندگی بڑی بدمزگی سے کٹ رہی تھی، اس لئے کچھ دنوں کے لئے اگر الگ ہو گئے تو پھر یہ جھگڑے نہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے گاؤں کا کاروبار بگڑ رہا تھا۔ میں الگ ہونا نہیں چاہتا تھا مجھے اس کا صدمہ تھا لیکن والدہ اور بھائیوں نے سمجھایا کہ ہماری جائداد بھی شرکت میں ہے۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ ہم تمہیں الگ کر رہے ہیں۔ بلکہ گاؤں کا کاروبار جو ملازمین کے ہاتھوں میں ہونے سے بگڑا جارہا ہے وہ تمہاری موجودگی میں راستی پر آجائے گا۔ میں نے اس کا ذکر روشنک کی ماں سے کیا تو وہ بہت خوش ہوئی کیونکہ یہ اُس کی دلی تمنا تھی کہ ہم الگ رہیں۔ دو بھائی ایک مکان میں رہ اور ایک برتن میں کھا نہیں سکتے اگر اُن کی بیویاں اُن کی محبت میں خلل انداز ہوں۔

مجھے گاؤں میں رہتے ہوئے تقریباً ایک سال گذر گیا ہے۔ لیکن خدا شاہد ہے یہ وقت میں نے کس طرح کاٹا۔ عورت کی خانہ داری سے ناواقفیت اور بدسلیقگی اس کے لئے ایک بدنما داغ ہے اور اُس کے شوہر کے لئے بڑی مصیبت۔

ایک دن کا ذکر ہے بھادوں کا مہینہ تھا۔ بارش کئی روز سے نہ ہوئی تھی اور سورج اس تیزی سے چمکا تھا کہ دھان کی ہری بھری کیاریاں پیلی پڑی جارہی تھیں۔ اس لئے تالاب کا پانی کیاریوں میں پہونچایا جارہا تھا۔ کسان ایک پر ایک ٹوٹے پڑتے تھے

ہر ایک کی خوشی تھی کہ پہلے اُسے اپنی کھیتی کو سیراب کرنے کے لئے پانی مل جائے۔ ہمارے کھیتوں کو بھی پانی دیا جا رہا تھا۔ میں کے درخت کے نیچے ایک مینڈ پر بیٹھا تھا کہ اتنے میں ملازم دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ "مالکن کی طبیعت اچھی نہیں ہے قے اور دست ہو رہے ہیں" یہ سنتے ہی مرا جی دھک سے ہوگیا بستی میں ہیضہ پھیلا ہوا تھا۔ میں عالم پریشانی میں دوڑا ہوا گھر آیا۔ رضیہ پلنگ پر پڑی تھی اور روشنک کھڑی رو رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر میرا جی بھر آیا۔ وہ چار قے دست ہوئے تھے لیکن اُسے نقاہت اتنی ہوگئی تھی کہ بغیر کسی کی مدد کے اُٹھ بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے کہا "اب میرا آخری وقت آگیا ہے۔ مرے قصور معاف کرنا میں شرمسار ہوں کہ تمہیں کوئی آرام نہیں پہونچا سکی۔ اُلٹی تم نے مری خدمت کی"۔ یہ مایوسانہ جملے سُن کر مرے آنسو نکل آئے میں نے دوسری طرف مُنہ پھیر لیا اور حکیم صاحب کو بلانے کے بہانے سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ گاؤں کے حکیم اور وید بلوائے گئے لیکن خدا کے ہاں کا بلاوا آچکا تھا کسی کی پیش نہیں گئی۔

رضیہ بدمزاج تھی بدسلیقہ تھی تاہم وہ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی تھی لیکن بدسلیقگی سے اُس کی کوئی اچھی بات بھی بُری معلوم ہوتی جو والدین کے بے جا لاڈ و پیار کا نتیجہ تھا اسی لئے وہ اپنی زندگی کا کوئی لُطف نہ اُٹھا سکی اور مری زندگی بھی بدمزہ کردی۔

روشنک اُس کی واحد یادگار ہے۔ میں نے سوچا ہے روشنک کی عمدہ تربیت کی خاطر اب دوسری شادی نہ کروں گا یہی مری زندگی کا ماحصل ہے کہ اپنا تمام وقت اُس کی تعلیم و تربیت میں صرف کردوں۔ تاکہ وہ اپنی زندگی کا کوئی لُطف اُٹھا سکے ورنہ اُس کا بھی جنت مکانی کا سا حال ہوگا۔

تقی علی ہاشمی (ناگپور)

دعا

فضائے "ہندوستان" کو خالق شعاعوں سے زرنگار کردے　　دنوں کو غرقِ جمال کردے شبوں کو "صبح بہار" کردے

ہیں زرد غنچے، ہوائیں بے کیف، دلگرفتہ طیورِ گلشن　　اِس آہ بے رنگ و بو چمن کو خدا رہینِ بہار کردے

رہیں گے کب تک یہ تفرقہ کی کشاکشوں میں غریب ہندی　　انہیں سکھا دے خلوص کی خُو انھیں محبت شعار کردے

رہیں گے کب تک رہینِ غربت شکارِ افلاس اہلِ مشرق　　زمین ہے ہندوستاں پیاسی پھر اس پہ زر کو نثار کردے

سکھا دے وہ لحنِ جوش پرور رہے نہ دنیا کو ہوش اپنا　　نکال پستی کے دائرے سے ظفر سے پھر ہم کنار کردے

سکوں سے نفرت ہے میرے دل کو مجھے بغاوت سے راحتوں ہے　　شمیم شورش پسند کو تو خدا مرے بیقرار کردے

صفیہ شمیم (ملیح آبادی)

رسوم شادی

نکاح کے بعد بہت سے گھرانوں میں دولہا زنانخانہ میں جاتا ہے جہاں اس قدر رسوم ہوتی ہیں کہ غریب پریشان ہو جاتا ہے سینکڑوں ٹونے ٹوٹکے بھی ہوتے ہیں اور ان جملہ خرافات کو سب خوش ہو ہو کر برداشت کرتے ہیں۔

ان رسوم میں سے ایک رسم آرسی مصحف ہے۔ جو بعض لوگ برکت سمجھ کر کرتے ہیں، مگر اسلام میں کسی جگہ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ نہ قرآن میں اس کا حکم ہے نہ احادیث میں اس کا پتہ نہ حالات صحابہ کرام رضؓ میں اس کا ذکر ہے۔ نہ ائمہ مجتہدین رحؒ نے کہیں اس کو بیان فرمایا۔

اسلام دنیا میں ہماری زندگی سنبھالنے اور سنوارنے آیا اور عہد رسالت میں مکمل ہو گیا۔ عقدۃ النکاح اسلامی حکم ہے۔ اگر اس سے برکت حاصل کرنی ہے تو اس کو احکام اسلامی کی حدود کے اندر انجام دینا چاہیئے۔ یہ رسوم جو آج کل زیر عمل ہیں شہنشاہ اکبر کے زمانے سے مسلمانوں میں جاری ہوئیں جب ہندو راجاؤں کی بیٹیوں سے شادیاں کی گئیں تو انھوں نے اپنی رسمیں جاری کیں اور "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ" (لوگ بادشاہ وقت کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں) کے مصداق یہ تمام لغویات مسلمانوں میں پھیل گئیں۔

عقدۃ النکاح میں خطبۂ نکاح واجب۔ دین مہر یا مہر کا تعین ضروری۔ جہیز سنت نبویؐ اور عزیز و اقارب دوست و احباب کی خاطر تواضع اور کھانا کھلانا مستحب ہے اور ولیمہ سنت موکدہ۔ یہ سیدھی سادی رسوم ہیں جو اسلام نے اس موقع کے لئے جائز قرار دیں اور مقرر کیں۔ ان کے علاوہ باقی جتنی ہیں سب غیر اسلامی ہیں اور مسلمانوں کو افلاس کی زنجیروں میں جکڑنے والی جن کا ترک کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت فعلی ہے جس کو عملی جامہ پہنانا ثواب اور باعث برکت ہے مگر افسوس کہ مسلمان اس سے قطعی ناواقف ہیں۔ لہذا بنظر آگاہی عام درج ذیل کیا جاتا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر مسلمان ایسے مقدس و اہم کام میں اس پر عمل کیا کریں اور لغویات و خرافات کو نکال پھینکیں۔ سنیئے۔ ابن حبان رضؓ نے اپنی صحیح میں روایت درج کی ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے حضرت بی بی فاطمہ رضؓ کا نکاح کیا تو گھر میں تشریف لائے اور پانی منگوایا۔ بی بی فاطمہ رضؓ ایک کٹورا پانی کا لائیں جس کو حضور صلعم نے لیا اور بی بی فاطمہ رضؓ کے کپڑوں پر اور سر پر چھینٹے دیئے اور دعا کی کہ اے اللہ میں فاطمہ رضؓ کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں اور پھر پیچھے کی طرف سے شانوں میں چھڑک کر یہی دعا کی (دعا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُ بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) اور حضور صلعم نے اسی طرح حضرت علی رضؓ کے ساتھ بھی کیا اور دعا کی (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُہٗ بِکَ وَذُرِّیَّتَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) یہ روایت حصن الحصین میں بھی ہے میں نے صرف اتنا ہی حصہ لیا ہے جس کی عمل کے لئے ضرورت ہے۔ افسوس آج مسلمان ایسی برکت بھری رسم سے جو حقیقت میں سنت نبویؐ کی پیروی ہے اتنے دور ہو گئے کہ جانتے بھی نہیں۔ پھر آج کل کی اولاد اگر شیطان الرجیم سے محفوظ نہ ہو اور باعث تکلیف والدین اور ننگ خاندان ہو تو کیا گلا؟ نیز میاں بیوی میں سلوک نہ ہو تو قصور کس کا۔ اگر ہم سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کر کے باقی عمل میں سنت نبویؐ کی پیروی کریں تو باعث برکت و رحمت ہے۔

ف۔ ب۔ س

بچوں کے لئے پیشہ کا انتخاب

(سلسلہ کے لئے عصمت بابت اگست ۱۹۳۸ء دیکھئے)

فنون لطیفہ

فی زمانہ جبکہ دنیا ترقی کی طرف گامزن ہے ہندوستانیوں کی فن لطیف کی طرف عدم توجہی ازحد افسوسناک ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہماری ہندوستانی تہذیب کے مطابق دستکاری ایک خاص طبقہ تک محدود کردی گئی ہو اور رواج نے بتدریج اس طبقہ کو حقارت سے دیکھنا شروع کردیا تھا یہاں تک کہ دستکار بہت ذلیل خیال کئے جانے لگے اور قریب قریب تمام دستکاریاں غیر تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود ہوگئیں۔ تعلیم یافتہ اور معزز خاندان کے افراد اس کی طرف توجہ کرنا عیب خیال کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ بعض مفید دستکاریوں کا بہت جلد زوال ہوا۔ انہیں میں سے تصویرکشی، سنگ تراشی پینٹنگ کی دستکاریاں بھی ہیں۔ خدا خدا کرکے دیگر ملکوں کی ترقی دیکھ کر ہندوستانیوں کے دل میں دستکاری کی عزت و وقعت پیدا ہوئی اور انہوں نے محسوس کیا کہ اقتصادی ترقی کا راز دستکاریوں میں پنہاں ہے اور اگر ہمیں دیگر بیدار اقوام کے دوش بدوش کھڑا ہونا ہے تو ہمیں آرٹ اور صنعت وحرفت کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ لہٰذا جب انہوں نے زمانہ کی روش سے مجبور ہوکر فن لطیف کو ہاتھ میں لیا تو زمانہ کی ترقی کے ساتھ اس کی ترقی کی بھی متعدد راہیں کھل گئیں۔

جمالیاتی پہلوؤں کو نظر انداز کرکے دیکھا جائے تو بھی فن لطیف وہ عجیب وغریب اور ضروری فن ہے جس پر تہذیب وتمدن کی بنیادیں قائم اور استوار ہیں جس طرح مورخ ہمارے تہذیب وتمدن کی کوئی مستند تاریخ بتانے سے قاصر ہے۔ اسی طرح وہ فن لطیف کی بھی کوئی صحیح تاریخ لکھنے سے قاصر رہے گا۔ یہ جس قدر قدیم فن ہے اس سے زیادہ شاید ہماری دانست میں کوئی مشہور فن نہیں ہے۔ انسانی خلقت اور اس کے تہذیب وتمدن کے ساتھ ساتھ یہ بھی نشو ونما پاتا رہا اور جب تک دنیا کا وجود رہے گا اسی طرح یہ اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتا رہے گا ہندوستان میں آرٹ کا مفہوم وہ نہیں ہے جو یورپ میں ہے اور جو اب انیسویں صدی میں فائن آرٹ کے نام سے موسوم ہوکر صنعت وحرفت میں دخیل ہوگیا ہے۔ ہندوستانی آرٹ شروع سے فن تعمیر سنگ تراشی اور پینٹنگ تک محدود ہے۔ ہندوستانی آرٹ کی تاریخ ہمیں ۲۵۰ سال قبل مسیح تک کی ملتی ہے جس کی مثالیں فن تعمیر میں بیلورا، اجینٹا اور سانچی میں پائی جاتی ہیں۔ تاریخ اور اس فن کی موجودہ غیر فانی یادگاریں اس امر کی شاہد ہیں کہ باوجود ہندوستانیوں کی دستکاریوں کی طرف سے پست ذہنیت اور لاپرواہی کے زمانہ وسطیٰ میں ہندوستان جنت نشان فنون لطیفہ کا بہت بڑا مرکز تھا اور دور دور تک اس کی شہرت تھی۔ اس کے نادر مُرقعے دنیا میں کافی قدر سے دیکھے جاتے تھے۔ مصور وصناع جو ان خاص فنون سے اپنے لئے قوت لایموت پیدا کرتے تھے اپنے فن میں باکمال اور آسودہ حال تھے۔ مگر افسوس زمانہ سدا کسی کا ایک سا نہیں رہتا جس طرح ہندوستان کے دیگر بین الاقوامی شہرت رکھنے والے علوم وفنون عوام کی ناقدردانیوں اور دشمنوں کی دست برد سے نیست نابود ہوئے اور ہوتے جارہے ہیں اسی طرح ہندوستان کے فنون لطیفہ پر بھی کچھ کم تباہی نہیں آئی۔ یہاں تک کہ سترھویں صدی عیسوی میں جبکہ ہندوستان کی اینٹ سے اینٹ بج رہی تھی ان کا اگر بالکل خاتمہ نہیں ہوا تو وہ نیم مردہ ضرور ہوگئے تھے۔ فنون لطیفہ پر ہمیشہ حکومتوں کے زیر سایہ نشو ونما پاتے ہیں۔ جب ملک میں امن وسکون کا فقدان ہوتا ہے اور مرکزی طاقت کو زوال آتا ہے تو سب سے پہلے ملک او زمانہ کے تغیرات سے علوم وفنون ہی متاثر ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے بہت سے باکمال کس مپرسی کی حالت میں فنا ہوگئے اور فنون لطیفہ کی حالت بالخصوص بہت ضعیف ہوگئی۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں جب ہندوستان کو کچھ امن وسکون

ہوا اور یہاں کے دیگر فنون کے مُردہ اجسام میں آثارِ حیات پیدا ہونے لگے تو فنون لطیفہ نے بھی انگڑائی لے کر آنکھیں کھول دیں اور زمانہ کی ترقی کی بھی متعدد راہیں کھُل گئیں۔

آرٹ نہایت مفید اور کار آمد فن ہے موجودہ صنعت و حرفت میں اس نے ایک خاص امتیازی جگہ حاصل کر لی ہے۔ ایک کاریگر کسی مشین کا نمونہ بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے مصور (آرٹسٹ) کے پاس جاتا ہے اور اس پر اپنے تجویز کردہ مشین کے موڈل کی ساخت کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرتا ہے۔ مُصوّر اس کے خیالات کے مطابق اس مشین کا نقشہ کھینچ کر اس کو دیدیتا ہے۔ پھر کاریگر اس مشین کے حصوں کے جن کے نقشے مُصوّر نے کاغذ پر بنا کر دیئے ہیں سانچے تیار کرتا ہے اور ان میں مشین کے حِصّے ڈھالتا اور اُن کو باہم جوڑ کر مشین بنا لیتا ہے۔ اس لئے اب مُصوّر کا کام صرف زیبائشی اور قیاسی مصوّری تک محدود نہیں بلکہ وہ قریب قریب ہر کام میں دخیل ہو گیا ہے۔ فی زمانہ مصوری متعدد شعبہ جات میں تقسیم ہو گئی ہے مصوّر جس شعبہ میں چاہے دستگاہ اور کمال حاصل کرے دولت اور شہرت حاصل کر سکتا ہے۔ اب جن کاموں میں مصور کی ضرورت پڑتی ہے وہ پینٹنگ۔ تھیٹروں کے پردے فیشن۔ پوسٹر سازی اشتہارات پارچہ بافی۔ آرائش Furnishing چمڑے کا کام۔ دہات کا کام اور زیورات وغیرہ ہیں۔ اور ان کے علاوہ بیسیوں شعبے ہیں جو اصولاً مصوّر کی قلمکاری کے محتاج ہوتے ہیں۔ پہلے ان کاموں اور مصور کے درمیان جو ایک دیوار حائل تھی وہ رفتہ رفتہ ٹوٹتی جا رہی ہے۔ اب کوئی دن جاتا ہے پر مصور زندگی کی ضروریات کے تقریباً ہر شعبہ میں جگہ حاصل کرے گا۔ فی الواقع مصوّر کا مستقبل بہت شاندار نظر آ رہا ہے۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یورپ نے آرٹ میں جس قدر ترقی کر لی ہے وہ ہندوستان میں ابھی نظر نہیں آتی۔ یہاں بہت بہت مشکل سے اچھے مصور ملتے ہیں مجبوراً نفاست پسند کاروباری لوگ اپنا مصوری کا کام ولایت میں کراتے ہیں جس کا خرچ بہت گراں پڑتا ہے۔ اور جو معمولی حیثیت کے کاروباری آدمیوں کے لئے ناقابل برداشت ثابت ہوتا ہے۔ فی زمانہ ہم ہندوستانیوں خصوصاً شمالی ہند کے باشندوں کو فنون لطیفہ کی طرف بہت کم توجہ ہے۔ ان کو وہ اپنی کم عقلی سے مبتذل فنون میں سے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی بدولت عقلمند اقوام نہایت آسودگی اور عزت سے پیٹ بھر رہی ہیں۔ بہر حال ہمارا اخلاص دل سے ہندوستانی بالخصوص مسلم والدین سے مشورہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو مُصوّری کی طرف راغب کریں اور اسی دلچسپی کے ماحول میں ان کی تربیت کریں اور اس فن کی مکمل اور اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ اس پیشہ سے ایک طرف تو وہ آزادانہ اور خوش حال زندگی بسر کریں گے۔ دوسری طرف ان کی قلمکاری سے ملکی صنعت و تجارت کو جو بیش بہا فائدہ پہنچے گا وہ محتاج بیان نہیں۔

آرٹ پر مسلمانوں کا ایک اعتراض

فن لطیف سے مسلمانوں کی عدم توجہی کی ایک خاص وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کچھ لوگ مذہب اسلام کی رو سے اسے ناجائز بتلاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مجسمہ تراشی Sculpture کو بُت تراشی کی مناسبت سے حرام کہا جائے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کاغذ پر قلمکاری کے آرٹ کو کیسے ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اُس کے جواز کیا ہیں جبکہ ہمارے آئمہ معصومین میں سے اکثر کی پوری پوری شبیہیں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی شبیہ مبارک جو اصلی بیان کی جاتی ہے ان کے روضۂ مطہر میں موجود ہے اور ایام مخصوصہ میں اس کی نقاب کشائی ہوتی ہے جس میں مشہد مقدس کے علماء اور مجتہدین عظام بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے علماء اور مجتہدین کی تصویریں بھی دیکھی ہیں۔ کاغذ پر قلمکاری کے آرٹ میں کسی قسم کی قباحت نظر نہیں آتی۔ بہر کیف میری مسلمانوں سے استدعا ہے کہ وہ بلا پس و پیش آرٹ کے اقتصادی فوائد سے اپنی اولاد کو بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیں اور جہاں موقع ہو ہرگز ہرگز آرٹ جیسے مفید پیشہ سے اپنی

اولاد کو محروم نہ کریں۔

ڈرائنگ پینٹنگ۔سنگ تراشی:۔ صرف استادہ یا آویزاں ہونے والی Paintings سے کسب معاش جیسے پہلے مشکل تھا ایسا ہی اب بھی ہے۔اور جوں جوں تہذیب وتمدن کی گہما گہمی بڑھتی جائے گی اس میں مشکلات کا اضافہ ہوتا جائے گا۔کیونکہ جدید طرز کے رہائشی مکانات کچھ ایسے تنگ ہوتے ہیں کہ ان میں بڑی بڑی تصویریں لٹکانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔دوسرے بھاری بھرکم سنہری فریم آرائش اور رنگ کی اسکیم کو خراب کردیتے ہیں۔علاوہ ازیں آج کل چھوٹے کمروں میں ان کی جسامت کے لحاظ سے جو ایچنگ یا واٹرکلر ترتیب سے آویزاں ہوتی ہیں بڑی بڑی آئل پینٹنگ ان کی تمام خوبیوں کو زائل کردیتی ہیں۔ہر شخص اتنا صاحب حیثیت نہیں ہوتا ہے کہ وہ تمام کمروں کو آئل پینٹنگوں سے سجائے۔

یہی حال بنک۔دفتر اور دیگر اداروں کی عمارتوں کا ہے۔وہ زیادہ تر شہر کے مرکزی حصّوں میں ہوتی ہیں جہاں وہ بوجہ قلّت زمین بہت تنگ ہوتی ہیں۔اگرچہ بالکل نجی اقامت گاہوں سے وہ ضرور وسیع ہوتی ہیں لیکن آج کل سادہ آرائش کے رواج نے عریض طویل چوکھٹے دار روغنی تصویروں نظروں سے گرا دیا ہے۔البتہ بڑی بڑی قومی عمارتوں جیسے ٹاؤن ہال۔دفاتر بلدیہ میں دیواری آئل پینٹنگ استعمال کی جاتی ہیں۔جو مشہور لوگوں کی یادگاری شبیہیں ہوتی ہیں۔لہٰذا جو مصوّر اپنے کام کو صرف آرائشی آئل پینٹنگوں تک محدود رکھیں ان کا مستقبل تو اس شعبہ میں کچھ [illegible] نہیں ہے۔مگر اس میں بھی شک نہیں کہ بہت سے قابل مصوّر اس صیغہ میں بھی کافی دولت کما رہے ہیں۔ان کے اعلیٰ شاہکاروں کی بازاروں اور نمائشوں میں ہمیشہ مانگ رہتی ہے۔یہ بہت کچھ شہرت اور کافی تجربات پر منحصر ہے۔جو کافی طویل عرصہ میں حاصل ہوتے ہیں۔لیکن اتنے عرصہ تک جبکہ آج کل دال روٹی کا سوال پیدا ہو رہا ہے صبر وقناعت کے ساتھ مشق جاری رکھنا ذرا [illegible] ہے۔

شبیہیں اور ایچنگ:۔ شبیہ رنگنے والا Portrait Painter آرائشی تصویریں بنانے والے سے اچھا رہتا ہے مگر یہ صیغہ بھی زیادہ تر صرف ان ہی لوگوں تک محدود ہے جن کا حلقۂ احباب اور اثر ورسوخ وسیع ہوتا ہے۔باوجود اس کے کونسلوں،دفاتر،بلدیوں،سیٹھ ساہوکاروں اور تعلقہ داروں سے شبیہ بنانے اور رنگنے کے آرڈر مل جاتے ہیں۔بشرطیکہ اس صیغہ میں کافی مہارت ہو۔

فی زمانہ دستی آئل اور واٹرکلر تصویروں کو ایچنگ اولیتھوگرافی نے عوام کی نظروں سے گرا دیا ہے کیونکہ یہ بہت ارزاں اور ہر جگہ بہ سہولت مل جاتے ہیں پھر بھی آرٹ کے شائقین ان کی قدر کرتے ہیں۔اس لئے ہر دو اقسام کی تصویروں کا مقابلہ بہت سخت نہیں ہے اور اپنی اپنی جگہ سب قیمت پاتی ہیں۔علاوہ ازیں مصوّر عوام کے مذاق کے مطابق دلکش اور دلچسپ خیالی تصویریں بنا کر لیتھو پریسوں اور ہاف ٹون بلاک بنانے والوں کو جو اشتہاری کیلنڈر اور پوسٹر چھاپتے ہیں انکے حقوق فروخت کرکے بھی کافی روپیہ کماتے ہیں جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

سنگ تراشی ومجسّمہ سازی:۔ سنگ تراشی بالخصوص مجسّمہ سازی میں ہندوستان قدیم زمانے سے غیر فانی شہرت کا مالک بنا ہوا ہے۔آج تک دور دور کے ملکوں سے ان کے نمونوں کے لئے آگرہ و دہلی میں اور جہاں جہاں اس دستکاری کے مرکز ہیں فرمائشیں آتی رہتی ہیں۔ہندوستانی سنگ تراش اپنے فن میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔تاہم عوام میں ان کے کام کی کچھ قدر نہیں ہے۔اور ان کی ایسی حوصلہ افزائی نہیں جیسی ہونی چاہیئے۔غالباً اسکا سبب

یہ ہے کہ جب سے قومی مرکز حکومت کا چراغ گل ہوا ہے یہاں کے دیگر فنون کی طرح یہ فن بھی ایک عرصہ سے تاریکی میں پڑا ہوا ہے ۔ موجودہ برٹش حکومت نے بچے کھچے ہندوستانی باکمالوں کو طاق نسیاں پر رکھ کر باہر کے کاریگروں کو ترجیح دی تو اس سے ان غریبوں کی اور بھی زیادہ مٹی پلید ہوئی۔ چنانچہ کلکتہ بمبئی مدراس کی قومی و نجی عمارتوں میں جو سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے نمونے نصب ہیں وہ یونانی طرز کے ہیں۔ بہرحال اس تاریکی میں بھی اب کچھ امید کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔ اور اس فن کا مستقبل بھی محفوظ ہوتا جاتا ہے۔ سنگ تراش جلد یا بدیر اپنے لئے موقع بہ سہولت تلاش کر سکے گا۔ سنگ تراشی تعمیرات میں زیبائش کی بنیاد ہے۔ تجارت و صنعت و حرفت میں ترقی ہونے سے شہروں اور قصبوں میں چھوٹی چھوٹی عمارتیں بکثرت تیار ہوں گی۔ اور ہونے لگی ہیں۔ نجی عمارتوں کا سامنے کا حصہ زیبائشی بنوانے کا شوق عالمگیر ہو رہا ہے۔ اگر یہ شوق جلد ترقی پکڑ گیا تو سنگتراشوں کی پھر کثرت سے مانگ ہوگی۔

سنگ تراشی اسکول اسٹوڈینیک لائبریری عجائب خانہ چنگی گھر ڈاکخانہ ٹاؤن ہال اور اسی قسم کی پختہ عمارتیں بنانے میں ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سنگ تراشی کا آرٹ اور فن تعمیر ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ بغیر سنگتراشی کی اعانت کے کوئی پختہ عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ فن سائنٹفک طریقے پر باقاعدہ سیکھا جائے۔ اور گورنمنٹ اس کا معیار بڑھانے کی طرف متوجہ ہو۔

مجسمہ سازی سنگ تراشی کی ہی ایک اعلیٰ شاخ ہے۔ اس میں قوت متخیلہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس فن کے لئے ہاتھ کی صفائی اور قوت متخیلہ کی کما حقہ بروے کار لانے کی قابلیت ہونی چاہئے جو دراصل سائنٹفک تعلیم سے ہی پیدا ہو سکتی ہے مجسمہ کئی طریقہ سے بنایا جاتا ہے۔ اول براہ راست ٹھوس پتھر کے ٹکڑے میں سے تراش کر۔ دوسرے دھات یا کنکریٹ سے جس کا پہلے سانچہ تیار کر لیا جاتا ہے۔ ہر صورت میں آرٹسٹ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہر حکومت کے دور میں قابل اور مشہور لوگوں کے یادگاری مجسمے حکومت اور قوم کی طرف سے بنوائے جاتے ہیں۔ لہذا مجسمہ سازوں کے واسطے کام کی کمی نہیں۔ اچھا مجسمہ ایک سو سے کئی ہزار تک قیمت پاتا ہے۔

عام راہیں اور تعلیم کا خرچ:۔ آرٹ کی تعلیم فائن آرٹ کے تین شعبوں۔ ڈرائنگ۔ پینٹنگ اور سنگتراشی۔ میں بطور پیشہ ور کامیاب ہونا ضروری ہے۔ اول الذکر دو شعبوں میں ضروری مہارت بہم پہونچانے کے بعد مبتدی کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اسے اب کونسی مستقل راہ اختیار کرنی چاہئے۔ چنانچہ آرٹ کے کام کی بہت سی دوسری شاخیں ہیں۔ جن میں طالب علم حسب خواہش کسب معاش کے لئے جگہ حاصل کر سکتا ہے اور اسی میں ضروری کمال حاصل کر کے شہرت و ناموری کا مستحق ہو سکتا ہے مثلاً لائن ورک (سادہ یعنی بغیر شیڈ کے تصویریں بنانا جیسی کہ عموماً بچوں کی درسی کتب کے صفحات پر پائی جاتی ہیں۔ ان میں برش استعمال نہیں کیا جاتا۔) واٹش اور آبی رنگ کا کام یا شیڈ ورک۔ (ہفتہ وار اور ماہوار رسالوں کے لئے قیاسی تصویریں بنانا۔ جن میں سادی یعنی سیاہ سفید اور رنگین دونوں قسم کی تصویریں شامل ہیں۔ ان کے بنانے کے لئے قلم اور برش دونوں استعمال کئے جاتے ہیں۔) پوسٹر ورک[1] (تجارت و سنیما کے پروپیگنڈے کے لئے تصویر دار پوسٹر شو کارڈ وغیرہ بنانا اور رنگنا) آرٹ کی ادارت (اخباروں اور رسالوں کے دفتر میں برائے اشاعت تصویریں ترتیب دینا)

---

[1] یہ بذات خود ایک علیحدہ فن ہے۔ اس کے متعلق مفصل آگے لکھا جائے گا۔

آرٹ کی تعلیم دینا فیشن سینری اور کپڑوں کے لئے نئے نئے خاکے نکالنا۔ اُن میں سے کوئی راہ اختیار کرنا اخراجات کے سوال پر منحصر ہے۔

اگر دوسرے پیشوں کی تعلیم کے اخراجات سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آرٹ کی تعلیم درحقیقت بہت ارزاں ہے۔ ملک میں فنون لطیفہ کے بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری مدارس کھلے ہوئے ہیں۔ اور قریب قریب ہر صوبہ میں ایک مدرسہ ضرور موجود ہے۔ جس میں ڈرائینگ پنٹنگ اور سنگ تراشی (مجسمہ سازی) کے ساتھ ساتھ اور دیگر ملحقہ اصول مثلاً اپنے تخیل کی قوت سے خاکہ بنانا اور ترکیب العمل composition سکھائے جاتے ہیں۔

مثال کے لئے ہم اپنے صوبہ کے گورنمنٹ آرٹ اسکول لکھنؤ کو لیتے ہیں جو دریائے گومتی کے کنارے اور لکھنؤ یونیورسٹی کے قریب واقع ہے اس میں ڈرائنگ پینٹنگ مجسمہ سازی اور سنگ تراشی کے علاوہ دھاتوں کا کام۔ تصویروں کے بلاک بنانا جلد سازی اور لیتھوگرافی بھی سکھائے جاتے ہیں۔ آرٹ کا نصاب تین سال کا ہے۔ آرٹ اسکول کے کسی صیغہ میں بھی داخل ہونے کے لئے طالب علم کا میٹرک پاس ہونا اور میٹرک میں ڈرائنگ یا سائنس بطور اختیاری مضمون لئے ہونا لازمی ہے۔ داخلہ شروع جولائی میں ہوتا ہے۔ اور پڑھائی ۱۵؍ جولائی سے ہوتی ہے۔ داخلہ مقابلہ کے امتحان سے ہوتا ہے جس میں حساب انگریزی ڈرائنگ یا سائنس کا امتحان ہوتا ہے۔ فیس ہر کام کی جماعت کے لئے غالباً تین روپے سے پانچ روپے تک ہے۔ کل ماہوار خرچ ایک طالب علم کا مع فیس وغیرہ تقریباً پچیس روپیہ ہے مفصل حالات کے لئے صدر مدرس صاحب کو لکھا جاوے۔ مدرسہ میں خاص خاص وظائف بھی ہوتے ہیں جو بعد میں طالب علم کی قابلیت اور دلچسپی دیکھ کر دئے جاتے ہیں۔ سامان کا خرچ بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ کینوس برش رنگ بعض مدرسوں میں تو مفت دئے جاتے ہیں اور بعض جگہ طالب علم کو خود مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ اگر طالب علم ان چیزوں کو کفایت سے استعمال کرے اور حفاظت سے رکھے گا تو سال بھر میں ان کا خرچ دس پندرہ روپے سے متجاوز نہ ہوگا۔ بمبئی و کلکتہ میں بھی فنون لطیفہ کے کئی اعلیٰ مدارس ہیں جہاں اطراف ملک کے شوقین طالب علم جاتے ہیں۔ یہاں آرٹ کے مختلف شعبوں میں مکمل اور اعلیٰ معیار کی تعلیم دیجاتی ہے۔

مراسلتی مدرسے:۔ اس ضمن میں میں مصوّری کے مراسلتی مدرسوں کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ مدرسے صرف امریکہ اور انگلینڈ میں ہی ہیں۔ اور بذریعہ ڈاک آرٹ کا مکمل کام ہر ملک کے باشندے کو گھر بیٹھے سکھاتے ہیں اور تعلیم کے اختتام کے بعد ڈپلوما (سند) بھیجتے ہیں۔ ہر ہفتہ ضروری ہدائتیں اور سبق آتے ہیں۔ مبتدی ان پر عمل کرکے اور ان کے مطابق کام کرکے دوسرے ہفتہ کی ڈاک سے مدرسہ کو بھیجدیتا ہے۔ پھر وہاں سے وہ کام بعد اصلاح واپس آجاتا ہے۔ اس درمیان میں مبتدی دوسرا سبق تیار کرتا رہتا ہے جو اسے اسی ہفتہ کی ڈاک میں موصول ہوتا ہے جس ڈاک سے اس نے اپنے تیار شدہ سبق اصلاح کے لئے روانہ کئے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے کہ نئے سبق مدرسہ سے آتے رہتے ہیں اور تیار شدہ سبق طالب علم اصلاح کے لئے بھیجتا رہتا ہے۔ آرٹ کے پورے نصاب کی جس میں بہت سے متعلقہ کام شامل ہوتے ہیں ایک فیس مقرر ہوتی ہے۔ ڈیڑھ یا دو سو روپے تک ماہوار قسطوں میں وصول کئے جاتے ہیں اور اسی فیس میں مکمل کام سکھانے کی گارنٹی دیتے ہیں۔ مگر وقت کی قید نہیں۔ اس کا تعین تمام تر طالب علم کی خوشی پر منحصر ہے۔ اگر پابندی سے سبق آتے جاتے رہے تو دو یا ڈھائی سال میں تعلیم کی تکمیل ہو جاتی اور ہر ضروری کام میں کافی مشق ہو جاتی ہے۔ ضروری سامان بھی مدرسہ سے ہی آتا ہے۔ ذیل میں ایک مراسلتی مدرسہ کا پتہ لکھا جاتا ہے۔ اس کو براہ راست خط لکھ کر مفصل حالات منگالیں۔

The John Hassal Correspondence Art School
(H-12/8) St. Albans England

میں ہندوستانی والدین سے پُر زور سفارش کرتا ہوں کہ اگر ان کی اولاد آرٹ کے پیشہ کی اہل ہو اور کسی وجہ سے کسی باقاعدہ درسگاہ میں تعلیم کا انتظام نہ ہوسکے تو وہ ولایت کے کسی مراسلتی مدرسہ سے آرٹ کی تعلیم دلائیں۔ بالخصوص شوقین لڑکیوں کو۔ جو ایسے مدرسوں سے گھر بیٹھے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ البتہ کچھ انگریزی دانی کی ضرورت ہے جو صرف نویں یا دسویں کی کافی ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جو انگریزی نہیں جانتے یا جانتیں وہ ان مدرسوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے یا اٹھا سکتیں۔ کسی انگریزی داں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ وہ ضروری ہدایات جو انگریزی میں لکھی ہوئی ہوں گی آپکو آپ کی مادری زبان میں نوٹ کرا دیا اور سمجھا دیا کریگا۔ باقی جو کچھ ہے مشق ہے۔ وہ آپ کے کرنے کا کام ہے۔

آرٹ کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوجوان مصور کو یہ سوچنا چاہئے کہ اب کیا کیا جائے؟ بہت سے فنون کی درسگاہوں میں فارغ التحصیل طلبہ کے لئے ایک رجسٹر ہوتا ہے اس میں ان طالب علموں کا نام جو ملازمت چاہتے ہیں اور ان کے مخصوص شعبہ کا نصاب جس میں انھوں نے خاص دلچسپی لی ہے اور اس میں نسبتاً زیادہ مشق کر لی ہے لکھ لیا جاتا ہے جب ان درسگاہوں میں فارغ التحصیل طلبار کی مانگ آتی ہے تو لیاقت کی سفارش کر کے ان کا نام و پتہ لکھ کر بھیجدیا جاتا ہے۔ بعض جگہ خاص ادارے بھی ہوتے ہیں جہاں سند یافتہ طلبار برسرِ روزگار کرایا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہاں بہت کم ایسے ادارے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ کافی تعداد میں بڑھائے جائیں۔

آمدنی کا تخمینہ: ہندوستان میں تجارتی کام کرنیوالے مصور کی آمدنی کا تخمینہ شروع شروع میں بیس روپے سے پچاس روپے تک۔ پھر کافی مشق ہوجانے اور تخیل پر پورا قابو پانے کے بعد پانچسو روپے ماہوار کا لگایا گیا ہے۔ دہلی و آگرہ میں مصور ایک تجارتی لیبل کی بنوائی کم سے کم پانچ روپے لیتا ہے۔ اور ایک ماہوار رسالہ کے سرورق (ٹائٹل) کا خاکہ بنوانے کی اجرت دس سے پچیس (۲۵) روپے تک لے لیتا ہے۔ ہاف ٹون تصویریں لامحالہ شیڈ ورک کی ہوتی ہیں جو برش سے بنائی جاتی ہیں ان کی لائن ورک سے زیادہ اجرت مثلاً بیس سے تیس روپے تک سیاہ سفید اور رنگین تصویر کے لئے جو کم از کم فلسکیپ سائز کی ہوتی ہے دے جاتے ہیں۔ ماہوار رسالے بہترین قیاسی تصویروں کے لئے جو آرٹ کے معیار پر اترتی ہیں معقول اجرت دیتے ہیں۔ تجارتی دنیا میں مصوروں کی اجرتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ آرٹ کا اگر کوئی حلیف ہے تو وہ عکاسی (فوٹوگرافی) ہے۔ مگر آرٹ اپنی جگہ آرٹ ہے اور عکاسی اپنی جگہ عکاسی۔ مصور جس قدر آزادی سے اپنے تخیل اور جذبات کا اظہار صفحۂ قرطاس پر کرسکتا ہے وہ بات عکاس کے لئے کہاں؟

پوسٹر کا کام: موجودہ زمانہ سائنس کا کہلاتا ہے۔ سائنس دراصل "اصولی علم" یا "اصولی کام" کو کہتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ ہر کام جو اصول کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ یقیناً پائدار اور بابرکت ثابت ہوتا ہے۔ مثال کے لئے ایک تجارت کو ہی لیجئے۔ پہلے زمانہ میں بھی تجارت ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ اصول کا ہے۔ آج کل اصول کے ساتھ تجارت ہو رہی ہے۔ پہلے یہ بات مفقود تھی۔ اس دور کی تجارت جس قدر دیرپا ہوتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آدمی مرجاتا ہے مگر اس کا نام و کام اس سے ہمیشہ کے لئے وابستہ ہوجاتا ہے۔ بابرکت اس لئے کہ ایک تجارت شروع ہونے سے اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ضمنی کام بھی نکل آتے ہیں۔ انھیں ضمنی کاموں میں سے ایک کام اشتہار بازی کو ہی لیجئے جو موجودہ دور کی تجارت کی کامیابی کا راز ہے۔ اس کام میں بھی کئی ماہرینِ فن درکار ہوتے ہیں۔ ان میں مصور کی ذات کو بہت بڑا دخل ہے۔

موجودہ دور کی اشتہار بازی نے مصوروں کا کام بڑھا دیا ہے۔ مشتہرین کمرشیل آرٹ میں خصوصیت رکھنے والے مصوروں کو گراں قدر اجرتیں دینے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں اس لئے فی زمانہ کمرشیل آرٹ کی تجارتی دنیا میں جتنی قدر ہے اتنی کسی اور مصوری کے شعبہ کی نہیں۔ ایک اعلیٰ اخبار کے لئے جتنی مقالہ افتتاحیہ لکھنے والے اڈیٹر کی ضرورت ہوتی ہے اتنی ہی کمرشیل آرٹسٹ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

مگر اس امر کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اگرچہ حسن قابلیت دونوں کاموں میں لازماً درکار ہوتی ہے مگر کمرشیل آرٹسٹ کو ایک مزید خصوصیت کی قابلیت پیدا کرنی پڑتی ہے وہ خصوصیت "بیچنے کی قوت" Selling Power ہے۔

اس امر کی تشریح مشکل ہے کہ ڈرائنگ میں بیچنے کی قوت کیسے پیدا کرنی چاہئے۔ یہ چیز بعض خاص قلمکاریوں (ڈرائنگ) میں میں ایسی پوشیدہ ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں میں اس چیز کی خریداری کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض قلمکاریاں اگرچہ فن عمل اور ترکیب کے لحاظ سے اچھی ہوتی ہیں مگر ان میں وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ہیں جو تجارت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

بہت کچھ تجربہ سے سیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی مصور بھی اپنے کام میں خصوصیت پیدا کرنے کی قابلیت سے قدرتی طور پر متصف نہیں ہوتا۔ آرٹ کے مدرسوں میں جو کام سکھایا جاتا ہے وہ صرف اصولی ہوتا ہے اور ضروری خصوصیات زیادہ تر تجربہ اور خود اپنی قوت متخیلہ سے پیدا کی جاتی ہیں۔ ورنہ کمرشیل آرٹ میں جو مصور خود اپنے تخیل سے کام لینا نہیں جانتے ان کے لئے اس صف میں جگہ نہیں نکل سکتی۔

پوسٹروں کی دنیا:- پوسٹر دنیا میں سب سے بہتر نمائندگی کرتے ہیں۔ اس لئے اس فن میں مصور کا جس قدر نام ہوتا ہے اسیقدر ان کو اس کام کی معقول اجرت دی جاتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج کل دنیا پر پوسٹر چھا رہے ہیں۔ ہر ملک ہر قوم ہر انجمن ہر کمپنی اپنے کاموں کا پروپیگنڈا پوسٹروں سے کر رہی ہے۔ دنیا کے جس بازار میں بھی چلے جائیے اور جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے رنگ برنگ کے اور عجیب و غریب جدتیں لئے ہوئے پوسٹر دعوت نظر دے رہے ہیں۔

دنیا میں سینما کی صنعت کو جس قدر پوسٹروں کی ضرورت ہے اس سے زیادہ شاید کسی صنعت کو نہیں اور جوں جوں اس صنعت میں ترقی ہوتی جائے گی پوسٹروں کی ضرورت بھی لامحالہ بڑھے گی کیونکہ بغیر پوسٹروں کے سینما کی فلموں کا معقول پروپیگنڈا نہیں ہو سکتا۔

پوسٹر بازی کا فن کس طرح سیکھا جائے:- پوسٹر بازی کا فن کچھ مشکل نہیں۔ اس فن کے ابتدائی اصول ہر طالب علم کو آرٹ اسکول میں سکھائے جاتے ہیں۔ مگر مزید قابلیت مصور کو خود اپنی کوشش اور مشق سے کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے پوسٹر بازی میں کمال حاصل کرنے کے لئے بہت سے آسان راستے ہیں۔ مثلاً ابتدائی طور پر شو کارڈ (جو ایک قسم کے چھوٹے پوسٹر کہلاتے ہیں) فولڈر اور دوسری قسم کے باتصویر اشتہار جن سے ہر قسم کی چیزوں اور ان کے فوائد کا علم پبلک کو ہو سکے۔ بنانے کی مشق کی جائے مگر اس کے واسطے سب سے زیادہ جس بات میں سلیقہ اور درک پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہ کتابت یعنی لیٹرنگ Lettering ہے۔ بغیر اس کے مصور کو اس میدان میں چمکنے کی امید نہیں کرنی چاہئے۔ لہٰذا حروف کو اس خوبصورتی اور سلیقہ سے بٹھانا کہ وہ خاکہ کے ساتھ بُرے نہ معلوم ہوں کامیابی کا راز ہے۔ ورنہ مصور گمراہ ہو جائے گا۔ اکثر و بیشتر کتابت خاص صیغہ کے ماہرین کے لئے چھوڑ دی جاتی ہے۔ مگر جو مصور لیٹرنگ میں بھی مہارت حاصل کر لیں وہ معقول زائد اجرت پانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ جو شائقین کسب معاش کے لئے کمرشیل آرٹ میں نام و کمال پیدا کرنے کا ارادہ کریں وہ اس مفید دستکاری (لیٹرنگ) کو ہرگز نظر انداز نہ کریں۔ اگر اردو ہندی کی کتابت کی بھی انگریزی لیٹرنگ کے ساتھ مشق کی جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ ورنہ انگریزی اور اردو یا کسی اور زبان کی جو مصور کے صوبہ میں زیادہ رائج ہو کتابت (لیٹرنگ) سیکھنا غنیمت ہے۔

سید رضا احمد جعفری۔ اکبرآبادی

آفتابہ

یہ آفتابہ کالی مخمل پر بنائیں۔ سفید کاکڑی دسلے سے آفتابہ معہ عربی اور ١٧ ایسے نشان کاکڑی سے بنائیں ایسے نشان پر ستارے رکھیں چھوٹی بنکی پر باریک سلمہ کتر کر لگائیں۔ تیار ہونے پر چمکدار اور عمدہ معلوم ہوگا۔ فریم لگا کر کمرے میں لٹکائیں۔ صفائی کا خیال رکھیں۔
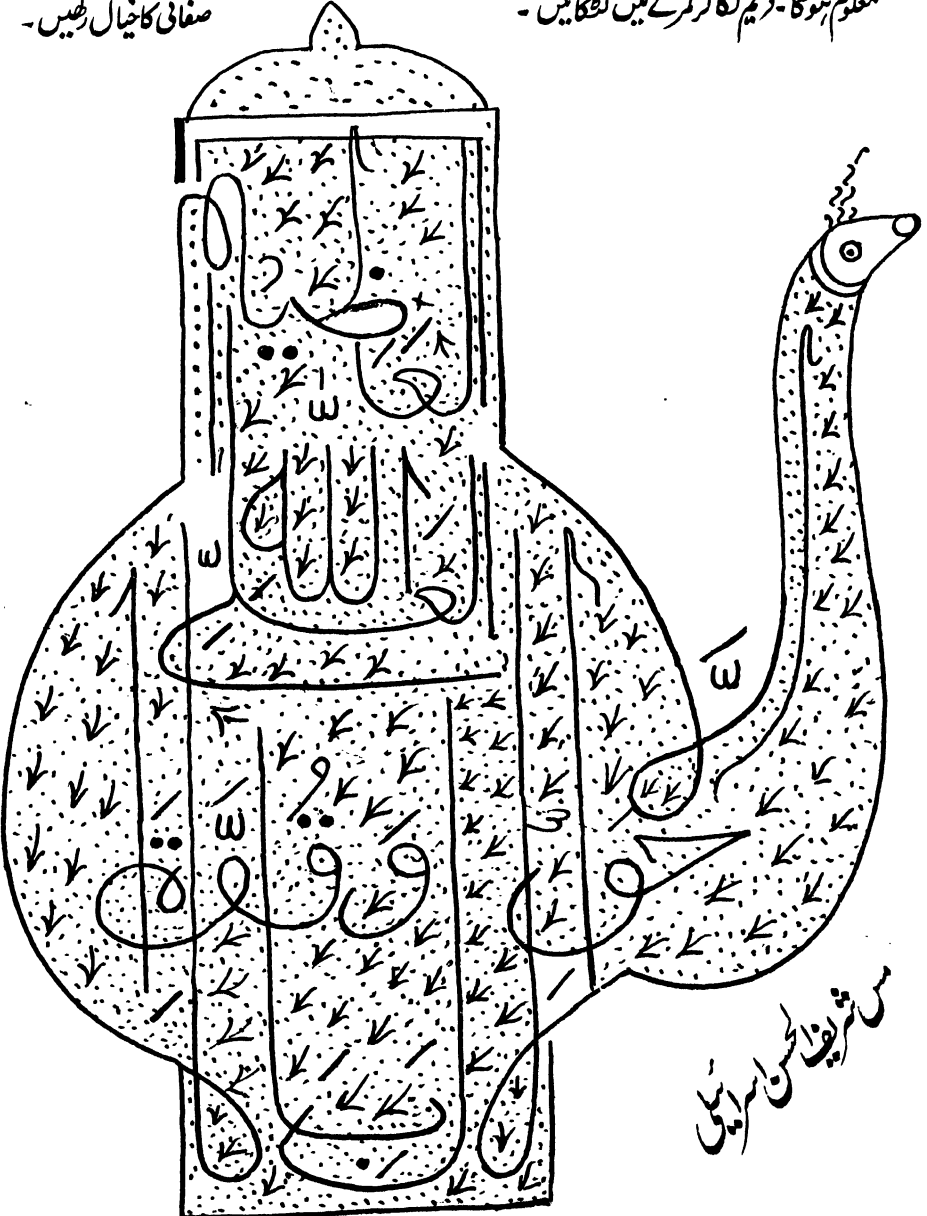
مس شریف الحسن اسرائیلی

خانہ داری

درازیٔ عمر کے چار راز

(۱) خوراک۔ روزانہ خوراک کا بیشتر حصہ قدرت کی گود سے براہ راست حاصل کرنا چاہئے یعنی کچی اور زندہ غذا ہو۔ مثلاً تازہ میوہ سبزیاں وغیرہ اگر کسی سبزی کو پکایا بھی جائے تو صرف اس قدر کہ اُس کے معدنی نمک ضائع نہ ہوں۔ اکثر ترکاریاں اور میوے چھلکے سمیت کھانے چاہئیں۔ ان میں غذائیت اور آنتوں کو صاف کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ دودھ مکھن وغیرہ بخوبی چربی اور خشک میوے مٹھاس پیدا کرتے ہیں۔ میدے کی بنی ہوئی ہر شئے سے پرہیز ضروری ہے۔ تیز گرم مصالحہ اور بسیار خوری اور کھانے کے وقت بہت پانی پینا بھی پرہیز کے قابل باتیں ہیں پانی زیادہ پینے سے غذا پتلی ہوجاتی ہے اور اس میں قوت نہیں رہتی۔ تیزاب پیدا کرنے کیلئے میوے روٹی یا میدہ کی چیزوں کے ساتھ نہ کھائیں۔ میدہ اکیلا کھائیں۔ کبھی کبھی روزہ بھی رکھ لینا چاہئے یا ۲۴ یا ۴۸ گھنٹے غذا سے بالکل پرہیز کریں (۲) صبح کے وقت گرم یا ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے اور خون خوب گردش کرتا ہے۔ ورزش کرنی چاہئے۔ جسم کو ہوا اور روشنی کی ضرورت ہے۔ اندھیرے میں ڈراؤنی صورتیں ہی پیدا ہوتی ہیں (۳) ورزش مالش اور جسم کی جگہ جگہ سے چپی بہت مفید ہے کھلی کھڑکی کے سامنے سانس کی ورزش اچھی ہے۔ پیدل چلنا بہت فائدہ دیتا ہے (۴) خیالات تندرست رکھو۔ خوش رہو اور زندہ رہنے میں مسرت محسوس کرو متوحش اور غمگین خیالات کو دل سے بالکل دور کردو۔

جلد کے کھیل میں احتیاط

جن بیبیوں کو ٹینس کھیلنے کا شوق ہے یا دور تک سیر کو جانے کی عادت ہے انھیں اپنے استعمال کے لئے یہ کریم خود بنا لینی چاہئے۔ سفید موم ایک ڈرام۔ سپرمے سٹی Spirmacile چوتھائی اونس۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ایک برتن میں جس میں دو اونس ویسلین اور ایک اونس میٹھے بادام پڑے ہوں ڈالیں موٹے لوہے کے کڑچھے میں اس برتن کو رکھ کے اس مرکب کو پگھلا لیں اور ایک اونس گرم کیا ہوا روز واٹر ملائیں۔ اس کے بعد عطر گلاب کے تین قطرے اس میں ڈالیں۔ ان سب کو ایک پھانٹے ہوئے انڈے میں اس قدر ملائیں کہ یہ گاڑھا اور سفید اور ملائی دار ہوجائے ٹھنڈا ہوجانے پر ایک ڈھکنہ دار گلھیہ میں استعمال کے لئے رکھ لیں۔

کھیل یا سیر سے پہلے یہ ذرا سی کریم پوروں میں لگا کر جلد پر اس طرح ملیں کہ بالکل جذب ہوجائے پھر کسی ملائم کپڑے سے چہرہ پونچھ ڈالیں۔ پھر چھاچھ یا جئی کے آٹے کے پانی Oat-meal water سے بار بار دھوئیں۔ اوٹ میل واٹر کی طیاری کی ترکیب یہ ہے کہ یہ آٹا سوا تولے کے پانی میں رات بھر بھیگا رہنے دیں صبح کے وقت پانی کو خوب ملائیں استعمال کے لئے تیار ہے۔

اب چہرہ نرم تولیہ سے خشک کرلیں دو ڈرام اوکسائڈ آف زنگ oxide of zinc چار ڈرام خالص گلیسرین glycerine اور دو اونس روز واٹر ملا کے اسے جلد پر خوب لگائیں اور خشک ہوجانے دیں۔ پھر پوڈر لگائیں اور ہاتھ سے ہوا کردیں اس سنگھار سے معمولی کھیل اور سیر کے دوران میں بالکل ٹھیک رہے گی جلد خوب چکنی رہتی ہو۔ کھیل یا سیر کی نقل و حرکت سے چکنائی کے غدود فعل میں آکے جلد کو زیادہ چکنا کردیا کرتے ہیں۔ اس لوشن کی ایک چھوٹی شیشی ساتھ رکھیں اور بیچ بیچ پوڈر کرلیں

اگر ہتھیلیاں سُرخ اور ہاتھ کی پشت چہرہ کی جلد کی طرح صاف اور ہموار نہ ہو تو اس کی طرف فوراً توجہ کرنی چاہئے۔ ہاتھ کا لوشن غسل خانہ میں ہمیشہ موجود رکھیں۔ جب ہاتھوں کو پانی سے واسطہ پڑے اس لوشن کے چند قطرے ہتھیلی میں ڈال کے جلد میں ملیں

آپ دیکھیں گی کہ پانی کے استعمال کے بعد جلد میں کوئی چپچپاہٹ معلوم نہ ہوا کریگی اور ہاتھ ہلکے ملائم اور دلکش معلوم ہوا کرینگے ہاتھوں سے رعنائی میں اضافہ ہوگا۔

بالوں کے دو نسخے بال گرنے سے عورتیں بڑی پریشان ہوتی ہیں۔ اس کے لئے آڑو کے درخت کے پتے منگا کے سایہ میں سکھالیں حسب ضرورت ان میں سے پتے کسی برتن میں رکھ کے ان پر کھولتا ہوا پانی ڈالیں چند گھنٹوں بعد پانی چھان لیں۔ جب بال دھوکے اور خوب مل کے صاف کریں تو آخر میں اس پانی سے دھوئیں۔ بال گرنے بند ہو جائیں گے ان کے استعمال سے بالوں کا رنگ بھی نہ بدلے گا۔ اس پانی کے استعمال کا یہ اثر یہ ہے کہ بالوں میں لہریں اچھی قائم کی جاسکتی ہیں۔ اور اور یہ پانی لہروں کے لوشنوں سے بہتر ہے۔ پانی نیم گرم استعمال کیا جائے۔

جن بیبیوں کو مستقل لہروں اور چھلوں کا شوق ہو ایک شانہ چھلے بنانے کا لوہا اس کام کے لئے بہت کار آمد ہے۔ جو لوہا ٹھنڈا استعمال کیا جاتا ہے انگلی سے چھوٹا ہوتا ہے اور آسانی سے کام میں لایا جاسکتا ہے پیچ چھلے بال سکھاتے وقت کوئی چیز نہ ملنے پر بلال سے ہی جگہ پر قائم رکھے جاسکتے ہیں۔ جب بال سوکھ جائیں یا انہیں سر کے برابر رکھ کے کنگھی کر لی جائے۔ جب وقت پر لہروں کا لوشن منظور نہ ہو تو ہاتھوں کا لوشن کام دے سکتا ہے۔ لوشن پتلا ہو۔ گاڑھا ٹھیک نہ بیٹھے گا۔ بالوں میں دل کو خوش کرنیوالی خوشبو بھی آجاتی ہے۔

جلد کی تازگی عنفوان شباب میں جلد میں خوبی و رعنائی ہوتی ہے جو عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ کافور ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جلد اور جلد کے نیچے کے پٹھوں کے خانے کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ انہیں ایک ہلکی سی تحریک کی ضرورت ہوتی ہیں کہ وہ بیدار ہوسکیں۔ صبح و شب انہیں زندہ کیا جائے تو جلد میں صحت کی وہ تازگی اور شگفتگی آجاوے گی جو جوان ہملہ کو بڈھی کھال سے ممتاز کرتی ہے۔ اس میں عمر سے واسطہ نہیں بے وقت بھی جلد سے بڑھاپا برسنے لگتا ہے۔ اس غرض کے لئے مشاطۂ حسن متقویات جلد Skin tonic مہیا کرتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ یہ بالکل ہلکی استعمال کریں البتہ اگر جلد خاص طور پر ڈھیلی اور جھری دار ہوگئی ہے تو تیز دوا استعمال کی جاسکتی ہے۔ ہلکی دوائیں جلد کھینچنے اور زندہ کرنے کی خوبی ہوتی ہے۔ اگر آپ کی جلد کی بناوٹ نہایت ملائم و شفاف ہے تو بہت کھینچ کرنے والی مقویات سے پرہیز کریں بالخصوص جبکہ آپ کی جلد کا میلان خشکی کی طرف ہو تیز دوا بیمار ڈھلکی ہوئی اور ایسی جلدوں کے لئے ہے جن کے پٹھے پھولے پھولے ہوگئے ہوں اور جھک رہے ہوں ان کے لئے فی الواقع زبردست اور اندر تک اثر کرنے والی ٹونک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ٹونک کو پانی کی طرح کھلے دل سے استعمال کریں۔ سب سے پہلے اس سے صاف کرنے والی کریم دور کریں۔ ملائم سے ملائم صاف کرنے والے کاغذ سے بھی ننھے ننھے ذرے مساموں میں سے نہیں نکلتے۔ اس سے کھل جاتے ہیں۔ ایک بی بی صابن اور پانی کی بجائے ٹونک سے جلد صاف کر کے اس قدر خوش ہوئیں کہ صابن اور پانی چھوڑ دیا مگر اس بات سے گھبرائیں کہ جلد میں چکنا بن باقی رہجاتا ہے مگر بھولی بی بی نے یہ نہ جانا کہ یہی تو چیز ہے جو جلد کو طاقت دیتی ہے ٹونک نے دہرا کام کیا۔ صاف کرنے والی کریم کا اور جلد کو طاقت پہنچانے کا۔

ریشمی روئی کی گدی ہاتھ سے استعمال کرنے کی بجائے اسے ایک تیلی میں باندھیں۔ ہاتھ سے جلد کے پٹھے غیر ضروری طور پر کھنچ کے جھریاں پیدا کر دیتے ہیں۔ ڈنڈی والی گدی مضبوط اور مناسب شکل کی ٹھنڈے پانی میں بھگو اور نچوڑ کے بنائیں اور ٹونک میں ڈبو کے چہرہ پر کم از کم رات کے وقت پانچ منٹ تک تھپکی سے لگائیں۔ صبح کے وقت جلدی ہو تو ذرا کم دیر لگائیں

اگر آپ نے کبھی ٹونک کا استعمال نہیں کیا تو پہلی مرتبہ اس عمل سے بے حد لطف آئے گا۔ رگ وپے کو حظ حاصل ہوگا۔ جلد میں قوت تازگی ایسی معلوم ہوگی گویا سمندر میں بجرہ چل رہا ہے اور ہوا کے ہلکورے آپ کو وجد میں مبتلا کر رہے ہیں۔ رات کے صاف کرنے والی کریم سے جلد کو خوب صاف کر کے لگائیں تو تھکن دور ہو کے ایک حیرت انگیز تازگی کا احساس پیدا کرے گی دن بھر کا بوجھ اور تھکن دور ہو جائیگی صبح کے وقت منہ ہاتھ دھونے کے بعد ایک نئی گدی ٹونک میں بھگو کے اور صاف کرنے والی کریم میں ڈبو ڈبو کے لگائیں۔ جلد کے سب پٹھے بیدار ہو ہو جائیں گے اور جلد میں ایک نئی زندگی معلوم ہوگی۔ گدیاں ہمیشہ نئی طیار کریں (ایک دفعہ استعمال کر کے پھینک پھینک دیں)۔

خانگی ٹوٹکے

پیاز کے دو ٹکڑے کریں ایک ٹکڑا فولادی سطح پر ملیں۔ عرق چند منٹ اس پر لگا رہنے دیں۔ پھر کسی خشک کپڑے سے رگڑ کر چلا دیں۔ فولاد بالکل صاف ہو جائے گا۔ پیاز سے سفید اینل کا روغن صاف کیا جا سکتا ہے۔ ایک دو پیاز تھوڑے سے پانی میں اس قدر ابالیں کہ وہ نرم ہو جائیں اور پھول جائیں۔ چھلنی میں سے عرق و پیاز کو نکالیں۔ دھبے اور نشان بہت جلد کافور ہو جائیں گے۔

جن سپنجوں میں صابن رہنے دیا جاتا ہے وہ چکٹ جاتے ہیں انھیں آدھا پانی اور آدھا سرکہ میں آدھ گھنٹہ پڑا رہنے دیں پانی سے دھو کر پھر ٹھنڈے پانی سے دھار دیں۔ دھوپ میں سکھائیں بالکل درست ہو جائیں گے۔

بال اڑانے والی دوا کبھی چہرہ پر نہ لگائیں ملائم جلد کے لئے تو یہ خطرناک ہے۔ بجلی کے علاج Electrolysis سے یہ دور ہو سکتے ہیں مگر ہندوستان میں یہ ترکیب رائج نہیں اور کہیں ہو تو کامیاب نہیں۔

کیڑے کریوسوٹ creosote کی بُو سے بھاگتے ہیں ایک تاگا اس میں سے بھگو کے تختہ کے پاس باندھ لیں مچھر وغیرہ پاس بھی نہ پھٹکیں گے۔

فلالین کے پتلوں میں گھاس کے دھبے آجائیں تو دھبہ کا مقام میتھلیٹڈ سپرٹ میں ڈبوئیں۔ پھر خالص صابن گرم پانی میں گھول کر برش سے اس پر لگا کے برش کر دیں۔ اگر پتلون خشک دھلائی سے صاف کی ہے تو ذرا سا ایتھر ether روئی کے پھائے لگائیں۔

میٹاٹون Metatone (Park Davis) کے استعمال سے تھکی تھکی عورتوں کو بھوک لگنے لگتی ہے اور تھکن بھی جاتی رہتی ہے۔

سنگترہ کا چھلکا سکھا کے باریک کر لیا جائے یہ غسل کے نمکوں کا بہترین قائم مقام ہے۔ اس سے جسم کی کھال سفید ہوتی ہے اسی سفوف پر مصری کی ڈلیاں اس قدر رگڑیں کہ وہ بالکل زرد ہو جائیں۔ یہ مصری پڈنگ میں ملانے سے اسے دلفریب ہلکی سنگترہ کی خوشبو عطا کرتی ہے۔

محمد ظفر

شلجم کا آچار

شلجم چھیل کر کاٹ کر گول گول ٹکڑے کاٹ ڈالو۔ پھر ان کو تھوڑا ابال ڈالو اور چھلنی میں ڈال کر رکھ دو۔ سب پانی بہہ کر نکل جائے۔ نصف بوتل سرکہ میں نصف سیر املی بھگو دو۔ تھوڑی دیر کے بعد مل کر چھلکے بیج نچوڑ کر پھینک دو۔ اس میں سرخ مرچ کا سفوف ایک چھٹانک۔ نمک دو چھٹانک۔ دھنیا سفوف شدہ نصف چھٹانک۔ ہلدی نصف چھٹانک۔ گڑ دو چھٹانک سرسوں کا خالص تیل ایک پاؤ ان سب اشیا کو ایک جان کرلو۔ اب اس میں شلغم کے قتلے جو ابلے ہوئے چھلنی میں رکھے ہیں لپیٹ لپیٹ کر مرتبان میں ڈالتی جاؤ ان قتلوں کی مقدار اس قدر ہو کہ سب خوب اچھی طرح اس مصالحہ میں لت پت ہو جاویں۔ تقریبًا دو سیر اس مصالحے کے لئے کافی ہوں گے۔ اس مرتبان کو ہر روز ہلادیا کرو اور ٹکڑوں کو اوپر نیچے کردیا کرو۔ ایک ہفتہ کے بعد کھانے کے قابل ہو جائیں گے۔ یہ اچار نہایت ہی زود ہضم قبض کشا ہوتا ہے۔ کھانے کو ہضم کرتا ہے مصفی خون بھی ہے۔

لاہور میں ایک سکھ بھائی کی دوکان ہے۔ انھوں نے اسی ترکیب سے اچار بنا بنا کر ہزاروں روپیہ پیدا کیا ہے چونکہ اس میں تیل اور سرکہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس لئے اس کا ذائقہ اس قدر عجیب وغریب ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کس طرح بنایا جاتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق بہت تجربات کئے آخر اب پتہ چلا کہ سرکہ اور تیل کی آمیزش ہے۔

اس قسم کے گول ڈبہ پر جو کہ بابا کی دوکان پر فروخت ہوتا ہے۔ لاگت صرف تین آنہ آتی ہے۔ اور فروخت ہوتا ہے ایک روپیہ کو اور سارے ہندوستان میں اس کی مانگ ہے۔

نادار بے کار بہنیں اس کو بنا بنا کر بڑے بڑے گھرانوں میں پھر کر اس کا نمونہ دکھا کر اس کی تجارت سے کیوں اپنی روزی نہ کمائیں؟

اسی ترکیب سے گوبھی کا آچار بھی بن سکتا ہے۔ کئی سال تک خراب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بات کسی بہن کی سمجھ میں نہ آسے تو جوابی لفافہ بھیج کر دریافت کرسکتی ہے۔ جن بہنوں نے میری کتاب "صنعت وحرفت" منگوائی ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھایا ہے ان کو معلوم ہے کہ میرے لکھے ہوئے نسخے کس پائے کے ہیں۔ جن بہنوں نے ابھی تک اس کو نہیں پڑھا ان کو چاہئے کہ عصمت بک ڈپو سے منگا کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔

امت الحفیظ

شکرانبہ میدہ چھٹانک بھر۔ کیریاں آدھ سیر۔ شکر سیر بھر۔ گھی آدھ پاؤ۔ کیریاں چھیل کر تراش لیں۔ پہلے میدہ کو نصف گھی میں سرخ بھونیں۔ پھر آہستہ آہستہ پانی ملادیں کہ میدہ کی گٹھلیاں نہ بن جائیں۔ جب میدہ خوب پک جائے۔ کیریاں تل کر اس میں چھوڑ دیں۔ جب کیریاں بھی گل جائیں تو چولھے پر سے اتار لیں۔ اور بقیہ گھی میں آٹھ عدد لونگیں۔ چھ الائچیاں کڑکڑا کر جب پھول جائیں شکرانبہ بگھار دیں۔ شکرانبہ کمی قدر تیلا ہی پسند کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس میں خربزہ کے چھلے ہوئے بیج تل کر شامل کر دیتے ہیں۔

نوشابہ خاتون قریشی۔ بی۔ اے

سیر بین

مغربی عورتوں کے عجائبات برطانوی جزائر کی لڑکیاں بیحد حسین ہیں۔ گورے گورے چہرے، نیلگوں آنکھیں، گہرے سنہری بال۔ بایں ہمہ لنڈن ڈری کی لڑکیوں کو شوہر نہیں ملتے بات یہ ہے کہ اس جگہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں بہت زیادہ ہیں۔ ایک لڑکی نے آرزو ظاہر کی کہ کاش ماورائے آبشار سیاح یہاں آئیں اور ہم اُن کا بخوبی استقبال کریں۔ ہم میں سے ہزاروں کو شوہر نہیں ملتے کیونکہ لنڈنڈری میں مردوں کا ہی قحط ہے۔ ہم ایسی بیویاں بن سکتی ہیں کہ مرد فخر کیا کریں ہمارا حسن بیکار ہے۔

امریکہ میں ۲½ لاکھ طلاقیں، کھانے پینے، عادات و اخلاق اور خانگی گفتگو کے اختلافات کی بدولت ظہور پذیر ہوئیں مثلاً ایک عورت نے محض اس وجہ سے طلاق لی کہ دسترخوان پر اس کا شوہر بدتہذیبی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ ایک چھ مہینہ کی دولہن نے اس بنا پر طلاق لے لی کہ شادی کے بعد سے اُس کے شوہر نے غسل ہی نہ کیا تھا۔

مالدیپ کے مسلمان مالدیپ مونگے کے جزیروں کا مجموعہ لنکا کے جنوب مغرب میں واقع ہے اس میں ستر ہزار مسلمان آباد ہیں جن پر ایک سلطان حکمران ہے وہ لنکا کے ماتحت ہیں اور حاکم لنکا کو جو انگریزوں کی طرف سے مقرر ہے سالانہ خراج دیتا ہے جب خراج آتا ہے تو مالدیوی سپاہی اُسے اُتار اُتار کر حاکم کے محل میں پہنچاتے ہیں۔ اس وقت ایک دلچسپ رسم ادا کی جاتی ہے۔ یہ خراج اُس حفاظت کے بدلہ میں ہے جو انگریزوں نے ۱۹ویں صدی کے آخر میں کی ان کی کی تھی

یہ جزیرے تعداد میں دو ہزار ہیں۔ نقشہ پر نقطے سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہازوں کے راستے سے یہ دور ہیں بادبانی جہاز اور ان کے علاوہ کشتیاں ہی وہاں جاتی ہیں اسی لئے ان جزیروں پر موجودہ تہذیب کا بہت کم اثر پڑا ہے۔ ۲۱ جولائی کو وہاں سلطان نورالدین سکندر ثانی کی ۱۳ صوبوں اور ۲ ہزار جزیروں کے سلطان کی حیثیت سے رسم تاجپوشی ادا کی گئی۔ اس کی عمر ۴۰ سال ہے۔ یہ سلطان سابق محمد شمس الدین کا عزیز ہے اُسے چار سال ہوئے جزیروں نے دستور کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے برطرف کر دیا۔ یہ لوگ جمہوریت پسند اور ملاح ہیں۔ معزول سلطان ایک دور جزیرہ میں جلاوطن ہے۔ یہ جزیرے اس براعظم کے باقیماندہ حصے معلوم ہوتے ہیں جو کسی زمانہ میں ہندوستان کو افریقہ سے ملاتا تھا اور اب سمندر میں غرق ہے۔ یہ لنکا سے چار سو میل کے قریب دور واقع ہیں۔

جیوری میں عورتیں ریاستہائے متحدہ کی ریاست نیویارک میں اس وقت بارہ ہزار عورتوں کے نام جیوری میں درج ہیں صرف پچھلے سال ستمبر سے اُنہیں جیوری میں شامل ہونے حق حاصل ہوا ہے۔ اُن کی یہ خدمت رضاکارانہ ہے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق مرد اور عورت جیوری والوں میں فرق ہے۔ عورتوں کو اپنا فیصلہ دینے کی کوئی جلدی نہیں ہوتی۔ یہ مردوں کو ہی آفت رہتی ہے کہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے ذاتی کاموں میں جا لگیں۔ عورتیں غور سے شہادت اور بحث سنتی اور ایک ایک بات کا اندازہ کر کے اپنا فیصلہ دیتی ہیں۔ اُن پر جوشیلی تقریروں اور اسی قسم کے ہتھکنڈوں کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ البتہ ایک کمزوری سب میں پائی جاتی ہے کہ وہ دو دن سے زیادہ ایک لباس نہیں پہنتیں۔ اپنے

سنگھار کا خاص خیال رکھتی۔ اس کے برعکس مرد بھی بیٹی کے مقدمہ میں ایک ہی لباس پہنے رہتے ہیں۔

رفتار پر زنانہ اثر امریکہ میں رفتار کے متعلق تحقیقات کی گئی۔ نتائج یہ نکلے کہ بغیر مسافروں کی موٹر مسافروں والی موٹر کے مقابلہ میں زیادہ تیز چلائی جاتی ہیں۔ موسم سرما میں ۴۸ سو ڈرائیوروں نے بغیر مسافروں کی موٹریں ۴۳٫۷ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلائیں اور ۱۷۴۵ مسافر گاڑیاں ۴۳٫۲ میل فی گھنٹہ چلائی گئیں۔ گرمیوں میں اس سے بھی زیادہ فرق دیکھا گیا۔ بلا مسافر والیوں کی رفتار ۴۰٫۸ اور مسافر والیوں کی ۳۸٫۸ میل فی گھنٹہ رہی۔ مسافروں میں عورتیں اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ موٹر چلانے والے بغیر کہے خود رفتار میں احتیاط برتتے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کا مقابلہ کیا گیا۔ مرد عورت سے کسقدر تیز موٹر چلاتے ہیں۔ ۱۱۳۵۸ گاڑیاں ۲۴ نومبر سے ۳۱ جنوری تک زیر رکھی گئیں۔ ان میں سے ۱۰۲۴۹ (۹۰٫۲ فی صدی) کو مردوں نے ۴۳ میل فی گھنٹہ چلایا۔ باقی ۱۱۰۹ (۹٫۸ فیصدی) عورتوں نے اوسطاً ۴۱٫۰۹ میل فی گھنٹہ چلائیں گرمیوں میں عورتوں نے مردوں کے مقابلہ میں ۱٫۶ میل فی گھنٹہ زیادہ تیز موٹریں چلائیں۔ اوسطاً مرد ۲½ میل فی گھنٹہ مقابلہ عورتوں کے موٹر تیز چلاتے ہیں ہفتہ بھر میں دونوں اور ان کے وقتوں کے لحاظ سے رفتار میں کمی بیشی دیکھی گئی۔ دوپہر کے وقت رفتار سب سے کم ہوتی ہے۔ خیال ہے یہ کھانے کا اثر ہے خواہ اسی وقت کھا لیا ہو یا کھایا جانیوالا ہو۔ اتوار کے دن رفتار سب سے کم ہوتی ہے۔ اُس روز چھٹی کی وجہ سے سڑکوں پر موٹروں کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے۔ رستہ چلنے میں دقت ہوتی ہے۔ دوسرے چھٹی کی سیر میں کوئی جلدی نہیں ہوتی۔ جدھر منہ اٹھا چلدیئے۔

امریکہ میں کھلی سڑکوں پر ۴۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار عام ہے۔ ورنہ ستر ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑیاں وہاں چلتی رہتی ہیں۔ اس لحاظ سے ۴۵ میل وہاں بے ضرر رفتار سمجھی جاتی ہے۔

قُطبوں کے دن رات قطب شمالی سال بھر برف سے ڈھکا رہتا ہے اس لئے وہاں درخت اور آبادی بہت کم ہے تجارت بھی یونہی سی ہے وہاں ہمارے ۲۴ گھنٹے کے دن کے حساب سے ۶۵ دن کی مسلسل رات ہوتی ہے اس کے بعد ۲۴ دن کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ رات کے بعد سپیدہ صبح نمودار ہو گا جو روز بروز زیادہ تیز ہوتا جائے گا۔ اس کے ۲۴ دن مسلسل صبح رہے گی اور یہ ایک عظیم الشان آسمانی شعل کی طرح اُفق پر دائرہ کی صورت میں نقل و حرکت کرتی نظر آئیگی۔ اس کے ۲۵ ویں دن سورج پہلی مرتبہ نظر آئیگا یہ نیا سال ہے۔ اُس روز سورج کا صرف ایک ذرا سا کنارہ چند منٹ کے لئے نظر آئیگا۔ پندرہ دن تک سورج اس طرح نکلتا اور چھپتا رہے گا۔ البتہ اس کے نکلے رہنے کا وقت روز بڑھتا رہے گا اور دھوپ بھی زیادہ ہوتی جائے گی حتیٰ کہ آخر کار سورج اُفق سے پورا اُٹھ جائے گا اور سولھویں دن پورے ۲۴ گھنٹے دھوپ نکلی رہے گی۔ اس کے بعد سورج دائرہ کی صورت میں چکروں سے اوپر ہی اوپر بلند ہوتا جائے گا اسکے بعد سورج اسی طرح نیچے اُترنا شروع کرے گا۔ یہ کل زمانہ ۱۷۲ دن کا ہوگا۔ یعنی چھ مہینے مسلسل دن رہے گا۔ اس کے بعد ۱۶ دن شفق اور دھوپ کے اسی طرح آتے رہیں گے جس طرح سپیدہ صبح اور دھوپ کے پہلے آئے تھے۔ پھر ۲۴ دن مسلسل شفق رہے گی جس طرح ۲۴ دن مسلسل سپیدہ صبح رہا تھا۔ اس کے بعد ۲۴ دن پہلے کی طرح رات اور شفق رہے گی پھر ۶۵ دن کی وہی رات آجائے گی۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

ترکی بیڑہ۔ اس وقت ترکوں کی ایک جماعت لندن میں ترکی کے بیڑہ کے اضافہ و تقویت کے متعلق عملی تجاویز پر

غور کر رہی ہے۔ برطانیہ نے ۶۰ لاکھ پونڈ ترکوں کو اس غرض سے قرضہ دیا ہے کہ وہ اپنے بیڑہ کو بڑھائیں اور ساحلوں کو مستحکم کریں۔ آئندہ جنگ میں اس طریقہ سے انگریز ترکوں سے بحیرہ روم میں مفید اور زبردست کام لینا چاہتے ہیں۔

ترکی سلطانوں کے زمانہ میں ترکی جھنڈا جزائر برطانیہ کے شمال میں آئس لینڈ تک جا پہنچا تھا۔ ۱۶۲۰ء میں ایک ترکی بحری دستہ نے آئرلینڈ کے ساحل پر حملہ کر کے تباہی پھیلا دی تھی۔ افسوس ہے آج ترکی بحری کارنامے دنیا کو بہت کم معلوم ہیں۔ رؤف بے اتاترک کے غلبہ کی وجہ سے جلا وطن تھے۔ ہندوستان میں آکے انھوں نے لکچر بھی دیئے تھے۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد ہی اُنھیں معافی دیدی گئی اور اُنھیں وطن واپس آنے دیا گیا۔ اُنھوں نے ۱۹۱۲ء کی جنگ میں بڑے کارنامے دکھلائے تھے۔ مجیدیہ جہاز اُن کے زیر کمان تھا۔ یونان کے سارے بیڑہ نے اُنھیں ولبسٹہ بندرگاہ میں گھیر لیا تھا۔ وہ حیرت انگیز طریقہ سے اُن سے نکل کے اگلے روز ہی دور زو یرجا برسے اور صبح ہی صبح گولہ اندازی ہونے لگی۔ جنگ عظیم میں اُنھوں نے اپنے سے زبردست جہازی بیڑہ کے دانت کھٹے کر کر دیئے۔ اور بحیرۂ روم میں وہ خوب چھلی چھلیاں کا کھیل کھیلتے رہے۔ اتحادی سخت پریشان تھے۔ رؤف بے جرمنی جہاز ایمڈن کے سپہ سالار کے ہم پلہ ثابت ہوئے۔ وہ بھی اس جماعت کے ساتھ لندن میں آئے ہوئے ہیں۔

اچانک مالداری کا خطرہ نئی تہذیب نے جو مختلف شکلوں میں جاری کر رکھا ہے۔ آجکل کی بیکاری نے لوگوں میں آسانی سے مالدار بنجانے کا جُنون پیدا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں لاٹریاں جاری ہیں کہیں معمے حل ہو رہے ہیں۔ کہیں فٹ بال کے میچوں کے نتیجوں کے متعلق پیشگی اندازہ لگایا جا رہا ہے۔ ہارنے والوں کے سینکڑوں ہزاروں روپے برباد ہو جاتے ہیں اور جیتنے والے خوش قسمت کم کم ہیں۔ سوال یہ ہے کیا واقعی وہ لوگ خوش قسمت ہیں میز پر یا بساط پر جوئے کھیلنے والے بڑی بڑی رقمیں ہار کے زندگی سے اس قدر مایوس ہو جاتے ہیں کہ سینکڑوں خودکشی کر لیتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں تو ایسی خودکشیاں بے شمار ہیں کیونکہ وہاں جوا کثرت سے مختلف صورتوں میں رائج ہے۔

اللہ تعالےٰ نے آدمی کو جس حال میں رکھا ہے بالکل اُس کے حسب حال اور مناسب ہے۔ اسی لئے صبر و شکر کی تعلیم ہے روپیہ پیسہ مسرت و انبساط نہیں خرید سکتے۔ مالداری اپنے ساتھ نئی نئی مصائب لاتی ہے جن سے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے جنھوں نے لاٹریوں میں بڑی بڑی رقمیں جیتی ہیں اُن کے انجام ذرا غور سے پڑھیں اور دل سے کہیں کہ اے دل! میں جس حال میں ہوں خوش ہوں۔ مجھے ایسی دولت درکار نہیں!

چند سال ہوئے مسٹر ولیم رچرڈ ہل (انگلستان) کے ایک میوہ فروش کو لاٹری میں ایک لاکھ ۳۰ ہزار روپیہ کا انعام ملا دو سال بعد وہ اپنی موٹر کے اصطبل میں مردہ ملا۔

وے منفر کا ایک باشندہ ۱۳ ہزار روپیہ جیت گیا۔ چند ہی ماہ بعد ایک موٹر کی ٹکر میں وہ مر گیا۔ ایڈورڈ مارٹن ساکن گرینچ ایک مہاجن خوش قسمت سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں اُس نے ۳۹۰۰۰ روپیہ جیتے۔ سال بھر میں ہی وہ ڈاک گاڑی کے ایک درجہ میں مردہ ملا۔ ایک بیرسٹر فرینسس ہنرچ عمر ۲۱ سال مذکورہ کو ایک لاکھ چار ہزار روپے ملے۔ اسی لاٹری میں اس کے چچازاد بھائی کو ایک بڑا انعام ملا۔ چند ہفتے پہلے اس کے باپ کو ۲۶ ہزار ملے تھے۔ یہ خاندان خوش نصیب سمجھا جا رہا تھا کہ دو سال بعد بیرسٹر ایک موٹر کی ٹکر میں زخمی ہو کے مر گیا۔ اس کی لاش کے پاس خون آلود کاغذ پر یہ لکھا تھا۔ میری موت کا باعث اس روپیہ کو نہ سمجھو۔ اسے اپنے آرام پر خرچ کرتے رہنا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ مرنے والے کو کام کی کمی کا ہی خیال ستاتا رہتا ہے

چند ماہ کا ذکر ہے کہ لورپول میں ایک ۲۲ سالہ لڑکی مرگئی جو ایک کارخانہ میں ملازم تھی۔ تین سال ہوئے اُسے لاٹری میں ۸۷ ہزار روپیہ ملے۔ اتنی بڑی رقم بھی اُسے خوشیاں نہ دے سکی۔ اس کی قسمت خراب تھی۔ وہ اس کا سونہ عزیزوں کی امداد پر خرچ کرتی تھی انعام ملنے کے چندماہ بعد ہی اس کی ماں مرگئی۔ اس کی نسبت ہوچکی تھی مگر شادی کی نوبت نہ آئی۔ ویسٹ مورلینڈ کے ایک باشندہ کو ۱۹۲۷ء میں ۱۳ لاکھ روپیہ ڈربی کی لاٹری میں ملے۔ اُس نے اور چیزوں کے علاوہ موٹر بھی خریدی۔ اس میں بیٹھنے لگا کہ پاؤں پھسل گیا اور زخمی ہوگیا۔ اچھا ہو ہی رہا تھا کہ نمونیہ ہوگیا اور چلتا بنا۔ جب اُسے انعام کی خبر ہوئی تھی اس کا کلیجہ دھک سے ہوکے رہ گیا اور وہ رونے لگا۔ اس نے اتفاق سے کلب میں ٹکٹ خرید لیا تھا۔ اُسے رکھ کے بھول بھی گیا تھا۔ انعام کی خبر پاکے گھبرایا ہوا گھر کا کونہ کونہ چھاننے لگا۔ آخر ایک پرانی پھٹی جاکٹ میں ٹکٹ ملا۔ ایک اور شخص ڈوب نز کو بڑا انعام ملا۔ اُسے شادی مرگ ہوگئی اور مرگیا۔ انعام بھی لینے نہ پایا۔ کارڈف کی ایک گانے والی مس ہیبرس کا ۹۰۰۰ ۳ روپے کے انعام میں حصہ تھا۔ سال بھر میں ہی وہ موٹر میں مرگئی۔

پھلجھڑیاں امریکہ میں ایک لکھ پتی کی بیٹی یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی۔ اُس نے اپنی تعلیم بھی چھوڑ دی اور والدین کی عاق کر دینے کی دھمکی کی بھی پرواہ نہ کی۔ اُس نے پانچ پونڈ کمانے والے ایک کلرک سے شادی کرلی اور دو لاکھ پونڈ کی جائداد پر لات ماردی۔

ہولی ڈومیں ایک چوہے کا نام مسٹر جوزیفائن پیچ ہے اور فلمی تماشہ میں ۲۹۱ روپیہ روزانہ کماتا ہے۔ پچھلے سال اس کی آمدنی ۳۳۳ ۳ روپیہ تھی۔

برطانیہ میں ایک انجن ۷۰۳ گز کے فاصلے پر ۱۲۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلا۔ اس سے پہلے وہ ۱۲۰۰۵ اور اس سے بھی ۱۱۴ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلا تھا۔

ایک ۸۷ سالہ پادری نے ایک ۲۷ سالہ لڑکی سے شادی کی ہے۔ پادری نے کہا کہ میں اپنے آپ کو لڑکا محسوس کرتا ہوں۔

فرانس میں ایک لڑکی کا منگیتر جنگ میں گیا اور مارا گیا۔ منگیتر کا توام بھائی یہ دردناک خبر لایا۔ وہ اُسے پادری پاس لے گئی اور اُسے متوفی کا قائم مقام بناکے اُس نے متوفی سے نکاح پڑھوایا۔ اور دیور سے کہا اس خدمت کے بعد میرا تم سے کچھ واسطہ نہیں۔ وہ دن ہے اور آج کا دن۔ ۱۲ سال ہوگئے وہ ہرسال اپنے عالی شان مکان میں اس نکاح کی سالگرہ مناتی اور دعوت کرتی ہے۔ متوفی کا ایک مومی بت بنوالیا ہے ایک طرف وہ رکھ دیا جاتا ہے۔ اُس کے سامنے کھانے رکھدیئے جاتے ہیں جو بعد میں اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ پھر یہ عورت اسکا جام صحت نوش کرتی ہے۔

لندن میں ایک پیدائشی اندھی ۲۲ سالہ لڑکی کی بینائی عمل جراحی سے درست کردی گئی ہے۔ پہلے چیزیں اُسے دھبّے سے معلوم ہوئے پھر وہ چہروں کو دیکھ کے دیر تک روتی رہی۔ وجہ یہ بتائی کہ میں سمجھتی تھی کہ سب لوگ خولصورت اور خوش خورم ہیں مگر حالت دوسری نظر آئی اس لئے میرا دل بیٹھ گیا۔

محمد ظفر

نئی کتابیں

موجِ تخیل:- محترمہ نوشابہ خاتون بی اے کا مجموعۂ کلام اس نام سے شائع ہوا ہے جو زیادہ تر ملی، نسوانی نظموں، اور چند قصیدوں سہروں، اور نوحوں پر مشتمل ہے۔ موصوفہ عصمتؔ کی اُن مخصوص و مشہور شاعرات میں سے ہیں جنہوں نے اپنی بلند پایہ نظموں سے ہماری زبان اور ادب کی کافی توسیع کی ہے اور جن کے کلام کا بیشتر حصہ عصمتؔ میں شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ ان کی شاعری دورِ حاضر کی ضروریات کے مطابق ہے۔ اس لئے اور بھی قابل قدر ہے۔ وہ تغزل کے بدنام عنوان سے گل و بلبل کی پرانی حکائتیں نہیں سناتیں بلکہ ان کے اشعار عہدِ نو کے ایسے موثر نغمے ہیں جو طبیعت میں جوش و خروش پیدا کئے بغیر نہیں رہتے۔ انہیں مسلمانوں کی زبوں حالی اور عورتوں کی پستی کا بڑا قلق ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی زندگی رنج و الم کا ایک سلسلہ لاانتہائی ہے۔ اس لئے ان کے قلم سے جو بھی شعر نکلتا ہے وہ براہ راست دل پر اثر کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے کہ ان کا دل حساس ہے خود ہی ایک جگہ لکھتی ہیں:-

ہے اہلِ خرد کے لئے احساس مصیبت　　٭　　وہ خوش ہے جو شرمندۂ ادراک نہیں ہے

وہ کہیں فتوحِ اسلام پر خوشی کے نعرے لگاتی ہیں اور کہیں قوم کی بے لبی پر ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں لیکن وہ حالات سے مایوس نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک نجات اور بہتری کا ذریعہ انجماد اور لاچاری پر قناعت نہیں بلکہ جدوجہد اور جنبش پیہم ہے۔ نغمۂ حیات کے دو شعر سنئے:-

اپنی ہستی کو مٹا کر بن فروغِ انجمن　　٭　　شمع سے کچھ سیکھ لے سوز و گدازِ زندگی
ہے سکونِ موت سے بدتر سکونِ انجماد　　٭　　سعی و حرکت دہر میں ہو امتیازِ زندگی

اسی طرح صفحہ ۱۳۸ پر مسلمانوں سے مخاطب ہیں:-

مسلمِ خوابیدہ اک بت تک یہ جمودِ بے حسی　　٭　　سارباں کچھ ہوش میں آ، کارواں خطرے میں ہے
مسلمِ بے دست و پا، بند سلاسل توڑ دے　　٭　　آستاں نرغے میں تیرا، آشیاں خطرے میں ہے۔

اور نوجوانوں سے کہتی ہیں:-

پھونک دے سرگرمی روحِ عمل ہر ذرّے میں　　٭　　انجماد افسردگی کا قلب میں پیدا نہ کر

اپنی صنف کی ترقی و بہبودی کی تو وہ خاص طور پر ساعی ہیں، چنانچہ اُن کو یہ پیغام دیتی ہیں:-

عورتوں کو چاہئے ہمت کریں مردانہ وار　　٭　　کامیابی کا ہے جب ذوقِ عمل پر انحصار
اعتمادِ نفس، خود ضبطی، ہمارا ہو شعار　　٭　　مردہ سے بدتر ہیں دنیا میں نہیں جو صرف کار

پاؤں پر اپنے کھڑا ہونا خدارا سیکھئے
کچھ تو اپنی آپ قسمت آزمانا سیکھئے

ان چیزوں کے علاوہ، موصوفہ نے حیاتِ انسانی کے مختلف پہلوؤں پر بھی شاعرانہ انداز میں ناقدانہ نظر ڈالی ہے فلسفۂ زندگی کو کس خوبی سے بیان کرتی ہیں:-

نقش برآب زندگانی ہے ❊ ساری یہ کائنات فانی ہے
درد انگیز یہ کہانی ہے ❊ زندگی موت کی نشانی ہے
کوچ اک دن یہاں سے کرنا ہے
آخرش ایک روز مرنا ہے

یا طیش کے متعلق یہ شعر ملاحظہ فرمائیے :۔

انجام غضب آہ پشیمانی ہے ❊ چھائی جو خرد پہ ظلمت نادانی ہے
ایندھن ہے تعصب کا شرر غصے کا ❊ ہاں خرمن جاں کی سوختہ سامانی ہے

"الغرض موج تخیل" کا زیادہ تر حصہ دل و دماغ پر ایک کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ اور بے ساختہ داد دینے کو طبیعت چاہتی ہے الحمد للہ میدان ادب میں اب تو ہماری عورتیں بھی مردوں کے برابر آرہی ہیں۔ اگر کتابت یا املا کی ایک آدھ جگہ غلطی نظر آئے تو نکتہ چینی کیوں کی جائے جبکہ گنتی کی چند کتابوں کو چھوڑ کر اردو کی کوئی کتاب ان عیوب سے پاک نظر نہیں آتی :۔

موج تخیل اعظم پریس چار مینار حیدرآباد دکن سے ۷۶ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت درج نہیں۔

سبد گل :۔ اردو زبان کی ترویج وہمہ گیری کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اس کے جاننے والے دنیا کے قریب قریب ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ نیروبی (مشرقی افریقہ) جیسی دور دراز جگہ میں بھی جہاں تعلیم وتربیت برائے نام ہے اردو کی ایک انجمن قائم ہے۔ اس عرصہ میں اس نے جو کچھ کیا ہے وہ غنیمت اور قابل تعریف ہے۔ اس کے ناظم محمد شریف صاحب نے "سبد گل" کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے اس میں اس انجمن کے مشاعروں میں حصہ لینے والے شاعروں کا کلام اور مباحثوں کا خلاصہ ہے۔ شروع میں حاجی اسلم صاحب چشتی کا دلچسپ مقدمہ بھی ہے۔ افریقہ سے اردو کی کتاب کی اشاعت خود اردو کے حق میں نیک فال ہے۔ اس انجمن کے اراکین یقیناً ہندوستانیوں کی ہمت افزائی کے مستحق ہیں۔ کتاب مجلد اور چھوٹے سائز کے ۸۴ صفحوں پر شائع ہوئی ہے۔ کتابت طباعت خوبصورت، قیمت ڈیڑھ شلنگ، بزم ادب نیروبی (مشرقی افریقہ) سے منگائیے :۔

مرثیہ اقبال :۔ علامہ اقبالؒ ہماری زبان کے بہت بڑے شاعر اور قوم کے بہت بڑے مصلح تھے۔ ان کی شاعری ایک مستقل پیام ہے جو مسلمانوں کو حیات تازہ بخشتی ہے۔ ایسے بلند پایہ مفکر کی وفات پر ان کے بے شمار عقیدتمندوں کا مرثیے اور نوحے لکھ کر خراج تحسین ادا کرنا حسب توقع تھا۔ اس سلسلے میں جناب اسد ملتانی کا مرثیہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ موصوف کا شمار مشہور اور اچھے شاعروں میں ہے۔ ان کے اشعار دلی جذبات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ "مرثیہ اقبال" میں انھوں نے صرف رنج والم ہی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ علامہ مرحوم کی شاعری پر بھی مختصر طور پر روشنی ڈالی ہے۔ پرویز صاحب کا غیر ضروری مقدمہ بھی شامل ہے چھوٹے سائز کے ۲۸ صفحات۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی خوبصورت۔ ۲ر میں دفتر شمس ملتان سے ملسکتا ہے۔

شمیم سوزن کاری :۔ ادیب اعظم حضرت علامہ راشد الخیریؒ کے قائم کردہ ادارہ عصمت نے مولانا رازق الخیری کی بدولت خواتین ہند کی جو زبردست خدمات انجام دی ہیں، ایسا کون کور مذاق ہوگا جو ان سے واقف نہ ہو۔ مولانا رازق الخیری ہندوستان کے وہ پہلے صحافی ہیں جنھوں نے بے شمار ادبی و اصلاحی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ زنانہ دستکاری کی مفید مطبوعات کا بھی انتظام کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہماری عورتیں

ترقی کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہیں لیکن اسکے ساتھ ہی وہ مشرقی جوہر سے غافل نہ ہوں۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے جوہر نسواں جاری کیا جو مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کا واحد رسالہ ہے اور چار سال سے خواتین کے لئے بہترین صنعتی لٹریچر پیش کر رہا ہے۔ یہ رسالہ ہر سال سالگرہ نمبر کے علاوہ ایک خاص نمبر کتابی صورت میں نکالتا ہے۔ اس دفعہ کا خاص نمبر شمیم سوزن کاری کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کارآمد کتاب کی مرتبہ مس سعیدہ ضمیر الدین ہیں جنھوں نے دستکاری میں اچھا خاصا نام پیدا کر لیا ہے۔ کتاب کی افادیت و عمدگی کا اندازہ چند ابواب کے عنوانات سے کیجئے۔ اسٹینلنگ۔ زر کا کام۔ جالی کا کام۔ کارچوبی کا کام۔ کامدانی کا کام سلک ایمبرائڈری۔ چکن کاری۔ شنائل اور شاکولیس کا کام۔ کلابتون اور ریشم کا کام۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض سوزن کاری سے متعلق کوئی ایسا موضوع نہیں چھوڑا گیا ہو۔ ہدایتیں آسان اور نقشے لاتعداد ظاہری شان و شوکت بھی خاصی ہے۔ بلاک کی تصویریں ایک درجن۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ۔ سائز عصمت۔ کا صفحات سوا سو۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ۔ دفتر جوہر نسواں کوچہ چیلان دہلی سے طلب کیجئے۔

ملت اور وطن اس چھوٹے سے رسالہ میں مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کے وہ مشہور مضامین یکجا کر دیئے گئے ہیں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اقوام اوطان سے بنتی ہے یا مذاہب سے اول الذکر قوم کی اساس وطن اور ثانی الذکر مذہب قرار دیتے ہیں مسئلہ اہم ہے اور ضرورت جذبہ کی نہیں تعقل کی ہے۔ دلچسپی رکھنے والی خواتین و حضرات کو دونوں مضامین بغور پڑھ کر نتیجہ خود مرتب کرنا چاہئے۔ قیمت ۲ر مطبوعہ ادارۂ شمس ملتان۔

پچھلے مہینے دفتر عصمت سے حضرت مصور غم کے مضامین نیسر است شائع ہوا ہے جس میں آٹھ کتابیں ہیں۔ ان پر اور دوسری موصولہ کتابوں پر آئندہ تبصرہ کیا جائیگا۔

صادق الخیری

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں (۱) نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے خوشخط لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ حمیدہ جہاں بیگم (دختر خواجہ مولوی محمد اسمٰعیل وکیل رئیس مرحوم) نے اور میری بھانجیوں سلطان و آمنہ بی بی دختران خان بہادر منہاج الدین صاحب سپرنٹنڈنگ انجینیرنگ پنجاب) نے اس سال بی اے کا امتحان لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا اور اب تینوں ل بی ٹی میں داخل ہوئی ہیں۔ میں مبلغ دو روپیہ کی حقیر رقم نادار فنڈ کے لئے روانہ کرتی ہوں۔

بیگم سید متین احمد دُرگ

نمبر خریداری ۷۶۹۷ کو معلوم ہو کہ وہ اپنی بہن کو سلفر سوپ Sulphur soap استعمال کرائیں جو کہ کھیلوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ میرا بلکہ تمام خاندان کا آزمایا ہوا ہے۔

ہمشیرہ یوسف علی ایچ۔ سی۔ ایس۔ حیدرآباد دکن

عصمت جون ۱۹۳۸ء کے پرچہ میں بہن خیر النساء صاحبہ خریدار نمبر ۲۹۸۷ کے جواب میں نسخے دیمک درج ذیل کرتی ہوں۔

اول زمین دو تین فٹ کھود ڈالیں پھر اس پر ایک حصہ فنائل میں پانچ حصہ پانی ملا کر چھڑکیں۔ اگر اس کو تیز کرنا ہو تو دو حصے مٹی کا تیل ملا لیجئے یا تو دیمک مر جائیگی یا وہاں سے بھاگ جائیگی۔ دوئم۔ ہینگ مٹی کے تیل میں ملا کر چھڑکنے سے بھی بھاگ جاتی ہے اور مٹی کے تیل میں نیلا تھوتھا ملا کر چھڑکنے سے کتابوں میں دیمک نہیں لگتی۔ یہ جواب ایک ضرورتمند گھیا کے مرض کے لئے مجرب نسخہ تحریر کرتی ہوں امید ہے بہت جلد فائدہ ہوگا۔ حرمل کے پھول

جسقدر مل سکیں لے لیں (آجکل بہت ملیں گے) پھر ان پھولوں کا گلقند حسب معمول ڈالیں ساون کا مہینہ گذرنے کے بعد پھر اس گلقند کا استعمال کردیں۔ خوراک ایک تولہ ہمراہ روغن گائے ایک چھٹانک کے استعمال میں لائیں چھاچھ اور دیگر بادی اشیا سے پرہیز کریں جسمانی دردوں کو آرام ہوگا۔

مس رئیس اشتیاق لکھیم پور

ماہ ستمبر کے عصمت میں کسی بہن نے سر میں لیکھ اور بال گرنے کی شکایت لکھی ہے اور آزمودہ دوا یا تیل دریافت کیا ہے میں اپنا آزمودہ نسخہ اور تیل لکھتی ہوں۔

دو انڈے (مرغی کے) لیکر ان کی زردی اور سفیدی کو خوب پھینٹ لیجئے اور اس سے سر دھو ڈالئے کیسا ہی چکنا سر ہوگا بال بالکل صاف ہو جائیں گے اور لیکھ بھی جاتی رہے گی۔ اس کے بعد اولے سے سر دھو ڈالئے۔ اولے کو رات کو گرم پانی میں بھگو کر آگ پر خوب پکا لیجئے۔ ہفتہ میں دو دفعہ سر دھویئے۔

تیل بریج انجن تیل استعمال کیجئے اس سے بال بڑھتے ہیں مگر دیر میں۔ یہ تیل بڑے بڑے شہروں میں ملتا ہے۔

بیگم سید متین احمد۔

کچھ عرصہ سے میرے جسم پر سفید باریک دھبے جن کو چھیپ بھی کہتے ہیں ہوگئے ہیں شروع میں پیٹ پر ہوئے اور اب وہ بڑھ کر دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر آگئے ہیں۔ کوئی بھائی بہن کوئی مجرب دوا تحریر فرماکر بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں بیحد ممنون ہونگی۔

مسز ممتاز محمد خان کلکیا پور۔ خریدار نمبر ۲۷۸۹

میرے ایک عزیز کے بغلوں میں بہت پسینہ آتا ہے اور جلد ہی قمیض میں بدبو ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہیں مہربانی فرماکر کوئی بہن یا بھائی آسان سا اور تجربہ شدہ نسخہ بتلائیں۔

رفیق النساء تسنیم صیفی نمبر خریداری ۶۱۹۷

میرے لڑکے کو جس کی عمر دس سال ہے بعد مغرب کچھ دھندلا سا نظر آنے لگتا ہے بچپن ہی سے یہ حالت ہے شروع میں تو کچھ توجہ نہ کی گئی خیال ہوا جیسے ہی کرتا ہے عادت چھوٹ جائیگی یونانی علاج کیا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ڈاکٹری علاج کی طرف توجہ کی گئی۔ لالٹین سے سب کام کرلیتا ہے

ناقابل اشاعت

افسوس ہے یہ مضامین شائع نہیں ہوسکتے ۱۵ اکتوبر تک اگر ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس بھیجے جاسکتے ہیں۔ ایڈیٹر

بچوں کی تربیت۔ نظم دعائیں۔ ہندوستانی مسلمان عورت۔ آجکل کی شادی تعلیم اور بے روزگاری۔ پانچ روپے کا منی آرڈر۔ تلاش سکون۔ ماں کے آنسو۔ شجر امید۔ فلسفہ موت۔ نسیم قسمت (نظم، کعبہ نظم) مرحبا پیاری عصمت مرحبا (نظم) تہنیت عصمت (نظم) آنکھوں کا تارا عصمت (نظم) ایک مطبوعہ قصیدہ (از لکھنؤ) الوداع اسکول۔ سوکن کا خط سوکن کے نام۔ قصور ہمارے رہنماؤں کا۔ ایک ٹائپ شدہ انگریزی مضمون (رہتک) بلبل اسیر (نظم) غزل (مرادآباد)۔ ہندوستان کی ایک مایہ ناز ہستی۔ کامیاب محبت۔ عدم پابندی پروگرام، تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ دوسروں کے عیبوں پر نظر۔ ضعیف الاعتقادی موت - تار برشگال۔ کھانسی کی عادت - قصیدہ (از بریلی) ڈنر پارٹی۔ علم و ہنر۔ تعلیم نسواں پر ہماری ایک نظر۔ مسرور دل پشیمانی۔ سراسر نور ہی نور ہے میری فریاد عصیاں پر (نعت) ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ آہ اے اقبال۔ اعتدال پسندی۔ تقریر (از بنگلور سٹی) جلسہ عید میلاد مبارک۔ عورت - محسوسات رنگین۔ تعویذ گنڈے (ڈرامہ) دولت و تندرستی۔ بے اطلاع جانا۔ قصیدہ (از مرادآباد) کہاں جارہے ہو کہاں جارہے ہو (نظم) زندگی کی موت۔ دیار کی عام تعلیمی حالت۔ دل میں نہ درد ہو تو زبان میں اثر کہاں اور مقصد حیات (نظمیں از میسور)۔ اے صبح خیز تی ما بر ملا بلاشدی (مترجم افسانہ) موسم بہار میں سکھی کی یاد۔ ٹھگے کی کہانی (از جنکا) پلنگ (ڈرامہ) دنیا میں دوزخ بہشت کے نظارے۔ ماں باپ ایثار کا صلہ۔ آہ میرا دوست۔ پارٹی تم کہاں ہو۔ سہرا۔ (دھولپورہ۔ پٹنہ) بیکس کی آہ (افسانے) عورت و مرد (حیدرآباد دکن) محبت کے سانچہ پر ایک نغمہ اور ایک نعت (از لاہور) فاطمہ (افسانے) منازل حیات۔ مرد کی نسبت عورت کسی طرح کمزور نہیں۔ حسد اور ظاہرداری۔ خدا کے نام۔ شوہر کی بیوی سے لاپرواہی۔

The Ismat Delhi

October 1938

دُوربین

ہسپانیہ وچین کی جنگ

ہسپانیہ میں خانہ جنگی برابر جاری ہے۔ بارسیلونہ کے عجائب خانہ پر ہوائی جہاز نے بم گرائے۔ شیر ببر اور معمولی شیر۔ تیندوے پنجرے ٹوٹ جانے سے باہر نکلے اور آپس میں لڑنے لگے مجبوراً چڑیا گھر کے محافظ نے اُنہیں گولی سے مار دیا۔ بندر جو بچے شہر میں بھاگ گئے۔ باقی ہر ایک جانور مر گیا۔

اب تک فرینکو کے ہوائی جہازوں کے بموں سے ۲۹۰ شہری مرے ہیں اور ۹۵ ۲ زخمی ہوئے ہیں۔

چین میں بدستور جنگ جاری ہے۔ جاپانی ہنکاؤ پر زہریلی گیسوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ چینی بہت بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

کانگریس کو سبق

کانگریس آج تک مسلمانوں کو رام نہ کر سکی اس کے باوجود ہندوستان کو آزاد کرانے کی دھن ہے۔ نحاس پاشا مصر کے قوم پرست سے ہندو لیڈر وقتاً فوقتاً ملے۔ انھوں نے جو کچھ کہا ایک صاحب نے آکے یہاں کچھ کا کچھ بتا دیا۔ اب نحاس پاشا نے تصریح کر کے اجازت دی ہے کہ اخبارات اس کو شائع کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک ہندوستان مذہبی اختلافات چھوڑ کر ایک کلمہ پر جمع نہ ہوگا ہندوستان آزاد نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب اکثریت اپنے قول و فعل سے اقلیت کو مطمئن نہ کر دے۔ دین کے اختلافات یا کسی فرقہ کی اکثریت اُسے ہرگز یہ حق نہیں دیتی کہ وہ دوسرے فرقوں پر ظلم و تعدی کرے یہ ناقابل عمل بات ہے۔ ثبوت میں ہمارا طرز عمل پیش ہے۔ ہم نے باوجود نہایت زبردست اکثریت میں ہونے کے مصر کے قبطیوں کو اس قدر زیادہ دیا ہے کہ اس کا انہیں خواب بھی نہ آ سکتا تھا۔ اسی لئے ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں میں سب سے زیادہ اس کا ساعی رہا ہوں کہ مسلمان اور قبطی متحد رہیں۔

یورپ کی پریشانی

سرویہ ترکوں کے قبضہ میں تھا ۱۸۷۸ء کی جنگ میں دول یورپ کی مہربانی سے وہ آزاد ہوا۔ مگر روس اُس پر حاوی ہو گیا۔ سرویہ کا پہلا بادشاہ ملن ۱۸۸۶ء میں تخت سے دستبردار ہوا اس کا بیٹا الگزنڈر اول جانشین ہوا۔ وہ ہوشیار تھا اور اس کی نگرانی سے نکلنے کی ادھیڑبن میں تھا کہ اُس نے اسے اور اس کی ملکہ کو اس طرح مروا دیا کہ چند برخاست شدہ افسر اُس کی سازش سے شاہی محل میں ٹوٹ پڑے۔ بادشاہ نے جب اپنے کمرہ کا دروازہ ٹوٹتا دیکھا تو ملکہ کو برتنوں کے صندوق میں چھپا دیا کہ وہ تو بچ جائے گی۔ باغیوں نے کمرہ میں گھستے ہی بادشاہ کو بُری طرح زخمی کر کے پچھاڑ دیا ملکہ کی چیخ نکل گئی باغیوں نے اُسے صندوق سے گھسیٹ لیا۔ اور دونوں کے ٹکڑے کر کے کھڑکی کے باہر پھینک دیئے۔ اُس کے بعد اس کا بیٹا پیٹر موجودہ بادشاہ کا دادا تخت پر بٹھایا گیا۔ اُس نے سرویہ کو سازشوں کا مرکز بنائے رکھا حتیٰ کہ اس کی مہربانی سے ایک سرد ی نے ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو آسٹروی ولی عہد کو مارا اور جس سے جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ جنگ ختم ہونے پر سرویہ کو یہ انعام ملا کہ وہ بہت بڑی سلطنت بنا دی گئی۔ اب اس کی حدود میں ۱۰ لاکھ بلغاریوں ۲۰ لاکھ کروٹوں ۱۰ لاکھ سلادوں ۵ لاکھ جرمنوں ۵ لاکھ گلیاریوں ۵ ۲ لاکھ البانویوں ۲½ لاکھ رومانیوں کے علاقے نئے شامل ہو گئے۔ اس طرح ایک کروڑ ۴۰ لاکھ کی رعایا میں ۷۰ لاکھ غیر قوموں میں جو ہر وقت حکومت کے خلاف اُدھار کھائے بیٹھی رہتی ہے اتحادیوں کو نئی سلطنت بناتے وقت یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس توڑ پھوڑ میں اُن کی موت ہے۔ اب جرمنی اور اطالیہ بڑھ رہے ہیں۔ آسٹریا جرمنی کے قبضہ میں جا چکا ہے۔ اٹلی بحیرہ
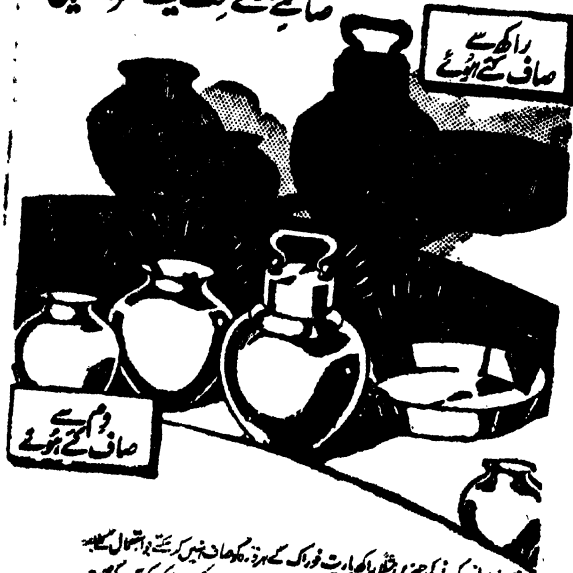
ایڈریک کے ساحل پر للچائی نظریں ہمیشہ سے ڈالتا رہا ہے۔ جبش سے فارغ ہو ہی چکا ہے۔ اب وہ وہاں کارستانی کرے گا۔ سرویہ کی مختلف قومیں اپنی سابقہ سلطنتوں میں شامل کئے جانے کا غل مچا رہی ہیں۔ یورپ پریشان ہے کہ کیا کرے۔ جرمنی نے اپنی مختلف سرحدوں کو اس طرح مستحکم کیا ہے کہ وہ تھوڑے خرچ اور محنت سے اپنے سابقہ مخالفوں کو جلینا حرام کر سکتا ہے۔ بلقان میں جو ریاستیں جنگ عظیم کے بعد بنائی گئی ہیں وہی اب یورپ کی بربادی کا باعث ہونیوالی ہیں۔

جنگ کا اندیشہ چیکوسلواکیہ اب جنگ عظیم کا باعث بنا چاہتا ہے۔ ہٹلر سوڈیٹین کے جرمنوں کو حقوق دلانا چاہتا ہے۔ وہ اپنی حکومت کی بےانصافیوں سے آشفتہ ہو رہے ہیں جگہ جگہ بلوے ہو رہے ہیں۔ مارشل لا کئی جگہ اعلان کر دیا گیا ہے جرمنوں نے اس جنگی قانون کی منسوخی کا مطالبہ کیا ہے۔ جسے حکومت نے نہیں مانا ہر وقت ڈر ہے کہ اگر کہیں اب جنگ ہو جائے۔ روس اور فرانس اس ریاست کے طرفدار ہیں۔ مگر روس اور اس ریاست کے درمیان پولینڈ حائل ہے۔ اگر روسی فوجیں پولینڈ میں گذریں وہ لڑیگا۔ بہرحال اگر جنگ ہوئی تو فرانس اور روس ایک طرف اور اٹلی اور جرمنی دوسری طرف ہوں گے انگریز بظاہر اس وقت غیر جانب دار ہیں مگر انہیں فرانس کا ساتھ دینا پڑے گا۔ بعد میں دوسری سلطنتیں خود بخود ایک نہ ایک فریق کے ساتھ ہو جائیں گی۔ یہ جنگ بھی جنگ عظیم کے بعد اتحادیوں کی کوتاہ نظری کی بدولت رونما ہوگی۔ کیونکہ انھوں نے مفتوحین کو کچلنے کے لیئے نئی نئی ریاستیں قائم کی اور نئی نئی شرطیں عائد کیں۔

ترکی اور ایران بھی مسلح ہو گئے ہیں اور فوج تیار کھڑی ہے۔ جرمنی نے اب سوڈیٹین کے سارے علاقہ کو جرمنی میں شامل کئے جانیکا مطالبہ کیا ہے۔ برطانیہ اور فرانس نے فیصلہ کیا ہے کہ جن علاقوں میں جرمنوں کی کثرت ہے انہیں جیکوسلاویکیہ سے الگ کر کے غیر جانبدار ریاست بنا دیا جائے اور اس کی محافظت جرمنی ہنگری پولینڈ رومانیہ اٹلی فرانس اور برطانیہ کرے۔ سڈیٹن کے جرمن جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین جرمنی گئے۔ ہر ہٹلر سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آخر ان کی کوشش سے چیکوسلوکیہ اس بات پر رضامند ہو گیا کہ جس طرح پنچوں کی مرضی اسی طرح سہی یعنی سوڈیٹن کو علیحدہ کر دیا گیا۔ وہ خود مختار ہونگے۔ البتہ فرانس و برطانیہ سے وعدہ لیا گیا کہ اگر جرمنی نے جنگ کی تو دونوں اس کی مدد کریں گے۔ دونوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ جرمنی وغیرہ میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ چیمبرلین صاحب کے استقبال کے لئے بڑی طیاریاں ہوئیں۔ کارخانوں میں چھٹیاں دی گئیں بظاہر یہ قصہ ختم ہو گیا ہے اور جنگ ٹل گئی ہے۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔

وزیرستان میں جنگ فقیر پھر نمودار ہو گیا ہے انگریزی فوجیں اس کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ یہ تیس سال کا لال ڈاڑھی کا نوجوان ہے۔ تقریر میں آگ برساتا ہے اصلی نام حاجی مرزا علی ہے۔ تقدس میں اور ملاؤں سے کم ہے مگر اپنی کرامات سے قبیلوں میں اور جرگوں میں بہت ہر دلعزیز ہو گیا ہے ۱۹۲۴ء سے پہلے اسے لوگ کم ہی جانتے تھے وہ سیاحت میں مصروف رہتا تھا۔ آخر جب اس کا رسوخ بڑھ گیا۔ تو ۱۹۳۶ء سے اُس نے بنوں کی نومسلمہ لڑکی کی حمایت میں نقل و حرکت شروع کی۔ انگریزی فوجوں سے اس کا مقابلہ ہوتا رہا۔ غاروں میں وہ ہوائی جہازوں کی زد سے محفوظ ہو کے قبیلوں کی نذر و نیاز قبول کرتا اور اسی روپیہ کو انگریزوں کے خلاف استعمال کرتا۔ پچھلے سال ارسل کوٹ کے غار سے وہ چار گھنٹے پہلے فرار ہو گیا ورنہ انگریزی دستہ کے ہاتھ آ جاتا۔ انگریزوں نے اس غار کو ڈائنامنٹ سے اُڑا دیا۔ وہ غاروں سے پروپیگنڈا جاری رکھتا ہے۔

تاروں کا جھرمٹ ضلع شیخوپور کے ایک گاؤں میں ایک عورت کے تین برس میں نو بچے ہوئے تین ۳۶ء میں تین ۳۷ء میں اور ۳۸ء میں یہ مزدور عورت ہے۔

سندھ کے حکام نے پانچ اوم منڈلی والوں اور پانچ مخالفوں کے خلاف نوٹس جاری کئے ہیں کہ کیوں اُن سے حفظ امن کے مچلکے نہ لئے جائیں۔ اوم منڈلی والوں میں بانی اور اُس کی بیوی اور تین ممبر عورتیں ہیں۔ بانی نے کہا میری شیرنیاں اپنے حقوق کے لئے جی کھول کے لڑیں گی۔ یہ جھگڑا اس بات پر ہے کہ عورتوں نے اوم منڈلی میں جا کے اس قدر استغراق دکھایا کہ اپنے گھروں اور شوہروں بچوں کو بھی بھول گئیں۔

مرکزی اسمبلی نے قانون کے ذریعہ فوج میں بھرتی ہونے سے کسی کے روکنے کو جرم قرار دیدیا ہے۔

پنجاب میں زراعت غیر زراعت پیشہ لوگوں کا جھگڑا اس حد تک طول کھینچ گیا ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ مالگذاری میں کچھ ترمیم کر کے غیر زراعت پیشہ لوگوں پر پانچسو سے دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی والوں پر انکم ٹیکس لگایا جائے گا۔

سول نافرمانی کے دنوں میں حکومت بمبئی نے کسانوں کی ۲½ ہزار ایکڑ زمین کرناٹک میں اور چار ہزار گجرات میں ضبط کر کے بیچ دی تھی۔ کانگریس کی پارٹی نے اسمبلی میں ان زمینوں کی واپسی پر زور دیا ایک وقت میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حکومت نہ مانے گی اور کانگریس کی وزارت مستعفی ہو جائیگی۔ اب حکومت نے منظور کر لیا ہے کہ سب زمینیں خریداروں سے جبراً خرید کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

کلکتہ کا ایک ۷۵ سالہ سابق وکیل اپنے چار بیٹوں سے ملنے ہوائی جہاز میں بیٹھ کے لندن گیا۔ لوگوں نے اسے اس عمر میں ایسے سفر سے منع کیا اور وہ خود بھی ڈرتا تھا مگر اُس ایسا سفر بڑا آرام دہ پایا۔ ہچکولے نہیں لگتے۔ کمرے بجلی سے گرم رکھے جاتے ہیں۔ آدمی بخوبی باتیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ باہر کی ہوا اندر اثر نہیں ڈالتی۔ اس کی رائے میں بڈھوں کو ضرور ہوائی جہاز سے سفر کرنا چاہئے۔

کناڈا میں پانچ عورتوں کی کوشش سے عورتوں کو سینٹ کا ممبر بننے کا حق حاصل ہوا۔ اب سینٹ کی عمارت پر ان عورتوں کے نام کندہ کر کے مرصع تختی پر لگائے گئے ہیں۔

مسلمان عورتوں کو طلاق وغیرہ کا حق ملنے کا جو مسودہ قانون مرکزی اسمبلی کے سامنے درپیش تھا کا وہ سیلکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

ترکوں نے دردانیال پر اُڑتے ہوئے ہوائی جہازوں کو گولوں کے ذریعہ زمین پر گرا دینے والی توپیں نصب کر دی ہیں۔

مشرقی پولینڈ میں ایک ۲۸ سالہ عورت نے اپنے اکلوتے گیارہ سالہ لڑکے کو لالچ دیا کہ تو اپنے باپ کو قتل کر دے میں تجھے موٹر سائیکل خریدنے کے لئے روپے دیدوں گی۔ لڑکا کئی روز پس پیش کرتا رہا مگر ماں تقاضہ کرتی رہی۔ باپ بیٹے کو روپیہ نہ دیتا تھا۔ آخر وہ ایک روز صبح ہی اُٹھا اور سوتے ہوئے باپ کے سر اور گردن پر کلہاڑی مار کے اُسے مار ڈالا۔ ماں کسی اور آدمی سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ ماں بیٹا گرفتار کر لئے گئے۔

مس زہرہ سید حیدرآباد کی ایک ماہر تعلیم کو لیڈس یونیورسٹی نے ایم۔ ای۔ ڈی کی ڈگری دی ہے۔

ایک لاری مسافروں سے بھری ہوئی لاہور سے امرتسر جا رہی تھی کہ پٹرول میں آگ لگ گئی۔ مسافر تو بچا لئے گئے۔ مگر اسباب اور کپڑوں سے بھرے ہوئے کچھ ٹرنک جل گئے۔ لاری بھی جل کر راکھ ہو گئی۔

فلسطین میں بدستور خونریزی جاری ہے۔ برطانیہ تقسیم پر اڑا ہے۔ عرب خون سے بازی لگا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مصطفےٰ کمال نے ایک عملی تجویز اس بدنصیب ملک کے متعلق پیش کی ہے جو جمعیتہ الاقوام کے اجلاس میں پیش ہوگی۔

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
ثروت دلہن	اصلاح معاشرت پر دلی کے مشہور مصنف قاری سرفراز حسین مرحوم کا دل پسند ناول شریف گھروں کا خاکہ مغلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ عورت کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا دلنشین سبق آموز نتیجہ خیز عورتوں ہی کے لئے عورتوں ہی کی زبان میں لکھا گیا ہے پلاٹ نہایت دلچسپ زبان ٹھیٹ دلی کی ثروت دلہن شریف بیگمات کے اصلاحی اخلاقی ناولوں میں سے ہے	عہ
انجام زندگی	حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں دلی کی انشا پرداز خاتون کی کامیاب تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کے حالات جو سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ واقعات درد انگیز طرز بیان دلآویز اخبارات نے شاندار ریویو پہلے ایڈیشن پر کئے تھے اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت ۱	
آتالیق نسواں	بہو بیٹیوں کو گھر کا شعور سلیقہ مندی سکھانے اور انتظام خانہ داری کے سکھلانے کی مشہور اور نہایت مفید کتاب جس میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و دستکاری اور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے متعلق دس حصوں میں نہایت کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ ۲۰۰ اشکال اور ۳۰۰ صفحے ہیں مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اکابرین قوم نے بہت پسند کیا ہے	للعہ
تعلیم خانہ داری	نہایت مفید اور بیحد دلچسپ کتاب ہے تیسری مرتبہ چھپی ہے گھرداری کے انتظامات کے سلسلہ میں مفید معلومات کی وہ کتاب جس میں ۸۰۴ عنوانات پر لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت ہی کارآمد باتیں قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مستورات کفایت شعار منتظم سگھڑ اور دستکار بن سکتی ہیں۔ بہت محنت سے لکھی گئی ہے اور عورتوں کی قریباً تمام ضروریات پر حاوی ہے خانہ داری کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ہر لڑکی اور عورت کو معلوم ہونا چاہئیں	عہ
بچی کی استانی	مسلمان لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر یہ بھی قصے کے پیرائے میں مفید کتاب ہے اور باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں	۸ر
گھروالی کی تربیت	وہ دلچسپ قصہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد مستورات مختلف حیثیتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکتی ہیں	۸ر
گلبدن بیگم باتصویر	ہمایوں نامہ کی مصنفہ شہنشاہ بابر کی بیٹی کا نام کس شریف پڑھی لکھی عورت نے نہ سنا ہوگا۔ شہزادی کے مفصل حالات زندگی محنت سے جمع کئے گئے ہیں۔	۸ر
شمیم	دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز ہے۔ دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے۔	للعہ
سیرۃ عائشہ صدیقہ	رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل و مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے	۱۲
صحابیات	رسول اکرم کی بیویوں بیٹیوں اور اس زمانہ کی مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں	۱۲
فطرت نسوانی	مرد و عورت کی عادات و اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی ہے اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔	۱۲
گہوارۂ تمدن	مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے۔	۱۲
مشاہیر نسواں	اسیر الطیبات اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں	عہ
حلیمہ	ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبدالغفار صاحب خیری	۴ر
عالم خیال	مولانا قدوائی کی مقبول تصنیف عالم خیال کے چار رخ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا نقشہ کھینچا ہے۔ باتصویر ۱۲ر بلا تصویر	۸ر
دختران شمشیر	تمام زبانوں تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے۔	عہ
انشائے نسواں	لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ باتصویر بھی ہے	۸ر
پردہ	شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبدالحلیم شرر کی مشہور کتاب قرآن و حدیث سے بحث کی گئی ہے۔ حقوق نسواں کی حمایت میں ہے	عہ
بیگمات عالم	یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں عالمہ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ۔ از مولانا شرر مرحوم	عہ
مضامین	زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین خانہ داری حفظان صحت تربیت اطفال صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات	۱۲
زمانہ تحصیل	مغربی تمدن اور یوروپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا۔	۸ر
ہدیہ نسواں	امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد باتیں ہیں۔ آخر میں خطوط بھی ہیں۔	عہ
تاج آفرینش	مصر کی اہل قلم خواتین ملک خانم کے چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔	۱۰ر
خدمات خلق	یورپ و امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات۔ از سیدہ بیگم مرحومہ	۱۰ر
فغان اشرف	دلی کے ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا موثر واقعہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ (مسز پراس)	عہ
جہاں آرا بیگم	شہنشاہ ہندوستان شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا کی سوانح عمری از مسز ضیاء الدین برنی بی۔ اے۔	۴ر
اسلام اور عورت	قرآن مجید کی آیتوں اور حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا رتبہ اور حقوق کیا ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے	۱۰ر
ماں بچہ کی تندرستی	ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے از مولوی محمد ظفر ابراہیم	۶ر
نصیحت کا کرن پھول	بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلآویز سچا پُر تاثیر قصہ جو پچاس سال قبل شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا۔	۱ر

محصول ڈاک بذمہ خریداری

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی

[illegible] ممالک کے کھانے	ترکی و عربی کھانے	بیرونی ہندوستانی کھانے	بنگالی و بہاری کھانے	انگریزی و مدراسی کھانے
بھوپالی و پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	نرم کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی و لکھنؤ کے کھانے
[illegible] کھانے				پشاوری و سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں، اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً سو عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضۂ مرغ	تاشش کباب
کھوئے کی پڈنگ	انڈے پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چٹپٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کریجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن، مچھلی، مرغ جیلی۔ بسکٹ۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے پوری۔ کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**

ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی، اس کی تیاری پر ہزاروں روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی ل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

جو نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸/

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء۔ کوکو۔ شربت لسی، فالودہ، آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک، ٹوسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتے میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰/

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸/

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں۔ مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰/)

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے بدلہ مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب کو شائستہ مذاق کو ہر اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی سلیقہ شعاری و جبلی کی [illegible] کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں۔

مشرقی و مغربی کھانے [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جاچکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ م ۔ و ۔ ا ۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سیکھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ نفیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بگلہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گڈ نائٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
آدمی مع مشک	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلآویز جھالریں	۲ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پردار گھوڑے
گاڈ بلیس	راج ہنس	بچہ مع تیر و کمان
ایک خاتون مع پنکھا	آئی کوزی، تولئے	گلدستہ و گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں ضروری اور کار آمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئیے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں۔ بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کار آمد ہے اور انہیں ہنرمند بنادیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے قیمت ۱۲؍

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کار آمد کتاب آجتک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۲ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علی فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	نمونے
باب ۱	خوبصورت فریم مثلاً یا محمد تاج محل عید کا تحفہ تو وغیرہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے	۶۲
باب ۳	مختلف وضع کے بنے پھول	۴۴
باب ۴	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۹
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	بیل کلابتہ۔ پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۷
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۹
باب ۹	قمیص کے کف	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق۔ مثلاً ٹی کوزی بچوں کے بب جوتہ۔ پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی بٹوہ وغیرہ	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کار آمد ہدایتیں ہیں پھر نمونہ کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں ہر چیز کا رنگ درج ہے۔ جو نمونے دئے گئے ہیں وہ تمام نمونے نہایت صاف ہیں۔ اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آجتک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نئے نئے نمونے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آچکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین ضخامت ۱۲۰ صفحے قیمت ۱۲؍

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانیوالا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۸ وضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۲۶ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ انسرشن توڑی وغیرہ	۳ جالیساں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ نکلس ہار	۸ خوان پوشش
۹ حاشیہ کنارہ	۲ پنکھے	۳ نی بیگ
۷ ہینڈ بیگ کے نمونے	۲ بٹوے	گلاس پوش چھلے
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہولڈر سلیپر	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ ۲۰

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کیجاتی ہے

بیلیں

بلاؤز کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل
آسان بیل	عینک نما بیل
سادی بیل	لٹ دار ۰
دوپٹہ کی بیل ۲	چوڑی ۰
فراک کی ۰ ۰	کرتے کی آستین کی
ساڑھی کی ۴	دامن کی بیل
اوڑھنی ۰	حاشیہ کی
قمیص کا گھیر	نفیس بیل

لیسیں

جگنو نما لیس	برگ نما ڈزی
کے کناروں کی لیس	وائی نما لیس
کنگورے دار لیس	ہال نما لیس
الگڑی دار لیس	بلاؤز کی لیس
سوسو دار لیس	دوپٹہ کی لیس
اوپر لڑیاں	وزنما لیس
بوردار	سادہ لیس
لاکٹ لڑیاں	شلوار کا پائنچہ
تخیر فیتہ کی چپل	دلکش بیرہ ہنا
۔۔۔ لڑی۔	چوڑی ہیرا ۔۔۔

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کار آمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۳۰۲ صفحوں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آجاتی ہیں تمام نمونے نہایت عمدہ اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائٹل دو رنگا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے عہ

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) سلمہ ستارہ کا کام
(۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب

} ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد

(۴) خواتین کی دستکاریاں

منگالیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کار آمد پیشے بیان سے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پڑھی لکھی عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو باسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دے گی۔ قیمت آٹھ آنہ۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

THE ISMAT. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

اپریل
۱۹۳۸

چندہ سالانہ
چار روپے

شریف بیگمات اور تعلیم یافتہ مردوں

اُردو کی بہترین کتابیں

رسالہ عصمت دہلی نے جو شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے ۳۰ سال سے شائع ہو رہا ہے اور ہندوستان کے تمام زنانہ پرچوں میں سب سے زیادہ اشاعت رکھتا ہے ہندوستانی گھرانوں کی معاشرت سُدھارنے اور زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے کے لئے دلچسپ پیرایہ میں نہایت مفید اور کارآمد کتابیں شائع کی ہیں۔ جو خدا کے فضل و کرم سے تعلیم یافتہ طبقہ میں نہایت پسندیدگی اور وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ مشاہیر قوم اور ملک کے مشہور اخبارات اور رسائل نے ان کتابوں پر نہایت شاندار اونچے زور الفاظ میں ریویو کئے ہیں اور یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے کہ اردو زبان میں اور کسی جگہ سے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس قدر بلند پایہ کتابیں اس قدر تعداد میں شائع نہیں ہوئیں۔ اس میں شک نہیں کہ عوام الناس میں علمی ذوق کی افسوسناک کمی ہے ردّی کاغذ پر خراب چھپی ہوئی ضخیم کتابیں مقررہ قیمت سے تہائی اور چوتھائی قیمت پر بازاری تاجر فروخت کر رہے ہیں اور عام تاجروں کی لغویات سے پُر اور خرافات سے بھری ذلیل کتابوں کے لمبے چوڑے غلط سلط اشتہارات سے لوگوں کو اب اعتماد نہیں رہا لیکن الحمدللہ مطبوعات عصمت کے متعلق ملک کے اعلیٰ طبقہ کی رائے ہے کہ ان کتابوں سے نہ صرف زنانہ لٹریچر میں جان پڑ گئی بلکہ ادب اردو میں بھی گرانبہا اضافہ ہوا۔ یہ فہرست عوام الناس کے لئے باعث دلچسپی نہ ہوگی۔ کیونکہ نہ اس میں حیث پٹے راتوں کی نیند حرام کر دینے والے عاشقانہ مخرب اخلاق بازاری ناولوں کا اشتہار ہے نہ صنفی ولولہ انگیز لٹریچر کا اور نہ ان نام نہاد مذہبی اخلاقی تفریحی کتابوں کا۔ جن کا مطالعہ وقت کی قربانی۔ روپے کی بربادی۔ ایمان کی کمزوری اور اخلاق کی تباہی ہے سوائے ان تاریخی افسانوں کے جن کے اشتہار میں لکھ دیا گیا تمام مطبوعات عصمت شریف بہو بیٹیوں ہی کے لئے لکھی اور شائع کی گئی ہیں اور آنکھ بند کر کے انہیں دیجا سکتی ہیں۔ اور دیجاتی ہیں لیکن ان کا مطالعہ جس طرح عورتوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی نہ صرف باعث دلچسپی بلکہ مفید اور کارآمد ہے

مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ مشرق کے اُن چند بے مثل مصنفوں میں تھے جن پر مادرِ ہند ہمیشہ فخر کرے گی۔ آپ جب کبھی قلم اٹھاتے تھے تو سدا بہار پھولوں کا مینہ برسا دیتے تھے وہ پھول جن کی عطر بیزی مشام جان کو معطر کرتی رہے گی تو اردو لٹریچر کی ہر صنف میں علامہ مغفور کی تحریریں سلکِ مروارید اور جواہر پارے کہلانے کی مستحق ہیں جنکی آب و تاب ہمیشہ اسے منور رکھے گی۔ لیکن مولانا کا امتیاز خصوصی ٹریجڈی تھی اور جیسی داستان غم مولانا لکھتے تھے ہماری زبان میں تو کیا ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی حقیقت یہ ہے کہ ٹریجڈی کے علامہ راشد الخیری بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ تھے جنھوں نے شکسپیر جیسے مصنفوں کو بھلا دیا تھا۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہے ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو چھوٹے چھوٹے فقرے شیریں و خوشگوار بندشیں نگینی بے قراری اور تڑپ لئے ہوئے ہیں جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اتر جاتے ہیں یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہندوستان کے کسی اور مصنف کی تحریر میں نہیں ہیں ذیل میں علامہ مغفور کی تمام کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے لیکن اشتہار میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے کیونکہ حضرت علامہ راشد الخیری کی بیش بہا تصانیف ہماری تعریف سے بہت بالاتر ہیں۔

کتابوں کی قیمت اصلی چیز تو علامہ محترم کی تحریر ہے لیکن حسن ظاہری کے اعتبار سے بھی یہ کتابیں شریف بیگمات اور معزز حضرات کے کتب خانوں کی زینت ہے۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا سفید خوب دبیز اور چکنا ہے لکھائی چھپائی بہت عمدہ۔ سرورق خوبصورت، رنگین سلسلہ سب کتابوں کا [illegible] قیمت بحساب ۲ ر فی جز و دیعنی ۶ ا صفحے (محصولڈاک بذمہ خریدار)

ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیات صالحہ یا صالحات

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال انشاء نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اسمیں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کے کیسے کیسے ایثار و قربانی کو سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں قصے کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلی کی بیگماتی کوثر سے دھلی ہوئی واقعات اس قدر موثر کہ کلیجے کے پار ہو جاتے ہیں پونے دو سو صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی

اردو زبان میں کوئی ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ بیس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک ایک لاکھ کے قریب فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنھوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی و بربادی سے بچایا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

صبح زندگی لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب اس سے زیادہ موثر اور دلچسپ اصلاحی ناول آج تک شائع نہیں ہوا اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں اکیس مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

شام زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل جیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دلوایا تھا اٹھارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

شبِ زندگی یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے اور اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کونسے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں عالم ارواح کی [illegible] نسیمہ جیسی بھر اساس کی بہو

کی سلیقہ شعاری اور ادائگی فرائض آپ کی ہمدردی حاصل کرے گی نہایت ہی دلچسپ اور بہت موثر ناول ہے اس کا چودھواں ایڈیشن چھپا ہے

شب زندگی حصہ دوم بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بنجاتی اور اسکے بچھڑے بعل کس طرح اس سے ملتے ہیں کتاب کی ہیروین فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہجائیں گے گیارہ دفعہ چھپی ہے قیمت عہ شب زندگی مکمل دو روپے

نوحۂ زندگی وہ سنگ دل باپ جس نے لڑکی کو اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا باغ باغ ہے وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا اور پندرہ برس تک پرورش کی بیگناہ بچی کو یہ دیکھ کر نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال ہے نوحہ زندگی میں آپ کو ایک قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لوٹ سہنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے بیوہ کے نکاح ثانی پر بہت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ آٹھواں ایڈیشن قیمت ۱۲ر

طوفانِ حیات اس کتاب کی ہیروین مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں نحوستوں کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسوان پر عام طور سے قابض ہے طوفانِ حیات کے مطالعے سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے قیمت صرف عہ

جوہرِ قدامت دو بہنوں کی پُر لطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جس میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی علامت ہے عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اُس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چھپے تھے اور مغربی رَو کس سمت انھیں لے جا رہی ہے جوہر قدامت کے مطالعے سے معلوم ہوگا قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ)

منازل السائرہ صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی [illegible] سے موت تک کے تمام واقعات

اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعت کے درس میں داخل ہے قیمت حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم ایک روپیہ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

(ب) اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغہ شیطانی حد درجہ دلآویز اور سبق آموز افسانہ جس میں شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر اپنے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقہ شیطانی میں داخل ہوئے جہاں ناک کٹے والی بہری ملاجی۔ خانصاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات اس قدر دردانگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں قیمت بارہ آنے

سات روحوں کے اعمال نامے دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل آئیں آخری روح کے کارنامے اس قدر دردانگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے قیمت ۸؍

غدر کی ماری شہزادیاں یا بیدہ میں میل شہزادیاں غدر کی لٹی ہوئی دلی کی شہزادیوں اور بیگموں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ کئی کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں قیمت ۱۲؍

ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے محبت و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ۶؍

موؤدہ لڑکیوں کے ترکہ پدری کے متعلق علامہ مغفور کا نہایت موثر درد و غم بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد و سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں حال میں پانچویں مرتبہ شائع ہوئی ہے قیمت ۸؍

تفسیر عصمت جوبلی نمبر عصمت کا مقبول دلآویز افسانہ عیل کا کیرکٹر اس قدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر پر لطف ہے کہ بیساختہ آنسو نکل آتے ہیں غلط انداز ابتداء یہاں سے بڑھ کر موثر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ قیمت ۵؍

انگوٹھی کا راز جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ تمیز منلقت الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام اصلاحی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز کس خوبی سے حل کرتا ہے یہ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۶؍

ولایتی ننھی نانی عشوہ کے جوڑ کا نہایت پر لطف و با تصویر افسانہ جس کے ہر ہر صفحہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۶؍

منازلِ ترقی اس عبرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن لیڈری کی شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے ولی اور لبیقرن دونوں میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴؍

بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دنیا اُس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت موثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے قیمت ۴؍

وڈیا کی سرگذشت گمراہ وہ ہوتی وہاں بھی نہ تھا۔ فیشن و بدعت کی دلدادہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو بار سوم قیمت ۴؍

چہار عالم ایک دردانگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ہندوستانی معاشرہ کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بیحد دلکش ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی ہیں قیمت صرف ۴؍

بنت الوقت ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام ۲ دفعہ چھپ چکی ہے ۸؍

سرابِ مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج پارسیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ آٹھ مرتبہ چھپی ہے قیمت ۸؍ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

فسانہ سعید بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے قیمت ۸؍

وداعِ خاتون

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اگر ایک طرف ہندوستان کی مایہ ناز انشا پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بحیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزا آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں یہ وہ مضامین ہیں جو مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل کو فتح کر سکتی ہے ناممکن کہ اسے پڑھکر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ قیمت ۵ر

امین کا دم واپسین

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک دردانگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم نے قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں۔ حال میں تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ۴ر

اسلامی تاریخ افسانہ کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی ان تصانیف کا اشتہار تھا جو عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں ہیں اور ان میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا اور پھر بحث کی گئی ہے اور یہ سب کتابیں عورتوں کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔

عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں۔ اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے قیمت ۳ر

محبوبۂ خداوند

قرن اولیٰ کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ خیز جانبازیاں پڑھنے والوں کو مبہوت بنا دیتی ہیں طرابلس کا مقدس خداوند کا قبیلہ شمالی افریقہ کی حسینہ سفیرہ کو قابو میں کرنے کے لئے اپنے فرضی دیوتاؤں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ کر

حل ہو گا حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کے معرکے لڑائیوں کے حالات۔ جن کا ہر وقعہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے۔ قیمت ۴ر

منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی۔ حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں طلقیہ اور شہزادی لبیہ کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر

دُرِ شہوار

ایران، مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع، ہرم کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات، شہزادی سبطورہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب قیمت صرف ۵ر

سودائے نقد

جس سے معلوم ہو گا کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیا زبردست گناہ ہے دوسگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ر

یاسمین شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب، اسلام و عیسائیت معرکے تسخیر اردن، بیان، حمص، بعلبک، ارسنا۔ حلب، انطاکیہ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے حضرت ابو عبیدہ خالد بن ولید اور شرجیل کی تقریریں۔ مسلمانوں کے جوش ایمانی جرأت جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگ دل باپ۔ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت صرف ساڑھے (۳ر)

تیغ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفیٰ کمال کے مفصل حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے حالات

مصر لنگ بڑا خریدار
دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھیے جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شہزادی کونسٹ کا فسانۂ محبت، مصطفےٰ کمال کا سب کے داستان کہتے کہنا یونان کے دردانگیز مناظر اور علامہ راشد الخیری کا قلم قیمت ایک روپیہ۔

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لئے ان کی سمجھ کے مطابق اُنھیں کی زبان میں تم اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے قیمت عہ

عروسِ مشرق یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہر اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غمؒ نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰/

محسنِ حقیقی مسلمانوں کے آقا و مولا سردارِ دو جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں قیمت ۶/

بزمِ رفتگاں اردو ادب کی غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایۂ ناز خواتین اور باکمال شعرا و ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزمِ رفتگاں کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰/

گدڑی میں لعل لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ، ہنرمند، کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے یہی ہیں وہ مضامین جنھوں نے بیس پچیس سال میں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا وہ کامیاب گھر والی بن کر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں۔ قیمت (عہ)

سیاحتِ ہند ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے حالات عصمت و بنات میں تحریر فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین [illegible] حضرت کا ذکر ہے جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے [illegible] قیمت

ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے قیمت عہ

بے فکری کا آخری دن اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ اُن میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو سمجھنے لگیں خوشگوار زندگی گذارنے کی تیاری کر سکیں اپنے والدین کو نعمت جانیں۔ اور کنوار پتے کی قدر کریں۔ قیمت ۴/

احکام النسواں عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور صاف ستھری زبان میں واضح طور پر ہوگی تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے تاہم احکام جمع کر دیئے گئے ہیں کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہیئے اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے قیمت ایک روپیہ۔

دُعائیں حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعائیں تو مانگتے ہیں مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں مصورِ غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں جو اس قدر سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں سرورِ کائنات اور آپ کے عزیزوں کی دعائیں بھی ہیں باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی قیمت آٹھ آنہ (۸/)

چمنستانِ مغرب خانہ داری تاریخ معاشرت۔ ادب غرض ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہو سکتا ہے انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلکتا ہے جنھیں پڑھ کر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبع زاد کا دھوکہ ہوتا ہے مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اردو زبان میں منتقل کیا تھا اس سلیقہ کے ساتھ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اُٹھانے کے علاوہ کام کی باتوں سے بھی فائدہ اُٹھا سکیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

دلی کی آخری بہار ۶۰ برس پہلے دلی کیا تھی، مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اُٹھاتے تھے میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت تعلقات [illegible]

کی دردانگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگر خراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشاء پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا قلعہ معلی کی کوثر کی دُھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ فسانہ شب سُنا کر درد مندوں کو تڑپا دیا ہے قیمت ایک روپیہ۔

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشار کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اُٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریائے لطافت ہے کہ بہ رہا ہے ایک معلمہ بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۹۰۳ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت ۱۲؍

داستان پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے اُن کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضمونوں کا مجموعہ پڑھئے کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دینا علامہ راشد الخیریؒ جیسے بے مثل انشاپرداز مورخ کا کام تھا۔ واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلآویزی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم ملکات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو ناروا حملے کئے ان کے اس قدر مدلل اور دندان شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے (با تصویر) قیمت ۱۲؍

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے دردانگیز مضامین جن میں عورتوں کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی دردانگیز داستانیں ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگ دل سے سنگ دل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت (۱۲؍)

بلبل بیمار

لڑکیوں کی تعلیم تربیت اور پردہ کے مختلف پہلوؤں پر طبقہ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے تہائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصور غم خداداد قابلیت رکھتے تھے کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون ختم نہ کیا جائے پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ قیمت ۱۰؍

یادگار تمدن

تمدن حقوق نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا۔ اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے طرز بیان اس قدر دلآویز اور مؤثر ہے کہ ایک ایک سطر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے

اور یہ علامہ مغفور کی بے مثل انشاپردازی کا معمولی کرشمہ ہے قیمت ۱۲؍

گرداب حیات

حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا ہے اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنور گئی۔ قیمت ایک روپیہ

بساط حیات

چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق جانوروں کا مکالمہ اور مطالعہ کہ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں یہ جانوروں کی زبان اور معمولی انسانی کہانیاں نہیں بلکہ قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاح معاشرت کے اسباق بیش بہا ہیں

حور اور انسان

اب سے پچیس سال قبل تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند نہایت مؤثر اور دردانگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنھوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس مجموعہ میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زرین دور اول کے ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں۔ حور اور انسان پہ یوں کی محفل۔ ضمیر و شرع کا خون۔ انتہائے حمیت۔ ایک روح کی سرگذشت سوکن کی نصیحت ہر افسانہ سبق آموز اور مؤثر ہے قیمت صرف ۱۲؍

نشیب و فراز

آٹھ عورتوں کے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ہر افسانہ نہ صرف حد درجہ دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے قیمت ۱۲؍

دادا لال بھجکڑ

پانچ نہایت ہی پر لطف مزاحیہ قصے جنھیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ ولایتی نعمی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس قدر کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

عصمت کا راشد الخیری نمبر

یہ تاریخی پرچہ ہے جس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین حتے ہندوستان کے مصلح اعظم کی یاد میں موثر مضامین لکھے اور ان کی تصانیف پر تنقیدیں کیں اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں حضرت علامہ مرحوم کی مختلف عمروں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں مضامین کے صفحے پونے تین سو ہیں مگر نصف سے زیادہ باریک لکھوا کر تصانیف مصور غم کے سائز کے ۶۰۰ صفحوں کے مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ کاغذ ولایتی چکنا لکھائی چھپائی بہترین۔

ہندوستان کے کسی سیاسی رہنما کسی ادیب یا کسی شاعر کی یاد میں اس قدر کامیاب ضخیم خاص نمبر کسی پرچہ کا شائع نہیں ہوا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر ایک تاریخی پرچہ ہے

جس کا مطالعہ نہ صرف تعلیم یافتہ خواتین کے لئے ضروری ہے [illegible]

پہلی مسلمان لڑکی مس
رشیدہ عبدالعزیز (پرائیویٹ
کالج لاہور) جنہیں آل انڈیا
انٹر یونیورسٹی کے مقابلہ
تقریر میں لڑکیوں کا پہلا
انعام ملا -

مشوبرہ روڈ سانگ شملہ

چین کی زنانہ فوج کی دو سپاہی عورتیں

روضہ سیدنا علی علیہ السلام : نجف اشرف

روضہ اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام : کربلا

روضہ حضرت عباس علیہ السلام

رسالہ عصمت دہلی
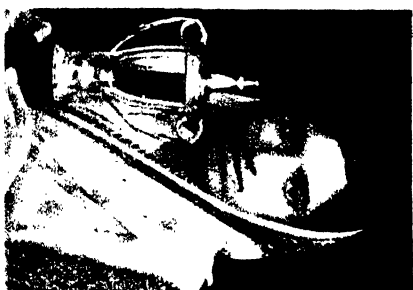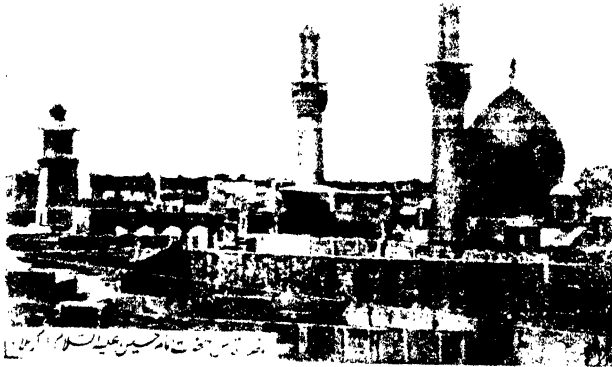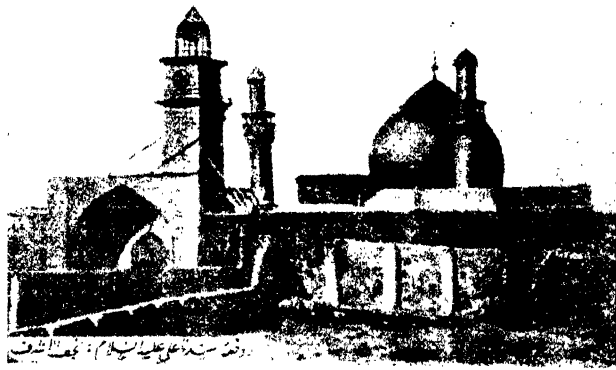
تیسواں سال بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ عیسوی جلد ۶۰ نمبر ۴

فہرست مضامین

تصاویر ۹

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے، رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک سٹال پر بھی ۸ روپیہ ملتا ہے۔

باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگاریں قائم کرنے کے سلسلہ میں جو تجویزیں اخبارات و رسائل میں شائع ہوئی تھیں اُن میں اس تجویز پر بہت زور دیا گیا تھا کہ حضرت علامہ مغفور کے جو متفرق مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوئے تھے اُنکو کتابی صورت میں نہیں لائے گئے اُن کے مجموعے شائع کئے جائیں۔ میرے پاس اور پرچوں کا کیا عصمت ہی کا مکمل فائل موجود نہ تھا لیکن خدا کے بھروسہ پر میں نے اس خدمت کو انجام دینے کا اعلان کر دیا تھا اور اللہ تعالےٰ کا کچھ ایسا فضل و کرم شامل حال ہوا کہ سال بھر کے اندر اکیس جدید مجموعوں کے دو سٹ شائع ہو گئے۔ دوسرا سٹ شائع ہونے کے بعد ہی میں نے تیسرے سٹ کی تیاری شروع کر دی تھی مگر تیسرا سٹ پہلے دو سٹ کے مقابلہ میں بہت زیادہ محنت طلب بھی تھا اور وقت طلب بھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ تیسرے سٹ کا کام بھی ختم کے قریب ہے اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ آخر مئی تک شائع ہو جائے۔ جن خواتین و حضرات کے نام درج رجسٹر ہیں جنہیں پہلا دوسرا سٹ موصول ہو چکا ہے سب سے پہلے انہیں یہ تیسرا سٹ بھیجا جائیگا۔ اس کی قیمت بھی سات روپیہ کے قریب ہوگی (علاوہ محصول) اگر مئی کے پہلے ہفتہ میں پیشگی پانچ روپیہ (علاوہ محصول) وصول ہونے پر دو روپیہ رعایت عصمتی بہنوں اور بھائیوں کے لئے ہوگی:۔۔۔۔۔۔۔

نورجہاں خاتون صاحبہ بیگو سرائے ضلع مونگیر اپنے مفصل پتہ سے براہ کرم جلد سے جلد ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ تعداد ازدواج کے متعلق اُن کا مضمون ماہ آئندہ کے پرچہ میں شائع کیا جا سکے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بار بار تاکید کے باوجود بعض قابل سمجھدار بیبیاں بھی عصمت کی مضمون نگاری کے قواعد کو نظر انداز فرما دیتی ہیں۔ جبتک مضمون نگار کا مفصل پتہ ایڈیٹر کو معلوم نہ ہو کیسا ہی ضروری اور کتنا ہی اعلیٰ مضمون کیوں نہ ہو درج رسالہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عصمت میں وہ مضامین شائع کئے جاتے ہیں جو عصمت کیلئے لکھے جاتے ہیں۔ گذشتہ ماہ ایک دردمند بھائی نے حقوق نسواں پر ایک قابل قدر مضمون روانہ فرمایا۔ ہمیں چونکہ یہ شبہ ہو گیا تھا کہ مضمون خاص طور پر عصمت کے لئے نہیں لکھا گیا اس لئے ان سے دریافت کیا گیا کہ مضمون کسی اور پرچہ کو تو نہیں بھیجا گیا۔ اس سے پہلے کہ صاحب مضمون کا جواب دفتر میں موصول ہوتا وہی مضمون ایک اور پرچہ میں ہماری نظر سے گذرا۔ عصمت باقاعدہ ان صاحب کی نظر سے نہیں گذرتا اسلئے ان سے تو ہمیں چنداں شکایت نہیں لیکن اُن بہنوں اور بھائیوں پر ضرور تعجب ہوتا ہے جو سالہا سال سے عصمت اور اس کی مضمون نگاری کے قواعد ملاحظہ فرما رہے ہیں اور پھر بھی ایک ہی وقت میں ایک مضمون دو تین پرچوں کو بھیجدیتے ہیں اور ایڈیٹروں کو اس کی اطلاع تک نہیں کرتے۔ عصمت کی مضمون نگاری کے قواعد ملحوظ رکھ کر جو مضمون بھیجے جاتے ہیں اُن میں سے اکثر شائع ہو جاتے ہیں اور جو مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں انہیں بہت زیادہ تعداد ان مضامین کی ہوتی ہے جو قواعد کے خلاف ہوتے ہیں۔

خاص نمبر جیسا کہ جنوری کے پرچہ میں اعلان ہو چکا ہے آخر جون میں عصمت کا خاص نمبر حسب معمول غیر معمولی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔ عصمت کی مخصوص مضمون نگار خواتین اور حضرات جنہوں نے ابھی تک مضمون نہیں بھیجے زیادہ سے زیادہ ۳۰ اپریل تک مضامین روانہ فرمادیں۔ مئی میں انکے مضامین موصول ہوئے تو خاص نمبر میں شائع نہ ہو سکیں گے۔ جو خواتین اور اصحاب تصاویر بھیجکر خاص نمبر کی دلچسپیاں بڑھانے میں حصہ لینا چاہیں وہ بھی تاخیر نہ فرمائیں اور شریف بیگمات کے مذاق اور مطلب کے صاف اور روشن فوٹو ۳۰ اپریل تک روانہ فرمادیں۔

رازق الخیری

منتیں مرادیں

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

میل کا بیل ایک مشہور مقولہ ہے بعض طبیعتیں اسی قسم کی پیدا ہوئی ہیں کہ جہاں ان کو ایک پر نظر آیا وہاں ان کے خیال نے ایک پر کے چالیس کوے پیدا کرلئے صرف بنیاد کے واسطے تھوڑا سا مصالحہ ملنا شرط ہے پھر چُنی چنائی اور بنی بنائی عمارت کھڑی دیکھ لو لیکن شرط یہ ہے کہ پاؤں ٹکانے کو تھوڑی بہت آدھی پونی رتی اُتی غرض کچھ نہ کچھ اصلیت مل جائے پھر اس کو بڑھاتے اور مکھی کا بیل بناتے دیر نہیں لگتی فارسی کی بھی ایک مثل یا مصرعہ سے یہ یقین ہوتا ہے کہ

تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا

یعنے جب تک ایک آدھ چیز واقعی نہ ہو لوگ اس کی سینکڑوں چیزیں نہیں بنا سکتے۔

میں ایک دن سوچ رہی تھی کہ آخر یہ جو مردوں کی عنایت سے ہم کو ناقصات العقل کا خطاب عطا ہوا اس کی اصلیت کیا ہے آخر کوئی تو وجہ ہوگی جو عام طور پر ہمارا یہی لقب پڑ گیا جس کو دیکھو وہ بے تامل ہم کو ناقص العقل کہنے کو تیار ہے۔ کتابوں میں ہم اس لقب سے یاد کئے جائیں زبانوں سے ہم یہ کلمات سنیں اخباروں میں ہم اپنا یہ لقب دیکھیں یہ کسی ایک آدھ آدمی کی تجویز تو ہو ہی نہیں سکتی ایک جماعت نے مل کر اور سوچ کر یہ نام تجویز کیا ہوگا۔ میں غور کرتے کرتے اسی نتیجہ پر پہونچی کہ یہ وہی میل کا بیل اور ایک پر کے چالیس کوے ہیں۔ اور اس کی اصلیت سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ بعض ناسمجھ عورتوں سے کچھ ایسے افعال سرزد ہوئے اور ہو رہے ہیں جو عقل سے کوسوں دُور تھے۔ بعض نہایت ہی بدتر رسموں کو اُنہوں نے اس مضبوطی سے پکڑا ہے۔ کہ تباہ ہوئیں برباد ہوئیں شرمندہ ہوئیں ذلیل ہوئیں بغرض جو جو کچھ نہ ہونا تھا سب کچھ ہوگئیں آپ ہوئیں اور اپنے ساتھ مردوں کو بھی رسوا کیا۔ نقصان پہونچا یا لنگو ٹبوایا مگر وہ رسی ہاتھ سے نہ چھوڑی۔ میری ملنے والیوں میں اس وقت بھی بیسیوں بیویاں ایسی ہیں جو بھر بھر مٹھی روپے اور بھر بھر مٹھائی سینیاں پیر جیوں کو نذر کرتی ہیں ان کا عقیدہ ہے۔ کہ چاہے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے مگر جو کچھ پیر جیوں کی زبان سے نکل گیا وہ پتھر کی لکیر ہے۔

ممکن ہے بعض مرد بھی اس خبط میں گرفتار ہوں اور ممکن کیا ہے۔ ہیں اور ضرور ہیں لیکن جگ بیتی سے کیا مجھے تو اپنی بیتی سے کام ہے ان بیویوں کی عقل پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ ان معاملات میں گویا عقل ان کو چھو نہیں گئی جس لڑکی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی یا مرجاتی ہے اس کو صرف اتنا پتہ لگنے کی دیر ہے کہ دلی دروازے کے باہر ایک

فقیر صاحب آئے ہوئے ہیں جتی المقدور تو وہ خود ہی وہاں چوری چھپے پہنچنے کی کوشش کرے گی اور اگر خود نہ جاسکی تو خاوند کو ان کی خدمت میں بھیجنا فرض ہے۔ خاوند بگڑ جائے گھر میں جھگڑے پڑیں میاں بیوی میں دنوں بات چیت نہ ہو مگر جا ہو وہ خیال دل سے نکل جائے توبہ توبہ وہ ٹلنے والا نہیں۔ مسلمانوں میں ایسی بیویاں بہت کم ملیں گی جو اپنی عمر کا بڑا حصہ طے کر چکی ہوں اور یہ فخر کرسکیں کہ انہوں نے کبھی کوئی منت یا مراد نہیں مانی۔ یہ ہی وجوہ ہیں وہ جنہوں نے ہماری خاصی اچھی عقلوں کو کند بنا کر ہمیں ناقص العقل کہلوا دیا۔ کرنے والوں کے ساتھ نہ کرنے والیاں بھی پکڑی گئیں۔ اور چنے کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔

دیوانہ کسی خاص شخص کا نام نہیں بلکہ دیوانہ وہ ہے جو دیوانگی کے کام کرے۔ اگر کسی محفل میں جہاں بہت سی بیویاں رات کے وقت دستر خوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی ہوں اور ایک بیوی اُٹھ کر لیمپ بجھادیں اور تمام دستر خوان پر اندھیرا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ان کا یہ فعل مذاق اور بے تکلفی تو کیا پاگل پن ہی ہے۔ اس طرح جب ہم مسلمان ہو کر زبان سے تو یہ کہیں کہ خدا ایک ہے اور وہ لاشریک ہے۔ لیکن یقین یہ کریں کہ جو اختیارات خدا کو ہیں وہ بعض انسانوں کو بھی ہیں تو کون عقل کا اندھا ہم کو عقلمند سمجھے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ یقیناً ہماری عقل کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ منتوں مرادوں کے جھگڑے میں اکثر عورتیں گرفتار ہیں گو علم کی وجہ سے یہ خیالات کمزور ہوتے جاتے ہیں لیکن پھر بھی کچھ بڑی بوڑھیوں کی صحبت کا اثر کچھ اِدھر اُدھر کی سُنی سنائی اب بھی پلڑا اسی طرف جھکا ہوا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے بُت پرستی کا یہ زور شور تھا کہ ہر خاندان اور کنبے بلکہ ہر گھر کا ایک جدا خدا ہوتا تھا۔ اسلام اس بُت پرستی کو مٹانے آیا اور اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ پیغمبر ہی کو خدا نہ سمجھ لیں اسلام کی مقدس کتاب نے اس پاک اور سچے نبی کے واسطے بھی جو اس شرک کو مٹانے آیا تھا یہ فیصلہ کیا کہ "اے رسول کہہ کہ میں بھی تمہارے ہی جیسا انسان ہوں۔ صرف فرق یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے تمہارے پاس نہیں آتی"۔

وہ شخص جس کی وجہ سے اسلام ہم تک پہونچا جس پر اسلام کا دارو مدار ہے وہ یہ کہے اور ہم وہ تمام اختیارات جو خدا کی ذات میں ہیں معمولی فقیروں درویشوں قبروں مزاروں۔ پیرجیوں اور شاہ جیوں میں یقین کریں!

اسلام ہم کو یہ تاکید کرے کہ خدا کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ وہ وہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ وہ ہے جس کو فنا نہیں۔ لیکن افسوس ہماری حالت یہ ہے کہ ہم فانی چیزوں کو ان شخصوں کو جو آخر کار مر چکے اور قبر میں گئے ایسے اختیارات والا سمجھیں جو خدا کے سوا اور کسی کو نہیں!

معروف کرخیؒ نے جو ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں کیا اچھی بات کہی ہے۔ جب ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اس قدر عبادت کی جو آپ کرتے ہیں کوئی خاص وجہ ہونی چاہئے۔ موت کا ڈر؟ دوزخ کا خوف؟ حشر کا اندیشہ؟ آپ نے

ؔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔

فرمایا یہ تمام چیزیں ایک بادشاہ کے قبضہ میں ہیں۔ اگر اس کو رضامند کرلو تو سب کچھ مل جائے گا۔

افسوس ہے کہ مجھ سمیت ہماری بعض ناعاقبت اندیش بہنیں اتنا خیال نہیں کرتیں کہ جس پیر فقیر کو آج ہم پہونچا ہوا سمجھ رہے ہیں جس قدر اُس کی منت خوشامد کرتے ہیں منتیں مرادیں مانتے ہیں۔ اگر بجائے اس کے اُس کو اتنا ہی رضامند کرلیں جو اس کا اور ہمارا دونوں کا مالک ہے تو کتنا اچھا ہو۔

اللہ اللہ ہماری جیسی وہ اللہ کی بندیاں بھی تھیں جو زندگی کے اصلی مقصد سے دم بھر کو غافل نہ ہوئیں اور حاکم حقیقی کے حقوق کو ایسا پہچانا کہ آج تمام دنیا ان کی مدّاح ہے۔

رابعہ بصری رح کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز امام ابوسفیان ثوری رح نے ان کی موجودگی میں کہا الٰہ العالمین ہم سے راضی رہیو۔ حضرت رابعہ مسکرائیں اور فرمایا سفیان یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ پہلے بندے ہوکر تم تو اُس سے راضی ہولو۔ پھر اس کی رضامندی کی خواہش کرنا کیا اچھی بات فرمائی ہے کیسی ہی اچھی حالت میں ہماری زندگی کیوں نہ بسر ہو لیکن چاہو کہ قناعت میسر ہو یہ ممکن نہیں۔ ہر وقت نئی خواہشیں اور نئے ارمان۔ اور پھر لطف یہ کہ جو خواہشیں پیدا ہوں ان کے پورا ہونے کا ذریعہ منتیں اور مرادیں سمجھیں۔

اس سے بڑی غلطی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم اپنی اِن حرکتوں سے مذہب کو بدنام کریں۔ خدا سب بہنوں کو یہ توفیق دے کہ وہ ڈھکوسلوں کو لغو سمجھ کر اصلی منت اور مراد خدائے وحدہٗ لاشریک کو یقین کریں۔

۱۰ سنہ ء

دفتر عصمت کی کتابوں کے متعلق

مسرور اخاتون صاحبہ علویہ کوئندہ اعظم گڈھ درج ۸۰ لکھتی ہیں الزم اورگلدستہ کشیدہ لاجواب کتابیں ہیں۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔

مسز رحیمہ عثمان بندوق والاگم شاپ بلگام لکھتی ہیں۔ حاملہ اور زچہ واقعی بہت اچھی کتابیں ہیں۔"

صغرا بیگم صاحبہ بنت عبدالشکور صاحب نیابازار ٹنکور لکھتی ہیں۔ ہم نے عصمتی دسترخوان موتیوں کا کام وغیرہ کتابیں منگائی تھیں۔ واقعی آپ کے دفتر کی کتابیں بہت اچھی ہیں۔ لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ چار کتابیں اور بھیجدیجئے۔

مسز نور اللہ صاحب طارق آباد لائل پور لکھتی ہیں۔ گلدستہ تارکشی اور کراس اسٹیچ ورک ملیں۔ بڑی لاجواب کتابیں ہیں۔ میری سہیلیوں نے بھی بہت پسند کیں۔

مسز ڈاکٹر سید ریاض علی صاحب سول سرجن نانڈیڑ واقعی عصمتی دسترخوان بہت اچھی کتاب ہے۔ اس سے بہتر کتاب کا ملنا ناممکن ہے۔

دختر منشی ظہیر احمد صاحب انصاری اعظم گڈھ لکھتی ہیں" وی پی وصول ہوا کتابوں کو دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے آپکے ہاں سے بہت سی کتابیں منگائیں سب پسند آئیں۔ تارکشی کے کام اور سلمہ ستارہ کے کام کی کتابیں بھی مجھے بہت پسند آئیں۔

محترمہ خیر النساء معرفت جناب عبدالرب صاحب عثمان پورہ حیدرآباد دکن لکھتی ہیں جوہر نسواں کا خاص نمبر اور گلدستہ تارکشی دونوں ایک سے ایک مفید ہیں۔"

مکرمہ خاتون صاحبہ رضوی رائپور لکھتی ہیں" گذشتہ ماہ کراس اسٹیچ ورک اور سوئی کے کام کی کتابیں منگوائی تھیں۔ مجھکو بہت ہی پسند آئیں۔"

بیوی

نسوانیت کی دوسری منزل

جسے احکام حق کی پاسداری ہو، وہ بیوی ہے
نظر میں جس کی دُنیا ہیچ ساری ہو، وہ بیوی ہے

بنادے جس کا سگھڑاپا امارت تنگ دستی کو
جسے حاصل تمیزِ خانہ داری ہو، وہ بیوی ہے

یتیموں، بے سہاروں، بیکسوں، بے روزگاروں میں
مسلسل جس کا فیضِ عام جاری ہو، وہ بیوی ہے

مہک جس کی شرافت کی بہارستانِ عالم میں
مثالِ نکہتِ بادِ بہاری ہو، وہ بیوی ہے

اطاعت جو کرے اپنے خداوندِ مجازی کی
جسے عہدِ وفا کی پاسداری ہو، وہ بیوی ہے

کرے ہر غم غلط جس کا تبسّم خستہ حالی میں
نظر جس کی پیامِ غمگساری ہو، وہ بیوی ہے

خیالِ حفظِ ناموسِ خودی میں زندگی جس نے
ز سرتاپا حیا بن کر گذاری ہو، وہ بیوی ہے

نہ ہو افسردگی اپنی کسی تکلیف میں لیکن
جسے اوروں کے غم سے بیقراری ہو، وہ بیوی ہے

لبوں پر مُہرِ خاموشی لگا دے تمکنت جس کی
اکیلی جو بھری محفل پہ بھاری ہو، وہ بیوی ہے

پتہ منزل کا پائے جس سے ہر گم کردۂ منزل
چراغِ راہ جس کی پختہ کاری ہو، وہ بیوی ہے

اصولِ زندگی جس نیک طینت پاک باطن کا
دیانت، راستی، پرہیزگاری ہو، وہ بیوی ہے

سہی ہو خندہ پیشانی سے جس نے ہر کڑی لیکن
مصیبت میں کبھی ہمت نہ ہاری ہو، وہ بیوی ہے

نمایاں ہو متانت جس کی سنجیدہ نگاہی سے
سراپا ضبط و حلم و بُردباری ہو، وہ بیوی ہے

بھرا ہو نیکیوں کا ذوق جس کی پاک فطرت میں
بُرائی سے طبیعت جس کی عاری ہو، وہ بیوی ہے

غرض بیوی وہ ہے سرتاج جس کو تاجِ سر سمجھے
اور اُس کے دَم سے رشکِ باغِ جنّت اپنا گھر سمجھے

اُمِ زہرا ہاشمی - بدایونی

میل جول کا سلیقہ

آج کل عورتوں کے ملنے جلنے اور آپس میں تبادلۂ خیالات کرنے کی ضرورت کو کافی اہمیت دی جا رہی ہے۔ اور یہ بات واقعی درست ہے۔ کیونکہ جب تک دوسروں کی خوبیاں اور برائیاں ہماری نظر سے نہ گزریں گی ہم کیونکر اس کے حسن و قبح سے واقف ہو سکتے ہو سکتے ہیں۔ ہماری ذات کس قدر عیب و صفات سے پُر ہے اس کا اندازہ تو صرف دوسروں کی خوبیوں کو ملاحظہ کرنے سے ہو سکتا ہے ورنہ وہ عورتیں جو ہمیشہ سوسائٹی سے علیحدہ اپنے اپنے گھروں میں بند رکھی گئی ہیں۔ وہ صرف رشتہ داروں میں محدود آمد و رفت رکھتی ہیں۔ وہ نہ میل جول کا سلیقہ رکھتی ہیں۔ اور نہ اس فرض کو خوش اسلوبی سے برتنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے خیال میں ہیچومن ودیگرے نیست کا تصور رکھتی ہیں یعنی ان کی نظر سے اپنے سے بہتر کوئی نظیر شاذ ہی گزرتی ہے۔ دوسرے وہ اوروں کی شکل کو قابل پذیرائی ہی نہیں سمجھتیں۔ اس لئے ان سے راہ و رسم بڑھانے میں خصوصیت سے اُن بیویوں کو جو مہذب صحبت یافتہ ہوتی ہیں ہچکچاہٹ سی محسوس ہوتی ہے اسی طرح رفتہ رفتہ ان کے ملنے ملانے والیاں بہت کم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ جس محفل میں جاتی ہیں اپنی بددماغی کے مظاہرے کراتی ہیں جس کی وجہ سے حاضرین محفل بھی ان سے الگ ہی رہتی ہیں۔ اس کا بہترین علاج تو یہ ہے کہ ابتدا ہی سے لڑکیوں کو وہ خواہ کس قدر امیر کیوں نہ ہوں اسکولوں میں عام طالبعلموں کے ساتھ تعلیم دلوائیں اور انہیں خوش خلقی سے میل جول کا طریقہ بتائیں کیونکہ دنیا میں سب سے علیحدہ رہ کر کسی کا بھی کام نہیں چل سکتا۔ امیروں اور غریبوں کا یہاں سوال نہیں۔ سوسائٹی میں وہی قابل تعظیم ٹھیرتا ہے۔ جو مہذب اور خوش اخلاق ہو۔

اگرچہ امیروں اور غریبوں کی دنیا اور اس کی دلچسپیاں مختلف ہیں۔ لیکن ایک مقام کے رہنے بسنے والے کسی طور سے بھی بالکل علیحدہ اور ایک دوسرے سے بری الذمہ نہیں رہ سکتے۔ یہ سرمایہ داروں کی سراسر خام خیالی ہے۔ کہ وہ عوام کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔ اگر وہ غور کریں تو ان پر یہ راز منکشف ہو جائے گا۔ کہ جس طرح غریبوں کو امراء کی امداد۔ سرپرستی اور محبت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح امیروں کو بھی غریبوں کی خدمت ہم خیالی اور تائید کی ضرورت پڑتی ہے پس ایک امیر جواہر پوش بہن کا ایک معمولی حیثیت کی خاتون سے میل جول کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ اس سے کج خلقی سے پیش آئے گی تو اس جواہر پوش خاتون کی عزت دوسروں کی نظر میں ضرور گھٹ جائے گی۔

اگر ہماری ہندوستانی بہنوں کو سوسائٹی کی تہذیب سے کافی واقفیت ہو گی تو وہ اپنی ہم قوم بہنوں کی عزت افزائی میں کوشاں رہیں گی اور ان کی تنگ خیالی کو بنظر حقارت نہ دیکھیں گی۔

اکثر جلسوں اور پارٹیوں میں آپ کو بے شمار ایسی خواتین دیکھنے میں آئیں گی جو بیش قیمت کپڑوں اور زیورات سے آراستہ مگر خاموش بیٹھی رہتی ہیں۔ یا اگر گویا ہوئیں بھی تو اپنی ہم نشین ان ہی ساتھیوں سے جو یا تو ان کے ہمراہ آئی ہیں۔ یا اُنہیں کی ٹکر کے زیورات

اور ملبوسات سے مزین ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بیچاریاں اس قدر زحمت اٹھا کر اور اپنے بیش قیمت اوقات کا خون کر کے ایسے موقعوں پر کیوں تشریف لاتی ہیں۔ نہ خود ہی محظوظ ہو سکتی ہیں۔ اور نہ اوروں کو اپنے لطف صحبت سے مستفید ہونے کا موقع دیتی ہیں۔ ایسے لوگوں سے اگر کسی نے ہمت کر کے سلسلہ جنبانی کرنے کی کوشش بھی تو چند ایسے نپے تُلے جواب ملیں گے کہ ہمت پست ہو جائے گی۔ شادی بیاہ۔ دعوتوں جلسوں اور پارٹیوں میں جانے کا لطف تو یہی ہے۔ کہ متعدد خواتین سے ملنا جلنا ہوتا ہے۔ اور وقت ان کی پُر لطف صحبت میں خوشگوار گزرتا ہے۔ اگر جلسوں کو فینسی ڈریس کی نمائش سمجھ کر خواتین مطلا ملبوسات میں مورت بن کر بیٹھ جائیں تو اس میں کیا دل بستگی ہو سکتی ہے۔

یہ خیال کر لینا عین حماقت ہے کہ صرف اپنی ہم پایہ خواتین ہی سے میل جول کیا جائے یعنی اگر جج صاحب کی بیگم ہیں تو ان کی ہم نشین دوسرے جج ہی کی بیوی ہوں، ہر تعلیم یافتہ خاتون کو خواہ وہ کسی بے روزگار خاندان ہی سے کیوں نہ متعلق ہو عزت کی نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ اور ان سے میل جول بڑھانے میں اپنی ہتک نہ سمجھنی چاہیئے خدا تعالیٰ نے پانچوں انگلیاں برابر پیدا نہیں کی ہیں۔ پھر ہم ہر شخص کو یکساں مرتبہ پر فائز کیونکر دیکھ سکیں گے اور اس تنگ نظری کو جائز سمجھ کر اگر ہم سب سے ملنا جلنا ترک کر دیں تو پھر ہماری تہذیب و تمدن کی توسیع و اشاعت ہو گی کیونکر؟

جمیلہ بیگم کلکتہ

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے یہ مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ جو مضمون نگار اپنا مضمون واپس منگانا چاہیں ۱۵ اپریل تک محصول ڈاک کے ٹکٹ بھیج کر واپس منگا لیں۔ ۱۵ اپریل کے بعد یہ مضامین ضائع کر دئے جائیں گے۔

دولھا بھائی۔ عورتوں سے میری التجا۔ تشنگان آب۔ فضول خرچی۔ نکتہ چینی۔ سینما بینی۔ زہرہ کی مصیبت۔ بیان کن بشر خیوں سے ہو رہی ہے داستاں میری۔ نماز (نظم)۔ معصوم بچی کی درد بھری داستان۔ عورتوں کی التجا۔ نیک کام۔ کرشمات عقل۔ نیمہ پردہ (از لاہور) الثامنتر (ڈرامہ)۔ سہرا۔ غزل۔ غزل۔ رضیہ کی عیدی۔ نعت (لاہور) دیہاتی زندگی۔ غسل اور حمام۔ میرا خواب (دہلی)۔ نظم ترک مسکرات (حیدر آباد دکن)۔ ترانہ (نظم)۔ چھپا۔ اردو ناول بمقصد حیات (نظم)۔ دل میں نہ درد ہو تو زباں میں اثر کہاں (نظم)۔ انتظار۔ زاہدہ کی مصیبت۔ مدعا۔ دلی خاص۔ اور بہت سی غزلیں (ضلع مظفر پور سے)۔ زلزلہ۔ بغاوت زندہ باد۔ پرواز تمنا۔ سہرا (از لکھنؤ)۔ خواب پریشاں۔ بیٹی (از لاہور)۔ انتظار۔ بڑی بٹیا۔ دعا۔ خدا۔ ظالم کا شکار۔ یادگار ماتم۔ دلچسپ سفر۔ زیور کی بھینٹ۔ اور ایک نظم (از ارسیکرہ)

اڈیٹر

انگلستان میں غریبوں کی امداد کے طریقے

جن لوگوں کی آمدنی بہت قلیل ہو انہیں بیماری بڑھاپے یا بے روزگاری کے زمانے کے لئے کچھ پس انداز کرکے رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ جب امدنی اتنی کم ہو کہ روزانہ ضروریات ہی بہ مشکل پوری ہوں تو اس کی گنجائش کہاں سے ہو سکتی ہے کہ اتفاقی حادثات کے لئے کچھ علیحدہ رکھ چھوڑیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک صحت اچھی ہے یا برسر روزگار ہیں تو خیر لشتم پشتم گذر ہوتی ہی رہتی ہے مگر بیماری یا بے روزگاری کی صورت میں تو فاقوں کی نوبت آجاتی ہے۔ ایسی صورت سے بچانے کے لئے صرف یہ تلقین کافی نہیں کہ دور اندیشی سے کام لو اور بُرے وقت کے لئے کچھ رکھ چھوڑو۔ کیونکہ اگر غریب ہر ماہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ پس انداز بھی کرتے جائیں تب بھی وہ کوئی بہت بڑی رقم جمع نہیں کرسکیں گے جن سے کہ بیماری وغیرہ کی حالت میں بے فکری رہے۔ جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں سرکاری طور سے ان کی امداد کا انتظام ہو۔ انگلستان میں یہی قاعدہ رائج ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہر شخص کو چاہیئے اس کی آمدنی کتنی ہی کم نہ ہو کچھ نہ کچھ اس کے لئے دینا پڑتا ہے تاکہ اس میں دور اندیشی اور پس اندازی کا مادہ پیدا ہو۔ لیکن جو رقم دینی پڑتی ہے وہ نہایت ہی قلیل ہے۔ اس رقم کے دینے سے بیماری بے روزگاری وغیرہ کی صورت میں جو امداد حاصل ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ہر ماہ اس سے دگنی رقم اپنے پاس جمع کی جائے۔ بیماری کی حالت میں بے خرچ کئے علاج میسر آنے کے لئے یہاں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ہر مرد اور عورت جب کہ صحت کی حالت میں اور برسر روزگار ہو ہر ہفتہ ۶ پینی "ہیلتھ انشورنس کمپنی" کو دیا کرے۔ ہیلتھ انشورنس کمپنی کی طرف سے ایک کارڈ ملتا ہے۔ اس کارڈ پر ہر ہفتہ ۶ پینی کا ایک خاص قسم کا ٹکٹ جو صرف اس مقصد کے لئے ملتا ہے خرید کر لگا دیا جاتا ہے۔ ہر چھ مہینے اس کارڈ کو ہیلتھ انشورنس کمپنی کو واپس بھیج دینا پڑتا ہے اور وہ ایک نیا کارڈ دے دیتے ہیں۔

اس کارڈ کو لے کر کسی ڈاکٹر کے پاس چلے جائیں وہ انہیں اپنا پینل پیشنٹ Panel Patient بنالے گا یعنی بغیر ان سے فیس لئے جتنی دفعہ ضرورت ہو ان کا علاج کرے گا اور دوائیں بھی مفت دے گا۔ سال کے اخیر میں ان کے جتنے پینل پیشنٹ ہیں ان کے کارڈ انشورنس کمپنی کو بھیج دے گا۔ اور یہ کمپنی فیس اور دواؤں کی قیمت اس ڈاکٹر کو دے دے گی۔

اس کارڈ کے ذریعہ سے نہ صرف معمولی دوا اور علاج کا حق ملتا ہے بلکہ ایسی صورتوں میں جبکہ بیماری خطرناک صورت اختیار کرے اور اپریشن یا اور کسی قسم کے علاج کی ضرورت ہو جس میں کہ بہت پیسہ خرچ ہوتا ہو تو وہ سارے اخراجات بھی کمپنی ادا کرتی ہے۔ عینک کی ضرورت ہو مصنوعی دانت بنوانے ہوں۔ ایسے تمام خرچ بھی کمپنی برداشت کرے گی۔ بعض کمپنیاں دوسری کمپنیوں سے زیادہ اعانت کا وعدہ کرتی ہیں اور یہ اپنی طبیعت پر منحصر ہے کہ کون سی کمپنی کا ممبر بننا چاہیئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے صرف ہیلتھ انشورنس کا ٹکٹ ہر ہفتہ خریدنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اگر خود کسی کمپنی کا انتخاب نہیں کریں تو اس ٹکٹ کی بدولت

خود بخود گورنمنٹ کی طرف سے اعانت حاصل کرنے کا حق ہوجاتا ہے۔ لیکن گورنمنٹ سے اتنی زیادہ اعانت نہیں مل سکتی جتنی کہ انشورنس کمپنیوں سے۔ اس لئے اکثر لوگ کسی کمپنی کا انتخاب کر لیتے ہیں۔

اب دیکھئے سات پینی فی ہفتہ خرچ کرنے کے عوض کتنی بے فکری رہتی ہے اور بیماری میں علاج اور دوا کیسی آسانی سے میسر آسکتی ہے۔ جن کے یہاں نوکر ہوں ان کو سات پینی اپنے ہر نوکر کی بھی انشورنس کمپنی کو دینے لازمی ہیں۔ بڑی بڑی کمپنیوں اور فیکٹریوں کے مالکوں کو اپنے نوکروں کی تنخواہ کے علاوہ ان کے انشورنس کے پیسے بھی دینے پڑتے ہیں۔

بے روزگاری کی حالت میں بھی سرکاری امداد کا انتظام ہے بشرطیکہ واقعی کوشش کرنے کے بعد نوکری نہ ملی ہو تو اس کے لئے بھی نوکری کے زمانے میں ایک بہت تھوڑی سی رقم دینی پڑتی ہے۔ اس کے عوض بے روزگاری کی حالت میں ایک معقول رقم ہفتہ وار ملتی رہتی ہے۔

بڑھاپے میں بھی ہفتہ وار دس شلنگ پنشن کے ملا کرتے ہیں۔ اگر اس پنشن کے لئے انشور کرا لیا ہو تو اس پنشن کے پانے کا حق صرف انہیں ہوتا ہے جنہوں نے پنشن پانے کی عمر میں ۶۵ سال پہنچنے کے پانچ سال قبل خود کو انشور کرا لیا ہو۔ اگر آدمی انشورڈ ہے تو ان کی بیوی کو بھی پینسٹھ سال کی عمر کے بعد ہفتہ وار دس شلنگ پنشن کے ملنے لگتے ہیں۔

ستر سال کی عمر کے بعد سرکار کی طرف سے ہر ایک کو پنشن ملتی ہے چاہے خود کو انشور کرایا ہو یا نہیں۔ اس پنشن کی رقم اپنی آمدنی پر منحصر ہے یعنی جتنی آمدنی کم ہے اتنی سرکار سے زیادہ اعانت ملے گی۔ اور جتنی زیادہ اتنی ہی کم اور پچاس پاؤنڈ سال سے زیادہ آمدنی رکھنے والوں کو تو کچھ بھی نہیں ملتا۔

بیواؤں کے لئے بھی پنشنیں مقرر ہیں مگر ان کے حاصل کرنے کے لئے چند شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں۔ اس کی تفصیل سے مضمون بہت پیچیدہ ہوجائے گا اس لئے صرف اتنے کہنے پر اکتفا کرتی ہوں یہ شرائط اس لئے بنائی گئی ہیں کہ ان پنشنوں سے غیر مستحق لوگ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ مثلاً بیوہ کا پنشن پانے کے لئے بیوہ کی عمر ۵۰ سال کی ہونی چاہئے۔ وغیرہ۔

یتیم بچوں کو بھی اگر ان کے والدین انشورڈ تھے تو ہفتہ وار سات شلنگ ملتے ہیں۔

یہ پنشنیں حال ہی میں یعنی دس بیس سال سے ہی جاری ہیں اور ان کے لئے چونکہ چند شرائطیں پوری کرنی پڑتی ہیں۔ جو اس لئے بنائی گئی ہیں کہ غیر مستحق فائدہ نہ اٹھا سکیں اس لئے بعض دفعہ مستحق لوگ بھی پنشن پانے سے محروم رہ جاتے ہیں اس کے علاوہ مصیبت کے بہت سے دوسرے زمانوں میں اعانت کا انتظام نہیں ہے۔ اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ انگلستان میں فقیروں یا مصیبت زدہ اور غریبوں کا وجود ہی نہیں ہے اور بہت کافی تعداد میں ہے۔ یہاں ہر گلی اور ہر موڑ پر اندھے لولے لنگڑے لوگ خیرات مانگتے نظر آتے ہیں۔ پر ہندوستان کی بہ نسبت جہاں غریبوں کی مدد کا سرکاری انتظام کوئی نہیں بہت کم ہیں۔

شائستہ اختر بانو از لندن

مسلمان عورتیں اور بیرونی دلچسپیاں

آج ہم کسی نئی جگہ جائیں اور وہاں کوئی عورتوں کی تفریح گاہ کلب یا انجمن وغیرہ نہ ہو تو ہم بہت حقارت سے کہتے ہیں کہ بھلا وہ جگہ بھی رہنے کے لائق ہے جہاں کوئی چھوٹا سا کلب بھی نہیں کہ شام کا وقت ہی گزر جائے۔ یہ کلب اور انجمن کس قدر چھوٹے پیمانے پر ہی کیوں نہ ہوں یا کسی بیرونی اثر کے ماتحت قائم ہوئی ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ چیزیں بھی خاص حد تک عورتوں کی اصلاح و ترقی میں امداد ثابت ہو رہی ہیں۔ بعض جو بڑی تحریکیں ہیں مثلاً آل انڈیا ویمنز کانفرنس نیشنل کونسل آف ویمن وغیرہ ان کو چھوڑ کر بعض اور چھوٹی موٹی مقامی کلب اور انجمنیں بھی خاصی اصلاح کا کام دے رہی ہیں۔ ان ہی کلبوں اور تفریح گاہوں کی بدولت عورتیں گھر کی چہار دیواری کے باہر بھی اپنے لئے کچھ موقعہ تلاش کرنے کی متمنی ہیں۔ خواہ ہفتہ میں ایک دفعہ ہی گھر سے باہر کیوں نہ نکلتی ہوں لیکن کم از کم یہی ایک موقعہ ان کو دوسری عورتوں سے تبادلۂ خیال کرنے اور کچھ بیرونی معاملات سے واقفیت پہنچانے کا ملتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا اثر جو رفتہ رفتہ ان پر ہوتا ہے وہ یہ کہ بجائے گھر کی چہار دیواری کو اپنی دنیا سمجھنے کے اپنے کو اس سے ایک بڑی دنیا کا رکن خیال کرنے لگتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے کو ایک علیحدہ ہستی ہی نہیں سمجھتیں بلکہ ایک جماعت کا جزو سمجھتی ہیں اور محض اپنی ذاتی اصلاح یا ترقی کو ہی ترقی نہیں سمجھتیں بلکہ اپنی پوری صنف کی ترقی و بہبودی کی خواہاں ہوتی ہیں۔ غرضکہ اتنی مفید مطلب باتیں حاصل ہونے کے باوجود بھی یہ افسوس کی بات ہے کہ ہماری بہنیں اب تک اس طرف کچھ زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں سمجھتیں۔ حالانکہ یہ ہی چھوٹا سا دروازہ رفتہ رفتہ اُن کو گھر کی دیواروں سے نکال کر بیرونی دنیا میں لے جائے گا۔

آج جن قوموں کی عورتوں کو ہم بام ترقی پر دیکھ رہے ہیں وہاں بھی ابتدا اسی طرح ہوئی تھی۔ کہیں کوئی چھوٹی سی انجمن خیراتی کاموں کے لئے کھول لی گئی۔ کہیں چند بیویوں نے مل کر چھوٹے بچوں کے مفاد کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ آغاز ہی ان کو ترقی کی منزل پر لے گیا۔ ہم لوگوں کو تو اس وقت بھی بہت سی آسانیاں اور سہولتیں حاصل ہیں جو ان کو بہت سی کوشش کے بعد ملی تھیں۔ بیسیوں ایسی جماعتیں ہیں جن میں شریک ہونے اور عملی حصہ لینے سے ہم ہر قسم کی قومی اور ملکی خدمت کر سکتی ہیں۔ میری ایک انگریز دوست نے جو کچھ عرصے کے لئے ہندوستان آئی تھیں یہاں سے واپس جا کر مجھے لکھا کہ "مجھے تم ہندوستانی لڑکیوں کی قسمت پر رشک آتا ہے اس لئے کہ تمہیں اپنے ملک اور اپنی صنف کی خدمت کے بہت مواقع ہیں۔ ہمارے لئے تو ایسا کام کرنے کی کچھ بہت زیادہ گنجائش نہیں"۔ اور یہ بالکل سچ ہے اس لئے کہ ہندوستان اس وقت ایک بڑی تبدیلی کی حالت میں ہے اور وہ کونسی چیز ہے جس میں ہم اپنا وقت نہیں لگا سکتے۔ تعلیم نسواں کے فروغ کے لئے جو کام بھی کریں وہ تھوڑا ہے۔ ہندوستانی عورتوں کی عام

صحت چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال القصہ کام تو بہت سے ہیں لیکن کرنے والے کم۔

اس سلسلہ میں ایک بڑی رکاوٹ مسلمان بیویوں میں تعصب ہے۔ میں نے بارہا یہ کہتے سنا ہے کہ ہم فلاں کلب یا فلاں انجمن کے ممبر نہیں بنتے اس لئے کہ وہاں ہندو عورتیں اتنی زیادہ تعداد میں ہیں۔ اس خیال کو ہمیں سب سے پہلے دل سے نکال دینا چاہئے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ ہم دس ممبروں کی ایک انجمن بنا کے الگ بیٹھ جائیں اور دوسری قوموں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ ضرورت تو اس چیز کی ہے کہ دوسری خواتین سے ملئے ان کی باتیں سنئے اور ان کے کاموں کو سرانجام دینے کا طریقہ سیکھئے اور پھر خود بھی ان سے کچھ سبق لیں اس سے ہماری آنکھیں کھلیں گی کہ ہم میں کیا خامیاں ہیں اور ہم ان کو کس طرح دور کرسکتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ اس طرح ہم کتنی نئی باتیں سیکھ جائیں گی۔ جس طرح ہم گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھ کے کچھ معلومات بہم نہیں پہنچا سکتے۔ اسی طرح اگر باہر نکلنے پر ہم اپنی معلومات کا دائرہ اپنی قوم اور اپنے طبقہ کی چند بیویوں تک ہی محدود کردیں گے تو اس سے یقیناً چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ دوسری قوم کی عورتوں کی بعض مثالوں کا ہم پر یقیناً خوشگوار اثر پڑے گا۔ اور ہماری بہنیں بجائے لکیر کی فقیر بن رہنے کے فضول تعصبات کو دور کرکے اپنی اصلاح اور ترقی پر کمربستہ ہوجائیں گی۔

اسما سعید دہلی

ہماری تعلیم

ہماری وہ بہنیں جو مستقبل قریب میں "بیوی" اور "ماں" بننے والی ہیں۔ اگر زیور علم سے آراستہ اور کافی تربیت یافتہ نہ ہوں تو ان میں اپنے ماحول کی ضروریات کو سمجھنے کی قابلیت وصلاحیت نہیں ہوگی اور نہ وہ حقیقی معنوں میں اپنے شوہروں کی رفیق زندگی اور اپنی اولاد کی ماں بن سکیں گی۔ تعلیم نسواں کے مسئلہ کو ہر ملک اور ہر قوم کی نظریں نہایت غور وخوض سے دیکھ رہی ہیں مگر ہم نے اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی۔ اب ہم کچھ بیدار ہوئے ہیں اور ہماری نیند کا خمار ٹوٹ رہا ہے۔

ہماری قوم میں جوہر قابلیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے ہر فرد کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت باقاعدہ صحیح اصول پر تعلیم ہو اور اس کے اخلاق کی صحیح تربیت ہو۔ ہر قوم کی زندگی کا راز اس کی دماغی ترقی اور نشوونما میں مستور ہے۔ دماغی تعلیم زندگی کی روح رواں ہے اس سے دماغ کو غور وخوض کرنے کی عادت مشق ہوئی ہے یہی اختراعات اور ایجادات کی بنیاد ہے۔ اگر تعلیم نہ ہو تو صحیح دماغ بھی معطل اور ناکارہ بن جاتا ہے۔ علم انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔ اور حسن قبیح کا امتیاز سکھاتا ہے جہالت کی تاریکی کو دور کرتا ہے۔ اخلاق و عادات کو سنوارتا ہے۔ ہماری اخلاقی قوتوں کو ابھارتا ہے ہم کو فرض شناس بناتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم دنیا میں علم تہذیب اور تمدن کے علمبردار تھے۔ آج ہماری حالت دگرگوں ہے۔ آج ہم دنیا میں سب سے زیادہ پست۔ سب سے زیادہ کمزور۔ سب سے زیادہ ذلیل وخوار۔ سب سے زیادہ بدمعاملہ و ناقابل اعتماد اور سب سے زیادہ علم وہنر کے محتاج ہیں جو قوم کل ساری دنیا کو درس اصلاح دیتی تھی۔ وہی آج اصلاح طلب ہے۔

آمنہ خاتون گیاوی

سوبھا

لڑکی کا نام جس وقت سوبھاشینی رکھا گیا کون کہہ سکتا تھا کہ یہ بڑی ہوکر گونگی ہوگی۔ اس کی دو بڑی بہنوں کے نام سکشینی اور سُوہاشینی تھے اسی مناسبت سے اس کے باپ نے اس کا نام سوبھاشینی رکھا تھا۔ لیکن اختصار کے طور پر سب اُسے سوبھا کہا کرتے تھے بڑی بہنوں کی شادی انہیں دِقتوں سے ہوئی تھی جو تلاشِ زوج اور فراہمی جہیز میں ہوا کرتی ہیں۔ اب یہ چھوٹی لڑکی اپنے والدین کے دل پر ایک خاموش بوجھ کی طرح تھی لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ وہ بول نہیں سکتی اس لئے اپنی شادی کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتی ہوگی۔ وہ بچپن سے سمجھتی تھی کہ خدا نے اُسے اپنے والدین کے گھر لعنت و ملامت کے لئے بھیجا ہے اسی لئے وہ عوام سے دُور رہنے کی کوشش کرتی تھی اگر کسی وقت وہ سب اس کو بھُول بھی جاتے تو وہ برداشت کر لیتی مگر درد کو کون بھُول سکتا ہے اس کی وجہ سے اس کے والدین دن رات فکرمند رہتے تھے خصوصاً اس کی ماں اسے بڑی بےچین نظروں سے دیکھتی ماں کو بیٹے کی بہ نسبت بیٹی سے زیادہ محبت ہوا کرتی ہے اس میں کوئی عیب اگر ہو تو اپنی ذلت و توہین کا سبب سمجھتی ہے۔ بنی کنشا سوبھا کا باپ بہ نسبت اور بیٹوں کے اس سے زیادہ محبت کرتا مگر اس کی ماں اسے اپنے جسم کا ایک بدنما داغ خیال کرتی تھی اگر سوبھا میں قوت گویائی نہ تھی تو کیا اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں نہ تھیں جس وقت کوئی خیال اُس کے دماغ میں پیدا ہوتا اُس کے ہونٹ پتی کی طرح متحرک ہو جاتے جب ہم اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں اور بولتے ہیں تو اس کی ابتدا کے لئے الفاظ کا تجویز کرنا کوئی آسان کام نہیں خیال کی ترجمانی کا ایک قاعدہ ہوا کرتا ہے جو اکثر غلط بھی ہوتا ہے اس میں پڑ کر ہم غلطی بھی کر بیٹھتے ہیں لیکن سیاہ آنکھیں ترجمانی کے لئے الفاظ کی محتاج نہیں ہوا کرتیں دماغ خود بخود اُن پر ایک سایہ ڈالتا ہے اور اُن میں خیال کی جھلک نمایاں ہو کر کھو جاتی ہے خیال پتلیوں کی سیاہی سے اس طرح نمودار ہوتا ہے جس طرح غروب ہونے والا آفتاب یا بادلوں میں چمکنے والی بجلی۔ سوبھا چاندی پور کے ایک موضع میں رہا کرتی تھی دریا جس کے کنارے پر یہ آباد تھا بنگال کے دریاؤں میں ایک چھوٹا دریا تھا جس کا مدوجزر ایک معمولی حیثیت کی بیٹی سے زیادہ نہ تھا گویا کبھی سیلاب نہ لایا تھا وہ گاؤں کے ہر فرد کے خاندان کا ایک وفادار رُکن معلوم ہوتا تھا اور اُس کے ہر دو کنارے سایہ دار تھے اس طرح گویا دریا کی خوبصورت دیوی اپنے شاہانہ تخت سے اُتر کر چمن زار کی خداوند بن گئی تھی اس کی روانی اپنے سے بےخبر اپنے کام کی انجام دہی میں مشغول رہتی اور ہزاروں دلوں سے دعائیں لیتی۔ بنی کنشا کا مکان اُس چشمہ کی طرف آبادی سے نکلا ہوا تھا اور کشتی میں بیٹھنے والوں کو آبادی کی ہر جھونپڑی اور مکان کا منظر نظر آتا تھا۔ معلوم نہیں اس دنیاوی دولت کے درمیان اس چھوٹی لڑکی کا بھی کسی کو خیال تھا یا نہیں جو اپنا کام کر کے چپکے سے اس چشمہ کے کنارے آ بیٹھتی اور خاموشی سے قدرت کے زرین کارنامے کا تماشا دیکھا کرتی اس جگہ چشمہ کی روانی کی آواز گاؤں کے باشندوں کا شوروغل ملاحوں کی نغمہ سرائی چڑیوں کی چہچہاہٹ اور پتیوں کی کھڑکھڑاہٹ ایک

دوسرے سے مل مل کر اُس کے دل کا اضطراب بن جاتیں اور آواز کی ایک بڑی موج بن کر اُس کے مضطرب دل پہ ایک ضرب لگاتیں اور یہی شور و غل اور قدرت کی نیرنگیاں اس لڑکی کی قوت گویائی تھی۔ اس جگہ سوبھا کے لئے درخت کی چوٹیوں سے لے کر خاموش ستاروں تک رونے اور سرد آہیں بھرنے کا سامان مہیا تھا۔ سوبھا بغیر دوستوں کے نہ تھی اس کی دو گائیں تھیں ایک سرب باشی دوسری پنگولی ان دونوں نے سوبھا کے منہ سے کبھی اپنا نام نہیں سنا تھا تاہم وہ اس کے پاؤں کی چاپ خوب پہچانتی تھیں گو اس کے زبان نہ تھی مگر وہ اس کے شفقانہ مگر بے معنی گفتگو خوب سمجھتی تھیں گائیں اُس کی گھر کی پیار سے اتنی اثر پذیر ہوئیں جتنی ایک آدمی سے بھی نہ ہو سکتی تھیں سوبھا ان تک آتی اور سرب باشی کی گردن میں اپنی باہیں ڈالتی اپنے رخسار اُس کے رخسار سے ملتی اسی اثنا میں پنگولی اُسے اپنی مہربان آنکھوں سے دیکھتی اور اُس کے چہرے کو چاٹنے لگتی سوبھا کم از کم تین مرتبہ انہیں روزانہ دیکھنے آتی اور زیادہ سے زیادہ جتنی مرتبہ بھی ہو سکتا۔ جب کوئی اُسے بُرا بھلا کہتا تو وہ اپنے ان گونگے دوستوں کے پاس آتی خواہ وہ وقت اس کے آنے کا ہو یا نہ ہو اور گائیں اُس کے روحانی درد اور خاموش زندگی کا اثر اپنے دل پہ محسوس کرتیں اُس کے نزدیک آ کر اپنے سینگ آہستہ آہستہ اس کے بازوؤں سے رگڑتیں اور اپنی بدحواسی اور بے زبانی کے طریق پر اس کا غم غلط کرنے کی کوشش کرتیں گایوں کے علاوہ اس کے گھر بلی کا بچہ اور بکریاں بھی تھیں مگر وہ ان سے اتنی محبت نہ رکھتی گو وہ سب اسے ویسی ہی محبت کی نگاہ سے دیکھتے دن رات میں بلی کا بچہ جب موقع پاتا اس کی گود میں آ لیٹتا اور جب سوبھا اپنی انگلیاں اس کی پشت اور گردن پہ پھیرتی سو جاتا۔ اشرف المخلوقات میں بھی سوبھا کا ایک دوست تھا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے تعلقات اُس کے ساتھ کیسے تھے اس کی گویائی تھی مگر اُس کی گویائی سوبھا کی خاموش گویائی بعض اوقات چھین لیتی وہ دوست گوسائیں کا چھوٹا لڑکا پرتاب تھا جو بیکار پھرتا تھا اور جس کے والدین کی امیدیں اُس کے طریق معاش کے متعلق منقطع ہو چکی تھیں۔ ناکارہ لوگ اپنے عزیزوں کو ناراض کر کے غیر لوگوں میں عزیز ہوا کرتے ہیں اور چونکہ اُن کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اس لئے وہ عوام کی ملکیت ہو جاتے ہیں جس طرح ایک شہر کو ایک کشادہ میدان کی ضرورت ہوا کرتی ہے تاکہ لوگ آسانی سے سانس لے سکیں اسی طرح ایک موضع کو چند بیکار آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ کامی آدمیوں کا بیکار وقت غپ شپ میں گذار سکیں اور جس کسی کو ان کی ضرورت ہو فوراً موجود ہوں۔ پرتاب کا خاص شوق مچھلیاں پکڑنا تھا اس شوق میں وہ اپنا بہت سا وقت ضائع کرتا قریب قریب ہر سہ پہر کو اس کا یہی شغل ہوتا تھا اپنے اس شوق کی وساطت سے وہ سوبھا سے روشناس ہوا۔ وہ اس دوست کا قدردان تھا کیونکہ جب کوئی مچھلیاں پکڑتا ہو اس وقت ایک خاموش دوست بہترین ثابت ہوتا ہے پرتاب اس کی خاموشی کی وجہ سے سوبھا کی بہت عزت کرتا اور اس کا پورا نام لینے کی بجائے صرف "سو" کہہ کر پکارتا۔ سوبھا ایک املی کے درخت کے نیچے بیٹھی رہتی اور پرتاب ذرا دور ہٹ کر اپنی ڈور ڈالے رہتا وہ اپنے ساتھ روزانہ چند پان لایا کرتا جن کو سوبھا وہاں بیٹھی ہوئی اس کے لئے بنایا کرتی۔ دیر تک بیٹھے رہنے اور یہ کیفیت دیکھتے رہنے کے دوران میں سوبھا کی دلی خواہش ہوتی کہ وہ اپنے تئیں پرتاب کا بڑا مددگار ثابت کرے اور یہ ثابت کر دے کہ وہ اس دنیا پہ بیکار بوجھ نہیں ہے مگر وہاں اس اظہار کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ وہ خدا سے ایک غیر معمولی طاقت حاصل کرنے کی دعا کرتی تاکہ پرتاب کو

متحیر کر سکے اور اُس کی زبان سے یہ الفاظ سُن سکے "میرے خواب میں بھی نہ تھا کہ میری شُو ایسا کر سکے گی"۔ اگر سوبھا کوئی پری ہوتی تو وہ دریا سے آہستہ سے اُٹھتی اور بجائے ایک حقیر چیز مچھلی کے پرتاب کے لئے ایک سانپ کا من کنارے ڈال دیتی۔ پرتاب اس دریا میں غوطے لگاتا اور کسی اور ہی دنیا میں جا پہنچتا اور دیکھتا کہ بنی کنٹا کی بیٹی سوچاندی کے محل میں زرین بستر پہ آرام فرما ہے اُس وقت سوبھا جواہرات سے منور کسی بادشاہ کی بیٹی معلوم ہوتی مگر مشکل تو یہ تھی کہ وہ پاتالپور کے شاہی خاندان میں پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ بنی کنٹا کے خاندان میں پیدا ہوئی تھی اور اسی وجہ سے وہ گوسائیں کے لڑکے کو متحیر کرنے کا کوئی ذریعہ نہ پا سکتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو دیر گئے جب پورا چاند نکلا ہوا تھا اُس نے اپنے مکان کا دروازہ آہستہ سے کھولا اور ڈرتے ڈرتے باہر جھانک کر دیکھا اس وقت قدرت بھی سوبھا کی طرح تنہا خوابیدہ زمین کو دیکھ رہی تھی۔ اس عَالَمِ تنہائی سے اُس کا دل بھاری ہو گیا اور وہ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکی گویا خاموش مادرِ ارض کے ایک کنارے پہ ایک خاموش اور پریشان لڑکی کھڑی تھی۔ سوبھا کی شادی کے خیال نے اُس کے والدین کو بڑے چکر میں ڈال دیا تھا کیونکہ اکثر لوگ انہیں بُرا بھلا کہتے اور اپنی برادری سے خارج کر دینے کی دھمکی دیتے بنی کنٹا ویسے خوش حال تھا اس کے روزانہ دونوں وقت چاول اور مچھلی پکتی اس لئے اُس کے حاسد بھی کم نہ تھے عورتوں کے کہنے سے بنی کنٹا کچھ دن کے لئے وطن سے چلا گیا اور تھوڑے ہی دن بعد واپس آکر کہنے لگا۔ ہم کو کلکتے چلنا چاہیئے۔ اور وہ اس اجنبی جگہ جانے کے لئے تیار ہو گئے یہ دیکھ کر سوبھا کا دل بھر آیا آنکھیں کہر آلود صبح کی طرح نم ہو گئیں اور ایک نامعلوم خوف کی وجہ سے جو اُس کے دل میں جم چکا تھا ایک بے زبان جانور کی طرح وہ اپنے والدین کے پیچھے پڑ گئی اپنی سیاہ چمکیلی آنکھوں سے ان کا منہ تکتی اور ان کے ارادے معلوم کرنا چاہتی مگر وہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہتے ان تمام باتوں کے دوران میں ایک سہ پہر کو پرتاب شکار کرتے کرتے یہ کہہ کر ہنسا "تو سُو انہوں نے تمہارے لئے شوہر تلاش کر لیا ہے۔ اور اب تمہاری شادی ہونے والی ہو دیکھو تم مجھے بھول نہ جانا" یہ کہہ کر وہ اپنے کام میں پھر مشغول ہو گیا جس طرح خوفزدہ ہرنی اپنے شکاری کا منہ تکتی ہے اور اپنی خاموش تکلیف میں دریافت کرتی ہو "میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے"۔ اسی طرح سوبھا پرتاب کی طرف دیکھتی رہی اور اُس روز زیادہ دیر نہ ٹھہری۔ بنی کنٹا اپنی خوابگاہ میں بیٹھا ہوا حقہ پی رہا تھا تب سوبھا نے اسے دیکھ کر روتے ہوئے اپنے تئیں اس کے پاؤں پر لا ڈالا بنی کنٹا نے اسے تسلی دینا چاہا اور خود اُس کے رخسار بھی اشک آلود ہو گئے آخر یہ طے پا گیا کہ وہ آئندہ صبح کلکتہ روانہ ہو جائیں گے سوبھا نے گایوں کے تھان کے قریب جا کر اپنے پرانے دوستوں کو الوداع اور خیرباد کہا ایک بار پھر انہیں اپنے ہاتھوں سے کھلایا گلے سے لگایا اُن کا چہرہ غور سے دیکھا اور اُس کی وہ آنکھیں جو زبان کا کام دیتی تھیں تیزی کے ساتھ آنسو بہانے لگیں جس رات کا یہ واقعہ ہے وہ چاند کی دس تاریخ تھی سوبھا اپنے کمرے سے نکل کر اپنے دل پسند گھاس کے بستر پہ دریا کے کنارے آلیٹی اور اپنے ہاتھ زمین پہ اس طرح پھیلا دیئے گویا وہ اپنی پُرسکوت اور مضبوط ماں سے کہہ رہی ہے "ماں مجھے اپنے سے جُدا نہ ہونے دو۔ اپنی آغوش میں مجھے اسی طرح لو جس طرح میں نے تمھیں لے رکھا ہے اور مجھے مضبوطی سے پکڑے رہو" ایک دن کلکتہ کے کسی مکان میں سوبھا کی ماں نے سوبھا کو بہت احتیاط کے ساتھ کپڑے پہنائے اُس کا سر گوندھا اور اُسے زیور پہنایا سوبھا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس کی ماں نے اس خیال سے کہ اُس کی آنکھیں روتے روتے سوج نہ جائیں اُسے گھڑ کا اور مارا مگر اس کا رونا بند نہ ہوا اس اثنا میں دولہا مع ایک دوست کے دولہن کا معائنہ کرنے اندر آیا سوبھا کے والدین اس وقت سرگرداں خوفزدہ تھے کہ دیکھئے دیوتا اس قربانی کے جانور سوبھا کو پسند بھی کرتا ہے یا نہیں ممتحنین کے روبرو پہنچنے سے پیشتر سوبھا کی ماں سوبھا کو خاموش رہنے کی تلقین کر چکی تھی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا دولہا نے اُسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہا "ایسی خراب بھی نہیں ہو"۔ اس نے اُس کے رونے پہ خاص توجہ کی اور خیال کیا کہ یہ اس کی ملائم دل ہونے کی دلیل ہو اور وہ دل جو آج والدین سے جُدا ہونے پر اس قدر ملول ہو کل یقیناً اچھا ثابت ہو گا آنسوؤں نے وہ اصل قیمتی موتی تھے سوبھا کی قدر و قیمت بڑھا دی اور دولہا نے سوبھا میں کوئی نقص نہ پایا آخرکار جنتری دیکھی گئی اور ایک مبارک دن شادی کے لئے تجویز ہوا اپنی گونگی لڑکی کا ہاتھ ایک دوسرے کے حوالے کر کے سوبھا کے والدین اپنے وطن واپس آ گئے انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ دین دنیا کی بُرائی سے بچ گئے۔ سوبھا کے شوہر کا کاروبار کسی مغربی ملک کے شہر میں پھیلا ہوا تھا اس لئے شادی کے تھوڑے ہی دن بعد وہ اُسے وہیں لے گیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں سب کو معلوم ہو گیا کہ دولہن گونگی ہو اگر ایک آدھ آدمی کو اس کی خبر نہ ہوئی تو اس میں سوبھا کا کیا قصور تھا اُس نے کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کی تھی اس کی آنکھیں انہیں اصل باتیں بتاتیں چاہے کوئی انہیں سمجھ نہ سکتا ہو وہ ہر ایک پر نظر ڈالتی مگر کوئی اس کی بات نہ سمجھتا

دختر ہند

ایک لڑکی بیکس و مجبور و زار
خاک پر بیٹھی ہوئی ہے دلفگار

چیتھڑوں سے جسم لاغر ہے ڈھکا
کائناتِ دل میں ہے محشر بپا

چشمِ حسرت میں ہے ہلکا سا خمار
گیسوئے خمدار پر گرد و غبار

قلب میں الجھن پریشاں سی جبیں
ایک کرتہ زیب تن نیم آستیں

ایک کہنہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے
جس کے آنچل جا بجا اُدھڑے ہوئے

رُخ پہ نا امیدیوں کی زردیاں
پاؤں میں میلی پرانی جوتیاں

کربِ و بے چینی کی سچی داستان
کہہ رہے ہیں زیر لب اشکِ رواں

دستِ نازک بھیک میں پھیلے ہوئے
چشم پُر نم بال کچھ بکھرے ہوئے

بیکس مخلوق کی یہ گھرکیاں
ہند کی اور آہ یہ شہزادیاں

کیا بیاں ہو حالتِ "ہندوستان"
قلب میں طاقت نہ منہ میں ہے زباں

خاک کردیں گی چمن کی پتیاں
بیکسوں کی "آہ" کی چنگاریاں

صفیہ بیگم شمیم

ماں

محبت کا ایک بے پایاں سمندر ہے جس کی محبت کو زوال نہیں۔ محبت کی ایک شعاع ہے جو دل کی کلی کو کھلاتی ہے۔ بادِ نسیم کا ایک جھونکا ہے۔ جو دل و دماغ کو فرحت بخشتا ہے۔ مظہر لطف و کرم ہے جس کا فیض کبھی رکتا نہیں اولاد کی قسمت کا روشن ستارہ ہے جو کبھی بجھتا نہیں۔ مہر و محبت کا آفتاب ہے جو غروب نہیں ہوتا۔ خدا کی عطا کردہ بیش بہا نعمت ہے جس کا سایہ منبع لطف و کرم ہے۔ اور یہ حسین دُنیا جس کے دم سے روشن نظر آتی ہے۔

مگر یہ ان ہی کے لئے۔ جو اس نعمتِ بے بہا سے مالا مال ہیں۔ اور جو اس سے محروم ہیں ان کے لئے یہ دُنیا تاریک ہے۔

؎ تیری اُلفت کو زیبا ہے فقط ضرب المثل ہونا
کہ ممکن ہی نہیں اے ماں تیرا نعم البدل ہونا

ب۔ ن۔ مالنسہ ابراہیم۔ مدراس

حسّاس بچّے

بچے بڑوں کی نسبت زیادہ ذکی الحس ہوتے ہیں۔ اور جوں جوں عمر بڑھتی ہے اور مغز پختہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ ذکاوت کم ہوتی جاتی ہے۔ لیکن بعض بچوں کے احساسات اپنے دوسرے ہم عمروں کی نسبت زیادہ نازک اور لطیف ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ بچے معمولی سی تحریک سے اثر پذیر ہوجاتے ہیں اور ایسا ردِ عمل ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے جس کا اظہار اسی عمر کے اور بچوں کی طرف سے نہیں ہوتا۔

بچے کے ذہنی نشو و نما پر دو امور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ ایک وراثت دوسرے ماحول چنانچہ زود رنج۔ بے صبر غصیلے ماں باپ کے بچے اکثر و بیشتر اسی قسم کا ذہن لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ پھر اگر ان کو ماحول بھی موافقِ حال ملے تو ان کے یہ وراثتی جذبات اور بھی پختہ ہوجاتے ہیں۔ ورنہ کچھ نہ کچھ تبدیلی بھی ممکن ہے۔ اسی طرح دوسری جسمانی کیفیتیں مثلاً رنگ۔ قد۔ خد و خال، آواز۔ چال ڈھال ورثہ میں بھی ملتے ہیں اور پھر ماحول کے مطابق کم و بیش تبدیلی کی گنجائش بھی رکھتے ہیں۔

شیر خوارگی کی عمر ہی سے بچہ اپنی ذہنی کیفیات کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ حساس بچہ ذرا سی آواز آنے پر چونک اُٹھتا ہے۔ اس کی نیند گہری نہیں ہوتی۔ گھر میں کوئی شور ہو۔ پلنگ یا بستر میں حرکت ہو (اگر ماں ساتھ سونے کی عادی ہے تو ماں کے اُٹھنے پر) فوراً بیدار ہوجاتا ہے۔ عمر ذرا زیادہ ہوتی ہے تو بھائی بہنوں سے حسد کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ماں کی تمام تر توجہ اسی کی طرف ہو۔ اس مقصد کے لئے رونے کا ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ کھانے کی چیزیں اور کھلونے کسی اور بچے کو دئے جائیں تو ہنگامہ برپا کرتا ہے۔ اور بڑا ہوتا ہے یعنی سکول کی عمر کو پہنچتا ہے تو کھیل کود کے معاملہ میں معمولی معمولی باتوں پر رنجیدہ ہوجاتا ہے۔ دوڑ میں پیچھے رہنے پر، مقابلہ کے کھیل میں ہار جانے پر، ہجولیوں کے مذاق کرنے پر اپنی شکست سمجھتا ہے اور ایک عرصے تک فکر میں مبتلا رہتا ہے۔

یہ بچہ چھوٹی عمر ہی سے سوتے میں بولتا ہے، چیختا ہے۔ اور بعض اوقات روتا ہے۔ زیادہ کروٹیں بدلتا ہے۔ غم کی کہانیاں سننے پر رونے لگتا ہے اور اکثر ایسی کہانی سننے سے انکار کردیتا ہے۔ ذرا سا غصہ آنے پر اس کا چہرہ سُرخ اور غم کے واقعہ پر زرد ہوجاتا ہے۔ مثلاً ماں کے خفا ہونے پر یا کھلونا گم ہوجانے پر۔ وہ بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اور بسا اوقات رونے لگ جاتا ہے۔

ان بچوں کو معمولی اسباب سے بخار ہوجاتا ہے۔ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے اور نیند خراب ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات یہ بچے مکروہ عادتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ناخنوں کو دانتوں سے کاٹتے رہنا۔ ہونٹ کاٹنا۔ بال نوچتے رہنا۔ نیند میں

پیشاب کر دینا۔ وغیرہ

اسباب۔ جیسا کہ پیشتر بیان ہوا۔ یہ کیفیت بالعموم وراثتی ہوتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ خود زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ ان کے بچوں کا بھی ایسی ہی ذہنی کیفیت کا حاصل کرنا بہت ممکن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ والدین جو منشیات یعنی شراب۔ افیم۔ بھنگ وغیرہ کے عادی ہوں۔ یا وہ جو ہسٹریا۔ مرگی۔ جنون وغیرہ امراض ذہنی ودماغی میں مبتلا رہتے ہوں۔ ان کے بچے بھی کمزور اور ماؤف ذہن لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ وراثت کے علاوہ ماحول کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ لاڈلے بچے۔ وہ بچے جن کو ماں کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہونے دے اور دوسرے ہم عمر بچوں سے کھیلنے کا موقع نہ دے۔ ان کے ذہن بھی ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔ پہلا بچہ بالعموم ذکی الحس ہوتا ہے کیونکہ وہ بہت لاڈلا ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس وہ بچہ جو اپنے والدین کا ایک ہی بچہ ہو۔

دفاع۔ شادی کرتے وقت اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ فریق ثانی کسی ذہنی یا دماغی مرض میں مبتلا نہ ہو۔ اس کے گھر میں ہسٹریا۔ مرگی۔ وغیرہ کی کوئی علامات نہ ہوں۔ نیز اس کا مزاج زود رنج۔ چڑچڑا۔ ضدی اور غصے والا نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس سنجیدہ۔ متین۔ بردبار۔ اور خوش طبع ہو۔ ورنہ بچے ضرور ایسی ماں یا باپ کے ذہنی اثرات و کیفیات کو ورثہ میں پائیں گے۔

علاج۔ ایسے بچے کا علاج یہ ہے کہ اس کی عام صحت درست کی جائے۔ ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ اگر اسے کوئی ایسا مرض ہے جس سے اعصاب کو تحریک ہوتی رہتی ہو مثلاً پیٹ سے کرم خارج ہونا یا حلق کے غدود کی خرابی۔ تو اس کا علاج کیا جائے۔ اس کے ساتھ مناسب اور جائز ہمدردی کی جائے۔ ایسے بچوں کو جسمانی سزا ہرگز نہ دینی چاہیئے۔ اور نہ ان پر خفا ہونا چاہیئے۔ ان کو سکول بھیجنا چاہیئے۔ اور استانی کو اس کے مزاج کے متعلق واقفیت بہم پہنچانی چاہیئے۔ ورزش اور کھیل کا شوق دلانا چاہیئے۔ غم اور ڈر کی کہانیاں بالخصوص جنوں۔ بھوتوں اور چڑیلوں کی کہانیاں نہیں سنانی چاہئیں۔

ڈاکٹر سید ممتاز حسین لاہور

ٹوکیو میں عام طور سے ۹۰ درجہ حرارت تک گرمی پڑتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ۹۵ ۔ ہر وقت پنکھا جھلنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ تاہم اس سے بچاؤ کے لئے ملک میں بڑی بڑی کارآمد اور آرام دہ اشیا موجود ہیں جن سے ہر کس و ناکس تھوڑے سے دام خرچ کر کے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے ۔ زہے نصیب ایسے ملک اور ایسی قوم کے جس نے متوسط الحال طبقہ اور غربا کے لئے چھوٹے سے چھوٹا آرام پہنچانے کے لئے بیش بہا انتظامات کر رکھے ہیں ۔ قوم کے مدبرین اپنا دماغ غربا کی فلاح و بہبود میں صرف کرنا قومی خدمت اور اپنا بڑا فرض سمجھتے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ غربا اطمینان عزت اور آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ اور قوم کی عزت اور قوت کا بڑا ذریعہ بنے ہوئے ہیں ۔

ایک آئیس بکس Ice-Box یعنی برف رکھنے کے بکس کو ہی لیجئے تو معلوم ہوگا کہ کس قدر مفید اور کارآمد چیز ہے موسم گرما میں اس کا استعمال اشد ضروری ہے جس گھر میں یہ ہوگا اس کی گھر والی کو ایک بڑی زحمت سے نجات ملے گی ۔ یہاں اس کا عام استعمال ہے ۔ بڑے ۔ چھوٹے ۔ مہنگے ۔ سستے ہر قسم کے ملتے ہیں ۔ یہ ایک موٹی لکڑی کی خوبصورت خانہ دار الماری ہوتی ہے ۔ اندر کے حصے میں ہر طرف جست کی چادر منڈھی ہوتی ہے ۔ ایک خانہ برف کے لئے مخصوص ہوتا ہے ۔ اس خانہ کے نیچے جست کا ایک ڈبہ ہوتا ہے ۔ تاکہ اس میں برف کا پانی جو گھل گھل کر بہتا ہے جمع ہوتا رہے ۔ اور بھر جانے پر ڈبہ خالی کر دیا جائے ۔ دن میں ایک دو دفعہ ضرور خالی کرنا پڑتا ہے ۔ باقی خانوں میں دیگر چیزیں آسانی سے رکھی جا سکتی ہیں ۔ مثلاً کھانا ۔ دودھ ۔ خام گوشت ۔ مچھلی ۔ ترکاری ۔ پھل ۔ کٹا ہوا تربوز تو اتنا سرد اور شیریں ہو جاتا ہے کہ پھر برف ڈالنے کی قطعی ضرورت نہیں رہتی ۔ کھیر ۔ پڈنگ نہایت سرد اور خوش ذائقہ ہو جاتی ہے ۔ سوڈا لیمن ۔ حتیٰ کہ پینے کا پانی بھی صاف بوتلوں میں بھر کر خانوں میں رکھ دیتے ہیں ۔ غرض ہر چیز محفوظ رہتی ہے ۔ ہر وقت ٹھنڈا پانی بلا کسی وقت کے مل سکتا ہے ۔ برف کی الگ حفاظت ہوتی ہے کہ کم گھلتی ہے ۔ الغرض کم خرچ بھی ہے اور آرام و بھی ۔ ایک یہ بھی آرام ہے کہ گھر پر چاہے کوئی کسی وقت آ نکلے بغیر کسی تکلیف کے ٹھنڈا پانی شربت وغیرہ پیش کیا جا سکتا ہے ۔ اور آنے والے کو برف کے انتظار میں تشنگی کی تکلیف سے کوفت نہیں ہوتی ۔ ایک ایک پیسہ کی برف کے لئے کوئی مارا مارا نہیں پھرتا ۔ برف یہاں خاص مہنگی ہے ۔ گرمی آنے سے قبل برف والے گھر گھر آن کر دریافت کرتے ہیں کہ روزانہ کتنی برف کی ضرورت ہوگی اور گاہک بنا لیتے ہیں ۔ ان کے پاس برف نرخ کے فارم چھپے ہوتے ہیں ۔ وہ دے جاتے ہیں ۔ لگے بندھے برف والے بازار کے عام بھاؤ سے کچھ سستی دیتے ہیں کیونکہ بلا ناغہ لی جاتی ہے ۔ برف والا آئیس بکس کو دیکھ کر اس کے خانہ کے مطابق برف کا ٹکڑا آری سے کاٹ کر پہنچا دیتا ہے ۔ ایک دن کی برف دوسرے دن تک موجود رہتی ہے

صبح سے سوتے دم تک جس وقت چاہو ٹھنڈا پانی پیاس بجھانے کے لئے گھر میں موجود ہے۔

ہندوستان میں اس بلا کی گرمی پڑتی ہے کہ خیال سے بھی جی کانپ جاتا ہے چاہیئے تھا کہ وہاں اس قسم کی سہولتیں میسر ہوتیں۔ مگر کسے غرض جو غریبوں کا درد سمجھے اور عمدہ تجاویز سوچے۔ وہاں کی سڑی گرمی میں غریب مستورات بچے کھچے دال سالن کو سو جتن سے رکھتی پھرتی ہیں، کہیں پتیلیوں کے نیچے اور کہیں ٹھنڈی ہوا میں چھینکوں نعمت خانوں میں رکھتی ہیں، کہ کسی طرح سڑنے سے بچیں۔ دودھ کو بھی اس طریقہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر باوجود محنت اور ہر احتیاط کے چیزیں سڑ جاتی ہیں۔ دودھ پھٹ جاتا ہے۔ اور چھوٹے بچے جو اوپری دودھ پر پلتے ہیں، وقت پر دودھ نہ ملنے سے بھوک سے بلبلا اٹھتے ہیں۔ برف بھی پیسہ پیسہ دو دو پیسہ کی منگوائی جاتی ہے۔ ابھی پانی پیا اور برف ختم۔ صبح سے شام تک یہی ہوتا رہتا ہے۔ جب پیاس لگی اس وقت آدمی دوڑایا۔ زیادہ آ گئی تو غلیظ ٹاٹ کے ٹکڑوں میں لپیٹ لپیٹ کر کمبل اور لحافوں میں دبکایا جاتا ہے۔ پھر بھی وہ محفوظ نہیں رہتی اور آدھی سے زیادہ گھل جاتی ہے۔ دوسری مصیبت یہ کہ جب پانی پیو، برف کو دھوؤ۔ اس سے وہ اور گھل جاتی ہے۔ ہندوستان میں کہیں کہیں تھرماس استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کے ٹوٹنے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ ذرا سی برف نکالنے میں بے احتیاطی کی اور تھرماس بے کار ہوا۔ آئیس بکس سستی اور بڑے کام کی چیز ہے۔ کاش لوگ اس طرف توجہ کریں۔ تھوڑے سے غور و فکر اور محنت کے بعد یہ اپنے ملک میں بآسانی رواج پا سکتا ہے۔

مسز برلاس از ٹوکیو

ہمیں کیا اور کتنا کھانا چاہیئے

"ڈاکٹر آر تھرل وڈ" کہتے ہیں کہ غذا کے متعلق ایک عام اور شدید غلط فہمی یہ ہے کہ ہمیں خوب کھانا چاہیئے قوت اس سے قائم رہے گی اور ہم جتنا زیادہ کھائیں گے۔ اسی قدر زیادہ مضبوط، تندرست و طاقتور ہوں گے۔ لیکن یہ خیالات غلط ہیں"۔

آپ دیکھ لیں کہ جس دن آپ نے خوب لذیذ غذائیں کھائی ہوں اور خوب ڈٹ کر کھائی ہوں تو دسترخوان سے اٹھنے کے بعد آپ اپنے اندر قوت کی زیادتی نہیں پائیں گے۔ بلکہ ایک تکان ایک کاہلی۔ ایک سستی کا اثر محسوس کریں گے۔ اور آپ کو آرام کرنے اور سو رہنے کی خواہش ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی تمام قوت سمٹ کر اس بھاری غذا کو بنانے اور جزو بدن بنانے کی خدمت میں مشغول ہوگئی ہے۔ اسی لئے آپ اپنے اندر بعد فراغت طعام آج زیادہ کاہلی اور سستی محسوس کر رہے ہیں۔ یقین کر لیجئے کہ آپ کا زیادہ کھانا کھا لینا آپ کی قوت میں اضافہ کا موجب نہیں ہوگا۔ بلکہ آپ کی قوت بدن کے زیادہ خرچ ہونے کا موجب ہوگا۔ پس زیادہ کھانا ہرگز اچھی عادت نہیں ہے۔ آپ زبان کے چٹخارے اور اپنے ذائقہ کی لذت کے لئے اگر اپنے معدہ پر زیادہ بوجھ ڈالیں گے تو یقیناً آپ اس خطرہ کی پرورش کریں گے۔ کہ رفتہ رفتہ صحت کو خراب کرنے والے روگ پیدا ہوں۔ آخر ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ تندرستی ہمیشہ کے لئے آپ کو جواب دے دے۔ اگر آپ تندرستی کا لطف زیادہ عرصہ تک حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ پُرخوری کی عادت کو قطعاً ترک کر دیں۔ اور کھانے پینے میں پورے اعتدال اور سلامت روی سے کام لیں۔ غذا کے متعلق ایک غلط فہمی اور ہے اور وہ مریضوں کی قوت قائم رکھنے کے متعلق ہے۔

صاحب فراش مریض کے متعلق عوام اور معالج دونوں ایک عام غلطی کا شکار ہیں وہ یہ کہ مریض کو خوب کھلایا پلایا جائے۔ اس کو ہر طرح کی طاقت پہنچانے والی بھاری غذائیں کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ "منہ چلے۔ بستر بلا ٹلے"۔ لیکن اس سے فائدہ کی بجائے نوے فی صدی نقصان ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور بھاری اور مقوی غذائیں بجائے اس کے کہ اچھی طرح ہضم ہو کر خون اور گوشت اور چربی پیدا کریں۔ زہریلے مادوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

جب اعصاب کمزور ہو چکے ہوں اور قوی غذاؤں کا استعمال ہو تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان کو مہمیز کیا جائے تاکہ وہ تندرستی کی طرح کام انجام دیں۔ یہ ان سے غیر قدرتی طریقہ پر ہی کام لینا ہے اس طرح وہ اگر کام کر سکتے ہیں تو بہت تھوڑے عرصہ کے لئے۔ لیکن اس عرصہ میں جسم کی قوت مدافعت کو بیکار رہنا پڑتا ہے۔ اور جب یہ مصنوعی قوت جو اعصاب کو مہمیز کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس طرح خرچ ہو جاتی ہے جس طرح کہ تھوڑے سے تیل کے

چراغ کی بتی اگر اُکسادی جائے تو بہت جلد جل جاتی ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہی ہوتا ہے کہ مریض بہت زیادہ سستی اور کمزوری محسوس کرتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے اسے بھاری اور ثقیل غذاؤں پر مجبور کرنے کا۔ طب قدیم نے غذا کے مسئلہ کو شاید زیادہ بہتر سمجھا ہے۔ اور ہمارے اطبا مریضوں کو زیادہ کھانے پر مجبور کرنے کی غلطی شاید کبھی نہیں کرتے۔ وہ انسانی قوت مدافعت کو کسی مصنوعی تدبیر کی خاطر معطل وبیکار رکھنا پسند نہیں کرتے۔ البتہ وہ اُس کا اپنے اصول علاج کی وجہ سے پورا خیال رکھتے ہیں۔ کہ مریض کے آلات انہضام کمزور نہ ہونے پائیں۔ مغربی طب ہمارے ملک میں ابھی تک ایک اجنبی طب ہے اس کے اصول و قواعد یورپ و امریکہ کے لوگوں کے حالات کی بنا پر تجویز کئے گئے ہیں۔ اگرچہ انسانی طبائع کے بعض حالات تمام دنیا میں مشترک ہیں۔ لیکن گرم اور سرد ممالک کی طبیعتوں کا اختلاف بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ اس لئے اگر پُرخوری سرد ممالک میں کسی حد تک جائز رکھی جاسکتی ہے۔ تو حالات مرض میں مریض کو زیادہ کھانے پر مجبور کرنا گرم ممالک میں کسی حد تک جائز نہیں رکھا جاسکتا۔ مگر اب تو نئی تحقیقات سرد ممالک کے لوگوں کے لئے بھی زیادہ کھانے کو جائز نہیں سمجھتیں جیسا کہ ڈاکٹر آرتھر وُوڈ صاحب کی مذکورہ بالا تحقیقات سے ظاہر ہے۔ اور اس تحقیقات سے کسی طرح ہماری قدیمی طب کا ایک بہتر اور برتر طب ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اس مغربی محقق کی رائے ہے کہ بیماری کو جو تکلیف دینے والی غذائیں عام طور پر ڈاکٹر استعمال کراتے ہیں۔ گوشت کی یخنی بھی ان ہی میں سے ایک تکلیف دہ غذا ہے ان زہروں کے دینے سے بہتر ہے کہ مریض کو صاف پانی اور سنگترہ۔ انجیر۔ سیب۔ آڑو۔ ناشپاتی۔ انگور وغیرہ کے رس پلائے جائیں۔ میوہ جات کے یہ عرق معدہ کو صاف کرتے جسم کو طاقت پہنچاتے اور مریض کے لئے نئی طاقت مہیا کرتے ہیں اور پھر وہ بستر مرگ سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جو لوگ کہ طب یونانی کے ماراللحم کے قابل نہیں ہیں۔ آئیں اور اس نئی سائنٹفک تحقیقات پیش نظر ہمارے قدما کے عقل و فہم کی داد دیں۔ کہ جو بات بیسویں صدی میں علم و فن کے دور ترقی نے سمجھائی ہے کس طرح صدیوں پیشتر ہمارے بزرگوں کو معلوم ہو چکی تھی۔

ماراللحم کیا ہے؟ گوشت کا صرف ایسا لطیف عرق جس میں گوشت کے ایسے اجزا نہیں ہوتے جو معدے میں جاکر سڑ جاتے اور زہر پیدا کرتے ہیں۔ اس لطیف عرق کے علاوہ انار۔ سیب۔ رنگترہ۔ ناشپاتی وغیرہ میوہ جات کا رس ان کا جزو اعظم ہوتا ہے جن میوہ جات کے عرقوں کے لئے نئی سائنٹفک تحقیقات یہ ہے کہ وہ معدہ کو صاف کرتے اور جسم کو طاقت پہنچاتے اور مریض کے لئے نئی طاقت مہیا کرتے ہیں۔

(ماخوذ)

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپورتھلہ

فیشن کی مزید تشریح

محترمہ شائستہ اختر سہروردیہ بی اے آنرس (از لندن)

اکتوبر کے پرچہ میں محترمہ آر۔ کے درخشاں صاحبہ نے فیشن کی نہایت اچھی تشریح کی ہے کہ فیشن نہ کسی شہر کا نام ہے اور نہ کسی ملک کا جہاں سے وہ ایجاد ہوتا ہے اور نہ اس کا ایجاد کرنے والا کوئی مخصوص انسان ہے بلکہ محض دوسروں کے دیکھے ہوئے کو خود بھی بجنسہ اختیار کر لینے کا نام فیشن ہے"۔ اگر فیشن کے دلدادہ اور فیشن کے مخالف دونوں فیشن کو اس نظر سے دیکھنے لگیں اور اس کو خواہ مخواہ کی اہمیت دینا چھوڑ دیں تو خاندانوں کے بہت سے جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائے۔ خاندان کے کم عمر افراد کی فیشن سے وابستگی اور بزرگوں کی اس سے نفرت روزانہ گھروں میں آپس کی تلخ کلامی اور شکر رنجی کا باعث ہوتی رہتی ہے۔

تعجب ہے کہ فیشن جیسی بے حقیقت چیز رشتہ داروں کے درمیان رنجش پیدا کرا سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دو فریق فیشن کو خواہ مخواہ کی اہمیت دیتے ہیں۔

چھ چھ آٹھ آٹھ کی جگہ دو دو چوڑیاں پہن لینے سے اسلام کا کوئی اصول نہیں ٹوٹتا سُرخ و نارنجی کے بدلے آبی یا فیروزی ڈوپٹہ اوڑھ لینے سے عیسائی نہیں بن جاتے۔ اور سلیم شاہی کے بدلے گرگابی پہن لینا خاندانی روایت کا خاتمہ کر دینا نہیں کہلایا جا سکتا۔ لباس اور سنگار کے طریقوں کا اصول مذہب و اخلاق سے کیا تعلق؟ ممکن ہے کہ دو دو چوڑیاں پہننے والی بیوی کے ہاتھ اپنے پروردگار کے حضور میں چوڑیوں سے بھرے ہاتھ والی سے زیادہ اٹھتے ہوں۔

اسی طرح سے فیشن کی دلدادہ خواتین کا فیشن اور تعلیم کو ایک چیز خیال کرنا انتہائی حماقت ہے۔ بالوں کو جدید طریقہ سے بنانے ساڑی کو خوبصورتی سے باندھنے اور پوڈر کریم وغیرہ کو صحیح طور سے استعمال کر سکنے والی خواتین کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تعلیم یافتہ اور مہذب بھی ہوں۔

فیشن ایک بدلتی رہنے والی شے ہے اس کے اصول علمی یا اخلاقی اصولوں سے وابستہ نہیں ہیں جیسے کہ اس کے موافق و مخالف دونوں نے سمجھ رکھا ہے۔ جب کہ کم چوڑیاں ہلکے رنگ وغیرہ فیشن سمجھے جاتے تھے اور ان کے اختیار کرنے والیوں پر اس وقت کی پرانے فیشن والیاں اعتراض کرتی تھیں تو وہ اس کا جواب اس طرح (بحوالہ عصمت نومبر ۱۹۳۷ء عفت آرا) کے لفظوں میں دیتی تھیں۔ کہ "گہرے رنگ جلاہوں جیسے ہم کو پسند نہیں۔ زیادہ چوڑیاں گنوار پن ہے"۔ وغیرہ۔ رہا جھلنیوں کا پہنا یہ تو جہالت کا تمغہ خیال کیا جاتا تھا لیکن فیشن نے کایا پلٹی اور اب یہی سب باتیں فیشن سمجھی جاتی ہیں۔ کہاں تو ۲۔۲ چوڑیاں گنوار پن تھا اور کہاں اب دو دو درجن چوڑیاں ایک ہاتھ میں اور ایک بالکل ہی خالی فیشن میں داخل

سمجھا جاتا ہے۔ گہرے اور متضاد رنگ زیادہ پسند کئے جانے لگے ہیں۔ اور شوز کے بدلے چپل ساریوں کے ساتھ زیادہ موزوں خیال کی جاتی ہے۔ اور جنہوں نے جڑاؤ جھلنیاں اور بجلیاں وغیرہ بھاری سمجھ کر علیحدہ کر دی تھیں وہ اس وضع کے چھوٹے نگینے اور چاندی کے بندے بڑے شوق سے پہن رہی ہیں۔

اسی طرح سے مذاق کا بدلتے رہنا کوئی جرم نہیں انسانی فطرت جدت پسند ہے اور یکسانیت سے جلد اکتا جاتی ہے۔ اس کے معنے یہ نہیں کہ جس طریقے کو چھوڑ دیا وہ غلط یا قابل نفرت تھا۔ لیکن فیشن اہل خواتین یہی تو غلطی کرتی ہیں اور وہ کپڑے کی وضع اور سنگار کے طریقے کو اس ادا سے بدلتی ہیں گویا کہ کمسنی کی شادی کا انسداد کر رہی ہیں یا ہندوستان کی آزادی کے لئے جہاد ہے۔

نوٹ: فیشن کے متعلق جو کچھ میں نے یہاں لکھا ہے وہ ہندوستان کے متعلق ہے۔ یورپ میں تو فیشن کی حیثیت ہی کچھ اور ہے یہاں تو فیشن کے نت نئے ڈھنگوں پر تجارت کا دارو مدار ہے۔ نہ صرف لباس بلکہ یہاں تو اکثر چیزیں جیسے فرنیچر۔ برتن۔ موٹر۔ مکان سب ہی کا فیشن بدلتا رہتا ہے۔ بہت سی دوکانیں اور فرمیں سب سے زیادہ روپیہ فیشن ایجاد کرنے ہی میں صرف کرتی ہیں۔ بڑی بڑی دکانوں میں ایسے مصوّر اور نقّاش ملازم ہوتے ہیں جن کا کام نئے نئے فیشن ایجاد کرنا ہوتا ہے۔

دوستی کا نباہ

اک ہم خیال، مخلص دوست نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، ہم اس کے خلوص سے اپنی خوشیوں کو زیادہ پُرکیف اور دیرپا بنا سکتے ہیں، اور زندگی کے آلام و مصائب اگرچہ اُس کی غم خواریوں اور ہمدردیوں سے بالکل دفع نہیں ہو جاتے، تاہم کچھ ہلکے اور قابل برداشت ضرور ہو جاتے ہیں، یہ کتنی بڑی بات ہے کہ درد و الم کی انتہائی تلخ گھڑیوں میں مخلص دوست کا اک محبت بھرا فقرہ ہمارے زخم دل پر مرہم کا کام دیتا ہے اور ہم اپنے روح شکن بوجھ میں کمی محسوس کرنے لگتے ہیں، یہ بھی سچ ہے کہ مخلص دوست آج کل عنقا ہیں۔ وہ زمانہ تو گیا اور اس کے ساتھ وہ دوست بھی رخصت ہوئے جن کا ذکر پرانی کتابوں میں ہے کہ دوست دزد چین کی طرح اعمر بھر کا پیمان وفا باندھتے اور اپنے اس عہد کے مطابق رفیق کی ہر مشکل میں پسینہ کی جگہ خون بہانے کو آمادہ ہو جاتے تھے، تاہم موجودہ نمائشی دور میں اتنا بھی غنیمت ہے کہ ہم دوستوں کی زبانی غم خواری تو حاصل کر لیتے ہیں، اس کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے، جب ہم اپنی ناتجربہ کاری کے ہاتھوں کسی دوست کو کھو بیٹھتے ہیں اور اس کی ہمدردیوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے ہیں۔ تنہائی مصیبت کی تلخیوں کو دوگنا کر دیتی ہے، اور مسرتوں کو بے مزہ۔ بدقسمتی سے طبقہ نسواں میں ایسے حادثات کی کمی نہیں۔ ناتجربہ کار لڑکیاں بلکہ بعض دفعہ پختہ عمر کی سمجھدار خواتین بھی دوستی کو نباہ نہیں سکتیں، اور بیٹھے بٹھائے محض غیر اہم باتوں کی بنا پر محبت کے نازک رشتہ کو توڑ ڈالتی ہیں۔

ایسا ایک واقعہ میرے ساتھ ہوا۔ اک عالی خاندان، تعلیم یافتہ۔ روشن خیال خاتون نے بڑے اشتیاق سے دوستی قائم کی، اور بہت جلد ایسی بے تکلف ہو گئیں، کہ ان کو اک لحظہ میرے بغیر چین نہ آتا تھا، ہم خیال بھی ایسی تھیں، کہ ہم دونوں کے خیالات اک ہی ساز کی آواز معلوم ہوتے تھے۔ اپنی تمناؤں کے مطابق ایک موزوں سہیلی مل جانے پر میں بہت ہی نازاں اور مسرور تھی۔ کہ یکایک ان کے برتاؤ میں بلا کسی وجہ کے فرق آنے لگا، جو روز بروز بڑھتا ہی گیا، اور بہت جلد یہ دوستی ختم ہو کر رہ گئی، میں اس زمانہ میں اپنی ناتجربہ کاری کے باعث اس انجام کی کوئی توجیہ نہ کر سکتی تھی، آگے چل کر تجربہ نے اس راز کو حل کر دیا۔ اور میں سمجھ گئی کہ یہ دلفریب سہیلی حد درجہ متلون المزاج تھیں، ایسی طبیعتیں ہر پُرانی چیز سے اُکتا جاتی ہیں، دوستی ہو خواہ کوئی اور چیز، دراصل یہ رشتہ ایسا آسان اور سیدھا سادہ نہیں جیسا کہ دیکھنے میں نظر آتا ہے، دوستی قائم کر لینی جتنی سہل بات ہے، اس کا نباہ اتنا ہی مشکل ہے، اور نباہ ہی کی صورت میں ہم اس سے فائدہ بھی اُٹھا سکتے ہیں، میرا تجربہ ہے کہ دوست کتنا ہی ہم خیال اور ہماری رفتار ذہنی کے مطابق کیوں نہ ہو، تاہم اس کے ساتھ برتنے میں ہمیں تحمل، رواداری، احترام جذبات، جیسے صبر آزما اصولوں سے کام لینا پڑتا ہے، بغیر اس کے یہ گاڑی منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتی، یہی وجہ ہے کہ پرانے لوگ اس رشتہ کو نزاکت شیشہ سے تشبیہ دیتے تھے ؎

خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم — انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا اور باد مخالف کا ایک ہلکا اور غیر محسوس جھونکا اس پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ یہ رواداری طبائع کے چھوٹے چھوٹے اختلاف میں بھی آپ کو برتنی پڑے گی جو ہم خیالی کے باوجود دو انسانوں میں موجود رہتے ہیں۔ (یہ قانونِ قدرت ہے دو انسانوں کے مزاج بھی ان کی صورتوں کی طرح یکساں نہیں ہوتے) فرض کیجئے کہ آپ خود سادہ مزاج ہیں اور ہلکے رنگوں اور طرز جدید کے لباسوں کو پسند کرتی ہیں، اور آپ کی سہیلی کی نظر بھدی ہے، وہ گہرے رنگوں و قیانوسی وضع کے لباسوں کی شائق ہیں، لیکن ان کا دل آپ کے لئے ہمدردی و محبت کے جذبات سے لبریز ہے، تو کیا آپ ان کے پسند و رجحانات کو بیدردی سے ٹھکرائیں گی۔ اور بے نتیجہ بحث چھیڑ کر ان کے محبت بھرے دل کو ٹھیس لگائیں گی تجربہ شاہد ہے کہ بعض دفعہ ایسی ہی چھوٹی باتیں سہیلی کے دل میں کدورت بٹھا دیتی ہیں اور وہ جمع ہو کر اک دن دوستی کا خاتمہ کر دیتی ہیں ایسے موقعوں پر بہترین طرز عمل یہ ہے کہ ہم اگر اپنی سہیلی کے رجحانات کو سراہتے نہیں تو کم از کم ان کی تردید بھی نہ کریں، اسی طرح آپ کو دوستوں کے خاندانی معاملات سے بھی سروکار نہ رکھنا چاہئے، ان کے قریبی رشتہ داروں کے جھگڑوں میں دخل دینا اور خواہ مخواہ کسی فریق کی حمایت کر کے دوسرے کو نشانۂ ملامت بننا نہایت غیر مآل اندیشانہ فعل ہے قطع محبت کے اسباب میں ایک بڑی وجہ یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے، مذہبی اختلافات اور بھی احتیاط چاہتے ہیں۔ اگر دوست کے مذہبی خیالات آپ سے بالکل جداگانہ ہیں، تو نباہ کی احسن صورت یہ ہے کہ اس مسئلہ کو آپ کبھی درمیان میں نہ لائیں۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ رشتہ محبت کے لئے سب سے تیز چھری ہے، جس نے بھائی بھائی کی گردن کاٹ ڈالی اور باپوں کو بیٹوں سے جدا کر دیا ہے میرے حلقۂ احباب میں ہر عقیدے کی سہیلیاں داخل ہیں، کوئی شیعہ مذہب کی پیرو ہے تو کوئی قادیانی، کئی سہیلیاں پیر پرست، ضعیف الاعتقاد بھی ہیں۔ ایسی کہ ان کی حرکات و خیالات پر سنجیدہ و روشن خیال خواتین ہنس دیں۔ لیکن میری دوستی ان مختلف العقیدہ سہیلیوں سے بخوبی نبھ رہی ہے اور الحمدللہ وہ میرے لئے ہمدرد و غم خوار سہیلیاں ثابت ہوئی ہیں۔ محض رواداری اور احترام جذبات زرین اصولوں پر عمل کرنے سے، ہم لوگ آبگینۂ محبت میں ٹھیس لگنے کے ڈر سے مذہبی گفتگو کرتے ہی نہیں، اور ان کے خیالات کے اصلاح کی کوشش بے سود سمجھتے ہیں۔ ان کا خلوص اور محبت ہمارے لئے کافی ہے دوستی کے ایام میں ایسی نازک گھڑیاں بھی آتی ہیں، کہ ہمیں مخلص سے مخلص دوست سے بھی چھوٹی سے چھوٹی شکایتیں پیدا ہونے لگتی ہیں، وہی دوست جو ہر بُرے بھلے موقعہ پر مددگار و غم خوار رہا تھا، بعض دفعہ ہم سے ویسی توجہ نہیں کرتا۔ اور باوجود غور کرنے کے ہمیں اپنا کوئی قصور ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے موقعہ پر اگر بے تکلفی زیبا وہ ہے اور خود اس دوست کا مزاج بھی سلجھا ہوا ہے، تو سبب دریافت کر کے دل کو ہلکا کر لینا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ جانبین بے قصور ہوں اور محض غلط فہمی کی کارفرمائی ہو۔ ہمیں بڑے صبر و تحمل سے سوچنا چاہئے، کہ دوست بھی آخر فرشتہ نہیں انسان ہی ہے (جسے المرکب خطا ونسیان کہتے ہیں) من حیث اک انسان ہونے کے ہمارا فرض ہے کہ اس کی چھوٹی چھوٹی خطاؤں سے چشم پوشی برتیں اور رائی کا

پہاڑ بناکر دوستی کے خاتمہ کا سامان اپنے ہاتھ سے نہ کریں۔ کیا خبر کہ آپ کی طرف سے نباہ کی یہ کوششیں کامیاب ثابت ہوں اور اس دوست کی بے اعتنائیاں پھر خلوص ومحبت سے بدل جائیں، ہم اس طرح سے اپنی غلطیوں کے لئے بھی عفو ودرگذر کا حق حاصل کرلیں گی۔

قرض کو مقراض محبت کہتے ہیں، تجربہ کی کسوٹی پر یہ مقولہ آج بھی ویسا ہی کھرا ہے، جیسا دور ماضی میں تھا ہم اپنے دوستوں کو قرض دینا اور ان سے قرض لینا دلیل محبت وغم خواری سمجھتے ہیں اور جو دوست مالی مدد سے دریغ کرے اور آڑے وقتوں میں کام نہ آئے اسے بے مروت وخود غرض کا خطاب دیتے ہیں، دیکھنے میں بھی یہ بات شان محبت کے منافی نظر آتی ہے کہ دوستوں سے معاملات قرض نہ قائم کئے جائیں بھلا ایسی دوستی کس کام کی جو صرف زبان ہی تک محدود رہے، اور حقیقی ہمدردی سے خالی ہو، لیکن اخلاقی اصول اک طرف اور یہ صداقت اک طرف ہے کہ گو شروع میں پتہ نہ چلے لیکن دوستوں کے درمیان مالی معاملات کا انجام بیشتر بُرا ہوتا ہے، کچھ ایسی گتھیاں اور پیچیدگیاں پڑ جاتی ہیں جو آخر میں دوستی کی جڑ کو کھوکھلا کردیتی ہیں، یہ حقیقت گو دلخراش ہے، لیکن روزمرہ کے مشاہدات میں ہمیں آئے دن اس کا ثبوت ملتا رہتا ہے، جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں البتہ اگر آپ دوستوں کو قرض دیکر بالکل بھول جائیں، اور کبھی تقاضے کا نام نہ لیں تو تعلقات کی خوشگواری قائم رہ سکتی ہے لیکن یہ صورت دوست کے ساتھ احسان کرنے کی ہوگی جس کو معاملات قرض میں ہرگز شامل نہیں کرسکتے، بعض ناتجربہ کار خواتین شاید اس تلخ حقیقت کے انکشاف پر دل برداشتہ ہونے لگیں، کہ جب سوسائٹی کی حالت ایسی ہے تو کسی سے ملنے اور دوستی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہمارا گوشۂ تنہائی میں پڑے رہنا اس سے کہیں بہتر ہے، لیکن افسوس ہو کہ انسان دوست پسند واقع ہوا ہے، سوسائٹی سے الگ تھلگ رہنا دائمی طور پر اسے ممکن نہیں اور یہ ناکشی سوسائٹی ہمارے لئے ایسے ہی دوست مہیا کرے گی۔ یہ بھی محال ہو کہ ہماری رفاقت کے لئے خدا آسمان سے فرشتے نازل کرے مجبوراً ہمیں ایسے ہی انسانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا پڑے گا

نوکروں سے برتاؤ

نوکروں کو بیکا اپنے پاس کبھی نہ بیٹھنے دینا چاہئے۔ ان کے بیٹھنے کے لئے الگ جگہ ہونی چاہئے ضرورت پر ان کو بلالیا جائے اور کام لے کر ان سے کہہ دیا جائے کہ اپنی جگہ جاکر بیٹھیں نوکروں کے پیٹ میں بات کم پچتی ہے۔ ان کے سامنے کوئی بات ایسی نہ کہنا چاہئے کہ جس کا ظاہر ہونا بُرا ہو۔ نوکر ہمیشہ آقا کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ کو خوشامد پسند ہے تو وہ آپ کی خوشامد کریگا اگر آپ اتنی بھولی ہیں کہ اس کے دھوکے میں آجائیں تو وہ ضرور اس کوشش میں رہے گا کہ آپ پر قابو حاصل کرلے آپ کاہل ہیں اور آپ کو خود کام کرنے کی عادت نہیں تو آپ کو وہ اپنے قابو میں کرلے گا۔ ایسا معلوم ہونے لگے گا کہ بغیر اس نوکر کے کام ہی نہیں چل سکتا۔ نوکروں سے زیادہ باتیں نہ کرنی چاہئیں نہ ان کو اس قدر بیباک کردینا چاہئے کہ وہ آپ کی باتوں میں دخل دینے لگیں ان سے کام کی باتیں کیجئے اور بس۔ اس سے وہ آپ سے ڈرتے رہیں گے۔ آپ کا رُعب ان پر رہے گا۔ کوئی بدتمیزی کی بات کرنے کی ان کو جرأت نہ ہوگی۔ اور آپکے ہر کام کو جی لگاکر کریں گے۔

نوکروں کی عادت بالکل چوہے کی سی ہوتی ہے جس طرح چوہا کپڑا دشمنی سے نہیں کاٹتا بلکہ اس کی عادت ہی کپڑا کاٹنے کی ہے اسی طرح نوکر بھی بلاوجہ ایک کی دوسرے سے بُرائی کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو گھروں میں پھوٹ پڑجاتی ہے لہذا نوکروں کے سامنے گھر کی کوئی بات نہ کیجئے۔

نوکروں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیجئے۔ ان سے بہت محنت کا کام نہ لیجئے۔ وہ بیمار ہوجائیں تو تیمارداری کیجئے۔

تفسیر ہستی

اے موت! ذرا مہلت دے مجھے اک راز چمن کو بتانا ہے
کچھ ان پھولوں سے کہنا ہے، کچھ کلیوں کو سمجھانا ہے

ہے ایک مسافر طائر جاں، اور دنیا اس کی راہ سفر
جو آیا وہ سستا کے گیا، کیا جینا، کیا مرجانا ہے

ان نورس کلیوں سے کہدو، یہہ سوکھے پھولوں پہ نہ ہنسیں
اک ساعت ایسی آئے گی جب ان کو بھی مرجھانا ہے

اے خاکی پتلے، دیوانے! فطرت کے کھلونے اے انسان!
پردیس میں آکر ٹھہرا ہے، پھر دیس میں تجھ کو جانا ہے

جینے نے مجھے جینے نہ دیا، ہستی میں عدم سے لا ڈالا
ہستی نے حقیقت سے کھویا، اب ہستی سے کھوجانا ہے

کس کو ہے یہاں نادان بقا، یہ دنیا آنی جانی ہے
فطرت کا اٹل قانون ہے یہہ جو آیا اس کو جانا ہے

اے دوست! یہ پستی چھوڑ بھی دے، ہاں وقت کا رخ اب موڑ بھی دے
آجا! کہ ستاروں سے بھی پرے، اک عالم اور بسانا ہے

منزل نہ سمجھ اس دنیا کو، اے بیکس روح واماندہ
للہ سنبھل، اب منزل تک دو چار قدم ہی جانا ہے

گوہر اقبال حور میرٹھی

(بقیہ صفحہ ۲۷۱)

سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ ان کو مقررہ تاریخ پر تنخواہ دے دیا کیجئے۔ ان کی شادی بیاہ میں بھی ان کی کچھ نہ کچھ مدد کرنی چاہئے۔ معمولی قصوروں پر ان کو ڈانٹنا ڈپٹنا نہیں چاہئے۔ کبھی کبھی انعام کے طور پر کچھ نقد روپیہ یا پھٹے پرانے کپڑے دے دینے سے وہ خوش رہیں گے۔ نوکروں پر بہت بھروسہ بھی نہ کرنا چاہئے اور نہ ان کو بالکل بے اعتبار ہی سمجھنا چاہئے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں نقصان ہے۔

ہاجرہ بیگم (کانپور)

شملہ

ہم پانچ ستمبر کو شملے روانہ ہوئے۔ انبالہ جنکشن پر گاڑی تبدیل کی۔ یہاں سے دو انجن لگتے ہیں۔ صبح ہوتے پہاڑ شروع ہو گئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عجیب سماں تھا۔ ساتھ آٹھ بجے کے قریب کالکا پہنچے۔ وہاں سے شملہ کو ریل بھی جاتی ہے اور موٹر کار بھی جاتی ہے۔ گاڑی کا نظارہ از حد دلکش ہوتا ہے۔ یہ گاڑی عام گاڑیوں سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس میں بھی دو انجن لگتے ہیں۔ ریل گاڑی کی لائن بے حد چکر کاٹ کر بنائی گئی ہے۔ اس لئے گاڑی پر بیٹھنے والے مسافروں کو بہت چکر اور قے آتی ہے۔ گاڑی اکثر دفعہ اس قدر گول ہو جاتی ہے کہ گارڈ اور ڈرائیور ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھ سکتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس قدر سفر کرنے کا مزا شملہ کی ریل گاڑی میں آتا ہے اُتنا موٹر میں نہیں آتا۔ لیکن موٹر کی نسبت گاڑی میں زیادہ چکر آتے ہیں اس لئے لوگ زیادہ تر موٹر کار ہی میں بیٹھ کر شملہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے بھی موٹروں میں سفر کیا۔ راستے میں ہمیں چکروں نے بہت تنگ کیا۔ بچوں کو بھی بہت قے آئی۔ راستے میں سولن آیا۔ سولن سے ہم نے کھٹے انار۔ اور نیبو لئے جن کے کھانے سے کچھ آرام ہوا۔ سولن میں کافی آبادی ہے۔ یہاں کے آلو بہت مشہور ہیں۔ دکانیں وغیرہ خوب سجی سجائی تھیں۔ دوپہر کے ایک بجے شملہ پہنچے۔ اُس وقت بارش ہو رہی تھی اس لئے ہم نے رکشا کرائے پر لیں۔ اور ہم دو بجے مکان پر پہنچے۔ کھانا کھایا۔ اور آرام کیا۔ شام کو اِدھر اُدھر گھومنے چلے۔ ایک دو روز بعد صلاح ہوئی کہ جاکو جانا چاہئے۔ ہمارا مکان بالکل جاکو کے نزدیک تھا۔ جاکو۔ تمام شملہ میں مشہور پہاڑ ہے۔ چنانچہ ایک دن ہم سب وہاں گئے۔ ساتھ ہی چنوں کی ایک بوری لے لی۔ کیونکہ جاکو پر بے شمار بندر رہتے ہیں۔ تمام پہاڑی بندروں کی ملکیت میں سمجھی جاتی ہے کیونکہ جس طرف دیکھو بندر ہی بندر نظر آتے ہیں۔ ہم نے ان کو پڑیوں میں چنے باندھ کر پھینکے جس وقت بندر پڑیاں کھول کھول کر کھاتے تو عجیب نظارہ ہوتا تھا۔ ہم نے وہاں بہت سی تصویریں بھی کھینچیں۔ شام کو واپس آئے۔ پھر ہماری صلاح ہوئی کہ اتوار کے دن سب اکٹھے ہو کر مشوبرے چلیں۔ مشوبرا بھی شملہ کا ایک مشہور مقام ہے۔ چنانچہ ہم سب مشوبرے روانہ ہوئے۔ صلاح ہوئی کہ کھانا بھی وہیں کھائیں اس لئے نوکر بھی ساتھ تھے۔ ہمارے بنگلے سے مشوبرا پانچ میل دور تھا۔ مشوبرے پہنچے تو کوئی خاص جگہ بیٹھنے کی نظر نہ آئی۔ مشوبرے سے ۹ میل آگے ایک اور باغ تھا جس کا نام کوٹ صاحب کا باغ تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچے۔ ہم سب ٹہلنے لگے۔ نوکروں نے کھانا وغیرہ پکایا۔ پھر سب نے مل کر کھایا۔ تھوڑی دیر بعد واپسی کی ٹھیری۔ حالانکہ رکشا گھوڑا وغیرہ کافی تیز تھے پھر بھی جب گھر پہنچے تو کافی اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور راستے میں ٹورچ کے بغیر راستہ نہیں دکھائی دیتا تھا۔

شملہ میں تین چار بازار ہیں مال روڈ بہت عمدہ ہے۔ بازاروں کے نام یہ ہیں۔ لکڑ بازار۔ سنجولی بازار۔ لوئر بازار وغیرہ۔ لکڑ بازار میں جو چیز بکتی ہے لکڑی ہی کی ہوتی ہے۔ مثلاً بچوں کے کھلونے۔ الماریاں۔ سنگار میزیں۔ کرسیاں۔ صوفے۔ چھڑیاں۔

وغیرہ وغیرہ۔ اور سنجولی بازار میں سبزی پھل، وغیرہ ملتے ہیں۔ لوئر بازار سب سے بڑا ہے۔ یہاں ہر چیز مل سکتی ہے۔ کپڑے کی دکان، کھلونوں کی دکانیں۔ زیورات کی دکانیں۔ غرضیکہ لوئر بازار سے جو چیز چاہو مل جائے گی۔ مال روڈ نہایت نفیس ہے یہاں کپڑے۔ ساڑھیاں۔ جواہرات کی دکانیں۔ اون کی دکانیں وغیرہ ہیں۔ اون شملہ میں کافی سستی ہے۔ قسم قسم کی اونیں ہیں۔ جو چیز تھی صاف ستھری۔ چھوٹے شملے میں بھی کافی رونق ہے۔ دکانیں وغیرہ کافی ہیں۔ شملہ میں موٹر کار بالکل نہیں چل سکتی۔ اس لئے کوئی بھی اپنے ساتھ موٹر نہیں لاتا۔ شملہ میں صرف تین موٹریں چلتی ہیں جو کہ وئیسرائے ہند، گورنر پنجاب اور کمانڈر انچیف کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام شملے میں سوائے ان تین موٹروں کے کوئی موٹر نہیں چل سکتی۔ کہیں جانا ہو تو رکشا اور گھوڑے کام میں آتے ہیں۔ گھوڑے چھوٹے ہوتے ہیں ان پر بچے خوب شوق سے سواری کرتے ہیں۔ رات کے وقت بازاروں میں اچھا سماں ہوتا ہے کیونکہ روشنیوں سے بازار جگمگ کرتے ہیں۔

ہمارے واپس ہونے کے دن نزدیک تھے۔ اور آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس روز ہم کو رخصت ہونا تھا۔ چنانچہ شملہ کو خیرباد کہہ کر موٹر میں بارہ بجے کھا کر سوار ہوئے۔ شام کو سولن اور آٹھ بجے کے قریب کالکا پہنچے۔ انبالہ جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔ ہوٹل میں جا کر کھانا کھایا۔ انبالہ سے گاڑی تبدیل کی اور اپنے گھر روانہ ہوئے۔ یہ تھا ہمارا سفر شملہ۔

مسز حمید بیڈ بلہ

غمگین چہرہ

اخبار "ڈیلی مرر" کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ کینز میں مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں سابق بادشاہ اور ان کی ملکہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر کھڑا تھا اور میری آنکھوں سے خود بخود آنسو رواں ہوگئے یہ کیفیت مجھ پر بادشاہ کے چہرہ کو دیکھ کر نہیں بلکہ ملکہ کے غمگین چہرہ سے متاثر ہو کر طاری ہوئی تھی۔

میں جنگلوں میں سیر کی غرض سے نکلا تھا۔ باغات پھولوں سے لبریز ہو رہے تھے۔ درختوں میں پکی پکی نارنگیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ باغات کی چار دیواری پر گلاب کے پھول بکثرت تھے اور سڑک کے قریب سے ایک چھوٹی سی ندی تیز رفتاری سے بہ رہی تھی۔ ہوا میں گرمی تھی۔ لیکن پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس کے غروب ہونے کی بہار دیکھ کر گھر واپس چلوں گا۔ اتنے میں درختوں کے درمیان ایک پگڈنڈی میری نظر پڑی۔ اور میں اس پر چل کھڑا ہوا۔ راستہ میں ایک نوٹس آویزاں تھا کہ "سڑک پبلک کے لئے ممنوع ہے" لیکن ملک فرانس میں ایسے نوٹس کی کون پرواہ کرتا ہے۔ سڑک کے اختتام پر ایک روشنی تھی جو ایک شاندار کوشک تک چلی گئی تھی۔ اس کے اندر کھجور اور نارنگیوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ اور صحن میں دو سیاہ سیلون کاریں کھڑی تھیں۔ اچانک روش پر دو چہرے نظر آئے غور سے دیکھا تو ایک عورت تھی ایک مرد۔ دونوں کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے لیکن میری آنکھیں اس عورت کے چہرے پر سے ایک لمحہ کے لئے نہیں ہٹیں۔ میں ان دونوں کی پشت پر درخت کے سایہ میں ایک دیوار پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ مجھے نہیں دیکھ سکے۔ اول اول میں نے ان کو نہ پہچانا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ میں نے ان کو کہیں دیکھا ہے۔ پھر اچانک مجھے سوجھا کہ ہوں نہ ہوں یہ تو ہمارے سابق بادشاہ اور ان کی ملکہ ہیں۔ لیکن ایڈورڈ ونڈسر نے میری توجہ کو اپنی طرف مبذول نہیں کیا اور نہ ان کی پوشاک نے جس پر اکثر چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ ملکہ کس قسم کی پوشاک پہنے ہوئے تھی۔ میں تو ملکہ کے سنجیدہ اور اس کی غمگین آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے تعجب ہوتا تھا کہ اس کا چہرہ ایسا غمگین اور اداس کیوں ہے؟ کیونکہ یقیناً تمام سامانِ طرب اس کے لئے مہیا تھے۔ نقدی کی کمی نہ تھی۔ پوشاکوں کی بھرمار تھی۔ دل خوش کرنے کے لئے ہنس مکھ خاوند ہر وقت پاس موجود ہے۔ شاید ان سب چیزوں کی بہت قیمت دینی پڑی۔ شاید اس کو اس بات کا احساس مغموم بنائے ہوئے تھا کہ جس نے اس کے کارن سب کچھ ترک کر دیا اس کے نقصان کی تلافی کس طرح ممکن ہے۔ اس کو احساس تھا کہ اس شخص کی طویل خالی گھڑیوں کو کس طرح عیش و آرام میں گزارا جائے۔ جو بیشتر مصروفیت اور مفید کاموں میں گذری تھیں وہ سوچ رہی تھیں کہ اپنے خاوند کی گھر سے بے گھر ہونے کی کس طرح تلافی کرے اور جو دنیا میں اس قدر ہر دل عزیز ہو کر ہدفِ تیر ملامت بنا اس کے لئے کیا کیا جائے۔ اس کا کام تھا کہ تخت

انگلستان کے ہاتھ سے نکل جانے اور محبوب اعزہ و اقربا سے جدائی کی تلافی کے لئے کوئی سبیل نکالے۔ غرضکہ اب تو وہ تمام عمر اسی دھن میں رہنے کو تھی کہ تلافی مافات کی کوئی سبیل کی جائے۔ مجھے تعجب ہوتا تھا کہ ابھی سے وہ خوف زدہ سی کیوں ہے۔ نہ معلوم اس کے مقدر میں کیا لکھا ہے۔ ڈیوک آف ونڈسر کے بعد اس کا کیا حال ہوگا؟ یقیناً روپیہ پیسہ کی طرف سے تو اس کو آئندہ کوئی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے خاوند نے جو دل وجان سے اس کا شیفتہ تھا اس کو ایک لاکھ پونڈ کا گرانقدر عطیہ دیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ سہی۔ اس کے مشہور جہاں خاوند کی محبت اور سر پرستی بغیر اس کا کیا حال ہوگا۔ تمام دنیا کی نگاہیں اب اس طرف لگی ہوئی ہیں کہ ان کے ہاں بچہ ہونے والا ہے یہ دونوں کے لئے۔ بالخصوص ملکہ کے لئے ایک اہم فیصلہ ہوگا جس کے نتائج دور رس ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ان کا یہ خیال ہو کہ اس نازک معاملہ کو پیچیدہ تر بنانا نامناسب نہیں اور اس خیال سے ملکہ تولید فرزند کی شاندار عظمت کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ شاید پھر کسی زمانہ میں ملک ڈیوک آف ونڈسر کی خدمت کا خواہاں نظر آئے۔ اس صورت میں بھی اس عورت کے لئے بڑی دلیری کی ضرورت ہے جو کہ اپنے خاوند کے پہلو بہ پہلو کھڑی سمندر کا نظارہ کررہی ہے۔ ایسی صورت میں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کی غمگسار بیوی بنی رہے اور عزت اور حفظ مراتب کے لئے نہ لڑے۔

اب گھر کی خبر لیجئے۔ ہر شخص متعجب ہے کہ ان کا گھر ہوگا تو کہاں ہوگا۔ اپنی شادی کے زمانہ سے وہ آوارہ و بے خانماں ہیں کیونکہ عالی شان قصر بلویڈیئر جس کے باغات ایڈورڈ ونڈسر کو بیحد محبوب تھے اب خالی پڑا ہے۔ کیا وہ اس قابل ہوگی کہ کسی غیر ملک میں اپنے گھر کو ایسا ہی عزیز بنائیں گے؟ کیا وہ امن وقناعت اس کے لئے مہیا کرسکے گی۔ اور سب سے بڑھ کر کیا وہ یاس اور ناامیدی کو اس کے گرد نہ پھٹکنے دے گی؟ میں غروب آفتاب کا نظارہ بھی کررہا تھا اور ساتھ ہی ملکہ کے غمگین چہرہ کو دیکھتا جاتا تھا۔ میری آنکھوں سے بدستور اشک رواں تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس نازک عورت کے کمزور شانے اس قدر بوجھ اٹھانے کے کس طرح متحمل ہوسکیں گے؟ میرا خیال ہے ان حالات میں ہر شخص کی خواہ وہ اس واقعہ عظیم کے متعلق جس نے انگلستان میں ہلچل مچا دی کچھ بھی رائے کیوں نہ رکھتا ہو یہ دعا ہوگی کہ خدا اس خاتون کو اس کے ارادوں میں کامیاب کرے۔

میں ان خیالات میں غلطاں وپیچاں تھا کہ ڈیوک نے گفتگو شروع کی اور وہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور دونوں خراماں خراماں نرم لہجہ میں گفتگو کرتے ہوئے باغ کے اندر چلے گئے۔ میں بھی آہستہ سے دیوار پر سے اتر آیا اور گھر کی جانب قدم بڑھائے۔

یہ دونوں میاں بیوی اپنے پھولوں کی بادشاہت میں مگن تھے۔

(ماخوذ از انگریزی) سید وزارت علی۔

دہلی کے بہرے اور گونگے بچوں کے سکول میں لیڈی للتھگو انعامات تقسیم کر رہی ہیں -

مسلم خواتین کوبے جاپان کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ رہی ہیں -
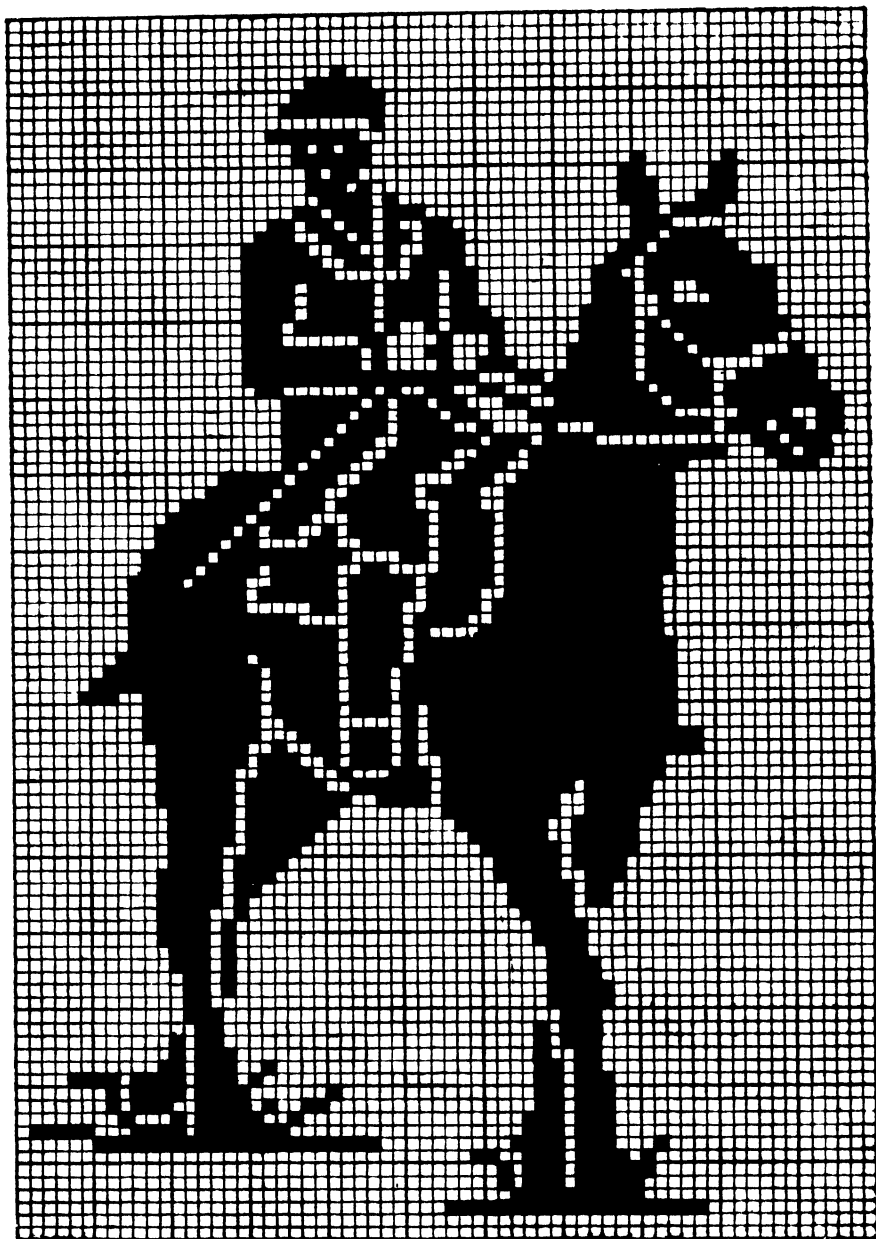
کروشیا میں سوار از محترمہ نعیم النسا بیگم

خواتینِ چھتیس گڈھ کی عمرانی زندگی

چھتیس گڈھ (رائپور بلاسپور وغیرہ) میں کافی تعداد مسلمانوں کی ہے جو زیادہ تر تجارت کو پسند کرتے ہیں۔ یہاں کی آبادی مختلف مقامات کے آئے ہوئے افراد پر مشتمل ہے مستقل بود و باش نے اُن کو یہیں کا باشندہ بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ شہری ہیں جن کو ہم چھتیس گڈھی کہتے ہیں۔

مکانات یہاں کھپریل کے ہوتے ہیں جو دو منزلہ بھی ہوتے ہیں اور ایک منزلہ بھی۔ اندر سے پختہ اور قرینہ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں عموماً صحن چھوٹا ہوتا ہے بعض بعض مکانات پکی چھتوں کے بھی ہیں لیکن وہ موجودہ زمانہ کی رفتار کا نتیجہ ہیں۔

غذا متوسط طبقہ کی خواتین گائے کا گوشت بالکل نہیں کھاتیں بلکہ بعض تو اہل ہنود کی طرح اظہار تنفر کرتی ہیں بکری کا گوشت بکثرت استعمال ہوتا ہے، چاول بطور خشکہ کے دونوں وقت ہوتے ہیں۔ روٹی بہت کم کھائی جاتی ہے۔ کھٹائی بہت مرغوب ہے۔ مچھلی اور مرغ کے بہت شائق ہیں۔ مرچیں بھی خوب کھاتی ہیں۔ چائے کا رواج عام ہو گیا ہے دونوں وقت چائے کا ہونا ضروری ہے۔ مہذب گھرانوں میں کافی بھی شوق سے پی جاتی ہے، مہمان کی خاطر چائے سے کرتی ہیں۔ الائچی اور پان اور چکنی ڈلی (ایک قسم کی مصالحہ دار چھالیا) مہمان کی خاطر کا جزو اعظم ہیں۔ پاندان ہر گھر میں ہوتا ہے اور اس نوعیت کا ہوتا ہے جس کو سفری پاندان کہتے ہیں۔ کتھا عموماً خشک ہوتا ہے۔ شادی بیاہ میں صاحب خانہ پانوں کا خاص انتظام کرتی ہیں اور اگر کسی کے ہاں تعزیت کو جانا ہوتا ہے تو پاندان یا بنائے ہوئے پان اپنے ہمراہ لے جاتی ہیں، شادی یا کسی اور تقریب میں روٹی بالکل نہیں ہوتی۔ صرف پلاؤ، زردہ اور قورما یا دالچہ ہوتا ہے۔ کہیں کہیں بورانی بھی ہوتی ہے۔ مہمان کو کھانا کھلا کر یا چائے پلا کر رخصت کرتی ہیں۔

لباس خواتین عام طور سے ساڑی استعمال کرتی ہیں۔ بڑی بوڑھیاں یا چھوٹی نو دس سال تک کی لڑکیاں لہنگا اور ایک چھوٹا سا کرتا یا قمیص اور دوپٹہ جو تین یا ساڑھے تین گز کا ہوتا ہے استعمال کرتی ہیں۔ ساڑی بالکل سادی کنی دار ہوتی ہے جو اکثر سفید ہی پہنی جاتی ہے، ساڑی کے ساتھ قمیص ہوتی ہے۔ نئے رنگ کی لڑکیاں جمپر بلاؤز وغیرہ بھی پہنتی ہیں۔ ساری سات یا آٹھ گزی بلا پیٹی کوٹ کے باندھتی ہیں جس کو یہاں چودہ یا سولہ ہاتھ کی بولتے ہیں دو ہاتھ ایک گز ہوتا ہے۔ نئے فیشن کی خواتین چھ یا پانچ گز کی ساری پیٹی کوٹ پر باندھتی ہیں۔ لہنگا پہننے والی ڈوپٹہ کا ایک آنچل لہنگے میں اڑس کر باقی ڈوپٹہ سلیقہ سے سر پر اوڑھ لیتی ہیں۔ جدید فیشن کی لڑکیاں شلوار وغیرہ بھی استعمال کرتی ہیں۔ تقریب میں لباس کا عمدہ ہونا ضروری ہے لیکن بہت قیمتی نہیں ہوتا۔ غیر شادی شدہ لڑکیاں سادہ لباس پہنتی ہیں۔

سنگھار زیورات کا کافی رواج اور شوق ہے پیروں کا زیور تو نئے فیشن اور پرانے فیشن والی سب ہی کو مرغوب ہے۔

آج کل کٹک اور کلکتے کے بنے ہوئے ڈائمنڈکٹ کے چھلے بہت پسند کئے جا رہے۔ یہ خواتین کان گلے اور ہاتھوں میں چاندی پہننا معیوب سمجھتی ہیں۔ لیکن لڑکیاں چاندی کے بُندے بہت شوق سے پہن رہی ہیں۔ تقریب کے موقعہ پر اچھے کپڑے عمدہ جوتا اور زیور ضرور ہوتا ہے۔ گھر میں چپل یا سیاہ سلیپر پہنے رہتی ہیں۔ اور باہر جاتے وقت چپل۔ لیڈیز شو یا نیا سلیپر پہن لیتی ہیں۔ دن کو باہر نکلنا معیوب ہے شب کے وقت ایک دوسرے کے گھر پر ملنے جاتی ہیں برقعہ یا چادر پہن لیتی ہیں نقاب کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ بازار میں سے گذر رہی ہوں بڑی بوڑھیاں بے نقاب بھی ہوتی ہیں چوٹی کے بجائے جوڑا عام طور سے باندھا جاتا ہے، پرانے فیشن کی عورتیں سیدھی کنگھی کرتی ہیں اور جدید فیشن کی عورتیں آڑی یا سیدھی مانگ پر بال بنا لیتی ہیں۔

تعلیم متوسط طبقہ کی خواتین کی تعلیمی حالت بہت ہی زبوں ہے، کیونکہ یہاں کوئی ایسا سکول نہیں ہے جہاں پردہ نشین لڑکیاں تعلیم حاصل کرسکیں۔ اگرچہ بظاہر تعلیم نسواں کا شور ہے اور کچھ بیداری بھی ہو چلی ہے۔ تیسری چوتھی جماعت تک چھوٹی بچیوں کے لئے اسکول ہیں جہاں وہ اردو قرآن شریف پڑھ لیتی ہیں۔ بعض آزاد خیال گھرانوں کی لڑکیاں مشن اسکول میں دس گیارہ سال کی عمر تک ہندی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کر لیتی ہیں۔ اس طبقہ میں کوئی لڑکی ابھی تک گریجویٹ نہیں ہوئی۔ مضمون نگار خواتین بھی دو چار ہیں ورنہ مضمون لکھنا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ اکثر لڑکیوں کو دوسرے شہروں میں بھیج کر پڑھایا جاتا ہے اور اسی سبب سے دو ایک میٹرک ہو گئی ہیں۔

مذہب نماز روزہ کی مردوں سے زیادہ پابند ہیں۔ خیرات وغیرہ بھی فیاضانہ طریقہ پر کرتی ہیں۔ ہر ایک تہوار بہت اچھی طرح مناتی ہیں عورتوں کا مسجدوں میں یا عیدگاہ میں جانے کا رواج نہیں ہے بلکہ نماز عیدین گھر پر ہی ادا کر لیتی ہیں۔ قبر پرستی عام نہیں ہے۔ تاہم سید صاحب وغیرہ پر اکثر کو اعتقاد ہے اور چادریں باجہ کے ساتھ بڑی دھوم سے چڑھاتی ہیں۔ تعویذ گنڈے، نذر، جادو، ٹونے، ٹوٹکے کی بہت قائل ہیں۔ سید صاحب یا شیخ سدو بھی کئی کے سر پر آتے ہیں۔ محرم میں تعزیے داری ہوتی ہے۔ اس پر چڑھانا اور منتیں ماننا عام ہے۔ بچوں کو ہرے کپڑے پہنا کر فقیر بناتی ہیں اور اکثر محرم میں اپنے بچوں کو باگ بناتی ہیں۔ باگ ان کو کہتے ہیں جو محرم کی پانچویں ساتویں آٹھویں تاریخ کو روغن سے شیر کا سوانگ بھرتے ہیں اور پھر باجہ کے ساتھ گھر گھر سلام کرتے پھرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو بچے کم سنی میں فوت ہو جاتے ہیں ان کے بھائی اماموں کے نام کے باگ بنتے رہنے سے زندہ رہیں گے۔ اور یہ طریقہ جوانوں بعض بوڑھوں میں بھی رائج ہے اور اگر باپ باگ بنتا ہو تو اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا باگ بنے گا۔ محرم میں اپنے اپنے گھروں میں ہی سے تعزیئے اور مختلف قسم کی باتیں دیکھتی ہیں۔ کوئی خاص جگہ مقرر نہیں ہے۔ بہت سی خواتین حج بھی کر چکی ہیں۔ اجمیر شریف جانا آدھا حج سمجھا جاتا ہے۔

پیشہ متوسط طبقہ کی بیوہ عورتیں یا جن کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا گھر میں سلائی کر کے چھالیا کاٹ کے یا کوئی اور گھریلو کام کر کے بسر اوقات کرتی ہیں۔ قرآن شریف یا اردو بھی بچوں کو پڑھا دیتی ہیں۔ اتنی تعلیم نہیں ہے کہ کسی اسکول میں ملازمت

کریں ۔ بیڑی وغیرہ بھی بنائی جاتی ہے مگر یہ کام شرفا میں معیوب ہے۔

تہوار شب برات پر حلوا بنا کر تقسیم کیا جاتا ہے، جب کے کونڈے بھی ہوتے ہیں عید الفطر اور عید الضحیٰ خاص تہواروں میں شمار ہوتے ہیں. گیارہویں کا کوئی خاص طریقہ رائج نہیں. محرم کی دس تاریخ کو کھچڑا اور شربت بناتی ہیں۔ میلاد بہت کم ہوتا ہے گھر کی عورتیں خود ہی پرانی کتابیں اور غزلیں گا کر پڑھ لیتی ہیں. کپڑے محرم میں نہیں تبدیل کئے جاتے۔

شادی بیاہ اور دیگر رسوم بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کانوں میں اذان اور تکبیر کہی جاتی ہے. عقیقہ ساتویں روز یا اس سے زیادہ دن میں ہوتا ہے عورتیں ضرور آتی ہیں چھوٹی تقریبوں میں مردوں کی دعوت ضروری نہیں. گانے والیاں آتی ہیں. ختنہ روزہ کشائی اور بسم اللہ میں بھی عزیز و اقارب جمع ہوتے ہیں. لڑکی کی شادی کم سنی میں بالکل نہیں ہوتی جوان ہونے پر شادی کی فکر ہوتی ہے اکثر بیس سال سے کم عمر میں شادی ہو جاتی ہے بعض اوقات تیس سال کی عمر سے زیادہ بھی کنواری لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں. لڑکیاں عموماً غیر عورتوں سے سخت پردہ کرتی ہیں لیکن اب یہ قاعدہ بہت کم ہو گیا ہے. شادی کی بات کسی عورت سے جو خاص اسی کام کے لئے ہوتی ہے طے کرائی جاتی ہے. یا لڑکے والے خود پیغام لے کر جاتے ہیں. رشتہ منظور ہونے پر پان کی رسم ادا کی جاتی ہے. لڑکے والیاں لڑکی کے دیکھنے کی فکر میں ہوتی ہیں. نکاح اور رخصت عموماً ساتھ ہوتا ہے. عقد کے لئے صبح کا وقت معین ہے: نکاح ہو جانے کے بعد چھوہارے بادام اور مصری تقسیم ہوتی ہے. صرف نکاح میں بھی کھانا کھلایا جاتا ہے. رخصت میں مرد کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں اور عورتوں لڑکی کو رخصت کرکے روانہ ہوتی ہیں. نکاح ہو جانے کے بعد دولھا سلامی کے لئے گھر میں آتا ہے اس قسم کا لینا دینا ضروری ہے. آرسی مصحف کی رسم ہوتی ہے اور دولھا سے خوشبودار مصالحہ یا اسی قسم کی چیز پسوائی جاتی ہے. شام کو دلہن رخصت ہو کر سسرال جاتی ہے دلہن کو دولہا پالکی میں بٹھاتا ہے. اگلے روز شام کو دلہن میکے آجاتی ہے اور چوتھی کھیلی جاتی ہے. ولیمہ کی کوئی قید مقرر نہیں سات آٹھ روز یا ایک ماہ کے عرصہ میں ولیمہ ہو جاتا ہے مرد اور عورتیں سب شریک ہوتے ہیں. ولیمہ کے روز دلہن کی رونمائی ہوتی ہے. شادی کے ایک ہفتہ قبل لڑکی مانجھے بٹھائی جاتی ہے دولہا کو نہاری بھیجنے کا یہاں عام رواج ہے. سمدھنوں کے لئے چوبھا تیار ہوتا ہے. لڑکی ہر چاند خصوصاً محرم کا چاند میکے میں دیکھتی ہے. یہ خواتین اگر کسی سے ملنے جائیں تو تانگہ کا کرایہ خود دینا پڑتا ہے تقریبی میں جانے کا کرایہ ایک طرف کا صاحب خانہ کو دینا پڑتا ہے۔

تعزیت کو جانا ضروری ہے چہلم اور تیجہ ہوتا ہے. بیوہ کی عدت ختم ہو جانے پر اس کے عزیز اس کو کپڑے دیتے ہیں اور اس روز جا کر اس کا دل بہلاتے ہیں. عقد بیوگان کو معیوب نہیں سمجھا جاتا. بلکہ جوان العمر بیوہ عورتیں ضرور شادی کر لیتی ہیں اس کا عام رواج ہے بیوہ کو شادی کر لینے کا کلی اختیار ہوتا ہے۔

عورتوں کی آزادی اور حقوق عورتیں مردوں کی پابند ہیں اور آزاد نہیں ہیں. گھر کے اخراجات ان کے ہاتھ میں

رہتے ہیں جن کا حساب مرد لیتے رہتے ہیں۔ متوسط طبقہ میں اوپر کا کام کرنے کو ملازمہ ہوتی ہے۔ پانی بھرنا چاول بنانا اس کا کام ہوتا ہے باقی تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں۔ عورتوں کے حقوق کے لئے کوئی رسالہ یا اخبار نہیں نکلتا اور نہ کوئی پردہ لیڈیز کلب ہے اور نہ کوئی خاص انجمن زنانہ۔ جلسوں میں تقریر کرنی اس طبقہ میں کوئی نہیں جانتا سنیما یا اس قسم کے دیگر کھیل تماشوں میں عورتیں کافی سے زیادہ حصہ لیتی ہیں۔ کوئی بیوہ فنڈ یا محتاج خانہ نہیں ہے۔ لڑکیوں کا مہر پانچ ہزار سے زائد اور اس سے کچھ کم باندھا جاتا ہے۔ عورتیں اگر شوہر سے ناراض ہیں تو وہ طلاق حاصل کر لیتی ہیں۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا ہو تو وہ دوسرا نکاح کر لیتی ہے

متفرق باتیں اپنی برادری یا خاندان کے علاوہ کسی اور سے ملنا پسند نہیں کرتیں۔ لیکن ملنسار اور خوش اخلاق ہوتی ہیں بغیر بلائے بہت کم جاتی ہیں کیونکہ اس صورت میں دونوں طرف کا کرایہ خود دینا پڑتا ہے۔ مہمان نواز ہوتی ہیں۔ عید ملنے کا رواج بہت ہے۔ مہمان کو کھانا یا چائے پلا کر رخصت کرتی ہیں۔ پان بہت دیر میں ملتا ہے کیونکہ خود بھی اس قدر زیادہ پان نہیں کھاتیں۔ برسات میں بعض بعض گھروں میں جھولا ڈالا جاتا ہے۔ نوروز وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹری علاج کثرت سے ہوتا ہے تیمارداری کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ اپریشن انجکشن سے گھبراتی ہیں۔ بچوں کو ہر ایک عورت کے سامنے لانا برا سمجھتی ہیں۔ زبان کے قواعد سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اردو بہت صاف نہیں بولتیں عموماً بگڑی ہوئی اردو بولتی ہیں۔ خاندانی جھگڑے خاص کر ساس نند میاں بیوی دیورانی جٹھانی وغیرہ کی لڑائیاں برابر چلتی رہتی ہیں۔ فقیر فقیرنیاں جمعہ جمعرات اور تہواروں کے موقعوں پر بے شمار نظر آتی ہیں۔ خاندان میں لاوارث عورتوں کی کفالت خود کرتی ہیں۔ قومی کاموں میں چندہ دینا اچھا سمجھتی ہیں۔ اگرچہ یہ حالات نادرات میں سے نہیں لیکن امید ہے باعث دلچسپی ہوں گے۔

مغلہ خاتون گل رضوی منشی۔ رائے پوری سی پی

آغوشِ مادر

اے خوشا وہ طفل جس کی ماں سلیقہ مند ہو — ہو پڑھی لکھی بھی اور اوقات کی پابند ہو
جانتی ہو زندگی کے صَرف کرنے کا اصول — ناگوارِ طبع جس کے ہوں مشاغل لاحصول
پرورش میں جس کی رہتی ہو عواقب پر نظر — ہو حقیقی الفتوں سے جس کا بچّا بہرہ ور
جس کو حُسنِ تربیت بچے کا ہو دل سے عزیز — نیک و بد کا ہر قدم ہو جس کو احساس و تمیز
اُن مراسم سے جو ہیں بربادکن جو ہو نفور — ذہنیت اِس لغویت سے جس کی ہو کوسوں ہی دور
اس کی آغوش مبارک کا ہے کیا پھر پوچھنا — تربیت آداب اور اخلاق کا ہے مدرسہ
ہے یہی آغوش جو ہے درسگاہِ اوّلین — ہو گی بچے کی یہیں اِصلاحِ فطرت بالیقیں
تربیت گاہِ جہاں میں بعد کو ہو گا رواں — پہلے تو دے گی سبق اس مدرسے میں اس کو ماں
باپ کی سوسائٹی سے کیا ابھی ہے واسطہ — جب تلک ننّھا ہے ہمدم کون ہو ماں کے سوا
ماں بنائے یا بگاڑے ہے اُسے یہ اختیار — کر دے ناکارہ کہ کر دے اس چمن کو پُر بہار
تربیت آغوشِ مادر کی اگر اچھی نہیں — پھر بہت دشوار ہے بچے میں اخلاقِ حسیں
ضد اٹھانا یا کہ کرنا لاڈ اس سے ناروا — مادرِ سنجیدہ کب رکھے گی جائز یہ بھلا
ماں سکھائے گی اسے اخلاق و آدابِ صواب — ہو سکے تا دین و دنیا میں وہ بچّا کامیاب
کھیل بھی اس کو کھلائے گی کچھ ایسے رنگ سے — جس میں پہلو مُستتر ہوں خوبیِ تعلیم کے
ڈالے گی عنواں نہ ایسے جو اسے ہوں پھر عذاب — چل کے آگے جس سے ہو بچّے کا مستقبل خراب
اس کی فطرت میں بھرے گی اس طرح کے وہ مواد — جس سے آگے چل کے ہو بچہ سلیم و خوش نہاد
رسمی تقریبوں میں بچوں کی لٹا یا زر اگر — فائدے کے بدلے تم نے اس کو پہنچایا ضرر
درحقیقت اس کے حق میں کب ہوئی یہ دوستی — اس کے مستقبل سے تم نے کی یہ بلکہ دشمنی
صرف بے جا ہے کسی تقریب کی تنظیم میں — زر لٹاؤ تربیت میں اس کی اور تعلیم میں
صِرف بچے تک نہیں محدود رہتا یہ گزند — دُور ہیں جتنے بھی ہیں کرتے نہیں اس کو پسند
تربیت میں اپنے بچوں کی بہت کوشاں رہو — ان کے مستقبل کی تم اس وقت سے نگراں رہو
ضعفِ پیری نے کیا امداد کچھ ایسا ہے زار — خامہ گیری سے ہے کارہ اپنا دستِ رعشہ دار

عنایت حسین امداد عظیم آبادی

شادی کے بعد عورت کے فرائض

شادی کے بعد ہندوستانی عورت کی زندگی کا ایک بالکل نیا اور بے جانا بوجھا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اکثر اُسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جس شخص سے اُسے عمر بھر نباہ کرنا ہے وہ کس صورت شکل اور کیسے سُبھاؤ کا ہے اور اُس کا خاندان کن خیالات کا ہے۔ خاندان کی وجہ سے اس کی مشکلیں اور ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔

ہندوستانی نئے تعلیم یافتہ جوڑے، کچھ یورپ کی ریس میں اور کچھ اپنے ہاں کی لڑائیوں وغیرہ سے تنگ آ کر یہ چاہنے لگے ہیں کہ شادی کے بعد اپنا الگ گھر بنائیں اور خاندان والوں سے بہت کم تعلق رکھیں۔ لیکن ہندوستانی خاندانوں میں یہ طریقہ بہت مشکل سے چلتا ہے۔ ہم ہندوستانی صدیوں سے اس طریقے کے عادی ہو گئے ہیں کہ خاندان کے خاندان مل کر رہیں اور اگرچہ اس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں مگر ایک خوبی بھی ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر ہم لوگ ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ ایک محبت قدرتی ہوتی ہے اور ایک پاس رہنے سہنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ دونوں باتیں جمع ہوں گی تو محبت اور زیادہ بڑھے گی۔ ہندوستانی بیوی اور ماں بہن کی محبت تو دنیا میں مشہور ہے۔ ان میں سے کوئی بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اُس کا چہیتا اُس سے الگ رہے یا کم تعلق رکھے۔ اب یہ بھی ضروری ہے کہ جب شادی کے بعد بیوی یہ چاہے گی کہ اس کا شوہر اُس کو لے کر الگ رہے اور سب سے بہت کم تعلق رکھے تو سب کو یہ بات ناگوار ہوگی اور لڑائی کی ابتدا ہو جائے گی۔

اس سے بھی زیادہ مشکل ہماری معاشرت میں یہ ہے کہ ایک کمانے والا ہوتا ہے اور دس کھانے والے۔ گھر میں ایک مرد ہے اور اس کی بوڑھی ماں، بیوہ بھاوج، یتیم بھتیجا بھتیجی، اور کنواری بہن ہے۔ ان سب کا خرچ اُسی کو برداشت کرنا ہے اور ان کی سرپرستی اور حفاظت بھی اُسی کے ذمہ ہے۔ اب بتائیے کہ وہ نئی بیوی کی یہ خواہش کہ اسے الگ گھر میں رکھا جائے اور کل آمدنی کا مالک بنایا جائے، کس طرح پوری کر سکتا ہے۔ وہ کس کا کہا کرے؟ کس کو چھوڑے؟

شادی کے بعد لڑکی کو لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہو۔ اُس وقت وہ نئی دلہن ہوتی ہے اور شروع میں عام طور پر گھر کے جھگڑے بکھیڑوں اور سسرال والوں کے طعنوں تشنوں سے بچی رہتی ہے اور یہی وہ وقت ہے جب اس کو سکون کے ساتھ شوہر کو سمجھنے کا موقع مل سکتا ہے وہ اس فرصت کو غنیمت سمجھے اور اپنے شوہر کے مزاج کو پرکھے، اس کے خیالات معلوم کرے، اُس سے سسرال والوں کے طور طریقے کا حال پوچھے، شوہر کی دلچسپیوں اور کاموں کو معلوم کرے اور ان میں دلچسپی ظاہر کرے۔ اگر شوہر بیوی سے محبت کرتا ہے تو وہ دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہے۔ وہ گھر بھر کی مخالفت برداشت کر سکتی ہے، مفلسی میں چٹنی روٹی کھا کر بھی خوش رہ سکتی ہے۔ بیماری میں بھی

اُسے سکون نصیب ہو سکتا ہے۔ اور مرتے وقت بھی وہ آرام و اطمینان کا سانس لے سکتی ہے۔ نہیں تو ہماری دولت عزت اُس کے لئے خاک ہے۔

لوگ کہیں گے شوہر کی محبت قسمت سے ملتی ہے، اختیاری بات نہیں۔ مگر میں اسے نہیں مانتی۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جن کو کسی اور سے محبت ہو اور زبردستی شادی کر دی گئی ہو، ہر عورت کوشش کرکے اپنے شوہر کی محبت حاصل کر سکتی ہے۔ شکل وصورت کی خوبی کی وجہ سے بھی شوہر محبت کر سکتا ہے مگر جو محبت محض حسن کی وجہ سے ہوگی وہ یقیناً حسن کی طرح ناپائدار بھی ہوگی۔ اصلی اور سچی محبت سیرت کی خوبی کی وجہ سے ہوتی ہے اگر عورت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ شوہر پر اپنا اثر ڈال کر اُسے اپنا بنا سکتی ہے تو کیا کہنا اسے لازم ہے کہ وہ شوہر کو اپنا ہم خیال بنائے۔ جب خیالات وعادات میں ہم رنگی ہوگی تو محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مرد ایسا ہو کہ بیوی کا ہم خیال بن جائے یا قدرتی طور پر دونوں کی طبیعت یکساں ہو، ایسا ہوتا ہے لیکن بہت کم۔ جب اوپر والی دونوں باتیں ناممکن ہوں۔ نہ تو شوہر بیوی کا ہم خیال بن سکتا ہو اور نہ قدرتی طور پر دونوں ایک سی طبیعت کے ہوں تو بیوی کو اپنی زندگی آرام واطمینان سے بسر کرنے کی خاطر خود شوہر کا ہم خیال بن جانا چاہیئے۔ یہ ضرور ہے کہ اپنی عادتوں کا چھوڑنا اور اپنے خیالات کا بدلنا بڑا مشکل کام ہے مگر ناممکن نہیں۔ ایک مثل ہے "یا کسی کو اپنا کرے یا کسی کا ہو رہے" اگر دوسرے پر بس نہیں تو اپنے پر تو ہے۔

بیشک اپنے جائز حقوق اور جائز آزادی حاصل کرنے کی کوشش ہر عورت کا فرض ہے۔ مگر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں شوہر کی مخالفت کی جائے جس بات کو آسانی سے درگزر کیا جا سکتا ہے اُسے بڑھا کر لڑائی مول لے لی جائے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ سب عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ معاملہ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ مگر اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے کہ مخالفت کی وجہ کوئی معمولی سی بات ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ کوئی مرد بھی بدمزاج اور ضدی بیوی سے خوش نہیں رہ سکتا۔ بدمزاج عورت میں اگر ہزار خوبیاں بھی ہوں تو اس کی بدمزاجی اور ضد ان سب پر خاک ڈال دیتی ہے۔ اور وہ کبھی خوشی وآرام کی زندگی نہیں بسر کر سکتی۔ اپنی پرانی عادت چھوڑنی بہت مشکل ہوتی ہے لیکن اگر عورت سمجھدار ہے اور چاہتی ہے کہ ہنسی خوشی زندگی گزارے۔ سب لوگ اس سے محبت اور اس کی عزت کریں تو اسے چاہیئے کہ اپنے اوپر قابو حاصل کرے اور سسرال میں قدم رکھتے ہی بدمزاجی، ضد اور بدگمانی کو چھوڑ دے۔ ماں باپ کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ وہ خود ہی اولاد کی عادتیں بگاڑتے ہیں اور خود ہی اُنھیں برداشت کرتے ہیں مگر اوروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کی باتوں سے درگزر کریں۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ کوئی بھی ہندوستانی شریف بیوی اپنے شوہر سے الگ رہ کر خوش نہیں رہ سکتی۔ کچھ اپنی فطری محبت کی وجہ سے اور کچھ سماج کی خرابیوں کے باعث۔ پھر وہ کیوں ایسی کوشش نہ کرے کہ اپنے شوہر اور اس کے عزیزوں کو راضی

رکھے اور ہنسی خوشی زندگی گزارے۔

عورت کا فرض صرف شوہر ہی کو خوش رکھ کر نہیں ختم ہو جاتا۔ اس کا ایک بہت بڑا اور بہت مشکل فرض اپنے سسرال والوں کی خوشنودی حاصل کرنا اور ان کا دل موہنا ہے کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ ہمارے ہاں ساس بہو اور نند بھاوج کی دشمنی کہاوت بن گئی ہے۔ یقیناً اس میں سسرال والوں کا بھی بہت قصور ہوتا ہے لیکن بہو بھی قصور سے بُری نہیں۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ عورت یہ چاہے کہ شوہر میرے عزیزوں سے تو محبت کرے میل ملاپ رکھے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑ دے۔ جہاں عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے وہاں مرد بھی یہ چاہتا کہ بیوی میری ہی طرح میرے عزیزوں کو اپنا سمجھے اور ان سے محبت کرے۔

اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ میاں بیوی میں نا اتفاقی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شوہر اپنی کمائی کا کچھ حصہ اپنے ماں باپ، بھائی بہن یا اور کسی مستحق عزیز پر خرچ کرتا ہے کیسی شرم بات ہے کہ ماں باپ تنگی میں ہوں اور بیٹا انھیں خرچ نہ دے یا کسی دوسرے عزیز کی جو زمانے کی گردش میں مبتلا ہو مدد نہ کرے۔ مقدور ہونے پر بھی اپنے عزیز کی مدد نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ عورت کا دل تو مرد سے زیادہ نرم ہوتا ہے اُس کا تو فرض یہ ہے کہ اگر اُس کے شوہر کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ ان فرائض کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ خود شوہر کو متوجہ کرے اور کہہ کہہ کر دوسروں کی امداد کرائے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو لوگ مصیبت میں دوسروں کی مدد نہیں کرتے انھیں اس کا حق نہیں رہتا کہ وہ اپنی مصیبت میں خدا سے بھی مدد کی امید رکھیں۔

بعض جگہ لڑائی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ شوہر اگرچہ اپنی بیوی سے بھی محبت کرتا ہے مگر ساتھ ہی اسے اپنے اور عزیزوں مثلاً ماں بہن یا کسی دوست سے بھی محبت ہے۔ محبت نام ہے اُس بے لاگ چاہت کا جو صلے کی خواہش کے بغیر کی جائے محبت کرنے والے کا تو یہ فرض ہے کہ وہ اپنے محبوب کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے۔ میں مانتی ہوں کہ رشک پیدا ہونا ایک فطری بات ہے مگر یاد رکھنا چاہئے۔ شوہر جس سے محبت کرتا ہے خود بھی اُس سے محبت کرے اِس سے شوہر کے دل میں محبت اور قدر اور زیادہ ہو گی۔ عالی حوصلہ بیویاں تو شوہر کی کسی ایسی عورت کی محبت کو بھی جو واقعی ان کی حریف ہوتی ہے، برداشت کر لیتی ہیں۔ نہ کہ ماں بہن کی محبت جو خدا کی طرف سے ہوتی ہے

اس کے علاوہ بیوی کا ایک اہم فرض اپنے شوہر کی کمائی کا مناسب استعمال ہے۔ اکثر ناعاقبت اندیش عورتیں شوہر کی محبت کی کمائی کو بیدردی سے خرچ کرتی ہیں اور آیندہ کا خیال نہیں رکھتیں۔ بعض اپنی فضول خرچی کی وجہ سے اور بعض شوہروں کی ضد میں کہ اگر وہ زیادہ خرچ کرتا ہے، یا اپنے عزیزوں کو دیتا ہے تو ہم بھی اتنا ہی خرچ کرکے اس سے بدلہ نکالیں۔ شوہر کماتا ہے تو روپیہ اُس کی ملکیت ہے اور اگرچہ اُس میں بیوی کا بھی بہت بڑا حصہ ہے مگر بہرحال ہے تو شوہر ہی کا۔ اُسے حق ہے کہ وہ اپنی کمائی جیسے چاہے خرچ کرے۔ ہاں شریکِ زندگی ہونے کی حیثیت سے

بیوی کو اس بات کا پورا حق ہے کہ وہ شوہر کو فضول خرچی اور برے چلن سے روکے مگر اس طرح نہیں کہ شوہر کو ضد ہو جائے اگر شوہر کی آمدنی کم ہے تو بیوی کو چاہئے کہ اُسے دق نہ کرے۔ جو کچھ ہے اس پر قناعت کرے اور سلیقے سگھڑاپے سے خرچ کرے۔ اگر خود کسی طرح روپیہ پیدا کر سکتی ہے تو اس طرح شوہر کا ہاتھ بٹائے کیونکہ وہ اُس کی شریک زندگی ہے۔

مختصر یہ کہ عورت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اُسے نئی زندگی میں محض پھل پھولوں سے آراستہ باغ ہی سیر کے لئے نہ ملے گا۔ بلکہ اُسے اس باغ میں کانٹے بھی ملیں گے۔ اُسے اس کی سینچائی اور حفاظت بھی کرنی ہوگی اور محنت و خدمت کے بعد ہی وہ اس باغ سے لطف اندوز ہو سکے گی۔

سب باتوں کے علاوہ عورت کو ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ وہ صرف بیوی اور ماں ہی نہیں بلکہ سماج کی ایک رُکن بھی ہے۔ اگرچہ بیوی اور ماں کے فرائض اس کے سب سے بڑے اور اہم فرائض ہیں مگر ان کے علاوہ اُس پر اپنے مُلک اور اپنی قوم کا بھی کچھ حق ہے۔ اُسے لازم ہے کہ حالات کے لحاظ سے جتنی بھی وہ اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے سماج کی خدمت کر سکتی ہے کرے۔ چاہے قلم سے، چاہے ہاتھ پاؤں سے، چاہے پیسے سے، چاہے صرف زبان ہی سے۔

(آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر کی گئی)

مسز صالحہ عابد حسین۔

افسانہ

ایک دن میں ناگپور کے مشہور بزاز طاہر بھائی کی دوکان پر بیٹھا ملاجی سے بات چیت کررہا تھا کہ میں نے اپنے دوست اشرف کو چلتی لاری سے دیوانہ وار کودتے اور بوکھلائے ہوئے شارع عام پار کرتے دیکھا تو مجھے بڑا فکر ہوا کہ یہ ضرور کسی سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہے میں دوڑ کر اُس کے سامنے آیا اور دریافت کیا "ہیں اشرف یہ کیا ہے؟ تم اتنے مضطرب کیوں ہو؟"

اس نے کہا "یہ مت پوچھو میں نے بڑی مشکل سے جیل کی مصیبت سے جان بچائی ہے"

"جیل ــــ!" میں نے متعجب ہوکر دریافت کیا۔

کیا وہ دفتر کا روپیہ غبن کر بیٹھا؟ میرا دل کانپ گیا اشرف چوری کرے گا؟

کچھ توقف کے بعد اُس نے کہا "میں نے اپنے آپ کو محض ایک گھڑی کے لئے خطرے میں ڈال دیا تھا۔

میں نے پوچھا "وہ بجلی کی گھڑی تھی؟"

نہیں ایک جیبی گھڑی ــــ رات کو جمعہ تالاب کے پاس سڑک پر مجھے ایک گھڑی ملی۔ نہیں معلوم وہ گھڑی کس کی تھی میں نے سوچا اُسے محلے کے تھانے میں دے دینا چاہیئے تم اتنے حیران کیوں ہوئے جاتے ہو سنو تو بڑا مضطرب کردینے والا قصہ ہے۔

چنانچہ آج صبح نو بجے میں گھڑی دینے تھانے میں گیا ایک سیاہ فام قوی ہیکل شخص کرسی پر بیٹھا چاء پی رہا تھا اُس نے مجھ سے دریافت کیا "کیوں کس لئے آئے ہو؟"

بھائی میں سچ کہتا ہوں تھانے میں ہتکڑیوں کو آویزاں دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا "کیا آپ ہی تھانے دار ہیں؟"

اُس نے درشتی سے جواب دیا "ہاں کیا کہتے ہو؟"

"کل شب کو مجھے یہ گھڑی سڑک پر پڑی ملی اس لئے میں اُسے تھانے میں دینے کے لئے آیا ہوں"۔

میرے منہ سے یہ جملہ ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ وہ شخص چاء کی پیالی میز پر رکھ کر بولا "گھڑی!"

ملحقہ کمرے میں جمعدار بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے تھانے دار نے کہا "جمعدار ــــ!"

حضور ــــ

"یہاں آؤ ــــ ذرا کھڑکیاں بند کرلو گرد آرہی ہے"

پھر مجھ سے مخاطب ہوکر "دکھاؤ کیسی گھڑی ہے ؟"

میں نے وہ گھڑی جیب سے نکال کر دکھائی اُس نے گھڑی کو کان سے لگا کر معلوم کیا کہ وہ چل رہی ہے یا بند ہو پھر اُس کا ڈھکنا کھول کر دیکھا اور کہا "ہاں گھڑی تو ہے اس میں کوئی شک نہیں"

پھر اُس کو صندوق میں بند کرکے قفل لگا دیا اور میرے پاس آکر کرسی پر بیٹھ گیا "گھڑی بہت قیمتی ہے سچ بتاؤ تمہیں کہاں ملی ؟" اُس نے پوچھا۔

جمعہ تالاب کے کونے پر ۔۔۔ لوہے کے کٹہرے کے پاس" میں نے جواب دیا۔

"سڑک پر یا کٹہرے کے پاس ؟"

"کٹہرے کے پاس"

"کیا کٹہرا گھڑی رکھنے کی جگہ ہے ؟"

میں نے کہا "پہلے سنئے تو ۔۔۔!

اُس نے گھور کر میری طرف دیکھا "بس معاف کرو بہت سن چکا بتاؤ تمہارا نام کیا ہے ؟"

میں نے اپنا نام بتایا۔

"کہاں رہتے ہو ؟"

"صدر بازار ۔۔۔!"

"کیا کام کرتے ہو ؟"

"میں مالگذار ہوں میری سالانہ آمدنی سات آٹھ سو روپیہ ہے"

"یہ گھڑی تمہیں کب ملی ؟"

"ساڑھے بارہ بجے"

"ساڑھے بارہ بجے ۔۔۔!" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں ۔۔۔"

تھانے دار نے کہا "تم بہت ہوشیار معلوم ہوتے ہو، کچھ دیر پہلے تو سپاہی نے وہاں کئی دفعہ چکر لگایا ہو اُسے کیوں نہیں ملی۔ یہ خیال کرکے وہ مجھے ملزم سمجھتا ہے میں غصے سے کانپ گیا۔

"اتنی رات گئے تم وہاں کیا کر رہے تھے"

میں نے دبی آواز میں کہا "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا اپنے مکان سے اتنی دور رات کے ساڑھے بارہ بجے وہاں جانا کیا معنی رکھتا ہے"

"میں نرسنگھ ٹاکیز کا سیکنڈ شو دیکھ کر گھر جا رہا تھا راستے میں مجھے ایک دوست مل گیا اُس سے بات چیت کرنے میں دیر ہوگئی"

"تمہارا دوست کہاں سے آرہا تھا ؟"

"ٹاؤن ہال میں نواب صدیق علی خاں صاحب ایم ایل اے کا لیکچر تھا وہ سن کر اپنے گھر جا رہا تھا"

"اس کا نام کیا ہے؟"
"اُس کے نام کی آپ کو ضرورت؟"
"نام نہیں بتاؤ گے؟" اُس نے غصہ بھری آواز میں کہا۔
"نہیں میں اُس کا نام نہیں بتاؤں گا۔"
تھانے دار کا چہرہ لال ہو گیا اُس نے کہا "یہ غصہ یہاں کام نہیں دے گا۔ مجھے شک ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے؟"
"غیر ممکن ہے — جناب سے مری یہ پہلی ملاقات ہے۔"
"کیوں جھوٹ بولتے ہو ہم اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔"
غصے سے مرے منہ سے بات نہیں نکل سکی۔
تھانے دار نے پوچھا "کتنی دفعہ سزا پائی ہے؟"
"کیا کہا بدمعاش۔"
"تو بدمعاش ترا باپ بدمعاش۔ پاجی بدمعاش کس کو کہتا ہے۔"
مجھے یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ تھانے دار سے جھگڑا کرنا قرینِ مصلحت نہیں مرا تمام جسم غصے سے کانپ رہا تھا میں اُس کے الفاظ دہرانا چاہتا تھا لیکن تھانے دار کی ایک ٹھوکر نے مجھے زمین پر گرا دیا اور وہ گرج کر بولا "ٹھیر بدمعاش میں تجھے حوالات میں بند کر کے ہی دم لوں گا۔ سادھو بن کر تھانے میں آیا ہے مجھے بیوقوف بنانے اب تجھے مزا چکھاؤں گا۔"
یہ کہہ کر اُس نے ایک رجسٹر نکالا اور اُس میں درج کیا "نام اشرف — ساکن صدر بازار مکان نمبر ۲۷ جمعہ تالاب کے پاس ایک قیمتی گھڑی پائی۔ سالانہ آمدنی سات ہزار روپیہ ہے۔"
خوف اور دہشت سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔
خبردار اب مجھ سے گستاخی کی۔ تھانے داری کرتے مری ساری عمر بیت گئی سچ سچ بتاؤ تم نے یہ گھڑی کس کی چرائی ہے؟ تم سزا یافتہ معلوم ہوتے ہو؟"
"میں نے کبھی چوری نہیں کی۔"
"کیا فضول بکتے ہو تم سزا یاب ہو۔"
تھانے دار کی گرجدار آواز سن کر جمعدار شطرنج کھیلنا چھوڑ کر دفتر کے کمرے میں آ گئے اُس نے کہا "اس کی جامہ تلاشی لو۔"
بس کہنے کی دیر تھی تین چار سپاہیوں نے مری تلاشی لی حتیٰ کہ موزے تک اُتروا کے دیکھ لئے۔ تھانے دار نے کہا "بڑا چالاک چور ہے — دونوں ہاتھ اُٹھا کر دیکھ لو کہیں کوئی چوری کا مال چھپا کر تو نہیں رکھا ہے۔"
اشرف کی گفتگو سن کر میں اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا میں نے کہا "تم اتنے احمق ہو یہ مجھے معلوم نہ تھا۔" اشرف نے کہا "سچ کہتا ہوں اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر کوئی چیز سڑک پر پڑی ملے تو چپ چاپ جیب میں ڈال لوں گا۔ کبھی تھانے میں داخل کرنے کی حماقت نہ کروں گا۔

(ترجمہ)

تقی علی یاسمی ناگپور

بچوں کی فریاد

بچوں کی بین الاقوامی کانفرنس میں ہندوستانی بچوں نے جو دردناک بیان دیا ہے وہ والدین کے لئے قابل غور ہے۔

صاحبان! ہم ہندوستانی بچوں کی زندگی درحقیقت زندگی کہلانے کی مستحق نہیں۔ مغرب اور ایشیا کے ترقی پسند ملکوں میں حکومتیں بچوں کی صحت و تعلیم کے لئے جو کوششیں کر رہی ہیں ہم اُن سے بالکل نا آشنا ہیں۔ ہمیں آزادی سے سانس لینے کی نعمت بھی میسر نہیں ہے۔ اگر ہماری تکالیف محض اس وجہ سے ہوئیں کہ ہمارے گلے کو غیر ملکی حکومت کا سخت ہاتھ گھونٹ رہا ہے تو بھی ہماری بدقسمتی پر آپ یقیناً افسوس کرتے لیکن وقت یہ آپڑی ہے کہ ہم پر سب سے زیادہ ظلم خود ہمارے والدین کر رہے ہیں۔ یہ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ یہ استبداد دانستہ کرتے ہیں یا نادانستہ۔ لیکن اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ ان کے مظالم اور شدائد یقیناً اس حد تک پہونچنے والے ہیں کہ ہم منظم ہو کر اس جور بے جا کے خلاف جہاد کریں بلکہ ایک دفعہ ہی انقلاب کر کے ہمیشہ کے لئے ان مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

معزز دوستو! جب سے ہمارا بدنصیب وجود عالم ہستی میں آیا ہے اُس وقت سے لے کر جب تک ہم جوان نہ ہو جائیں غیر مناسب روکاوٹوں اور پابندیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہمیں تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قید کر دیا جاتا ہے جب ہم ہوا اور روشنی حاصل کرنے یا ماں کی محبت سے حظ اُٹھانے ہنسنے اور کلکاریاں مارنے کی آرزو میں بیقرار ہوتے ہیں اور آہ و بکا کرتے ہیں تو ہمیں بھوکا سمجھ کر دودھ ٹھنسا دیا جاتا ہے۔ اور ہمیں بدہضمی کی بیماری کا روگ لگایا جاتا ہے جو پھر تا زندگی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ جب ہم ذرا بڑے ہوتے ہیں تو ہماری آزادانہ حرکات و سکنات پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ آبا کہتے ہیں شاباش بیٹا ذرا اماں کے چانٹا تو لگا آ۔ ہم اُن کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو اماں گھُرک کر کہتی ہیں۔ خبردار! بیٹا ایسا نہیں کرتے۔ یہ بُری بات ہے۔ اس وقت ہم بڑے شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں اور تذبذب اور فیصلہ نہ کر سکنے کا مرض پہلی بار ہمارے دماغ میں پیدا ہو جاتا ہے۔ ہماری مائیں ہم کو بہلانے اور ہمارے حق بجانب مطالبوں سے (جن کو وہ ضد کہتی ہیں) بچنے کے لئے ہم سے اکثر بہانے کرتی ہیں اور اپنے دل میں سمجھتی ہیں ہم سے جھوٹ بول کر اُنہوں نے ہمیں اچھا بے وقوف بنالیا لیکن جب وہ کہتی ہیں دیکھو یہ چیز کوا لے گیا تو اُسی وقت جھوٹ اور بے ایمانی کے جراثیم ہمارے ذہن میں جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ الغرض اسی طرح اور طرح طرح کی منضبط کوششوں سے ہمارے اخلاق خراب کئے جاتے ہیں جب کبھی ہم بیمار پڑ جاتے ہیں اور عموماً ان دوست نما دشمنوں کی نادانی سے پڑتے ہیں تو یہ ہماری بیماری دور کرنے کی بجائے اور بیماری کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور دوا کی بجائے دُعا یعنی جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں سے کام نکالا جاتا ہے۔ چنانچہ بیماریوں کے سیلاب میں ہماری کثیر تعداد بہہ جاتی ہے۔ اور جو لوگ سخت جانی کی وجہ سے

بچ جاتے ہیں وہ جب بڑے ہوتے ہیں اور ان کی عمر چار پانچ برس کی ہوتی ہے تو اُن کو جہالت اور بے عملی کے اُس جنگلے میں قید کر دیا جاتا ہے جسے وہ "مدرسہ" کہنے پر مُصر ہیں۔ مدرسہ عجیب و غریب بستی ہوتی ہے۔ جسے چھوٹے سے پیمانہ پر اگر دوزخ سمجھ لیا جائے تو غالباً اس کا ٹھیک ٹھیک مفہوم ادا ہو جائے۔ کہیں کوئی معصوم کان پکڑے کھڑا ہے کہیں کسی بے زبان پر بینتیں برس رہی ہیں۔ کہیں مولوی صاحب گھونسوں اور تھپڑوں کی بارش کر رہے ہیں اور کہیں ماسٹر صاحب نا مناسب الفاظ بھی منہ سے نکال رہے ہیں کوئی غریب مُرغ بنا ہوا ہے الغرض ایک عجب طوفان محشر برپا ہوتا ہے۔ ہماری آہوں اور سسکیوں سے مدرسہ کی فضا پورے چھ گھنٹے گونجا کرتی ہے۔ اس کے بعد ہم کُٹے پٹے بھوکے پیاسے گھر آتے ہیں۔ گھر پر ہم بے کسوں پر سوائے ہماری والدہ کے جو ذرا قابل برداشت رویہ رکھتی ہیں اور کوئی رحم نہیں کھاتا۔ ہمارے والد تو یہی کہتے ہیں یہ نالائق پڑھتا پڑھاتا خاک نہیں ہے۔ کل اس کے ماسٹر شکایت کر رہے تھے۔ اس کا کھانا بند کر دو۔ گھر سے نکال دو۔ سارے بڑے بوڑھے ہم پر لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں۔

جب امتحان آتا ہے تو یہ سختیاں اور باز پرسیاں اور بھی کڑی ہو جاتی ہیں۔ اے میرے بھائیو! سچ بتانا دنیا کے کے کسی اور ملک میں بھی ایسے ایسے مظالم ہوتے ہیں؟ یہ تو آپ سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ ان کی فطرت خدا نے مختلف قسم کی بنائی ہے اور ماہرین نفسیات نے بھی اب اس بات کو قریب قریب ثابت کر دیا ہے کہ طبیعتوں کا رجحان جداگانہ ہوا کرتا ہے۔ بعض طبیعتیں سائنس اور حساب سے قدرتاً شغف رکھتی ہیں اُنہیں حساب کا ایک سوال صحیح نکال لینے سے ایسی ہی خوشی نصیب ہوتی ہے جیسی کہ کسی کو کوئی حیرت ناک چیز ایجاد کرنے سے لیکن بعض لوگوں کا الجبرا الجھگڑا معلوم ہوتا ہے اُنہیں ادب و تاریخ سے لگاؤ ہوتا ہے۔ بعض کو دونوں چیزوں سے نفرت ہوتی ہے وہ عملی تجربوں اور دستی کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں اور تاریخ کے سن اور نام یاد کرنے ان کے لئے مشکل بلکہ ناممکن ہوتے ہیں اب ذرا لطف ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے اختلاف طبائع کا مطلق لحاظ کئے بغیر ہمیں مدرسہ میں ان ہی ناپسندیدہ مضامین سے نبرد آزمائی کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے ہزاروں نہیں ہمارے لاکھوں بھائی اس صحبت ناجنس سے بھاگ کر سرے سے علم کی نعمت ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اکثر بھائیوں کا خیال ہے کہ جب تک انگریزی اور حساب لازمی مضامین ہیں اُس وقت تک ہمارے ملک میں تعلیم پھیلنی ناممکن ہے۔ بھلا اس بوالعجبی کو تو ملاحظہ فرمائیے کہ ایک شخص کو قدرت ایک ادیب یا مورخ بنا کر بھیجتی ہے اور مدرسہ اُسے مجبور کرتا ہے کہ حساب میں تینتیس فی صدی نمبر حاصل کرے ورنہ ہر سال اُسے فیل کیا جائے گا۔ جب ہمارے اکثر بھائی ان اسباب سے فیل ہوتے ہیں تو اُن کے والدین اُنہیں بہت بُرا بھلا کہتے ہیں اور یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ناکامی خود اُن کا قصور ہے۔ کوئی ان بزرگوں سے دریافت کرے کہ اگر تانگے کے گھوڑے کو گھوڑ دوڑ میں لگا دیا جائے تو وہ کامیاب ہو سکتا ہے؟ الغرض کہانی تو بہت طویل ہے لیکن ہم مختصر کر کے عرض کرتے ہیں ہمارے اکثر بھائی اپنے والدین کی ان دو مہربانیوں سے تنگ آ کر زندگیوں سے بیزار ہو جاتے ہیں اور ایسی مثالیں بھی ملتی

ہیں کہ بعض نے خودکشی تک کر لی ہے۔

یہ بات بھی تعلیم ہی کے ضمن میں گذارش کردینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ سائنس سے مشاہدہ حساب سے استدلالِ صحیح۔ ادب سے ذوقِ عالیہ تاریخ سے یادداشت اچھی ہوتی ہے۔ ہمارے اساتذہ بھی عجیب معجون مرکب ہیں اگر حساب سے انسانی دماغ میں قوت استدلال ہی کی پرورش کرنی ہے تو وہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ منطق پڑھائی جائے اور مشاہدہ یوں بھی اچھا کیا جاسکتا ہے کہ سیر و سیاحت کرائی جائے۔ آخر پہاڑے رٹانے ہی میں کیا خاص بات ہے۔ پھر اگر ایک آدمی کسی ایک مضمون میں اچھا ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دوسرے مضامین میں بھی اچھا ہی ہو اگر ایسا ہوتا تو نیوٹن ایک قابل سپاہی بن سکتا اور نپولین حساب داں ہوجاتا۔ پھر آخر مختلف النوع انسانوں کو ایک ہی راستے پر کیوں ڈال دیا جاتا ہے؟ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی اور یہ آئے بھی کیسے؟ وہ تو سراسر ظلم اور سختی ہے۔ اگر حساب پڑھانا ایسا ہی ناگزیر تھا تو بس اتنا پڑھا دیتے جتنا کہ ہماری روزمرّہ کی زندگی ضروری اور لابدی ہے۔ جیسے آنے پائیوں کی جمع تقسیم۔ سود وغیرہ وغیرہ۔ لیکن الجبرے کے گورکھ دھندے اور جیومیٹری کی تھیوری وغیرہ تو کبھی کام آنے والی چیزیں نہیں۔ ان کا ہر ایک کو پڑھانا تو بالکل بے کار ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکثر بھائی اس ظالمانہ نظام تعلیم سے مایوس ہوکر ہر سال فیل ہونا پسند کرتے ہیں لیکن اس بے انصافی کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ ہمیں امتحان کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے اور وہ یہ کہ امتحان کا طریقہ بھی برابر بے منصفی پر مبنی ہے "وحدت نشانی" سے انسانی قابلیت جانچنے کا انوکھا طریقہ بے معنی ثابت ہوچکا ہے اکثر ممتحنین یہی نہیں جانتے کہ وہ اُمیدواروں کی کس چیز کا امتحان لیتے رہتے ہیں اور ممتحنین نمبر بھی اپنے جذباتی حالات سے متاثر ہوکر دیتے ہیں۔ غور کیجئے کہ ایک لڑکا ۳۳ فی صدی نمبر حاصل کرتا ہے وہ پاس ہوجاتا ہے اور دوسرا ۳۲ فی صدی حاصل کرتا ہے اور فیل ہوجاتا ہے۔ اُس ایک نمبر نے بچارے کا پورا ایک سال ہمیشہ کے لئے برباد کردیا۔ اگر ایک مضمون میں کچھ یوں ہی سی کمی رہ جائے تو ہم لوگوں کی ساری محنت خاک میں مل جاتی ہے۔ کیا یہ انصاف ہے؟

ہمیں اپنے والدین سے یہ بھی شکایت ہے کہ وہ ہم میں سے اکثر کی شادیاں ہماری مرضی کے بغیر اپنے چاؤ چونچلوں کی خاطر بچپن ہی میں کر ڈالتے ہیں۔ ان شادیوں کے المناک نتائج نے ہم میں سے اکثر کی زندگیوں کو ایک مسلسل ٹریجڈی بنا کر رکھدیا ہے۔ ہمارے والدین نے ہماری ذہنی اور اخلاقی تربیت جیسی کچھ کی اُس کی شرح و بسط بیان کرنے کے لئے تو بہت طوالت اور وقت کی ضرورت ہے۔ تاہم ہمیں اُمید ہے آپ مندرجہ بالا چند مختصر منتشر بیانات سے ہماری ساری تکلیفوں کا ہلکا سا اندازہ لگا لینے میں کامیاب ہوجائیں گے ہم آپ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم بچوں کے بے زبان طبقے کی اس دردناک حالت کا مطالبہ و تحقیق کرنے کی ایک تحقیقاتی کمیٹی بٹھائیں تاکہ ہماری فلاح کی کوئی صورت پیدا ہوسکے اور دنیا میں ہم کو بھی آزادی اور بے فکری سے سانس لینے کا موقعہ ملے اور ماں باپ کی غلامی اور تشدد سے چھٹکارا نصیب ہو۔

سید ابن حسن شارق دہلوی

"شوخی"

شوخی کے معنی ہیں چُلبلاپن اور زندہ دلی۔ قدرتی طور پر ہر طبیعت میں شوخی کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہوتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ بچے عموماً شوخ و چلبلے ہوتے ہیں اور حقیقت میں وہی بچے اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں جو شگفتہ مزاج اور شوخ ہوں۔ ترقی عمر کے ساتھ بچہ سنجیدہ بنتا جاتا ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمیشہ زندہ دل رہتے ہیں کسی کی طبیعت میں شوخی کے ساتھ متانت بھی پائی جاتی ہے اور کسی کے مزاج میں متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ ایسے لوگ مردہ دل ہوتے ہیں۔ ان کو ہنسی مذاق کی کوئی بات نہیں بھاتی۔ لوگ ان سے معمولی سا مذاق بھی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اور اس طرح حد درجہ متین لوگ ہر دلعزیزی سے محروم رہتے ہیں۔

لیکن جن لوگوں کے مزاج میں شوخی ہو وہ زندہ دل۔ شگفتہ خاطر ہنس مکھ۔ خوش مزاج اور حاضر جواب ہوتے ہیں وہ خود بھی ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی اپنی زندہ دلی، خوش طبعی، شوخ چٹکلوں اور مذاحیہ جملوں سے ہنساتے اور خوش کرتے رہتے ہیں۔ ان سے کبھی نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ اور ان کی شوخیٔ طبع ان کو ہر وقت کسی نہ کسی شرارت اور شوخی پر ابھارتی اور آمادہ کرتی ہے۔

لیکن ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر بات کا ایک موقعہ ہوتا ہے۔ بے وقت کی نوراگنی بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی جو لڑکیاں بے موقع شوخی کرتی ہیں انہیں زندہ دل اور خوش طبع تو نہیں ہاں بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر نوجوانی میں طبیعت شوخیوں سے لبریز ہوتی ہے۔ اور اسی عمر میں شوخی زیب بھی دیتی ہے۔ نوجوانوں کو شوخی و شرارتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہی کرنی چاہئیں۔ بزرگوں کے ساتھ شوخی کرنا نہایت ہی نازیبا حرکت اور سخت بدتمیزی ہے چھوٹوں کے ساتھ شوخی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ شوخی شفقت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ شوخی دل آزاری و دلشکنی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دلوں کو فرحت بخشنے، مردہ طبیعتوں میں تازہ روح پھونکنے اور دل کی پژمردہ کلی کو مثل پھول کے کھلا دینے کے لئے ہونی چاہئے۔ مناسب موقع پر شوخی اور بذلہ سنجی وہ اثر کرتی ہے جو نسیم سحر غنچوں کے ساتھ۔ برمحل شوخی حاضر جوابی آدمی کو ہر دلعزیز بنا دیتی ہے۔ اکثر اوقات جو کام طویل تحریروں اور لمبی لمبی تقریروں سے انجام نہیں پاتے وہ محض ایک لطیف جملے، ایک برمحل و برجستہ فقرے سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا اثر مدتوں رہتا ہے۔

شاہدہ۔ امراؤتی

مُفلسی

مُفلسی سے بڑھ کے دنیا میں کوئی لعنت نہیں　مفلسوں کی اس زمانے میں کہیں عزت نہیں
جامعِ اوصافِ روحانی بھی ہو مفلس اگر　اہلِ دنیا کی نگاہوں میں نہیں ہوتا اثر
اس زمانے میں اگر جس شخص پر پیسا نہیں　غیر تو پھر غیر ہے اپنا بھی پھر اپنا نہیں
سچ تو یہ ہے کوئی دُنیا میں غریبوں کا نہیں　سب ہیں خوش قسمت کہ کوئی بدنصیبوں کا نہیں
اہلِ زر جس حال میں ہوں لائقِ توصیف ہیں　کارہائے بد بھی اُن کے قابلِ تعریف ہیں
وجہِ لعنت بے نواؤں کی بھلی باتیں بھی ہیں　قابلِ تعریف امیروں کی بُری باتیں بھی ہیں
بدنصیبوں کے کمالوں کا نہیں ہوتا اثر　اہلِ زر کے عیب بھی کہلائے جاتے ہیں ہُنر
دیکھتے ہی دیکھتے کتنی گئی دنیا بدل　بات کرنی بھی غریبوں سے ہے دوبھر آج کل
مردِ اشرف ہے وہی جس پہ ہے پیسا آج کل　سچ تو یہ ہے چار پیسے کی ہے دنیا آج کل
مخلصی جاتی رہی دھوکا ہی دھوکا رہ گیا　اب شرافت کی کسوٹی صرف پیسا رہ گیا
کب شرافت کا گُماں بھی مفلس و بے پر میں ہے　اب شرافت ہے اگر باقی تو اہلِ زر میں ہے
اہلِ زر کا ہے جو رازق وہ غریبوں کا بھی ہے　جو امیروں کا ہے خالق وہ غریبوں کا بھی ہے
کس قدر حسرت کی جا ہے کتنی وحشت کا مقام　غور سے دیکھو تو ہے بے حد یہ عبرت کا مقام
ہو لقب انسان سب کا پھر فساد آپس میں ہو　ایک کی اولاد ہو کر یہ عناد آپس میں ہو
دولتِ دنیا پر اترانا چھچوری بات ہے　چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے
مفلسوں کا حال کوئی پوچھنے والا نہیں　تو ہی سُن لے اُن کی یارب جب کوئی سنتا نہیں

دُعا ڈبائیوی

عیسائیوں کا تہوار

جس طرح ہر مذہب وملت کے لوگوں کے مختلف تہوار ہیں اسی طرح عیسائی بھی بہت سے تہوار مناتے ہیں مثلاً کرسمس ایسٹر گڈ فرائیڈے۔ بہت مشہور ہیں۔ میں یہاں عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے گڈ فرائیڈے کا مختصر سا حال لکھتی ہوں۔ گڈ فرائیڈے ان کا ماتمی تہوار ہے جیسے کہ ہمارے ہاں محرم ہے جس طرح محرم میں سیدنا امام علیہ السلام کی شہادت ہوئی اسی طرح عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق اپریل میں مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اتفاق سے مسلمان اور عیسائیوں کے یہ ماتمی تہوار گذشتہ سال مل کر آئے۔ جس جمعہ کو شہادت کا ماتمی تہوار تھا، اسی جمعہ کو عیسائیوں کا ماتمی تہوار رہا۔ مسلمان شہادت کی تاریخ کا تعین کر لیتے ہیں اور عیسائی تاریخ کی بجائے جمعہ کا دن لیتے ہیں کیونکہ اس دن حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اور تہوار اپریل کے مہینہ میں کسی جمعہ کو منایا جاتا ہے جس طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے مذہبی روایات کا مظاہرہ کرتے ہیں اسی طرح ان کے ہاں بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ بہت عرصہ پیشتر ایران میں محرم کے موقع پر کربلا کی پوری تمثیل دکھائی جاتی تھی معلوم نہیں وہاں پر اب یہ رواج ہے یا نہیں۔ بہر حال ابھی غیر لوگوں میں ایران کا محرم مشہور ہے۔ اسی طرح گڈ فرائیڈے کے موقع پر مسیح کو صلیب پر چڑھائے جانے کی تمثیل دکھائی جاتی ہے جس طرح مسلمانوں میں شیعہ اور سنی دو فرقے ہیں اور آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اسی طرح ان میں بھی دو فرقے مشن اور رومن کیتھولک ہیں اور آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ رومن اس کا مظاہرہ کرتے ہیں مشن سرے سے اس کے خلاف ہیں اور ایسا کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں شمالی ہندوستان میں یہ تہوار کس طرح ہوتا ہے مگر یہاں جنوبی ہندوستان میں اس دن یعنے اپریل کے کسی مقرر کردہ جمعہ کو بڑے گرجے میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی احکام ادا کرتے ہیں۔ پانچ بجے کے قریب شام کو اس کا مظاہرہ شروع ہوتا ہے۔ چار پانچ پتلے ہوتے ہیں جن میں ایک عیسیٰ مسیح دوسرا ان کی والدہ اور باقی ان لوگوں کے ہوتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا تھا اور جنہیں عیسائی یہودی سمجھتے ہیں۔ مسیح کے ہاتھ میں صلیب ہوتی ہے وہ آگے ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے دوسرے لوگ۔ یہ ٹولی گرجے کے اندر خوب گشت لگاتی ہے اور غمگین نغموں کے ساتھ پھرتی ہے۔ ٹھیک آٹھ بجے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر گشت کرایا جاتا ہے کیونکہ آٹھ بجے ان کے عقیدے کے موافق مسیح مصلوب ہو گئے۔ سب لوگ غمگین ترانے گاتے ہیں اور پھر اپنے مذہبی طریقوں کے مطابق تجہیز و تکفین کے لئے صندوق میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد لوگ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدے کی رُو سے مسیح مصلوب ہونے سے پیشتر خدا کے حکم سے آسمان پر اُٹھائے گئے۔ مگر عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب کے بعد موت واقع ہوئی اور تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر گئے یعنے اتوار کے دن۔ جیسے وہ ایسٹر سنڈے کے طور پر اس طرح مناتے ہیں کہ اتوار کے دن حسب معمول گرجا میں لوگ جب اپنی مذہبی

ادائیگی کے لئے آتے ہیں تو عیسیٰ مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی تمثیل اس طرح دکھاتے ہیں کہ کاغذ میں مثل ایک پہاڑ کے تودا بناکر کھڑا کرتے ہیں جسے بارود سے اُڑادیا جاتا ہے۔ جب بارود سے کاغذ پھٹ جاتا ہے تو مسیح کا پتلہ ہاتھ میں علم لئے اس کے اندر سے نمودار ہوتا ہے اس تمثیل کے بعد سب خوشی مناتے ہیں اور گرجے کے باہر لاکر یعنے کمپاونڈ کے اندر ہی خوشی کے ترانوں کے ساتھ پھراتے ہیں۔ اس کے بعد سے ان کے روزوں کے دن شروع ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا روزہ چالیس روز کا ہوتا ہے۔ یہ روزے جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار کو مکمل ہوتے ہیں۔ ان میں وہ کوئی چیز نہیں کھاتے مگر بقیہ دنوں کے روزوں میں صرف بساندی۔ اشیا مثلاً انڈا گوشت مچھلی وغیرہ نہیں کھاتے۔ صرف چاول ترکاری کھاتے ہیں اس طرح سے یہ چالیس روزے پورے کرتے ہیں۔ ان کے روزوں میں مسلمانوں کے روزوں جیسا احترام نہیں پایا جاتا نہ یہ لوگ اتنے پابند ہوتے ہیں۔ گو مسلمانوں میں بھی سب کے سب روزے نہ رکھتے ہوں مگر عیسائیوں کے ہاں مسلمانوں کی نسبت بہت ہی کم روزے دار ہوتے ہیں۔

ب۔ن۔ آنسہ ابراہیم۔ مدراس

ہندوستان اور تعلیم نسواں

ہندوستان کی آبادی کا بڑا حصہ تعلیم کی برکات سے محروم ہے۔ اور تعلیم سے یہ محرومی ہماری قومی و ملکی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ انگلستان و امریکہ وغیرہ غیر ممالک میں تعلیم نسواں کا معیار جس قدر بلند ہے۔ وہ کسی مزید تشریح و توصیف کا محتاج نہیں۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے مسلم ممالک ایران، مصر، ترکی ہی کو دیکھئے کہ تعلیم اور آزادیٔ نسواں میں کتنی شاندار ترقی کر رہے ہیں۔ وہاں کی خواتین اعلیٰ سے اعلیٰ اور اہم سے اہم امورات دنیاوی کی انجام دہی میں مردوں کی برابر کی شریک ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہندوستان میں تعلیم کی عدم موجودگی کے باعث یہاں کی خواتین سہل سے سہل کام کو بھی مشکل سمجھتی ہیں۔ اس سے میرا مفہوم یہ نہیں کہ ایران وغیرہ کی طرح ہندوستانی خواتین بھی پردے کو یک لخت ترک کریں ہم پردہ میں رہ کر بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن سختی کے ساتھ یہ پردہ کی پابندی ہم بے زبانوں کی صحت پر بہت برا اثر ڈالے گی۔ اور ہم اپنی دیگر ممالک کی بہنوں سے جو ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کر رہی ہیں، کوسوں دور رہیں گے۔

اوراقِ پارینہ کے مطالعہ سے ہم پر منکشف ہوجاتا ہے کہ پردہ کی پابندی کرتے ہوئے بھی عورتیں اعلیٰ تعلیم کی برکات سے فیضیاب ہوتی رہی ہیں۔ دورِ گزشتہ کی خواتین کیسی کیسی عالمہ فاضلہ اور شاعرہ گذری ہیں۔ یہ امر محتاجِ بیان نہیں یقیناً یہ پردہ کی لاانتہا پابندی بیکس عورتوں کی تعلیم میں بھی کسی حد تک رکاوٹ ثابت رہی ہے کالج کی باقاعدہ تعلیم سے تو بہتر دوسری تعلیم ہی نہیں۔ لیکن ہمارے مردوں کی یہ ذہنیت کس قدر حیرت افزا ہے کہ اسکول و کالج کی تعلیم کے تو مخالف ہیں۔ اور پھر ساتھ ساتھ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی بھی سخت ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ہم عورتیں ترقی کیونکر کریں اور اعلیٰ تعلیم کس طرح حاصل کریں۔ جبکہ مردوں نے ہمارے حقوق سلب کرلئے اور ہمیں محض عضوِ معطل بنا کر رکھا۔ ہمارے واسطے تعلیم کے دروازے مسدود رہے اور ہم دنیا کے نشیب و فراز سے ناواقف رہے۔ کیا یہ کچھ کم ظلم و تشدد تھا؟ لیکن ہمیں مغربی تعلیم کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کے زیر اثر ہمارے مردوں کی رگِ حمیت بھی جوش میں آئی، اور ان کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھنے لگے کہ ہم اور ہماری عورتیں بالکل ہی تباہی کے غار میں گری جارہی ہیں۔ اپنے تنزل و انحطاط پر غور کیا اور بہت نادم ہوئے۔ اپنی گری ہوئی حالت کا صحیح احساس پیدا کرتے ہوئے اصلاح و ترقی میں کوشاں ہونے لگے مگر جس ملک کے افراد پست ذہنیت رکھتے ہوں، اور پرانی لکیر کے فقیر چلے آرہے ہوں۔ جدید تہذیب کے سخت مخالف ہوں۔ وہاں شمعِ ترقی کی ضیا کیونکر پہونچ سکتی ہے۔ کاش ملک کے بیدار مغز و روشن خیال مدبرین اور ارباب حل و عقد تعلیم نسواں کی کمی پر ٹھنڈے دل اور چشم بینا سے غور فرمائیں۔ اور ہم کو اعلیٰ تعلیم دلائیں کہ ہمارا وجود ہمارے مردوں کے لئے باعثِ مسرت ہو۔

ہندوستان کے اکثر قدامت پرست افراد کا خیال ہے کہ عورتیں تعلیم پاکر آزاد ہو جاتی ہیں۔ اور امور خانہ داری سے بے بہرہ نہیں! یہ ان کا خیال اور کوتاہ نظری ہے۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون جن صحیح معنوں میں شریک حیات ثابت ہوسکتی ہے اور گھر کی مختصر سی سلطنت کی تنظیم وہ جس سرگرمی کے ساتھ کرسکتی ہے۔ کیا آپ اس قسم کی توقع کسی جاہل عورت سے بھی کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کا مطالبہ ہے کہ گھر کا نظم و نسق حسن و خوبی سے قائم رہے۔ بچے صحیح تربیت پاکر ملک کے ہونہار سپوت ثابت ہوں۔ اور آپ کی زندگی بھی خوشگوار نظر آئے تو آپ اپنی بیکس و بے زبان بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کو اعلیٰ تعلیم سے محروم نہ رکھئے پھر ہم بھی ہنری ولسینٹ کے قول "ایک عالی دماغ عورت کی صحبت ہر مرد کے لئے ایک اچھی چیز ہے" کی سچی ترجمان ثابت ہوں گی۔

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون کا مطمح نظر ہمیشہ بلند ہی رہے گا اُس کی علمی آغوش کے پروردہ بچے ملک و قوم کی خدمت خلوص دل اور سچے ایثار و قربانی کے ساتھ انجام دینے کے قابل ہوسکیں گے۔ اور ان کے علم کی ضیا سے دُنیا جگمگا اُٹھے گی۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ تعلیم یافتہ ماں کی آغوش کا پروردہ بچہ کبھی جاہل نہیں رہ سکتا۔ عورت وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کی آغوش میں قومیں پلتی اور بڑھتی ہیں۔ مارٹن کا یہ قول کہ "ہر باعظمت شے کی ابتدا میں عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے"! بالکل صحیح ہے۔ ہماری ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے خدا کرے ہر ہندوستانی مرد و عورت کے دل میں تعلیم حاصل کرنے کے شوق کا بے پایاں سمندر موجزن ہونے لگے۔

آر۔ کے مضطر رضویہ

بندی

بندی کا لگانا سنگار میں داخل ہے۔ اور خوبصورتی کے لئے لگائی جاتی ہے ہندو قوم میں اس کا قدیمی رواج چلا آتا ہے اس لئے ہندو عورتیں اسے اپنے لئے ہی مخصوص سمجھتی ہیں۔ پہلے اس کا عام چرچا نہ تھا۔ جہاں اب اور نئے نئے فیشن ایجاد ہوگئے۔ یہ بندی بھی نمایاں نظر آرہی ہے۔

ہماری بعض مسلمان بہنیں بھی دیکھا دیکھی یہ بندی لگانے لگی ہیں۔ اگرچہ خوبصورتی کے لئے ہی لگائی جاتی ہے اور اُس کا کوئی اور خاص مقصد نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی دوسری بہنیں اعتراض کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

میں ایک پارٹی میں شریک تھی وہاں ایک ہندو بہن کے یہ کہنے پر کہ میں نہیں سمجھ سکی کہ یہ مسلمان ہیں جن مسلم بہنوں نے بندی لگا رکھی تھی وہ بہت خفیف ہوئیں دیر تک اس بندی پر بحث ہوتی رہی۔ اسلام کسی ایسے نشان کی اجازت نہیں دیتا جس سے دیگر قوموں سے امتیاز نہ ہوسکے۔ آیات قرآن شریف میں بھی ارشاد ہے "دوسری قوموں کی نقل نہ کرو"۔ پھر سُرخ بندی کیوں ہمارے شفاف چہروں کو زنگ آلودہ کرے کیوں نہ اپنی پیشانیوں کو صاف رکھیں۔ یہ بندی ہمیں ہرگز زیب نہیں دیتی۔ جن کی یہ ہے اُن کو مبارک رہے۔ ہمارے لئے تو سادہ لباس اور صاف چہرے ہی کچھ عزت و خوبصورتی کی نشانی ہیں ہمارا مذہب اسلام ایسی آرائش و پابندیوں سے مبرا ہے مسلمان بہنیں بجائے کسی کی نقالی کے اس پر غور کریں۔ اپنا لباس اپنی زبان اپنا تمدن خاص کر اپنا مذہب سب ہی کو عزیز ہونا چاہیئے۔

ایس۔ بی طاہرہ۔

آنکھیں اور جرم

آنکھ جملہ حواس کی ملکہ کہلاتی ہے، یہ ہمارے جسم کا چراغ ہے جس کی روشنی میں ہم اپنے اردگرد کی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ یہ ایک روشندان ہے جس کے ذریعہ سے دماغ کے اندر روشنی پہنچتی ہے۔ آنکھ کے سامنے کا حصہ بیضوی نظر آتا ہے مگر درحقیقت اس کی ساخت گول ہے۔ اسے سر کے اندر ہڈیوں کے ایک مضبوط اور گہرے غار میں انتہائی حفاظت سے رکھا گیا ہے۔ اس کے پیچھے کی طرف چربی کی ایک نرم اور موٹی سی تہ ہے جب آنکھ کو ضرب لگتی ہے تو وہ پیچھے کو دب جاتی ہے اور اس طرح صدمہ سے محفوظ رہتی ہے۔ اس کے علاوہ قدرت نے حفاظت اور صفائی کے لئے اسے پپوٹے اور پلکیں بھی عطا کی ہیں۔

جس طرح دوربین اور خوردبین میں دور کی اور چھوٹی چیزوں کو دیکھنے کے لئے محدّب شیشے لگے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آنکھ بھی محدّب شیشوں کا مجموعہ ہے۔ سامنے والے سفید غلاف یا محدّب شیشے کا نام کورینا Cornea ہے اس کے ذرا پیچھے پردۂ چشم ہے جسے آئرس Iris کہتے ہیں۔ اس کے درمیان ایک سیاہ سوراخ ہے جو مردمکِ چشم pupil کہلاتا ہے۔ اب آئرس کے پیچھے ایک اور محدّب شیشہ ہے جس کا نام کرسٹل لائن لینس crystilline lens ہے کورینا اور آئرس کے پیچھے ایک سیال شے ہے جسے اکیواس ہیومر Aquous Humour کہتے ہیں اور کرسٹل لائن لینس کے پیچھے آنکھ کا وہ سب سے بڑا گھیر ہے جس کو وٹریس ہیومر Vitreous Humour کہتے ہیں۔ اس گھیر میں انڈے کی سفیدی جیسا سیال مادہ بھرا ہے اور یہ دونوں سیال چیزیں بھی لینسوں Lens کا کام دیتی ہیں۔ یہ جملہ لینس یا محدب شیشے روشنی کی شعاعوں کو ایک نقطہ ماسکہ پر جمع کر لیتے ہیں پھر یہ روشنی آنکھ کی پتلی میں سے گزر کر عصبی حصے یعنی رٹینا Retina پر تصویر بناتی ہے پھر عصب بینائی کے ذریعہ یہ تصویر دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور اس طرح ہمارا ذہن آنکھ کے سامنے کی چیز کو محسوس کر لیتا ہے۔

آنکھوں کے رنگ مختلف قوم کے لوگوں میں مختلف پائے جاتے ہیں۔ ہمارے مشرقی شاعر سیاہ آنکھوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور مغرب کے شاعر نیلی آنکھوں کے گُن گاتے ہیں۔

آنکھیں اپنے اندر ایک خاص کشش پوشیدہ رکھتی ہیں۔ بعض انسانوں میں یہ کشش اس قدر طاقتور ہوتی ہے کہ وہ اس کے ذریعے دوسرے انسان کو مسحور کر لیتے ہیں۔ آنکھیں ہماری روح کی آئینہ دار ہیں۔ یہ ہمارے دلی تاثرات کی غماضی کرتی ہیں جس وقت جذبات کے ہیجان سے ہاتھ اور زبان انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اس وقت آنکھیں ہمارے خیالات کا اظہار کر جاتی ہیں۔ بعض اوقات احتراز جرم کے اظہار سے وہ گرفتاری کا باعث بن جاتی ہیں۔

دنیا میں بعض ایسے بھی انسان موجود ہیں۔ جو اپنی طبیعت پر پورا پورا قابو رکھتے ہیں اور دلی راز آنکھوں سے ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ آنکھوں کو پوشیدہ رکھنے اور دلی بھید چھپانے کے لئے اکثر لوگ رنگین چشموں کا استعمال کرتے ہیں۔ امریکہ کے ایک ڈاکٹر کارلٹن سائمن نے آنکھوں کے ذریعہ مجرموں کی شناخت کا جدید ترین طریقہ معلوم کیا ہے جس طرح انگلیوں کے نشانات ہر شخص کے جداگانہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح آنکھ کے عصبی حصے یعنی ریٹنا Retina کی بناوٹ بھی مختلف ہوتی ہے۔ یعنی عصبی ریشوں کے جال کا نمونہ ہر انسان کی آنکھ کے اندر جداگانہ ہوتا ہے۔

مجرم اب اس قدر چالاک ہو گئے ہیں کہ انہوں نے انگلیوں کی شناخت میں پیچیدگیاں شروع کر دی ہیں۔ وہ تیزاب وغیرہ کے استعمال سے اپنی انگلیوں کے نشانات میں تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں بھیس بدل لینا تو عام بات تھی اب عمل جراحی کے ذریعہ انہوں نے چہرے بھی تبدیل کرنے شروع کر دئے ہیں مگر ریٹینا کے نقشے میں رد و بدل کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔

انسان کو سامنے کھڑا کر کے آنکھ کے نزدیک کیمرہ اس جگہ رکھ دیتے ہیں جہاں عصب بینائی یعنی Optic nerve ریٹینا میں داخل ہوتا ہے۔ اور ریٹینا کی تصویر اتار لیتے ہیں۔

ر۔ س۔ امرتسر

شمع علم

راستہ سیدھا نہیں پُر پیچ راہوں سے ملا
آدمیت کا سبق تعلیم گاہوں سے ملا

علم ہی کے زور سے دنیا کی حل مشکل ہوئی
علم ہی سے معرفت معبود کی حاصل ہوئی

روشنی تاریک راہوں میں دکھاتا ہے یہ علم
آسماں پر مہر بن کر جگمگاتا ہے یہ علم

علم ہی سے آج تک قائم ہے ہستی کا نظام
علم دیتا ہے حقیقی زندگانی کا پیام

جس قدر بھی صرف ہو یہ علم بڑھتا جائے گا
دمبدم بام ترقی ہی پہ چڑھتا جائے گا

جہل گمراہی کا باعث علم سچا راہبر
علم ہے فتنے کا دشمن جہل ہے فتنے کا گھر

آنکھ عالم کی شراب علم سے مخمور ہے
آنکھ ہے جاہل کی ظاہر میں مگر بے نور ہے

جاہلوں کے جہل سے لازم ہے محسنؔ اجتناب
جہل ہے تاریک شب اور علم روشن ماہتاب

محسن اعظم گڈھی

مہاسوں سے نجات

مہاسوں کے واسطے سب کے لئے نہ کوئی انگریزی دوا بہتر ثابت ہوئی ہے اور نہ یونانی۔ اگر ایک بہن ایک آزمودہ نسخہ تحریر کرتی ہیں تو وہی نسخہ دوسرے کو مفید ثابت نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کی کھال علیحدہ علیحدہ اور طبیعتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ شروع شروع میں مجھے بھی بہت تکلیف رہی مگر مجھے تو کوئی کریم یا دوا مفید ثابت نہیں ہوئی۔ تنگ آکر سب علاج چھوڑ دئے صرف خوراک کو ہی مدنظر رکھنے سے نجات ملی۔ اسی طرح میری ایک سہیلی نے مجھ سے مہاسوں کا نسخہ طلب کیا۔ میں نے ایک نسخہ یاد نہیں کسی رسالہ یا اخبار کا تھا بھیج دیا اُس نے تقریباً تین دن ہی دوا استعمال کی ہوگی کہ منہ پر چھوٹے چھوٹے چھالے نکل آئے جو بہت ہی مصیبت کا باعث ہوئے۔

فروری کے عصمت میں ایک بہن نے اپنی بھانجی کے لئے مہاسوں کی دوا کا مشورہ لیا ہے۔ میری رائے میں کسی قسم کا علاج خواہ آزمودہ ہو یا نہ ہو استعمال نہ کیا جائے۔ جتنا علاج کریں گی مہاسے کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔ بقول شاعر۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

میں ایک مفید مشورہ دیتی ہوں اس میں کسی قسم کی کوئی دوا نہیں اگر عمل کیا گیا تو چند روز میں فرق معلوم ہوگا۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قبض نہ ہونے دیں قبض کے لئے ہڑ کھانی چاہیئے خواہ دودھ سے خواہ پانی سے دوا وغیرہ نہ کھائی جائے۔ ہڑ آنکھوں کے لئے بھی مفید ہے۔

۲۔ گرم اشیا کو بالکل ترک کر دیں ٹھنڈی چیزوں کا استعمال زیادہ رکھیں عموماً سردیوں میں تمام چیزیں گرم ہوتی ہیں خاص کر خشک میوہ تو بہت ہی گرم ہوتا ہے چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا لیکن بہت ہی کم کھائیں بعض بہنیں گوشت کی بہت شوقین ہوتی ہیں جب تک گوشت نہ کھائیں صبر نہیں آتا۔ ان کے لئے بہت ہی مشکل امر ہے۔

۳۔ سُرخ مرچ اور گرم مصالحہ کو ترک کر دیں۔

۴۔ آج کل گنے کا رس جس کو رَو بولتے ہیں ہر روز یا ہر تیسرے روز ایک پیالی پی لیا کریں اگر ہر روز ہی پی جائے تو بہت ہی مفید ثابت ہوگی مگر مجھ جیسی بہنوں کو اگر نفرت ہو تو گاجریں کدو کش کرکے ابال کر کھائی جائیں۔ (۵) چائے کا استعمال بہت ہی کم کریں۔ (۶) پوڈر، سُرخی اور کریموں کا استعمال ترک کریں۔ کریم لگانے سے چہرہ چکنا ہو جاتا ہے اور چکنی کھال پر مہاسے بہت نکلتے ہیں جہاں تک ہو سکے چہرہ کو خشک رکھیں۔ البتہ کوئی نقصان نہیں دیتا۔ (۷) صبح سویرے اُٹھتے ہی شبنم (اوس) کو لے کر مہاسوں پر ملیں بہت ہی مفید ہے۔ اُس کے استعمال کرنے سے چند روز میں افاقہ ہو جائے گا بشرطیکہ خوراک ٹھیک ہو۔ جن بہنوں کے چہرہ پر مہاسے ہوں وہ کریمیں لگانی یا انگریزی یا دیسی دوا لگانی چھوڑ دیں۔ اور گھبرائیں نہیں آہستہ آہستہ آرام ہو جائے گا عموماً گرمیوں میں مہاسے زیادہ نکلتے ہیں اس لئے گرمیوں میں آم و خربوزہ بہت ہی کم کھائیں چہرہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا باتیں تجربہ کرنے کے بعد میں لکھ رہی ہوں ورنہ میں خود دوسروں کی منت وسماجت کرتی مگر اللہ کے فضل وکرم سے مجھے ان سے نجات مل گئی ہے۔ رقیہ بیگم۔ پٹھان کوٹ

قسطوں سے خریداری

تجارت کو فروغ دینے کے لئے قسطوں میں ادائگی کا طریقہ یعنی "ہائر پرچیز" Hire-Purchase روز بروز مقبول ہوتا جارہا ہے۔ وہ لوگ بھی جن کے لئے ریڈیو سٹ یا گراموفون جیسی اشیا سامان تعیش ہیں صرف اس بنا پر انھیں خریدنے کے لئے رضامند ہوجاتے ہیں کہ ان کی قیمت کی ادائگی انھیں قسطوں میں کرنا ہوگی۔ اگر یکمشت رقم انھیں دینی پڑے تو ان چیزوں کو غیر ضروری سمجھ کر وہ خریدنے پر رضامند نہوں۔ ہندوستان جیسا مفلس و مفلوک الحال ملک اقوام یورپ کے ہر قدم کی پیروی کرنا اپنی تہذیب کا ثبوت دینا تصور کرتا ہے۔ یورپ و امریکہ کی ایجاد کردہ "ہائر پرچیز" کی بدعت کو اس نے نہایت فراخ دلی سے خیر مقدم کہا۔ اور جلد اس خوشنما ناگن کے جال میں گرفتار ہوگیا یہ امر کہ اس طریقہ سے افراد کی بہبودی ہوتی ہے یا نہیں ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔ ہاں یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس طریقہ کی مدد سے قومی تجارت فروغ پاتی ہے۔ اگرچہ یہ فروغ دائمی نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ کے لئے تجارت ضرور چمک اٹھتی ہے لیکن جلد ہی سائیکل کا وہ دور آپہنچتا ہے جبکہ بازار پر بالعموم مندگی و پژمردگی طاری ہوجاتی ہے۔ تمام قوم غیر ضروری اشیاء کے لئے مقروض ہوجاتی ہے۔ اگرچہ شروع میں سودا کم خرچ و بالانشین معلوم ہوتا ہے لیکن جلد ہی قسطوں کی مار دوسری ضروری اشیاء کے خریدنے کی راہ میں حائل ہوجاتی ہے۔ قسط ادا کرنے کی فکر میں بیچاری چھوٹی چھوٹی روزانہ زندگی کی کارآمد چیزیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ قسطوں کی ادائگی دشوار سے دشوار تر ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ خوشی جو قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کے حاصل کرنے کے باعث ابتداء میں حاصل ہوئی تھی اب ناگوار ہی نہیں بلکہ الم ناک معلوم ہونے لگتی ہے۔ مزدور پیشہ اور متوسط درجہ کے لوگوں کو "ہائر پرچیز" کا طریقہ صریحاً فضول خرچی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ یہ فضول خرچی ان کے لئے نہایت تلخ تجربہ ثابت ہوتی ہے۔ ایک وقتی دلچسپی کے سامان کے لئے ہنگامی جذبات کے ماتحت یہ لوگ اتنی زبردست ذمہ داریاں اپنے اوپر بلاضرورت عائد کرلیتے ہیں۔ جو ان کے لئے جلد ہی زہر قاتل کا اثر نمودار کرنے لگتی ہیں۔ اور ان کی اس خوشی کا بھی جو اس فضول و غیر ضروری چیز کے خریدنے سے پہلے انھیں حاصل تھی خاتمہ ہوجاتا ہے چنانچہ اس خطرناک طریقہ کی برائیوں کو دور کرنے کے لئے انگلستان کی پارلیمنٹ میں ایک خاتون مسمیٰ ایلین ولکنسن نے ایک بل پیش کیا ہے جس کا مقصد اس طریقہ کی بڑی بڑی نمایاں برائیوں کو دور کرنا ہے۔ یہ بل مندرجہ ذیل ضوابط پر مشتمل ہے:۔

اوّل۔ پچاس پونڈ سے زیادہ کی ہر چیز کی قیمت نقد اور قسطوں سے جو کچھ ہو خریدار پر واضح کرنا ضروری ہوگا۔ تاکہ وہ اندازہ کرسکے کہ قسطوں کی وجہ سے اُسے کتنی رقم زائد ادا کرنی ہوگی۔

دوم۔ وہ اشیا جن کی مجموعی قیمت بیس پاؤنڈ سے زیادہ ہو ان کے اقرارنامہ پر کسی شخص کی بیوی کے دستخط قابل سماعت نہ ہوں گے۔

سوم۔ اقرارنامہ میں فروخت شدہ مال کی مفصل تفصیل مندرج ہوگی۔

چہارم۔ ہر جُداجُدا چیز کے لئے جداگانہ اقرارنامہ لازمی ہوگا۔ متعدد چیزوں کے لئے ایک ہی اقرارنامہ ناکافی سمجھا جائیگا۔

پنجم۔ اقرارنامہ میں ایسی شرائط بھی ہوں گی جن کے ماتحت خریدار اشیاء کو قیمت کا ایک مقررہ حصّہ جو تیس فیصدی سے پچاس فیصدی تک ہوگا ادا کرنے پر واپس کرنے کا مجاز ہوگا۔

ششم۔ کسی ایک قسط کی عدم ادائگی کی صورت میں خریدار سے چیز واپس طلب کرنے سے پہلے مالک کو اُسے سات دن کی میعاد کا نوٹس دینا ضروری ہوگا۔ جس میں مالک کو چیز کے ضبط کرلینے کا ارادہ صاف الفاظ میں ظاہر کرنا ہوگا۔ اور خریدار کو اس نوٹس کے خلاف

عدالت میں چارہ جوئی کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ عدالت کو قسط بڑھا دینے کا مجاز ہوگا۔ نیز عدالت کو اختیار ہوگا کہ قسط کی مقدار کو خریدار کے مالی حالات کی مطابقت میں تبدیل کر سکے۔

ظاہر ہے کہ ان ضوابط کی وجہ سے خریداروں کے حقوق کافی درجہ تک محفوظ ہوں گے۔ انھیں اشیا قسطوں کے ذریعہ ادائگی کے طریقہ سے لینے سے پہلے ان کی نقد قیمت معلوم ہوگی تاکہ وہ فریب میں نہ آسکیں۔ یا لاعلمی کا شکار نہ ہوں۔ ان کی بیویاں ٹرگو ایجنٹوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مالی دشواریوں میں پڑنے سے محفوظ رہ سکیں گی۔ مال عمدہ اور اصلی ملے گا۔ اس میں دھوکہ بازی کی گنجائش بہت کم ہوگی۔ ایک چیز کی قسط کی عدم ادائگی کی وجہ سے دوسری وہ چیزیں جن کی قسطیں باقاعدہ ادا ہورہی ہیں الگ الگ اقرار نامہ ہونے کی وجہ سے جبراً ضبط نہ کی جائیں گی۔ بلکہ عدالت میں جواب دہی کرنے کا موقع حاصل ہوگا۔

ایک انگریز خاتون کی طرف سے ایسے نیک قانون کا انگلستان کی پارلیمنٹ میں پیش کیا جانا، خواتین عالم کے لئے باعث فخر ہے۔ اس کی تقلید کرنا ان کا فرض اولین ہے۔ کاش ہندوستان کے قانون ساز حضرات اس مسئلہ پر غور فرمائیں اور ہندوستان کی اسمبلی میں بھی اسی قسم کا نیک و مبارک قانون وضع کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

بیگم یامین قریشی

راشد الخیری رح لائبریری

ردولی (بارہ بنکی)

بمقام ردولی شریف ضلع بارہ بنکی ہم لوگوں نے مورخہ ۴۔ فروری کو ایک جلسہ منعقد کیا تھا۔ جس کا مقصد جناب مصوّر غم علامہ راشد الخیری صاحب مرحوم و مغفور کے لئے دعائے خیر کرنا اوران کی روح کو ثواب پہنچانا تھا۔ اس موقع پر سب بہنوں نے متفق ہو کر یہاں پر ایک لائبریری حضرت علّامہ مرحوم کے نام سے قائم کی ہے اور مندرجہ ذیل بہنوں کو مختلف عہدوں پر مقرر کیا گیا ہے۔

صدر:۔ دختر چودھری محمد سہیل صاحب
نائب صدر:۔ دختر چودھری نظیر احمد صاحب
سکرٹری:۔ دختر جناب حضرت شاہ حیات احمد صاحب احمدی
جوائنٹ سکرٹری:۔ دختر حضرت شاہ مختار احمد مرحوم
خزانچی:۔ بیگم جناب شاہ آفاق احمد صاحب احمدی
انتظامیہ کمیٹی:۔ دختر چودھری احمد علی صاحب
دختر خورد جناب شاہ حیات احمد صاحب احمدی۔
دختر بدر الحسن صاحب
اصغری بیگم نرس۔

حضرت علّامہ کی بہت سی کتابیں لائبریری میں موجود ہیں، جو کہ مختلف بہنوں نے بطور عطیہ مرحمت فرمائی ہیں، جو کتابیں موجود نہیں ہیں ان کی فہرست پیش خدمت ہے برائے عنایت جلد از جلد وی پی روانہ فرمایئے رسالہ عصمت اور بنات یہاں کئی بہنوں کے پاس آتے ہیں ان لوگوں نے لائبریری کے لئے دیدیئے ہیں۔

قمر النسا سکرٹری راشد الخیری لائبریری

نرم کھلونوں کی دستکاری

سلسلے کے لئے دیکھئے عصمت بابت ماہ مارچ ۳۸ء

ٹڈی بیئر (بھالو)

ٹھیک ۱۷ انچ اونچا۔

ضروری سامان :- ۳/۴ گز بیز موٹی لبکٹ روئیں کی ۵۰ انچ چوڑی

آدھ سیر ووڈ وول - (مشترکہ باریک اور موٹی)

۵ جوڑنے والے قرصوں کے سیٹ رشموں ایک ۳/۴ ۱ انچ

بورڈ قرص برائے سر اور ۴ ۱/۴ ۱ انچ قرص جانگوں کے واسطے

۲ بڑی براؤن آنکھیں

۱/۴ پیچک سیاہ کاڑھنے کے سوتی تاگے کی ناک منھ بنانے اور پنجے سینے کے لئے۔

خاکہ کو لکیروں پر سے کاٹ ڈالو۔ کپڑے کو اس طرح میز پر بچھاؤ کہ اس کی اصلی سطح اوپر رہے۔ اور اس پر کاغذ کا خاکہ اس طرح رکھو کہ اس کا چھپا ہوا نشان سیدھے زاویہ میں رہے۔ جیسے کہ تیروں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ پھر خاکے کے چاروں طرف نشان کرو۔ اور بھرنے کے راستوں پر بھی نشان کرو جو خاکے میں بتائے گئے ہیں۔ اور جن کے راستے سے ووڈ وول بھرا جائے گا۔ اب موڑنے کا حق چھوڑ کر اس کو ربیز کپڑے کو کاٹ ڈالو۔

جسم کے دونوں حصے اوپر کا کھلا ہوا اور بھرائی کا منھ چھوڑ کر سی لو اور لوٹ کر سیدھا کر لو۔ پھر اوپر کے سر کے کناروں کو چاروں طرف سے ذرا سکیڑ کر ٹانکے لگا دو۔ منھ بالکل بند نہ ہو جائے۔ نیچے کے راستے سے سب سے پیچھے ووڈ وول بھر کر منھ بند کیا جائے گا۔ سر بناؤ جس میں گسٹ (حصہ نمبر ۵) پہلے ایک پہلو سے ج کو ج کے ساتھ اور د کو د کے ساتھ سیو۔ اسی طرح دوسرے پہلو سے سیو جیسے س سے شروع کر کے ص تک سیتے ہوئے لے جاؤ۔ مگر یہاں بیچ میں چھوٹا سا منھ بھرائی کے لئے کھلا چھوڑ دو۔ جیسے کہ خاکہ میں بتایا گیا ہے۔

سر میں ووڈ وول بھرو۔ ۱/۲ انچ کوٹر پن میں جسے اسپٹ پن بھی کہتے ہیں دھات کا واشر اور اس کے ایک ۳/۴ انچ بورڈ کا

قرص ڈالو - اور اس کو وڈ وول کے اوپر رکھو۔ پھر چاروں طرف سے منھ کے کناروں کو اس کے اوپر سکیڑ کر اور پن کے اوپر تاگے سے تانا بانا سا کر کے مضبوطی سے ٹانک دو۔ مگر پن کی ٹانگیں باہر معلّق نکلی رہیں۔ جیسے نیچے دی ہوئی شکل نمبر۱ سے ظاہر ہے - اب کوٹرپن کی ٹانگوں کو جسم کے اوپر سے اس کے اندر گھسا دو۔
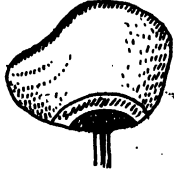
شکل نمبر۲- اسپٹ پن یعنی کوٹرپن مڑا ہوا دکھایا گیا ہے۔

شکل نمبر۱ ٹیڈی بیر کے سر میں کوٹرپن نکلا ہوا دکھایا گیا ہے۔

اور ان ٹانگوں میں اندر ہی ایک دوسرا بورڈ قرص اور ٹین کا قرص پرو دو۔ ٹانگوں کو جہاں تک ممکن ہو اچھی طرح کھینچ کر اور ان میں سے ہر ایک ٹانگ کو چیر کر پلائر سے مضبوطی سے ٹین کے قرص کے اوپر بل دیدو۔ ان کی بل دی ہوئی حالت ایسی ہو جائیگی جیسی شکل ۲ سے ظاہر ہے۔

بازو اور پیر بناؤ۔ مگر ہر حالت میں بھرائی کے لئے مُنھ چھوڑ دینا چاہئے۔ جیسے کہ ان میں خود ان کے نشانوں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پنجوں (رسوں) کو ٹانگوں کے اندر داخل کر کے ط کو ظ پر اور ع کو غ پر رکھ کر سی دو۔ ٹانگوں میں جانگوں کے اوپر سے جہاں بھرائی کے لئے مُنھ چھوڑ دیا گیا تھا وڈ وول بھر دو۔ جب ہر ایک پاؤں پورا بھر جائے اور صرف تھوڑا سا باقی رہے تو اس میں کوٹرپن رکھو۔ اور اس کی (پن کی) ٹانگوں میں حسب معمول واشر اور ½ انچ بورڈ قرص اندر کی جانب ہر ایک ٹانگ اور بازو کے ایک پہلو کے آر پار نشان الف پر جو بازو پر ہے اور نشان ب پر جو ٹانگ پر ہے پرو دو۔ اب ٹانگوں اور بازوؤں میں جو جگہ خالی رہ گئی ہے وڈ وول بھر کر صفائی سے اُن کے مُنھ سی دو کہ کوٹرپن اپنی جگہ مضبوطی سے جمے رہیں۔ کوٹرپنوں کی جو ٹانگیں نکلی ہوئی ہیں ان کو جسم نشان شدہ الف و ب پر گھسا کر اور ہر ایک پن کی ٹانگ میں بورڈ قرص اور ٹین کا قرص (واشر) رکھ کر اور پن کو اچھی طرح کھینچ کر ان کی (پنوں کی) ٹانگیں چیر دو۔ اور پلائر سے ان کو بل دیدو۔ جیسے کہ ابھی اوپر بتایا جا چکا ہے اب جسم کو بھر کر اسکا منھ سی دو کان بناؤ اور ان کی اس بنیاد سے (جہاں وہ لگائے جائیں گے) ذرا سکیڑ کر چھوٹے کر لو اور ان کو جانور کے سر پر جہاں ان کے نقطہ دار نشان ہیں ٹانک دو مگر سر کے گسٹ سے زیادہ بڑھا کر اور نصف دائرے کے زاویہ میں ٹانکنے چاہئیں آنکھیں ناک مُنھ اور پنجوں کے نشان کاڑھ کر بنائے جائیں گے دیکھو ان کے بنانے کا طریقہ شکل نمبر۳ و ۴ میں
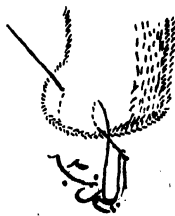
ٹیڈی بیر کے پنجے بنانے کا طریقہ

ٹیڈی بیر کے ناک اور مُنھ بنانے کا طریقہ

شکل نمبر۴

سید رضا احمد جعفری - آگرہ

ٹیڈی بیئر ۔ ۷ ٹکڑے
نمبر۱ جسم ۲ ٹکڑے
نمبر۲ سر ۲ ٹکڑے
نمبر۳ پاؤں ۴ ٹکڑے
نمبر۴ بازو ۴ ٹکڑے
نمبر۵ ماتھا ۱ ٹکڑا
نمبر۶ پنجہ یا سول ۴ ٹکڑے
نمبر۷ کان ۴ ٹکڑے
موڑنے کا حق چھوڑ دو
تیر روئیں کا زاویہ ظاہر کرتے ہیں
(باقی ٹکڑے دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)
ص
س
ا
ب
نمبر۱
یہاں بھرائی کے لئے جگہ چھوڑ دو
نمبر۷
ط
ع
نمبر۶

یہاں بھرائی کے لئے منہ چھوڑ دو
یہاں بھرائی کے لئے منہ چھوڑ دو
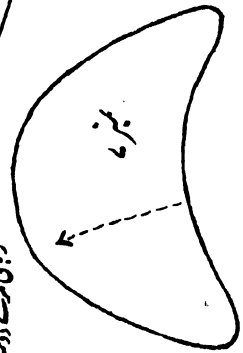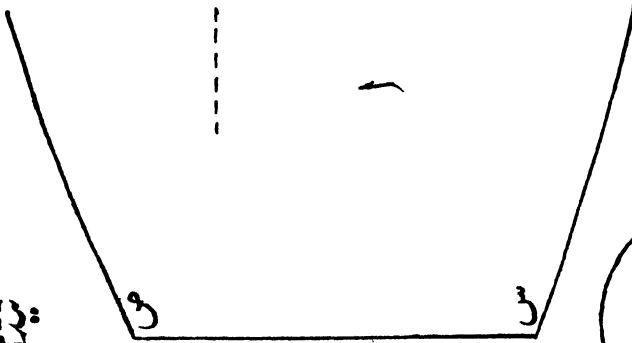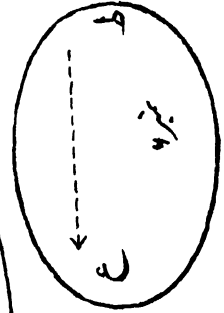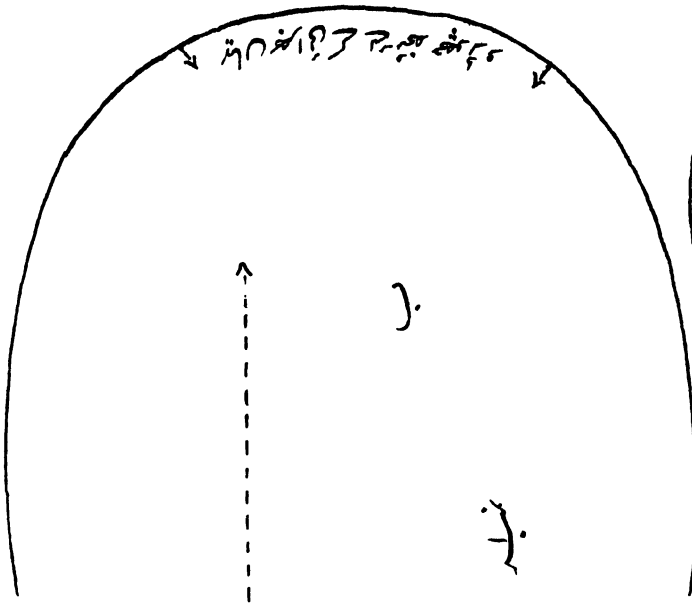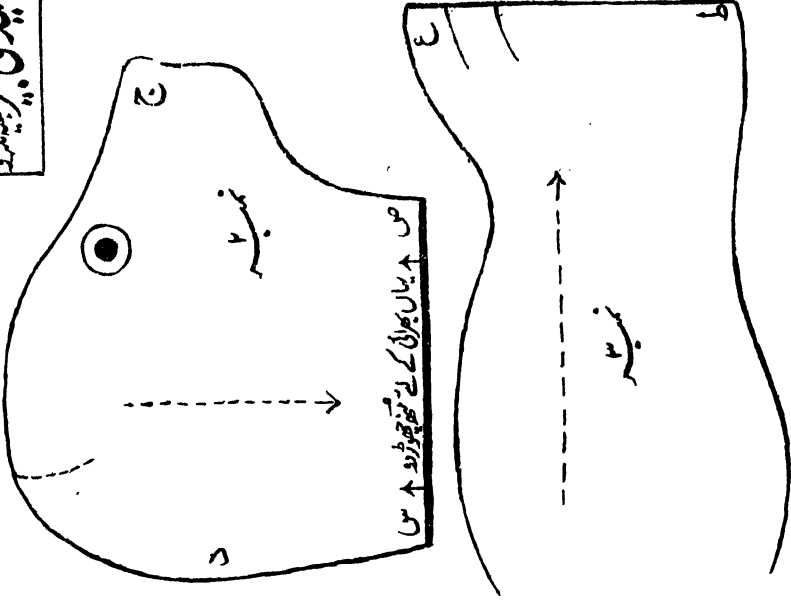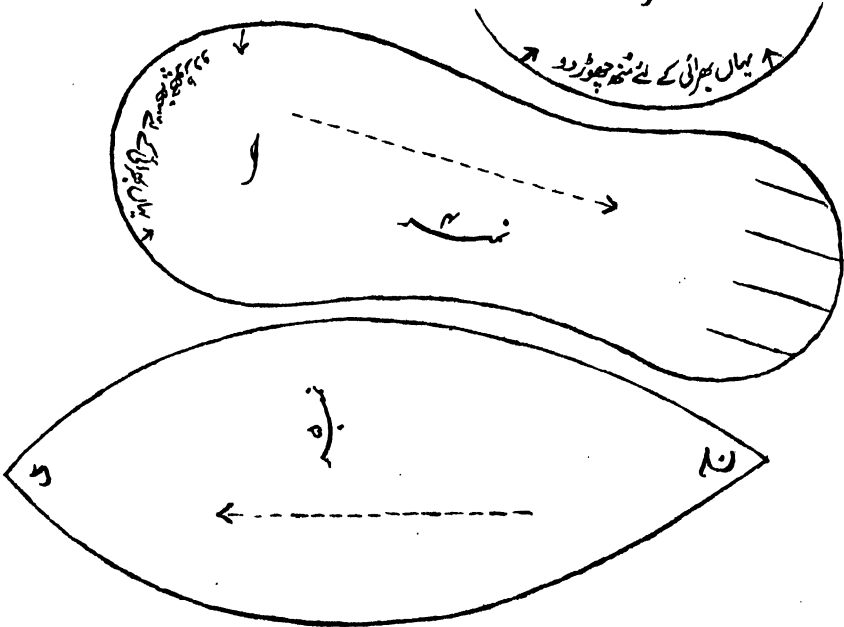
تارکشی میں ہلال

نقشہ تاگے نکالا ہوا

پہلے کپڑے پر مندرجہ بالا نقشہ ٹریس کر لیجیے۔ پھر آڑے تار درمیان سے قطع کر کے ہلال کی دونوں لکیروں تک نہایت صفائی اور احتیاط کے ساتھ سوئی سے کھینچ لیجیے۔ تاروں کو تراش دیجیے۔

اب اسے ہیم کر دیجیے۔ ہیم کر چکنے کے بعد بٹن ہول اسٹچ کر دیجیے۔ یعنی کاج کے مانند بنائیے۔ یہ واضح رہے کہ ہیم اور بٹن ہول اسٹچ نہایت احتیاط سے بنائیں کیونکہ کٹے ہوئے تاگے کھنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

نقشہ مکمل ہلال مدِنظر رکھ کر تاگے باندھ کر پھول بھر لیجیے۔ لیجیے نہایت دلکش نمونہ تیار ہے۔ اُمید کہ سمجھنے میں کچھ دقت نہ ہوگی۔

نقشہ مکمل ہلال

سیدہ اشرف

کڑھی اور کبابِ سیخ

کڑھی:- دہی سیر بھر (اگر چھاچھ ہو تو ڈیڑھ سیر) بیسن آدھ پاؤ۔ زیرہ سفید بریاں دو ماشہ۔ پیاز بھوبل میں بھونی ہوئی دو گنٹھی کلاں نمک حسب اندازہ۔ کھوپرہ ڈیڑھ چھٹانک۔ ادرک دو تولے۔ سرخ مرچ حسب پسند۔ دھنیا۔ تولہ بھر۔ لہسن دو تولے۔

کھوپرے کو ہلکا بھون لیں اور مصالحہ بالا کے ہمراہ باریک پیس لیں۔ اور یہ مصالحہ مع بیسن دہی یا چھاچھ میں خوب حل کرلیں۔ بعدازاں باریک ململ کے کپڑے میں اسے چھان لیں حسب ضرورت پانی ملائیں۔ جو پھوک یا سفل رہ جائے اسے پھینک نہ دیں۔ اب یہ چھنی ہوئی کڑھی چولہے پر رکھ دیں اور چلاتے جائیں جب گاڑھی ہوجائے اور مصالحہ کی کچاند نہ رہے اتارلیں۔

جو سفل چھاننے کے بعد بچ گیا ہے وہ سل پر دوبارہ پیس لیں اور ہرے دھنیئے کی پتیاں کتریں۔ سبز مرچ کترلیں۔ تھوڑا سا لہسن پیس لیں۔ یہ سفل مع سفید زیرہ بریاں۔ ماشہ بھر پسا ہوا پیاز ایک گنٹھی پسی ہوئی آدھ پاؤ بیسن میں خوب آمیز کریں۔ سرخ مرچ بھی پسند ہو تو شامل کریں۔ ایک چٹکی سوڈا بائیکارب بھی ملادیں اور بیسن کو ہاتھ سے خوب متھیں اور پھینٹیں۔ اب کڑھائی میں پھلکیاں تل لیں اور کڑھی میں ڈال دیں کڑھی کو زیرہ سفید و سرخ سالم مرچ سے بگھاردیں بگھار میں پسند ہو تو پیاز بھی شامل کرسکتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر پھلکیوں کا بیسن اچھی طرح پھینٹا نہ جائیگا تو تلنے کے بعد بھی اندر سے کچے بیسن کی گٹھلیاں نکلیں گی۔

کبابِ سیخ:- قیمہ جو چھیچھڑوں سے صاف ہو آدھ سیر۔ پپیتہ خام یا انجیر خام چار ماشہ۔ دال نخود بریاں دو تولہ چھ ماشہ۔ خشخاش ہلکے توے پر چھنی ہوئی ۸ ماشہ۔ پیاز ایک گنٹھی کلاں۔ ادرک تین ماشہ۔ چرونجی ہلکی بھنی ہوئی تولہ بھر۔ کباب چینی دو ماشہ سیاہ مرچ ماشہ بھر۔ الائچی خورد ۳ عدد زیرہ سیاہ ماشہ بھر۔

پیاز کا باریک کچومر تراش لیں۔ باقی تمام مصالحہ سل پر باریک پیس لیں۔

قیمہ کو دھو کر ہتھیلیوں سے دبا دبا کر پانی بالکل نچوڑ دیں، ورنہ کباب سیخ پر سے پتلے ہونے کے باعث گر پڑیں گے۔ قیمہ میں سب سے پہلے پپیتہ یا انجیر خام حسب مقدار بالا مع ادرک ملا کر گھنٹہ بھر رکھا رہنے دیں۔ اس کے بعد آدھ پاؤ پکا دہی باریک ململ میں خوب نچوڑ لیں پانی پھینک دیں اور دہی کا پھوک یا سفل جو نچوڑنے سے حاصل ہوا ہے قیمہ میں ملا دیں اور باقی تمام مصالحہ و پیاز کا کچومر بھی ملا دیں اور کوئلے دہکا کر قیمہ سیخوں پر چڑھادیں۔ سرخ ہونے پر الٹ پلٹ دیں۔ نہایت لذیذ کباب تیار ہوں گے۔ اگر کباب سیخوں پر نہ ٹھہریں تو دھاگہ لپیٹ دیں پودینہ و پیاز و مرچ سبز و لیموں کی چٹنی بنالیں اور کباب کے ہمراہ رکھ دیں۔

نوٹ۔ مصالحہ پیستے وقت خیال رکھا جائے کہ پانی ملا کر مصالحہ پتلا نہ کردیا جائے۔ ورنہ سیخوں پر ٹھہرنا مشکل ہوجائے گا۔ قیمہ پتلا ہوجائے تو نخود بریاں کی دال خشک زائد پیس کر قیمہ کو سخت کیا جائے۔

نوشابہ خاتون قریشی بی اے

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

متوحش خواب خواب بے بنیاد چیز نہیں ہیں۔ خواب بالعموم آدمی کی عام حالت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اُنہیں فضول سمجھ کے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ اپنی حالت پر غور کرنے میں کچھ خرچ نہیں ہوتا بلکہ اس سے فائدہ ہی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک ہی صورت کے خواب بار بار آئیں تو سمجھنا چاہیئے کہ کوئی خاص بات پیدا ہوگئی ہے جس کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ ایک شخص نے بار بار خواب دیکھا کہ ایک بڑی سی کالی بلی اُس کے بستر پر کود آئی اور اس کے گلے کو کھرَوچنے لگی۔ اُس نے اس خواب کی طرف ذرا دھیان نہ دیا۔ زکام کے سلسلے میں ایک روز ایک ڈاکٹر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ اُس نے طبی معائنہ کرکے بتایا کہ تمھارے گلے میں کوئی چیز نکل آئی ہے جو خطرناک ہوجائے گی۔ اب اُسے اپنا خواب یاد آیا۔ اس نے عمل جراحی سے اس چیز کو دور کرایا۔ اور بچ گیا۔ دل والا مریض ہوا میں اڑنے کے خواب دیکھا کرتا ہے۔ ایک ایسے مریض نے بار بار خواب دیکھا کہ وہ ہوائی جہاز میں اُڑ رہا ہے حالانکہ وہ کبھی ایسے جہاز میں سوار نہ ہوا تھا۔ دل کی بیماری والے مریض خواب میں ایسے واقعات دیکھتے ہیں جن سے خطرہ کی موجودگی میں اُن کا دم رُک جاتا ہے وہ پھر چونک کے جاگ اُٹھتے ہیں اور بڑی کمزوری محسوس کرتے ہیں۔

رات کو ثقیل اور دیر ہضم غذائیں کھانا یا بسیار خوری ہمیشہ پریشان خوابی کا باعث ہوجایا کرتی ہے جنہیں ورزش کا کم موقع ملتا ہو اُنہیں تو ہرگز رات کو زیادہ کھانا نہ کھانا چاہیئے۔ پیٹ بھر کے دوپہر کو کھانا اور رات کو ہلکا کھانا کھانا اچھا اصول ہے۔ مچھلی جیسی چیز کھانے سے خواب میں جنگل میں پھرتے ہوئے سخت پیاس معلوم ہوتی ہے۔ ایسے ہی بعض کھانے خوفناک خوابوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ زیادہ کھیلنے والے بچے اور مزدور تھک کے سوتے ہیں۔ اُنہیں کوئی خواب نظر نہیں آتا۔ اور آتا بھی ہوگا تو ایسا مبہم ہوتا ہوگا کہ اُس کی یاد قائم نہیں رہ سکتی۔

دلی بے چینی یا فکر و تردد پریشان خواب دکھاتے ہیں یا دوسری وجوہ کی امداد کرتے ہیں جن سے ایسے خواب نظر آیا کرتے ہیں۔ ورزش بڑی اچھی چیز ہے لیکن تیسرے پہر کے وقت یہ مفید ہوتی ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ورزش اچھی نہیں۔ شام کے وقت وہ لوگ ہرگز نہ ورزش نہ کریں جو کمزور ہوں یا عصبی مزاج رکھتے ہوں۔ باقاعدہ ورزش اور ہلکی غذا مفید ہوتی ہے۔ بالخصوص رات کے وقت غذا ہلکی رکھنا اور ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا جو تکلیف دیتی ہوں اور بستر میں ٹھیک طور سے لیٹنا بُرے خوابوں سے بچنے کے تین بڑے اُصول ہیں۔ بستر پر چت ہرگز نہ لیٹیں۔ اعصاب اس حالت میں بالکل کمزور حالت میں رہا کرتے ہیں۔ گردش خون بھی ہلکی رہتی ہے۔ چت لیٹے ہوئے بھی بہت ہی پریشان خواب نظر آیا کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کسی طرح صحت کے لئے مفید نہیں۔ اوندھے لیٹنا بھی مضر ہے۔ پیٹ دبنے سے ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔ سانس بخوبی نہیں آتا۔ ناک تکیہ میں بھنچ جاتی ہے یا گردن مڑجاتی ہے جس سے دن میں موچ کی تکلیف بھی بسا اوقات محسوس ہوا کرتی ہے۔ بائیں کروٹ سے دل کے فعل میں نقص واقع ہوتا ہے۔ دائیں کروٹ پر سونا بے حد مفید ہے۔ کھانا آسانی سے معدہ سے آنتوں میں جاکے اپنا کام دیتا ہے جس بات سے ہاضمہ میں امداد ملے وہ بہترین ہے۔ بدن کو سیدھا رکھنا چاہیئے۔ لمبی ٹانگیں اور بانہیں پوری پھیلا کے رکھی جائیں تاکہ گردش خون میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ بستر بھی آرام دہ ہو۔ اور کمرہ میں ہوا آتی ہو۔ دم گھٹنے کے خواب عموماً خراب ہوا کے بند کمروں میں آیا کرتے ہیں۔

بالوں کی شکایات بی بیوں کو بالوں کے متعلق عام شکایات رہتی ہے۔ عصمت میں مسلسل ان کے متعلق نوٹ شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ان باتوں کو ہر وقت کام میں لانے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹی سی اچھے کاغذوں کی کاپی مجلد بنائی جائے اور اس کے صفحوں کے مطابق مختلف حصے کر کے صفحے ڈال دئے جائیں اور ان صفحوں کے عنوانوں کا حوالہ پہلے صفحہ پر درج کر دیا جائے۔ جو بات اچھی دیکھی فوراً عصمت کے مہینہ اور سال کا حوالہ دے کے درج کر لی۔ اس طریقہ سے ذرا سی دیر میں مطلوبہ بات معلوم ہو جایا کرے گی۔ اور نہ تم عصمت کو یا مجھے نوٹ لکھنے کی ضرورت نہ ہوا کرے گی۔ میں بار بار لکھی ہوئی باتوں کے متعلق علیحدہ خطوں میں جواب دیتا دیتا تنگ آ گیا ہوں۔

انگریزی طریقوں کی دلدادہ شیمپو کو پسند کرتی ہیں مگر یہ طریقہ اچھا نہیں۔ بارہا لکھا جا چکا ہے کہ سرسوں کی کھلی باریک پیس کے بھگوئی جائے اور نہاتے وقت اُسے سر میں ڈال کے خوب خوب ملا جائے۔ بال ریشم کی طرح ملائم ہو جائیں گے۔ بعد میں پانی سے دہار دینے سے ساری کھل بہ جاتی ہے۔ اسی طرح بدن بھی مخمل کی طرح ملائم ہو جاتا ہے۔ شیمپو اگر کیا بھی جائے تو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ۔ ورنہ نقصان دے گا۔

بہت کچھ پانی پر منحصر ہے۔ پانی سخت ہے تو کھلی کی مروڑیاں تو اپنی جگہ رہیں صابن کو بھی چکنا دے گا۔ ہزار پانی ڈالو نکلنے کا نام نہ لے گا۔ اسے ملائم کر لینا چاہیئے۔ مگر خوب جھاگ اُٹھ سکیں گے۔ اس غرض کے لئے سہاگہ یا سوڈا اچھا نہیں۔ لکوڈ ایمونیہ liquid Amonia بہت اچھی چیز ہے۔ اور قسم کے نمک بالوں کے لئے مضر ہیں اور ان کا اثر دُور کرنے کے لئے بے حد پانی سر میں بہانا پڑتا ہے۔ سر دھارنے کے پانی میں اتنا ایمونیہ ملایا جائے کہ اس میں سے اس کی بُو آنے لگے۔ اس کا بخوبی خیال رکھا جائے۔ بالوں میں کنگھی یا برش کرنا بے حد ضروری ہے۔ بالوں کی صفائی ان کی صحت کے لئے لازمی ہے۔ بالوں کے لئے برش بالکل ایسی ہی چیز ہے جیسے چہرہ کے لئے اسے پانی سے دھونا۔ برش دو دفعہ کرنا چاہیئے۔ روزانہ صبح اور رات کو برش کریں۔ کنگھی کریں تو تولیہ کے کناروں کے دھاگوں سے ان دونوں کا میل صاف کر لیا کریں۔ برش استعمال کریں تو جب برش میلا ہو جائے تو اسے خوب دھونا چاہیئے۔ اس لئے چار برش بیک وقت رکھیں۔ روز ایک استعمال کریں۔ وہ گیلا ہو جائے گا۔ چوتھے برش کی جب نوبت آئے گی وہ خشک ہو چکے گا۔ شروع میں چار برش خریدنے فضول خرچی معلوم ہوگی۔ مگر یہ ایک یا دو بیک وقت رکھنے اور استعمال کرنے کے مقابلہ میں زیادہ عرصہ چلیں گے۔ بالوں میں کوئی عمدہ تیل لگائیں۔ جو ان میں چمک پیدا کرے اور ہلکا ہلکا بھی رکھے۔ کسی اچھی دکان سے کوئی ہیئر ٹانک hair tonic لے لیں۔ بال چکنے ہوں۔ ایسی ٹونک لیں جس میں تیل زیادہ سپرٹ میں پتلا کر لیا گیا ہو۔ اگر بال خشک ہوں تو اس میں تیل کا جزو غالب ہونا چاہیئے اور اس کے تیقن کے لئے لوشن میں خالص روغن زیتون کے چند قطرے ضرور ملا لیا کریں۔

دائمی حسن کی اکسیر سنگھار سنگھار ہر ایک کی زبان پر ہے اور لوگ اس میں مصروف بھی رہتے ہیں لیکن یہ مشکل کام ہے۔ سنگھاری چیز ایک دو دن یا ہفتہ استعمال کر کے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ کایا پلٹ ہو جائے گی۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ وہیں کے وہیں ہیں تو اُس حسن افزا چیز کو طاقِ نسیان پر رکھ دیا جاتا ہے یا کسی کو بخشش کے طور پر دیدی جاتی ہے۔ کسی سنگھاری چیز میں کوئی جادو چھپا ہوا نہیں۔ نہ کوئی جن یا پری اس کے تابع ہے کہ کسی کی منہ مانگی مراد حاضر کر دی جائے۔ یہ تو محنت و استقلال ہے جو ہمزاد بن کے قابو میں آ جائے تو پھر حسن آپ کا غلام ہے۔ ایکٹرسوں کو دیکھئے ان کی جلدیں عام طور پر بہت ملائم اور خوبصورت ہوتی ہیں اور وہ اپنے کام کے وقت کے علاوہ پوڈر وغیرہ استعمال نہیں کرتیں۔ وہ اپنے خدا داد حسن و رعنائی کو عام ملاقاتوں کے لئے کافی سمجھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہیں ہر رات کو پوڈر وغیرہ لگانے سے پہلے کولڈ کریم لگانی پڑتی ہے۔ اور جب سنگھار پونچھتی ہیں اُس وقت بھی کولڈ کریم کے ذریعہ ہی اُسے صاف کرتی ہیں۔ سوتے وقت لازمی طور پر کولڈ کریم ملتی ہیں۔ سونے سے پہلے کے اس عمل کو کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتیں۔ پھر مزا یہ ہے کہ وہ کولڈ کریم محض چھوانے کو نہیں لگاتیں۔ دل کھول کے لگاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی جلد میں مستقل رعنائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر آپ بھی انگریزی سنگھار کی دلدادہ ہیں تو کولڈ کریم کو کبھی نہ بھولیں۔ اس کا مستقل اور

خوب استعمال جاری رکھیں۔

بچوں کو نقالی کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ وہ غم سے بالکل بیگانہ ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کا بہروپ بھرتے ہیں۔ اپنے بعض افعال کو بڑوں کے افعال سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شلاً لکڑی پر بیٹھ جائیں گے۔ ایک شاخ کو دبائیں گے۔ گویا وہ کل ہے اور لکڑی انجن اور اُسے چلائیں گے بس انجن ہی چل رہا ہے۔ اگر ہم بچوں کی نقل کریں اور ان کی یہ عادت اختیار کرلیں تو ہمیشہ جوان رہیں۔ بڑھاپے کو دوسرا بچپن کہا جاتا ہے۔ اگر سچ مچ کا بچپن بن جائے تو ہی بات ہے۔ ایک ہی چیز وہ فوائد دے گی کہ کروڑوں روپے خرچ کرنے سے بھی میسر نہ ہو۔ ایکٹرسیں کیوں جوان رہتی ہیں۔ وہ دوسروں کا پارٹ کرتی ہیں۔ کبھی ملکہ بنتی ہیں۔ اور اس کے جوش وخروش اور دھوم دھام کا اظہار اُسے کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کسی رئیس کی بیگم بن کے دنیا کے دلکش باغ کی گلگشت کرنے لگتی ہے۔ یہ کیفیت جادو کا اثر رکھتی ہے اور طبیعت میں تازگی اور جوانی پیدا کرتی ہے۔ ہماری عورتیں محدود مشاغل کی وجہ سے اپنے آپ سے اُلجھا کرتی ہیں جس کا نتیجہ چڑچڑاپن اور بڑھاپا ہے۔ دنیا دلچسپیوں کا مجموعہ ہے۔ کسی دلچسپی کو اپنا شعار بنالو۔ فرصت کے وقت یہی خیالات پریشانی سے بچالیں گے۔ کتابیں۔ کھیل۔ سیروتفریح۔ پودے۔ میل جول۔ بات چیت سینا پرونا۔ بال بچے۔ ایک چیز ہے۔ اس زندگی میں ہزاروں ایسے مشغلے ہیں جن سے آدمی کا فالتو وقت کٹ سکتا ہے۔ بس ضرورت اتنی ہے کہ کسی شوق کو اختیار کرلو۔ وہ مصروف رکھ کے آپ کو ٹھمروہ اور بڑھیا ہونے سے روکے گا۔ آدمی خالی رہ کے اپنے آپ سے تنگ آجاتا ہے اور اس تنگی کا اثر چہرہ وغیرہ پر پڑتا ہے جسے کولڈ کریم کے سمندر بھی پھر دُور نہیں کرسکتے۔ اپنے آپ کو بے چین اور چڑچڑی نہ ہونے دیں۔ خیالات کی دنیا قائم ہونے دیں۔ پھر کیا ہے۔ واقعی حسن وخوبی کی اکسیر آپ کے ہاتھ آگئی۔

خانگی ٹوٹکے اگر دودھ قدرتی طور سے بیٹھ جائے یا پھٹ جائے اور اس کام کے لئے لیموں کا عرق یا کوئی اور چیز استعمال نہ کی جائے تو اس میں خوب سفید کردینے کی خاصیت پیدا ہوجاتی ہے۔ چہرہ گردن ہاتھوں پر کولڈ کریم کی طرح لگائیں۔ دھوپ جسم میں سوزش ہو اس کے لگانے سے آرام آجاتا ہے۔ اس کے لگانے سے جلد میں سفیدی آجاتی ہے اور داغ دھبے دُور ہوجاتے ہیں۔

برف کا ٹکڑا ململ میں لپیٹ کے کریم وغیرہ لگانے کے بعد پھیرنے سے لُطف آتا ہے اور رخسار انار دانہ کی طرح ہوجاتے ہیں۔

کندھوں اور کمر کو سیدھا رکھ کے چلنے سے بدن موٹا نہیں ہونے پاتا۔ مضبوط بدن کی عورتوں کے لئے تو ایسی رفتار نہایت ہی ضروری ہے۔

جوتہ ہمیشہ ایسا پہنیں جو تنگ نہ ہو ورنہ چلنے میں چال خراب ہوگی۔ اور پاؤں کی تکلیف چہرہ پر انداز ہوگی۔ دیکھنے والے کو فوراً پتہ چل جائے گا۔ کہ جوتہ خراب ہے۔ ہمدردی کے ساتھ ساتھ اُسے نفرت بھی ہوگی۔ خراب جوتہ سے چہرہ پہ یہ تنگ تکلیف کے آثار رہنے سے چہرہ بگڑجاتا ہے۔ اور بالوں پہ یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ سفید ہوجاتے ہیں۔ اُونچی ایڑی ہندوستانی خواتین کے لئے اسی لئے غیر مفید ہے۔ مغرب بھی اب اُسے بہت کم کرتا جارہا ہے۔ ایسا ہی شوق ہے تو اعتدال مدنظر رکھئے ایسی ایڑی ہو جو نہ بہت اونچی ہو اور نہ بہت نیچی۔ جوتہ خراب ہونے کی وجہ سے آدمی چلنے پھرنے سے گھبراتا ہے۔ ورزش کا یہ ایک ذریعہ بند ہوجانے سے صحت بھی خراب ہوجاتی ہے۔

محمد ظفر

بے موقع ورزش

اصحاب فن کے علاوہ غالباً ہر شخص کا یہ خیال ہے کہ ورزش سے ہاضمہ براہ راست ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق اس طرح کر لیتے ہیں کہ جہاں ہاضمہ میں فتور پایا تھوڑی ورزش کر لی اور سمجھ لیا کہ ہاضمہ ٹھیک ہو گیا چنانچہ جب کبھی کسی کو بدہضمی کی شکایت ہوتی ہے مثلاً پیٹ پھولتا ہے یا کھٹی ڈکاریں آتی ہیں یا کچھ گرانی معلوم ہوتی ہے تو بعض لوگ یا تو کچھ دوڑ لگا لیتے ہیں یا کوئی دوسری جسمانی ورزش کر کے غذا کو خوب ہضم کر لینا چاہتے ہیں حالانکہ طبی نقطۂ نظر سے ان کا یہ عمل مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا وجہ یہ ہے کہ عمل ہضم کے لئے سکون کی ضرورت ہے نہ کہ حرکت کی. چنانچہ اطبا ہاضمہ کے نقص کے لئے سکون بلکہ پُرسکون نیند تجویز کرتے ہیں اور اگر گرانی زیادہ ہو تو سکون کے ساتھ تقلیل غذا یا قطعاً فاقہ تجویز کیا گیا ہے. یہاں یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسی حالت میں ورزش وغیرہ سے افاقہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ شک باوجود ایک واقعہ ہونے کے محض دھوکا یا غلط فہمی ہے. میں نے ایک واقعہ کو ایک عام غلط فہمی قرار دے کر بہت بڑی جرأت کی ہے جس کے ثبوت کے لئے شاید آپ عجلت و دلچسپی کے ساتھ منتظر ہوں چنانچہ پہلے میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہضم اور جذب و انحدار دو بالکل متفرق چیزیں ہیں ہضم کا مفہوم یہ ہے کہ غذا میں خاص خاص تغیرات واقع ہوں جن سے وہ پرورش جسم کے لائق ہو جائے اور جسم کا جو حصہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اس کا بدل ہو سکے اور جذب و انحدار کہتے ہیں کسی شے کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کو مثلاً معدے سے غذا کا اور آنتوں میں اُتر جانا دیکھئے ہضم اور انحدار میں کتنا فرق ہے اس کو یاد رکھئے اور ذرا غور کیجئے تو مسئلہ جلد حل ہوا جاتا ہے اور میری جرأت بجا ثابت ہوتی ہے. فرض کیجئے ایک شخص کو ہاضمہ کے فتور سے کھٹی ڈکاریں آ رہی ہیں اور پیٹ میں نفخ و گرانی معلوم ہو رہی ہے اور اس نے ہاضمہ درست کرنے کے لئے ایسی حالت میں ورزش شروع کر دی اس میں شک نہیں کہ تھوڑی دیر میں اس کو اپنی تکلیفوں میں افاقہ محسوس ہوگا اور کچھ عرصہ میں اُس کو بھوک بھی لگے گی لیکن اس ورزش سے اُس کا ہاضمہ درست ہو گیا؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ ہوا کہ غذا بغیر پورے طور پر ہضم ہوئے ورزش کی حرکات کی گرمی سے آنتوں اور جگر میں چلی گئی اور معدہ خالی ہو گیا گویا ہضم نہیں بلکہ انحدار واقع ہوا. اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ایسی حالت میں ورزش سے در اصل اس نے نقصان اُٹھایا یعنے محض اپنا معدہ خالی کرنے کی غرض سے خام غذا کو زبردستی آگے بڑھا دیا جو کسی حالت میں اُس کے کام نہیں آ سکتی البتہ یہ نقصان ضرور پہونچا سکتی ہے کہ وہ جگر اور آنتوں کی باریک رگوں میں سُدّے پیدا کر دے یا اگر اس کا قوام کسی قدر معتدل ہو چکا ہے تو جگر سے بھی گزر کر دوسرے نازک مقامات پر باعث امراض ثابت ہو غرض کہ اگر جسم کی قوت دافعہ قوی ہے تو ممکن ہو کہ یہ جسم سے خارج بھی ہو جائے ورنہ جلد یا بدیر یہ کچھ نہ کچھ نقصان ضرور پہونچائے گی یہ بھی ضرور ہے کہ ایسے نقصانات فوراً ظاہر نہیں ہوا کرتے ہیں بلکہ جب تک جسم میں مدافعت کی قوت قوی رہتی ہے وہ ان ادنی ادنی نقصانات کا مقابلہ خفیہ طور پر کرتی رہتی ہے ہاں جب وہ قوت مغلوب ہو جاتی ہے تب مرض کی صورت میں یہ ظاہر ہوتے ہیں. اس سے صاف ظاہر ہے کہ اول تو غذا ہی معتدل مقدار میں کھانی چاہیئے تاکہ بدہضمی واقع نہ ہو اور اگر ایسا موقع آ جائے تو درستی ہضم کے لئے سکون تقلیل غذا یا فاقہ اختیار کرنا چاہیئے.

سیر بین

مصر کی مادر مہربان

سعد زاغلول پاشا مرحوم کو کون نہیں جانتا۔ مصر میں اس وقت جو جوش وخروش ہے پہلوں نے اس کی بنیاد رکھی زاغلول نے اسے موجودہ صورت دی۔ سعد زاغلول مصر کے ایک کامیاب وکیل تھے۔ وہ اپنی قابلیت کی وجہ سے اڈیٹر بن گئے۔ اُن کی شادی صفیہ خانم سے ہوئی جو اُن سے ۲۰ سال چھوٹی تھیں۔ صفیہ کے باپ کا نام مصطفےٰ فہمی پاشا تھا۔ اور وہ تیرہ سال برابر مصر کے وزیر اعظم رہے۔ وزیر کی بیٹی وزیر ہی کی بیوی بنی۔ زاغلول کا نام جنگ عظیم کے بعد نمایاں ہوا۔ عارضی صلح ہوتے ہی وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ انگریزی حاکم مصر ریجینالڈ ونگیٹ کے پاس پہنچے۔ اور تحریری مطالبہ کیا کہ مصر کی کامل آزادی برطانیہ تسلیم کرے۔ کچھ عرصہ بعد اس قسم کے مطالبات کی وجہ سے انگریزوں نے اُنہیں قید کرکے مالٹا بھیجدیا۔ حالات میں سکون پیدا ہونے کی بجائے ملک بھر میں شورش پھیل گئی۔ زاغلول کے بعد ان کی بیگم نے اُن کی جگہ لے لی۔ وہ پردہ نشین تھیں اور پردہ نشینوں سے کام لینے لگیں۔ اس مقام پر انگریزی، جاسوسی بھی عاجز تھا۔ جاسوس عورتوں کا پیچھا نہ کرسکتے تھے اور نہ اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے اسے مذہبی ہتک سمجھ کے معاملہ نازک بن جاتا۔ زنانہ گماشتے کھلم کھلا گھر گھر جاتے اور چار دیواریوں میں انقلابی تبلیغ طوفان کی طرح اُڑنے لگی۔ برطانوی حاکم مصر سے بیگم صاحبہ نے اپیل کی کہ شوہر کے نام اُن کے خطوط کھولے یا کاٹے پھاڑے نہ جائیں۔ اور وعدہ کیا کہ خطوط میں کوئی سیاسی بات نہ ہوگی مگر وہ ابھی اس کا جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ ان کو خیال آیا کہ یہ اپیل اُن کے شوہر کے شایان شان نہیں ہے وہ فوراً ٹیلیفون کی طرف جھکیں اور برطانوی حاکم کو بلایا۔ مگر وہ چوگان کھیلنے گیا تھا۔ اُس کا ماتحت افسر ٹیلیفون پر آکے بولا کہ بیگم صاحبہ! جو حکم ہو فرمائیے میں حاضر ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ اپنے افسر کو مطلع کردینا کہ میں اپنا اپیل واپس لیتی ہوں۔ میں اُن سے کسی قسم کی رعایت نہیں چاہتی۔ میں خود اپنے مقدر برطانیہ کا مقابلہ کروں گی اور اُسے مصر کی خود اختیاری تسلیم کرنے پر مجبور کردوں گی خواہ اس میں میرے شوہر کو انتقام میں قتل ہی کیوں نہ کردیا جائے۔

بیگم صاحبہ کے میدان سیاست میں آنے سے مصر میں وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ برطانیہ کو اپنا حاکم واپس بلانا پڑا اور اس کی جگہ لارڈ ایلنبی بھیجا گیا۔ زاغلول کے چار رفیقوں کو مالٹا بھیجدیا گیا۔ ان کی جگہ اوروں نے لی۔ اُن پر مقدمہ چلا اور سزائے موت کا حکم ہوا جو بعد میں جلاوطنی میں بدل دیا گیا۔ تیسرا گروہ کھڑا ہوا اُس کا بھی یہی انجام ہوا۔ اس طریقہ سے برطانیہ کا ناک میں دم آگیا کہ مقدمہ چلانا۔ موت کی سزا دینا۔ جسے بعد میں جلاوطنی میں بدل دینا کیونکہ اس بے چینی کی کرتا دھرتا ایک برقعہ پوش عورت تھی جس پر برطانیہ ہاتھ نہ ڈال سکتا تھا۔ بیگم صاحبہ نے برطانوی اشیاء کا بائیکاٹ کیا۔ ہزاروں برطانوی مال کی دوکانوں پر عورتوں کے دستے تعینات کردئیے گئے جو گاہکوں کو انگریزی مال خریدنے سے روکتے۔

۱۹۲۷ء میں زاغلول پاشا کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی جگہ بیگم نے باقاعدہ لے لی۔ بلکہ اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ عرصہ تک وفد پارٹی وزارت سے خارج رہی اور صفیہ خانم کو مشکلات کا سامنا رہا۔ انہوں نے اس جماعت کو پراگندہ ہونے سے باز رکھا۔ اپنے شوہر کے رفیقوں سے گفتگو اور رسل ورسائل کا سلسلہ جاری رکھا۔ جو کچھ ہونا ان کی موجودگی میں اُن ہی کے مکان پر ہوتا۔ اگر کہیں باہر کوئی کارروائی ہوتی تو اس کی مکمل روئداد اُن کے پاس بھیجی جاتی۔ ان کی گرفت ان پر اس قدر مضبوط تھی کہ اُن میں کسی بات پر چل جاتی وہ نہایت دانشمندی سے اُنہیں باہم گلے ملا دیتیں۔ کیونکہ اُنہیں ہر شخص کی خوبیوں اور نقائص کی خبر تھی۔ کہاں نرمی کی ضرورت ہے کہاں سختی کی۔ باموقع کام کرتیں۔ چنانچہ مخالف بھی ان کے ہم آہنگ ہوگئے اور نحاس پاشا بالآخر وزیر مصر مقرر ہوگئے۔

چین کی تباہی چین میں جو خاندان برسرِ حکومت تھا مانچو کے نام سے مشہور تھا اور اُسے آسمانی احترام حاصل تھا۔ وہ خاندان یوون شی کائی پر بڑا بھروسہ کرتا تھا جو ہوپی صوبہ کا حاکم تھا۔ شاہی خاندان ملک میں مراعات دینے کے بدلے میں غیر ملکوں سے قرض لے رہا تھا کہ اس سے ملک بھر میں بے چینی پھیل گئی۔ بغاوت ہوئی۔ یوان شی کائی نے شاہی خاندان سے دغا کی اور باغیوں کا ساتھ دیا۔ اس انقلاب کا بانی سن یات سن تھا۔ اُس نے یوان سے معاہدہ کیا کہ اگر وہ شاہی خاندان کو معزول کرا کے ملک میں جمہوریت قائم کرا دے تو وہ خود صدارت سے دستکش ہوا جاتا ہے۔ یوان فوراً راضی ہو گیا۔ مانچو ملک سے نکال دئے گئے مگر یوان ایفائے وعدہ کی بجائے خود حاکم مطلق بن گیا اور برطانیہ امریکہ فرانس جاپان روس وجرمنی سے بہت بڑا قرضہ لینے کے لئے نامہ و پیام کرنے لگا اس کی فوج کو تنخواہ نہ ملی تھی اور وہ بے صبر ہو رہی تھی۔ اُس نے قرضہ حاصل کر لیا اور تنخواہیں ادا کر دیں۔ ملک سخت ناراض ہوا مگر ہوا کرے اُس نے دار الشورے سے اس قرضہ کی منظوری حاصل کر لی۔ وزیر جو مخالف تھا اُس نے اُسے خفیہ طور سے مروا دیا ۱۹۱۳ء میں سن یات سن نے بغاوت کی مگر اُسے شکست پا کے جاپان میں پناہ لینی پڑی۔ اس کے بعد ہی جنگ شروع ہو گئی۔ جاپان نے جرمنی علاقہ چین کو بے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا ۱۹۱۵ء میں جاپان نے چین کو ڈرا دھمکا کے اپنے ۲۱ مطالبے پیش کر دئے۔ جن میں سے ایک کو خود جاپان نے واپس لے لیا کیونکہ ملک بھر میں سخت ناراضگی پھیل گئی۔ یوان کو سب مطالبات ماننے پڑے جس کے یہ معنے ہوئے کہ چین جاپان کا ایک طرح کا نکھوا غلام بن کے رہ گیا۔

یُودن کے دماغ میں بادشاہ بننے کا خیال سما رہا تھا۔ اس نے ۱۹۱۵ء میں پھر بادشاہت قائم کرنے کا اعلان کیا جس سے ملک بے حد برہم ہوا حتےٰ کہ اس کے تقریباً سب رفیق بھی اس کے مخالف ہو گئے۔ اس حالت سے مایوس ہو کے وہ اس قدر دل شکستہ ہوا کہ وہ مر گیا اُس کے مرتے ہی ملک میں خانہ جنگی پھیل گئی۔ جنگ عظیم ختم ہوتے ہی چین نے اس خانہ جنگی کو روک کے اتحادیوں نے اپنے لئے صدر ولسن کی ۱۴ قراردادوں کی بنا پر حقوق مانگے مگر جمعیۃ اقوام نے جاپان سے ڈر کے اس کی درخواست مسترد کر دی۔ چین اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔ پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر سن یت سن نے دو دفعہ پھر برسرِ اقتدار آنا چاہا مگر وہ ناکام رہا۔ وہ چین کا دلی خیر خواہ تھا مگر وہ اس قدر قوت نہ رکھتا تھا کہ چین پر چھا سکے۔ آخر چین کی وہ حالت ہو گئی جو اب دنیا دیکھ رہی ہے۔

انگریزوں میں نئی وجوہ طلاق یکم جنوری ۱۹۳۸ء سے انگلستان میں کا نیا قانون نافذ ہو گیا ہے۔ پہلے صرف بدچلنی اور بے خبری طلاق کی وجہ قرار دی جا سکتی تھی۔ اب بیرحمی۔ فرار اور دیوانگی تین وجوہ اور بڑھا دی گئی ہیں۔ بیرحمی میں ایسا سلوک پیش نظر رکھا گیا ہے جس سے جان کا خطرہ ہو یا کسی عضو یا جسمانی یا دماغی صحت کو نقصان پہنچتا ہو یا اس قسم کے خطرے کا معقول اندیشہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ضرب ہی پہنچائی جائے مسلسل غفلت یا توہین جس سے صحت خطرہ میں پڑ جائے بیرحمی کی تعریف میں آ جائے گی۔ ایک دفعہ کی مار پیٹ بھی کافی نہ ہو گی۔ بدسلوکی مسلسل ہونی چاہیئے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

فرار میں کسی فریق کا دوسرے کی رضامندی یا کسی معقول وجہ کے بغیر علیحدہ رہنا شامل ہے۔ شوہر کا بیوی کو انواع و اقسام کی نعمتیں مہیا کرنا لیکن الگ رہنا قانونی فرار ہے۔ اگر شوہر کے غیر معقول رویہ سے بیوی اس کا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو تو یہ شوہر کا فرار متصور ہو گا۔ طلاق کے لئے یہ فرار سہ سالہ ہونا چاہیئے۔

دیوانگی اب پہلی مرتبہ وجہ طلاق بنائی گئی ہے۔ ثابت کرنا پڑے گا کہ درخواست طلاق سے پانچ سال پہلے تک اس کا برابر معالجہ ہوتا رہا اور شفا نہیں ہو سکتی۔ اپنی خوشی معالجہ کافی نہ ہو گا۔ باقاعدہ طبی سرٹیفکٹ ضروری ہو گا۔ علاج مسلسل ہونا لازمی ہو گا۔ اگر مریض کو کبھی کبھی شفا ہو جاتی ہے خواہ وہ وقفہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو طلاق نہ مل سکے گی۔ ان وجوہ سے ایک بڑی مشکل پیدا ہو گئی ہے

کہ شادی کے پہلے تین سالوں میں طلاق نہیں لی جاسکتی۔ مطلب یہ ہے شاید باہم سلوک ہوجائے۔ لیکن جن صورتوں میں اصلاح ممکن نہ ہو ان کے لئے یہ تین سال قیامت سے کم نہیں۔ ایسے مرد سے جو بیوی سے بدسلوکی کرے یا بیوفائی کرے عورت چاروناچار تین سال تک بندھی رہے گی۔ خاص الخاص حالات میں یہ سہ سالہ رکاوٹ نظرانداز ہوسکے گی مگر ایسی صورتیں شاذونادر ہوں گی۔

یورپ لی نت نئی اصلاحات ہونے کے باوجود شرع محمدی کے اصول قیامت تک اپنی خوبیوں کے اعتبار سے غالب رہیں گے۔

زلزلہ کی روشنی زلزلہ کے وقت لوگوں نے روشنی کی شہتیر جیسی موٹی اور چوڑی کرنیں اور گول گول ٹکڑے دیکھے ہیں۔ لیکن محقق تک حیران تھے اور ایسی اطلاعوں کو دیکھنے والوں کا واہمہ کہدیتے ہیں۔ بایں ہمہ مختلف مقامات سے جہاں زلزلے شدت سے آئے اطلاعیں آتی ہیں کہ زلزلہ کے اوقات میں آسمان میں بجلی کی سی کوندنے کی روشنی، چمکدار بادل، شعلے اور آگ کے بلبے بلبے ٹکڑے نظر آئے۔ اب محققوں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ وہم نہیں بلکہ حقیقت ہے گو اس کی وجہ اب تک نہیں بتائی جاتی۔

زلزلہ روشنی سب سے پہلے ۹۰ء قبل مسیح میں دیکھی گئی۔ آج سے ۲۰ برس پہلے ایک اطالوی نے زلزلوں کے سلسلہ میں ۱۴۸ روشنیوں کے واقعات کی تفصیل لکھی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں جاپانی زلزلہ کے دوران میں صیغہ تحقیق زلزلہ جاپان کے دوار اکین نے اپنی آنکھوں سے روشنی کا تماشہ دیکھا۔ ان کی تائید ایک ہزار دیگر اشخاص سے ہوئی۔ اکثروں نے دیکھا کہ رات کو آسمان چادر کی شکل کی شعاعوں سے روشن ہوگیا جو دیر تک قائم رہیں۔ جہاں زمین بہت زور سے ہلی یعنی زلزلہ کے رقبہ کے مرکز روشنیاں ہر طرف اندھا دھند دوڑتی دیکھی گئیں اور آسمان کے ایک حصہ میں آگ کی گیندوں کی ایک قطار نظر آئی۔ خلیج ٹوکیو کی شرقی سمت میں لوگوں نے افق سے لپ جھپ کرنے والی روشنی کی موٹی موٹی دھاریں دیکھیں۔ ٹوکیو کے ایک حصہ میں سارا میدان چاندنی سے زیادہ روشن ہوگیا۔ ایک اندھیرے کی چیزیں صاف صاف نظر آنے لگیں۔ بعضوں نے اس روشنی کا رنگ زردی مائل نیلا یا سفید بتایا۔ بعضوں نے سرخ یا نارنجی۔ یہ روشنیاں زلزلہ سے کچھ پہلے سے زلزلہ کے کچھ بعد تک قائم رہیں۔ سخت جھٹکوں کے وقت وہ بلندی پر پہنچ گئیں۔ اس وقت کوئی طوفان نہ تھا جس سے بجلی کے کوندنے کا گمان ہوتا نہ اکثر مقامات میں بجلی کا تار تھا جن کے ٹوٹنے سے چنگاریاں اُٹھتیں۔ یہ روشنیاں صرف زلزلہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔

خود ہی شکار یہ عجیب اتفاق ہے کہ جو خوفناک آلے مجرموں کو سزائیں دینے کے لئے ایجاد ہوئے ان کے بیشتر موجد ہی شکار بنے۔ تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہوسکتی ہے کہ جو حکمراں خاندان جس طریقہ سے خود برسر اقتدار آتے۔ اسی طرح دوسروں کے ہاتھوں ان کا انجام ہوا۔ جس طرح جس نے تخت حاصل کیا اس کا نتیجہ اسی کے مطابق رہا۔ جنگ عظیم میں غریب نکولس زار روس انقلابیوں کے ہاتھوں مع کنبہ کے گرفتار ہوگیا تھا۔ ان سب کو اکاترن برگ میں ایک تہہ خانہ میں ۱۹۱۸ء میں بہلو بوروڈو نے گولی سے مارا تھا۔ اب خود گولی سے ماردیا گیا۔ یہ مثل کیسی صادق آئی کہ جو تلوار سے جیتا ہے اسی سے مرتا ہے جنہوں نے موت کے ہتھیار ایجاد کئے وہ خود بھی اُسی کے ذریعہ موت کے گھاٹ اترے۔

۱۷۸۹ء میں ڈاکٹر جوزف گلوٹین فرانسیسی نے ایک کل ایجاد کی جس سے مجرموں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ یہ خوفناک آلہ ایک صندوق ہوتا تھا جس میں مجرم کو بند کرکے دستہ گرا دیتے تھے جس سے درانتی کی شکل کا ایک آلہ مجرم کا سر قلم کردیتا تھا۔ ہزاروں اس آلہ کا شکار ہوئے۔ یہ زمانہ یورپ کے خوف وہراس کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مرد عورتیں اور بچے کوئی اس سے نہ بچ سکا جن عدالتوں نے ان ہزاروں کو لقمہ اجل بنایا خدا کی شان دیکھئے وہ خود بھی یکے بعد دیگرے اسی آلہ کی شکار ہوئیں۔ آخر ایک روز خود ڈاکٹر گلوٹین نے اپنے سر سے اس خوفناک آلہ کی ہیبت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ سولھویں صدی میں رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقوں میں جھگڑا تھا۔

جو فریق غالب آجاتا دوسرے کو کافر کہ کے شہتیر سے باندھ کے نذرِ آتش کر دیا جاتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس جس نے دوسروں کو جلایا وہ خود بھی اسی طرح جل کے مرا۔ ٹامس سالسبری کا ساتواں ارل پہلا سپہ سالار تھا جس نے توپ استعمال کی اور وہی توپ کے ایک گولہ سے عدم آباد پہنچا سنیٹ کیتھرین کا ایک پہیہ مجرموں کی ہڈیاں توڑنے کے لئے ایجاد کیا گیا۔ وہ خود اسی پہیہ پر سسک سسک کے مرا۔ وردون کے پادری نے ایک تکلیف دہ لوہے کا پنجرہ اپنے مخالفوں کو مقید کرکے تکلیف دینے کے لئے بنوایا اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ خود بھی اسی میں تکلیفیں اُٹھا اُٹھا کے مرے گا۔

پھلجھڑیاں جب بجلی ہلکی سی چمکتی ہے آواز پیدا نہیں کرتی۔ ہمیں تو اُس کے کوندنے سے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ زور سے چمکی مگر سکنڈ کے ۱/۲ یا ۱/۵ حصہ میں وہ نمودار ہوتی ہے۔ تیز بجلی ایک سکنڈ کے دس لاکھویں حصہ میں نمودار ہوتی ہے۔ اس سست رفتاری کی وجہ سے ہلکی بجلی کی چمک کے بعد آواز نہیں آیا کرتی۔

کیمروں اور ٹوگولینڈ (افریقہ) میں عورتیں کئی کئی بیویاں کئے جانے کے حق میں ہیں کیونکہ اس طرح گھر کا کام کاج بٹ جاتا ہے۔ اور ایک پر زیادہ بوجھ نہیں رہتا۔ لیکن مفلسی کا بُرا ہو کہ اب وہاں والے ایک بیوی کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور ایک بیوی کو گھر بھر کا اکیلے بوجھ اُٹھانا ہے۔

آیروس ایک چھوٹا سیارہ ہے۔ ماہ فروری میں وہ زمین کے پاس سے گزر رہا ہے۔ اس وقت زمین سے اس کا فاصلہ دو کروڑ میل ہے اس کی رفتار ایک ہزار میل فی فٹ سے زیادہ ہے۔ رات کے آٹھ نو بجے کے درمیان معمولی جیسی دُوربین سے صاف نظر آجاتا ہے۔ بشرطیکہ آسمان صاف ہو۔ اس سیارہ کا زمین سے فاصلہ آسانی سے ناپا جا سکتا ہے اور اس پیمائش سے سورج اور دوسرے ستاروں کے فاصلے بھی جانچے جا سکتے ہیں۔

روس میں ۱۴۵ مقامات پر اس سال ۲۵ ہزار آدمیوں کے جسموں میں خون داخل کیا گیا۔ دوسروں کے بدنوں سے خون لے کر پندرہ دن تک بلکہ زیادہ بوتلوں میں رکھا جاتا ہے۔ اکثر ہوائی جہازوں کے ذریعہ دُور مقامات پر باہر بھی جا رہا ہے۔

ایک امریکی امریکہ کی جھیل مچیگن میں ایک نیا آہنی لباس پہن کے ۴۲۰ فٹ نیچے تک گیا۔ اس سے پہلے ایک غوطہ خور ۳۰۶ فٹ گیا تھا۔ پانی کے دباؤ سے بچنے کا اس لباس میں خاص خیال رکھا گیا تھا۔ اور سانس لینے کے لئے عمدہ ہوا کا صندوق کمر میں باندھ دیا گیا تھا۔

اوکلاہاما میں ایک ۷۹ سالہ شخص چار بچوں کا باپ ہے۔ ۶۰ سال کی عمر میں اُس نے ایک ۴۴ سالہ عورت سے شادی کی۔ سب سے بڑے لڑکے کی عمر ۱۱ سال اور دوسرے کی ۶ سال ہے۔ ان کے بعد دو توام بیٹے ہوئے۔ اس کے چہرے پر کوئی جھری نہیں اور اس کی بینائی ایسی تیز ہے کہ عینک نہیں لگاتا۔

ایک شخص نے لندن سے سو میل کے فاصلہ پر بجلی کے ذریعہ پردہ پر لندن کا ایک تماشہ پورا پورا دکھایا۔ تصویریں اور آواز بالکل صاف تھی۔ اس وقت اور باقی کلیں سب بند تھیں جس کی وجہ سے تصویریں اور آوازیں بآسانی منتقل ہو سکیں۔ پہلے یہ تجربہ ۵۰۔۶۰ میل تک کامیاب ہوا تھا۔

ویانا (آسٹریا) میں مطلوقہ شوہروں کی ایک مجلس قائم ہوئی ہے۔ اس میں طلاق یافتہ اور طلاق کے متلاشی شوہر ممبر بنائے جائیں گے۔ کوشش یہ ہوگی کہ اس کا کوئی عمر بھر بیوی کا شکار نہ ہو یعنی پھر شادی نہ کرے لیکن حکومت کی موجودہ پالیسی کے سامنے کہ طلاقیں مشکل سے حاصل ہوں اور اولاد زیادہ ہو اس مجلس کی کامیابی محال ہے۔ ایک جانوروں کا ماہر بندروں کی زبان جانتا تھا۔ وہ افریقہ میں ایک کیڑے کی تلاش میں تھا کہ جھاڑی میں بندروں کی چڑچڑسنی وہ کسی خطرہ کا ذکر کر رہے تھے۔ اُس نے آگے کو نظر کی تو اسے ایک اژدہا نظر آیا چنانچہ اُس نے قلیوں کو آواز دی اور انہوں نے عین وقت پر پہنچ کے اُسے مار ڈالا ورنہ اُس ماہر کا وہ لقمہ کر جاتا۔

محمد ظفر

نئی کتابیں

خیابانِ نسواں

حیدرآباد کے مشہور ادیب مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی کے ادبی معاشرتی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ اس نام سے حال میں شائع ہوا ہے۔ موصوف ایک دردمند دل رکھتے ہیں ہندوستانی عورتوں کی معاشری حالت سنوارنے کی اُنھیں مدّت سے آرزو ہے۔

متذکرہ مجموعہ اُن کے اٹھارہ مضامین پر مشتمل ہے۔ جو وقتاً فوقتاً مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ اکثر مضامین میں اُنھوں نے عہد ماضی کی درخشاں کہانیاں سُنائی ہیں بعض مضامین کے مرتب کرنے میں تو (مثلاً نامور خواتین دکن۔ بیجاپور کی ایک نامور ملکہ کی علمی سرپرستی ایک دکنی مرثیہ گو شاعرہ۔ بادۂ کہن۔) موصوف کو کافی تحقیق تدقیق کرنی پڑی ہوگی "ہماری جدید خاتون کے تعلیمی نصاب" میں اُنھوں نے بعض باتیں بڑے کام کی کہی ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ مضمون حامیان و مصلحان تعلیم نسواں کے لئے دعوت فکر و عمل ہے، اس موضوع پر تعلیم نسواں کے سب سے بڑے علم بردار خود حضرت علامہ راشد الخیری عرصہ دراز تک خامہ فرسائی کرتے رہے ہے۔ اس لحاظ سے ہاشمی صاحب کا یہ مضمون خلاصہ اور تکملہ کا کام دیتا ہے، خواتین یورپ اور ہندوستان کی مسلمان عورتیں، اور ہندوستانی عورت پڑھنے کے لائق مضامین ہیں۔ لباس اور رسوم شادی کے زیرِ عنوان مصنف نے دلچسپ اور کارآمد بحث کی ہے، باقی مضامین میں جہاں جہاں مذہبی ذکر آگیا ہے وہاں ہاشمی صاحب نے نہایت احتیاط سے روشن پہلو اُجاگر کئے ہیں۔

ہاشمی صاحب کی تحریر میں سلاست اور روانی ہے کہیں کہیں پیچیدہ مقامات پر بھی ان کی طبیعت نے خوب جولانی دکھائی ہے، مختصراً کتاب اپنی جگہ بہت خوب ہے اور اگرچہ زیادہ تر مضامین حیدرآبادی خواتین سے متعلق ہیں مگر مجموعی حیثیت سے ہر پڑھی لکھی خاتون کے لئے اس کا مطالعہ معلومات میں اضافے اور خیالات میں ارتقا کا باعث ہوگا۔

"خیابانِ نسواں" عصمت بکڈپو سے عصمتی کتابوں کے تمام سائز پر عمدہ کاغذ اور خوبصورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے صفحات ۱۷۰ قیمت ۱۲؍

وصلی کی دستکاری اور لکڑی کا باریک کام

یہ دونوں کتابیں اس مہینے عصمت بکڈپو سے شائع ہوئی ہیں۔ ان کے مؤلف دستکاری کے مشہور ماہر سید رضا احمد صاحب جعفری ہیں۔ کتابوں کا مقصد خود مؤلف کی زبانی سنئے "یہ سلسلہ کتب دستکاری جو ماہرین کے مشوروں اور مؤلف کے ذاتی تجربوں سے مرتب کیا گیا ہے ان خواتین و حضرات کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا جو ان میں سے کسی دستکاری کو بطور مشغلہ Hobby یا مالی فائدہ کی غرض سے اختیار کرنا چاہیں"۔

اول الذکر کتاب میں مؤلف نے آسان زبان میں جا بجا تصویروں کی مدد سے وصلی کی دستکاری پر مفصل معلومات جمع کی ہیں اب دوسری کتاب کو لیجئے۔ "لکڑی کا باریک کام" انگریزی میں Fret Work کہلاتا ہے ولایت میں اس فن کی بڑی قدر۔ اور چرچا ہے۔ مگر ہندوستان کے اکثر لوگ اس سے واقف بھی نہیں۔ یہ جاننے کے لئے کہ یہ فن ہے کیا۔ مؤلف کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمایئے۔ "فرٹ ورک لکڑی کے نفیس کٹاؤ کے کام کو کہتے ہیں۔ یہ نہایت دلچسپ اور مفید فن ہے اس سے لکڑی کی ہزار وضع قطع کی زیبائشی اور کارآمد اشیاء بنائی جا سکتی ہیں۔ تصویروں اور آئینوں کے فریم۔ گلدان۔ قلمدان۔ گڑیوں کے بنگلے۔ صندوقچے۔ گراموفون کے بکس کھلونے، غرضیکہ اس کا میدان غیر محدود ہے۔ پھر خوبی یہ ہے کہ یہ فن ہر مرد عورت اور بچہ و جوان کے لئے موزوں ہے۔ خصوصاً پردہ نشین لڑکیوں کے لئے یہ ایسا آسان اور ورزشی ہنر ہے جس سے ان کے قوائے جسمانی کو بھی کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ صنعت مالی حیثیت سے بھی اس قدر کم خرچ ہے کہ بے شمار مرد و عورتوں کی روزی کا ذریعہ بن سکتی ہے" مؤلف نے ہر بات بے شمار تصویروں کی مدد سے سمجھایا ہے۔

صنعتی کتابوں کا اصطلاحات سے اجتناب کر کے لکھنا کافی مشکل ہے مگر رضا صاحب نے ان کتابوں کے لکھنے میں ایسا ڈھنگ اختیار کیا ہے کہ مشکل سے مشکل باتوں کو بھی عام فہم پیرایہ میں سلجھا دیا ہے۔ اور جتنی ان صنعتوں پر حاوی ہونے کے لئے کس قدر کی دقت محسوس ہوتا۔

جن خواتین و حضرات کو سیلی کی دستکاری اور فریٹ ورک سے ذرا بھی لگاؤ ہے اُن کو یہ مفید کتابیں ضرور پڑھنی چاہیئں۔ کسی موقع پر ایک تبصرہ نگار نے لکھا تھا کہ "عصمت بکڈپو سے آئے دن خواتین کے مطلب کی کار آمد اور بیش بہا کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں" ان دو کتابوں سے اس رائے کی مزید تائید ہوتی ہے۔ دونوں عصمتی کتابوں کے سائز پر سفید عمدہ کاغذ اور اچھی کتابت و طباعت کے ساتھ چھپی ہیں۔ علی الترتیب ۵۶ - اور ۵۰ صفحات ہر کتاب کی قیمت ۸ر دفتر عصمت دہلی سے طلب کیجئے۔

تذکرۂ ٹونک

ٹونک کے موجودہ ہوم ممبر صاحبزادہ عبدالتواب خاں صاحب نے اپنی ریاست کے بہت سے حالات دلچسپ پیرائے میں لکھے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہز ہائنس سر محمد سعادت علی خاں دام اقبالہٗ ٹونک کو بہتر سے بہتر بنانے کی دھن میں ہر وقت رہتے ہیں۔ مثلاً پہلے ٹونک جاتے ہوئے ندی پار کرتے وقت بڑی مشکل ہوتی تھی۔ لیکن اب ہز ہائنس نے لاکھوں روپیہ خرچ کرکے ایک عالیشان پُل بنوا دیا ہے، جس سے آمد و رفت آسان ہوگئی ہے۔ علاوہ ازیں نواب صاحب کو اپنی رعایا سے بے حد محبت ہے پچھلے دنوں جب وہاں وبا وغیرہ پھیلی تو ممدوح بہ نفس نفیس گھر گھر جاکر تسلی دیا کرتے تھے۔ صاحبزادہ عبدالتواب خاں صاحب نے اپنی اس کتاب میں ریاست کے ہر پہلو کو نہایت عمدگی سے واضح کیا ہے ٹونک کا جائے وقوع، تجارتی حال، رسم و رواج، بازار و راستے موسمی حالات، کاشت و زراعت کا طریقہ، تعلیم و صنعت وغیرہ ایسے باب ہیں جنہیں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

"تذکرۂ ٹونک" میں صاحبزادہ عبدالتواب صاحب نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ موصوف ریاست کے بہت بڑے عہدہ دار ہیں۔ مگر انھیں تمام اعزاز خود اپنی کوشش سے ملے ہیں۔ شروع میں اتنے بڑے آدمی نہیں تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"میں نے خدا سے عرض کیا کہ دُنیا میں میں کسی سے سفارش کی خواہش رکھتا ہوں نہ کوئی سفارش کرنے والا ہی ہے۔ اس لئے تو اپنی عنایت سے مجھ جیسے نالائق کی امداد فرما۔"

آجکل کے نوجوانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے انھوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور آجکل وہ ٹونک کی نہایت عزت دار ہستی ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب ان کا نام ریاست ٹونک میں ہمیشہ زندہ رکھیگی۔ اور وہ وقت جلد آئیگا جب ٹونک کا شمار ہندوستان کی بہترین ریاستوں میں ہوگا۔

گلدستۂ مضامین و انشاپردازی

یہ کتاب رمضان علی صاحب ایم اے نے طلبا کے لئے تصنیف و تالیف کی ہے اور اس کا مقصد ان کو مضمون نویسی سکھانا ہے کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مضمون نویسی کے متعلق چند ہدایات اور ۱۳۴ مختلف عنوانوں پر (جن پر عموماً طلبا سے مضامین لکھوائے جاتے ہیں) مضامین کے نمونے درج ذیل ہیں۔ عنوانوں کو اُردو کے علاوہ انگریزی میں بھی لکھا گیا ہے یہ ناگوار صورت غالباً اس لئے کی گئی کہ بعض ممتحن انگریزی دانی جتانے کے لئے اردو کے سوالات انگریزی میں پوچھتے ہیں۔ دوسرے باب میں مشقی مضامین مع اشارات کے شامل ہیں۔ تیسرے میں خطوط نویسی کے قواعد و ضوابط اور مختلف قسم کے خطوں کے نمونے ہیں۔ اور چوتھے باب میں بعض مشہور ادیبوں کے خط نقل کئے گئے ہیں ان خطوں کے جمع کرنے میں مولف نے کافی محنت کی ہوگی۔ ڈپٹی نذیر احمد اور شوق قدوائی وغیرہ کے خطوط پڑھنے کے لائق ہیں غالب اور امیر مینائی کے خطوط دلچسپ ہیں مگر آرزو مارہروی کا جو خط شریک اشاعت ہے وہ طلبا کے لئے مناسب نہیں۔

"گلدستۂ مضامین" انٹرنس کے طلباء کے لئے موزوں ہے۔ بعض مقامات پر غیر مانوس تراکیب اور اُلجھی ہوئی عبارت کو چھوڑ کر کتاب کی افادیت میں کوئی شک نہیں۔ عام درسی کتابوں کے سائز اور ۱۹۳ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ قیمت درج نہیں

ملنے کا پتہ :- ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ سول لائن علیگڈھ

(باقی کتابوں پر آیندہ تبصرہ کیا جائیگا -)

صادق الخیری

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کیے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے خوشخط لکھا ہوا ہو

ایڈیٹر

بہت رنج والم کے ساتھ تحریر کرتی ہوں کہ ۱۱۔ مارچ ۱۹۳۸ء کو بروز جمعہ صبح ۴ بجے میری والدہ صاحبہ نے ایک طویل علالت کے بعد ۷۰ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا اور ہم لوگوں کو مبتلائے رنج والم کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بہت نیک و رحم دل اور سخی خاتون تھیں۔ دعا ہے کہ پروردگار مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور ہم سب بھائیوں بہنوں کو صبر عطا کرے۔ انھوں نے الہ آباد میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفن بنا۔ بہنوں اور بھائیوں سے استدعا ہے کہ جو جس سے بنے تھوڑے تھوڑے پارے پڑھ مرحومہ کی روحِ پاک کو بخش دیں۔ خدا آپ لوگوں کو جزائے خیر دیگا

والدہ احتشام علی۔ بھوپال

افسوس کہ جناب چچا عبدالغفار صاحب انسپکٹر آبکاری نے ۵۶ سال کی عمر میں راہی ملک عدم بوقت ۴½ بجے صبح ۱۹۔ دسمبر ۱۹۳۷ء ہوئے۔ بڑے اچھے لوگوں میں تھے۔ اب تک عزیز اقارب و دوست نوحہ خواں ہیں۔ نہایت سخی متقی و پرہیزگار تھے۔ ہم سب کو روتا چھوڑ گئے۔ ماں باپ کی حالت ان کی یاد میں رو‌تے روتے ناقابلِ بیان ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ مرحوم کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ عصمتی بہنوں سے ملتجی ہوں کہ ایک پارہ قرآن مجید کا پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچا دیں اور دعائے مغفرت کریں۔ اور کوئی بہن قطعہ تاریخ وفات لکھ کر مجھ کو بہت ہی بہت شکریہ کا موقعہ عنایت کریں گی۔ خاص کر بہن گوہر اقبال خود و محترمہ بہن خورشید اقبال صاحبہ اس طرف توجہ کریں۔

ہمشیرہ عبدالمعبود خاں صاحب

دس روپیہ نادار فنڈ کے لئے بھیج رہی ہوں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے۔

ہمشیرہ عبدالمعبود خاں

مارچ ۱۹۳۸ء بزمِ عصمت میں بہن نواب زادی حلیمہ بانو بیگم صاحبہ اوف لوہارو نے اپنی منجھلی آپا کی بچی کا نام طلب کیا ہے ذیل میں وہ نام نظم کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی بچی کو پروان چڑھائے آمین۔

شادمانی کا ہے گھر گھر چرچا ‏ ‏ عیش و عشرت کا بجا ہے ڈنکا
اوج پر بخت ہے سارے گھر کا ‏ ‏ جس نے دیکھا کہا ماشاءاللہ
ہے ولادت سے جو خوش دل سب کا ‏ ‏ یہ دعا مانگ رہی ہے دنیا
جوش پر آئے کرم کا دریا ‏ ‏ فضل خالق ہو کہیں اس سے سوا
شاد و خورم رہے زچہ بچہ ‏ ‏ پیٹ کی آگ سے ہو دل ٹھنڈا
عصمتی بہن نے عصمت میں لکھا ‏ ‏ کہ کوئی نام رکھو لڑکی کا
میں نے سب چھوڑ کے دھندا گھر کا ‏ ‏ لکھ دیا مشتری بانو قمرہ

مس شریف الحسن اسرائیلی

سیدہ قیصر جمال نقوی صاحبہ نے مارچ کے اس پرچہ میں مفید کاجل بنانے کی ترکیب دریافت فرمائی ہے جو ذیل میں درج کرتی ہوں۔

اشیائے ضروری :۔

پان دو عدد۔ مٹی کا کورا پیالہ جس کا منھ زیادہ چوڑا نہ ہو۔ ایک بڑے کھلے منھ کا برتن۔ دو لوہے کی سلاخیں۔ کافور کی دس بارہ ٹکیاں۔ سب سے پہلے بڑے برتن میں آدھے سے کم پانی بھریں اور ایک پان کا پورا پتہ جو بالکل ثابت ہو اور پانی پر بخوبی تیر سکے ڈال دیں۔ پھر اس پر کافور کی ایک یا دو ٹکیاں رکھ کر مٹی کا پیالہ اوندھا رکھ دیں۔ یہ خیال رہے کہ پیالہ کے درمیان ہی کافور جلے اور پانی ادھر ادھر نہ سرک جائے۔ جب سب کافور جل چکے تو پیالہ کو اتار کر کاجل کاغذ کی پتی سے اکھاڑ لیں۔

نوٹ:- خیال رہے کہ کافور کی دو دو ٹکیاں کر کے جلائی جائیں اور جس جگہ جلائیں سب دروازے بند کر دیں۔ خود اندر نہ رہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جا کر جلائیں۔ یہ کاجل آنکھوں کے لئے نہایت ہی مفید اور خوشنمائی میں بھی عجیب ہے

خریدار نمبر ۴۳۸۵

ایک بہن نے آنکھ کی وہلی کی بابت لکھا ہے اس سے مراد شاید گوہانی ہے اس کو انجناری بھی کہتے ہیں آپ اس پر گرم مصالحہ کی لونگ کسی صاف چیز پر گھس کر لگائیں۔ دن میں کئی بار اس کے اوپر لگائیں۔ اس سے مادہ پک کر پھوٹ جائے گی۔ اور انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

ا۔ ف

استفسار محترمہ فاطمہ خاتون صاحبہ الہ آبادی عرض ہے کہ سیاہ بھنگرہ میرے چچا صاحب کے گاؤں میں پیدا ہوتا ہے آپ کو جس قدر ضرورت ہو میں آپ کو بھجوا سکتی ہوں۔ بھنگرا دو قسم کا ہے۔ گلابی پھول اور زرد پھول کا، پتہ اور ڈنڈی دونوں کی سیاہ ہے۔ آپ کو کونسی قسم کا مطلوب ہے۔ آیا زرد پھول کا یا گلابی پھول کا۔ مطلع فرمایئے تاکہ بھنگرہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔ صاحب ممدوح کا پتہ حسب ذیل ہے:-

محمد علی صاحب۔ قاضی محلہ شہر بجنور (یو۔ پی)

اے۔ آر۔ ہمشیرہ ضیاء الدین۔ کیرانہ مظفر نگر

محترمہ خریدارہ نمبر ۲۴۴۵ اور بہن آر۔ کے درخشاں صاحبہ کو واضح ہو کہ میں ایک طویل علالت سے فارغ ہو کر بہت نحیف و لاغر ہو گئی تھی روز بروز رنگ پیلا پڑتا جاتا تھا۔ سر چکرانے اور دل کی دھڑکن کی بڑی شکایت تھی کمزوری کی وجہ سے سر کے بال گرنے لگے تھے اور نگاہ کے سامنے ڈورے نظر آتے تھے حافظہ بالکل خراب ہو گیا تھا۔ بیماری سے قبل میرے منہ پر مہاسے بکثرت نکلتے تھے جس سے سیاہ داغ پڑ جانے کی وجہ سے بڑی بدنمائی معلوم ہوتی تھی۔ سینکڑوں علاج کئے اور احتیاطیں برتیں لیکن چار سال تک ایک عذاب میں مبتلا رہی اور کوئی دوا یا غذا جزو بدن نہ ہوئی

لاہور میں رسالدار صاحب کے ایک دوست نے میرا حال سن کر اکسیر حیات (معجون) اور اکسیر جمال کریم کے استعمال کا پُرزور مشورہ دیا۔ اُنھوں نے یہ دوائیں منگا کر مجھ کو استعمال کرائیں۔ چنانچہ میری شکایات دُور ہو گئیں۔ معجون کی قیمت دو روپیہ اور کریم کی قیمت ایک روپیہ ہے اور منیجر اکسیر دواخانہ مراد آباد سے ملیں گی۔

بیگم رسالدار زین العابدین خاں

میرے ایک بھتیجے کے داہنے کان سے مسلسل آٹھ دس مہینے سے پیپ بہ رہی ہے۔ اس کی عمر تین سال کی ہے اور علاج میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی اگر کوئی بہن اس کا کامیاب علاج بتائیں گی تو احسان ہوگا۔

قمر النساء، ولی اللہ

ازراہ نوازش کوئی عصمتی بہن بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں کہ مکاکائی کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس کی شناخت کیا ہے وہ کیسے سر دھونے کے استعمال میں لائی جا سکتی ہے برائے کرم جلد مطلع فرمائیں۔

نسیم۔ لاہور

مجھے ایسے تیل کی ضرورت ہے جو بالوں کو گھنا کر سکے۔ کیونکہ میرے بال بہت بیگنے ہیں اور جڑیں بہت کمزور براہ کرم کوئی بہن ایسے تیل سے مطلع فرمائیں جو ہر طرح بالوں کے لئے مفید ہو۔ اور ہر موسم میں استعمال ہو سکے اگر گھر میں تیار ہو سکے تو زیادہ اچھا ہے ممنون ہونگی۔

خدیجہ اکرام احمد بھوپال

مسز حمید صاحبہ لکھنوی نے بعنوان "چند تجربے" پرچہ عصمت فروری ۱۹۳۸ء میں شائع فرمائے ہیں جس میں نسخہ خضاب کی تفصیلی ترکیب اور اُس کے استعمال سے واقف ہونے کی ضرورت ہے۔ مثلاً "آم کی گٹھلی کچے آم کی گٹھلی یا پکے آم کی گٹھلی۔ بسلائی کا وزن" بعد ختم مدت ۴۰ یوم مذکورہ اشیاء زمین سے نکال کر کس طرح تیل میں ملائی جائیں اور تین ماہ تک روزانہ ایک مرتبہ استعمال کیا جائے یا تین ماہ کے لئے ایک مرتبہ کا استعمال کافی ہے۔ براہ کرم بہن موصوفہ محترمہ بجواب تحریر فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔ پتہ بمحل عالیجناب مولوی احمد علی خاں صاحب نواب پورہ اور نگ آباد دکن

دُوربین

سیاسی گتھیاں

یورپ کی بساط سیاست پر حکمت عملی کے مہرے عجیب طرح چلائے جارہے ہیں۔ ایک طرف جمعیۃ الاقوام کو برطانیہ اور فرانس کی طاقت اور چیرہ دستی کا آلۂ کار سمجھ کے جاپان، جرمنی اور اطالیہ حلیف بن گئے دوسری طرف کمزور اقوام کو معلوم ہوگیا ہے کہ جمعیۃ محض ایک ڈھونگ ہے ورنہ اس کا مقصد محض برطانیہ اور فرانس کی آرزوؤں کی تکمیل ہے۔ جنگ عظیم کے بعد جو فوائد ان دونوں کو حاصل ہوئے ان کا استقلال اس کا نصب العین ہے۔ خود برطانیہ اور فرانس میں باہم پہلا سا اعتماد و اتحاد نہیں رہا۔ جب جرمنی نے رائن لینڈ میں اپنی فوجیں معاہدہ ورسیلز کے خلاف قائم کیں تو فرانس اس میں اپنے لئے خطرہ دیکھ کے بے چین ہوا مگر برطانیہ نے اس کی مدد نہ کی جب اطالیہ نے حبش پر قبضہ کیا اور برطانیہ کی بین الاقوامی حالت مخدوش ہوئی تو فرانس نے برطانیہ کی مدد نہ کی۔ پھر اطالیہ اور جرمنی نے باغیوں کو مدد دے کے ان کا ملک پر قبضہ کرادیا جس سے فرانس کی حالت اور مخدوش ہوگئی وہ ہر طرف سے اب دشمنوں سے گھر گیا۔ برطانیہ نے فرانس کی متذبذب حالت سے کوئی توقع سود و بہبود نہ دیکھ کے اب اطالیہ سے اتحاد کرنے کا اقدام کیا ہے، مسٹر چرچل نے صاف صاف کہدیا ہے کہ مسولینی اپنی اندرونی مشکلات میں مبتلا ہے ہم تیار ہیں کہ ہم اسے ان سے نجات دیں اور اس سے اتحاد کریں۔ اس پالیسی سے ناخوش ہو کے انگلستان کے وزیر خارجہ مسٹر ایڈن نے استعفیٰ دیدیا کہ وزیر اعظم اطالیہ کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنے کی فکر میں ہے۔ اطالیہ کے معاہدات کا اعتبار نہیں۔ جنگ عظیم میں اس نے اپنے حلیفوں جرمنی و آسٹریا کا ساتھ چھوڑدیا تھا۔ ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ موقع پڑنے پر برطانیہ کو اس کے اتحاد سے فائدہ پہنچے برطانیہ اور اطالیہ کی بین الاقوامی رقابت ایسی نہیں کہ انھیں معاہدات دُور کرسکیں۔ مسٹر ایڈن کی جگہ لارڈ ہیلی فکس (سابق لارڈ ارون) وزیر خارجہ مقرر ہوئے ہیں

روس کی طرف جاپان اور جرمنی منہ پھاڑے بیٹھے ہیں اور اس بدنصیب ملک کی یہ حالت ہے کہ سٹالین نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد بے شمار لیڈروں کو مرواڈالا اب پھر ۲۱ آدمیوں کو سزائے موت دی گئی ہے جن میں بعض مشہور آدمی بھی ہیں الزام ان پر ایسے لگائے گئے کہ بیوقوف سے بیوقوف کو بھی یقین نہیں آسکتا۔ وقت آئے گا کہ ضرورت پڑنے پر ایک بھی لائق آدمی روس کو تباہی سے بچانے کے لئے موجود نہ ہوگا اور دشمن اس کی تکابوٹی کرلیں گے

اطالیہ برطانیہ سے مطالبہ کی صورت پیدا کررہا ہے کہ نہر سوئز میں انگریز فوج کم کریں۔ کیونکہ اس سے اطالیہ کو اندیشہ رہتا ہے۔ یا اس نہر کی حفاظت میں خود اسے بھی شریک کیا جائے۔ یا اس کی حفاظت صرف مصر کے ہی سپرد کردی جائے۔ اگر انگریز بحر روم میں اپنا بیڑہ کم کردیں تو اطالیہ بھی طرابلس میں اپنی فوج کم کردے گا۔ یہ سب کچھ مصر کے لئے چالبازی ہے۔

جنگ چین و جاپان

شمالی اور جنوبی چین کی سرحد پر ایسی سخت جنگ ہورہی ہے کہ شروع سے اب تک نہ ہوئی تھی۔ جس درہ سے جنوبی چین کو راستہ جاتا ہے وہاں دوجگہ جاپانی قبضہ کرنے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہیں چینی چپہ چپہ زمین کے لئے لڑنے مرنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ چینی طیاروں نے جزیرہ فارموسہ میں دو جاپانی شہروں پر بم باری کی۔ اور متعدد جاپانی طیارے تباہ کرڈالے۔ اس کے جواب میں جاپانیوں نے بھی چینی شہروں پر حملے شروع کردیئے ہیں۔

جاپان نے مرکزی چین سے غیر ملکیوں کو نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ برطانیہ نے اس کی تعمیل پر رضامندی ظاہر کردی ہے مگر امریکہ نے تعمیل سے انکار کرکے لکھا ہے کہ اگر کوئی امریکی زخمی ہوا یا کسی کی جائداد کو نقصان پہنچا تو جاپان ذمہ دار ہوگا۔

آسٹریا پر جرمنی قبضہ

جنگ عظیم میں آسٹریا ہنگری ایک بہت بڑی سلطنت تھی۔ جس کی بندرگاہ بحر ایڈریاٹک میں تھی صلح کے بعد اس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔ اور آسٹریا کو ایک چھوٹی سی ریاست بناکے سمندر سے ہزاروں میل دور

کردیا گیا۔ اس کا نتیجہ جرمنی کے لئے بیس سال بعد بہت اچھا ہوگیا اور برطانیہ اور فرانس کے لئے بے حد خراب۔ جب سے جرمنی میں دم آیا وہ آسٹریا کو اپنے ملک میں جذب کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ جرمنی ہے۔ خود ہٹلر آسٹریا میں پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ سے آسٹریا کی حکومت اور جرمنی میں کشمکش ہو رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں آسٹریا کا پستہ قد حاکم [illegible] ڈولفس قتل ہوگیا اُس وقت تک آسٹریا جرمنی کے اقتدار سے بہت دور تھا۔ اب ششنگ چانسلر بنا تو اُس پر جرمنی کا دباؤ پڑنا شروع ہوا۔ اُس نے لوگوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے رائے شماری کا اعلان کیا۔ یہ طریقہ جرمنی کو ناپسند ہوا کیونکہ اس طریقہ سے یقیناً آسٹروی جرمنی سے الحاق پسند نہ کرتے۔ جرمنی نے الٹی میٹم دیا کہ یہ رائے شماری ترک کی جائے اور ششنگ مستعفی ہو جائے۔ ششنگ نے پہلا مطالبہ منظور کر لیا لیکن استعفیٰ نہ دیا۔ اس پر ۱۲ گھنٹے کا الٹی میٹم دیا گیا جس پر ڈاکٹر کو استعفیٰ دینا پڑا۔ راتوں رات جرمنی افواج آسٹریا میں داخل ہو کے سارے ملک پر قابض ہوگئیں۔ ششنگ کو قید کر لیا گیا۔ اب طاقت کے سامنے سب آسٹروی ہٹلر کے ہم آہنگ ہوگئے۔ رائے لی جائے تو اب سب کی رائے جرمنی کے ساتھ الحاق ہو جانے کے حق میں ہو۔ برطانیہ نے اس طرز عمل پر جرمنی کو سخت کارروائی کی دھمکی دی۔ جرمنی نے صرف یہ جواب دیا کہ یہ احتجاج ۲۰ سال بعد از وقت ہے۔ یعنی یہ اعتراض ۲۰ برس پہلے ہونا چاہئے تھا۔ جب دنیا کی آزادی سلب کر لی گئی تھی۔ حالانکہ اعلان یہ کیا گیا تھا کہ کسی کی آزادی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے برطانیہ کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں اور اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ ہٹلر آسٹریا کے دارالسلطنت ویانا میں آیا اس کا بڑے زور شور سے خیر مقدم ادا کیا گیا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ ہمارا مقصد حاصل ہوگیا ہے ایک قوم ایک ریشتاغ (جرمن پارلیمنٹ) اور ایک ہٹلر۔

اطالیہ کے مسولینی نے ہٹلر کا اس معاملہ میں ساتھ دیا ہے۔ ہٹلر نے مسولینی کا شکریہ ادا کیا کہ میں تمہارے خاموش رہنے کے احسان کو کبھی نہ بھولوں گا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ ہماری گاڑھی دوستی کا پہلا ثمرہ ہے۔

آسٹریا ہنگری میں ایک صوبہ زیکو سلوکیہ بنایا گیا تھا اور ایک ٹائرول۔ زیکو سلوکیہ کو جرمنی حملہ کا خدشہ ہو رہا ہے۔ فرانس نے اس کے سفیر کو مطلع کر دیا ہے کہ اگر جرمنی نے اس پر حملہ کیا تو وہ اپنے کسی حلیف سے مشورہ کئے بغیر اس کی امداد کرے گا۔ یعنی وہ جرمنی پر حملہ کر دے گا۔ جرمنی وہ سب علاقے اپنے ملک میں شامل کر لینا چاہتا ہے جہاں جرمن زبان بولی جاتی ہے مثلاً سوئٹزرلینڈ کا وہ حصہ جو اس کے پایہ تخت برن تک چلا گیا ہے۔ ٹائرول۔ زیکو سلوکیہ السیس (جو جنگ عظیم کے بعد فرانس کو دیدیا گیا)

آسٹریا کی ۵۰ ہزار فوج جرمن فوج میں ملا دی گئی ہے آسٹروی فوج کو ہٹلر کا حلف وفاداری دیا گیا۔ پہلے چانسلر ڈاکٹر ڈولفس کا قاتل رہا کر دیا گیا ہے اور اُسے ایک بڑا عہدہ بھی دیدیا گیا ہے انگریزوں نے آسٹریا کو جرمنی کا جزو تسلیم کر لیا ہے اور اُنھوں نے صاف صاف کہدیا ہے کہ بغیر لڑائی کے آسٹریا کی آزادی واپس نہیں لائی جا سکتی اور ہم جنگ کے لئے تیار نہیں۔

حج کے اعداد

اس سال جدہ کے رستہ جو حاجی پہنچے اُن کی تعداد کے لحاظ سے اول جاوا، اور دوم ہندوستان رہا۔ جاوا سے ۱۴۹۷۶ بالغ اور ۱۱۱۳ بچے اور ہندوستان سے ۱۴۸۳۰ بالغ اور ۴۰۸ بچے حج کو گئے اُس سال کل ۶۳۷۸۸ جدہ کے راستے سے حاجی گئے۔ ان میں ۲۹۹۰ بچے تھے۔ بری راستہ سے ۴۳۴۶ حج کو گئے اس طرح کل میزان ۶۷۲۲۴ ہوئی نجد و عرب کے حاجی ملا کے کل تعداد ایک لاکھ ۲۰ ہزار ۹ سو تھی۔ ملک وار تعداد حسب ذیل ہے۔ سینیگال ۷ بالغ۔ کیپ ٹاون ۲۷ بالغ ۳ بچے۔ زنجبار ۲۳۲ و ۴ ۔ ہالی ۶۶۸ ۔ ۳۸ ترکی ۱۶۵ ۔ ۶ ۔ عراق ۱۳ فلسطین ۳۶۷ ۔ شام ۱۵۴۴ ۔ ۸ ۔ چین ۵۳ ۔ ۲ ۔ ترکستان (بخارا) ۸۰۶ ۔ ۴۷ ۔ وسطی افریقہ ۵۰۴ ۔ ۱۰۱ ۔ افغانستان ۷۰۵ ۔ ۳۴ ۔ مسقط ۲۷۵ ۔ ۵ ۔ مصر ۹۸۸۵ ۔ ۲۰۱ ۔ طرابلس الجیریا مراکش ۳۱۷۸ ۔ ۶۲ ۔ سوڈان ۲۰۲۹ ۔ ۲۵ ۔ اطالوی سمالی لینڈ ۷۶۶ ۔ ۵ حبش ۴۹۹ ۔ ۲ حضرموت ۵۹۰ ۔ ۱۷ یمن ۵۵۵ بالغ ۲ بچے ایران ۱۱ جاپان ۴ ۔ یگوسلاویہ ۵۹ کرد ۲۷ بالغ

تاروں کا جھرمٹ

شاہ البانیہ کی عیسائی منگیتر مسلمان ہوگئی ہے۔ شادی اپریل کے آخر میں ہوگی۔ پاپائے روم نے اس شادی میں یہ شرط لگادی تھی کہ نکاح کیتھولک مذہب کے مطابق ہوگا اور اولاد بھی عیسائی ہوگی۔ اور اس کا اقرارنامہ

ضرورت رشتہ

مجھے اپنے بچھڑے ہوئے دینی بھائی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ آپ انڈیا گورنمنٹ میں [illegible] عہدہ پر بمشاہرہ -/750 روپیہ ماہوار ممتاز ہیں۔ یورپ کے ڈگری یافتہ، مشہور مقرر۔ علامہ۔ مصنف اور شاعر ہیں۔ نہایت دیو ہیکل جوانمرد ہیں۔ لڑکی دوشیزہ پردہ دار۔ خوبصورت اور شریف ہونا لازم ہے۔ اگر غریب ہو تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی نوابی یا پرانے شاہی خاندان کی فرد ہو۔ جملہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائیگی۔

"ہما"
معرفت
مینجر عصمت - دہلی

برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ غیر جنگی ملازمتوں پر عورتوں کو رکھ لیا جائے۔ تاکہ جنگ ہونے پر مرد میدان جنگ میں جا سکیں۔ موٹر چلانے کلرکی اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے دو ہزار افسر اور ۲۳ ہزار معمولی ملازم عورتیں بھرتی کی جائیں گی۔ معمولی ملازمت کی میعاد چار سال ہے۔ جس کے خاتمہ پر بھرتی دوبارہ ہو سکتی ہے۔ افسری کے لئے کوئی میعاد نہیں۔

افسوس ہے نواب سر محمد مزمل اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ کا انتقال ہو گیا۔ وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے سر سید کی پارٹی کے وہ آخری آدمی تھے۔ فاضل اور مخیر بزرگ تھے۔ بہت سے قومی کام ان کی فیاضی کے رہین منت تھے۔ جب ان کے والد مرے تو ۱۲ ہزار سالانہ کی جائداد چھوڑی جسے مرحوم نے اس قدر بڑھایا کہ اب ان کی سالانہ آمدنی ۴½ لاکھ روپیہ ہے۔

پالگھاٹ میں ایک مسلمان نے اپنا مال اڑا کے اپنی ۲۲ سالہ بیوی پر تقاضہ شروع کیا کہ اپنی ذاتی ۴ ہزار کی جائداد اس کے حوالہ کر دے۔ اس کے انکار کرنے پر اس نے بدسلوکی شروع کر دی۔ وہ تنگ آ کے اپنے بھائیوں کے گھر آ کے رہنے لگی۔ ایک روز وہ اس بھائیوں کے گھر گیا اور اپنے کئے پر پشیمان ہوا۔ رات کو اسے لیٹ جانے دیا گیا کیونکہ بھائیوں کا دل صاف ہو گیا۔ آدھی رات کو اس چاقو سے جسے وہ ساتھ لایا تھا بیوی کا گلا کاٹ دیا۔ شیر خوار بچہ پاس لیٹا تھا۔ گلے کی خرخراہٹ پر بھائی اور اس کا بیٹا دوڑے ...ن کو بھی اس نے چھری ماری۔ آخر وہ گرفتار ہوا۔ اب اسے سزائے موت ملی ہے۔

سیٹھ دلمیا نے حصار میں گئو رکھشا کے لئے ۱۵ ہزار روپیہ چندہ کا اعلان کیا۔

...ہور میں ایک مسلمان مشین سے چارہ کاٹ رہا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پھنس گئے اور کٹ گئے۔

...صوبجات متحدہ کی پہلوان امید بانو نے پچھلے دنوں آگرے میں ایک پنجابی پہلوان کو چت کر دیا تھا۔ اب اس کی امرتسر میں ایک پنجابی ...ان سے کشتی ہوئی لیکن کوئی کسی کو نہ گرا سکا۔ دونوں برابر قرار دیئے گئے۔

...سجد شہید گنج کا اپیل پریوی کونسل میں دائر کر دیا گیا۔ عدالت عالیہ نے سماعت منظور کر لی ہے۔

...سے طرابلس کو ۲۰ ہزار اطالوی آباد ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔

...اتاترک جگر کے عارضہ میں سخت بیمار ہیں۔ کبھی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ کبھی صحت کی کیفیت نظر آنے لگتی ہے۔ ان کی علالت ...کھتے ہوئے ترکی کابینہ کا جلسہ ہو رہا ہے کہ ہنگامی طور سے کون ان کی جگہ کام کرے۔ قرعۂ فال جنرل عصمت پاشا کے نام پڑتا ...نظر آتا ہے۔

کلکتہ میں مسلمان لڑکیوں کے کالج کی تعمیر کی تدابیر مکمل ہو چکی ہیں۔ وزیر تعلیم مولوی اے۔ کے فضل الحق گورنر صاحب بنگالہ کو سنگ بنیاد رکھنے کے لئے مدعو کریں گے۔

ہسپانیہ کی جنگ میں میڈرڈ کی جنگ کے وقت دو بھائی عجیب طرح سے موت سے بغلگیر ہوئے۔ بڑا بھائی حکومت کی طرف سے اور چھوٹا باغیوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ کہ باغی لشکر بری طرح پھنس گیا۔ موسمی بخار نے بھی پر آ جما یا۔ چھوٹا بیمار ہو گیا۔ بڑے کو پتہ لگا تو اس نے خفیہ طور سے کونین ہدایات سمیت بھیجی۔ آخر وہ اچھا ہو گیا۔ مگر فوراً ہی دونوں لشکروں میں ایک رات کو دست بدست لڑائی ہو گئی۔ بڑے بھائی نے اپنے حریف کو مارا۔ جو صبح کو اس کا چھوٹا بھائی ثابت ہوا۔ اس نے فوراً پستول مار کے اپنا خاتمہ کر لیا۔ سیاست نے دونوں کو علیحدہ کر دیا تھا۔ موت نے اس طرح انھیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

دونوں کو لکھنا پڑے گا۔ زوفو نے اس سے انکار کیا۔ منگیتر نے فوراً اسلام قبول کر کے اس گتھی کو سلجھا دیا۔

سابق شاہ ایڈورڈ کی زوجہ ڈچز آف ونڈسر پر امریکہ میں عمل جراحی کیا جائے گا۔ اُن کی آنتیں خراب ہیں۔ ڈاکٹروں نے رائے دی ہے کہ بغیر عمل جراحی کے وہ سال بھر سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتیں

انجمن حمایت اسلام لاہور کو پچھلے دنوں بیگم شیخ عبدالعزیز پنشنر ڈی۔ آئی۔ جی پولیس نے ۱۸ ہزار روپیہ کی ایک شاندار عمارت وقف کی تھی۔ اب بیگم شاہنواز نے تین ہزار کنال زمین انجمن کے نام وقف کر دی ہے۔ اس کی آمدنی دس پندرہ ہزار روپیہ کے درمیان ہے نہر کا پانی وہاں پہنچ جانے پر آمدنی ۵۰۔ ۶۰ ہزار تک پہنچ جائے گی۔

ترکی نے اس سال چار آبدوزوں کا اپنی بحری طاقت میں اضافہ کیا ہے۔ دو ترکی ہی میں تیار ہوئیں اور دو جرمنی کے مشہور کارخانہ کرپ میں۔ ترکی بیڑہ پہلے کے مقابلہ میں اب سات گنا ہے۔ مصطفیٰ کمال نے ایران ترکی۔ افغانستان اور عراق کا ایک متحدہ محاذ قائم کیا ہے۔ بوقت ضرورت چاروں تعاون کرینگے۔ ترکی جرنیل عراق کی فوجی تنظیم کر رہے ہیں۔

صوبجات متحدہ کی حکومت نے بارہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے لئے ۵۹ ہزار روپیہ منظور کیا ہے تاکہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں ایک ایک زنانہ مدرسہ کے لئے عمارت تعمیر کرائیں

صوبہ بہار میں سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء میں ۱۳۶ اُردو مدارس بند کئے گئے اور ۴۹۵ مسلمان لڑکے مدارس میں اُردو کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہندی پڑھنے پر مجبور کئے گئے۔ ۲۳۴۴۵ لڑکے اس وقت ہندی مدارس میں جنہیں پاٹشالہ کہا جاتا ہے پڑھ رہے ہیں۔

لاہور کے ایک بازار میں ایک مسلمان پر جو ٹوپ اور کوٹ پتلون پہنے تھا ہندوؤں نے ہولی کا رنگ ڈالا۔ اس کے اعتراض پر ہندو جمع ہو گئے بعد میں ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا اور لاٹھیاں اور چاقو استعمال کئے گئے اور نصف درجن کے قریب آدمی زخمی ہوئے۔

کولمبو میں ایک ۲۰ سالہ عیسائی عورت نے اپنے ۳۲ سالہ شوہر پر علیحدگی کا دعویٰ کیا۔ ان کی شادی جولائی سنہ ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی مگر جلد ہی صاحب کا خانہ ہو گیا وہ برابر بیوی کو پریشان کرتا رہا۔ اور ایک رات شراب کے نشے میں اس کا گلا بھی گھونٹ دیا بیوی نے بیرحمی کی بنا پر دعویٰ کیا کہ اُسے ۵ بجے صبح ہی اُٹھا کے بٹھا دیا جاتا ہے وہ سارے گھر میں روزانہ خود جھاڑو دینے سامان جھاڑن سے صاف کرنے کھانے کے وقت گھنٹوں شوہر کے انتظار کرنے اور دوپہر کو کھانا کھا کے نہ سونے پر مجبور کی جاتی ہے۔

ایک ڈاکٹر کو انگلستان میں دل کی بیماری تھی۔ اُسے معلوم ہوا کہ اُس کا وقت قریب ہے وہ گھر سے پندرہ میل دور تھا وہ موٹر میں بیٹھ کے جیسے بنا گھر آیا راستہ میں ایک بار دل نے جواب دینا شروع کر دیا۔ آخر گھر آ کر بیوی کی گود میں گر پڑا۔ ڈاکٹر بلانے کو کہا شفا خانے میں اُسے لے گئے وہیں وہ مر گیا بیوی نے بتایا کہ بڑی مشکل سے اپنی تکلیف کی حالت میں ہی مرنے والے نے بتایا کہ محض اس خیال سے کہ میں نے اپنا حال لکھا تو تم گھبرا جاؤ گی خود جیسے بنا آنا پسند کیا۔ اس کی عمر ۵۶ سال تھی۔ اور دو بیٹے ۱۶ و ۱۵ برس کے اور ایک لڑکی ۱۴ برس کی چھوڑی ہے۔

بمبئی کے ایک کارخانہ میں ایک مسلمان ملازم تھا وہ سرمایہ دور اندیشی (پراویڈنٹ فنڈ) میں چندہ دیتا تھا۔ وہ مر گیا۔ کمپنی دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ بیوہ نے سود پڑھنے کے خیال سے روپیہ نہ مانگا۔ جب مانگا تو کمپنی نے انکار کر دیا کہ میعاد سے باہر ہو گیا ہے علاوہ ازیں اس کا شوہر برخاست ہو چکا تھا۔ عدالت عالیہ بمبئی نے بیوہ کو ۴۷۰۰ روپیہ مع سود کی ڈگری دے دی۔ اور قرار دیا کہ برخاستگی ثابت نہیں کوئی کارخانہ اس طرح سرمایہ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ ایسی کارروائی فریق متعلق کو نوٹس دینے کے بعد کی جانی چاہئے تھی۔

تین ماہ میں حبش میں ۲۹ اطالوی افسر مارے جا چکے ہیں تیرہ افسر اور ۱۳ ماتحت افسر مختلف بیماریوں میں مر گئے۔ مسولینی مزدوروں اور کسانوں کو جہاز بھر بھر کے حبش میں آباد کرنے کے لئے بھیج رہا ہے وہ جنگلوں کو کاٹ کاٹ کے رہیں گے۔ اس سے مصر والوں کو ڈر ہو گیا ہے کہ نیلے نیل کا پانی جنگلی رکاوٹوں کی وجہ سے معمولی رفتار سے آتا ہے جنگل کٹ جانے کی وجہ سے اس زور سے پانی آیا کریگا کہ دریائے نیل ایک مصیبت بن جائیگا۔ اور مصر تباہ ہو جائے گا۔

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

عصمہ

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	ناشس کباب
کھوئے کی پڈنگ	اسنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نا. نگی بھری پڈنگ	سیبے پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
.وز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
.ناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی، مرغ جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے، پوری۔ کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**

ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی، اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت دکرم چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے علاوہ

عصمہ

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی نے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے کمل طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸/

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چار۔ کوکو۔ شربت لسی، فالودہ، آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک، ٹوسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے، اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰/

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے، کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸/

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰/)

مذاقیہ کھانے

دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے ہر طرح مذاق کرنیکے لئے نہایت دلچسپ کتاب جسمیں ہر چیز تیار کرنے کی ترکیب ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی بجائے اس کتاب سے شائستہ مذاق کو ...

مشرقی و مغربی کھانے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جاچکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائیوں کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ نفیس بیگم صاحبہ موئد کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ عمدہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بگلا نما گاڑی	[illegible]	گوٹا ٹانٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
ہرنی مع مشک	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلاویز جھالریں	۶ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پردار گھوڑے
کارڈ بیس	راج ہنس	بچہ مع تیر و کمان
ایک خاتون مع پنکھا	ٹی کوزی، ترنے	گلدستے و گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنادیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب بار دوم چھپی ہے قیمت ۱۲؍

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آجتک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ غلام فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب		نمونے
باب ۱	خوبصورت فریم شیلف یا محراب تاج محل عید کا تحفہ وغیرہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے	۶۲
باب ۳	مختلف وضع کے بنے پھول	۴۴
باب ۴	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۸
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	بیل کلابتہ، پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۷
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۸
باب ۹	قمیص کے کف	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق، مثلاً ٹی کوزی بچوں کے بب۔ جوتہ۔ پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی موزہ وغیرہ۔	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونوں کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں ہی ہر چیز کا سوزن، رنگ لکھ دیا ہے پھر خوشنما رنگے ہوئے تمام نمونے نہایت صاف ہیں۔ اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آجتک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی کاڑھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب کے سب نئے نمونے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آچکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی۔ ٹائٹل رنگین صفحات ۱۲۰ اسکی قیمت ۱۲؍

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد پیشے بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پڑھی لکھی عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو آسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنادے گی۔ قیمت آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو با آسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۴ وضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۳۶ جھالریں
۱۴ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ انسرشن قدری وغیرہ	۴ جالیاں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ ہمس بار	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کنارہ	۲ پنکھے	۳ منی بیگ
۷ بیڈنگ کے نمونے	۲ پردے	گلاس پوش پنکھے
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہر اقلام۔ بیلیں	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ ۱۰ عدد

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کیجاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
بلاؤز کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	جگنو نما لیس	برگ نما نوڑی
آسان بیل	عینک نما بیل	کے کناروں کی لیس	دانتی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار ۰	گنگرے دار لیس	ہلال نما لیس
دوپٹہ کی بیل ۲	چوکڑی ۰	الگنی دار لیس	بلاؤز کی لیس ۲
فراک کی ۰ ۰	گلے کی کٹین کی	موسےدار لیس	دوپٹہ کی لیس
ساڑھی کی ۰ ۰ ۴	دامن کی بیل	اوپھر لڑیاں	لوز نما لیس
اوڑھنی ۰	حاشیہ کی	بجدہ دار	سادہ لیس
قیمرکا گھیر	نفیس بیل	وکٹ لڑیاں	شلوکہ کا گھیر
		غیر فیتہ کی جالی	دلکش لیس پائینہ
		سہ لڑی ۰	جہندی کا گھیر کس

یہ موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیبیں اور ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوآموز بھی پہلا [illegible] بعض ترکیبیں ۲-۳-۳ اور ۲-۳ سطروں میں ہیں [illegible] نمونے نہایت اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں وقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائٹل دو رنگ کا باتصویر خوبصورت قیمت دو روپے ۲؍

(۶) عصمتی دستکاری	ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری
(۷) سیلی دستکاری کا کام	جگہ ملاحظہ فرمائیے
(۸) [illegible]	

The ISMAT. Delhi.
عصمت
اگست ۱۹۳۸ء

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر پر سکہ بیٹھ چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔ علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرز بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نور جہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ و وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

(۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستان خاتون متفقہ طور پر ان کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرزِ زندگی۔ پیچ کی فسخ۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور درد انگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے ان کی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ رہنما لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اس موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل نے نہایت شاندار ریو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ [illegible] مجلد [illegible]

(۲) پیکرِ وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں آ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ۔ اخبار کشمیری کی رائے پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے "پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

(۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اس کی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بے حد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت [illegible]

(۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اصل، عالم نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدائی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، بچوں کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جنکی عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" زمانہ دھرم کی رائے "یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے "مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے" اخبار وکیل "جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین بلند پایہ ہیں" روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

(۱) مشیرِ نسواں یا زُہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرز بیان بحد آسان اکابرینِ قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے" اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ "کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے" مخبر دکن کا ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" شوکت اسلام کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں" اخبار تہذیب نسواں کا ریویو "اس قصہ کو مصنف نے نہایت دلچسپ اور پُر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت [illegible]

(۲) سرگذشتِ ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ "سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے" بیگم صاحبہ سر عبد القادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے ہے "یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے۔ بار دوم قیمت دس آنہ

(۳) موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت [illegible]

(۴) تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب۔ اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں تو [illegible] کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب انشا کی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت [illegible]

محصول ڈاک بذمہ خریدار

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

حوری بیگم [illegible]	عقل کی باتیں [illegible]	خانہ داری کے تجربے [illegible]	تندرستی ہزار نعمت [illegible]	شمع خاموش (نظمیں) [illegible]
غیرت کی پتلی [illegible]	ہنسی کی باتیں [illegible]			آئینۂ جمال (نظمیں) [illegible]
[illegible] [illegible]	تاریخی لطیفے [illegible]			شہیدِ وفا (افسانے) [illegible]
[illegible] کہانیاں [illegible]	خواتینِ اندلس [illegible]			نغماتِ موت (مضامین) [illegible]

پردہ و تعلیم
بچوں کی تربیت
بچوں کی دنیا
مختصر دنیا
آئینۂ موثر

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں دستیاب ہوئی ہیں

شہیدِ مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کمصر کے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل دس ساد انگیز افسانے ہیں

دو آسمانی مسافر	شہید مغرب	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط و تفریط
صدائے دلگداز	کلو نتیاں	سیمونہ

ان کے مطالعہ سے حب وطنی۔ جوشِ ایمانی، بہادری۔ شجاعت، خودداری، غیرت و حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت عہ

نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہوں ناممکن ہے "نانی عشو" پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں۔ علامہ مغفور نے ہنسی کے مضامین بھی لکھے تو اس کمال کے کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا۔ نانی عشو کے ساتھ ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے عرب اور نگلش، رقاصی، سجدہ ندامت پڑھ کر بھی ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں گے۔ تو دوسرے موقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکیگی۔ چھٹی بار حال ہی شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۰ا۔ اس کے ساتھ ہی ولائتی نفی اور دادا لال بجھکڑ بھی منگا لیے۔

رودادِ قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر۔ اسلم کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے قیصر بیٹیوں کی فریاد بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں بیکس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے اور مسلمان گھرانوں کے حیرت انگیز معاشرتی نقشے ہیں۔ علامہ مرحوم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دلِ دردمند تڑپ اٹھتے ہیں چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۰ا

گرفتارِ قفس

روداد قفس کا دوسرا حصہ۔ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ قیمت ۴ر

گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی۔ ام جعفر کی عید۔ ترکن ماں کی عید۔ ایسے ایسے سبق آموز افسانے اور مضامین عید کے متعلق ہیں۔ سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے۔ رمضان شریف میں کیا کرنا چاہیے۔ اس کا جواب گلدستہ عید سے ملے گا جو ایک طرف علمی عید ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے قیمت ۸ر

تاریخ و سیر ادب و انشاء

آمنہ کالال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف پڑھی لکھی عورتوں کی مجلس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے

اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

سیّدہ کالال

شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے فضائل۔ سرور کائنات صلعم کی رحلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور دردناک مرثیے جنگ جمل، جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ و سنی اختلافات کی ترقیاں۔ بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست۔ امام حسن کی شہادت۔ یزید کی حکومت کی پوری کیفیت جس سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے۔ حضرت مسلم اُن کے بچوں اور حضرت حر کی شہادت۔ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا میدان کربلا میں بے مثل ایثار۔ شہادت حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ۔ کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد۔ سیّدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں۔ ابن زیاد اور یزید کے دربار۔ شیعہ سنی اختلاف پر تبصرہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا انجام اور خدائی فیصلہ۔ یوں تو تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔ ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل درد انگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں۔ تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی۔ شہادت کی یہی کتاب پڑھتے ہیں۔ یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں ضخامت ڈھائی سو صفحے پانچ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ا

الزہرا

اُردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہیئے۔ بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہیئے دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مصور غم کا قلم آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

نوبتِ پنج روزہ

شاہجہان آباد اجڑ چکا۔ مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں۔ اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس۔ قلعہ معلیٰ کی بہاریں۔ شاہی جھگڑے۔ میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیرغیب۔ شاہ بُرے۔ اور کوٹلہ کے جشن شہری آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت۔ رمضان۔ عید سلونو۔ سالگرہ کے تزک و احتشام۔ شادی بیاہ کے رسوم۔ دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبتِ پنجروزہ یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری

محصولڈاک بذمہ خریدار۔

تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اور اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوادیں گی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۵۷ء کے واقعات۔ بجروں کا ظلم۔ مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے مصائب۔ ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی تصویریں بھی دیگئی ہیں قیمت ۱۲؍ پانچواں ایڈیشن بھی ختم کے قریب ہے۔

قلبِ حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ۔ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے۔ طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھنے پھر بھی جی نہ بھرے ایک ایک فقرہ حفظ کرنے کو جی چاہتا ہے قیمت ۸؍

وداعِ خاتون

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اگر ایک طرف ہندوستان کی مایہ ناز انشا پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بحیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزہ آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں۔ یہ وہ مضامین ہیں جو مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ قیمت ۸؍

امین کا دمِ واپسین

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادے امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک دردانگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم نے نقشہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں۔ قیمت ۴؍

اِسلامی تاریخ افسانہ کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی ان تصانیف کا اشتہار تھا جو عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں ہیں اور ان میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا اور ان پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ سب کتابیں عورتوں کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ لیکن اب تاریخی ناولوں کی فہرست ہے۔ جنہیں بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں لیکن کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے کہیں جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے۔ بہت مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کے طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے قیمت ۱۲؍

محبوبۂ خداوند

قرن اولیٰ کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ خیز جانبازیاں پڑھنے والوں کو مبہوت بنادیتی ہیں۔ طرابلس کا مقدس خداوند کا رقیب شمالی افریقہ کی حسینہ سفیریہ کو قابو میں کرنے کے لئے اپنے فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے۔ اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے حل ہو گا حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کی ہولناک لڑائیوں کے حالات جن کا ہر باب کلیجہ کے پار ہوتا ہے۔ چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲؍

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کر دیتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھہرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے۔ یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے قیمت ۴؍

منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت و محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں حلقیہ اور شہزادی نیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵؍

دُرِّ شہوار

ایران، ماژندران، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔ بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات۔ شہزادی سبطورہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب قیمت ۸؍

سودائے نقد

جس سے معلوم ہو گا کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیا زبردست گناہ ہے دو سگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل۔ محبت کا جوش غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت ۵؍

یاسمینِ شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب اسلام و عیسائیت کے معرکے تسخیر اردن، بیسان، حمص۔ بعلبک ارسنا حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس۔ اور یرموک کے میدان میں مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی محصول لڈاک بذمہ خریدار

کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی۔ جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ۔ خالدؓ بن ولید اور شرجیلؓ کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی۔ جرأت، جانبازی اور اشیا کے دل ہلا دینے واقعات کا **یاسمین شام** میں مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ۔ خدا ترس ماں۔ اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے حال ہی جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ۱۲

تیغ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے مفصل حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے مناظر دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھیے جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا، کیے گئے ہیں۔ شہزادی کونٹ کوئنٹ کا فسانۂ محبت مصطفےٰ کمال کا سب کے دانت کھٹے کرنا اور جدید ترکی کی بنا ڈالنا واقعات درد انگیز بہر علامہ راشد الخیری کا قلم قیمت ایک روپیہ

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے

اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لیے ان کی سمجھ کے مطابق انھیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے۔ عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے۔ جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔ قیمت ۱۲ر

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غم نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں۔ اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰ر

محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہان سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں۔ قیمت ۶ر

بزمِ رفتگان

اُردو ادب کی غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایۂ ناز خواتین اور باکمال شعراء و ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں۔ حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزم رفتگان کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰ر

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ اور ہنرمند کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے

و

لیے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں۔ یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے۔ یہی ہیں وہ مضامین جنھوں نے دو تین سو پچاس نہیں ہزارہا عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور کامیاب گھروالی بن کر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں۔ قیمت ۱۲

سیاحتِ ہند

ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے حالات عصمت اور بنات میں شائع فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ درد مند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے۔ جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے واقفیت ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت ۱۲ر

بیفکری کا آخری دن

اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لیے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھنے لگیں۔ خوشگوار زندگی گذارنے کی تیاری کر سکیں۔ اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوارپنے کی قدر کریں۔ قیمت ۸ر

احکامِ نسواں

عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور صاف ستھری زبان میں واضح طور پر ہوگی۔ تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے۔ اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم احکام جمع کر لئے گئے ہیں۔ کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہیئے۔ اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

دُعائیں

حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف۔ ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لیے دعائیں تو مانگتے ہیں۔ مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں۔ مصورِ غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں۔ جو اس قدر سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں۔ سرورِ کائناتؐ اور آپ کے عزیزوں کی دعائیں بھی ہیں، باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی۔ قیمت ۸ر

چمنستانِ مغرب

خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت۔ ادب غرض ہر موضوع پر خواتین کے لئے مفید ہو سکتا محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

ہی انگریزی زبان سے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے جنہیں پڑھکر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبع زاد کا دھوکہ ہوتا ہے۔ مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو ہر معنی زبان میں منتقل کیا تو اس سلیقہ کے ساتھ کہ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اٹھانے کے علاوہ کام کی باتوں سے بھی فائدہ اٹھا سکیں قیمت عہ

دلّی کی آخری بہار

۶۰ برس پہلے دلی کیا تھی۔ مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے۔ میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت۔ تعلقات۔ وضعداری کی درد انگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگر خراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشا پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا۔ قلعہ معلیٰ کی کوثر کی دھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ افسانہ سُن سُنا کر دردمندوں کو تڑپا دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشا کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریائے لطافت ہے کہ بہ رہا ہے۔ ایک مسلہ بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۹۰۳ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت ۶

داستانِ پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے اُن کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضمونوں کا مجموعہ پڑھیے۔ کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دینا۔ علامہ راشد الخیریؒ جیسے بے مثل انشاپرداز مورخ کا کام تھا۔ واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلاویزی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو ناروا حملے کئے ان کے اس قدر مدلل اور دندان شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ با تصویر قیمت ۱۲

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے درد انگیز مضامین ہیں جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی دردانگیز داستانیں ہیں جنہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۱۲

بلبلِ بہار

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردہ کے مختلف پہلوؤں پر طبقۂ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے تہائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا یہ انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصور غم خداداد قابلیت رکھتے تھے۔ کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون ختم نہ کیا جائے۔ پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ قیمت ۱۰

یادگارِ تمدّن

تمدّن حقوق نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا۔ اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے سطرز بیان اس قدر دلآویز اور موثر ہے کہ ایک ایک سطر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اور یہ علامہ مغفور کی بے مثل انشا پردازی کا معمولی کرشمہ ہے۔ قیمت ۶

گردابِ حیات

حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا ہے۔ اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنور گئی۔ قیمت ایک روپیہ۔

بساطِ حیات

چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ۔ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں۔ یہ جانوروں کی زبان معمولی انسانی کہانیاں نہیں۔ قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاح معاشرت کے اسباق بے بہا ہیں قیمت ۶

حور اور انسان

اب سے پچیس سال قبل تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند نہایت موثر اور درد انگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنہوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں تہلکہ مچا دیا تھا اس مجموعہ میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زریں دور اول کے ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں :- حور اور انسان۔ پریوں کی محفل۔ ضمیرہ۔ شرع کا خون۔ انتہائے حمیت۔ ایک روح کی سرگذشت۔ سوکن کی نصیحت۔ ہر افسانہ سبق آموز اور موثر ہے۔ قیمت صرف ۱۲

نشیب و فراز

آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ہر افسانہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ قیمت ۴

دادا لال بُھجکّڑ

پانچ نہایت ہی پُرلطف مزاحیہ قصے جنہیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں محصولڈاک بذمہ خریدار

ولائتی نمفی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصورِ غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس درجہ کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے (۸ر)

مسلمان عورت کے حقوق

اس مجموعے میں حقوق نسواں کی حمایت میں وہ متفرق مضامین ہیں جو گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں عصمت اور دوسرے پرچوں میں نکل کر شریف ہزاروں انسانوں سے آنسوؤں کا خراج حاصل کر چکے ہیں۔ جو مرد خانگی زندگی خوشگوار بنانے کے آرزومند ہیں۔ جو عورتیں معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقعت اور کیا درجہ ہے۔ وہ اس مجموعہ کا مطالعہ کریں جس دل میں مسلمانوں کی ترقی اور بہتری کا درد ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ ان مضامین کو پڑھے اور نہ تڑپ اٹھے۔ ۱۲ر

ساجن موہنی

بہت سی بیبیاں باوجود کوشش کے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتیں کیونکہ انھیں تسخیر شوہر کے گر ہی نہیں معلوم۔ میاں بیوی میں آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے اور زندگی میں بے لطفی پھیکا پن ہی نہیں ناخوشگوار ہی بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔ اس مجموعہ کا مطالعہ نہ صرف شادی شدہ خواتین ہی کے لئے بے انتہا مفید ہے۔ بلکہ ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ ۸ر

خدائی راج اور دوسرے افسانے

اردو کے سب سے پہلے مختصر افسانہ نگار کے آخری افسانوں کا بے مثل مجموعہ جس میں حیاتِ انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے۔ اور جذباتِ انسانی کی درد انگیز ترجمانی کی گئی ہیں۔ پلاٹ۔ مکالمہ۔ کردار نگاری۔ مناظر نویسی۔ جذبات نگاری ہر اعتبار سے یہ افسانے مشرق کے بہترین افسانوں میں سے ہیں۔ جن پر اردو ادب ہمیشہ فخر کرے گا۔ عمر

زیورِ اسلام

مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے نہایت موثر مذہبی مضامین جن کے مطالعہ سے انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی ہستی کیا معنی رکھتی ہے اور آئینہ زندگی کو خطرات سے بچا کر ایک مسلمان کی حیثیت سے پُرلطف و باطمینان زندگی کس طرح بسر کی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے بندوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اور انھیں دینی و دنیاوی فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دینا چاہئے۔ علامہ راشد الخیری ؒ کی ہر تحریر کی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ ادبیت اور مذہبیت۔ خشک سے خشک موضوع کو اس قدر لطیف اور دلآویز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ مجال ہے کہ طبیعت ذرا اکتا جائے معمولی پڑھی لکھی عورتوں ہی کے لئے نہیں تہذیب جدید کی دلدادہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لئے بھی اس مجموعہ میں گراں بہا اسلامی معلومات ہیں کہ وہ زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے میں مدد دیں گی۔ قیمت عمر

شادی کا انتخاب

اس وقت اولاد کی شادی کا انتخاب مسلمانوں کے لئے نہایت اہم مسئلہ ہے۔ کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جہاں والدین پریشان نہ ہوں۔ کہ جوان لڑکیاں بیٹھی ہیں اور موزوں بر نہیں جڑتا۔ لڑکیاں اس معاملہ میں دم بخود ہیں اور والدین بھی حالات کے تحت میں کرنے پر مجبور۔ لڑکیاں شادی کے وقت کیا کریں۔ مذہب اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے۔ لڑکی لڑکے کی شادی کے وقت کن باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ خواتین ہند کے محسن اعظم نے بیمار پڑنے سے قبل ایک مستقل کتاب اس موضوع پر شروع فرمائی تھی لیکن موت نے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی جس قدر صفحے لکھے جا چکے تھے ان کے ساتھ عصمت کے تیس سال کے فائل سے تلاش کرکے اس موضوع پر علامہ مغفور کے زیادہ سے زیادہ مضامین جمع کئے گئے ہیں ۸ر

عالمِ نسواں

ان ملکی اور غیر ملکی واقعات پر جو خواتین بالخصوص مسلمان عورتوں سے متعلق تھے حضرت علامہ مغفور کا اپنے مخصوص پیرایہ میں تبصرہ۔ تحریک نسواں۔ بیداری نسواں۔ آزادی نسواں۔ حریت نسواں۔ سے جنھیں ذرا بھی دلچسپی ہے وہ علامہ مغفور کے جنھوں نے نصف صدی عورتوں کی ترقی اور بہتری کی کوششوں میں ختم کر دی۔ ان گراں بہا خیالات کی قدر کریں گے۔ ۸ر

فریبِ ہستی

وہ بیش بہا مضامین جو اصلاحِ معاشرت اور اصلاحِ اخلاق کے متعلق ہیں اور جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان گھرانے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں۔ اور ان کی حالت درست ہونے کی کیا تدابیر ہیں ۸ر

بکھری ہوئی پتیاں

مختلف موضوعات کے متفرق مضامین۔ اس مجموعہ میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو بعض گذشتہ مجموعوں مثلاً گدڑی میں لال۔ بزمِ رفتگان۔ بے فکری کا آخری دن۔ عروسِ مشرق۔ گردابِ حیات وغیرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ انشائے لطیف اور کئی درد انگیز نظمیں بھی ہیں۔ گویا اس مجموعہ میں لٹریچر میں حضرت علامہ مغفور کی کئی مختلف حیثیتیں نظر آتی ہیں۔ عہ

عصمت کا راشد الخیری نمبر

یہ تاریخی پرچہ ہے جس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے مصلح اعظم کی یاد میں موثر مضامین لکھے اور ان کی تصانیف پر تنقیدیں کیں اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصورِ غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق

مصر کی ملکہ فوزیہ اپنی ایک سہیلی کے ساتھ

دہلی کا مشہور بازار چاندنی چوک
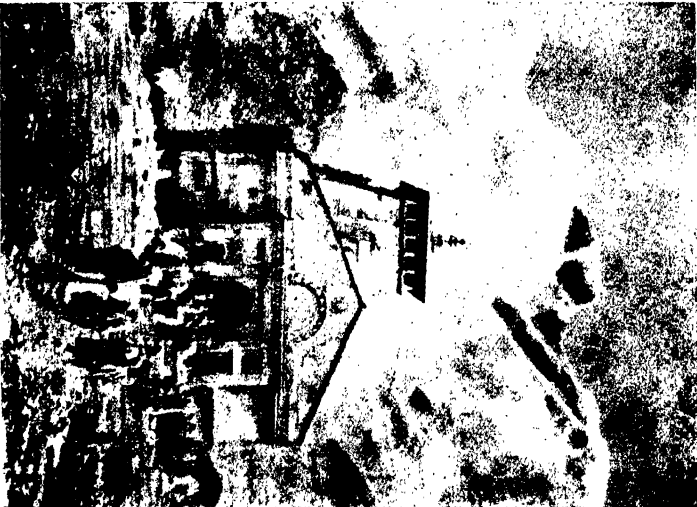
ہندؤں کے مشہور تیرتھ ہردوار کا ایک منظر

رسالہ عصمت دہلی

اکتیسواں (۳۱) سال | بابت ماہ اگست ۱۹۳۸ء عیسوی | جلد ۶۱ نمبر ۲

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ۔ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

سالگرہ نمبر اس دفعہ صرف ایک ماہ کا پرچہ تھا گذشتہ سالگرہ نمبروں کے مقابلے میں اس کی ضخامت کم تھی۔ اس وجہ سے کئی قابل قدر مضامین اس میں درج ہونے رہ گئے تھے۔ سہ رنگی اور دو رنگی تصاویر اور رنگین چھپائی کے صفحات بھی اس میں نہ تھے لیکن اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ توقع سے بڑھ کر اسے مقبولیت حاصل ہوئی اور معاونین عصمت کے خطوط اس کی پسندیدگی کے متعلق روزآنہ موصول ہو رہے ہیں۔

اس پرچہ میں ۱۴۴ صفحے مضامین کے شائع کئے جا رہے ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ عصمتی بہنیں اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر کہ سالگرہ نمبر صرف ایک ماہ کا پرچہ تھا لیکن اس پر لاگت قریب قریب دو ماہ کے پرچوں کی آئی ہے اس پرچہ کی ضخامت کا خیال نہ فرمائیں گی بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ اس پرچہ کے بعض مضامین باریک لکھوا کر ۱۴۴ صفحوں میں قریباً ۱۸۰ صفحوں کے مضامین دیئے جا رہے ہیں۔

سالگرہ نمبر میں انعامات کے اعلان میں ایک غلطی رہ جانے کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ گوہر اقبال حور صاحبہ کو ایک خاص انعام ۵ روپیہ کا اس بات کا دیا گیا ہے کہ ان کی نظمیں موقع اور محل کی مناسبت سے شائع ہوئی تھیں گویا وہ ۵ روپیہ کے نہیں دس روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں۔

حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کے مضمونوں کے مجموعوں کا تیسرا سٹ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شائع ہو گیا۔ اور ان خواتین و حضرات کو جنہوں نے شروع مئی میں پیشگی قیمت مرحمت فرمائی تھی ۲۹ جولائی سے بذریعہ رجسٹرڈ پیکٹ بھیجنا شروع کر دیا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ اگست تک سب کو موصول ہو جائے گا۔

یاد رکھیے

رسالہ عصمت ہر مہینہ مقررہ وقت یعنی ۳۰ تاریخ کو شائع اور پوسٹ کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک دن بھی تاخیر نہیں ہوتی لیکن اکثر مرتبہ ڈاک خانہ کی غفلت سے آپ کو رسالہ دیر سے ملتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے اگر اتفاقاً کسی مہینہ کا رسالہ ٹھیک وقت پر آپ کو نہ ملے تو ایک ہفتہ انتظار کر کے ۱۵ تاریخ تک دفتر ہذا کو اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دے کر دوبارہ پرچہ طلب فرما لیجئے۔ لیکن جب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اکثر پیش آتی رہتی ہو یا ایک سے زیادہ پرچے آپ کو نہ ملے ہوں تو مقامی پوسٹ ماسٹر یا پوسٹ ماسٹر جنرل کو شکایتی خط ضرور لکھ دیجئے۔ تاکہ ڈاک کا انتظام درست ہو کر رسالہ اور آپ خود نقصان و زحمت سے محفوظ رہ سکیں۔

پتہ تبدیل کرانے کی جب ضرورت پیش آئے تو فوراً مقامی پوسٹ ماسٹر کو ایک کارڈ لکھ کر اپنے جدید پتہ سے مطلع کر دیں۔ اور بحوالہ اپنے خریداری نمبر کے جدید پتہ دفتر ہذا کو تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ کا پرچہ سابقہ پتہ پر ارسال ہو کر ضائع ہوتا رہے گا۔

لیکن جب آپ عارضی طور پر کسی جگہ تشریف لے جانا چاہیں تو صرف مقامی پوسٹ ماسٹر کو عارضی پتہ لکھ کر ڈاک منتقل ہونے کا انتظام کر لینا سہل ترین طریقہ ہے۔ کیونکہ دفتر ہذا کو ہر تبدیل پتہ پر مختلف رجسٹروں اور فائلوں میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور ہر عارضی یا مستقل تبدیلی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بدلنا پڑتا ہے۔

بعض خریدار نمبر خریداری غلط لکھ دیتے ہیں یا رجسٹرڈ ایل ۱۳ یا وی پی کا نمبر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رسالہ کسی نام پر جاری ہوتا ہے اور خط یا چندہ کا منی آرڈر وغیرہ ان کسی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے اصل خریدار کے نام و نمبر کے حوالہ کے بغیر وصول ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تعمیل ناممکن ہو جاتی ہے۔

آپ کا خریداری نمبر رسالہ کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اپنی نوٹ بک میں اس کو نوٹ کر لیجئے۔ اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج فرما دیجئے۔ اگر نمبر یاد نہ رہے یا ضائع ہو جائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھ دیجئے جس مہینہ سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ میں آپ کی طرف سے چندہ ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت نہ ہونی چاہیئے۔

منیجر

اِسلام میں بیوی کا درجہ

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی ایک نامکمل غیر مطبوعہ تصنیف کا ایک ورق

میاں بیوی کے حقوق کی صراحت اور بحث سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی ضرورت پر غور کیا جائے بالخصوص موجودہ حالات میں جب مسلمان عورتوں میں خیال پیدا ہو رہا ہے کہ نکاح ہی عورت کو مقید کر کے اس کی آزادی کا خاتمہ کر دیتا ہے اور خاصی بھلی چنگی لڑکی مرد کی لونڈی بن جاتی ہے۔ ہماری رائے میں مسلمان عورت کا یہ خیال غلط تو ضرور ہے مگر حالات کے تحت میں چنداں قابل اعتراض نہیں کیونکہ بعد نکاح جو حقوق اسلام نے بیوی کو دیئے تھے وہ اس سے چھین لئے گئے اور جس کو خطبۂ نکاح نے گھر کی ملکہ بنایا تھا وہ مرد کی کنیز ہوگئی۔ اس مشاہدہ کے بعد وہ اگر نکاح سے گریز کرے تو قابل الزام نہیں۔ امر حق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری عام مسلمانوں پر کم اور ان علماء عظام پر بہت زیادہ ہوگی جنہوں نے عورت یعنی اس شئے کو جو ارشاد نبوی کے موافق دنیا کی بہترین اشیاء میں تھی ذلیل کرتے کرتے جانور سے بدتر بنا دیا۔ اور اس کی زنجیر حراست اتنی سنگین کر دی کہ دنیا کا ہر جائز لطف اس کے لئے حرام ہوگیا۔ نفس پروری اور بے دردی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ خدا فرمائے

"سیروا فی الارض"

زمین کی سیر کرو۔

اور مسلمان فرمائیں کہ اپنی آواز تک غیر مرد کو نہ سنائے اور پردے میں گھٹ گھٹ کر مر جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عام مسلم مستورات کی عفت و عصمت ان کی نگہداشت اور ان کا احترام رسول زادیوں سے کس طرح زیادہ ہوگیا۔ جناب سیدہ نے قضیۂ فدک میں اپنا مطالبہ حضرات شیخین سے کس طرح کیا؟ کیا کوئی اسٹامپ لگا کر درخواست کی تھی؟ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے مسلمانوں سے کس طرح خطاب فرمایا؟ کیا کوئی "لاؤڈ اسپیکر" میدان جنگ میں تشریف فرما تھا؟ بہرحال یہ ایسے واقعات ہیں جن کی موجودگی میں مسلمانوں کا یہ ارشاد خواہ وہ جاہلوں کی طرف سے ہو یا عالموں کی عورت پر ظلم، خدا پر بہتان رسول پر الزام اور اسلام کے ساتھ کھلی ہوئی دشمنی ہے۔

لیکن الحمد للہ مسلمان لڑکیاں اپنے حقوق سے باخبر ہو چکی ہیں اور جان گئی ہیں کہ مذہب مقدس نے ان کو مٹی کا کھلونا نہیں چار دیواری کا حاکم اور گھر کی ملکہ بنایا ہے۔ ان کی جس قدر تضحیک و تذلیل مرد نے کی ہے اور طرح طرح سے قرآن و حدیث کی تاویل، یہ صرف اس کی خود غرضی اور نفسانیت کا ثبوت ہے۔

مسلمان عورت دائرہ مذہب سے باہر کھڑی ہو کر جب یہ دیکھ چکے گی اور اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ میرے حقوق قریب قریب مرد کے برابر ہیں تو وہ آمنہ کے لال پر درُود پڑھتی ہوئی اس دائرہ میں داخل ہو گی اور خدائے عزوجل کو سجدہ کرے گی اور نکاح کو زنجیر قید سمجھنے پر نفرین کرتی ہوئی اس کی ضرورتوں پر غور کرے گی اور اسلام کے احسانات کا اعتراف کرے گی۔

نکاح کے مقاصد میں ایک زبردست ضرورت یہ بھی شامل ہے کہ والدین اپنے بعد لڑکی کا ایک ایسا ہمدرد پیدا کر جائیں جو اس کی زندگی میں برابر کا شریک ہو۔ اس کا والی وارث ہو اور اس کی راحت و اذیت میں اس درجہ شامل ہو کہ ایک جان دو قالب ہو جائے۔ یہ مطلب بغیر نکاح کے پورا نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کتابُ اللہ نے سوا حضرت عیسیٰؑ کے کسی ایسے نبی کا ذکر نہیں کیا جس نے نکاح نہ کیا ہو۔ نکاح کے متعلق رانڈوں تک کے واسطے احکام صادر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَانکِحُوا الایامیٰ مِنکُمْ

اور اپنی رانڈوں کا نکاح کردو

اس سے معلوم ہو گیا کہ خدا کا منشا نکاح کے متعلق کیا ہے۔ حضور اکرم کا ارشاد ہے۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

نکاح میری سنّت ہے جس نے اس سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

کچھ لندن کے متعلق

لندن کے متعلق چند چھوٹی چھوٹی باتیں لکھتی ہوں جو امید ہے عصمتی بہنوں کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ لندن دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے اور اس کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ کاروبار کے اوقات میں اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ دو قدم چلنا مشکل ہوتا ہے۔ کرسمس کے زمانے میں دکانوں میں "شاپنگ" (خرید و فروخت) کرنے والوں کی تعداد کا یہ حال ہوتا ہے کہ ایک دکان پر پندرہ پندرہ منٹ ٹھیرنا پڑتا ہے قبل اس کے کہ بیچنے والی لڑکی آپ کی طرف متوجہ ہو سکے۔

لندن کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک جانے کے لئے بس اور ٹریم یا ٹیوب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خود شہر کے اندر ہی اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ کا اس قدر فاصلہ ہے کہ چل کر جانا ناممکن ہے۔ جیسے کہ ہائی گیٹ اور ٹپنی دونوں لندن ہی کے دو محلے ہیں پر ان میں کئی میل کا فاصلہ ہے اور ٹیوب سے ۱۲ گھنٹے لگتے ہیں۔

بس اور ٹریم تو ہندوستان میں بھی ہیں لیکن ٹیوب لندن کی خاص چیز ہے (پیرس میں بھی ہوتی ہے) یہ بجلی سے چلنے والی زمین دوز ریل ہے جو نہایت ہی تیز چلتی ہے۔ لندن کے دور کے محلوں کے لوگ شہر میں آنے کے لئے ان کا استعمال خاص طور پر کرتے ہیں کیونکہ بہ نسبت بس اور ٹریم کے زیادہ جلد پہنچاتی ہے۔ ٹیوب کے اسٹیشن زمین کے نیچے تہہ بہ تہہ بنے ہوتے ہیں اور یہاں اس کے لیٹر (Escalator) سے اترا جاتا ہے۔ جو ایک طرح کی چلتی ہوئی سیڑھی ہے اس پر کھڑے ہو جائیے یہ خود آپ کو کھینچ کر اوپر لے جائے گی یا نیچے لے آئے گی۔ یہ نہایت ہی تیزی سے چلتی ہے اور اس کے استعمال کی عادت ہونے سے پہلے کسی قدر خوف معلوم ہوتا۔ اوپر یا نیچے پہنچ جانے کے بعد اگر فوراً ہی اتر نہ جائیں تو جھٹکے سے گر پڑتے ہیں لیکن اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بعض اوقات ٹیوب بدلنی بھی پڑتی ہیں اگر بہت دور جانا ہو اور ایک لائن سے دوسری لائن تبدیل کرنی ہو تو اس کے لئے باہر نہیں نکلنا پڑتا بلکہ اندر ہی اندر اسٹیشن میں لائن بدل لیجئے۔ ٹکٹ بھی ایک ہی دفعہ پہلے اسٹیشن پر لے لینا کافی ہوتا ہے

لندن میں ہر جگہ اوٹومیٹک (Automatic) مشین نظر آتی ہیں۔ یہ ایسی مشینیں ہوتی ہیں کہ ان میں ایک دو پنس ڈال دیجئے اور جو چیز چاہیئے وہ خود بخود نکل آئے گی۔ خط کے ٹکٹوں، سگرٹوں، دیا سلائیوں اور چاکلٹ کی مشین تو جگہ جگہ نصب ہیں مثلاً ٹیوب کے اسٹیشنوں میں پوسٹ آفس کے آگے، سڑک کے کنارے، ویٹنگ روم میں پبلک غسلخانوں میں غرض سب ہی جگہ ہیں۔ اسی طرح پنس ڈال کر تولیہ، صابن، سینٹ وغیرہ نکال سکتے ہیں پبلک غسل خانوں کے دروازوں پر بھی اوٹومٹک مشین لگی ہوتی ہے جس میں ایک پینی ڈالئے تو غسل خانہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

لندن میں بس یا ٹیوب میں سفر کرنا قطعی معیوب یا شان کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔ موٹر رکھنے والے لوگ بھی اکثر

بس یا ٹیوب میں سفر کرتے ہیں کیونکہ یہ موٹر سے جلدی منزل مقصود پر پہنچا دیتی ہے۔ ٹیوب کے لئے سیزن ٹکٹ بھی ملتے ہیں جن کا مہینہ بھر کا کرایہ بہت کم ہوتا ہے جن لوگوں کو ایک جگہ سے مقررہ طور پر دوسری جگہ روزانہ جانا پڑتا ہے وہ سیزن ٹکٹ خریدتے ہیں۔ ایک مہینے سے لے کر ۹ مہینے تک کا ٹکٹ مل سکتا ہے اور جتنے طویل عرصہ کا لیں اتنا سستا ہوتا ہے۔

لندن کے راستے کافی فراخ ہوتے ہیں پھر بھی بیچ شہر کو چھوڑ کر اطراف وجوانب کے راستے کچھ بہت زیادہ صاف نہیں ہوتے۔ راستوں میں دو طرفہ مکانات اور دکانیں ہوتی ہیں۔ مکان دائیں بائیں ایک جیسے ہوتے ہیں یعنی ایک ہی وضع ایک ہی سائز ایک ہی شکل کے۔ سوائے نمبروں کے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام لندن کے مکان ایک ہی جیسے ہیں بلکہ ایک گلی یا ایک راستے کے مکان ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ دو دو سو مکانات ایک لائن میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ یکسانیت آنکھوں کو بڑی معلوم ہوتی ہے۔

لندن کے راستوں میں "چین شاپس" (Chain Shops) کی وجہ سے بڑی یکسانیت ہوتی ہے۔ "چین شاپس" ان دکانوں کو کہتے ہیں جو کہ ایک ہی کمپنی کی ہوں۔ سب سے بڑی "چین شاپس" لندن میں "ول ورتھ" اور "لائنز" ہیں اس کے علاوہ۔ ملے۔ بی۔ سی۔ "پرچیز ڈر" "زینا" "ایتم" "سینبری" "ایکسپرس ڈیری" "لندن کو آپ" وغیرہ ہیں۔ "ول ورتھ" Wellworth واقعی ایک عجیب دکان ہے یہاں کوئی چیز تین پینی یا سات پینی سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ اور مزہ یہ ہے کہ یہاں دنیا بھر کی چیزیں مل سکتی ہیں۔ اگرچہ پہلے یہ خیال ہوتا ہے کہ تین تین پینی یا چھ چھ پینی میں کیا کیا چیزیں ملیں گی؟ کھانے کے ہر قسم کے برتن (اعلیٰ قسم کے تو نہیں ہاں کام چلانے کے لئے اچھے خاصے) گلاس، فنگر بول، وائین گلاس، وغیرہ دیگچیاں، پیالے، ساس پین، کفگیر، چمچے غرض باورچی خانے کے لئے جو چیز بھی درکار ہو۔ تولئے، تختوں پر بچھانے کے آئیل کلاتھ، ایسی چھوٹی موٹی چیزیں جیسے سلیٹ پنسل، سوئی تاگے بٹن، اون بننے کی سوئی، آئینہ پاؤڈر کریم پاؤڈر، رومال، موزے، وغیرہ وغیرہ سب ہی چیزیں ملتی ہیں اور ہر چیز یا تین پینی کی ہے یا سات پینی کی۔ اس سے پہلے تو خیال ہوتا ہے کہ بہت ہی سستی ہوگی لیکن درحقیقت اتنی سستی نہیں ہوتی جتنا کہ خیال ہوتا ہے۔ کیونکہ قیمت رکھنے میں یہ ترکیب کی جاتی ہے کہ مثلاً دیگچی اگر بڑی ہے تو دیگچی چھ پینی کی اور ڈھکنا بھی چھ پینی کا۔ اب بغیر ڈھکنے کے دیگچی تو آپ خرید نہیں سکتیں اس لئے دونوں کی قیمت ایک شلنگ قیمت ہوئی۔ ایسے ہی دوسری چیزوں کی بھی قیمت لگائی جاتی ہے۔ جیسے چائے کی پیالی کی الگ طشتری کی الگ، تھرماس کی الگ۔ اور تھرماس کے گلاس کی الگ۔ مگر بحیثیت مجموعی نہایت ارزاں دکان ہے۔ اور قریب قریب ضرورت کی تمام چھوٹی موٹی چیزیں اسی ایک دکان سے آپ خرید سکتی ہیں، پھر ہر ایک محلے میں ایک یا دو دکانیں "ول ورتھ" کی موجود ہیں۔ "ول ورتھ" کے ساتھ ساتھ "لائینز" (Lyons) لندن کی ہر گلی کی دوسرا مخصوص دکان ہے۔ یہ کھانوں کی سب سے سستی رسٹورنٹ سمجھی جاتی ہے۔ یہاں تین پینی میں چائے کی ایک پیالی

اور چھ سے نو پینی تک میں کھانے کی ایک چیز مل جاتی ہے۔ لیکن لائینز کے "کارنر ہاؤس" یعنی بڑی دکانوں کے علاوہ صرف لائینز کی معمولی دوکانوں میں جانا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ "ول ورتھ" میں سامان خریدنے کو کوئی بھی بُرا نہیں سمجھتا لندن میں گھر سے باہر کھانے کا بہت رواج ہے کیونکہ متوسط اور غریب طبقے کے مرد اور عورت دونو کام کرتے ہیں اور دن کا کھانا اور شام کا ناشتہ ان کو ہمیشہ گھر سے باہر ہی کھانا پڑتا ہے اور ان کے لئے آسانی یہ ہے کہ ہر گلی کوچے میں ہر قسم کے "ریسٹورانٹ" "ٹی شاپ" اور ہوٹل موجود ہیں۔

لندن کی دوکانوں کا مخزن آکسفوڈ اسٹریٹ ہے جہاں بے شمار بڑی بڑی اور مشہور دکانیں ہیں۔ شاپنگ کا دوسرا حلقہ ناٹیں برج کے قریب ہے۔ یہاں بھی بہت سی مشہور اور بڑی دُکانیں ہیں ان میں بعض تو ڈیپارٹمنٹ اسٹور ہیں مثلاً سلفرج ہیرڈس وغیرہ کی۔ ان میں دنیا کی ہر چیز ملتی ہے۔ کھانے پکانے کے اور باورچی خانے کے سامان سے لے کر زیورات تک۔ چھڑیاں۔ رومال اور بیگ سے لے کر کوٹ۔ لباس۔ پردے تک یعنی تمام زیبائشی اور ضروری اشیاء ان کے یہاں موجود ہیں۔ بعض ان میں سے صرف بچوں اور عورتوں کے لباس اور ضروریات کی چیزیں ہوتی ہیں۔ بعض دکانیں صرف بچوں کے لئے ہیں۔ "لبرٹی" کی دوکان صرف کپڑے ہی رکھتی ہے۔ "بریڈلی" کی دکان صرف سموروکے کوٹوں کے لئے مخصوص ہے۔ لندن کی دکانیں واقعی آنکھیں خیرہ کر دینے والی ہیں اول تو چیزیں غضب کی اور پھر انہیں اس طرح سے سجایا گیا ہے کہ ان کی خوبصورتی میں دوگنا اضافہ ہوگیا ہے۔ مے پلز Maples اور ہیرڈس Harrads کی دکان میں درجنوں کمرے بیڈروم کے فرنیچر سے سجے ہیں تو درجنوں ڈرائنگ روم کے۔ دوکان کے اندر چھوٹے چھوٹے سجے سجائے مکان بنے ہوئے ہیں جن میں پردے فرش فرنیچر جو بکاؤ ہیں سجا کر دکھائے گئے ہیں۔ ان دوکانوں میں اعلیٰ درجے کے ریسٹورنٹ اور بیوٹی سیلون بھی ہیں تاکہ اگر شاپنگ کرتے کرتے آپ تھک جائیں تو وہیں کے وہیں کھانا کھالیں اور چاہیں تو اپنے بال بھی درست کرائے اور چہرہ بھی کریم سے صاف کروا کے ترو تازہ ہو جائیں۔

"بیوٹی سیلونز" (Beauty Saloon) اور عورتوں کی ضروریات و لباس کی مشہور ترین دکان بینڈ اسٹریٹ میں ہیں۔ یہ لندن کا سب سے زیادہ فیشن ایبل حصہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کی دوکانوں کی ہر چیز نہایت قیمتی اور بالکل نئے فیشن کی ہوتی ہے یہاں کے "بیوٹی سیلون" حسن کی افزائش و آرائش میں مشہور ہیں۔ ان میں بالوں کے رنگ بدلے جاسکتے ہیں اور پلکوں کی وضع اور لمبائی حسب دلخواہ کروائی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ آپ کے لئے روپیہ کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو۔

یہ نہ سمجھئے کہ صرف عورتیں ہی لباس و کپڑے کی شوقین ہیں۔ نہیں انگریز مرد بھی اپنے کپڑوں پر بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کے عادی ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں میں مرد اور فرانسیسیوں میں عورتیں زیادہ خوش لباس رہتی ہیں۔ مردوں کے کپڑوں کی بہترین دکانیں (Band Street) اور (Sabille Raw) ہیں۔ جہاں سوٹوں کی تراش خراش کپڑوں سے لاپروا آدمی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتی ہے۔ مردوں کے بال بنانے کی دکان عورتوں کی دکان سے

کسی طرح کم پر تکلف نہیں۔ اگرچہ مرد اپنے چہروں کا مساج (یعنی کریم سے مالش کرنا) نہیں کراتے اور "ماسک" (یعنی اُبٹنا) نہیں لگواتے۔ پھر بھی جس تکلف سے ان "ہیئر ڈریسرز" کے یہاں شیو کرایا جاتا ہے وہ قریب قریب "مساج" اور "ماسک" کے برابر ہو جاتا ہے۔

لندن میں بے شمار سینما ہیں اور ان میں ہر طبقہ کے لوگ ہر روز جاتے ہیں۔ نئے تماشے "لیسٹر سکوایر" (Leicester Square) تا ہم کورٹ روڈ پر پہلے دکھائے جاتے ہیں اور مہنگے ہوتے ہیں لیکن پرانے فلم اطراف میں سات پنس میں دکھائے جاتے ہیں۔ سستی جگہوں کے لئے "کیو" Queue میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ یہاں لوگ "کیو" میں کھڑے ہونے میں بڑے مشاق ہیں اور بڑے صبر سے اپنے بار کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ "کیو" میں کھڑے ہونے کا مطلب ہے کہ جو شخص پہلے آئے وہ پہلے اور اس کے بعد جو آئے وہ اس کے پیچھے اور اس کے بعد جو آئے وہ اس کے پیچھے کھڑا ہو۔ پیچھے آنے والا دھکیل کر دوسرے کے آگے نہیں ہو سکتا۔ یہاں ہر کام کے لئے "کیو" میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ ٹیوب کے ٹکٹ کے لئے، بس کے لئے تھیٹر سنیما کے لئے، سرکس کے ٹکٹ کے لئے، غرض ہر موقعہ پر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑا ہونا پڑتا ہے اور کوئی اپنی باری سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہاں ہر موقعہ پر جو بھیڑ ہوتی ہے اس کو دیکھتے ہوئے "کیو" کا انتظام ضروری ہے۔

اشتہاروں کی لندن میں بھرمار ہے ہر جگہ اشتہار نظر آتے ہیں۔ بس اور ٹیوب کے اندر باہر اشتہار ہوں گے۔ اسٹیشن میں اشتہار ہوں گے، راستے میں در و دیوار پر اشتہار ہوں گے۔ رات ہو گی تو بجلی کے حروف کے اشتہار تمام دوکانوں اور مکانوں پر جھلملاتے ہیں اور ان کی روشنی سے راستہ روشن ہوتا ہے۔ لندن کی سڑکوں پر موٹر، ٹریم، بس کا بے حد اژدہام ہوتا ہے جس کی رہنمائی پولس "ٹرافک لالٹین" کے ذریعہ کرتی ہے۔ "ٹرافک لالٹین" آٹو میٹک ہوتی ہیں جو خود سبز یا سُرخ رنگ بتا کر موٹروں کو روکتی یا جانے کا اشارہ کرتی ہیں۔ پیدل چلنے والوں کے لئے جگہ جگہ راستہ کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لئے نشان مقرر کئے گئے ہیں۔ ان نشانوں کو بلیشا بیکن Belisha Beacon کہتے ہیں۔ جہاں یہ نشان ہو وہاں راستہ طے کیجئے تو موٹر والوں کو ٹھیر کر پیدل چلنے والے کے لئے راستہ طے کرنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ چوڑے راستوں کے درمیان ٹھیرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے حلقے بنائے گئے ہیں جن میں کھڑے ہو جانے سے موٹروں کا خطرہ نہیں رہتا۔ ان کو "آئی لینڈ" کہتے ہیں۔ ان سب انتظامات کے ساتھ بھی ہر سال ہزاروں جانیں موٹر کے حادثے کی نذر ہو جاتی ہیں۔ یہ ہیں لندن کے متعلق کچھ باتیں آئندہ یہاں کے لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقے کے متعلق لکھوں گی اور یہ بھی بتاؤں گی کہ یہاں کے انگریز ہندوستان کے انگریزوں سے کتنی مختلف زندگی بسر کرتے ہیں۔

شائستہ سہروردی

زینتِ کاشانہ سے

بتادوں آ تجھے اے زینت کاشانہ کیا تو ہے؟ مجسّم پیکرِ خوبی ہے! سرتاپا وفا تو ہے
ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت ذات ہے تیری کڑوروں دولتوں کی ایک دولت برملا تو ہے
شگفتہ ہے تری موجِ تبسّم سے کلی دل کی بہارستانِ اُلفت میں نسیم جانفزا تو ہے
مری ہر آرزو کی رُوح تیرے دم سے وابستہ مرا ہر مُدّعا تجھ سے ہے جانِ مدّعا تو ہے
گھریلو زندگی کی ناؤ کو بادِ مخالف کا نہیں خوف و خطر اصلا کہ اس کی ناخدا تو ہے
مری ہمدرد، میری ہم زبان و ہم نفس، ہمدم مری ہمراز، میری ہمخیال و ہم نوا تو ہے
قدم میرا رہِ پر پیچ وادیٔ محبت میں نہ بھٹکا ہے نہ بھٹکے گا کہ میری رہنما تو ہے
مجھے تجھ میں نظر آتا ہے عکس اپنی محبت کا مری اُلفت نمایاں جس میں ہے وہ آئینا تو ہے
مُداوائے الم ہے مسکراہٹ تیرے ہونٹوں کی مرے ہر رنج کی ہر دردِ پنہاں کی دوا تو ہے
نگاہیں جس سے ہٹ کر اور جانب جا نہیں سکتیں مرے آئینۂ دل میں وہ تصویرِ وفا تو ہے
سراپا آرزو، جب مجھ سے آنکھیں چار ہوں، لیکن جو دیکھے اور کوئی، پیکرِ شرم و حیا تو ہے
مری آسائشوں کی فکر میں بے چین رہنے سے ملا کرتی ہے آسائش جسے وہ مبتلا تو ہے
نگاہیں شکر کی عادی، زباں شکووں سے بیگانہ تمام آدابِ آئین وفا سے آشنا تو ہے
تری خود اعتمادی، خودشناسی، خودپرستاری بتاتی ہے کہ خودبیں، خودنگر، خودآشنا تو ہے
نمونہ ہے ترا حسنِ عمل حفظ مراتب کا ادب آموز جس کا ہر اشارہ ہر ادا تو ہے
بدل تیرا نہیں ہے ہفت کشور کی شہنشاہی کہ اک انمول موتی، ایک گوہر بے بہا تو ہے

غرض یہ ہے، کہ انعامِ الٰہی ذات ہے تیری
حسیں پیکر میں اک تصویرِ احسانِ خدا تو ہے

محمد ظفریاب حسین جام نوائی (بدایونی)

لیکن یہ مناسب نہیں۔ یوں بھی مٹی کے برتن عرصہ تک استعمال کرنے سے یا اچھی طرح صاف نہ کرنے سے ان میں کائی جم جاتی ہے جس سے مچھروں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان برتنوں کو بھی جلد بدل ڈالنا چاہئیے یا ایک دو دن دھوپ دے کر کام میں لانا چاہئیے۔ اور جو جالی وغیرہ پانی کی حفاظت کے لئے صراحی پر ڈالی جاتی ہے وہ پانی کی حفاظت میں خود محفوظ نہیں رہتی لیکن آپ دیکھیں گے کہ وہ اکثر بطور نمائش کے رہتی ہے اور لوگ بغیر جالی سرکائے پانی انڈیل کر پی جاتے ہیں حالانکہ جالی گرد و غبار سے ڈھکی رہتی ہے یہ تو حفاظت کا نقشہ تھا۔ اکثر گھروں میں پانی کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ پانی کے برتنوں کی صفائی کے علاوہ ان کا پانی بھی روزانہ بدلا جائے باسی اور تازہ پانی کے برتن علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ باسی پانی میں تازہ پانی ملانے سے پانی کے اثرات خراب ہو جاتے ہیں پانی کے جو برتن مٹی کے ہوں ان کو جلد جلد سوندھا کیا جائے اور پانی رکھنے کی جگہ ہمیشہ ہوادار رکھیں۔ بند کمروں میں پانی نہ رکھا جائے۔ اگر آپ کے ہاں گھریلو جانوروں کے پینے کے لئے برتن ہوں تو ان کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ پانی بھی بدلتے رہنا چاہئیے۔ کیونکہ ملیریا کا زہر پانی اور ہوا کے ذریعہ دور دور تک پھیلتا ہے اور جب پانی کے ذریعہ یہ زہر پیٹ میں جاتا ہے تو اکثر سخت پیچش پیدا کرتا ہے اس قسم کی پیچش بھی وبائی ہوتی ہے اس میں جگر متورم ہو جاتا ہے اور مریض کو سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے مکان میں مچھر نام کو نہیں لیکن انھیں یہ خبر نہیں کہ وہ ان مچھروں کے نزدیک کے جنگلوں اور دلدلوں میں ہی رہتے سہتے ہیں۔ لہٰذا خطرہ ہے کہ کسی دن وہ مچھر بیماری کا باعث نہ ہوں اگر مچھروں کا خوف یا محلہ کی آبادی کثیف ہو تو مکان کے دروں اور دریچوں پر پردے لگائیں تاکہ مچھر مکان کے اندر نہ آسکیں اور غروب آفتاب سے پہلے ان مچھروں سے بچنے کی تدبیر کریں۔ کیونکہ ملیریا کے مچھر عموماً سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد حملہ کرتے ہیں۔ پردے ہمیشہ سفید یا ایسے رنگ کے استعمال کرنے چاہئیں جو روشن ہوں مچھر زرد رنگ سے خصوصاً گھبراتے ہیں بعض لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کثرت سے مچھر ہیں اور ہم رات دن گھر ہی میں بسر کرتے ہیں لیکن ہم کو کبھی ملیریا کا بخار نہیں ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ بعض مچھر ایسے ہوتے ہیں جو انسان کا خون نہیں چوستے یا ان میں ملیریا کا زہر بہت کم ہوتا ہے اور کافی دیر بعد اس کا اثر ہوتا ہے۔ موسیو لندرے نامی ایک فرانسیسی محقق نے ایسے مچھر جن کو جانور کے خون میں مزہ آتا ہے پیدا کر کے ملیریا کے مچھروں کو فنا کرنے کا طریقہ دریافت کیا ہے۔
بعض دفعہ مچھر گھر کے کسی کونہ میں یا کسی خاص کمرے میں پیدا ہو کر پھیلتے ہیں انھیں فوراً گندگ یا گوگل یا اسپند یا لوبان کی دھونی سے مار ڈالیں۔ اگر گندگ کی دھونی دیں تو خود وہاں ہرگز نہ رہیں۔ گندگ کو آگ میں ڈال کر اُسی وقت علیحدہ ہٹ جائیں کیونکہ گندیک کا دھواں پھیپھڑوں کے لئے مضر ہوتا ہے البتہ جب دھواں کم اور ہوا صاف ہو جائے تو وہاں جا سکتے ہیں۔ آج کل مچھروں کو مارنے کی طرح طرح کی دوائیں ایجاد ہو رہی ہیں۔ مثلاً ایک ٹین کا پمپ ہوتا ہے جس کو فلٹ [illegible] کہتے ہیں اس کے ساتھ تیل کا ڈبہ بھی ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ولایت سے آتا ہے اس لئے ہندوستان کا ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا گھر کی خوب صفائی کرنے کے بعد پچکاریوں میں جن سے رنگ وغیرہ کھیلا جاتا ہے مٹی کا تیل بھر کر گھر کے ہر گوشہ میں چھڑکاؤ

زینتِ کاشانہ سے

بتادوں آ تجھے اے زینت کاشانہ کیا تو ہے؟ مجسّم پیکرِ خوبی ہے، سراپا وفا تو ہے
ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت ذات ہے تیری کروڑوں دولتوں کی ایک دولت برملا تو ہے
شگفتہ ہے تری مَوجِ تبسّم سے کلی دل کی بہارستانِ اُلفت میں نسیم جانفزا تو ہے
مری ہر آرزو کی رُوح تیرے دم سے وابستہ مرا ہر مُدّعا تجھ سے ہے جانِ مدعا تو ہے
گھریلو زندگی کی ناؤ کو بادِ مخالف کا نہیں خوف و خطر اصلا کہ اس کی ناخدا تو ہے
مری ہمدرد، میری ہم زبان و ہم نفس، ہمدم مری ہمراز، میری ہمخیال و ہم نوا تو ہے
قدم میرا رہِ پرپیچ وادیٔ محبت میں نہ بھٹکا ہے نہ بھٹکے گا کہ میری رہنما تو ہے
مجھے تجھ میں نظر آتا ہے عکس اپنی محبت کا مری اُلفت نمایاں جس میں ہے وہ آئینا تو ہے
مُداوائے الم ہے مسکراہٹ تیرے ہونٹوں کی مرے ہر رنج کی ہر دردِ پنہاں کی دوا تو ہے
نگاہیں جس سے ہٹ کر اور جانب جا نہیں سکتیں مرے آئینۂ دل میں وہ تصویرِ وفا تو ہے
سراپا آرزو، جب مجھ سے آنکھیں چار ہوں، لیکن جو دیکھے اور کوئی، پیکرِ شرم و حیا تو ہے
مری آسائشوں کی فکر میں بے چین رہنے سے ملا کرتی ہے آسائش جسے وہ مبتلا تو ہے
نگاہیں شکر کی عادی، زباں شکووں سے بیگانہ تمام آدابِ آئینِ وفا سے آشنا تو ہے
تری خود اعتمادی، خودشناسی، خودپرستاری بتاتی ہے کہ خود بیں، خودنگر، خودآشنا تو ہے
نمونہ ہے ترا حسنِ عمل حفظ مراتب کا ادب آموز جس کا ہر اشارہ ہر ادا تو ہے
بدل تیرا نہیں ہے ہفت کشور کی شہنشاہی کہ اک انمول موتی، ایک گوہرِ بے بہا تو ہے

غرض یہہ ہے، کہ انعامِ الٰہی ذات ہے تیری
حسیں پیکر میں اک تصویرِ احسانِ خدا تو ہے

محمد ظفر یاب حسین جام نوائی (بدایونی)

لیکن یہ مناسب نہیں۔ یوں بھی مٹی کے برتن عرصہ تک استعمال کرنے سے یا اچھی طرح صاف نہ کرنے سے ان میں کائی جم جاتی ہے جس سے مچھروں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان برتنوں کو بھی جلد بدل ڈالنا چاہئے یا ایک دو دن دھوپ دے کر کام میں لانا چاہئے۔ اور جو جالی وغیرہ پانی کی حفاظت کے لئے صراحی پر ڈالی جاتی ہے وہ پانی کی حفاظت میں خود محفوظ نہیں رہتی لیکن آپ دیکھیں گے کہ وہ اکثر بطور نمائش کے رہتی ہے اور لوگ بغیر جالی سرکائے پانی انڈیل کر پی جاتے ہیں حالانکہ جالی گرد و غبار سے ڈھکی رہتی ہے یہ تو حفاظت کا نقشہ تھا اکثر گھروں میں پانی کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ پانی کے برتنوں کی صفائی کے علاوہ ان کا پانی بھی روزانہ بدلا جائے یا باسی اور تازہ پانی کے برتن علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ باسی پانی میں تازہ پانی ملانے سے پانی کے اثرات خراب ہو جاتے ہیں پانی کے جو برتن مٹی کے ہوں ان کو جلد جلد سوندھا کیا جائے اور پانی رکھنے کی جگہ ہمیشہ ہوادار رکھیں۔ بند کمروں میں پانی نہ رکھا جائے۔ اگر آپ کے ہاں گھریلو جانوروں کے پینے کے لئے برتن ہوں تو ان کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ پانی بھی بدلتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ملیریا کا زہر پانی اور ہوا کے ذریعہ دور دور تک پھیلتا ہے اور جب پانی کے ذریعہ یہ زہر پیٹ میں جاتا ہے تو اکثر سخت پیچش پیدا کرتا ہے اس قسم کی پیچش بھی وبائی ہوتی ہے اس میں جگر متورم ہو جاتا ہے اور مریض کو سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے مکان میں مچھر نام کو نہیں لیکن انھیں یہ خبر نہیں کہ وہ ان مچھروں کے نزدیک کے جنگلوں اور دلدلوں میں ہی رہتے بستے ہیں۔ لہٰذا خطرہ ہے کہ کسی دن وہ مچھر بیماری کا باعث نہ ہوں اگر مچھروں کا خوف یا محلہ کی آبادی کثیف ہو تو مکان کے دروں اور دریچوں پر پردے لگائیں تاکہ مچھر مکان کے اندر نہ آسکیں اور غروب آفتاب سے پہلے ان مچھروں سے بچنے کی تدبیر کریں۔ کیونکہ ملیریا کے مچھر عموماً سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد حملہ کرتے ہیں۔ پردے ہمیشہ سفید یا ایسے رنگ کے استعمال کرنے چاہئیں جو روغن ہوں مچھر زرد رنگ سے خصوصاً گھبراتے ہیں بعض لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کثرت سے مچھر ہیں اور ہم رات دن گھر ہی میں بسر کرتے ہیں لیکن ہم کو کبھی ملیریا کا بخار نہیں ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ بعض مچھر ایسے ہوتے ہیں جو انسان کا خون نہیں چوستے یا ان میں ملیریا کا زہر بہت کم ہوتا ہے اور کافی دیر بعد اس کا اثر ہوتا ہے۔ مولیو لندرے نامی ایک فرانسیسی محقق نے ایسے مچھر جن کو جانور کے خون میں مزہ آتا ہے پیدا کر کے ملیریا کے مچھروں کو فنا کرنے کا طریقہ دریافت کیا ہے۔ بعض دفعہ مچھر گھر کے کسی کونہ میں یا کسی خاص کمرے میں پیدا ہو کر پھیلتے ہیں انھیں فوراً گندگ یا گوگل یا اسپند یا لوبان کی دھونی سے مار ڈالیں۔ اگر گندگ کی دھونی دیں تو خود وہاں ہرگز نہ رہیں۔ گندگ کو آگ میں ڈال کر اُسی وقت علیحدہ ہٹ جائیں کیونکہ گندگ کا دھواں پھیپھڑوں کے لئے مضر ہوتا ہے البتہ جب دھواں کم اور ہوا صاف ہو جائے تو وہاں جا سکتے ہیں۔ آج کل مچھروں کو مارنے کی طرح طرح کی دوائیں ایجاد ہو رہی ہیں۔ مثلاً ایک ٹین کا پمپ ہوتا ہے جس کو فلٹ [illegible] کہتے ہیں اس کے ساتھ تیل کا ڈبہ بھی ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ولایت سے آتا ہے اس لئے ہندوستان کا ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا گھر کی خوب صفائی کرنے کے بعد پچکاریوں میں جن سے رنگ وغیرہ کھیلا جاتا ہے مٹی کا تیل بھر کر گھر کے ہر گوشہ میں چھڑکاؤ

کرویں مچھر فوراً مر جائیں گے۔ اگر کسی وجہ سے مچھر دانی نہ لگائیں تو سوتے وقت روغن یوکالیپٹس۔ اور روغن سٹرونیلا ہر دو مساوی ملاکر ہاتھ پیر پر ملکر سو جائیں مچھر ہرگز نزدیک نہ آئیں گے یا ملیریا کے موسم میں ایسے بلند جگہ پر ہونا چاہئیے جہاں خوب ہوا کی وجہ سے مچھر نہ آسکیں۔ اگر گھر میں کسی کو ملیریا ہو جائے یا ملیریا کا موسم ہو اور طبیعت میں کوئی خرابی ہو تو فوراً حفظ ماتقدم کے طور پر روز ایک دو رتی کونین کھا لینی چاہیئے۔ کیونکہ کبھی یہ زہر جسم میں داخل ہوتے ہی علامات مرض پیدا کر دیتا ہے کبھی ۲۴ گھنٹہ میں بخار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بھلا چنگا آدمی اس بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کامل ایک برس کے بعد اس کی کمزوری رفع ہو کر بھی وہ پہلے کی طرح چاق وچوبند نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی اس بخار کی شدت کا اثر دماغ پر بھی ہوتا ہے اور مریض کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ اگر اس مرض کا علاج درست طور پر نہ کرایا جائے تو آخر کار نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ اکثر صحت یاب ہونے کے بعد بھی ذراسی غفلت سے دوبارہ ملیریا کا حملہ ہو جاتا ہے اس لئے مریض کو بیحد احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جب یہ بخار متواتر آنے لگتا ہے تو اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی ہے اور مریض مہینے مہینے یا اس سے کم عرصہ میں بخار میں چند گھنٹے یا کچھ دن مبتلا رہ کر اچھا ہو جاتا ہے اور کچھ دن کے بعد پھر وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اگر مریض جاڑوں میں پانی مانگے تو کسی قدر گرم پانی پلائیں۔ اگر گرمیاں ہوں تو سرد پانی میں لیمو ملا کر پلائیں۔ مرض کی حالت میں غذا بالکل ہلکی اور زود ہضم دیں اور مریض کو تبدیل آب وہوا کے لئے کسی ایسے مقام پر لے جائیں جہاں ملیریا بالکل نہ ہو۔

سعیدہ ضمیر الدین

(بقیہ صفحہ ۱۴۸)

ماں اور بیٹی شبانو کے متوفی شوہر کی زمین جوتتی بوتی اور گزر کرتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد ماں نے دوسرا نکاح کر لینے کے لئے بہت سمجھایا مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا۔ بڑھیا ماں کو کیا خبر تھی کہ اس کی بیٹی کسی کی بیوی بننا کیوں پسند نہیں کرتی؟

وہ اب بھی نرگس وبنفشہ کی کیاریاں سینچا کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے خوابوں کے بغیر جی ہی نہیں سکتی، اور خواب اُسے جب ہی دکھائی دیتے ہیں جب شگوفہ کھلتا ہے، جب بہار سانسیں لیتی ہے، جب پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اس کی جان میں پیوست ہونے لگتی ہے!

(مختار)

اس کے دل میں شوہر کی طرف سے کوئی جذبہ نہ تھا: محبت تو ہو ہی کیسے سکتی تھی، نفرت بھی نہ تھی — بس ایک بے تعلقی سی تھی۔ اس وقت اُسے نفرت ہوگئی۔ اور سخت قسم کی۔ مگر اس کی بساط ہی کیا تھی! وہ جذبۂ نفرت سے دیوانی ضرور ہورہی تھی لیکن کوئی بدلا لینے کا تو خیال بھی نہ کرسکتی تھی۔ لیکن چند پھول پودوں کی کیا حقیقت تھی کہ ایک الھڑ، بے پروا اور بے خیال لڑکی سر سے پاؤں تک غصہ و نفرت بن جائے! اُس کی یہ نفرت دراصل اُس محبت کی دوسری شکل تھی جو اُسے اپنے ہمجولی کے ساتھ تھی اور آج تک سوئی ہوئی تھی — جو اس وقت جاگی اور شدت کے ساتھ جاگی تھی!

پڑے ہی پڑے اُس کے ذہن میں بدلا لینے کی تجویزیں آنے لگیں۔ وہ اس کے مویشیوں کو چارہ نہ ڈالے گی! مگر ان غریبوں نے تھوڑا ہی بگاڑا ہے! اس سے وہ کیا دُکھ پائے گا؟ اس سے وہ کیا ملول ہوگا؟ اس کے کھیت پر جاکر اُسی طرح کھیت کو اجاڑ دے گی، مگر اس سے تو خود اُسے بھی تکلیف اُٹھانا پڑے گی۔ کھانے کو تو کھیت ہی ہے، اور پھر وہ کیا چپ ہو رہے گا؟

شام کو اُس کا شوہر گھر پلٹا اور مکان کی پشت پر گوکھ دکٹھرے کا چھجا) میں بیٹھ کر حقہ پینے لگا۔ گوکھ کے نیچے جہلم تیزی سے بہ رہا تھا۔ دھندلکے میں دریا زیادہ میلا اور گدلا نظر آرہا تھا۔ وہ دوسری طرف کھانے پکانے میں لگی ہوئی تھی، مگر دل میں رنج و غم کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ چھوٹے سے آنگن کے ایک کونے کی طرف دیکھنے کی اُسے ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس طرف دیکھنے کے خیال سے دل میں درد اُٹھتا تھا۔ حقہ پیتے پیتے اس کا شوہر کہنے لگا۔

"خبردار! جواب کبھی بغیچے کا دھیان بھی کیا؟ نہیں تو آج سے بھی برا حال کروں گا!"

اس کا یہ کہنا تھا کہ گویا بجلی کا خزانہ کھل گیا۔ وہ تو بھری بیٹھی ہی تھی بس پھٹ پڑی:۔

"مجھے تجھ سے گھن آتی ہے — گھن! اللہ کرے تو بھی میرے پودوں کی طرح مٹ جائے!"

ان الفاظ کو ادا کرنے کے ساتھ اُس پر کچھ ایسی دیوانگی سوار ہوئی کہ تڑپ کر اُٹھی اور جھپٹ کر اس سے جا چمٹی۔ وہ کٹھرے کے سہارے بیٹھا تھا اور چوبی کٹھرا بہت پرانا تھا۔ دھکا جو پہنچا تو کٹھرا چرچرا کر ٹوٹ گیا اور اُس کا شوہر ندی میں جا پڑا۔ وہ گم سم کھڑی پانی کے تیز بہاؤ کو دیکھتی رہی، مگر کچھ دیکھ نہ رہی تھی، چوکھٹ پر اس کی انگلیوں کی گرفت زیادہ سخت ہوگئی تھی۔ صرف ایک مرتبہ اُس نے اپنے شوہر کا دھندلا سا چہرہ پل بھر کے لئے دیکھا۔ جو پھر نظر نہ آیا۔

اس کے بعد وہ خود بھی یہ فیصلہ نہ کرسکی کہ شوہر سے اُسے جو نفرت ہوگئی تھی، اس حرکت پر اُسے اس نفرت نے آمادہ کیا اور اُس کی موت [illegible] اسی بات کا نتیجہ تھی یا محض ایک اتفاق تھا۔

خبر سُن کر اُس کی ماں آگئی اور بیٹی کے ساتھ رہنے لگی۔ اُس نے اپنی ماں سے سنا کہ خواجو یعنی اس کے بچپن کے ہمجولی کا بیاہ ہوگیا ہے۔ اس خبر کو سننے کے بعد وہ چپ چپ رہنے لگی۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۴۵)

کردیں مچھر فوراً مرجائیں گے۔ اگر کسی وجہ سے مچھر دانی نہ لگائیں تو سوتے وقت روغن یوکالپٹس۔ اور روغن سٹرونیلا ہر دو مساوی ملاکر ہاتھ پیر پر ملکر سوجائیں مچھر ہرگز نزدیک نہ آئیں گے یا ملیریا کے موسم میں ایسے بلند جگہ پر ہونا چاہیئے جہاں خوب ہوا کی وجہ سے مچھر نہ آسکیں۔ اگر گھر میں کسی کو ملیریا ہوجائے یا ملیریا کا موسم ہوا اور طبیعت میں کوئی خرابی ہو تو فوراً حفظ ماتقدم کے طور پر روز ایک دورتی کونین کھالینی چاہیئے۔ کیونکہ کبھی یہ زہر جسم میں داخل ہوتے ہی علامات مرض پیدا کردیتا ہے کبھی ۴۸ گھنٹہ میں بخار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بھلا چنگا آدمی اس بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے تو کامل ایک برس کے بعد اس کی کمزوری رفع ہوکر بھی وہ پہلے کی طرح چاق وچوبند نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی اس بخار کی شدت کا اثر دماغ پر بھی ہوتا ہے اور مریض کا دماغ کمزور ہوجاتا ہے۔ اگر اس مرض کا علاج درست طور پر نہ کرایا جائے تو آخر کار نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ اکثر صحت یاب ہونے کے بعد بھی ذراسی غفلت سے دوبارہ ملیریا کا حملہ ہوجاتا ہے اس لئے مریض کو بیحد احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جب یہ بخار متواتر آنے لگتا ہے تو اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی ہے اور مریض مہینے مہینے یا اس سے کم عرصہ میں بخار میں چند گھنٹے یا کچھ دن مبتلا رہ کر اچھا ہوجاتا ہے اور کچھ دن کے بعد پھر وہی کیفیت ہوجاتی ہے۔ اگر مریض جاڑوں میں پانی مانگے تو کسی قدر گرم پانی پلائیں۔ اگر گرمیاں ہوں تو سرد پانی میں لیمو ملاکر پلائیں۔ مرض کی حالت میں غذا بالکل ہلکی اور زود ہضم دیں اور مریض کو تبدیل آب وہوا کے لئے کسی ایسے مقام پر لے جائیں جہاں ملیریا بالکل نہ ہو۔

سعیدہ ضمیر الدین

(بقیہ صفحہ ۱۴۸)

ماں اور بیٹی شبانو کے متوفی شوہر کی زمین جوتتی بوتی اور گزر کرتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد ماں نے دوسرا نکاح کرلینے کے لئے بہت سمجھایا مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا۔ بڑھیا ماں کو کیا خبر تھی کہ اس کی بیٹی کسی کی بیوی بننا کیوں پسند نہیں کرتی ؟

وہ اب بھی نرگس وبنفشہ کی کیاریاں سینچا کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے خوابوں کے بغیر جی ہی نہیں سکتی، اور خواب اُسے جب ہی دکھائی دیتے ہیں جب شگوفہ کھلتا ہے، جب بہار سانس لیتی ہے، جب پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اس کی جان میں پیوست ہونے لگتی ہے!

(مختار)

آل۔ احمد

اس کے دل میں شوہر کی طرف سے کوئی جذبہ نہ تھا: محبت تو ہو ہی کیسے سکتی تھی، نفرت بھی نہ تھی — بس ایک بے تعلقی سی تھی۔ اِس وقت اُسے نفرت ہوگئی، اور سخت قسم کی۔ مگر اس کی بساط ہی کیا تھی! وہ جذبۂ نفرت سے دیوانی ضرور ہو رہی تھی لیکن کوئی بدلا لینے کا تو خیال بھی نہ کر سکتی تھی۔ لیکن چند پھول پودوں کی کیا حقیقت تھی کہ ایک الھڑ، بے پروا، اور بے خیال لڑکی سر سے پاؤں تک غصّہ و نفرت بن جائے! اُس کی یہ نفرت دراصل اُس محبت کی دوسری شکل تھی جو اُسے اپنے ہمجولی کے ساتھ تھی اور آج تک سوئی ہوئی تھی — جو اس وقت جاگی اور شدت کے ساتھ جاگی تھی!

پڑے ہی پڑے اُس کے ذہن میں بدلا لینے کی تجویزیں آنے لگیں۔ وہ اس کے مویشیوں کو چارہ نہ ڈالے گی! مگر ان غریبوں نے تھوڑا ہی بگاڑا ہے! اس سے وہ کیا دُکھ پائے گا؟ اس سے وہ کیا ملول ہو گا؟ اس کے کھیت پر جا کر اُسی طرح کھیت کو اجاڑ دے گی، مگر اس سے تو خود اُسے بھی تکلیف اُٹھانا پڑے گی۔ کھانے کو تو کھیت ہی ہے، اور پھر وہ کیا چپ ہو رہے گا؟

شام کو اُس کا شوہر گھر پلٹا اور مکان کی پشت پر گوکھ دکٹھرے کا چھجا) میں بیٹھ کر حقہ پینے لگا۔ گوکھ کے نیچے جہلم تیزی سے بہ رہا تھا۔ دھندلکے میں دریا زیادہ میلا اور گدلا نظر آ رہا تھا۔ وہ دوسری طرف کھانے پکانے میں لگی ہوئی تھی، مگر دل میں رنج وغم کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ چھوٹے سے آنگن کے ایک کونے کی طرف دیکھنے کی اُسے ہمّت نہ پڑتی تھی۔ اس طرف دیکھنے کے خیال سے دل میں درد اُٹھتا تھا۔ حقہ پیتے پیتے اس کا شوہر کہنے لگا۔

"خبردار، جواب کبھی بغیچے کا دھیان بھی کیا؟ نہیں تو آج سے بھی برا حال کروں گا!"

اس کا یہ کہنا تھا کہ گویا بجلی کا خزانہ کھل گیا۔ وہ تو بھری بیٹھی ہی تھی بس پھٹ پڑی:-

"مجھے تجھ سے گھن آتی ہے — گھن! اللہ کرے تو بھی میرے پودوں کی طرح مٹ جائے!"

ان الفاظ کو ادا کرنے کے ساتھ اُس پر کچھ ایسی دیوانگی سوار ہوئی کہ تڑپ کر اُٹھی اور جھپٹ کر اس سے جا چمٹی۔ وہ کٹھرے کے سہارے بیٹھا تھا اور چوبی کٹھرا بہت پرانا تھا۔ دھکا جو پہنچا تو کٹھرا چرچرا کر ٹوٹ گیا اور اُس کا شوہر ندی میں جا پڑا۔

وہ گم سم کھڑی پانی کے تیز بہاؤ کو دیکھتی رہی، مگر کچھ دیکھ نہ رہی تھی، چوکھٹ پر اس کی انگلیوں کی گرفت زیادہ سخت ہوگئی تھی۔ صرف ایک مرتبہ اُس نے اپنے شوہر کا دھندلا سا چہرہ پل بھر کے لئے دیکھا۔ جو پھر نظر نہ آیا۔

اس کے بعد وہ خود بھی یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ شوہر سے اُسے جو نفرت ہوگئی تھی، اِس حرکت پر اُسے اس نفرت نے آمادہ کیا اور اُس کی غرقابی اسی بات کا نتیجہ تھی یا محض ایک اتفاق تھا۔

خبر سُن کر اُس کی ماں آگئی اور بیٹی کے ساتھ رہنے لگی۔ اُس نے اپنی ماں سے سنا کہ خواجو یعنے اس کے بچپن کے ہمجولی کا بیاہ ہوگیا ہے۔ اس خبر کو سننے کے بعد وہ چپ چپ رہنے لگی۔

(بقیہ بر صفحہ ۱۴۵)

بچوں کے لئے پیشہ کا انتخاب

کوئی کام یا مسئلہ پہلی نظر میں بہت آسان معلوم ہوا کرتا ہے لیکن جب ہم اصل معاملہ کی طرف زیادہ قریب آتے ہیں تو اس وقت اس کی گوناگوں پیچیدگیوں کو جان کر ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک بچوں کے پیشہ کے انتخاب کے مسئلہ کو ہی لیجئے۔ اس کا فیصلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسی گتھی ہے جس کے سُلجھانے کے لئے مخصوص اور اعلیٰ دماغوں کی ضرورت ہے باوجود اس کے لاپرواہ والدین اس مسئلے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ پچاس ساٹھ فیصدی ہونہار بچوں کی زندگی صرف ناموزوں اور غیر مصرف پیشوں اور کاموں میں پھنس کر تباہ ہو جاتی ہے جس طرح ناتجربہ کار اور نوعمر لڑکی اپنے لئے بہتر شوہر منتخب نہیں کر سکتی ہے اسی طرح نوعمر لڑکا جسے زمانہ کی گرم و سرد ہوا نہیں لگی اپنے لئے موزوں اور مناسب پیشہ انتخاب کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایک اہل الرائے کہتا ہے "دنیا کو نوجوان دنیا خیال نہیں کرتا وہ اُسے آزادی کا ایک ایسا مقام تصور کرتا ہے جہاں بچپن کے خوابوں کی تعبیر پُوری ہوتی ہے۔ سمندر اس کے لئے ایک سیماب وش ارضِ سیمیں ہے اور اس کو طے کر لینا بہت آسان خیال کرتا ہے مگر اصل حقیقت اس کو نہیں معلوم۔ وہ اس کے مدّ و جزر پر کیونکر قابو پائے گا اور اپنے جہاز کو خطرناک چٹانوں اور خوفناک بحری جانوروں سے کیسے بچا کر لے جائے گا؟" یہ وہ سوالات ہیں جن پر والدین کو غور کرنا چاہیئے۔

میاں مُظفر بیرسٹر ہونا چاہتے ہیں لیکن کیا وہ جانتے ہیں کہ اس پیشہ کے لئے کیا خصوصیات درکار ہیں اور وہ یا اس کے والدین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنے عرصہ بعد میاں مظفر اس پیشہ سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں؟ درحقیقت ذمہ دار اور دُور اندیش والدین کے لئے لڑکے کی ابتدا اور تکمیل تعلیم تک کا زمانہ نہایت اہم اور پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔ اکثر ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ والدین نے اپنی رائے یا کسی دوست کے مشورہ سے بچے کے لئے کسی پیشے کا انتخاب کیا اور بچہ کو اس کے لئے تیار بھی کر لیا مگر ایک یا دو سال بعد وہ پیشہ غیر موزوں ثابت ہوا۔ اس کے بعد اس کو تبدیل کرانا اور دوسرا کام شروع کرانا بہت سی مشکلات کا حامل ہوتا ہے اور بعض حالات میں قریب قریب ناممکن۔ بہت کم والدین اپنے بچوں کے فطری امکانات اور رُجحانات کو سمجھنے اور ان سے کام لینے کا صحیح طریقہ جانتے ہیں ورنہ عام طور پر والدین اپنی اولاد کو صائب رائے اور صحیح مشورہ دینے کے قابل نہیں ہوتے۔

ترقی یافتہ ممالک میں اس نہایت اہم کام کے بہت سے ایسے ادارے ہیں جو فیس لے کر بچہ کے لئے اس کی طبیعت اور جسمانی حالت کے موافق کام یا پیشہ بتا دیتے ہیں اور وہ تقریباً درست ثابت ہوتا ہے۔ یہ ادارے والدین کے پاس ایک فارم بھیجتے ہیں جس میں بچہ کی زندگی کا مختصر اور چیدہ چیدہ حال دریافت کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تعلیم کے زمانہ کے اسکولوں کے سرٹیفکٹ بھی طلب کئے جاتے ہیں اور بچہ کا ایک صاف فوٹو بھی مانگا جاتا ہے۔ ان سب چیزوں سے علم نفسیات کے ماہرین نتیجہ نکال کر ایک صحیح اور مستند جواب بھیج دیتے ہیں جو لڑکے کی عین طبیعت کے مطابق ہوتا ہے مگر بدقسمت ہندوستان میں اس قسم کی کوئی سہولت نہیں۔ نہ تو متذکرہ بالا قسم کے ادارے ہیں اور نہ غریب ہندوستانی والدین کو کوئی بے لوث اور صائب رائے دینے والا آدمی میسر۔ لہٰذا ان کی آرزوؤں کی کشتی موافق ناموافق ہوا کے تھپیڑے کھاتی ہوئی جہاں چاہتی ہے جا لگتی ہے۔

جنگ عظیم سے قبل حالات بہت سازگار تھے۔ عموماً نوجوان وُہی کام یا پیشہ اختیار کر لیتے تھے جو اُن کے والدین اُن کے لئے بہتر سمجھتے تھے۔ مگر عہد حاضرہ میں جبکہ چاروں طرف آزادی کا دور دورہ ہے۔ تعلیم اور زمانہ کی نئی ہوا نے عوام الناس کی ذہنیت میں

ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ قدیم وجدید خیالات میں رسّہ کشی ہو رہی ہے۔ مہذب اور "ماڈرن" والدین اپنے بچوں سے کہتے ہیں کہ "تم پیشہ کے انتخاب میں آزاد ہو"۔ مگر بچوں کو اس قسم کی آزادی دینے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ وُہی جو ہونا چاہئے۔ یعنی وہ ظاہری حالات سے متاثر ہو کر اپنی خام خیالی سے ایسے کام یا پیشہ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جس کے وہ قطعًا اہل نہیں ہوتے اور کم فہم والدین بھی ان کی خواہش یا فیصلہ پر صاد کر دیتے ہیں۔

مزید براں آج کل سائنس اور مقابلہ کی شدید سختیوں نے مل کر ہر کام کو بلحاظ خصوصیت بیحد وسیع اور اس کو ہزاروں صیغوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مثال کے لئے انجینئرنگ کو لیجئے جو اس وقت بہت سی شاخوں میں بٹ گئی ہے اور ہر ایک شاخ بطور خود ایک ایک مخصوص پیشہ بن گئی ہے۔ ایک انجینئر سیدھے سادے الفاظ میں انجنئر نہیں کہلا سکتا۔ اب وہ سِوِل انجنیر بھی ہے۔ موٹر انجنیر بھی ہو سکتا ہے۔ کان کنی کا انجنیر بھی کہلا سکتا ہے بجلی کا اور زراعت کا انجنیر بھی کہلا سکتا ہے اور اگر چاہے تو انجنیر آتش[1] بھی بن سکتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹری کے پیشہ کو لیجئے۔ پہلے تو ایک ڈاکٹر تمام امراض کا معالج سمجھا جاتا تھا مگر اب ڈاکٹری بھی مختلف شاخوں میں تقسیم ہو کر ہر ایک مرض کے لئے مخصوص ہو گئی ہے۔ مثلًا تپ دق کی ڈاکٹری۔ ملیریا کی ڈاکٹری۔ پلیگ کی ڈاکٹری ہیضہ کی ڈاکٹری۔ کانوں کی ڈاکٹری۔ آنکھوں کی ڈاکٹری۔ دماغی امراض کی ڈاکٹری وغیرہ اور ان میں سے کسی ایک میں سند لینے سے ڈاکٹر صرف اُسی مرض کا معالج خاص (Specialist) سمجھا جاتا ہے۔ جائے غور ہے کہ ایک نوعمر بچہ جسے دنیا کا کچھ بھی تجربہ نہیں ہے کس طرح کسی پیشہ کی خصوصیات اور اس کی اندرونی مشکلات اور پیچیدگیوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور کس طرح یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ پیشہ جو اُس نے پسند کیا ہے اس کے لئے موزوں ہے یا نہیں جبکہ بعض تجربہ کار اور جہاندیدہ والدین بھی کبھی کبھی اس مسئلہ میں صحیح فیصلہ پر پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔

فی زمانہ پیشہ کا انتخاب اس وجہ سے اور بھی دِقت طلب ہے کہ ہر کام کے لئے بہت کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ ورنہ یوں آسان ہے کہ سولہ یا بیس سال کی عُمر میں اسکول کی تعلیم (میٹرک) ختم کر کے آفس بوائے کی حیثیت سے کسی دفتر میں کوئی آسامی اس غرض سے تلاش کر لی جائے کہ دفتر یا تجارت کے کام کا کچھ تجربہ ہو جائے۔ کیونکہ ہر لڑکے کے لئے اسکول کی تعلیم کے بعد کسی خاص پیشہ کی تعلیم تعلیم حاصل کرنا مالی مشکلات کی وجہ سے آسان نہیں ہے اور معقول مشاہروں کی آسامیاں بغیر اُن کے مخصوص امتحانات پاس کئے مل نہیں سکتیں۔ لہذا عمومًا اسکول کی رواجی تعلیم کا سوال والدین کی مالی حالت پر منحصر ہوتا ہے۔ بہت سے ہونہار بچوں کے والدین باوجود خوش حال اور صاحب حیثیت کہلانے کے ان کو یونیورسٹی کی تعلیم نہیں دلا سکتے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہوتا ہے جب ایک شوقین بچہ اعلیٰ تعلیم کا ارادہ کرتا ہے مگر سرمایۂ کی قلت کی وجہ سے دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔

پھر بھی تمام حالات اسی طرح مایوس کُن نہیں ہوتے۔ دُور اندیش اور موقع کے متلاشی ہونہار بچوں کے لئے بہت سے ذرائع اور وسائل میسر آجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نوجوان اس عمر میں بہت کم سوچتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے اور لاپرواہ والدین بھی اگر پندرہ

---

[1] انجنیر آتش جسے Combustion Engineer کہتے ہیں، ایک قسم کا عہدہ ہے جس کے ذمہ ایندھن (کوئلہ گیس تیل) کے استعمال کا کام ہوتا ہے۔ وہ کارخانوں کی چمنیوں کا معائنہ کرتا ہے کہ وہ صاف رہتی ہیں یا نہیں۔ دُھوئیں اور گیس کے مُضر اور ردّی ابخرات کو محفوظ طریقہ سے باہر نکالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ ایندھن جو ایک قسم کا قیمتی مادّہ ہے کفایت سے استعمال کرنے کا لوگوں کو مشورہ دیتا ہے۔ بیکار اور غلیظ مادّوں کو بطور ایندھن اس طرح استعمال کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے کہ جل کر ضائع ہو جائیں اور ضائع ہو کر اُن سے فائدہ بھی اُٹھائیں۔

یا سولہ سال کی عمر سے رواجی تعلیم کے بعد معمولی حیثیت کے لڑکے کو پینٹنگ یا مہندسی کے کام میں ڈال دیا جائے۔ اور اگر وہ کچھ بھی قابلیت (جو صرف تعلیم سے ہی ہوسکتی ہے) اور ذہانت رکھتا ہے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ منزلِ مقصود پر پہنچ جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہوگا اور شاید میٹرک پاس اس قسم کے کاموں کو حقیر خیال کرنے لگے۔ مگر کم از کم ایسے تو بہتر ہی ہوگا کہ رواجی تعلیم کے بعد سرکاری دفتر کی قلیل آمدنی کی کلرکی کے خواب دیکھتے دیکھتے نصف عمر ضائع ہو جائے۔ پھر وہ نہ ملے تو ہار جھک مار کر چپراسی یا کانسٹبلی کے عہدوں کے لئے کوشش کی جائے جو بہرحال پینٹنگ اور مہندسی کے پیشوں سے زیادہ معزز اور کافی آمدنی کے موجب نہیں ہوتے ہیں۔ بہت سے غیر معمولی شہرت رکھنے والے لوگوں نے اپنی زندگی معمولی کاموں سے شروع کی کی تھی۔ ان سب کی فطری خصوصیات وُہی تھیں جو معمولی آدمی میں ہوسکتی ہیں۔ البتہ ایک صفت یا عادت اُن میں بدرجہ اتم موجود تھی جو اُن کی خود پیدا کی ہوئی تھی یعنی وہ کافی سوچنے والے تھے۔ اسی ایک قوت سے وہ مخالف طاقت سے شکست نہیں کھاتے تھے۔ یہاں مشہور انگریزی ناول نگار ایڈگر والس Edgar Wallace کی مثال بیان کرنی کافی ہوگی، اس کی دماغی قوت اچھی تو ضرور کہی جاسکتی تھی مگر کسی سے بہتر یا برتر نہیں تھی۔ لیکن انگریزی ادب کے مطالعہ کرنے والے کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین انگریزی زبان کے بہترین نمونے ہیں۔ اس کے قلم سے جو کتاب نکلتی تھی اختراع فائقہ کا درجہ رکھتی تھی۔ باوجود اس کے وہ مافوق الفطرت انسان نہ تھا۔ مگر یہ احساس ضرور رکھتا تھا کہ وہ کیا کرسکتا ہے اور کیا نہیں کرسکتا۔ بجائے ان خام خیالیوں میں بسر کرنے کے کہ میں ایک دم کوئی ایسا فلاسفر یا حساب داں ہو جاؤں کہ آئینسٹائن Einstein کے نظریوں کو باطل کردوں وہ ایک معمولی کام پر جم گیا اور قدرت نے اُسے جو کچھ عطا کیا تھا وہ اُس سے اچھی طرح کام لیتا تھا سخت محنت کرتا تھا اور مستقل مزاج تھا۔ اس لئے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ آخر کار ناول نگاری میں بین الاقوامی شہرت کا مالک ہوا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایڈگر والس بچپن میں اخبار بیچا کرتا تھا مگر جو کچھ اس نے حاصل کیا صرف اپنی کوششوں سے اور معمولی کام شروع کرکے ہی وہ اس بلندی پر پہنچا جس کے لئے ہر شخص خواہش کرتا ہے۔

بہرحال جس کام کی بھی اہلیت اور قابلیت ہو اور اس کی طرف بچہ کا طبعی میلان دیکھا جائے۔ خواہ وہ ظاہر میں خواہ کتنا ہی معمولی اور مبتذل ہو۔ یاد رہے کہ دنیا میں کوئی کام جس سے جائز طریقہ سے پیسہ کمایا جائے مُبتذل نہیں ہوسکتا۔ اُسے شروع کرا دینا چاہئے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوششوں کو لگاتار جاری رکھنا چاہئے۔ اگر چند سال بھی بلا کسی نتیجہ کے گذر جائیں تو بھی بیکار نہیں جا سکتے۔ کیونکہ مشکلات کیرکٹر کو مضبوط اور تجربات کو پختہ کرتی ہیں اور آئندہ زندگی کی جدوجہد کے لئے تیار کرتی ہیں۔ مگر اس سے یہ مطلب نہیں کہ زندگی کی جدوجہد میں عملی حصہ لینے یا تجربہ کے خیال سے غیر موزوں کام بھی شروع کرا دیا جائے۔ بیکار مشکلات میں پھنسنے میں بھی کوئی فائدہ نہیں بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ ہم نے جو بھی اپنا نصب العین کافی غور و خوض کے بعد قرار دے لیا ہو اُسے وقت پر بلا پس و پیش شروع کرا دینا چاہئے اور کامیابی کے راستوں پر گامزن ہو جانا چاہئے۔ منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے عقلمند سیدھا اور ہموار راستہ انتخاب کرتا ہے۔ راستہ جیسا بھی ہو اُس میں ٹھوکر کھانا بھی قدرتی امر ہے البتہ ایک بچہ جس نے ابھی اسکول چھوڑا یا چھوڑنے والا ہو کیونکر سمجھ سکتا ہے کہ فلاں راستہ ٹیڑھا اور فلاں سیدھا ہے کیونکہ وہ ایسے مغالطہ اور مشکلات سے پُر راستوں کو طے کرنے کے لئے ذرا بھی تجربہ نہیں رکھتا۔ یہ مسئلہ اُس وقت زیادہ غور طلب ہوتا ہے جبکہ اسکول یا یونیورسٹی میں کوئی خاص زائد زبان یا اختیاری مضمون لینے کا سوال آتا ہے۔

اکثر لڑکے خاص مضامین لے لیتے ہیں جو عام مقاصد کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں لیکن صرف اس مطلب کے لئے نہیں

کہ وہ کسی خاص پیشہ کے لئے کارآمد ثابت ہوں گے۔ دوسری طرف ذرا ذہین لڑکے انجینئرنگ یا کیمسٹری لے لیتے ہیں۔ ان کا مطلب اس سے یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مستقبل کے متعلق کچھ سوچ رکھا ہے۔ بعض لڑکے پہلے سے اپنے آئندہ پیشہ کے متعلق کچھ سوچ لیتے ہیں تب بھی یہ ضروری نہیں کہ مشکلات حل ہو جائیں۔ دوران تعلیم میں ہی ان کے دلوں میں مختلف خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایک پیشہ اپنی مخصوص خوبی کی بنا پر ان کے دل اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے سامنے اپنی وہ لائن جو انھوں نے منتخب کر لی تھی غیر موزوں یا پست معلوم ہوتی ہے جب لڑکا مشہور سیاحوں کے حالات پڑھتا ہے تو وہ سیاح ہونا چاہتا ہے اور جب ڈاکٹری کی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں تو اُسے ڈاکٹر بننے کا شوق پیدا ہوتا ہے لیکن کیا اسے اس امر کا پوری طرح احساس ہے کہ اُس کی جسمانی حالت سیاحت کی مشکلات برداشت کرنے کے لئے ٹھیک ہے یا ڈاکٹری کے کسی خاص شعبہ میں ماہر ہونا مفید ہے۔ مگر اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ بچہ کی فطری خواہشات کو یکسر پامال کر دیا جائے۔ نہیں یہ بھی بچہ پر ایک قسم کا ظلم ہوگا۔ ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصلی خواہش اور عارضی جذبات میں فرق محسوس کیا جائے اور کوشش خاص طور پر اس بات کی کی جائے کہ بچہ کی اصلی خوشی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور بچہ پر یہ بات بغیر ظاہر کئے ہوئے کہ اس معاملہ میں اُن کی (والدین یا سرپرست) رائے کو زیادہ دخل نہیں ہے اصل مقصد پورا ہو جائے۔ والدین کے لئے بچہ کے رجحان کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ بچپن سے ہی لڑکے اور لڑکی کی طبیعت کا اندازہ غیور اور ذکی والدین کر لیا کرتے ہیں۔ ورنہ جہاں طبائع کے خلاف ہر دو کے لئے شریک حیات یا پیشہ کا انتخاب کیا گیا وہاں کلفتیں ہی کلفتیں دیکھنے اور سننے میں آئیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم کیونکر اپنے اصلی مقاصد میں کامیاب ہوں۔ خوش قسمتی سے بہت سے ایسے ذرائع اور وسائل ہیں جن سے ہم بچہ کے لئے صحیح اور موزوں پیشہ کا انتخاب کر سکتے ہیں مگر اس کی بنیاد اس اُصول پر ہونی چاہئے کہ جو کام بھی تجویز کیا جائے بچہ کی دماغی اور جسمانی حالت کے لحاظ سے درست ہو۔ بچہ کو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے اور وہ آئے دن بیمار رہتا ہے اور اس کو دستکاری کے کام میں ڈالنا تجویز کر لیا جائے تو یہ ایک ایسی غلطی ہوگی جس کی عمر بھر تلافی نہ ہو سکے گی۔ ہمیں دوسرا اصولی فیصلہ یہ کرنا چاہئے کہ آیا اس کے لئے باہر کا کام بہتر ہوگا یا وہ ایک جگہ بیٹھ کر کام کرنا پسند کرے گا پھر آخری اور صحیح فیصلہ چند دیگر نکات پر غور کرنے پر منحصر ہے۔

بچہ کی ہوبیز Hobbies یعنی دلچسپ شغلوں سے ہم بہت کچھ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کسی کو ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کوئی لکڑی کے کاموں (نجاری۔ فریٹ ورک) سے دلچسپی رکھتا ہے کسی کو انجنئری کے کل پرزے کھولنے اور فٹ کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کوئی ورزشی کھیلوں کو پسند کرتا ہے۔ کوئی مضمون نگاری اور شاعری میں دلی شوق و ذوق ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک زندہ دل لڑکے کا کوئی نہ کوئی ایسا شغل ضرور ہوتا ہے جس میں وہ بغایت دلچسپی کا اظہار کرتا ہے اور اس میں اس کی خواہش ہوا کرتی ہے کہ وہ دوسروں سے سبقت لے جائے۔ بچہ کی اس قسم کی دلچسپیوں سے ہم اس کے متعلق نفسیاتی نکات معلوم کر سکتے اور مشورہ دے سکتے ہیں کہ کونسا پیشہ یا کام اس کے لئے موزوں ہوگا۔ معاملہ بظاہر آسان ہے مگر درحقیقت بہت پیچیدہ ہے۔ ہمیں بچہ کی ہوبیز کے سطحی پہلوؤں سے پوری طرح آگاہ رہنا چاہئے ورنہ ہماری گمراہی میں کچھ شک نہیں۔ بطور مثال ایک بارہ تیرہ سال کے لڑکے کے معاملہ کو لیجئے جو کتب بینی کا بہت شائق ہے۔ اگر ہم اُسے کتابوں کا کیڑا سمجھ کر اور بغیر اس سے آگے غور کئے ہوئے یہ فیصلہ کر لیں کہ یہ لڑکا بجائے کسی کارخانے میں کام کرنے کے دفتر میں زیادہ خوش رہے گا تو یہ ہماری غلطی ہوگی۔ کیونکہ ہم نے صرف اس کے ظاہری پڑھنے کے شوق سے نتیجہ نکال کر یہ فیصلہ کیا ہے اور ہم نے اس کے باطنی پہلو پر غور نہیں کیا کہ وہ کس قسم کے مطالعہ کا شوقین ہے۔ اگر وہ دنیا کے

عجیب غریب واقعات اور سفرنامے خاص طور پر رغبت اور دلچسپی سے پڑھتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ دفتر کی زندگی کم از کم اس کے لئے موزوں نہ ہو۔

جس طرح لڑکی کے لئے شوہر کے انتخاب کے وقت والدین کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ خوش اور تندرست رہے اسی طرح لڑکے اور لڑکی کے لئے پیشہ کے انتخاب میں والدین یا بزرگوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنی زندگی میں خوش اور کامیاب رہے۔ ہر پیشہ کے لئے خاص ذہنی قابلیتوں کا ہونا ضروری ہے خواہ علمی قابلیت ہو یا علمی وادبی اور ریاضی کی قابلیت۔ اسی طرح خاص ذاتی خصوصیات بھی ہوئی لابدی ہیں۔ مثلاً بات چیت کا اچھا ملکہ ہونا۔ یا عوام الناس سے ہمدردی اور دوستی کا جذبہ یا جذبات پر قابو پانے کی قوت۔ جب تک کسی خاص کام کے لئے موزوں ذہنی قابلیت اور ذاتی خصوصیات مجتمع نہ ہوں اس کام یا پیشہ میں کامیاب ہونے اور حصول مسرت کی اُمید نہ رکھنی چاہئے۔ اُردو میں اعلیٰ جواب مضمون لکھنے سے بذات خود یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ لڑکا یا لڑکی بہترین صحافی یا ادیب بنے گا یا اگر وہ موٹر سائکل کے انجن میں خاص دلچسپی رکھتا ہے اور صرف اسی ایک خارجی خصوصیت سے یہ معنی اخذ کر لینا کہ اس کا میلان طبع انجنیر بننے کی طرف ہے غلط ہوگا۔ ہم پھر اس حقیقت کا اعادہ کرتے ہیں کہ انسانی کیرکٹر جو متضاد مقاصد سے مرکب ہوتا ہے بہت پیچیدہ چیز ہے۔ یہ بات لڑکے کے مشاغل میں بخوبی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ وہ دریائی کاموں (پیرنا کشتی چلانا) میں دلچسپی لیتا ہے اور اُس کے ساتھ ساتھ شطرنج فوٹوگرافی سے حظ اُٹھاتا ہے۔ کبھی کبھی جانور پالنے اور کیڑوں مکوڑوں کے رکھ رکھاؤ اور ان کی جراحی (چیرنے پھاڑنے کا کام) میں کافی انہماک ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے حالات میں بغیر صبر وتحمل کے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا بہت دشوار امر ہے۔

بعض بچوں کی طبیعت اس قسم کی ہوتی ہے کہ اُن کا رجحان طبع کسی دلچسپ شغل میں نہیں دیکھا جاتا۔ بچہ کی اس قسم کی فطرت، معاملہ کو قدرتی طور پر زیادہ اُلجھا دیتی ہے۔ لہٰذا کُل معاملہ کو ذرا وسیع نظر سے دیکھنا چاہئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کوئی بچہ لکڑی کے کام کو پسند کرتا ہے تو اس کی آئندہ معاش کا ذریعہ بھی نجاری یا اسی قسم کا کام ہو یا وہ گھڑی اور تالوں کے پرزے پرزے کرکے اُن کو دوبارہ جوڑا کرتا ہے تو اُسے گھڑی سازی یا قفل سازی کے کام ہی میں لگا دیا جائے۔

اگر ہم بچہ کی تمام ہو بیز ایک جگہ جمع کرکے اس کی خارجی و باطنی عادتیں ذہنی قابلیتیں، اور ذاتی خصوصیات بھی ذرا گہری نظر سے دیکھیں تو ہم ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس کے اصلی اور مستقل میلانات طبع کس طرف ہیں کیونکہ بعض مشاغل ایک حد تک وقتی یا عارضی بھی ہوتے ہیں۔ بعض ہو بیز ایسی ہوتی ہیں جن کو لڑکا طبعی طور پر ناپسند کرتا ہے مگر بعض مجبوریوں اور پابندیوں سے اُسے ان میں دلچسپی لینی پڑتی ہے۔ اس لئے بعض جسمانی کھیل بچہ کی ہو بیز میں شامل نہیں کئے جا سکتے۔ ہندوستان میں فٹ بال ہاکی کرکٹ وغیرہ تمام روایتی اور عارضی کھیل ہیں۔ کیونکہ اسکول میں ہر لڑکے کو ایسے کھیلوں میں حصّہ لینا ضروری ہے یا کم از کم خود لڑکا بطور فیشن یا دوسروں کی ریس سے اُن میں دلچپی لینے پر مجبور ہوتا ہے۔

لڑکیوں کے لئے پیشہ

لڑکیوں کے پیشہ کے انتخاب کا مسئلہ بعض وجوہ سے پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اُصولاً لڑکیاں بھی اپنے بھائیوں جیسے خیالات رکھتی ہیں اور ان کی ہو بیز بھی اُن سے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ تاہم ان کے متعلق بھی ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ زمانہ آرہا ہے جبکہ ہندوستانی لڑکی کو بھی کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑے گا آیا لڑکی قدرتی طور پر کھانے پکانے کی زیادہ شوقین ہے یا سوزن کاری کی؟ کیا وہ کتب بینی کی زیادہ شائق ہے؟ کیا وہ بہت چھچھلی اور منچلی ہے؟ کیا وہ درس تدریس کا اچھا سلیقہ رکھتی ہے؟ یہ باتیں اس کے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے اسکول کے گھریلو

کام (ہوم ورک) میں مدد دینے سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہیں۔کیا اُس میں عوام الناس کی ہمدردی کا مادّہ قدرتی ہے ؟ یہ بات گھر کے عزیز اور رشتہ داروں کی تیمارداری کرنے یا بیماری میں تسلّی وتشفی دینے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ لڑکی میں کوئی موروثی جسمانی روگ تو نہیں ہے ؟ اسی قسم کے دیگر سوالات مثل لڑکے کے لڑکی کے معاملہ کو بھی آسان کردیں گے۔جن سے ہم لڑکی کے لئے بھی اس کی دماغی جسمانی اور طبعی حالت کے مطابق کام منتخب کرسکتے ہیں۔

ہاتھ کا کام یا دماغی کام

یہ دو اُمور بھی لڑکے یا لڑکی کے پیشہ کے انتخاب کے وقت قابلِ غور ہیں۔ بعض لوگ ہاتھ کے کام کو مبتذل سمجھتے ہیں اور دماغی کام کو معزز تصوّر کرتے ہیں۔یاد رکھئے ہاتھ کا کام ہرگز مبتذل نہیں ہوسکتا دونوں کام ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔اگر ہاتھ کا کام کرنے والا موجود نہ ہو تو دماغی کام کرنے والا کہاں سے کھائے گا۔اگر دماغی کام کرنے والا نہ ہو تو ہاتھ کا کام کرنے والا اپنے کام کو کیسے کھپائیگا اور بالکل غیر قدرتی اور مشکل بات ہے کہ ہر دو کام بحسن وخوبی فرد واحد انجام دے سکے۔ایک دست کار مشین بناتا ہے مشین دست کار یا کاریگر کی ذات یا پوزیشن پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔اسی طرح قلم پکڑنے والا صرف قلم پکڑنے سے معزز اور شریف نہیں کہلا سکتا لہٰذا کاریگر بھی اتنا ہی معزز ہے جتنا ایک کلرک ہوسکتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ کاریگر ہتوڑا استعمال کرتا ہے اور کلرک قلم۔ایک شخص فلسفیانہ انداز سے سوچتا ہے۔دوسرا شخص اس کی سوچی ہوئی تدبیر کو سانچہ میں ڈھالتا ہے۔تیسرا شخص اس ڈھلی ہوئی چیز کا کاروبار کرتا ہے۔ان میں سے ہر ایک بنی نوع انسان کے لئے مساوی طور پر ضروری اور مفید ہے اور کسی ایک کو دوسرے پر تفوق وبرتری حاصل نہیں۔

ہاتھ اور دماغی کام کے متعلق فیصلہ کرنے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا بیرونی کام موزوں ہے یا اندرونی یعنی ایک جگہ بیٹھ کر کرنے کا کام بہتر ہوگا یا باہر پھر کر کرنے کا۔ یہاں پھر ایک مزید سوال عام جسمانی حالت یا کم ازکم ضروری صحت ٹھیک اور مکمل ہونے کا آتا ہے۔ بیرونی کام میں جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے تندرستی بہت اچھی رہتی ہے اس لئے عام صحت کا بالکل درست ہونا اس کے لئے شرط نہیں۔مگر یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اگر ہندوستان سے باہر یا ہندوستان کے ہی کسی اور صوبہ میں جہاں کی آب وہوا اپنے صوبہ سے مختلف ہو جانا ہو تو وہ جسمانی لحاظ سے کافی قوی اور مضبوط ہو تاکہ موسم کے ناموافق حالات کی برداشت کرسکے۔

اندرونی یعنی ایک جگہ کام کرنے کے لئے اعضاء کا بالکل قوی اور توانا ہونا بظاہر تو ضروری معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس کو ہل چلانے یا بوجھ اُٹھانے کے لئے طلب نہیں کیا جائے گا لیکن اس سے ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اِس میں انسان بغیر تندرستی کے بھی کام کرسکتا ہے۔حقیقت یہ ہے یہاں جسمانی حالت اور صحت کا ٹھیک ہونا ضروری ہے۔ دفتر میں مسلسل خاموش و ساکن حالت میں گھنٹے گذرتے ہیں تو اس میں کوئی ورزشی پہلو نہ ہونے۔تازہ اور صاف ہوا کے فقدان اور زندگی کے تمام ایام شہر میں گذرنے سے صحت پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔تندرستی کی خرابی کے اثرات عام طور پر جلد ظاہر نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ درمیانی عمر میں اپنا اثر دکھاتے ہیں اور اس عمر میں جسم کی قوت اور چستی بہت گھٹ جاتی ہے جس کا علاج مشکل سے ہوتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اِن خطرات کو پیش نظر رکھیں اور دُور اندیشی سے کام لے کر بچہ کی حالت پر ہر پہلو سے غور کرلیں۔بچہ میں کوئی خاص جسمانی کمزوری خصوصاً پھیپھڑوں کی کمزوری کی علامات پائی جاتی ہیں تو اس کے لئے ایک جگہ بیٹھ کر کرنے کا کام بہتر نہیں ہوگا چاہے اس کی (بچہ کی) خواہش اس کے لئے کتنی ہی کیوں نہ ہو۔چنانچہ اس کے لئے باہر گھومنے پھرنے کا کام مفید رہے گا جو بہت سخت نہیں ہوگا۔اس سے علاوہ اس کی جسمانی حالت کو بھی مضبوط اور توانا ہونے کا موقع ملے گا۔

اب ہم پھر اصل مُدعا پر آتے ہیں۔ دُنیا میں کاموں اور موقعوں کی کمی نہیں البتہ دیکھنے کے لئے آنکھوں اور کرنے کے لئے ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت ہے۔ کیا میاں مُظفر بیرسٹر ہونا چاہتے ہیں یا زراعت کے کام کو پسند کرتے ہیں یا علاج مُعالجہ یا بیمہ کے کام میں خوش رہیں گے یا کسی سوداگر کے دفتر کو ترجیح دیں گے۔ اس قسم کے سوالات جیسا کہ کئی بار بتایا جا چکا ہے قطعی طور پر لڑکے کے چال چلن جسمانی و ذہنی حالات کے صحیح جائزہ پر منحصر ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں بچہ کی خاندانی قابلیت اور میلانات طبع دیکھنے چاہئیں کہ کون اور کس قسم کی صفت اس میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ لیکن اہل الرائے کہتے ہیں کہ بچہ میں موروثی یا خاندانی باتیں معلوم کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اگر باپ ماہر ریاضی ہے تو یہ ضروری اور یقینی امر نہیں کہ بیٹے یا پوتے میں بھی ریاضی کا قدرتی ملکہ موجود ہو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اکثر والدین کو اپنی اولاد پر اس وجہ سے فخر ہوتا ہے کہ ان کے بچے عادات اطوار اور ذہنی خصوصیات کے لحاظ سے ان سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اگر ماں بچہ میں باپ کے خوبصورت چہرہ کی مشابہت دیکھ کر خوش ہوتی ہے تو باپ جو خوبصورتی کو چنداں قابل اعتنا نہیں سمجھتا اس میں اپنا جیسا دماغ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ باوجود قابل پروفیسر ہونے کے اس بات کا یقین ہی نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا علم و ادب کو ناپسند کرتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحبزادے چیزوں کو توڑنے پھوڑنے اور ان کو پھر سے جوڑنے کے قدرتی طور پر شائق ہیں۔ اس لئے ایسے لڑکے کو جو شاید کسب معاش کے لئے انجینیرنگ کی لائن پسند کرے گا درس تدریس کے سلسلہ میں پھنسا دینا ایک غلطی ہو گی۔ اس قسم کی ذہنیت عام طور پر کاروباری لوگوں میں پائی جاتی ہے جو ادنی پیمانہ پر کام شروع کرتے ہیں۔ اور اسے اپنی کوشش سے بڑھا کر اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا دیتے ہیں اور انہیں یہ خیال کر کے ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ لڑکا میرے بعد میری گدی پر بیٹھے گا۔ لیکن وہ یہ معلوم کر کے مایوس ہوتے ہیں کہ بیٹا اس قسم کے دھندوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کا رُجحان طبع مصوری کی طرف ہے۔ لہذا ہمیں موروثی یا خاندانی قابلیتوں پر زیادہ زور نہیں دینا چاہئے۔ فیصلہ کرنے کا سب سے سہل اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ ہم جائزہ کے لئے صرف وہ واقعات لے لیں جو ہمارے سامنے ہیں۔ مثال کے لئے ہم پھر چند نفسیاتی پہلوؤں اور ہیبز کو لیتے ہیں ان سے ہم بہت کچھ معلومات اخذ کر سکتے ہیں۔ کیا بچہ اپنے تخیل کا اظہار بہت روانی سے کرتا ہے؟ کیا وہ بہت اچھا بُولنے والا ہے؟ کیا وہ اپنے لئے نئے نئے کھیل ایجاد کیا کرتا ہے؟ قوت متخیلہ ایک اعلیٰ صفت ہے جو نہ صرف مصوری کے لئے ضروری ہے بلکہ کاروباری آدمی کے لئے بھی مفید ہے کیا لڑکا اسکول یا کالج کی مباحثہ کی محفل سے دلچسپی رکھتا ہے؟ اس میں اس کی پوزیشن کیسی رہتی ہے؟ کیا اس میں صفائی اور منطقانہ دلائل سے سوچنے اور سمجھنے کا ملکہ ہے؟ کیا وہ کسی سے ایسی باتیں کرتا ہے جیسے ایک وکیل یا بیرسٹر جج سے کرتا ہے؟ کیا وہ فٹ بال یا کرکٹ ٹیم کا کپتان رہ چکا ہے؟ اگر اس میں کوئی حاکمانہ یا لیڈری کی صفت موجود نہیں ہے تو وہ سول سروس یا وزارت کے محکمہ میں مفید ثابت نہ ہو گا۔

بہر حال صحیح فیصلہ پر پہنچنے کے لئے ذرائع اور وسائل کی کمی نہیں لیکن ہمیں بچہ کے کیرکٹر کے تمام نکات پر بھی بخوبی غور کرنا ہو گا۔ ان میں سے چند نکات کو مفید سمجھ کر غور کرنے کے لئے چُن لیں اور باقی جو واقعہ کا ایک ہی رُخ ظاہر کریں اور ان پر غور کرنا بیکار ہو اُنہیں رد کر دیں۔ مگر اس سے ہمارا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم صرف "خوبی" پر نظر رکھیں اور "بُرائی" کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ طریقہ کم از کم اس مسئلہ کو صاف کر دے گا۔

ہمیں زیر بحث مسئلہ کے انتہائی پہلو پر بھی نہیں جانا چاہئے ورنہ اس صورت میں شریر یا اوباش بچوں سے جو بظاہر نکمے اور قطعی بے مصرف خیال کئے جاتے ہیں مایوس ہونا پڑے گا۔ جو بچے ماں باپ کی غفلت سے آوارہ ہو جاتے ہیں یا اسکول میں از حد شورش پسند اور نٹ کھٹ ثابت ہوتے ہیں اُن سے ہرگز نا اُمید نہ ہونا چاہئے کہ یہ چار پیسے پیدا کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔

جو بچہ جھوٹ بولتا ہے وہ قدرتی طور پر اپنے خیالات کو سمجھ کر اظہار کرنے کا عادی ہوتا ہے اور فطرتاً بیحد طبّاع اور ذہین ہوتا ہے۔ اگر قابل اعتراض کیرکٹر کے بچے کے نقائص دُور کر دئے جائیں اور اُس کی قوت متخیلہ کو ذرا احتیاط سے تربیت دی جائے تو اس سے معقول امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ جب شیشہ کو صاف کر کے ڈھالا جاتا ہے تو وہ خوب چمکنے لگتا ہے یہی خاصیت انسانی فطرت کی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ بچہ کو خراب اور نٹ کھٹ بنایا جاتا ہے، وہ خود ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ضرور ہے کہ بعض خصائل فطرتی ہوتے ہیں وہ کسی طرح تبدیل نہیں کئے جاسکتے ہیں مگر والدین یا سرپرستوں کی لاپرواہی اس پر سونے پر سہاگہ ہوتی ہے۔ یہ قاعدے کی بات ہے کہ بہت زیادہ نازک اور جلد خراب ہو جانے والی چیز کی خاص حفاظت کی جاتی ہے اس لئے اگر ایسے بچوں کی مناسب اور معقول تربیت نہ کی جائے تو ان کے فطرتی خصائل جلد زور پکڑ کر اپنا اصلی رنگ دکھانے لگتے ہیں۔ بہرحال بچہ کی شورش اور بداطواری سے یہ مطلب اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ قدرت نے ہی اس میں زندگی تباہ کرنے والی عادتیں پیدا کر دی ہیں۔ اس کے پڑھنے سے جی چُرانے سے یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ اسکول کو ناپسند کرتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں، مثلاً وہ تندرست نہیں ہے۔ اسکول میں اس پر شدید سختی کی جاتی ہے یا جماعت کا کمرہ اُس کو جیل کی کوٹھری معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کی پابندیوں سے گھبراتا ہے۔ ذرا ایسے بچہ کو کھُلی فضا میں آزادانہ زندگی بسر کرنے کا موقع دیجئے، پھر دیکھئے وہ کیسا محنتی اور کامی آدمی ثابت ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے بعض دفعہ شریر اور بداطوار بچے تربیت یافتہ بچوں سے زیادہ اپنے مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔ ایک گمراہ چونچال بچہ کے چال چلن میں جو قابل اعتراض نقائص پائے جاتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں ذمہ داری کا مادّہ بدرجہ اتم موجود ہے اور اپنے مخالف حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وہ اپنے دماغ پر کافی بھروسہ رکھتا ہے۔

برعکس اس کے مظفر جو بہت نیک لڑکا خیال کیا جاتا ہے اسکول سے اس کے متعلق اچھی رپوٹیں آتی ہیں۔ اپنی جماعت میں سب سے آگے رہتا ہے اس نے بہت سے انعامات حاصل کئے ہیں اور استادوں کو اپنے اس شاگرد پر فخر ہے ہر شخص کو امید کیا بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بہت شہرت اور عزت حاصل کرے گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ وہ جو کچھ چھوئے گا سونا ہوجائے گا۔

اکثر والدین یہ دیکھ کر متعجب اور مُتاسّف ہوتے ہیں کہ جوں ہی اُن کے لڑکے نے اسکول چھوڑا تو اس کی تعلیم اور قابلیت کے شاندار ریکارڈ ماند اور دُھندلے پڑ گئے اور ان غریبوں کی تمام اُمیدیں جو اس سے وابستہ تھیں مُردہ ہوگئیں۔ خرابی صحت یا کوئی اور غیر معلوم سبب اس تنزل کا باعث ہوسکتا ہے مگر لڑکے نے سعادت مندی سے اپنا فرض تو پورا کر دیا جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ غریب بوجہ کمزوری اپنے لئے کچھ نہ کرسکا۔ اس سے ظاہر ہے کہ والدین نے لڑکے کی حالت اور صحت کا صحیح جائزہ لئے بغیر اُسے ایسے کام پر لگا دیا جس کا وہ زیادہ اہل نہیں تھا۔ اگر اُسے ضرورت کے مطابق تعلیم دلوانے کے بعد جلد کسی ایسے کام پر لگا دیا جاتا جہاں وہ اوائل عمری میں ہی نہ تھک جاتا تو اس سے زیادہ کامیابی کی امید تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیجا نام نمود اور قابلیت کے اظہار کے لئے بھی صحت اور روپیہ برباد کرنا نہایت حماقت آمیز فعل ہے۔

پیشہ کے انتخاب کا فیصلہ کس عمر میں کرنا چاہیئے

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ مستند تعلیم کے حُصول اور پیشہ کے لئے جسم کے اُن عضلات کا جن پر نقل و حرکت کا خاص اثر پڑتا ہے ٹھیک ہونا، دلی شوق اور فطرتی قابلیتوں کا موجود ہونا لازمی ہے۔ اب ایک اہم اور بڑا سوال یہ ہے کہ فیصلہ کے لئے ٹھیک کون سی عمر ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی اصول مقرر کر دینا ناممکن ہے۔ اکثر مغربی ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ ٹھیک عمر اس کے لئے وہ

زمانہ ہے جبکہ بچہ خود اپنی قوت مدرکہ سے سوچنے سمجھنے لگتا ہے تاکہ ہر مسئلہ جو اس کے سامنے رکھا جائے وہ خود بھی اس پر غور کر سکے لہٰذا چونکہ یہ قوت یعنی سمجھ بوجھ کا مادہ عمر کے مختلف مدارج میں پیدا ہوتا ہے اس لئے کوئی صحیح عمر بتانا مشکل ہے۔

بعض بچے ۱۴ سال کی عمر میں یا اس سے قبل قابل اطمینان نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں جس سے وہ اپنی زندگی میں بھٹک نہیں سکتے۔ بہر حال ایک لڑکا اس وقت تک اپنے مستقبل کے متعلق کماحقہ طور پر صحیح فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کی سمجھ پختہ نہ ہو جائے اور بچپن کے عارضی ولولے اور جذبے فرو نہ ہو جائیں۔ اور کچھ زمانہ کا تھوڑا بہت تجربہ بھی ہو جائے جو اس کی آئندہ رہنمائی اور ایک جگہ استقلال سے جمے رہنے کا باعث ہو۔ مگر آپ یہ خیال فرمائیں گی کہ یہ اصول والدین کے نقطۂ نظر کے خلاف ہوگا کیونکہ ہم نے ابھی اوپر عرض کیا تھا کہ اس ضروری معاملہ کو جو زندگی کا نہایت اہم معاملہ ہے کلیتہً بچہ پر چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے بچے کے، وہ بھی ۱۴ یا ۱۶ سال کے بچہ کے علم و تجربہ کی جہاں دیدہ ماں باپ کے تجربہ کے آگے کیا حقیقت ہو۔ مگر اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اس عمر میں معاملہ کو تمامتر بچوں کے فہم و ادراک پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ بچے خود بھی اپنی رائے پیش کر سکیں۔ اور نفع و نقصان کو کماحقہ سمجھ کر اپنے نقطۂ نگاہ سے والدین کو آگاہ کر سکیں جن پر غور کر سکیں۔ بے شک آخری فیصلہ پر صاد ہر صورت میں والدین کا ہی ہونا چاہئے۔

اگر مالی حالت اجازت دے تو پیشہ کے انتخاب اور اس کو عمل میں لانے کے فیصلہ کو اس وقت تک ملتوی رکھا جائے جب تک بچہ کو ذمہ داری کا احساس نہ ہونے لگے۔ ذمہ داری کا احساس بچہ کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ پورا آدمی کہلانے کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ پچھلی صدی تک یہ دستور تھا کہ والدین اپنے بچوں کو ۲۵ یا ۲۶ سال تک اعلیٰ یعنی یونیورسٹی کی تعلیم کے سلسلہ میں لگائے رکھتے تھے۔ یہ بہت دانشمندانہ رواج تھا۔ مگر آج کل تو متوسط حیثیت کے لوگوں میں عام طور پر مڈل یا میٹرک تک تعلیم جاری رکھنا مشکل ہے اور ۱۶ یا ۱۸ سال کی عمر میں کسب معاش کی فکر دامنگیر ہو جاتی ہے۔ بہر حال ۲۴ یا ۲۵ سال کی عمر وہ ہے جس میں بچہ سمجھدار آدمی کہلانے لگتا ہے اور ہر معاملہ کے نیک بد اور تمام نشیب و فراز کو سمجھتا ہے۔

فیصلہ کا صحیح طریقہ

ماہر نفسیات ایسے فیصلوں سے جو غیر مساوی بنیادوں پر کئے جاتے ہیں ـــ اور جو کم از کم پچاس فیصدی غلط ثابت ہوتے ہیں ـــ اجتناب کرتا ہے۔ اگر ایسا موقع آئے کہ کوئی کام یا پیشہ موزوں ثابت نہ ہو سکے تو مشیر کو چاہئے کہ تمام جزئیات مثلاً مقامی و بیرونی مالی و اجتماعی حالات اور بچہ کے نفسیاتی پہلوؤں پر جو صحیح پیشہ کے انتخاب پر خاص طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مساوی طور پر غور کرے پھر متوازن جزئیات کی بنیادوں پر فیصلہ کرنا چاہئے۔ جو کم از کم ۹۰ فیصدی صحیح ہوگا۔ شاید ایک مثال ہمارے اس نظریہ کو واضح کر دے گی۔

میاں مظفر کی دلی خواہش وکیل بننے کی ہے اور اختتام تعلیم تک ان کی اس رائے یا خواہش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یا کم از کم انھوں نے اختتام تعلیم کے بعد کافی سوچ کر فیصلہ کیا ہے اور ان کے والدین بھی اس بچہ کے ہم خیال ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مظفر میں وکیل بننے اور اس پیشہ میں کامیاب ہونے کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ اگر والدین بغایت دور اندیش اور دانشمند ہیں تو انہیں ان امور پر غور کرنا ہوگا ورنہ کسی تجربہ کار ماہر نفسیات مشیر سے اس معاملہ میں مشورہ کرنا ہوگا۔ اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ بچہ کی نفسیات سے اس کے اپنے والدین سے زیادہ بہتر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر ہم وکیل کو لیتے ہیں۔ وکیل یا بیرسٹر بننے کے لئے جو خاص قابلیت اور خصوصیات درکار ہیں۔ وہ والدین یا مشیر کے لئے غور کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل ہیں:-

لڑکے کا فطرتاً ذہین ہونا۔ روانی یا جوش سے گفتگو کرنے کا قدرتی ملکہ۔ عوام الناس سے ہمدردی کا فطرتی جذبہ۔ لوگوں

کو جلد اپنا گرویدہ کر لینے کا فطرتی خاصہ۔ صبر و سکون کی عادت تاکہ وہ اپنے سخت سے سخت مزاج کے موکلوں سے خندہ پیشانی سے پیش آ سکے ۔ سوچ بچار کرنے اور معاملہ کی تہہ کو جلد پہنچ جانے کی عادت ۔ والدین کی مالی حالت کا بہتر ہونا تاکہ لڑکا کم از کم تین چار سال تک بغیر کسی قسم کی آمدنی کی اُمید کئے ہوئے پریکٹس جاری رکھ سکے جس ضلع میں پریکٹس کا ارادہ ہو وہاں کی زراعتی اور تجارتی حالت کا بہتر ہونا ۔ دائمی مریض خصوصاً پھیپھڑوں کا مریض نہ ہونا ۔ اگر ان تمام خصوصیات اور قابلیتوں کا لڑکا مساوی طور پر حامل ہے تو یقین کر لیجئے وہ اپنے پیشہ میں کامیاب اور نامور ہو گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ پریس کی بہت سی سہولتیں حاصل ہو گئی ہیں اور روزانہ سیکڑوں کتابیں چھپتی ہیں، اس موضوع یعنی پیشوں کے انتخاب یا اولاد کے نصب العین پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ موضوع زندگی کے مستقبل کا سب سے ضروری سوال ہے۔ اس ضمن میں اُوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ صفحات میں لکھا جائے گا امید ہے کہ مشغول و مصروف والدین اور ان کے بچوں کی رہنمائی کے لئے از بس مفید ثابت ہو گا۔ اس مضمون کو میرے آئندہ مضامین کا مقدمہ سمجھئے جن کو میں نے علمائے نفسیات اور ماہرین تعلیم کی تحقیق و تفتیش سے مدد لے کر ترتیب دیا ہے۔

سید رضا احمد جعفری اکبر آبادی

طبی اقوال

کُھلی ہوا۔ سورج کی روشنی۔ مناسب ورزش۔ بدن اور لباس کی صفائی۔ پوری نیند۔ صاف پانی زود ہضم خوراک تازہ پھل صاف ستھرے مقامات کی رہائش خوشی قلبی اطمینان صحت کے لئے ضروری لوازمات ہیں۔

دھوپ۔ سردی۔ دھوئیں۔ ریت اور گرد و غبار سے چہرہ کی جلد خراب ہو جاتی ہے۔

چھوٹے بچوں کو اگر مٹھائی کی جگہ پھل کھلائے جائیں تو ان کے دانت ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

صحت کے لئے نرم بستر پر سونے کی نسبت سخت بستر پر سونا زیادہ فائدہ مند ہے۔ نرم بستر پر سونے سے پیٹھ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پیٹ پر شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ اور جسم کے بستر میں دب جانے سے مسام بند ہو جاتے ہیں۔

مشہور ہے کہ جہاں پیاز، سرسوں یا ارنڈ کے پتے رکھے ہوں وہاں سانپ نہیں آتا۔ لیکن حال ہی میں دریافت ہوا ہے کہ کاربالک ایسڈ سانپ کے لئے موت کا پیغام ہے سانپ اُس کی بو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا اور جہاں اس کی بُو موجود ہو وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ کاربالک ایسڈ کی دو بوندیں سانپ کے جسم پر ڈال دی جائیں تو وہ دو منٹ میں مر جاتا ہے۔

لیموں کے پتوں کا عرق ملنے سے بدن کی بدبو دُور ہو جاتی ہے۔

شہد اور ادرک کا پانی ملا کر چاٹنے سے کھانسی کو آرام آ جاتا ہے۔

بچوں کو اجازت دینی چاہیئے کہ وہ ہر روز کھلے میدانوں میں جا کر کھیلیں کودیں۔

پانی میں نمک ملا کر غرغرے کرنے سے منہ کی بدبو زائل ہو جاتی ہے۔

جلی ہوئی جگہ پر انڈے کی سفیدی لگا دینے سے سوزش فوراً دور ہو گی اور آبلہ بھی نہیں پڑے گا۔

کدو کی بھاجی بنا کر کھانا استسقا اور ورم جگر میں نہایت مفید ہے۔

جو عورت بچہ کو زیادہ عرصہ تک دودھ پلائے اس کی آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

مچھر کاٹنے کی جگہ پر معمولی صابن کے ٹکڑے کو ذرا سا پانی میں تر کر کے ملا جائے تو خارش بند ہو جاتی ہے۔

سانس ہمیشہ ناک کے ذریعہ لینا چاہئے کیونکہ ناک کے ذریعے جو ہوا اندر داخل ہوتی ہے وہ صاف گرم اور چھنی جاتی ہے۔ اور پھیپھڑوں کو طاقت دیتی ہے۔ برخلاف اس کے جو ہوا منہ کے راستہ داخل ہوتی ہے وہ بے چھنی اور پھیپھڑوں کے لئے مضر ہوتی ہے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

ذہانت کی پیمائش

عصمتی بہنوں کے تفنن طبع اور اضافہ معلومات کے لئے آج بالکل ہی نئے اور مفید موضوع پر قلم اُٹھاتا ہوں تعلیمی دنیا کا جدید ترین اور مفید ترین کارنامہ یہ ہے کہ ہم انسان کے ذہن کو ناپ سکتے ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ وہ سب جانوروں میں سب سے زیادہ ذہین ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ ہم اپنے دماغ کے محکوم ہیں۔ دماغ جو احکام صادر کرتا ہے اسی کے مطابق ہم کام کرتے ہیں اگر دماغ اپنا فعل بند کردے تو انسان پاگل ہوجائے یا مرجائے۔ انسان کو سب حیوانوں میں جو ممتاز ترین درجہ حاصل ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا دماغ دوسرے حیوانوں کے دماغوں سے بڑا ہے۔ اور ذہانت دماغ پر منحصر ہے اس لئے انسان نے اپنے دماغ سے اور ذہانت سے کام لے کر ایسے ایسے محیر العقول کارنامے کئے ہیں کہ خود اس کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

لیکن انسان بھی ایک دوسرے سے دماغ کی قوتوں میں مختلف ہوتے ہیں کسی کا دماغ اچھا ہے تو کسی کا بُرا۔ اسی وجہ سے ایک ذہین ہے تو دوسرا کند ذہن۔ پرانے زمانے سے لوگ جانتے چلے آئے ہیں کہ ذہن بھی کوئی چیز ہے۔ کسی کا ذہن اچھا ہوتا ہے تو کسی کا بُرا۔ اب بھی ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کی شکایت کرتی ہیں کہ بہن۔ میرا بچہ تو بڑا کند ذہن ہے۔ پڑھتا بالکل نہیں ہے بڑا کھلنڈرہ ہے۔ یا کسی ذہین بچے کی ماں اپنے بچے کی تعریف میں کہتی ہیں۔ بوا۔ میرا قیصر تو ماشاء اللہ سو میں ایک ہے۔ بڑا سمجھدار بچہ ہے۔ اللہ میاں اس کی عمر دراز کرے۔ فوراً بات کو سمجھ لیتا ہے اور جو کچھ بتاؤ جھٹ یاد کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکول میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی عمر کے سب لڑکے ذہن میں ایک سے نہیں ہوتے۔ ذہین بچے امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کرلیتے ہیں اور کند ذہن و غبی لڑکے یا تو رعایتی نمبر پاکر اونچے درجوں میں جاتے ہیں یا ناکامی کا منہ دیکھتے تھے۔

پرانے زمانے میں بڑے بڑے علما ذہین کی حقیقت سے واقف تھے یعنی وہ جانتے تھے کہ ذہن بھی کچھ چیز ہے جو انسان کو تیز طرار یا غبی بنا سکتی ہے۔ لیکن دو سوال تھے جو ان کو پریشان کئے ہوئے تھے (۱) ذہن ہے کیا چیز؟ اور (۲) اس کو ہم کس طرح ناپ سکتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب تو آسان نہیں ہے۔ ہر چند کہ اتنی مدت گذر چکی ہے اور ہمارے علوم و فنون و ذخیرہ معلومات میں اس قدر اضافہ ہوگیا ہے مگر پھر بھی نتیجہ جوں کا توں ہے۔ ہم لوگ اب تک ایک متفقہ فیصلہ پر نہیں پہونچ سکے کہ ذہن کس کو کہتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سب علما کے فیصلوں سے کچھ مشترکہ باتیں لی جاسکتی ہیں جن سے ذہانت کی تشریح ہوسکے۔ مثلاً سب کی رائے ہے کہ (۱) ذہانت دماغ کی ایسی قوت ہے جس پر انسان کا ذہین یا غبی اور کند ذہن ہونا منحصر ہے۔ (۲) ذہانت ہر شخص کے ساتھ ایک خاص مقدار میں رہتی ہے۔ (۳) ذہانت بچہ کی عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں وہ اپنی حد کو پہونچ

جاتی ہے اس کے بعد نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ۔ (۴) ذہانت دماغ کی دیگر قوتوں پر منحصر ہوتی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ذہانت ناپی جا سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ سال قبل تو ذہن کا ناپنا ایک امر موہوم تھا۔ علما اور حکما ذہن کو ناپنے کی کوشش کرتے تھے مگر سب کی حالت وہی تھی جو ایک بوجھ بجھکڑ کی ہو جسے ایک بعید از قیاس بات بوجھنے کے لئے دیدی گئی ہو۔ سب لوگ تاریکی میں تھے اور اندھیرے سے خائف ہو کر ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے تھے۔

الفریڈ بینے (Alfred Binet) ایک فرانسیسی ماہر نفسیات تھا جس نے سب سے پہلے دنیا پر ظاہر کیا کہ ذہانت کو کس طرح ایک منظم، مفید، اور عقل میں آنے والے طریقے سے ناپا جا سکتا ہے۔ موجودہ صدی عیسوی کے شروع میں فرانس کی حکومت یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ فرانس کے کون کون سے بچے ذہن میں کم ہیں اور یہ کہ ان کی تعلیم اور تربیت کس طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ الفریڈ بینے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ ان کے ساتھ سائمن نامی ایک دوسرے صاحب تھے۔ دونوں نے پہلے تو یہ مسئلہ اُٹھایا کہ ذہن کو ناپنے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔ ہر چند ان سے پہلے بہت سے حکما اس مہم میں ناکام رہے تھے مگر بینے اور سائمن دونوں نے بہت جلد یہ مہم سر کر لی اور دنیا حیرت میں رہ گئی کہ ذہانت ناپنے کا اس قدر سہل، دلچسپ، مفید اور معتبر طریقہ اب تک دنیا کے ماہرین فن کے دماغوں میں کیوں نہیں آسکا اور اب الفریڈ بینے اور سائمن کی سمجھ میں کیسے آگیا۔

بینے اور سائمن کی پیمائش ذہانت کا طریقہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے ۳ سال سے لے کر ۱۸ سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے کچھ سوالات مرتب کئے۔ یعنی کچھ سوالات ایسے بنائے جن کے جواب صرف ۳ سال کے بچے ہی دے سکتے ہوں کچھ سوال ایسے بنائے جن کے جواب ۴ سال کے بچے ہی دے سکیں۔ اسی طرح ہر عمر کے لحاظ سے سوالات بنائے گئے۔ مثال کے طور پر ایک سوال کا زیادہ تر ۵ سال کی عمر کے بچے جواب دے سکتے ہیں۔ ۴ سال کی عمر کے بہت کم بچے اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں تو اس سوال کو ۵ سال کے لئے موزوں سمجھا گیا۔ اس طریقہ سے سینکڑوں بچوں پر تجربے کرنے سے ہر عمر کے لحاظ سے سوالات بنا لئے گئے۔ بینے اور سائمن نے ہر عمر کے لئے سوالات بنا کر "ذہنی عمر" کا تخیل دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اگر ایک بچہ جو ۷ برس کا ہے صرف ان سوالوں کے جواب دے سکتا ہے جو ۵ برس کے بچے کے لئے موزوں ہیں تو اس کی ذہنی عمر ۵ سال ہوئی۔ یعنی وہ ذہن کے لحاظ سے ۲ سال پیچھے رہا۔ اسی طرح اگر ۱۰ سالہ بچہ ۱۲ سال والے سوالات کے جواب دے سکتا ہے۔ تو اس کی ذہنی عمر ۱۲ سال ہوئی یعنی ذہن کے لحاظ سے وہ ۲ سال آگے ہے۔

بینے نے ذہن ناپنے کے لئے جو سوالات بنائے ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زیادہ تر تعلیم و تربیت کے اثر سے بے نیاز ہیں یعنی بچہ ان سوالات کے جواب اپنے ذہن کو کام میں لا کر دے سکتا ہے۔ علم کی اسے ضرورت نہیں۔ دوسری خصوصیت ان سوالات کی یہ ہے کہ وہ عام فہم ہیں۔ زبان سلیس ہے۔ اور ہر سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

ہم ذیل میں بینے اور سائمن کے بنائے ہوئے سوالات کے نمونے دیتے ہیں۔ یہ وہ سوالات ہیں جو شروع زمانہ میں مرتب ہوئے تھے۔ ان میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہو چکی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

عمر تین سال :۔

۱۔ تمھاری ناک کہاں ہے؟ آنکھیں کہاں ہیں؟ منہ؟

۲۔ ان نمبروں کو دوہراؤ۔ (۶۔۴) ۔ (۸۔۳) ۔ (۷۔۵) ۔

۳۔ ان تصاویر میں تم کیا کیا دیکھتے ہو؟ (بچہ کو کچھ خاص تصاویر دکھائی جاتی ہیں۔)

۴۔ تمھارا نام کیا ہے؟

۵۔ سنو۔ جو کچھ کہا جائے اسے دوہراؤ۔ اس وقت گرمی ہے۔ مجھے مت جانے دو۔

عمر ۴ سال :۔

۱۔ تم لڑکا ہو یا لڑکی؟

۲۔ بتاؤ یہ چیزیں کیا کیا ہیں (چابی۔ چاقو۔ اکنی)

۳۔ ان نمبروں کو دوہراؤ (۷۔۲۔۹) ۔ (۸۔۵۔۷) (۴۔۹۔۳)

۴۔ ان دو لائنوں میں سے کونسی زیادہ لمبی ہے۔

بینے اور سائمن کے سوالات خاص طور پر فرانسیسی بچوں کے لئے مرتب ہوئے تھے اس لئے وہ دوسرے ممالک کے بچوں کے لئے موزوں نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ انگلستان میں ڈاکٹر برٹ اور ڈاکٹر بیلرڈ نے بینے اور سائمن کے سوالات پر نظر ثانی کی اور اُن کو انگریزی بچوں کے لئے موزوں کیا۔ امریکہ میں بہت سے علما نے اور خصوصاً پروفیسر ٹرمن نے امریکہ کے بچوں کے لئے سوالات کو موزوں کیا اور ان میں بہت کچھ ترمیم و تنسیخ کی۔ مثلاً تین سال کے بچوں کے لئے یہ سوالات بنائے۔

عمر تین سال :۔

۱۔ اپنی ناک بتاؤ۔ یا اپنی ناک پر انگلی رکھو۔ (اسی طرح آنکھ۔ کان۔ منہ اور بال دریافت کرو)

۲۔ بتاؤ یہ کیا ہے؟ (بچہ کو چابی۔ پیسہ۔ چاقو پنسل۔ گھڑی دکھا کر دریافت کیا جاتا ہے)

۳۔ بچہ کو کچھ تصاویر دکھا کر دریافت کیا جاتا ہے کہ ان میں کیا کیا چیزیں دیکھتے ہو۔

۴۔ تم لڑکا ہو یا لڑکی۔

۵۔ تمھارا نام کیا ہے۔ (پورا نام بتاؤ۔)

۶۔ کیا تم ماں کہہ سکتے ہو؟ اب کہو "سفید بلی۔ میرے پاس ایک چھوٹا کتا ہے۔ کتا بلی کے پیچھے دوڑتا ہے۔ گرمیوں میں دھوپ گرم ہوتی ہے۔"

عمر ۴ سال :-

۱- ان دونوں لائنوں کو دیکھو۔ بتاؤ کونسی زیادہ لمبی ہے۔

۲- بچہ کو ایک کاغذ کا تختہ دکھایا جاتا ہے جس پر مثلث۔ دائرہ وغیرہ قسم کی بہت سی شکلیں بنی ہیں۔ پھر ایک شکل دکھاکر دریافت کرتے ہیں کہ اس قسم کی شکل ان شکلوں میں سے ڈھونڈو۔

۳- بچہ کو چار پیسہ دے کر کہا جاتا ہے کہ ان کو انگلیوں پر گن کر بتاؤ کہ کتنے ہیں۔

۴- ایک مربع شکل بچہ کے سامنے رکھدی جاتی ہے اور اس کو کاغذ پنسل دے کر اس سے ویسی ہی شکل کھچوائی جاتی ہے۔

۵- بچہ سے چند سوالات دریافت کئے جاتے ہیں۔ (۱) تم کو نیند آئے تو کیا کروگے (۲) تم کو ٹھنڈ لگے تو کیا کروگے۔ (۳) تم کو بھوک لگے تو کیا کروگے۔

۶- بچہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے سنے پھر ان اعداد کو دوہرائے۔ ایک دفعہ میں چار عدد ہی بولے جاتے ہیں (۴-۷-۲-۹) وغیرہ۔

پروفیسر ٹرمن نے پیمائش ذہانت میں ایک اور نئی بات کا اضافہ کیا۔ انہوں نے بچوں کی ذہنی عمر کو ان کی اصلی عمر سے تقسیم کر دیا اور خارج قسمت کو ۱۰۰ سے ضرب دے دیا۔ جو کچھ آیا اس کا نام "ذہنی قسمت" رکھا گیا یعنی

$$\frac{\text{ذہنی عمر}}{\text{اصلی عمر}} \times 100 = \text{ذہنی قسمت}$$

اس طرح سے سینکڑوں بچوں کی ذہنی قسمت کا پتہ لگایا گیا۔ اور پھر ایک فہرست تیار کی گئی جس کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی بچہ کی ذہنی قسمت اتنی ہے تو وہ بچہ ذہن کے لحاظ سے کس درجہ کا ہوگا۔ ٹرمن نے جو فہرست طیار کی وہ حسب ذیل ہے۔

ذہنی قسمت	ذہانت
۱۴۰ سے زیادہ	طبّاع یا غیر معمولی ذہین
۱۲۰ سے ۱۴۰ تک	بہت زیادہ ذہین
۱۱۰ سے ۱۲۰ تک	بہت ذہین
۹۰ سے ۱۱۰ تک	معمولی ذہین
۸۰ سے ۹۰ تک	غبی
۷۰ سے ۸۰ تک	غبی و کند ذہن
۷۰ سے نیچے	خراب دماغ بیوقوفی کی حد تک
۵۰ سے ۷۰ تک	بیوقوف
۲۵ سے ۵۰ تک	بہت بیوقوف
۲۵ سے نیچے	گدھے

حال ہی میں پروفیسر ٹرمن نے خود اپنے سوالات میں ترمیم کی ہے۔ پہلے سوالات میں بہت کچھ سقم تھے وہ ان سوالات میں دور کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم ذہانت ناپنے کے فوائد بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ پیمائش ذہانت سے زندگی کے ہر شعبہ میں مدد لی گئی ہو۔ سب سے بڑا فائدہ تعلیم کو حاصل ہے۔ جو بچہ ذہانت کی رو سے کند ذہن غبی یا بیوقوفوں کی فہرست میں آتا ہے۔ ہم اس سے ہرگز یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ حصول علم میں دوسرے طلبا کے دوش بدوش چل سکے گا۔ ایسے بچے کے لئے ضروری ہے کہ اسکول نہ بھیجا جائے بلکہ اُسے کسی ایسے کام میں لگا دیا جائے جو وہ کر سکتا ہو۔ کوئی فن سکھایا جائے یا کسی ہنر میں لگایا جائے اس طریقہ سے وہ نہ صرف اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونے کے قابل بن سکے گا بلکہ قوم و سوسائٹی کے لئے بھی بار نہیں بنے گا۔ اسی طرح جو بچے طباع ہیں یا بہترین ذہن والے ہیں ان کو معمولی ذہین بچوں کی فہرست سے نکالا جائے اور مخصوص درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجدیا جائے یا ماہرین فن کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اپنی فطری ذہانت سے علم و ہنر میں محیر العقول ترقی کر سکتے ہیں اور ملک و قوم کے لئے باعثِ صد افتخار بن سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ بلا تشخیص سب بچے ایک ہی درسگاہ میں بھیجدئے جاتے ہیں۔ بچے کی فطری ذہانت سے نہ تو والدین کو اور نہ معلموں کو کچھ سروکار ہوتا ہے اگر بچہ معمولی ذہانت کا یا غیر معمولی ذہن کا مالک ہے تب تو خیر۔ ورنہ ذہانت میں گرے ہوئے بچے کس مپرسی کی حالت میں اسکول میں رہتے ہیں۔ اکثر و بیشتر یہ بچے ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔ اور متواتر ناکامیوں کے بعد یا تو وہ خود اسکول چھوڑ بھاگتے ہیں یا عمر زیادہ ہونے پر اسکول سے نکال دئے جاتے ہیں۔ اس حالت میں وہ دنیا میں کسی کام کے لائق نہیں رہتے۔ اور اپنے والدین کے لئے۔ سوسائٹی کے لئے اور قوم کے لئے باعث ننگ ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک میں پیمائش ذہن کے لئے مخصوص ادارے ہیں جن میں کچھ فیس لے کر بچوں کی ذہانت ناپ دی جاتی ہو۔ وہ والدین جو اپنے بچوں کا مستقبل خوشگوار دیکھنے کے لئے بے چین رہتے ہیں ان اداروں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کی "ذہنی قسمت" معلوم کر لیتے ہیں اور ان کے ذہن کے لحاظ سے ہی ان کو مختلف درسگاہوں میں بھیجدیتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے۔ ملک کے ماہرین تعلیم ونفسیات اس طرف توجہ مبذول کریں تو ممکن ہے کہ اس قسم کا کوئی ادارہ یہاں بھی قائم ہو جائے لیکن اس کے لئے وقت درکار ہے۔

پیمائش ذہانت سے امریکہ والوں نے سب سے پہلے ایک فائدہ یہ اُٹھایا کہ انہوں نے فوج میں سپاہیوں کی بھرتی اسی اصول پر کی کہ کند ذہن نوجوانوں کو فوج میں داخلہ سے روکا جائے۔ چنانچہ جب غبی اور کند ذہن سپاہی فوج میں بھرتی ہونے سے روک دئے گئے تو فوج کی حالت کہیں سے کہیں پہونچ گئی۔ آج کل ایک اور فائدہ ذہن کی پیمائش سے اُٹھایا جاتا ہے۔ ماہران نفسیات نے پتہ لگایا ہے کہ جو لوگ جرائم پیشہ طبقات سے تعلق رکھتے ہیں وہ ذہن کے اعتبار سے دیگر شہری باشندوں سے کم تر ہوتے ہیں۔ وہ جرائم ہی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کا ذہن خراب ہے۔ چنانچہ ماہران فن اس اہم نتیجہ

پہنچے ہیں کہ جو بچے خراب ذہن رکھتے ہیں ان کو مخصوص درسگاہوں میں تعلیم کے لئے بھیجدیا جائے تاکہ وہ بڑے ہوکر جرائم پیشہ افراد میں نہ شامل ہو سکیں۔ اس طرح پیدائش ذہانت نے دنیا کی تہذیب و ترقی میں ایک نئے، دلچسپ اور مفید باب کا اضافہ کردیا ہے۔ زندگی کے قریب قریب ہر شعبہ میں اس سے مدد لی جاتی ہے۔ اور وہ بچے جو کند ذہن ہونے کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور قوم وسوسائٹی کے لئے باعث ننگ بن جاتے ہیں اس کی بدولت اپنی زندگی مفید بنا لیتے ہیں

مفتاح الدین ظفر

بہارِ برشگال

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

موتیوں کی آسماں سے ہو رہی ہیں بارشیں جوش پر رنگ چمن ہے ہنس رہی ہیں نکہتیں
یہ طیوروں کے ترانے یہ گلوں کی دلکشی یہ فضائے آسمانی یہ ہوا کی فرحتیں

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

مست ہیں مرغ چمن گل ہیں خزاں سے بے خبر دلکشی چھائی ہوئی ہے گلزار پر
بوندیوں کی نرم آوازوں پہ ہوتا ہے گماں گا رہا ہے جیسے خوش آواز مطرب ساز پر

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

جس طرف دیکھو خدا کی ہیں کرشمہ سازیاں کیف پرور جنگلوں میں چھائی ہیں شادابیاں
پتہ پتہ کر رہا ہے باغ میں خوش فعلیاں ڈالی ڈالی کر رہی ہے آج گل افشانیاں

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

راگ میں ڈوبی ہوئی ہے آبشاروں کی صدا یہ ہرے میداں کی فرحت یہ فضائے دلکشا
یہ تبسم ریز جنگل یہ ہواؤں کا سرور کیف افزا یہ گلوں کے مسکرانے کی ادا

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

یہ لب جو نرم و نازک سبز پودوں کی قطار یہ مہکتی جھاڑیاں یہ لہلہاتے سبزہ زار
یہ نشاط آمیز نغمے یہ پپیہے کی پکار یہ مسرت بخش منظر یہ چہکتے کوہسار

لائی ہے کیا کیا بہاریں یہ گھٹائے برشگال

شمیم ملیح آبادی

جاپانی دعوت
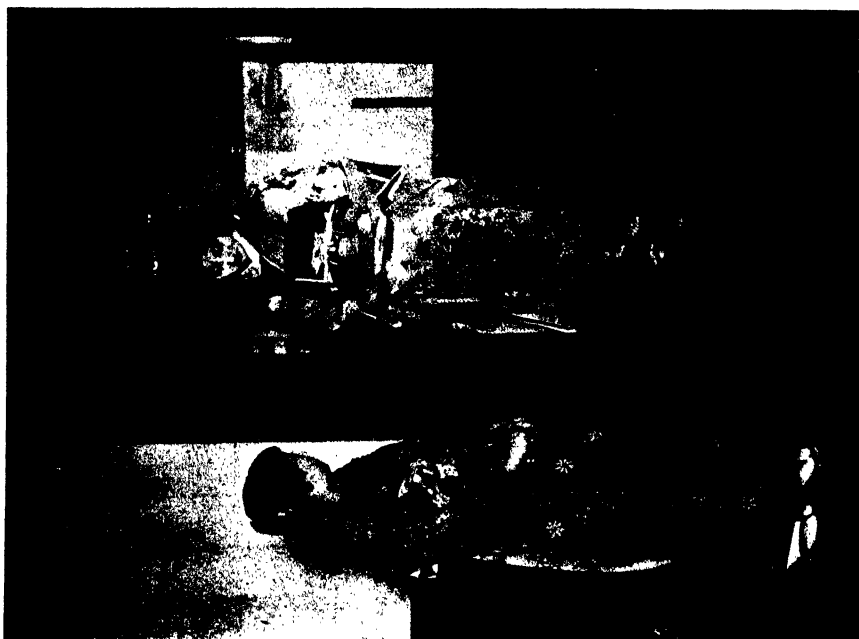
جاپانی دلہن کو اسکی بہن وداع کر رہی ہے

جاپانی دولہا دولہن

مجلس عقد نکاح

عصمت دہلی

ہندوستانی عورتوں کی قدیم معاشرت

ہندوستان ایک قدیم ملک ہے جس کا شمار ایک زمانہ سے دنیا کے متمدن ممالک میں ہوتا ہے. یہاں مختلف مذاہب اور فرقوں کی بڑی کثرت ہے، اور ہر مذہب، فرقہ اور طبقہ کی معاشرت جداگانہ ہے. مگر آپس کے میل جول اور باہمی اتحاد و یگانگت کی بنا پر ایک معاشرت کے دوسری معاشرت پر اس قدر گہرے اثرات پڑے اور مختلف معاشرتیں آپس میں اس قدر رچ پچ گئیں کہ کسی ایک کو جدا کرنا آسان کام نہیں۔ ہندوستان میں اس عمرانی پہلو کی تحقیق و مطالعہ کا وسیع میدان موجود ہے.

ہمارے ملک میں آج سے ۵۰ سال پہلے مردوں اور عورتوں کی معاشرت موجودہ معاشرت سے بالکل جداگانہ تھی. اس قدیم معاشرت کی تصویر پیش کرنا بہت مشکل ہے. کیونکہ مقامی خصوصیات، جغرافی ماحول، اور رسوم رواج کے اختلافات کی وجہ سے اس میں بھی بڑا اختلاف تھا. میں اس وقت جس معاشرت کے بعض پہلو پیش کر رہا ہوں وہ صوبہ متحدہ، نواح دہلی، صوبہ متحدہ سے ملحقہ بہاری علاقے، صوبہ متوسط، مالوہ، اور وسط ہند کی دیسی ریاستوں کی مسلمان عورتوں میں عمومیت کے ساتھ رائج تھی. اس وجہ سے میں نے مقامی مستثنیات کو ترک کر کے عام چیزوں کا ذکر کیا ہے.

یہ سوال خود دلچسپ ہے کہ آخر یہ قدیم معاشرت فنا کیوں ہوگئی. اس کی مختلف وجوہ تھیں مثلاً ملکی حکومتوں کا زوال، نئی بیرونی حکومت کا تسلط، مغربی تعلیم اور مغربی فیشن کے جدید اثرات نے ہماری قدیم معاشرت کی دیواریں متزلزل کر دیں. اور ہم بلا یہ سوچے سمجھے کہ جدید معاشرت ہمارے حالات، ذرائع آمدنی، موسمی خصوصیات کے مطابق ہے یا نہیں. اس کو اختیار کرنے لگے. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ترقی کی اور اپنی قدیم معاشرت کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیا اور جس شے کو حاصل کرنے کے لئے یہ قربانی کی تھی وہ حاصل نہ کر سکے. اور ہماری موجودہ تہذیب ایک معجون مرکب بن گئی. جس میں قدیم و جدید معاشرت کی خوبیاں بہت کم اور برائیاں بہت زیادہ ہیں.

قدیم زمانے کی عورتوں کے کردار اور سیرت میں بالعموم مختلف خصوصیات مثلاً اخلاق، محبت، ملنساری، ایثار، خلوص، وفا، مہمان نوازی، شرافت نفس بدرجہ اتم موجود تھی. ان کی معاشرت ان کے کھیل. ان کے مشاغل، دلچسپیاں، کہانیاں، لباس، زیورات، الگ تھے. گھرداری اور سلیقہ شعاری ان میں بڑی حد تک پائی جاتی تھی. مجھے اس قدیم معاشرت کو دیکھنے کا موقعہ تو نہیں ملا لیکن بچپن میں اس کے نمونے اپنی دادی اور دوسری ضعیف العمر خواتین میں دیکھے ہیں. اب یہ باتیں خواب و خیال ہوتی جا رہی ہیں. چنانچہ میری والدہ صاحبہ اس معاشرت کی جھلک موجود ہیں - آج کل کی بہنوں کی طرز معاشرت تو بالکل ہی بدل گئی ہے. اور ان کو امور خانہ داری کے کاموں سے بتدریج نفرت ہوتی جا رہی ہے. یہ صحیح ہے کہ ہماری بہنوں کے اسکولوں اور کالجوں میں عورتوں کے فرائض کی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے مگر جہاں نرسنگ، بچوں کی غور و پرداخت، پخت و پز، اور سینے پرونے کی تعلیم کا انتظام ہے. وہاں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں بھی، بچوں کی پرورش میں آیاؤں کی، پخت و پز میں ماماؤں کی، اور سلائی میں درزیوں کی محتاج نظر آتی ہیں. مجھے تسلیم ہے کہ جدید معاشی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اپنا زیادہ وقت ان کاموں میں صرف نہ کرے جن کو اکثر ادنیٰ قابلیت والے آسانی سے انجام دے سکتے ہوں. اور اپنا وقت زیادہ مفید اور کارآمد کاموں میں صرف کرے. مگر مشاہدہ بتلا رہا ہے کہ اس اصول کے پہلے حصہ پر عمل ہوتا ہے اور دوسرے جز کو نظر انداز کر دیا گیا ہے.

قدیم معاشرت کو میں نے ذیل کی چند سرخیوں میں تقسیم کر دیا ہے.

لباس

ہمارے مفوضہ علاقے کے بڑے حصے میں عورتیں گھر میں چھینٹ اور پرہٹے کے تنگ پاجامہ پہنتی تھیں البتہ خاص خاص موقعوں پر مشجر اور مشروع کے پاجامے پہنے جاتے تھے۔ نواح لکھنؤ میں ڈھیلے پائنچوں کے غرارے نما پاجامے بکثرت استعمال ہوتے تھے اور دوسرے حصوں میں جہیز میں اس قسم کے پاجامے دینے کا عام رواج تھا۔ گرمیوں میں باریک ململ اور چکن کے کلیوں دار کرتوں کا رواج تھا۔ سردیوں میں سوتی کپڑے مثلاً کشمیرے وغیرہ کے کرتے استعمال ہوتے تھے۔ شوقین عورتیں جامہ وار کی صدریاں پہنتی تھیں۔ اور دیسی روئی کی صدریاں رائج تھیں۔ بچوں کے ٹوپ۔ مرزائیاں اور دگلے بھی روئی کے ہوتے تھے۔ سلک کے ۲½ گز طول کے دوپٹے بڑے مقبول تھے ان کو رنگ کر اور چن کر پہنا جاتا تھا۔ پاؤں کے بیچ میں رکھ کر چننے کی ترکیب بہت عام تھی۔ گھروں میں نری کے جوتے جن کی ایڑیاں بٹھائی جاتی تھیں یا سلیپر پہنے جاتے تھے۔ شادی بیاہ پر دہلی کی کا مدار جوتیاں کا بڑا رواج تھا۔ بیوہ اور کنواری لڑکیاں کو رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہ تھی مگر سہاگنوں کے لئے سفید کپڑے پہننا منحوس سمجھا جاتا تھا۔

غذا

ان کی غذا ہندوستانی عام کھانے تھی جن کی فہرست بڑی طویل ہو سکتی ہے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ۔ فیرنی۔ مختلف قسم کے کباب سالن۔ دالیں۔ ساگ پات۔ مچھلی۔ خشکہ۔ کھچڑی۔ چٹنیاں اور آچار کھائے جاتے تھے۔ ہندوستان کے کھانوں میں ابھی تک کوئی زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن شہریوں میں یہ فرق ہو گیا ہے کہ اب دسترخوان پر قدیم کھانوں کے ساتھ جدید کھانے بھی نظر آتے ہیں۔ جاڑوں میں تلوں کے لڈو مختلف قسم کے حلوے ان کی مرغوب غذا تھی۔ گاؤں میں عورتوں کو گڑ کھانے کا بڑا شوق تھا۔ اور شہروں میں بھی گڑ گھی روٹی کے ساتھ کھایا جاتا تھا۔ کھٹی چیزیں عورتوں کو زیادہ پسند تھیں۔ اور کچی و پکی املیاں۔ کیریاں۔ نوجوان لڑکیوں کی مرغوب چیزیں تھیں۔

رسوم

قدیم عورتیں رسوم کی بڑی دلدادہ تھیں۔ رسومات ان کی ساری زندگی پر حاوی تھیں۔ کان میں اذان دینا۔ دودھ پلائی۔ عقیقہ۔ چھٹی۔ چلہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ سوا مہینہ۔ سالگرہ۔ دودھ بڑھائی۔ دانت نکلائی۔ پاؤں چلائی۔ بسم اللہ۔ روزہ کشائی۔ ناک چھدائی۔ ختنہ۔ نشرہ۔ بات چیت۔ منگنی۔ رسم۔ بروکھائی۔ سہرا بندھائی۔ عقد۔ ولیمہ۔ چوتھی۔ چلے۔ جمعہ۔ اور پھر مرنے کے بعد سوئم۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ چھماہی۔ برسی وغیرہ مشہور رسمیں ہیں۔ خوشی کی تمام تقاریب میں گانا بجانا بھی ہوتا تھا مگر طوائف شریف گھرانوں میں قدم نہ رکھ سکتی تھیں۔ اور عورتیں ان سے مردوں کی طرح پردہ کرتی تھیں۔ گانے بجانے کا کام عام طور پر میراثنوں کے سپرد ہوتا تھا جن کو مختلف قسم کے گیت یاد ہوتے تھے جو موقع اور محل کے لحاظ سے گائے جاتے تھے۔ بعض مرتبہ شادی بیاہ کے موقعہ پر یہ اس قدر مغلظات اور خرافات بکتی تھیں کہ پناہ بخدا۔ مگر اس کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ ہر تقریب میں شیرینی ضرور تقسیم کی جاتی تھی۔ اور عزیزوں، ملنے والیوں اور پاس پڑوس کی عورتوں کی دعوت ہوتی تھی۔

کان میں اذان دینے کی رسم کو تو نیم مذہبی حیثیت آج تک حاصل ہے۔ اور بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ہی اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے جس کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ عموماً گھر کے بڑے بوڑھے یہ فرض انجام دیتے ہیں۔ بچہ کو دودھ پلانے سے پہلے ماں کی چھاتیوں کی نظر اتاری جاتی تھی، اور تھوڑا سا دودھ نکال کر "بڑھا دیا" جاتا تھا۔ یہ غالباً طبی نقطہ نظر سے بھی مفید ہوتا تھا۔ اس کے بعد بچے کو ماں کا دودھ پلایا جاتا تھا۔ اس وقت سے اس کو "گھٹی" دی جاتی تھی جو دیسی دواؤں پر مشتمل ہوتی تھی، اور اس کے بدن پر آٹے اور تیل کی مالش کی جاتی تھی۔ یہ غالباً اس وجہ سے ہوتا تھا کہ اس زمانے میں صابن کا زیادہ رواج نہ تھا۔ چنانچہ عورتیں بھی سر دھونے میں بیسن یا ملتانی مٹی یا اسی قسم کی دوسری چیزیں استعمال کرتی تھیں۔ ساتویں روز سے سوا سال تک کی مدت میں بچہ کا عقیقہ ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا مگر ساتویں روز کے بعد اس رسم کو ادا کرنا مستحب تصور کیا جاتا تھا۔ اگر لڑکی ہو تو ایک اور

لڑکا ہو تو دو بکروں کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور نائی بچے کے سر پر استرا چلاتا تھا بچے کے بالوں کے برابر سونا یا چاندی تول کر خیرات کیا جاتا تھا اور ان بالوں کو کسی تالاب یا کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اسی دن بچہ کا نام رکھا جاتا تھا۔ مگر عموماً بچہ کو گھر میں اس کے نام کے بجائے پیار کے نام سے پکارا جاتا تھا جو نام سے بالکل الگ ہوتا تھا۔ مثلاً چاند میاں، چنو میاں، جانی، ممی، منو، چھوٹے میاں، غازی، بادشاہ، دولہا میاں، بنے میاں، یا لڑکیوں کے نام ٹبنی، ننھی، ببو، چھٹن، بیگم، بی بی، بتی قسم کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات ناموں کو بگاڑ لیا جاتا تھا جیسے انوار سے انو، نعیم سے نعمو، شاہ بانو سے شبو، سعیدہ سے سدو، وغیرہ وغیرہ۔ دودھ بڑھائی کا بھی بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ اور ہفتوں پہلے سے اس کے لئے تیاریاں ہوتی تھیں، بچہ کے لئے مٹھائیاں، پکوان اور طرح طرح کی مختلف چیزیں تیار کی جاتی تھیں۔ رشتے دار عورتوں کو رات کو جاگنے کے لئے بلایا جاتا تھا۔ ماں کی چھاتیوں پر ایلوا یا کوئی اور کڑوی چیز لگائی جاتی تھی تاکہ تلخی کی وجہ سے بچہ دودھ نہ پی سکے، سالگرہ کے موقعہ پر ایک ڈوری میں گرہ باندھ دی جاتی تھی۔ اور ہر سال ایک گرہ بڑھتی جاتی تھی۔ لڑکی کے ناک اور کان چھید کر ان میں نیلا تاگا ڈال دیا جاتا تھا۔ نیلا تاگہ ڈالنے کے دو وجوہ بیان کئے جاتے تھے ایک تو اس سے زخموں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے دوسرے زخم پکنے نہیں۔ مگر ہم نے تو متعدد بچیوں کے ناک اور کان مہینوں پکتے دیکھے ہیں۔ ناک میں تو خیر ایک سوراخ کیا جاتا تھا مگر ایک ایک کان میں تو بعض مرتبہ آٹھ آٹھ سوراخ تک کئے جاتے تھے۔ اس موقعہ پر گڑ گھوپرا یا مصری تقسیم کی جاتی تھی۔

جب بچہ چار سال کا ہو جاتا تھا تو اس کی بسم اللہ کرائی جاتی تھی۔ بچہ کو نئے کپڑے پہنائے جاتے تھے اور مولوی صاحب یا ملانی صاحبہ سب کے سامنے پہلی بار بچہ کو "اقراء" کی دو تین آیتیں پڑھاتی تھیں حسب مقدرت استاد یا استانی کو جوڑا، کپڑے، شیرینی اور نذر دی جاتی تھی اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ ہر پارہ ختم ہونے کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی تھی۔ اور ختم قرآن کے بعد نشرہ کی رسم ادا کی جاتی تھی جس میں مولوی صاحب یا ملانی صاحبہ کی کافی خدمت کی جاتی تھی۔ دوران تعلیم میں عیدین کے موقعہ پر استاد اپنے شاگردوں کو "عیدیاں" دیتے تھے۔ جو رنگین کاغذ کی ہوتی تھیں اور ان پر نقش و نگار کے درمیان سنہری حرفوں سے کوئی پند آموز اور مفید قطعہ لکھا ہوا ہوتا تھا۔ اور والدین اس کے معاوضہ میں اُستاد کی خدمت میں کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ شادی کا رقعہ نائی لے کر جاتا تھا۔ اور شادی کے ابتدائی مراحل اس کے ذریعہ سے طے ہوتے تھے۔ نائن کے سپرد بلاوے یا اذن دینے کا کام ہوتا تھا۔ دعوتی کارڈ صرف نواب یا رئیس ہی چھپواتے تھے اور یہ آج کل کے کارڈوں سے جدا ہوتے تھے۔ یہ فلسکیپ سائز کے ہوتے تھے۔ ان کا کاغذ بڑے شوخ رنگ کا ہوتا تھا جس پر سنہری حرفوں سے چھپوایا جاتا تھا۔ اوپر دس بارہ اشعار درج ہوتے تھے اور بعد میں عقد و شادی کی دیگر تفصیلات۔ غریب اور متوسط گھرانوں میں رقعوں کے بجائے فہرست کا رواج تھا جس پر ہر مہمان کا نام درج ہوتا تھا۔ اور جب یہ فہرست مہمان کے پاس جاتی تھی تو وہ اپنے نام پر "صاد" کر دیتا تھا۔ خواہ وہ آئے یا نہ آئے۔ شادی سے پہلے چڑھاوے (جس میں زیور اور جوڑے شامل ہوتے تھے۔ جوڑے ہمیشہ طاق ہوتے مثلاً تیرہ، سترہ، انیس، اکیس، اکتیس) جہیز (جس میں زیور، جوڑے، برتن، پلنگ، بچھونا، اور ضروریات کی متعدد دوسری چیزیں شامل ہوتی تھیں)، اور "بری" کی مٹکیوں یا خوانوں پر جھگڑا ہوتا تھا۔ بری کی مٹکیاں مخصوص ہوتی تھیں جن پر سفیدی کر کے ابرک چھڑکی جاتی تھی اور پھول بیل بنائے جاتے تھے۔ بعض وقت یہ معاملات طے نہ ہونے سے نسبت ٹوٹ جاتی تھی۔ واضح رہنا چاہئے کہ جہیز میں وہ جوڑے شامل نہ ہوتے تھے جو لڑکی والوں کی جانب سے دولہا۔ اور اس کے باپ، ماں، بھائی، بہنوں، اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو دئے جاتے تھے۔ مہر ہر خاندان میں قدیم روایات اور خاندانی مرتبہ کے لحاظ سے مختلف ہوتا تھا پھر بھی ڈھائی ہزار کا عام تھا جس کو "شرع محمدی" کہا جاتا تھا۔ شادی سے چند روز پہلے لڑکی کو ایک کونے میں بٹھایا جاتا تھا اور وہ اپنے گھر والوں کے سامنے بھی نہ

آسکتی تھی۔ اور اُس کے اپٹنا بھی لگایا جاتا تھا۔ لڑکے کے بھی اپٹنا ملا جاتا تھا۔ عقد کے بعد جب برات دُلہن کے گھر پہونچتی تھی تو سالے راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک ان کی مٹھی گرم نہ کی جائے اندر داخلے کی اجازت نہ ملتی تھی۔ جب دولھا اندر جاتا تھا تو سالیاں اُس کا جوتا چرا لیتی تھیں اور جب تک اپنا حق وصول نہ کرلیتی تھیں جوتا واپس نہ ملتا۔ اُس وقت دولہا سے مذاق کیا جاتا تھا مثلاً اس کو بغیر بنے ہوئے پلنگ پر بٹھا دینا۔ نمک مرچ کا پان کھلا دینا۔ شربت میں سیاہی گھول کر پلانا۔ یہاں اس کو اور مختلف قسم کی رسومات بھی پورا کرنا پڑتی تھیں اور سب سے آخر میں دُلہن کو گود میں لے کر پالکی میں بٹھانا پڑتا تھا۔ دولہن کے گھر دولہا کو، اور دولھا کے گھر دولہن کو اس کی ساس نندیں، سالیاں، رشتہ دار ملاقاتی حسب مقدرت رونمائی دیتی تھیں، جس سے معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ اور یہ اس پر کیا منحصر قدیم معاشرت کی تمام تقاریب، مثلاً عقیقہ، بسم اللہ، نشرہ، روزہ کشائی، ختنہ، جس کی رسم ادا ہوتی تھی اس کو کچھ نہ کچھ زر نقد ضرور دیا جاتا تھا۔ جوڑے، شیرینی، ہار پان اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ یہ رسم کم وبیش اب تک جاری ہے۔ اور تعلیم یافتہ اور روشن خیال خواتین بھی اس رسم کو پورا کرتی ہیں۔ شادی کے دوسرے روز چوتھی کی رسم ادا ہوتی تھی اس میں بعض مقامات پر دولھا دلہن کو سامنے بٹھا کر ان کے آگے بینگن، آلو، ٹماٹر، گاجریں، مولیاں وغیرہ رکھدی جاتی ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو ماریں۔ غریب دُلہن تو خیر کیا مارتی۔ مگر اس کی بہنیں اور دوسری رشتہ دار عورتیں دولہا کی خوب درگت بناتی تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد رسمیں تھیں مثلاً دُلہن پہلا چاند اپنے میکہ میں دیکھے یا پہلا بچہ میکہ میں ہو۔

جب کسی گھر میں موت ہو جاتی تھی تو تعزیت کو آنے والی خواتین کو اپنی سواریوں کا کرایہ خود ادا کرنا ہوتا تھا۔ موت کے علاوہ اگر کسی دوسرے موقعہ پر ایسا کیا جاتا تو اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ تین روز تک مردے کے گھر میں چولھا نہ سلگتا تھا۔ اور کھانا عزیزوں یا دوستوں کے یہاں سے آتا تھا۔ جب کوئی خاتون تعزیت کے لئے آتی تھیں تو ان کا متوفی کے قریبی رشتہ داروں سے گلے مل کر رونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ تیسرے روز سوئم ہوتا تھا جس میں معدودے چند غریبوں کو اور اکثر وبیشتر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ شادی اور غمی کے کھانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا۔ بعض عورتوں اور اکثر مردوں کا یہ خیال تھا کہ موت کا کھانا کھانے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اس وجہ سے وہ اس قسم کے کھانوں سے حتی الامکان پرہیز کرتے تھے۔

زیورات پرانی عورتوں کو زیورات کا بڑا شوق تھا۔ اور غریب سے غریب عورت کے بدن پر بھی چند زیورات ضرور نظر آتے تھے۔ بعض اوقات تو ان کا وزن سیروں سے بڑھ جاتا تھا۔ بدن کے ہر حصے کے لئے زیور تھے، سونے کے زیور زیادہ مقبول تھے، مگر پاؤں میں سونے کے زیورات پہننا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ چند عام زیوروں کے نام حسب ذیل ہیں۔

جوشن، نورتنے، بازوبند، چوڑیاں، کڑے، کنگن، چوہے دنتیاں، پہونچیاں، چھلے، انگوٹھی آرسی ہاتھوں کے لئے۔ پازیب لچھے، توڑے، بڑی چوڑیاں پاؤں کے لئے۔ گلوبند، ہار، چمپاکلی، مالا، گلے کے لئے۔ لونگ، نتھ، بلاق ناک کے لئے۔ بالی، بالے، بُندے، جھمکے، بجلیاں، کانوں کے لئے۔ ٹیکہ، جھومر، اور جھمکا ماتھے کے زیورات تھے۔

تعلیم قرآن شریف ختم کرلینے کو تعلیم سمجھا جاتا تھا۔ مگر قرآن شریف بلا ترجمے کے پڑھا جاتا تھا۔ اور آج بھی ہمارے بچے قرآن شریف کو بلا ترجمہ کے ہی پڑھتے ہیں۔ جس نے بہت پڑھا اس نے مسئلہ مسائل کی چند کتابیں مثلاً راہ نجات وغیرہ پڑھ لی یا اردو کی ایک آدھ کتاب ختم کرلی۔ تھوڑی سی گنتی بھی سیکھ لی جاتی تھی۔ جو عموماً بیس تک ہوتی تھی اس وجہ سے بیس کو "ایک بیسی" چالیس کو "دو بیسی" اور ساٹھ کو "تین بیسی" کہا جاتا تھا۔ بعض عورتیں "نور نامہ" یا "شہادت نامہ" بھی پڑھ لیتی تھیں۔ نور نامہ ایک نظم ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دنیا کو چار عناصر یعنی آگ، ہوا، پانی، خاک سے پیدا کیا ہے۔ عورتیں اس کا بڑا احترام کرتی ہیں۔ عموماً اس کا مطلب

سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ صرف پڑھ لینا مقصد ہوتا تھا۔

عورتوں کی ایک خاص زبان تھی جس کو ریختی کہا جا سکتا ہے۔ مگر میرا مقصد وہ ریختی نہیں جو انشا و رنگین نے پیش کی۔ ان کے خاص

زبان خاص الفاظ، محاورے، اور ضرب الامثال جُدا تھیں مثلاً جب کوئی سفر کو جاتا تو کہتی تھیں "وہ سدھار گیا" کسی کو حرارت ہوجاتی تو کہا جاتا تھا "اب سے دور اس کا پنڈا پھیکا ہے" اس کے علاوہ چند ذیل کے الفاظ اور محاورے خاص ان ہی کے ہیں۔

تیل پھلیل، موا گاڑھا (کھدر)، چڑو، میدر (سوتیلی ماں)، چوڑی ٹھنڈی ہونا۔ نوج، چھوٹا کپڑا (کرتی)، چونڈا (چوٹی)، حلوا مانڈہ، مردک، چونڈا دھوپ میں سفید کرنا۔ دونوں وقت ملنا (شام) انہوں نے قمری مہینوں کے نام جدا گانہ رکھے تھے جو یہ ہیں۔ محرم، تیزی، بارہ وفات، میراں جی، مدار، رجب، شبرات، رمضان، عید، خالی، بقرعید۔

ان کی چند کہاوتیں حسب ذیل ہیں۔

اب پچتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔	ناچنا نہ آئے آنگن ٹیڑھا۔
نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔	خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کر دیکھا تو ایک بڑا
اونچی دوکان پھیکا پکوان۔	گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز۔
چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔	بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔
بارہ برس دلّی میں رہے بھاڑ ہی جھونکا۔	ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا۔
جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔	ساون سوکھے نہ بھادوں ہرے۔
حلوائی کی دوکان دادا جی کی فاتحہ۔	خدا لگتی کہنا۔
چونی (بھوسی)، کہے مجھے گھی سے کھاؤ۔	چور کا بھائی گرہ کٹ۔

عورتوں کی شاعری یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یہ عورتیں شاعر ہوتی تھیں۔ کیونکہ ان کی تعلیم ہی نہ ہوتی تھی۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان میں شعر و شاعری کی صلاحیت ضرور ہوتی تھی۔ اور پہیلیوں، تک بندیوں کہانیوں میں یہ چیز نظر آتی ہے۔ شلاً ان کی لوریاں ملاحظہ ہوں۔

چندا ماموں دور کے، بٹے پکا دیں بور کے، آپ کھاویں تھالی میں، ہم کو دیویں پیالی میں، پیالی گئی ٹوٹ، چندا ماموں گئے روٹھ۔

آجا ری نندیا تو آکیوں نہ جا۔ میرے ننھے کی آنکھوں میں گھُل مِل جا۔

عورتوں کو پہیلیوں کا بڑا شوق تھا۔ اور اس سلسلہ میں امیر خسرو سے بھی عورتیں خوب واقف تھیں۔ اور ان کی بعض پہیلیاں (جو خدا جانے ان کی تھیں یا نہیں) خاصی مقبول تھیں، ذیل میں چند تک بند پہیلیاں درج کی جاتی ہیں۔

ہری تھی، بھری تھی۔ راجہ جی کے باغ میں کھڑی تھی۔ نولاکھ موتی جڑی تھی آیا موا جاٹ کا پٹرا سی پڑی تھی (بھٹا)

ہری، ہری چپاتی، مٹر کی دال، کھاؤ نعرد، اگلو لال لال (پان)

ہری مسجد سفید خانے اس میں بیٹھے شدی دیوانے؟

ای سکھی ری میں بھولی بھالی۔ ہاتھ لگائے کی لاگی چوری، پوچھے گا تو بتاؤں گی کیا، مانگے گا تو دوں گی کیا (اُولا)

پانی کی بانسری بجانے والا کون۔ درگا چلی مانگ منانے والا کون (موج)

چھوٹی سی پھد کی پھد پھد کرے۔ ہزاروں انڈے دیتی چلی (سوئی)
ذرا سی بٹیا گلیلہ سا پیٹ۔ کہاں چلی بٹیا باواجی کے دیس۔ آئیں گے باواجی پھوڑیں گے پیٹ۔ (چھالیہ)
لکڑی کا گھوڑا، کپڑے کی زین، آئے تھے دو ہو گئے تین (ڈولی)
چار کھڑے چار پڑے۔ ایک ایک کے منہ میں دو دو بڑے۔ (چارپائی)
مٹی کا گھوڑا، لوہے کی زین، اس پہ بیٹھے گدگدے حکیم۔ (روٹی)
ہری ڈنڈی لال کمان، توبہ توبہ کہے پٹھان (سرخ مرچ)

اس سلسلہ میں دو سخنے بھی مشہور ہیں۔ یعنی دو باتیں کہی جاتی تھیں اور اُن کا جواب ایک ہوتا تھا۔ ذیل میں چند سخنے درج ہیں۔

ڈوم کیوں نہ گایا
گوشت کیوں نہ کھایا } گلا نہ تھا۔

وزیر کیوں نہ رکھا
انار کیوں نہ چکھا } دانا نہ تھا

گھوڑا کیوں اڑا
پان کیوں سڑا } پھیرا نہ تھا۔

جوتہ کیوں نہ پہنا
گلگلہ کیوں نہ کھایا } تلا نہ تھا۔

کہہ مکرنیاں بھی ایسی ہوتی تھیں، دراصل ایک بات کہنا مقصود ہوتی تھی۔ مگر اس کی تاویل دوسری طرح کرلی جاتی تھی۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔

سگری رین وہ مو سنگ جاگا بھور بھئی تو بچھڑن لاگا
واکے بچھڑے پھاٹے ہیا کیوں سکھی ساجن؟ نہ سکھی دیا"

ایک عورت کہتی ہے کہ وہ ساری رات جاگتا رہا مگر جب صبح ہوئی تو وہ رخصت ہونے لگا اس کی جدائی سے کلیجہ پھٹتا ہے۔ سہیلی نے پوچھا کیوں بہن کیا وہ ساجن تھے۔ عورت نے جواب دیا نہیں "چراغ"۔

چند تک بندیاں ملاحظہ ہوں۔

آج شب برات بہو ساس سے لڑی: کوئی لیپے کوئی پوتے کوئی کمہار کے کھڑی۔

پانڈے جی پچتاؤ گے۔ وہی چنے کی کھاؤ گے۔

جل تو جلال تو۔ صاحب کمال تو۔ آئی بلا کو ٹال تو۔ ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اُس کا ناؤں۔

چھانسی گلے کی پھانسی۔ دنیا گلے کا ہار۔ للت پورنہ چھوڑئے جب تک ملے ادھار۔

ایک کہانی گوگو رانی گوگو نے مجھے بانک دی
بانک رے میں نے کوئی کھدائی کوئی نے مجھے پانی دیا
پانی رے میں نے ڈابر سینچا ڈابر نے مجھے دہان دئے
دہان رے میں نے اوکھل ڈالے اوکھل نے مجھے چاول دئے
چاول رے میں نے ہنڈیا ڈالے ہنڈیا نے مجھے بھبہ دیا
گرم گرم میں نے کھایا ٹھنڈا ٹھنڈا کتے کو دیا

ایک تک بندی میں مختلف پرندوں کے نام جمع کئے گئے ہیں۔

طاق میں ڈھولا ناچتی تھی۔ چڑیا شگل گاتی تھی، سارو ڈھول بجاتی تھی۔ طوطا حق پڑھتا تھا۔ طوطی کہے سبحانی۔ مینا لال چنگاری کبوتر کو لکر چ پائی۔ تہرلاٹ دوڑی آئی۔ کوئی متور کو بلائے۔ سرتاج پر بٹھائے۔ بلی جو موٹی ساری سبھا مار بھگائے۔

یہ صلاحیت کہانیوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً چوہے اور بلی کی کہانی میں چوہا اپنے بل کے اندر بیٹھا ہے اور بلی اس کو باہر بلاکر دبوچنا چاہتی ہے۔ مگر فریب دینے کے لئے بڑی خوشامد سے کہتی ہے۔

چوہے جی تم بڑے امراؤ   ہم بات کریں تم باہر آؤ

چوہا بھی ہوشیار ہے۔ بلی کی ترکیب کو سمجھ جاتا ہے، اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے جواب دیتا ہے۔

کھود کھاد کیا بلندر   تم بات کرو ہم سنیں گے اندر

"پودنے کی کہانی" کا بھی ایک شعر مجھے یاد ہے دبشرطیکہ اس کو شعر تسلیم کیا جائے۔

دو سرکنڈوں کی گاڑی بنائی مینڈک جوتن جائیں   راجہ نے پکڑی پودنی ہم بیر بساون جائیں

عورتیں بچوں کو مختلف کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ ان میں "چڑیا چڑے" کی کہانی بہت عام اور مقبول تھی۔ پھر مختلف بادشاہوں کی کہانیاں ہوتی تھیں جو اس طرح شروع ہوتی تھیں "ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ خدا کا بنایا رسول بادشاہ۔ یہ تھا دنیا کا بادشاہ"۔ اگر کہانی میں صحرا کا ذکر ہوتا تھا تو ایک جملہ میں یہ بھی ہوتا تھا "سنسان میدان، کوا کائیں نہ کرتا تھا اور چڑیا چوں نہ کرتی تھی"۔ دیو، جن، اور پریوں کی کہانیاں بھی بہت مقبول تھیں۔ اور جب کسی دیو کو انسان کی بو آتی تھی وہ کہتا تھا "مانس گن! مانس گن"۔ اڑن کھٹولے، شہزادے اور شہزادیوں کی کہانیاں بھی مختلف قسم کی تھیں۔ مگر کہانی کبھی دن کو نہ کہی جاتی تھی کیونکہ دن کو کہانی کہنے سے مسافر راستہ بھول جاتے تھے!

توہمات چونکہ ان کی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی اور معلومات بہت محدود تھیں۔ اس وجہ سے ان میں اثر پذیری، زود اعتقادی، وہم پرستی، مبالغہ پسندی، اور سادہ لوحی بے انتہا موجود تھی۔ وہ ہر غیر عاقلانہ اور لغو چیز کو صحیح سمجھ لیتی تھیں۔ ان میں قدامت پسندی بری طرح تھی۔ اس وجہ سے وہ کسی نئی چیز کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتی تھیں۔ ہر بیماری کو آسیب یا خلل، یا نظر سے تعبیر کرتی تھیں۔ اور اس کا علاج کرنے کے بجائے جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈوں سے اس کا اتار کرنا چاہتی تھیں جب کسی بچہ کی تعریف کردی جائے کہ وہ کیسا خوبصورت ہے۔ کیسا ہنس رہا ہے۔ خوب کھیل رہا ہے۔ تو اس کو نظر لگ جاتی تھی۔ نظر اتارنے کے مختلف طریقے تھے مگر عام طور پر نمک، مرچ۔ بھوسی، دہلیز کی مٹی۔ جھاڑو کے تنکے۔ سب کو ایک ساتھ ملاکر سات مرتبہ بچے کے اوپر پھیرا جاتا تھا۔ اور اس کو چولھے میں ڈال دیا جاتا تھا اگر جلنے کی آواز آئے تو سمجھا جاتا تھا کہ نظر اتر گئی۔ آسیب اور خلل کا علاج کسی مولوی یا عامل کے ذریعہ ہوتا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ واقعی مریضہ پر کچھ "اثر" ہے۔ اس کی ناک میں مرچوں کی دھونی دی جاتی تھی۔ یا سوئیاں چبھوئی جاتی تھیں۔ یا چٹکیاں لی جاتی تھیں۔ ناک میں تنکے ڈالے جاتے تھے اور خیال یہ ہوتا تھا کہ اس قسم کی حرکتوں سے مریضہ کو کوئی تکلیف نہیں پہونچتی بلکہ اس کا نقصان "سر پر آنے والے جن یا بھوت کو ہوتا ہے"۔ اس سلسلہ میں "خدا بخش" "سید صاحب" اور بعض پریوں کے نام عام تھے بہرحال نیم ملا اور سیانے عامل ان عورتوں کو خوب لوٹتے تھے اور نذر نیاز، فاتحہ۔ اور ہر جانے کی شکل میں معقول رقم اینٹھ لیا کرتے تھے۔ دیگر امراض مثلاً چیچک، یرقان، سہ روزہ بخار، چہار روزہ بخار، فصلی بخار، مرگی۔ کا علاج بھی حکیموں سے نہیں کرایا جاتا تھا۔ بلکہ تعویذ گنڈوں سے ہی ہوتا تھا۔

ہر کام اور ہر شے کی کوئی نہ کوئی تاویل موجود تھی۔ مثلاً کسی کے گھر پر کوا بولے تو اس کے یہاں مہمان آئیں گے۔ سیدھی ہتیلی میں کھجلی ہو

تو روپے ملیں گے۔ آنکھ پھڑکے تو مصیبت آئے گی۔ جوتے پر جوتا چڑھ جائے تو سفر ہوگا۔ پہلوٹھی کے بچے کا سایہ اگر سانپ پر پڑ جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ پلنگ پر نماز پڑھنے سے آدمی بندر ہو جاتا ہے۔ پاؤں پر پاؤں رکھنا، خالی قینچی یا سروتہ چلانا۔ اوپر بیٹھ کر پاؤں ہلانا۔ سہاگن کی چوڑی کو ٹنا وغیرہ کو منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ رات کے وقت کتے اور بلیوں کے رونے کو وبا کی علامت کہا جاتا تھا۔ دُم دار ستارے کے نکلنے سے بادشاہ وقت یا شاہی خاندان میں کسی کی موت ہوتی تھی۔ کسی کو دوسرے کی کنگھی نہ کرنا چاہئے ورنہ آپس میں لڑائی ہو جاتی ہے۔ رات کو کسی کا نام لے کر نہ پکارنا چاہئے ورنہ اُلّو اس کو ایک کچی ٹھیکری پر لکھ کر پانی میں ڈال دیتا ہے اور جوں جوں ٹھیکری گھلتی جاتی ہے آدمی بھی گھلتا جاتا ہے یہ دراصل یرقان بیماری کی تشریح تھی۔ سبز اور سفید چیز کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے۔ اس وجہ سے دودھ دہی وغیرہ میں کوئلہ ڈال دیا جاتا تھا۔ نیز بچہ کو دودھ پلانے کے بعد راکھ چٹائی جاتی تھی۔ بچہ کو گھر سے باہر بھیجتے وقت اس کے ماتھے پر ٹیکہ لگا دیا جاتا تھا: تاکہ کسی کی نظر نہ لگے۔ رات کو سانپ کا نام نہ لینا چاہئے بلکہ اس کو "رسی" کہنا چاہئے۔ ورنہ سانپ نکل آتا ہے۔ گھر میں انار۔ شریفہ اور کیلے کا درخت منحوس سمجھا جاتا تھا۔ نمک گرانے۔ پانی بہانے۔ اور کاغذ پھاڑنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ بچوں کو "دونوں وقت ملتے" آسمان کے نیچے یا کوٹھے اور بالاخانہ پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ بچوں اور کنواری لڑکیوں کو رات کے وقت پھول پہننے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ خیال تھا کہ شام سے رات تک بھوت پریت باہر پھرتے رہتے ہیں۔ چاند کے نیچے جبکہ وہ ہالے میں ہوتا ہے اگر کسی کو کپڑے اتار کر بٹھا دیا جائے تو اُس کی شادی جلدی سے ہو جاتی ہے۔

بعض بیماریوں کے علاج یا ٹوٹکے وہ خود بھی جانتی تھیں۔ مثلاً اگر گلا دُکھنے لگے تو پانی چھری سے کاٹ کر اس کو پلایا جاتا تھا۔ ہچکیوں کے متعلق یہ خیال تھا کہ جب کوئی یاد کرتا ہے تو ہچکیاں آتی ہیں اور اپنے عزیز و اقارب کے نام لینے سے وہ رُک جاتی ہیں لیکن اگر سات گھونٹ پانی کے پی لئے جائیں تو بھی یہ رُک جاتی ہیں اور اس کا تجربہ متعدد بار مجھے بھی ہوا ہے اور یہ نسخہ صحیح نکلا ان کے بعض اور چٹکلے بھی مفید ثابت ہوتے تھے مثلاً پیچش میں کچی پکی سونف۔ دستوں میں اسپغول، پھوڑے پھنسی پر پیاز کی پلٹس، انجن ہاری پر پرانی ٹھیکری گھس کر لگانا۔ ایسے مجربات ہیں جو بارہا آزمائے جا چکے ہیں۔

کھیل ہماری قدیم معاشرت میں عورتوں کے کھیلوں کو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھا جاتا تھا اس وجہ سے عورتوں کے کوئی خاص کھیل نہ تھے۔ البتہ بچیوں کے مختلف کھیل تھے۔ مثلاً آنکھ مچولی، مچھلی مچھلی کتنا پانی۔ ہنڈکلیا، اٹکن بٹکن دہی چٹاکن۔ پیر مکوڑا۔ اور گڑیاں کھیلنا۔ آنکھ مچولی میں سب کھیلنے والے بچے ایک گول دائرہ میں کھڑے ہوتے تھے اور ایک بچہ کچھ پڑھتا تھا۔ مثلاً باری نکالنے اور چور بننے کا فیصلہ کرنے کا طریقہ مجھے یاد ہے وہ یہ ہے "ایک دو دس، تیتر کی توڑوں نس۔ بگلے کا توڑوں تارہ۔ توگن لے پورے بارہ۔ بارہ میں لگی رسی، توگن لے پورے اسی۔ اسی میں طوطے۔ سب کھانے لگے غوطے" اب جس پر یہ ختم ہو جاتا تھا وہ نکل جاتا ہے۔ اور دوبارہ اس کو گنا جاتا ہے حتی کہ آخر میں ایک بچہ باقی رہ جاتا تھا اور باقی سب ادھر اُدھر چھپ جاتے تھے اور یہ ان کو ڈھونڈتا تھا اور جس کو پکڑ لیتا تھا اب وہ دوسروں کو ڈھونڈتا تھا۔ پیر مکوڑے بھی دلچسپ کھیل تھا۔ اس میں مٹی کا ایک گھر بنایا جاتا تھا۔ اور رات کو اس میں روشنی کی جاتی تھی۔ گڑیوں کا کھیل بہت مقبول تھا۔ گڑیوں کے گھر ہوتے تھے۔ ان کی باقاعدہ منگنی، رسم۔ اور شادی ہوتی تھی۔ ان کو کپڑے، زیور، برتن، پلنگ، بچھونے جہیز میں دئے جاتے تھے، غرضیکہ حقیقی شادی کی تمام رسومات ادا کی جاتی تھیں۔ نکاح خوانی کے لئے قاضی بھی ہوتا تھا۔ اور خطبہ نکاح بھی الگ ہوتا تھا۔ مثلاً گاجر کی پینڈی گُل خیرو کے پھول۔ کہو میاں گڈّے گڑیا قبول۔ بچیوں کے کھیلوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اگرچہ یہ نام کے کھیل تھے مگر ہنڈکلیا سے کھانے پکانے کی اور گڑیوں کے کھیل سے خانہ داری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آج [illegible] امریکہ میں تعلیم کے جو طریقے رائج ہیں

ان میں سب سے زیادہ زور اس امر پر دیا جاتا ہے کہ بچوں کو جو کچھ پڑھایا جائے اس کو عملاً بھی ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ مگر ہندوستان میں بہت پہلے اس قسم کی عملی تعلیم کا مکمل نظام موجود تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ اب ہم اس کو نظرانداز کر چکے ہیں۔

موسیقی ہماری معاشرت نے موسیقی کی طرف سے بھی بڑی لاپروائی برتی۔ مردوں نے بعض سازوں مثلاً ستار، سارنگی اور طبلہ تو روا رکھا مگر گانے کو معیوب سمجھا۔ پھر بھلا جس چیز کو وہ اپنے لئے مناسب نہ سمجھتے ہوں اس کو اپنی عورتوں کے لئے کس طرح جائز قرار دے سکتے تھے۔ اس رجحان کی وجہ سے ہماری عورتیں موسیقی سے بالکل بے بہرہ رہیں اور ان کے گیتوں کی بہتات نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ کسی عورت کا گانے کو جی چاہتا تھا تو وہ کوئی ایک آدھ شعر آہستہ آہستہ گنگنا لیتی تھی۔ اور عموماً وہ شعر کس قسم کا ہوتا تھا اس کا اندازہ ذیل کے شعر سے ہو سکتا ہے۔

یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے　　جہاں رات دن رحمت تری برستی ہے

غریب طبقے میں چکی کے گیت مقبول تھے۔ غریب عورتیں دوسروں کے یہاں آٹا معمولی اُجرت پر پیسا کرتی تھیں۔ گھنٹوں چکی چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو جاتے تھے اور سارا بدن اکڑ جاتا تھا۔ اس لئے اپنی تھکن دور کرنے اور اپنی توجہ دوسری طرف مصروف رکھنے کے لئے وہ گانے لگتی تھیں۔ یا پھر دیہات میں ساون اور جھولے وغیرہ کے گیت کافی مشہور تھے۔ بعض گیت جذبات سے بھرے ہوئے اور بڑے پُراثر ہوتے تھے۔ افسوس کہ مجھے کوئی پورا گیت یاد نہیں البتہ ایک دیہاتی گیت کا ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ ایک عورت کے شوہر کو پردیس گئے ہوئے سال بھر ہو گیا ہے۔ شوہر ہر موسم میں گھر آنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر سال گذر جاتا ہے اور وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ عورت کس قدر حسرت سے کہتی ہے۔

برکھا گئی جاڑے گئے، بیت گئی گھرسائے (گرمی) آون آون کہہ گئے آئے نہ بارہ ماس ...... (مہینہ)

مشاغل ان کا روزمرہ کا پروگرام یہ تھا کہ وہ علی الصباح اُٹھ کر نماز پڑھتیں اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھیں۔ پھر ناشتہ تیار کرتیں۔ اور بچوں کے ہاتھ منہ دھلا کر ان کو اور مردوں کو ناشتہ کراتیں اور پھر کھانے پکانے میں مصروف ہو جاتیں جب مرد اپنے کاروبار پر چلے جاتے تو ان کو آزادی مل جاتی تھی۔ اور وہ اپنی عمر و سن کے لحاظ سے مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتی تھیں۔ وہ گھر کی سلائی کا کام خود ہی کیا کرتی تھیں۔ بچے کی پیدائش سے قبل اس کے کپڑے تیار ہو جاتے تھے۔ اور لڑکی پیدا ہوتے ہی تو اس کے جہیز کی تیاری شروع ہو جاتی تھی۔ بوڑھی عورتیں محلے کی بچیوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتی تھیں۔ اور بچیاں گھر کے چھوٹے چھوٹے کام مثلاً جھاڑو دینا۔ برتن مانجھنا۔ آٹا گوندھنا۔ بچوں کو کھلانا وغیرہ انجام دیا کرتی تھیں۔

پرانے زمانہ کی عورتوں کو غیر تعلیم یافتہ۔ قدامت پسند۔ اور توہم پرست کہا جا سکتا ہے مگر ان کی سلیقہ مندی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ گھر چلانے میں خوب ماہر تھیں۔ اور گھر کی چیزوں کو بیکار ضائع نہ ہونے دیتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بڑا عدد تیار کر لینا۔ پرانے کپڑوں کے کمربند۔ غلاف بنانا۔ بڑے آدمیوں کے پُرانے کپڑوں سے چھوٹے بچوں کے کپڑے تیار کرنا۔ کپڑوں میں پیوند لگانا اُن کے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ گیہوں چُننا۔ سویاں بنانا، جرابوں کے اوپری حصّے سے تاگے نکالنا۔ مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتنوں کو لاکھ سے جوڑنا۔ کھانا پکانے کے بعد کوئلے بجھا دینا۔ روٹی کے ٹکڑوں کو جمع کر کے ٹکڑے پکا لینا۔ گھر کی روی اور بیکار کاغذوں کو جمع کر کے اور گلا کر اُن کی ٹوکریاں اور ڈبے بنانا۔ ان کے روزانہ کے مشاغل تھے۔ غریب اور بالخصوص بیوہ عورتیں سلائی اور آٹا پیس کر اپنی روزی آپ حاصل کرتی تھیں۔

جب ہم پُرانے زمانہ کے واقعات سنتے ہیں کہ ایک سپاہی کی بیوی نے جس کے شوہر کی تنخواہ آٹھ روپیہ ماہوار تھی اپنی بیٹی کو ایک بڑا

کا جہیز دیا اور اتنی ہی رقم اوپر خرچ کی تو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم ان قدیم عورتوں کو پیش نظر رکھیں تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ ایک طرف تو وہ اپنی سلیقہ مندی کی وجہ سے روزمرہ کی ضروریات میں کفایت کرتی تھیں۔ دوسرے ان کے اخراجات زیادہ نہ تھے۔ مانا کہ وہ زیورات کی بڑی شوقین تھیں اور ان پر کافی رقم خرچ کرتی تھیں۔ مگر زیورات آئے دن نہ بنتے تھے۔ بلکہ بعض زیور تو "پیڑھی در پیڑھی" چلتے تھے۔ روزمرہ کے اخراجات بہت ہی کم اور معمولی تھے مثلاً سرمہ، مسی، مہندی، تیل وغیرہ۔ ان میں نسبتاً کچھ گراں قدر شے تیل ہی تھا۔ تو وہ بھی دیہات وقصبات میں خالص سرسوں کا اور شہروں میں دھوئے ہوئے تلوں کا استعمال ہوتا تھا۔ یہ گھر میں معمولی قسم کے پھٹے پرانے کپڑے بھی پہن لیتی تھیں۔ ان سلیقہ مندیوں کے ہوتے ہوئے کچھ پس انداز کر لینا کوئی تعجب خیز چیز نہیں۔

چند عام باتیں

کنواری اور بیوہ عورتوں کو رنگے ہوئے کپڑے، سونے کے زیور، کانچ کی چوڑیاں پہنتے اور سرمہ، مسی، تیل اور مہندی لگانے کی اجازت نہ تھی۔ عورت کی چوڑیاں بیوہ ہوتے ہی توڑ دی جاتی تھیں۔ یہ غالباً ہندو تہذیب کا اثر تھا۔ تعجب ہے کہ کیوں میر انیس مرحوم اپنے مرثیہ میں اس رسم کو بیان کر گئے۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ (شہر بانو) کی چوڑیاں ٹھنڈی کر دی گئیں۔ کنواری لڑکیوں کو پان کھانے کی اجازت نہ تھی۔ نیز شادی سے پہلے یہ غیر عورتوں سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ اور صرف اپنے قریب کی عزیز خواتین کے سامنے آتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو مہمل اور فرضی چیزوں مثلاً "ہوّا" "بیچا" کے ناموں سے ڈرایا جاتا تھا۔ اور بچے ان کے تصورات سے سہم کر دم نہ مارتے تھے۔ مجھے بھی بچپن میں ایک بوڑھی عورت "اللہ کے فضل" سے ڈرایا کرتی تھی۔ آج جب کبھی مجھے یہ بات یاد آتی ہے تو بے اختیار ہنسی آتی ہے مگر اُس زمانہ میں اللہ کے فضل کا تصور اس قدر مہیب اور خطرناک تھا۔ کہ اگر وہ واقعی اپنی اس ہیبت میں میرے سامنے آ جائے تو شاید میں آج بھی سہم جاؤں۔ بعض عورتیں گھر کے کام کاج کی خاطر چھوٹے بچوں کو افیون کھلانے کی عادی تھیں۔ تاکہ بچہ نشہ میں پڑا رہے اور یہ گھر کا کام آسانی سے کر سکیں۔

اُس زمانے میں مشترک خاندان کا رواج تھا۔ اس طریقے کے جہاں چند فوائد ہیں وہاں نقصانات بھی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ ساس اور بہو کے جھگڑوں اور نندوں اور بھاوج کے فضیحتوں نے گھریلو مسرت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ایسے گھر شاذونادر ہی نظر آتے تھے جہاں یہ جھگڑے نہ ہوں۔ روز روز کی تو تو میں میں سے عورتیں لڑنے میں خوب ماہر ہو جاتی تھیں۔ ایک دوسرے کا احترام رخصت ہو جاتا تھا۔ دلوں میں رنجش ہوتی تھی مگر مجبوراً ایک ساتھ رہا جاتا تھا۔

یہ موضوع اس قدر طویل ہے کہ مختصر مضمون میں بہت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال میں نے کوشش کی ہے کہ قدیم معاشرت کے بعض نمایاں نقوش آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ممکن ہے اس میں بعض اہم باتیں رہ گئی ہوں۔

محمد احمد سبزواری بی اے (عثمانیہ)

تصوّرات

(۱) شفق کی سُرخی غائب ہوا چاہتی ہے۔
شام کی تاریکی بہ کمال سُرعت بڑھ رہی ہے۔
جنگل میں سکوت ـــــ اک جانگداز سکوت طاری ہو
یہاں ایک پت جھڑ درخت پر
اک اُلّو مضطرب سا بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے......
شاید کسی کا انتظار ہے

---

(۲) ہاں! اب بھی نہیں بھولے ـــــ
اپنے گاؤں کے وہ حسین و رنگین مناظر
جو اصل میں خواب کی طرح کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ لیکن میرے
دل میں اب بھی ان کی
وہی قدر و قیمت ہے جو پہلے تھی۔
اے بادِ صبا!
کیا تو اسی خاموش بستی سے آئی ہے
جہاں میرے پیارے بھائی جاکر آباد ہوئے تھے
ہاں! وہیں سے! ضرور وہیں سے
اچھا! تو لوٹتے ہوئے انہیں
یہ پیغام دیجیو کہ
تمہاری ماں جائی
حزن و ملال کے بحرِ بیکراں میں
بے یار و مددگار ڈوب رہی ہے

ننھے بچے! تو اس لئے روتا ہو کہ تیرا خوبصورت کھلونا
تجھ سے دور، بہت دور جا گرا؟
نہ رو معصوم! نہ جانے زندگی کے حسین خواب اور دلاویز تصورات
امید و کامیابی کی شاہراہ سے کتنی دور جا گرے ہیں!
نہ رو بچے! نہ رو! ابھی سے صبر کرنا سیکھ۔
کہ دنیا میں صبر و استقلال سے ہی زندگی خوشگوار بن سکتی ہے
اے نوجوان مسافر! جب تو میرے گاؤں سے گذرا
تو اُس مضطرب اور شوخ ندی نے مجھے کیا پیغام بھیجا
جہاں مَیں ہر روز پانی بھرنے جایا کرتی تھی؟
کیا اب بھی وہ میری جدائی میں
گنگنا گنگنا کر پُرسوز گیت گایا کرتی ہے؟
شاید اسے ابھی.... وہ کلفت فزا منظر نہیں بھولا جب میں اسے گوہرِ ثمینہ
لٹانے کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر یہاں آگئی۔

پرؔوز قریشی

برسات

اک حشر کا سامان لئے　ہنگامۂ طوفاں لئے　زیرِ جلوِ باراں لئے　لو آگئی برسات پھر
اُودی گھٹاؤں کے پرے　ٹھنڈی ہواؤں کے تلے　عشرت لئے خوشیاں لئے　لو آگئی برسات پھر
سارا جہاں دل شاد ہے　مایوس غم بھی شاد ہے　ہر سُو مبارک باد ہے　لو آگئی برسات پھر
سکہ خزاں کا اُٹھ گیا　فرشِ زمرد بچھ گیا　صحنِ زمین گلشن بنا　لو آگئی برسات پھر
ہر ہر روش ہے بارِ گل　ہر ہر شجر انبارِ گل　ہر غنچہ ہے گلنارِ گل　لو آگئی برسات پھر
ہاں ابرِ رحمت چھا گیا　پیغامِ رحمت آگیا　پھر باغِ جنّت بھا گیا۔　لو آگئی برسات پھر

انور جہاں سراج اورنگ آباد دکن

ناکام آرزو

کمرہ کی تنگ و تاریک فضا میں بوسیدہ چٹائی پر پربھاکر اپنے خیالات میں غرق دین و دنیا سے بے خبر بیٹھا تھا گیلی گیلی دیواریں کائی آور بوسیدہ چھتیں اس کی غریبی پر نوحہ کناں تھیں۔ چراغ کی مدہم روشنی کبھی کبھی سوشیلا کے زرد اور پژمردہ چہرہ کو اور بھی خوفناک بنا دیتی تھیں۔ پربھاکر اپنی بیٹی کے بیمار چہرے پر نظر جمائے بیٹھا تھا۔ حیات و موت کی یہ زبردست کش مکش اور اُس کا فلسفہ پربھاکر کے چھوٹے سے دل و دماغ میں نہ سماتا تھا۔ وہ بار بار جھک کر سوشیلا کو دیکھتا اور پھر خاموش اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ انتہا غم بھی وابستگی نشاط کا سامان ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی حال پربھاکر کا تھا۔ یکایک اس کے ہونٹوں پر زہرخندہ ہنسی کے آثار پائے گئے، اس کے پاس ہی ستار رکھا ہوا تھا۔ پربھاکر نے ہلکے ہلکے دیپک کے سر میں راگ شروع کیا۔ ع دیکھ دنیا سرائے فانی ہے۔

ستار کے نغموں سے فضا گونج اٹھی۔ پھر پربھاکر کی پُرسوز اور پُردرد آواز نے فضائے بسیط کے ذرّے ذرّے کو مست و بیخود بنا دیا، سوشیلا نے آنکھ کھولی اور نہایت ہی کمزور آواز میں کہا۔ پتا جی!" "ہاں بیٹی کہو طبیعت تو ٹھیک ہے"، ہاں پتا جی سردی بہت معلوم ہوتی ہے کمبل پُرانا ہو گیا اب یہ زیادہ گرم نہیں"۔ رنج نہ کرو بیٹا۔ آج میں تمہارے لئے "مٹھائی اور کھلونے بہت سی چیزیں لاؤں گا مجھے قوی اُمید ہے کہ آج کے انعامی مقابلہ میں ضرور کامیاب ہوں گا" سوشیلا نے آہستہ سے کہا پتا جی! اور میرے لئے شال نہ لاؤ گے؟ ہاں ہاں کیوں نہیں بیٹا یہ تو میں بالکل بھول ہی گیا تھا کہ میری سوشی بہت عرصہ سے شال کے لئے اصرار کر رہی ہے۔ سوشیلا نے اظہار توکل کے طور پر ایک لمبا سانس لیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ پربھاکر بھی اس کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا تاکہ شام کے کھانے کا انتظام کرے۔

کھانا تیار کر کے پھر پربھاکر نے سوشیلا کو اپنے ہاتھ سے تھوڑا سا دودھ پلایا اور خود بھی تھوڑا بہت کھا کر مقابلے میں جانے کی تیاری کرنے لگا۔ جو اُس کی اُمیدوں کا مرکز اس کی تمناؤں کا گہوارہ اور اُس کی آرزوؤں کی آماجگاہ تھی۔

سنگیت آشرم میں آج تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے، آدمی جوق در جوق انعامی مقابلہ کی سیر دیکھنے کے لئے آرہے ہیں۔ بہت سے روحانی مسرت حاصل کرنے اور الہامی نغموں کے سننے کے لئے وقت سے بہت پہلے ہی آکر بیٹھ گئے ہیں۔ ہال کے وسط میں ایک میز مختلف قسم کے آلات موسیقی سے آراستہ تھی۔ مقابلہ شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے سب نے اپنے اپنے کمالات دکھانے شروع کئے۔ ہر گوئیے کا گانا سن کر عوام کا خیال ہوتا تھا کہ اس سے بہتر گانے والا اب نہ گا سکے گا۔

الغرض اپنے اپنے کمالات کی ہر شخص نے خوب داد لی۔ آخر کار نند راؤ زمیندار اپنی جگہ سے اُٹھا اور میز کے قریب پہونچ کر اس نے ایک ٹھمری شروع کی۔ نند راؤ نے نغمات محبت کو کچھ اس دلسوز طریقہ سے ادا کیا کہ ہر شخص اپنی جگہ پر سرشار نظر آنے لگا

اس پر غضب کی اُس کی آواز۔ ساز کی ہم آہنگی اور آواز کی بلندی و پستی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس کی انگلیوں کا رقص اور اس کے ہلکے ہلکے سروں سے محبت کا زندہ نغمہ۔ ستار سے بھی بے خبر ہو کر رقص کناں تھے۔ شور مبارک باد اور تحسین و آفرین کے نعروں میں وہ اپنی جگہ واپس آ گیا۔ اس کے چہرہ سے خوشی اور مسرت کے جذبات نمایاں تھے۔ اس کو انعام کی اتنی خواہش نہ تھی کیونکہ وہ خود بھی ایک متمول زمیندار تھا۔ نندراؤ کے بعد محفل میں سناٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد پربھاکر ستار لے کر اُٹھا عوام نے پربھاکر کے زرد اور ملول چہرہ پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی۔ آہستہ آہستہ دیپک کے مدہم سروں میں اس نے نغمۂ الم شروع کیا اور آہستہ آہستہ اس کی آواز بلند ہو گئی یہاں تک کہ وہ مجمع پر چھا گیا۔ اور انجمن کو بالکل مست اور بے خود بنا دیا۔ کسی نے اس کی تعریف نہیں کی کسی نے اس کے نغمات اور فنی کمالات کو نہیں سراہا اور پربھاکر دل برداشتہ اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ اس کی واپسی پر لوگ خواب غفلت سے پھر بیدار ہوئے۔ زمیندار موسیقی کے انعام کا فیصلہ سنانے کھڑا ہوا۔ پربھاکر کے دل میں ایک مسرت کی لہر اُٹھی اور اُسے امید کی دھندلی سی شعاع نظر آئی۔ .... زمیندار نے کہنا شروع کیا پربھاکر نے موسیقی اور فنی کمالات کا جو مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً قابل صد آفریں و ستائش ہے۔ پربھاکر نے ایک سرد آہ بھری اور خیال کیا۔ میں ضرور سوشی کے لئے شال خرید کر سکوں گا۔ "لیکن میں خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ ہمارے بھائی نندراؤ کے نغمات آج کے سب سے زیادہ دلکش اور وجد آفریں ...... " پربھاکر نے زیادہ سننا نہ پسند کیا۔ اس کے جذبات الم بھر آئے۔ سوشی کی بیماری اور اپنے ایفار وعدہ کے خیال نے اس پر بہت گہرا اثر کیا اور وہ ایکدم بیہوش ہو کر گر پڑا۔ پربھاکر کی بیہوشی نے محفل میں ہلچل مچا دی۔ لوگوں نے دوڑ کر پانی کے چھینٹے دیئے پنکھے جھلے۔ کچھ عرصہ بعد پربھاکر نے آنکھ کھولی اور ستار ہاتھ میں لئے اپنے مکان کو واپس ہو گیا۔

دروازہ کھلتے ہی سوشیلا نے مڑ کر دیکھا اور اپنے باپ کو دیکھ کر بے اختیار سوال کیا۔ پتاجی کیا میری شال لے آئے؟ پربھاکر کا دل سمٹ کر آنکھوں میں آ رہا اور اس نے دبی زبان سے کہا بیٹی سوشی رات زیادہ ہونے کی وجہ سے تمام دکانیں بند تھیں۔ کل شال ضرور لا دوں گا۔ لیکن پتاجی آپ اتنے مغموم کیوں ہیں۔ آپ تو انعام جیت کر آئے ہیں۔ آپ کو خوش ہونا چاہئے۔ ہاں ہاں پربھاکر نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا "میں تھکا ہوا ہوں بیٹا"۔ مگر پتاجی میں تو آج آپ سے گانا سنوں گی۔ میری طبیعت بہت پریشان ہو رہی ہے۔ پتاجی میں بہت بے چین ہوں۔ کیا آپ مجھے گانا سنائیں گے؟" پربھاکر نے گانا سنانا شروع کیا سوشیلا بالکل بیہوش اور بے حس و حرکت پڑی تھی۔ پربھاکر نے اپنا ستار رکھ دیا اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا ..... وہ دبے پاؤں سوشیلا کے قریب آیا۔ کانپتے ہوئے ہاتھ اس کے سینہ پر رکھے۔ آہ وہ کتنا سرد تھا.... اُس نے آہستہ سے سوشیلا کو آواز دی۔ سوشی۔ پیاری سوشی۔ اس کی آواز فضا کے سناٹے میں گم ہو کر رہ گئی.... اُس نے اپنی آواز بلند کی اور مکرر سہ کرر سوشیلا کو آواز دینی شروع کی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس نے شانے ہلانے جلانے شروع کئے۔ سوشیلا۔ سوشی۔ پیاری سوشی"۔ لیکن سوشیلا اب جواب سوال کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ وہ اب اس منزل سے دور کسی اور منزل میں تھی۔

شہر بانو

کتابوں کا انتخاب

یوں تو ہم سب مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں جس سے کبھی ہمارا مقصد علم حاصل کرنا اور کبھی محض وقت گزارنا ہوتا ہے اگر دیکھا جائے تو ہم میں بہت کم ایسے نکلیں گے جو کسی خاص نظریہ کے تحت مطالعہ کے لئے کتابوں کا انتخاب کرتے ہوں۔ اکثر لوگ تو دیدہ زیب اور خوبصورت ٹائیٹل والے رسائل اور کتابوں کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب کتاب اوپر سے اتنی اچھی ہے تو اندر بھی یقیناً عمدہ اور پر لطف مضامین ہوں گے حالانکہ بالعموم ایسی صورت میں مایوسی ہوتی ہے بعض اوقات ایسے ناول وغیرہ پسند کئے جاتے ہیں جن کے عنوان نہایت چست اور بولتے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی یہ صفت صرف عنوان کی حد تک رہتی ہے اور اندر کوئی کار آمد بات نہیں ہوتی۔ کتابوں کا انتخاب پڑھنے والے مذاق سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور یہ مسئلہ بھی سوسائٹی کے انتخاب کا جیسا ہے۔ ہر شخص کی یہ ہی خواہش ہوتی ہے اس کو ہم مذاق سوسائٹی ملے۔ اب یہ سوسائٹی کی استعداد پر رہا کہ اس کو اپنا ہم خیال بنالے۔ کتاب بھی ایک رفیق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ یہ خاموش ہے۔ اسی طرح کتب خانہ کو ہم ایک سائٹی قرار دے سکتے ہیں جس کے تاثرات انسانی دماغ پر ضرور قائم ہوتے ہیں۔ اب جس قسم کے خیالات سوسائٹی میں بحیثیت مجموعی ہوں گے۔ اس کا حصہ فرداً فرداً سب کو ملے گا یعنی سوسائٹی کے ہر فرد کے خیالات اپنی سوسائٹی کے ہم رنگ ہوں گے۔ خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف النوع کتابوں کے ساتھ ساتھ ہزاروں ناول اور رسالے ہمارے ملک میں شائع ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر محض بیکار اور لغو داستانوں سے پُر ہوتے ہیں جو ہمارے ذہنی اور معاشی ارتقا میں کسی طرح مدد نہیں کرتے۔ نہ ان کی زبان ہی اچھی ہوتی ہے نہ خیالات ہی پاکیزہ ہوتے ہیں۔ تو یہ بجائے کچھ فائدہ پہونچانے کے کچھ فضول خیالات ہمارے دماغ میں قائم کر جاتے ہیں۔ میرے خیال میں ایسی کتب کا مطالعہ کرنے سے نہ کرنا ہی ہزار درجہ بہتر ہے مشہور مفکر فرانسس بیکن کا قول ہے کہ ایک اچھی کتاب (اچھی کتاب سے مراد خوبصورت اور چمکدار ٹائٹل والی نہیں بلکہ جس میں کار آمد اور پاکیزہ خیالات ہوں) انسان کے دماغ سے فضول خیالات کو دور کرنے کے لئے بالکل ایسی ہے جیسے موسوی اژدہا جو جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا تھا۔ ہر شریف عورت مرد کا یہ ہی دل چاہتا ہے اس کو اچھے خیالات والے لوگ ملیں۔ مردوں کو تو ہر وقت لوگوں سے ملنے جُلنے کے مواقع ملتے ہیں۔ مگر ہم پردہ نشین عورتوں کے لئے سوائے گھر کے اور کوئی سوسائٹی نہیں۔ کبھی کبھار اپنے عزیزوں کے یہاں جا نکلتے ہیں لیکن اس میں اتنا موقع کہاں ملتا ہے کہ سوسائٹی میں رہنے والوں کی طرح تبادلۂ خیالات کیا جا سکے۔ اول تو جب کبھی ایسی جگہ جانا ہوتا ہے تو سوائے فضول گوئی اور دوسروں پہ نکتہ چینی کرنے کے (جس کو ہم نے اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے) ہمارے لئے دوسرا کام ہی نہیں۔ پھر تبادلۂ خیالات کا کس کو دھیان ہوتا ہے؟

موسمی بیماری یا ہیضہ

اس بیماری کا اندیشہ برسات میں اخیر موسم تک رہتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حفظ ماتقدم کی چند مفید ہدایات اور مجرب ادویات سے ناظرین عصمت کو آگاہ کرکے ایک قومی واخلاقی فرض سے سبکدوشی حاصل کروں۔

اس کا سبب ایک جرثومہ بتلایا گیا ہے جو کسی طرح جسم میں داخل ہو جاتا ہے اس کے داخل ہونے کا ذریعہ زیادہ تر کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ عموماً مکھیاں مریضوں کی قے اور دست پر بیٹھ کر اس کے زہر کو اپنے پروں اور ٹانگوں پر اُٹھائے پھرتی ہیں اور بازار میں یا گھروں میں خراب پھلوں ترکاریوں اور دودھ وغیرہ اشیاء خوردنی کو زہر آلود کر دیتی ہیں۔ گاہے اس کا زہر کنویں یا تالاب کے پانی میں سرایت کرکے مرض کے پھیلانے کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات پر سختی سے کاربند ہونا چاہئے۔

ٹیکہ ضرور لگوائیں۔ گھر اور لباس اور خصوصاً کھانے پینے کی چیزوں کی صفائی کا بہت خیال رکھیں۔ چنانچہ مکان کے غلیظ مقامات کو فینائل سے صاف کرائیں یا وہاں چونا یا راکھ بچھوادیں اور مکان کے اندر یا آس پاس کوڑا کرکٹ پڑا نہ رہنے دیں۔ خوشبودار چیزوں شلاً لوبان صندل کافور کی دھونی دیتے رہنا بھی مفید ہے۔ کھانے کی تمام چیزوں کو ڈھانک کر رکھیں تاکہ ان پر مکھیاں نہ بیٹھنے پائیں بچوں کو پاس بٹھا کر کھلائیں اور مکھیوں کو پاس نہ آنے دیں۔ پانی کو جوش دے کر سرد کرکے پئیں۔ دودھ کو بھی جوش دے کر پیا کریں۔ بازار کی تفریحی اشیاء شلاً سوڈا لیمن۔ آئس کریم۔ برف کچے اور گلے ہوئے پھل اور مٹھائیاں ان دنوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ غذا تازہ اور ہلکی وقت مقررہ پر کھائیں اور بھوک سے کچھ کم کھائیں۔ کھانے سے پہلے ہاتھ اور منہ کو کاربالک صابن سے صاف کرلیں اور کھانے پینے کے برتنوں کو کھولتے ہوئے پانی سے دھو کر خشک کرکے رکھیں۔ دل کو مضبوط رکھیں اور حالات سے خوف زدہ نہ ہوں۔ ہاضمہ کا بہت خیال رکھیں کوئی مسہل نہ لیں اور خالی پیٹ بھی نہ رہیں کیونکہ اگر معدہ بالکل خالی نہ ہو تو اس بیماری کا جرثومہ معدہ میں پہونچ کر اس کی ترش رطوبت سے مرجاتا ہو برعکس اس کے اگر معدہ خالی ہویا اس میں صرف پانی ہو تو اُس وقت اس میں ترش رطوبات نہ ہونے کی وجہ سے جرثومہ معدہ سے گزر کر آنتوں میں چلا جاتا ہے اور وہاں کی کھاری رطوبات میں خوب پرورش پاکر بے شمار تعداد میں بڑھ جاتا ہے اور مرض پیدا کرتا ہو۔

مریض کے قے اور دستوں پر چونا یا فینائل ضرور ڈال دیا کریں اور تمام مشتبہ کپڑے جن پر دست و قے کا مادہ لگے ہونے کا شبہ ہو جلا دینا چاہئے یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو خوب جوش دے کر تیز دھوپ میں خشک کرلیں۔ ایام وبا میں کنوؤں میں پوٹاسیم پرمینگنیٹ ضرور ڈلوادیا کریں اور ہر روز سلفیورک ایسڈ ڈائلیوٹ دس پندرہ قطرے قدرے پانی میں ملاکر پی لیا کریں اور کھانے میں پیاز پودینہ سرکہ کالی مرچ ضرور شامل کریں۔

علاج کے لئے بہتر ہے کہ کسی ماہر و تجربہ کار معالج سے فوراً رجوع کریں۔ البتہ میں یہاں وہ چند چیزیں درج کرتی ہوں جو اس بیماری میں نہایت مفید یا مضر ہیں۔ بیماری کی حالت میں عرق گلاب اور سرکہ یا سکنجبین شروع سے آخر تک مفید ہے۔ شدید ضعف میں جواہر مہرہ مشک اور دوا المسک ہمراہ عرق گلاب اچھا کام دیتا ہے۔ یہ گولیاں بھی نہایت عمدہ ہیں خواہ حفظ ماتقدم کے طور پر کھایا کریں یا بحالت مرض استعمال کرائیں۔ پوست بیخ مدار ایک تولہ کالی مرچ چھ ماشہ دونوں کو باریک کرکے آب ادرک تازہ میں خوب کھرل کرکے چنے کے برابر گولیاں بنالیں خوراک ایک یا دو گولیاں صبح و شام۔ حالت مرض میں ایک ایک گولی آدھے آدھے گھنٹہ میں عرق گلاب کے ساتھ دے سکتے ہیں۔

اس مرض میں لیمونیڈ یا آئس کام یا کوئی غذائی چیز ہرگز نہ دیں ورنہ گیا ہوا مرض پھر شدت اختیار کرلیتا ہے اور بسا اوقات جانبر نہیں ہونے دیتا۔ مرض بالکلیہ رفع ہوجانے کے بعد بھی غذا نہایت لطیف اور بہت کم مقدار میں شروع کرنی چاہئے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ۔

صفحہ ۱۷۸ کا بقیہ

ان حالات میں ہم پردہ نشینوں کے لئے مطالعہ کتب بہترین مشغلہ اور خیالات استوار کرنے کا بیش قیمت ذریعہ ہے۔ اور یہ ہی ہماری سوسائٹی ہے جس کی صحبت میں اپنا وقت ہنسی خوشی گزار سکتے ہیں اور جس سے ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں ہم کتب کی مدد سے اپنی آنکھوں کو روشن اپنے خیالات کو بلند اور اپنی پستیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ کونسا ایسا مضمون اور موضوع ہے جس پر اب ہمیں کتب دستیاب نہیں ہوسکتیں۔ مطالعہ کی شوقین اور بالخصوص عصمتی بہنوں کو میرا یہ مشورہ ہے کہ ان کو اپنی اس سوسائٹی کے لئے پاکیزہ خیالات والے احباب (کتب) ہی کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ جو ہر طرح ہماری مدد اور رہنمائی کرسکیں نہ کہ وہ جو ہمیں گمراہ کردیں محض کتاب کی رنگینی اور خوبصورتی اس چیز پر دلالت نہیں کرتی۔ اس میں مضامین بھی عمدہ اور منفعت بخش ہوں گے۔ ہم کو چاہیئے کہ کتاب کا طرز بیان دیکھیں جو ایک بنیادی چیز ہے۔ اس کے لکھنے والے کے متعلق اگر کچھ معلوم ہوسکے تو ضرور معلوم کریں کہ اس کے خیالات کیسے ہیں اور کن مقاصد کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے اور ہمیں کس طرح فائدہ پہونچا سکتی ہے آج جس طرح ملک میں ذاتی مفاد کے تحت فضول لکھنے والوں کی تعداد کثرت سے ہے اسی طرح دانشمندوں اور پاکیزہ خیالات والے مصنفین کی بھی کمی نہیں ہے جن کا مقصد ہمیشہ اصلاح قوم اور بہبودئ ملک رہا ہے۔

انیسہ امیر (حیدرآباد دکن)

خانہ داری

سفری سنگھار سفر کے شروع میں چہرہ کا نکھار اور دلکشی کچھ اور ہوتی ہے اور سفر ختم ہونے پر تھکن غالب آکے چہرہ پر پژمردگی اور خشکی آجاتی ہے۔ سفر کی خوبی یہ ہے کہ اس کے خاتمہ پر صورت شکل بدستور دلکش رہے۔ آج کل سنگھار کے ہینڈ بیگ بازار میں مل جاتے ہیں۔ چلتے وقت ان میں مناسب سنگھاری اشیا رکھ لینی چاہئیں۔ مثلاً صاف کرنے کی کریم۔ کولون یا جسم کا لوشن۔ ہونٹوں کی پومیڈ Lip Pomade اور صابن۔ ریل وغیرہ کے سفر میں صاف کرنے والی کریم Cleansing Cream بڑی کارآمد چیز ہے۔ سفر ختم ہونے سے پہلے اسے جلد پر لگائیں اور بعد میں سنگھاری اشیاء کام میں لے آئیں۔ جسمانی لوشن یا جسم کو تازگی دینے والی چیز Skin freshner چہرہ کو خوشنما بنانے کے علاوہ شگفتگی پیدا کرتی ہیں۔ غسل کی بجائے ان کی مالش بہت تسکین دہ ثابت ہوتی ہے۔ غسل سفر میں مفید نہیں ہے۔ سفر ختم ہونے کے بعد غسل کرنا اچھا ہے۔ گرد و غبار اور بیرونی ہوا سے ہونٹ خشک ہو کے پھٹ جایا کرتے ہیں۔ ہونٹوں کی پومیڈ لگانا مفید ہوگا۔ ہاتھوں کی درشتی لوشن لگانے سے جاتی رہتی ہے۔ اور صابن کسی قسم کا ہو جسے آپ پسند کرتی ہوں۔

گرمیوں کا سنگار عام طور پر ہندوستان میں سردی کی بجائے گرمی زیادہ پسند کی جاتی ہے ہلکے پھلکے کپڑے بھینی بھینی خوشبو۔ نہانا دھونا۔ غرضیکہ گرمی کی آن بان ہی علیحدہ ہے۔ زمانہ بناوٹ پر جھکا ہوا ہے اب گرمیوں کے لئے بھی خاص سنگھار کی ضرورت آپڑی ہے۔ شیر گرم پانی سے روز غسل کرنا چاہیے۔ ٹھنڈے پانی سے نہا کے جی خوش ہوا کرتا ہے۔ مگر چند منٹ بعد ہی خون کی گردش کی تیزی سے گرمی آجاتی ہے۔ اور آدمی پہلے سے زیادہ گرمی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یوڈی کولون کی چند بوندیں شیر گرم پانی کے برتن میں ڈالیں اور نہانے کے بعد اسپنج اس میں ڈبو ڈبو کے بدن پر پھیریں۔ آخر میں پسینہ کی بدبو دور کرنے والا پوڈر Deodorant talcum powder خوب چھڑکیں اور ہفتہ میں ایک دو دفعہ پسینہ روکنے والی کوئی معتبر دوا ضرور استعمال کریں۔ بالوں کو بار بار دھونا انھیں چکنا اور چمکدار بناتا ہے۔ سر میں لسٹرین Listerine چھڑکنے سے ٹھنڈک آتی ہے اور بفا بھی پیدا ہونے نہیں پاتی بالوں کو اس موسم میں سیدھے سادے طریقہ سے گوندھنا چاہیئے تاکہ صاف اور ستھرے رہ سکیں۔

اس موسم میں کازمٹک کم کم لگائیں اور رات کو کسی صاف کرنے والی کریم سے انھیں بالکل دور کر دیا کریں اور جب نیا سنگھار کریں اس وقت بھی انھیں ہٹا دیا کریں۔ مسام گرمیوں میں پھیلتے ہیں پوڈر کے ذرے ان میں اٹک کے کیل مہاسے پیدا کر دیتے ہیں۔ ململ یا ململی کاغذ میں برف کا ذرا سا ٹکڑہ لپیٹ کے کبھی کبھی منہ پر تھپکی سے ملیں۔ تفریح آئیگی اور زرد رخسار بھی سرخی مائل ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا رنگ زرد ہے تو ذرا سیاہی مائل پوڈر لیں اور اس کے مقابلہ میں گہرا روژ اور لا کھا۔

ان دنوں آنکھوں کو غبار اور چمک سے نقصان پہنچتا ہے۔ رنگین عینک مفید ہیں۔ اچھے لوشن سے آنکھیں دھونے سے ان کی چمک قائم رہتی ہے۔ ذرا سا نمک پانی میں ڈال کے آنکھیں دھونی مفید ہیں۔ اس طرح وہ قدرتی پانی یعنی آنسو کے پیمانہ پر آجاتا ہے۔

پاؤں بھی دکھنے لگتے ہیں ذراسی محنت سے بڑے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ تلوؤں اور ٹخنوں پر منتھی لیٹڈ سپرٹ یا۔ یو۔ ڈی کولون دن میں ایک دو دفعہ ملیں اور گھائیوں میں خوب پوڈر چھڑکیں۔ جب پاؤں بہت تھکے ہوں پہلے بہت گرم پانی اور پھر برف کے پانی میں تین تین منٹ ڈبونے سے تھکن بالکل جاتی رہتی ہے۔

جوتے تنگ نہ پہنیں۔ نیچی ایڑی کا جوتہ پہننے سے پنڈلیاں خوبصورت رہتی ہیں۔ اونچی ایڑی سے پٹھے کھنچ کے پنڈلیوں کو بدنما کر دیتے ہیں۔ لباس پہننے کے بعد کھلی ہوا میں لٹکا دینا چاہئے۔ پسینہ خشک ہونے کے بعد بدبو نہ آنے پائیگی۔ اور شکنیں بھی نہ پڑیں گی۔ دھونے کے بعد یو۔ ڈی کولون یا لیونڈر واٹر آخری پانی میں ڈالنے سے ان میں ہلکی ہلکی خوشبو باقی رہجاتی ہے تیز خوشبو سے دماغ پر بوجھ پڑتا ہے۔ پھولوں کی ہلکی ہلکی خوشبو کے لیونڈر طبیعت میں تازگی پیدا کرتے ہیں۔

بال اڑنا زیادہ گرم اور گیس سے روشن کمروں میں رہنے یا دفتروں میں کام کرنے سے بال جھڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ پریشان دماغی سخت فکر۔ مطالعہ رنج وغم، جوش وخروش۔ بدہضمی۔ عام جسمانی کمزوری۔ سر کی خشکی (بفہ) حقہ یا سگرٹ نوشی کی مستقل عادت۔ زیادہ محنت۔ دیر سے سونا۔ اور بے قاعدہ عادات عام اسباب ہیں۔ جن سے بال اڑجاتے ہیں۔ اور آخر گنج نمودار ہوجاتا ہے۔ زیادہ مرض میں اس مرض کی نموداری کا علاج بہت مشکل ہے۔ مگر نوجوانی اور ادھیڑ عمر میں اس کا علاج ممکن ہے۔ سب سے پہلی صورت تو یہ ہے کہ ان اسباب کو دور کریں۔ صحت خراب ہو تو مچھلی کا تیل۔ کوئی فولادی طاقتور دوا اور کونین استعمال کریں۔ اور یہ لوشن بنائیں۔ پرلیفین آئیل (Paraffin oil) ایک گل آئل آف لیونڈر ۱۰ قطرے۔ ٹنکچر آف کنتھرائیڈس (Tincture of Cantharides) دو ڈرام۔ استعمال سے پہلے دوا کو ہلالیں ہر رات اور صبح کو ذراسی سے کے جڑوں میں ملیں۔ جہاں اور دوانے فائدہ نہ دیا ہو یہ دوا فائدہ دے گی۔ اس سے قبل از وقت سفید ہوجانے والے بالوں کو بھی فائدہ پہنچیگا۔

آنکھوں کی احتیاط آنکھوں کی آب وتاب احتیاط پر منحصر ہے۔ آنکھیں گول اور بے رونق ہوں تو ساری خوبروئی غائب ہوجاتی ہے۔ آنکھوں کے لئے باورچی خانہ کا سادھواں اور ایسی فضا جس میں سانس خوشگواری سے نہ لیا جاسکے نہایت مضر ہے۔ کوئی ذرہ آنکھ میں آپڑے اس کے لئے آنکھیں ذرا نہ ملی جائیں کٹورہ میں پانی بھر کے آنکھ اس میں ڈبوئیں ذرہ بآسانی نکل جائے گا۔ یا بورک لوشن سے آنکھ دھو ڈالیں۔ قبض خوبی نظر کا سخت دشمن ہے۔ دائمی قبض آنکھوں کو خراب ہی کرڈالتا ہے۔ اس کا واحد علاج باقاعدہ ورزش اور زود ہضم وصحت بخش غذا ہے کافی اور بے خبری کی نیند آنکھوں کی دلکشی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ دیر تک جاگ کے دیکھ لیجئے کہ صبح تک سونے کے باوجود سارا دن آنکھیں تکلیف میں رہیں گی۔ بھاری پن محسوس ہوگا کھجلی معلوم ہوگی مسلمانوں میں پانچ وقت وضو کیا جاتا ہے اس طرح آنکھیں ایسے اوقات میں دھل جاتی ہیں جن سے ان کی صحت ودلکشی کی ضمانت ہوتی ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ صبح کو جاگ اٹھنے کے بعد اور سونے سے پہلے آنکھیں ٹھنڈے پانی سے دھو یا کریں۔ فجر اور عشا کے وضو سے یہی مقصد حاصل ہوتا ہے آنکھوں میں سوزش ہو بورک لوشن سے دھوئیں آرام آجائے گا۔ بورک ایسڈ کی ایک یا دو چٹکی خالص پانی میں گھولنے سے یہ لوشن تیار ہوجاتا ہے۔ مدہم اور خراب روشنی میں نہ پڑھیں اور نہ لیٹ کے یا چلتی ریل یا کسی گاڑی میں پڑھنا اور چلتے ہوئے بھی پڑھنا مضر ہے آنکھوں کے لئے ذراسی تکلیف کی ضرورت ہے مگر اس تکلیف کا انعام بہت کافی مل جاتا ہے۔

ماؤں کی خوبروئی ہمارے ملک میں بچہ ہوا اور جوانی اور خوبصورتی رخصت ہوجاتی ہے۔ اور اسے بھی اٹل تقدیر سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ بچہ ہونے کے بعد عورت زیادہ خوبصورت اور توانا ہوجاتی ہے

ذرا عقل و ہوش کی ضرورت ہے۔ ماؤں کو زچگی کے ایام میں زود ہضم اور طاقت بخش غذا کے علاوہ جسم کو سکون کی حالت میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ بعد میں خیالات درست رکھنا لازم ہیں۔ دنیا میں بُری یا اچھی کوئی چیز نہیں یہ ہمارے خیالات ہیں جو ایسے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ کوئی عورت اچھے لباس اور سنگار سے تیتری بنی ہوئی ہو مگر دماغ پریشان ہو اور غم و افکار کا گٹھر سر پر رکھے ہو وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتی اور نہ اس کی جوانی قائم رہ سکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جن عورتوں کی زندگی زیادہ سیدھی سادی، مشکلات سے پاک ہوتی ہے وہی اس دنیاوی تگ و دو میں بہت شور و غوغا مچاتی ہیں۔ از خود غم اپنے لئے کھڑے کر لیتی ہیں۔ بہت عورتیں کسی بات کے واقع ہونے سے پہلے ہی دل میں جما لیتی ہیں کہ یہ بات ہو جائیگی۔ یا اگر ہو جائے تو خیال کا صحت و خوبصورتی پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اگر دل کو خوشی حاصل نہ ہو تو اس کا بُرا اثر حسن پر پڑیگا دنیا میں رنج و غم دونوں ہیں۔ مگر غم کی حالت میں بھی کوئی نہ کوئی تلافی کی صورت قدرت مہیا کر دیتی ہے۔ رنجیدہ ہونا اور رہنا تکالیف کو کم نہیں کر سکتا یہ سوچنا چاہئے کہ وہ غم اور بھی زیادہ ہونا ممکن ہے۔ اسی کا نام صبر ہے اور صبر حسن و دلکشی کی بہترین کلید ہے۔ دنیا میں سب ہی حسین نہیں۔ لیکن کوئی بھی بالکل بدصورت نہیں۔ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے اور اس خوبی کو بڑھا چڑھا کے رکھنا چاہئے۔ ماں بن جانے سے ناک لمبی نہیں ہو جاتی۔ پاؤں میں فرق نہیں پڑ جاتا لیکن بدن رفتار ... اور روپ پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ بالوں پر ان کی قوت چمک دمک کی صورت میں اور ناخنوں اور دانتوں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ قدرت کا کھیل کچھ ایسا ہے کہ وہ بدن میں کسی جگہ کسی بات کی ضرورت دیکھتی ہے تو دوسری جگہ سے وہ بات منتقل کر دیتی ہے مثلاً کسی حصہ بدن کو طاقت کی ضرورت ہو تو بالوں کے قیام وغیرہ کے لئے جس طاقت کی ضرورت ہوتی ہے وہاں سے اُسے منتقل کر دیتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بال گرنے لگتے ہیں۔ عقلمندیاں کا فرض ہے کہ بالوں کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔ صاف کنگھی یا برش سے بال صاف کرے اور روشنی اور ہوا کو اُن کی جڑوں میں پہنچنے دے۔ جگہ جگہ مانگ نکال کر کچھ دیر رہنے دے۔ بادام روغن یا ارنڈی کا تیل قوت کے لئے جڑوں میں ملے۔ ہفتہ میں دو تین دفعہ تھوڑا تھوڑا ملے اور چند گھنٹے بعد سر دھو ڈالے دیر سے نہ اٹھے صبح سویرے بیدار ہو کیونکہ دیر تک سوتے رہنا جسم کو بیکار کرتا ہے

خانگی ٹوٹکے

چہرہ بہت گول اور ناک چھوٹی ہو تو روژ ناک تک لے جائیں اور پھر گالوں کے نیچے تک لگائیں۔ چہرہ تنگ اور ناک بڑی ہو تو روژ ناک سے الگ رکھیں آنکھ کے بیرونی گوشے سے اوپر کو کنپٹی پر لیجائیں اور وہاں سے باہر باہر لائی افقی شکل میں رخساروں پر آئیں مگر ناک سے دور ہیں۔

کھلی ہوا میں دیر تک رہنے سے بعضوں کی جلد بہت کھردری سی ہو جاتی ہے۔ یہ بے حد حساس جلد کی صورت ہے۔ گہری بنیادی کریم لگا کے پوڈر بھی گہرا ہی لگائیں اس سے جلد پر ایک جھلی سی آجائیگی جس سے جلد کی حفاظت ہو سکیگی۔ گھر واپس آکے جلد دھونے کی بجائے تسکین وہ صاف کرنیوالی دودھیا دوا استعمال کریں۔

ایک اونس ٹنکچر کمیفر نصف ٹنکچر بنزوئن اور ۲ اونس یوڈی کولون گرم پانی میں ڈالیں وہ دودھیا اور خوشبودار ہو جائیگا اس میں ٹھیکہ نہائیں بیحد سکون محسوس ہوگا

جرابوں کی ایڑیاں میل سے خراب ہو جائیں یا جوتہ کے چمڑے سے گندی معلوم ہوں تو دھبوں پر لیموں کا رس لگا کے کچھ دیر یونہی رہنے دیں بعد میں دھوئیں دھبے جاتے رہیں گے۔

عمدہ شیشہ کے برتن سوڈا والے پانی میں ہرگز نہ دھوئیں کھردرا پن پیدا ہو جائے گا۔

چمڑا اور فولاد کے اسباب پر پسیلین ملیں اور خشک ہونے دیں اگر ضرورت ہو پھر تھوڑی سی ملیں اس سے اسباب کی عمر بڑھتی ہے۔

مخمل شکن دار ہو جائے تو شکن کا حصہ اُلٹی طرف سے کھولتے پانی کے برتن پر رکھدیں۔

تولئے گھس کے پتلے پڑ گئے ہوں تو دو تولیوں کو ایک دوسرے پر رکھ کے کنارے پاسوں کی سلائی کر دیں کچھ عرصہ کے لئے ایک تولیہ ہاتھ آجائیگا۔ ورنہ دونوں گھسے ہوئے تولئے پہلے ہی پھینک دینے پڑتے۔

کرومیم چمڑہ کا کلائی کی گھڑی کا تسمہ نازک جلدوں میں سوزش پیدا کرتا ہے ایسوں کو شیمو چمڑہ کا تسمہ استعمال کرنا چاہئے۔

گرمی کے موسم میں کریم اور پوڈر استعمال نہ کرنا اچھا ہے۔ ٹھنڈک رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مسام کھلے رہیں پسینہ آنا اس موسم میں بہترین چیز ہے۔

آئینہ میں دھبے پڑ جائیں تو سفیدی اور میتھی لیٹڈ سپرٹ کی لئی بنا کے لگائیں اور خشک ہونے دیں بعد میں جھاڑ کے جلد دھوئیں۔

محمد ظفر

سیر بین

ریت کے ذرے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں بنائی لوگ دنیا کے صحراؤں سے گھبراتے اور انھیں خدا کا چھوڑا ہوا علیقہ سمجھتے تھے مگر اب علم طبیعات کی ترقی سے پتہ چلا کہ ان ریگستانوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے فائدے رکھے ہوئے ہیں۔ صحراؤں میں ہی تیل اور پٹرول کے چشمے نکلتے ہیں۔ عرب پر سیاسی مصلحت کے علاوہ اس کے پوشیدہ خزانوں کی وجہ سے دول یورپ کی نظریں جم گئی ہیں۔

برلن کے ایک دارالتجارب میں افریقہ چین اور تبت کے صحراؤں کی ریت کے پارسل سینہ میں ایک مرتبہ پہنچتے رہتے ہیں وہ نہایت احتیاط سے بند ہوتے ہیں اور ان کو وہاں کا پروفیسر خود کھولتا اور خود انھیں موقع موقع سے رکھتا ہے۔ اس معاملہ میں کسی پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور انھیں سونے سے زیادہ قیمتی بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ذرے زندگی کا سرچشمہ ہیں وہ برسوں سے تجربہ کرنے کے بعد یہ کہنے کے قابل ہوا ہے کہ صحراؤں کی ہوا پھیپھڑوں کی بیماریوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مریض جب کسی صحرائی خطے میں جاکے رہنا شروع کرتے ہیں۔ جلدا چھے ہوجاتے ہیں۔ اس نے ایک کل بنائی جس میں ڈھول جیسے خلوں میں ریت بھری گئی اور وہ کل چلادی گئی۔ ایک طرف مریض بٹھا دیا گیا۔ ڈھول گھومنے سے ریت اس طرح اس میں اچھلنی شروع ہوئی کہ موٹے ذرے اندر رہ گئے اور باریک ذرے ہوا کے ساتھ مریض کے سامنے کی ہوا میں آملے اور سانس کے ساتھ اس کے جسم میں گئے۔ اس ہوا کا اثر وہ تو نہ ہوا جو صحرائی مقاموں میں ہوتا ہے مگر تاہم ضرور ہوا کہ مریض کو بہت کچھ افاقہ ہوا۔ پھیپھڑے اچھی طرح کام کرنے لگے۔ آسانی سے سانس آنے لگا دنیا کے صحرائی خطوں سے ریت جمع کرکے اس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ ہر ایک کا حال لکھا جاتا ہے کہ فلاں نے ریت فلاں مقام سے ان حالات میں جمع کی۔ وہ یہ معلوم کرکے کہ یہ ریت پھیپھڑوں کے لئے مفید ضرور ہے یہ اور معلوم کررہا ہے کہ آخر ان ذروں میں کیا چیز ملی ہوئی ہے جو پھیپھڑوں کو مفید پڑتی ہے۔

اللہ اکبر! آندھیاں فضول نہیں۔ ریت بے کار چیز نہیں اس کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارے فائدے کے لئے ہے۔

ایک وقت کی پیدائش

ایک وقت میں پیدا ہونے والوں کے حالات کا مقابلہ کیا گیا تو وہ یکساں پائے گئے۔ ان کی مالی حالت میں فرق ہو۔ اور ایک دوسرے کے رشتہ دار بھی نہ ہوں لیکن زندگی کے واقعات تقریباً یکساں ہی دیکھے گئے ہیں۔ انگلستان میں دو سگی بہنیں انٹرنس کے امتحان میں بیٹھیں۔ دونوں نے برابر نمبر حاصل کئے صورت شکل بھی دونوں کی ملتی ہے۔ شاہ جارج سوم اور ایک اور انگریز ایک ہی وقت ۴۔ جون ۱۷۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ جب شاہ تخت پر بیٹھا۔ اس انگریز نے بھی اسی تاریخ کو اپنا کاروبار شروع کیا۔ دونوں اپنے اپنے ماحول کے حکمراں تھے دونوں کی ۸۔ ستمبر ۱۷۶۱ء کو شادی ہوئی۔ اکثر واقعات دونوں کو یکساں پیش آئے۔ دونوں ۲۹۔ جنوری ۱۸۲۰ء کو ہفتہ کے دن فوت ہوئے۔

جارج چہارم اور ایک چمنی صاف کرنے والا ایک ہی دن ایک ہی وقت پیدا ہوئے دونوں میں ایک ہی سے برائیاں اور حماقتیں تھیں بادشاہ گھوڑدوڑ کا شائق تھا۔ یہ چمنی والا اپنے گدھے دوڑایا کرتا تھا۔ دونوں ایک ہی وقت میں دیوالیہ ہوئے۔ جس روز شہزادے کا گھوڑا نیلام ہوا اسی روز اس کے گدھے نیلام ہوئے۔

ایڈورڈ ہفتم کا بھی ایک ہم پیدائش تھا۔ دونوں ایک ہی دن مرے۔ سابق قیصر کا بھی ایک ایسا ہی ہم عمر تھا۔ دونوں کے بچے ایک ہی دن ایک

ہی وقت پیدا ہوتے رہے۔

۴۰ سال میں جوانی

عام طور پر حالت یہ ہے کہ ہم ہندوستانی چالیس سال میں پہنچ کے اپنے آپ کو بڈھا سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس عمر میں ہیں تو عمری محسوس کرنی چاہیئے اور کم از کم دس سال تک جوانی کی یہ کیفیت قائم رہنی چاہیئے۔ پچاس سال کی عمر میں مستعدی میں کمی آجانی ضروری ہے۔ لیکن طاقت میں کمی نہیں آنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کمی ساٹھ سال کی عمر سے پہلے شروع نہیں ہونی چاہیئے۔ جس ڈاکٹر کا حوالہ دیا گیا ہے اس وقت اس کی عمر ۷۰ سال ہے مگر ۴۰ سال کا جوان معلوم ہوتا ہے۔

اگر آدمی اپنی صحت کا کافی خیال رکھے تو ۴۰ سال کے بہت بعد تک ٹھیک رہتا ہے۔ ایک انگریز بائیسکل باز نے ۴۱ سال کی عمر میں ۵۰ میل کی دوڑ جیت لی۔ اور ۵ سال بعد سو میل کی دوڑ میں وہ شریک ہوا اب اس کی عمر ۷۳ سال ہے وہ ایک ٹرائی سیکل پر ایک گھنٹہ میں ۱۷ میل گیا۔ یہ سائیکل ایسی بھدی اور بھاری تھی کہ طاقتور جوان کو بھی تھکا دیتی۔

آدمی خیالات کی بدولت جوان اور بڈھا ہوا کرتا ہے۔ صوبجات متحدہ میں ایک ۱۳۰ سال کا مسلمان پہلوان گاؤں کے طاقتور سے طاقتور جوان سے کشتی لڑ کے پٹخ دیتا۔ اُسے کبھی حکیم کی ضرورت نہیں ہوئی۔ البتہ اُس کے مُنھ میں دانت ایک نہ تھا۔ وہ ایک وقت میں یہ ٹھوس کھانا تین گھنٹے میں کھا لیتا تھا۔ ۲ سیر گیہوں کا آٹا۔ سبزیاں چاول۔ بکری کا گوشت اور ۳ سیر دودھ

سین فرانسسکو امریکہ میں ایک ۷۶ سالہ بڑھیا ہے۔ اس نے اپنی سالگرہ کے موقع پر ایک لمبے فاصلے تک شناوری دکھائی وہ ہر سال گرہ کو اسی طرح منایا کرتی ہے۔ ۷۰ سال کی عمر میں اس نے ۲۰ میل کا فاصلہ ۱۲ گھنٹے ۱۰ منٹ میں تیر کے طے کیا۔ دو آدمی ایک کشتی میں اُس کے ساتھ ساتھ چلتے رہے وہ کہتے ہیں کہ بڑھیا سولہ سالہ لڑکی کی سی طاقت اور انداز کے ساتھ تیری۔

مرتے وقت کا کلمہ

بڑے آدمیوں کے مرتے وقت کے کلمے عبرت ناک اور دلچسپ ہیں۔ ایک مورخ جون رچرڈ گرین (سنہ ۱۸۳۷–۸۳ء) نے مرتے وقت اپنے آس پاس والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنی نبض پر کلمہ کی اُنگلی رکھ کے اُس نے ڈاکٹر کو دیکھا۔ اور مسکرا کے کہا "بند"

سیموئیل فیلپس (سنہ ۱۸۰۴–۷۸ء) شکسپیر کے ناٹکوں کا زبردست ایکٹر تھا۔ وہ اس کے کھیل "ہنری ہشتم" میں وولزی کا پارٹ کر رہا تھا اور اس کے منھ سے تماشہ کے لفظ نکل رہے تھے۔ "خدا حافظ! میری تمام عظمت کو لمبا چوڑا سلام!" وہ لڑکھڑایا اور لوگ پنڈدہ پر سے اُٹھا کر لے گئے۔ اور وہ اس کا آخری تماشہ تھا۔ غالباً جوش و خروش میں وولزی کے آخری الفاظ پر اُس کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔

رچرڈ اول۔ شاہ انگلستان (سنہ ۱۱۵۷–۹۹ء) نے مرتے وقت اپنے قاتل سے جس کے تیر سے اُس کی موت واقع ہوئی کہا جوان! میں نے تجھے معاف کیا۔ اس کے بعد اُس نے حاضرین سے کہا۔ اس کی زنجیریں اُتار دو سو شلنگ دے کر اسے چھوڑ دو۔

زار الگزنڈر اول شاہ روس (سنہ ۱۷۷۷–۱۸۲۵ء) کے مرنے میں بڑی دیر لگی جس سے اُسے سخت تکلیف و اذیت پہنچی اُس نے بار بار اپنے خدمتگار سے معافی مانگی۔ آخری لفظ جو اس کے مُنھ سے نکلے وہ تھے جو بڑی محبت سے اُس نے اپنی بیوی سے کہے۔ الزبتھ! تم تھک گئی ہو!

جب میکسیملین شاہ میکسیکو (سنہ ۱۸۳۲–۶۷ء) جلادوں کی بندوقوں کے سامنے کھڑا ہوا اُسے اپنا خیال نہ تھا۔ اُس کے دل میں اُس وقت اُسکی وفا شعار محبت کی پتلی بیوی کا دھیان تھا۔ موت کی گولیاں چلنے سے ذرا ہی پہلے اس کے مُنھ سے یک لخت نکلا غریب کارلوٹہ!

لوئی ہفتدہم شاہ فرانس (سنہ ۱۸۸۵–۹۵ء) نے مرتے وقت مردانہ وار یہ کہا۔ ایک بادشاہ کو کھڑے کھڑے جان دینی چاہیئے۔ اولیور کرامول (سنہ ۱۵۹۹–۱۶۵۸ء) انگلستان کے حاکم مطلق نے مرتے وقت کہا میرا مقصد اس دنیا سے جس قدر جلد ممکن ہو رخصت ہو جانا ہے۔ لوئی پنجدہم

شاہ فرانس (سنہ ۱۶۴۳-۱۷۱۵ء) نے اپنے روتے ہوئے مصاحبوں کو تسلی دینے کی کوشش میں آخری وقت کہا تم کیوں روتے ہو! کیا تمھارا خیال تھا کہ میں ہمیشہ جیتا رہونگا۔ میں سمجھتا تھا کہ مرنا بہت مشکل ہوگا۔ لوئی شششدہم شاہ فرانس (سنہ ۱۷۵۴-۹۳ء) اپنا آخری فقرہ پورا نہ کرسکا۔ جب جلاد اُسے ناشایستگی سے کھینچ کے لے چلے اُس نے چلاّ کے کہا۔ فرانسیسیو! میں اُن خطاؤں سے بری ہوں جن کا مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے۔ مر رہا ہوں۔ دعا کرو۔ میرا خون فرانس کے سر نہ پڑے۔ اگر ایسا .... ،، اس وقت ڈھول اس زور سے بجائے جانے لگے کہ اس کی آواز ان کے شور میں ڈوب گئی۔ اور ایک سکنڈ بعد بادشاہ مرگیا۔

چارلس اول شاہ انگلستان (سنہ ۱۶۰۰-۴۹ء) بھی اسی طرح مرا کہ اس کا فقرہ ختم نہ ہوا۔ وہ پھانسی پر پادری کی طرف مڑا اور " یاد رکھنا ،، کہہ کے رُکا گویا تامل کر رہا تھا کہ بات کہے یا نہ کہے۔ پھر اُس نے سر ہلایا۔ اور استقلال سے سر کاٹنے کی ٹِکٹھی کی طرف بڑھا چلا گیا۔

چارلس دوم شاہ انگلستان (سنہ ۱۶۳۰-۸۵ء) نے مرتے وقت کہا۔ بچاری نیلی کو بھوکے نہ مرنے دینا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت اُسے اپنا کوئی خیال نہ تھا۔ جیمس شاہ پنجم (سکاٹلینڈ) (سنہ ۱۵۱۲-۴۲ء) اپنے جانشین کا ہی خیال کرتے کرتے مرگیا۔ اُس وقت اُسے لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ بعد میں یہی لڑکی میری ملکۂ سکاٹ لینڈ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اُس وقت مرنے والے بادشاہ نے سچ سچ پیشینگوئی کے طور پر کہا۔ تاج لڑکی کے ساتھ آیا اور لڑکی کے ہی ساتھ جائے گا۔

البرٹ ملکہ وکٹوریا کے شوہر (سنہ ۱۸۱۹-۶۱ء) نے مرتے وقت کہا۔ دولت۔ رتبہ۔ اور اختیار سب مجھے میسر تھے۔ اگر یہی کل کائنات تھی تو یہ میری کیسی کم نصیبی تھی! ملکہ الزبتھ (سنہ ۱۵۳۳-۱۶۰۳ء) نے کہا۔ یہ میری ساری چیزیں صرف ایک تھوڑے سے زمانہ کے لئے

ولیم سوم شاہ انگلستان (سنہ ۱۶۵۰-۱۷۰۲ء) نے اپنی ناقابل برداشت تکلیف میں کہا۔ کیا یہ زیادہ عرصہ تک قائم رہیگی ؟۔

رچرڈ سوم شاہ انگلستان (سنہ ۱۴۵۲-۸۵ء) کے آخری لفظ تھے۔ دغا! دغا!

چارلس نہم شاہ فرانس (سنہ ۱۵۵۰-۷۴ء) نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت چلاّ کے کہا۔ وایہ! وایہ! کیسا قتل! کس قدر خون! آہ! میں نے غلطی کی! خدا مجھے معاف کرے۔

گیری بالڈی (سنہ ۱۸۰۷-۸۲ء) کے مرتے وقت اس کی کھڑکی کی دہلیز پر دو پرندے آکے بیٹھے۔ مرنے والے کو اپنے دو مرے ہوے بچوں کا خیال آیا وہ پیار سے بولا وہ اپنے باپ کو مرتے ہوے دیکھنے کے لئے آگئے۔ میرے جانے کے بعد ان سے مہربانی سے پیش آنا۔ اور انھیں کھلانا پلانا۔

طامس کارلائل کی موت اس کی زندگی سے آسان یا پر لطف نہ تھی۔ اُس نے آخری وقت درد سے کہا کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ان لوگوں نے تمام برطانیہ میں سب سے بڈھے آدمی کو اس طرح ایذا پہنچانے کے لئے چنا ہے۔

آسمان سے باتیں

کئی سال سے آدمی چاند مریخ تک پہنچنے کے لئے جہاز وغیرہ بنانے کے سلسلہ میں سرگرداں ہے زمین کے گرد کی ہوا دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک طوفانی خطہ ۵۰ ہزار فٹ سے ۶۰ ہزار فٹ کے درمیان بلند ہے۔ اور ساکن خطہ جو اس سے آگے غیر محدود چلا گیا ہے۔ ۵۰ ہزار فٹ کی بلندی سے آدمی کو رقیق ہوا کے مقابلہ میں آکسیجن کے آلات کی ضرورت ہوجاتی ہے۔ آدمی اس کے آگے سانس نہیں لے سکتا۔ جس نے بھی اس علاقہ کی فضائی کیفیت معلوم کرنے کے لئے پرواز کی ایسے غبارہ میں کی جو اس قدر کسا ہوا بند تھا کہ باہر کی ہوا اندر نہ جا سکتی تھی۔ اور اندر ہوا اس طرح سلسلہ بند کی گئی تھی کہ دنیا کی ہوا کی سی کیفیت قائم رہے۔ اگر ذرا سا بھی نقص واقع ہوجاتا تو یہ اُڑنے والے ذرا بھی ٹھکانا نہ کھاتے۔ اب ایک شفاف شیشہ ایجاد ہوگیا ہے۔ جس سے ہوائی جہاز راں جہاز کی بیرونی کیفیت کو دیکھتا ہوا بخیریت لے جا سکے۔ یہ شیشہ بیرونی درجہ حرارت کے دباؤ کو جو صفر سے سو ڈگری فارن ہائیٹ تھرمامیٹر نیچے ہوتا ہے برداشت کرلیتا ہے۔ زمین سے دس میل اوپر جا کے جہاز کی اندرونی ہوا اور فضائی ہوا میں غضب کا فرق ہوجاتا ہے۔

اب ایسے جہاز بنانے کی فکر ہے جس میں دو آدمی بیٹھ سکیں اُس میں ضروری ساز و سامان رکھا جاسکے وہ چھ فٹ لمبا ہوگا اندر آدمی کے لئے آرام و آسائش کے کمرے ہوں گے اس کا وزن ۳۰ ٹن (ایک ٹن = ۲۸ من) ہوگا۔ جہاز خود ایک ٹن کا ہوگا باقی ۲۹ ٹن میں ساز و سامان اور بھبک سے اُڑنے والے مصالحے ہونگے۔ اس کی رفتار ۷ میل فی سکنڈ ہوگی پہلے زمین سے ۱۵۳ میل کی اونچائی تک چکروں سے اُڑتا جائیگا اور وہ چاند تک بخوبی جاسکے گا۔ پہلے زمین پر تجربہ ہوگا اور کامیابی پر برلن سے آسٹریلیا کا فاصلہ آدھ گھنٹے میں طے ہوسکیگا۔ تیر کی طرح چھوڑے جانے والے غباروں میں ڈاک برلن سے نیویارک امریکہ میں ۲۵ منٹ میں پہنچ جایا کریگی۔ اس قسم کے ارضی جہاز پر تقریباً ۲۷ ہزار روپیہ لگیگا۔

چاند وغیرہ تک جانے کے لئے فضا میں سمندر کی سی بندرگاہیں بنانی پڑیں گی۔ تاکہ جدید معالجہ وغیرہ لیا جاسکے۔ ان کو شہابی جزیرے کہا جائیگا۔ ان میں بجلی ریڈیو ہوا اور دوسرے ہوائی ضرورتوں کے بڑے بڑے ذخیرے رکھے جائیں گے۔ اس طرح یہ جزیرے کئی کئی میل لمبے چوڑے ہونگے۔ انھیں زمین پر دھاتوں سے بنایا جائے گا۔ زمین سے بجلی وغیرہ کی متحدہ قوت سے انھیں تیر کی طرح ہوا میں پھینکا جائے گا۔ پانچ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۶۰ یا زیادہ میل اوپر جا کے کشش زمین نہ ہونے کے سبب سے ٹھیر جائیگا۔ اور پھر زمین پر واپس نہ آئے گا۔ یہ اتنا وسیع ہوگا کہ اسپر ہوائی جہاز کھڑے ہوسکیں گے۔ ذخائر کے لمبے لمبے گوداموں کے علاوہ ہوٹل اور دفتر ہوں گے۔ ان پر باقاعدہ حملہ ہوسکیگا جو بوقت ضرورت ہوائی جہازوں میں زمین پر آجاسکیں گے۔ چاند جانیوالا جہاز جب وہاں رکیگا تو نیا سامان وہاں سے بھر لیا جائیگا چاند کے مسافر خاص دھاتی خولوں میں اُتر کے اس جزیرہ پر آسکیں گے ان جہازی آمدورفت سے سیاروں میں نو آبادیاں قائم کی جاسکیں گی۔ ان جزیروں پر خاص قسم کے شیشے خاص زاویوں پر رکھ کے سورج کی روشنی زمین کی طرف منعکس کرکے ۲۴ گھنٹے دن رکھا جاسکیگا وہاں رصدگاہیں بھی قائم کی جاسکیں گی۔ جن سے سیاروں کا خوب مطالعہ ہوسکیگا۔

پھلجھڑیاں

پولینڈ میں ایک چوروں کے بیمہ کی کمپنی بھی ہے۔ ممبر باقاعدہ اقساط ادا کرتے ہیں۔ کوئی ممبر چوری کرتا ہوا پکڑا جائے تو کمپنی مقدمہ کے اخراجات برداشت کرتی ہے۔ سزایابی کی صورت میں کمپنی زائد غذا کا ذمہ لیتی ہے۔

بے رونق سیاہ بال حاسد اور مکار ناقابل اعتبار طبیعت کو ظاہر کرتے ہیں گہرے زرد اور مضبوط بال فیصلہ اور استدلال کی اچھی قوت اور عمدہ عقل سلیم کو بتاتے ہیں۔ لال بال والے گو زیادہ جوشیلے اور تیز ہوتے ہیں لیکن بالکل دیانتدار سچے اور خاصے سمجھ دار ہوتے ہیں۔

جرمنی نے اپنی سرحدوں پر بنفشی شعاعوں کا انتظام کیا ہے جیسے ہی کوئی بھاگنے یا آنے والا سوگز کے نصف قطر میں آیا اُسی وقت خفیہ کل کے ذریعہ اسپر متجسس شعاعیں پڑنے لگیں اور پہرہ داروں نے سنبھل کے اسے گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک کل کی قیمت ۱۳ ہزار روپیہ ہے۔ لیکن جرمنی اس خرچ کا مطلق خیال نہیں کرنا چاہتی۔ جگہ جگہ یہ کلیں سرحد پر لگا دی جائیں گی۔

لندن کے ایک ڈاکٹر نے ایک ۱۶ سالہ لڑکے کا ہاتھ جو کارخانہ کی کل میں آجانے سے اس قدر کچل گیا تھا کہ ڈاکٹر اُسے کاٹ ڈالنا چاہتے تھے اُس کے ہاتھ میں اس کی ران کی کھال لگانے کے چار عمل جراحی کئے اب ہاتھ کام کرنے لگا ہے گو انگلیوں کے پورے جو بالکل جاتے رہے تھے نئے نہیں بنائے جاسکے۔

ہاتھی ۴۰ برس کی عمر میں پورا جوان ہوتا ہے۔

صحرائے اعظم کا ریت ۳۰ فٹ گہرا ہے

پرندوں کے تین پپوٹے ہوتے ہیں۔

امریکہ کی ایک مالدار عورت کے پاس تین سو چھتریاں ہیں۔ اور نئی قسم کی چھتریوں کی اُسے اب بھی تلاش رہتی ہے بیس برس سے دنیا بھر سے اُسے چھتریاں جمع کرنے کا جنون ہوا ہے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ استعمال ایک بھی نہیں کرتی کہ کمبخت میں بوجھ بہت ہے۔

دل کی بیماری عورتوں کے مقابلہ میں مردوں میں۔ حبشیوں کے مقابلہ میں سفید رنگ کی قوموں میں اور مزدوروں کے مقابلہ میں کاروباری اور پیشہ ور لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

پسندے اور مچھلی

(۱) پسندے کباب

پسندے سیر بھر دہی چکیدہ ڈیڑھ پاؤ۔ بادام ۲ تولہ۔ چرونجی ۲ تولہ۔ دھنیا تولہ بھر۔ دال نخود بریاں ۲ تولہ۔ کھوپرہ ۲ تولہ۔ خشخاش ڈیڑھ تولہ سرخ مرچ تولہ بھر۔ ادرک ۴ تولے لہسن ۲½ تولہ۔ پیاز چھٹانک بھر۔ سیاہ مرچ ۲ ماشہ۔ الائچی خورد ۵ عدد۔ زیرہ سیاہ ۲ ماشہ۔ لونگیں بھنی ہوئی ۶ عدد۔ گھی پاؤ بھر۔ نمک حسب ضرورت

سب سے پہلے پسندے خوب صاف دھو کر نچوڑلیں کہ پانی نہ رہے۔ پھر ادرک لہسن دو پیسے ایک انگل برابر یا انجیر خام ایک عدد میں کر مع نمک جو پسا ہوا ہو پسندوں میں خوب اچھی طرح ملادیں اور کسی برتن میں ڈھانک کر رکھ دیں، بعدازاں بادام چرونجی خشخاش۔ کھوپرا۔ توے پر ہلکا ہلکا بھون لیں۔ پیاز گلابی تل لیں۔ اور تمام مصالحہ مندرجہ بالا مع پیاز بریاں باریک پسوا کر دہی و مصالحہ پسندوں میں ملا دیں۔ اور گھنٹہ بھر رکھے رہنے کے بعد پسندے سیخوں پر چڑھا کر دھاگہ سے لپیٹ دیں۔ اور کوئلوں پر سرخ کرلیں۔ بعدازاں دو گنٹھی پیاز گھی میں بریاں کر کے وہ تمام مصالحہ جو پسندوں کے سیخ پر چڑھائے جانے کے بعد بچ رہا ہے۔ گھی ڈال کر دیگچی میں بگھار دیں۔ جب مصالحہ بھن جائے پسندے سیخوں پر سے نکال کے اسی گھی و مصالحہ میں چھوڑ دیں۔ اور کفگیر سے ملا دیں۔ پھر دس بارہ منٹ کوئلوں پر دم دے دیں۔ جب گھی سنسنانے لگے اور خوشبو آنے لگے اتار لیں اب پیاز و سبز مرچ و پودینہ باریک تراشں کے لیموں نچوڑ لیں۔ اور پسندے کباب اس چٹنی کے ہمراہ تناول فرمائیں

(۲) مچھلی

گھی یا تیل تین چھٹانک مچھلی تین پاؤ۔ دہی چکیدہ ڈیڑھ پاؤ۔ چرونجی تولہ بھر۔ دھنیا ۶ ماشہ کھوپرا تولہ بھر بادام تولہ بھر۔ پیاز دو گنٹھی۔ ادرک ۲ تولہ۔ لہسن ۲ تولہ۔ سرخ مرچ حسب ضرورت۔ نمک حسب اندازہ

پہلے چرونجی و کھوپرے و بادام کو ہلکا ہلکا توے پر بھون لیں۔ (یہ تو اجس پر پر اٹھے پکائے جاتے ہیں گہرا ہوتا ہے۔) اور سب مصالحہ جو اوپر لکھا ہوا ہے مع پیاز باریک پسوا لیا جائے۔ اب گھی یا تیل کڑ کڑا کر اس میں چند دانے میتھی کے اور تھوڑا سا سفید زیرہ ڈال دیں۔ جب میتھی و زیرا سفید، سیاہ ہو جائے تب مچھلی کے ٹکڑوں میں دہی، ادرک و لہسن و مصالحہ جو باریک پسا ہوا ہے۔ خوب لت کر دیں اور پہلے گھی میں مصالحہ چھوڑ دیں۔ جب مصالحہ خوب بھن جائے خوشبو دینے لگے تب مچھلی کے قتلے بھی دیگچی میں ڈال دیں اور کفگیر سے آہستہ آہستہ الٹ پلٹ کر دیئے جائیں۔ چند منٹ تیز آنچ پر پکنے دینے کے بعد دم پر رکھ دیں۔ جب گھی سنسنانے لگے اتار لیں۔

نوشابہ خاتون۔ بی اے

اے قوم!

آہ! اے قوم کہ ہے آج حزین و غمناک　　ایک دن وہ تھا کہ تھرّاتے تھے تجھ سے افلاک
اے کہ تو رنگ میں بڑھ کر گل رعنا سے تھی　　اے کہ رفعت میں زیادہ تو ثریّا سے تھی
تجھے موزوں تھا کبھی نقش دلآرا کہنا　　فلک علم کا پُر نور ستارا کہنا
آج پستی میں ہے تو چھن گئی رفعت تیری　　سربلندی ہے وہ تیری نہ وہ عظمت تیری
ساز تو ہے وہی، لیکن وہ نہیں ہے آواز　　وہ تخیّل ہے کہ جس کو نہیں شوق پرواز

کوئی بھی کیف نہیں تیرے سیہ خانے میں
صرف بیٹھی ہوئی اک دُرد ہے پیمانے میں

"روح کے گلکدے" ویران پڑے ہیں کیوں آج　　"دل کے ہنگامہ کدے" سنسان پڑے ہیں کیوں آج؟
آج روشن نہیں کیوں تجھ سے فضائے دنیا　　کیوں نہیں امن فشاں تجھ سے ہوائے دنیا؟
ذوق بیگانۂ عرفان محبت کیوں ہے　　تیری نظروں سے نہاں روح حقیقت کیوں ہے
غرق گمراہیوں میں آج ہے تیر اسنسار　　عالم خواب میں ہے تیرا جہاں تیرہ و تار!!
کاش! پروانۂ پرسوز کی فطرت مل جائے　　خود جلے اور سیہ خانۂ عالم چمکائے
مئے پارینۂ اخوت کا ملے جام تجھے　　امن و تسکین و محبت کا ملے جام تجھے

شمع کی طرح تجھے سوز محبت مل جائے
کاش! بھولی ہوئی پھر راہ حقیقت مل جائے

آنسہ خورشید اقبال حیا میرٹھی

بزمِ عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو

ایڈیٹر

میں نہایت رنج و غم کے ساتھ یہ اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری اماں جان بیگم خانبہادر محمد ظفر صاحب نے ۲ ماہ بیمار رہکر عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا اور ہم لوگوں کو مبتلائے رنج و مصیبت چھوڑکر داغِ مفارقت دے گئیں۔ مرحومہ ۱۳۔ مارچ کو بیمار ہوئیں ۳۰۔ مئی ۳۸ء کو ۱ بجے دن کو بروز دوشنبہ بمقام بھوالی انتقال کیا مرحومہ نہایت نیک اور خدا پرست با اخلاق تھیں اور عصمت کی سچی قدردان تھیں۔ عصمتی بہنوں سے استدعا ہے کہ دعائے مغفرت فرمائیں۔ نیز عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ قطعہ تاریخ وفات لکھ کر ناچیز کو مشکور ہونے کا موقع دیں۔

صدیق النسا بنت خان بہادر محمد ظفر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس

لکھا نہیں جاتا لیکن لکھنا پڑ رہا ہے کہ میرے برادر حقیقی مرزا خوش اقبال بیگ بجلی کا تار سینے پر لگ جانے سے اچانک انتقال کر گئے۔ اور ہم سب کو ہمیشہ کے لئے روتا چھوڑ گئے۔ عصمتی نمازی بیبیاں اس جواں مرگ کے واسطے دعائے مغفرت کریں

دلفگار بیگم شارق

آہ کس قلم سے لکھوں کہ میرے پیارے ابا جان قبلہ احمد میر صاحب مالک سعیدیہ ہوٹل نے ۶ ماہ کی طویل علالت کے بعد ۸۔ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ یوم سہ شنبہ ہم سب کو روتا پیٹتا چھوڑکر سفر آخرت کیا۔ خدا سے دعا ہے کہ مرحوم کو بہشت بریں میں جگہ دے اور ان کی نہ بھولنے والی یاد میں ہم کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ عصمتی بہن بھائیوں سے گذارش ہے کہ قطعہ تاریخ وفات لکھ دیں۔

بنت احمد میر صاحب مرحوم

کسی بہن صاحبہ نے منھ پر بالوں کو دور کرنے کا نسخہ دریافت کیا ہے لہذا عرض ہے کہ موچنے سے بالوں کو دور کریں اور بیل کے پتہ کا پانی انڈے کی سفیدی میں ملاکر ملیں اگر سانپ کی چربی دستیاب ہو تو وہ ملیں مجرب ہے۔

مسز حمید لکھنوی

اے آر ہمشیرہ ضیاء الدین صاحبہ کیرانہ۔ معجون سورنجان ۶ ماشہ کھاکر اوپر سے تخم خیارین، تخم خرپزہ خارخسک خورد ہر ایک ۵ ماشہ کو پانی میں پیس چھان کر شربت بزوری معتدل تین تولہ ملاکر پی لیا کریں صبح کے وقت، اور حب سورنجان ملین چار عدد ہمراہ شیر گاؤ آدھ پاؤ روغن بید انجیر ایک تولہ نیم گرم رات کو سوتے وقت کھائیں، اور روغن حنا روغن سورنجان۔ روغن موم ہموزن ملاکر مالش کیا کریں فائدہ ہوجانے کے بعد چند روز معجون اذراقی کھانا چاہیئے۔ گوشت انڈا کھٹی اور بادی چیزوں سے پرہیز رکھیئے۔ دوائیں ہندوستانی دواخانہ دہلی سے مل سکتی ہیں۔

بیگم محمد عبدالحیٔ صاحب رام پور۔ مزید حالات دریافت طلب ہیں اس لئے مجھے براہ راست لکھئے اور کامل اطمینان رکھیئے یہ مرض ضرور دفع ہو جائیگا۔

الیس کے خریدار ۴۲۹۴۔ مجھے صرف اسی پتہ سے خط پہنچ جاتے ہیں جو عصمت میں چھپتا ہے۔

سعید النساء بیگم محبوب نگری۔ پوست سنگترہ خشک ۲ تولہ ہلدی ۱ تولہ سہاگہ بریاں ۶ ماشہ صندل سفید ۶ ماشہ بالچھڑ ۶ ماشہ ناگرموتھا ۶ ماشہ چھڑیلہ ۶ ماشہ مغز تخم خرپزہ ۶ ماشہ مغز بادام ۶ ماشہ کنجد سفید ۶ ماشہ۔ صندل کو گھس لیں باقی دواؤں کو خوب باریک پیس لیں اور دودھ میں ملاکر لگائیں تین چار گھنٹے بعد نیم کے صابن سے نہالیں صبح و شام ایسا کریں رات کو سوتے وقت اطریفل شاہترہ ایک تولہ کھاکر اوپر سے عرق ماء الجبن دس تولہ پی لیا کریں۔ گوشت تیل مٹھائی سے پرہیز رکھیں۔

خریدار ۱۲۲۱۴ ٹنکچر کے ڈچو۔ اور لائکر پلمبائی سب ایسی فینٹس دونوں

دُوربین

سیاسی بساط شطرنج

یورپ کے ملک آپس میں عجیب منافقانہ میل جول میں مبتلا ہیں۔ ظاہر میں دوستی ہے، مگر دلوں میں افتراق ہے۔ ہٹلر نے آسٹریا پر قبضہ جمایا۔ اور مسولینی کو تھپکی دی کہ اس موقع پر تمہاری خاموش رہنے کی ادا مجھے اس قدر بھائی کہ میں کبھی نہ بھولوں گا۔ اُس کی اور مسولینی کی ملاقات ہوئی۔ اطالیہ میں ہٹلر کا خوب استقبال کیا گیا مگر آسٹریا کے قبضہ نے جرمنی کے حدود اٹلی سے ملا دیئے۔ مسولینی کے کان خوب کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ جرمنی اس کے سمندر بحیرہ ایڈریاٹک میں دخل چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہٹلر کے واپس جاتے ہی اُسے لکھا کہ بحیرہ ایڈریاٹک کی بندرگاہ ٹریسٹ کو بلا محصولات اور بلا مزاحمت استعمال کرنے کا آسٹریا کو تو حق تھا کیونکہ وہ کمزور تھا۔ آپ کو میں اس کی جگہ نہیں سمجھ سکتا۔ آپ اسے اس طرح استعمال نہ کر سکیں گے۔ ادھر مسولینی نے انگریزوں سے پینگیں بڑھائی ہیں انگریزوں نے اس سے معاہدہ تو کر لیا ہے مگر اُنھیں اس کے وعدوں کا اعتبار نہیں۔ فرانس کو بھی اس کی جانب سے خوف ہے۔ کہ ہسپانیہ میں اس کے حلیف فرینکو کے فتحیاب ہوتے ہی اطالوی فوجیں خالی ہو کے طرابلس میں آموجود ہونگی اور ممکن ہے وہ ٹیونس کو مجھ سے چھین لیں۔ انگریزوں کو بھی ڈر ہے کہ جھیل سانا کا پانی روک کے وہ دریائے نیل کو خشک کر سکتا ہے۔ اس طرح مسولینی اپنا اقتدار مصر پر قائم کر سکتا ہے۔ طرابلس میں وہ تیل اور پٹرول نکالنے اور صاف کرنے کے دو بڑے بڑے کارخانے قائم کر رہا ہے۔ اس طرح وہ جنگ کی حالت میں کسی بیرونی ملک کی امداد اور تیل و پٹرول کا محتاج نہ ہو گا۔

جرمنی خاموشی کے ساتھ ہنگری اور رومانیہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ زیکوسلوویکیہ پر اس کی زبردست نظر ہے اگر جنگ ہو تو چند گھنٹوں میں جرمنی اُسے پچھاڑ دے۔ برطانیہ نے صاف کہدیا ہے کہ وہ اُس وقت کچھ نہ کر سکیگا۔ روس بے بس ہے۔ سٹالن اپنی سخت گیری سے سخت غیر ہر دلعزیز ہو رہا ہے۔ اگر جنگ ہو جائے تو اس کی فوج ہرگز نہ لڑے۔ زیکوسلوویکیہ کے سوڈیٹن جرمن اپنی حکومت سے سخت ناخوش ہیں۔ انھیں کوئی حق نہیں مل رہے جمعیۃ اقوام نے ان کی بیسیوں عرضداشتوں کے پہنچنے کے باوجود کچھ نہ کیا۔ غرضیکہ جرمنی تھوڑے ہی عرصہ میں آدھے یورپ کو سنبھال لیگا۔ اور انگریز اور فرانس اُسے آنکھیں پھاڑے دیکھتے رہ جائیں گے۔

مبصروں کا خیال یہ ہے کہ اس وقت یورپ میں صرف جرمنی ایسی حکومت ہے کہ وہ جنگ شروع کر سکتی ہے۔ اٹلی محض گیدڑ بھبکیاں دیتا ہے۔ جرمنی بھی ابھی لڑائی کے لئے تیار نہیں۔ اس وقت کی جنگ معمولی نہیں کروڑوں روپیہ کی ضرورت رکھتی ہے۔ اگر جنگ چھڑ گئی تو یورپ کی سب حکومتوں کا دیوالہ نکل جائے گا۔

سکندرونہ کا الحاق

کچھ عرصہ سے فرانس اور ترکی میں سکندرونہ کے متعلق کشمکش چلی آتی تھی۔ اور لڑائی تک کا اندیشہ تھا۔ اب باہمی گفت و شنید کے بعد دونوں میں مفاہمت ہو گئی ہے جس کی رو سے ترکی فوج اس صوبہ میں داخل ہو جائیگی اور صوبہ کے قیام امن میں فرانسیسی فوج کی امداد کرے گی۔ اس خبر سے عراق میں عجیب بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ ترکوں کو اسی علاقہ کی غداری سے شکست ہوئی تھی اور حضرت علیؓ کو اسی صوبہ نے پریشان رکھا اور مسلمانوں پر اسی صوبہ کی بدولت مصائب نازل ہوے۔ ابھی انھیں چین نہیں چنانچہ ایک عراقی لیڈر نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر فرانس نے شام سے مشورہ کئے بغیر اس علاقہ کو ترکوں کے حوالہ کیا تو عربوں میں پین عرب تحریک اس قدر زور پکڑ گئی ہے کہ وہ مطالبہ کریں گے کہ سب باقیماندہ عربی ممالک سابقہ سلطنت عثمانیہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ایسا طرز عمل اختیار کرنے پر برطانیہ ضرور اس تحریک کی مخالفت کریگی اور فرانس کو مشورہ دیگی کہ وہ ترکی سے اس قسم کی مفاہمت کرنے سے باز آئے۔

دکن میں نکاح بیوگان ۸ سال ہوئے پنڈت کیشوراؤ آنجہانی نے ہندو بیواؤں کے شادی کر لینے کو جائز قرار دئے جانے کے متعلق قانون پیش کیا تھا۔ اب ۸ سال کی بحث مباحثہ کے بعد یہ قانون حیدرآباد اسمبلی میں منظور ہو گیا ہے۔ اب بالغ ہندو بیوہ کو مکرر شادی کرنے کا اختیار رہوگا۔ اس کی اولاد کو دھرم شاستر کے سے حقوق وراثت حاصل ہوں گے ۱۴ سال کی عورت بالغ متصور ہوگی۔ نابالغ بیوہ کو نہ اُس کے سرپرستوں کو نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ یہ نکاح دھرم شاستر کی کسی ممانعت یا کسی مخالف رواج کے مقابلہ میں جائز متصور ہوگا۔ البتہ اپنے پہلے شوہر کی جائداد سے نکاح ثانی کرنے والی عورت محروم ہو جائیگی۔ جہاں ایسی وراثت کا کوئی رواج پہلے سے موجود ہو وہاں ایسی وراثت کی بھی اجازت ہوگی۔

ایک ترکی عیارہ یہ بھی اب ترکی میں بھی یورپیت پھیل جانے سے مغرب کے سے قصے پیش آنے لگے۔ ایک ۱۲ سالہ خوبصورت کسان لڑکی نے ایک سال میں دھوکہ سے چار خاوندوں سے یکے بعد دیگرے شادیاں کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور فرار ہو گئی پہلے اس نے اپنی شادی اناطولیہ میں ایک دیہاتی مزدور سے کی۔ اس کا سامان اور زیور لے کر بھاگ گئی اور دوسرا نام رکھ کے پھر ایک موچی سے شادی کی اُسے بھی لوٹ کے ایک تیسرے نام سے ایک کاشتکار کو نشانہ بنایا۔ ایک ماہ کے بعد اسے بھی دھتا بتا کے قسطنطنیہ میں ایک کوبخرہ سے شادی رچائی۔ اس کا پہلا خاوند پولیس میں رپورٹ کر چکا تھا۔ تلاش میں پولیس پھر رہی تھی کہ وہ پکڑی گئی۔ اب تینوں سابقہ شوہروں نے دھوکہ کا مقدمہ اس پر دائر کر دیا ہے۔

ترکی نقل مکان ترکوں نے ۱۹۲۱ء میں یونانیوں پر ایسی فتح حاصل کی جس سے یونانیوں کے ملک گیری کے خواب آن واحد میں مٹا دیئے۔ اب تک دس لاکھ یونانی ترکی علاقہ سے یونان نقل مکان کر کے چلے گئے ہیں۔ اس سے دونوں کے تعلقات پر اچھا اثر پڑا ہے۔ کیونکہ ان یونانی ترکی رعایا سے روز کچھ نہ کچھ شکایت رہتی تھی جس کی وجہ سے یونان پر برا اثر پڑتا تھا۔ کمال پاشا نے انگریزوں سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ قرض لیا ہے جس کو وہ اُن ترکوں پر خرچ کریں گے جو بلقان سے نقل مکان کر کے ترکی میں آرہے ہیں۔ یونان و بلغاریہ سے ۱۱ لاکھ رومانیہ سے ۴ لاکھ ۸۰ ہزار یگوسلاویہ سے ۱۴ لاکھ ترکوں کی آمد کی توقع ہے۔ انھیں اناطولیہ کی خالی زمینوں اور ترکی کے جنوبی ساحلوں پر بسایا جائے گا۔ اتنے ترکوں کے بلقان سے چلے آنے سے وہاں کی اقلیت پر برا اثر پڑے گا۔ دوسری طرف ترکی کی حالت مضبوط ہو جائے گی۔ بلقان میں سے ان ترکوں کے چلے آنے سے ان کا کاروبار وہاں کی عیسائی آبادی بطیب خاطر ہتیائے گی۔

افغانستان میں تعلیم وطب افغانوں میں تعلیم کا شوق بڑھتا جارہا ہے۔ اب وہاں طلبا کی تعداد پہلے سے چارگنی ہو گئی ہے۔ اس لئے کابل یونیورسٹی کی پرانی عمارت اب ناکافی یا کے کابل کے پاس ایک پرفضا مقام میں نئی عمارت بنائی جارہی ہے۔ اس کا سنگ بنیاد وزیر تعلیم نے رکھدیا ہے۔ یورپ سائنس کے آلات کے لئے لکھا گیا ہے۔ یونیورسٹی میں جلد نئے نئے آلات سائنس مہیا ہو جائیں گے۔ طبی تعلیم کے لئے بھی جراحی اوزار یورپ سے خرید لئے گئے ہیں۔

ہرات میں ایک نیا شفاخانہ بنایا جارہا ہے۔ جو ملک میں سب سے بڑا ہوگا۔ اس کے لئے ۴۸ ایکڑ زمین لی گئی ہے۔ اس کے لئے رقوم کچھ تو معزز حضرات نے دیدی ہیں۔ اور باقی اخراجات حکومت پورا کرے گی۔ اس میں ہر قسم کے آلات موجود رکھے جائیں گے عکس ریز بھی اس میں شامل ہوگا۔ اس شفاخانہ میں سو بستروں کا انتظام ہوگا۔

تاروں کا جھرمٹ آگرہ میں امید بانو پہلوان عورت نے پنجاب کے ایک پہلوان فیروزہ کو کال دو گھنٹہ کشتی لڑ کر جیت کر لیا

جرمنی نے یہودیوں کو ۵ سال کی مہلت دی ہے کہ وہ جرمنی سے بالکل نکل جائیں اس عرصہ میں وہ اپنا دس فیصدی مال لے جاسکیں گے۔ اس کے بعد نہیں۔

مس انور علی محمد سارے ہندوستان میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کا ایم اے ریاضی میں ۳۶۰ نمبر حاصل کر کے درجہ دوم میں پاس کیا۔ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتی تھیں وہ ریاضی کی بہت ہوشیار طالبہ تھیں۔

ترکی میں ۱۶ سے ۲۳ سال تک کی کنواری لڑکیوں کو خاص طور پر جنگی دایہ کی تعلیم و تربیت دی جایا کرے گی اور انھیں کم از کم ۵ سال ملازمت کرنے کے بعد پنشن ملنے لگے گی۔ اس تعلیم کے لئے تین سال درکار ہوں گے۔ اور وظائف ملا کریں گے۔

پنجاب اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ حکومت پنجاب کے ماتحت ۱۱۴۳ عورتیں ملازم ہیں جن میں سے ۶۰۰ محکمہ تعلیم میں ۵۰۴ محکمہ شفا خانجات میں اور باقی جیل وغیرہ میں ہیں۔

مراکو میں اب تک ۷۵ ہزار عرب ہسپانیہ میں انقلاب پسندوں کی خاطر جنگ میں شرکت کر چکے ہیں۔

ڈیڑھ سو ترک موجودہ ترکی حکومت کے قائم ہونے کے وقت سے اس کے مخالف ہونے کی وجہ سے جلاوطن تھے اکتوبر میں انھیں جمہوریت کی پندرھویں سالگرہ کی خوشی میں معاف کر کے وطن آنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

شاہ فاروق والئی مصر پیرس و شام و فلسطین کا دورہ کرنے والے ہیں۔ برطانیہ انھیں دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کرانے کی فکر میں ہے۔ ایسا ہوا تو برطانیہ کا اثر مشرق وسطیٰ میں بڑھ جائے گا۔ جسے عبداللہ والئے شرق اردن اور سلطان ابن سعود ذرا نہیں پسند کرتے۔

برسات قبل از وقت شروع ہو جانے کی وجہ سے دس سال کی ایورسٹ پر چڑھنے والی مہم ناکام رہی اور سب آدمی واپس آ رہے ہیں

مصر میں نحاس پاشا کی بیگم صاحبہ نے ایک زنانہ سیاسی پارٹی قائم کی ہے جو گھر گھر ملک بھر میں جلسے کر کے نحاس پاشا پر کامل اعتماد کا اظہار کرے گی۔ اور ان کی مجلس کی تمام کارروائیوں سے اتفاق رائے ظاہر کرے گی۔ علاوہ ازیں برطانوی اطالوی معاہدہ کو مصر کی توہین سے تعبیر کرے گی۔

واشنگٹن امریکہ میں عورتیں خفیہ طور سے ایک انجمن میں شریک ہو کے تقریر کرنے کا ملکہ حاصل کر رہی ہیں تاکہ انتخابات کے موقع پر اپنے شوہروں کے حق میں تقریریں کر کے انھیں کامیاب بنا سکیں خفیہ کام یہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ عام طور پر معلوم ہونے سے عورتیں ٹوٹ نہ پڑیں کیونکہ اس طریقہ سے امیدوار کانگریس امریکہ میں کامیابی سے منتخب ہو جایا کریں گے۔ لوگ عورتوں کی تقریروں سے متاثر ہو کے رائے دینے دوڑ پڑیں گے لوگ عورتیں اس ملک میں بھیج بھیج کے تقریریں سکھوائیں گے۔

یکم ستمبر ۱۹۳۸ء سے ملکہ وکٹوریہ اور شاہ ایڈورڈ کے ڈاکخانہ کے ٹکٹ ڈاکخانہ کسی خط یا پیکٹ وغیرہ پر قبول نہ کرے گا چھ ماہ کے اندر ان ٹکٹوں کے بدلے میں ڈاکخانہ سے جدید ٹکٹ لئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ خراب نہ ہو گئے ہوں۔

مسز سرسوتی سکرٹری رام کرشنا مڈیکل ایجوکیشنل سوسائٹی کلکتہ ایڈنبرگ (سکاٹلینڈ) کی زنانہ بین الاقوامی کونسل میں شرکت کے لئے جا رہی ہیں

دو ڈھائی ماہ ہوئے کہ جوہور کے ۶۵ سالہ سلطان نے اپنی انگریز بیوی کو جس سے سات سال ہوئے نکاح کیا تھا طلاق دے کے بہت کچھ مال و متاع عطا کیا اور تاحیات بہت کچھ وظیفے مقرر کر دیئے۔ اب بڑے میاں کو ایک اور رقاصہ انگریز ۲۴ سالہ لڑکی سے شادی کا شوق چرایا ہے۔ مگر خیال ہے کہ برطانیہ اس میں حائل ہوگی۔

بغداد کے قانونی کالج سے ایک عراقی خاتون مس صبیحہ شیخ داؤد سب سے زیادہ نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوئی ہے۔

کانپور کی زنانہ پولیس کا پہرہ پہلی مرتبہ وہاں کے کپڑا بننے کے کارخانوں پر لگایا گیا۔ مزدوروں کو جانے سے روکنے کے لئے مردوں کے علاوہ عورتیں رضاکار بھی ہیں۔ اس نئے پولیس میں حکومت صوبجات متحدہ کو عورتیں بھرتی کرنی پڑیں وہ خاکی قمیص سفید شلوار نیلے شال اور اچھے پمپ پہنے ہوئے ہیں۔ ان کے بازوؤں پر سفید کپڑے کی آستینیں اور ان میں سیاہ الفاظ ہیں۔

خیال ہے کہ ہٹلر نے اپنی سیاحت اطالیہ میں شاہ اطالیہ کی حسین ۲۳ سالہ لڑکی سے شادی کئے جانے کا پیام دیا۔

آئرلینڈ میں ایک مسلمان ہندوستانی حلوائی کی دوکان کرتا ہے۔ اس کی بیوی بھی ہندوستانی ہے۔ ۴۰ سال سے وہ ڈبلن میں رہتا ہے ان کے ۱۳ بچے ہیں۔ اب ان کے علاوہ ۴ اور بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ جن کا وزن ۱½ سیر سے ۲½ سیر تک ہے حلوائی کی عمر ۷۵ سال ہے

صفحہ ۱۹۰ کا باقی مضمون
دونوں دوائیں ہموزن ملاکر پھریری سے لگائیں تین چار روز بعد اسے موقوف کرکے زنک آکسائڈ اور بورک ایسڈ اور نشاستہ اور رسوت سب دوائیں ہم وزن لیکر انڈے کی سفیدی اور قدرے روغن حنا میں ملاکر پھریری سے چند روز لگاتے رہیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں (استند طبیہ کالج دہلی) جاورہ سنٹرل انڈیا

عصمت کے سالگرہ نمبر میں ایک بہن صاحبہ نے انگلیوں اور ہاتھ کے درد کی دوا دریافت فرمائی ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ شیر کی اصلی چربی کی مالش کریں انشاءاللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ دوا مجرب ہے لیکن چربی خالص اور اصلی ہونی چاہیئے۔

ایک دوسری بہن صاحبہ کے ہاتھوں پر داد کی تکلیف ہے اور اب وہ چنبل بن چکا ہے۔ وہ اول تو اپنے ہاتھوں کو پانی سے بالکل بچائے رکھیں اور اس کی دوا رائے صاحب امراؤ سنگھ بازار ریلوے روڈ علیگڈھ سے طلب فرمائیں وہ عینکوں اور گھڑیوں کے تاجر ہیں لیکن ان کے پاس ایک نسخہ اس مرض کا بھی ہے جو آزمودہ ہے اور وہ خود بھی کئی سرٹیفکٹ حاصل کر چکے ہیں وہ اخود ہی تیار کرکے دیتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ فائدہ نہ ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔

ابو مسلم صدیقی۔ بی۔ اے (ملیگ)

محترمہ بہن بیگم محمد عبدالحی صاحب ریاست رامپور نے اپنے ہاتھ کی کہنیوں میں جو چھوٹے چھوٹے دانے نکل آئے ہیں اور ان میں بے حد کھجلی ہوتی ہے کا نسخہ دریافت فرمایا تھا لہٰذا حسب ذیل نسخہ درج کیا جاتا ہے جو نہایت ہی مجرب ہے:۔

رائی۔ رال۔ گندک۔ سہاگہ۔ ان چاروں کو علیحدہ علیحدہ باریک پیس کر ہموزن کسی برتن میں ملالیں۔ بعد ازاں لیمو کا عرق اس قدر ڈالنا چاہیے کہ وہ اچھی طرح گاڑھا ہو جائے۔ اس کے بعد جس مقام پر تکلیف ہو اچھی طرح دھو کر اس کو دن میں دو وقت لیپ کرنا چاہیئے انشاءاللہ تعالےٰ بہت جلد آرام ہو جائے گا۔

سید زاہد حسین۔ عابد۔ حیدرآباد دکن

میرے پاس پینٹ کی چند شیشیاں ہیں مگر وہ رنگ اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ برش میں چمٹے رہتے ہیں۔ کپڑے پر پھول پتی وغیرہ میں رنگ نہیں لگتا۔ بعض رنگ تو شیشی کے دبانے سے بھی نہیں نکلتے اگر کوئی بہن اس کو نرم کرنے کی ترکیب بتلا دیں تو میں بہت مشکور ہونگی

خریداری نمبر ۳۴۹۷

بمنت التجا ہے کہ کوئی بہن یا بھائی برائے مہربانی ٹھوڑی کے بال دور کرنے کا کوئی مجرب نسخہ بتائیں۔ نیز ہلدی کا رنگ دور کرنے کا طریقہ بھی معلوم کرنا چاہتی ہوں جو بغیر دھلے دور ہو جائے

نوٹ۔ مجھے ان دواؤں کی بہت جلد ضرورت ہے

خریدار نمبر ۳۴۳۵

میرے چھوٹے بھائی شعلان خالدی سلمہٗ کا رنگ اگرچہ بے حد سرخ و سفید ہے۔ مگر اس کے بال حبشیوں جیسے سخت سیاہ اور گھونگروالے ہیں جس سے اتنا کہ کیشر گھونگر کم ہو جائیں۔ بہت علاج کئے مگر کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔

آنسہٗ حضرا نسیم خالدی

محترم بھائی محمد ظفر سے التماس ہے کہ وہ اور تو بہت سی مفید باتیں بتلاتے رہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں بتاتے کہ اگر منھ پر روئیں ہوں تو انھیں کیسے رفع کیا جائے۔ نیز اگر چہرے کے مسامات فراخ ہوں تو انھیں کیسے ٹھیک کیا جائے۔

ہائیڈروجن چہرے پر لگانے سے تو کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا؟

خریدار نمبر ۴۵۳۹

جون و جولائی کے پرچہ میں کسی بہن صاحبہ نے گٹھیا و ہاتھوں کے درد کے لیئے دوا دریافت کی ہے لہٰذا کروشن سالٹ ایک چمچی جو تول میں نکلے گی کھانا کھانے کے بعد تھوڑے سے پانی میں گھول کر صبح و شام کو پی لیں رات کو سوتے وقت صبح کو Zotal دوا ملیں روئی وغیرہ گرم کرکے باندھ لیں یعنی سردی سے بچیں کھانے میں بادی و زیادہ ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کریں۔ گوشت کم کھائیں سبز ترکاری استعمال کریں۔ تیل ملنے سے جلن و مرچیں معلوم ہوتی ہیں اس کی آپ پرواہ نہ کریں آپ مہینے پیچھے ایک جلاب کسٹرائیل یا مگنیشیا کا لیں۔ یہ دوا ہر ایک انگریزی دوا فروش کے یہاں سے مل سکتی ہے۔ فائدہ ہونے پر اطلاع دیں۔

رئیس جہاں بیگم بنت محسن علی

اُمّی جان میرے کپڑوں کے لئے
لکس استعمال کرتی ہے۔
صرف لکس ہی بچوں کے کپڑوں کے لئے محفوظ ہے
کیونکہ صرف لکس ہی ان کو یقینی طور ملائم اور آرام دہ
رکھ سکتا ہے۔ لکس کے ملائم جھاگ آپکے فراکوں اور
بنڈیوں کیلئے بھی محفوظ ہے۔ یہ استعمال میں آسان،
زود اثر اور عمل میں کامل ہے۔ سب سے افضل لکس بیضرر
ہے۔ ہر چیز اگر اس کو لکس سے دھویا
جائے۔ تازہ رہتے ہیں۔
ٹھنڈے یا سرد پانی میں بکثرت
سے جھاگ پیدا کیجیے
زود اثر۔ آسان۔ محفوظ
لکس
ہندوستان میں صرف خالص نباتاتی تیلوں
سے تیار کیا جاتا ہے۔
LUX
LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED
X-LX 568-50-55
URDU

عربی مصری کھانے	ترکی ہسپانوی کھانے	ایرانی افغانستانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	ملتانی اور لکھنوی کھانے
میسوری اور بزمی کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تمیزدار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

کبابوں کی ترکیبیں			پڈنگ کی ترکیبیں	
تاشش کباب	کباب بیضہ مرغ	ران کے کباب	[illegible] پڈنگ	بم پڈنگ
شامی کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	آلو کے کباب	[illegible] پڈنگ	کھوئے کی پڈنگ
آنتوں کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	کچے آلو کے کباب	[illegible] پڈنگ	ناگی جھری پڈنگ
انگریزی کباب	کباب مرغ مسلم	ناریل کے کباب	جلیبیوں کی پڈنگ	سنجر پڈنگ
اروی کے کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	مچھلی کے سیخ کباب	میوہ دار پڈنگ	روز پڈنگ
اور کئی کئی قسم کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	سیخ کے کباب	کشمش پڈنگ	اناناس پڈنگ
	دہی کے کباب	پسندے کے کباب	بالائی پڈنگ	کمزور بیماروں کیلئے

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی، مرغ، چٹنی۔ بسکٹ۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے پوری کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں۔ **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے** ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور نفیس کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر ہزاروں روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی ٹل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی طرح ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائٹل قیمت صرف ۸/

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے، کوکو، شربت لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے، اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۲/

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸/

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بہت کارآمد ہیں۔ مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰/)

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے، سمدھی سے، سہیلی سے بدلہ مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کا ہر نسخہ صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کو رواج دیجئے۔ یہ انوکھی کتاب ہے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی خاص کر ذہانت اور چالاکی کی آزمائش کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگا رہی ہیں۔

مشرقی و مغربی کہانیاں [illegible]

انہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ مجلہ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین مجلہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ نفیس بیگم صاحبہ موٹو کروشیا کی رائے ہے جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بگلہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گڑیا ناٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
تومی مع شک	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلاویز جھالریں	۶ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پردار گھوڑے
گاڈ بلیس	راج ہنس	بچہ مع تیر و کمان
ایکتارہ مع پنکھا	آئی کوزی، تولیے	گلدستہ و گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد باتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوشش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنادیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے قیمت عمر

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ غلام فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	نمونے
باب ۱	خوبصورت فریم شلاً یا محمد، تاج محل، عید کا تحفہ، فوتو وغیرہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کرنوں والیوں کے	۶۲
باب ۳	مختلف وضع کے بنے پھول	۴۴
باب ۴	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۸
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	نبیل کلاتہ۔ پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں۔	۱۷
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۸
باب ۹	قمیص کے کف	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق۔ شلاً کوزی بچوں کے بب۔ جوتہ۔ پاندان کا غلاف یا میس کی گدی بٹوہ وغیرہ۔	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد باتیں ہیں پھر نمونہ کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں ہر چیز کا مرزوں رنگ لکھ دیا ہے پھر نمونے دیئے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں، اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آج تک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نمونے نئے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آ چکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ناشل رنگین ضخامت ۱۲۰ صفحے قیمت عہ

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۸ وضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۳۶ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ انسرشن توری وغیرہ	۳ جالیاں
۲۹ وسیع وضع کی بیلیں	۸ تھمس ہار	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کنارہ	۲ پنکھے	۲ منی بیگ
۷ بینڈ بیگ کے نمونے	۶ بٹوے	گلاس پوش چھلے
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہولڈر۔ بیلیں	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ ۱۰ عدد

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کیجاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
بلاؤز کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	جگنو نما لیس	برگ نما ٹوٹری
آسان بیل	مینک نما بیل	کے کناروں کی لیس	دائی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار ۰	کنگورے دار لیس	ہال نما لیس
دوپٹہ کی بیل ۲	چوڑی ۰	الگڑی دار لیس	بلاؤز کی لیس ۲
فراک کی ۰ ۰	کرتے کی آستین کی	عوسہ دار لیس	دوپٹہ کی لیس
ساڑھی کی ۰ ۰	دامن کی بیل	اور جھالریاں	لوز نما لیس
اوڑھنی ۰	حاشیہ کی	بوردار	سادہ لیس
قمیض کا گھیر	نفیس بیل	لاکٹ لڑیاں	[illegible]
		میز پوش کی چیلی	دلکش لیس
		سہ لڑی ۰	چوڑی لیس

پچھلے موتیوں کے کام کی ماہر ۲۷ بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات دیئے ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲-۳-۴-۳ صفحوں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائیٹل دو رنگ کا تصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپیہ عہ

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) بیل سلائی کا کام
(۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب

ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمایئے۔

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد

(۴) خواتین کی دستکاریاں

منگالیں تو گھر پر موجود رہکر اور عزت کیساتھ زندگی گذر سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد پیشے بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پڑھی لکھی عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو باسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دے گی۔ قیمت آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

The ISMAT.Delh
عصمت
نومبر ۱۹۳۸ء

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں سکہ بیٹھ چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے وہ دوانشمند دبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی ذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔ علی گڈھ میگزین لکھتا ہے "ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے"۔ رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا "مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پُر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں"

(۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شبیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیتِ اولاد۔ طرزِ زندگی۔ سچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جنہیں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود داد کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے "نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے" رہنما لکھتا ہے "ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" ذوالقرنین لکھتا ہے "ان افسانوں کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اسیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے"۔ ملک کے تمام مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد عہ

(۲) پیکرِ وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہجائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے انداز بیان دلگیر عبارت سادہ و شگفتہ"۔ اخبار کشمیری کی رائے "پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے "پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے"۔ بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

(۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

(۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالم نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیراتِ زندگی، نیرنگیِ زمانہ، عبرت گاہِ دنیا، موسمِ بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جو عصمت، تہذیب، استانی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچا چکے ہیں۔ جمالِ ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے"۔ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے"۔ رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے" اخبار وکیل "جمالِ ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین نہایت بلند پایہ ہیں"۔ روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

(۱) مشیرِ نسواں یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جسمیں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرزِ بیان بیحد سلیس اکابرینِ قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے"۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ "کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے"۔ مخبر دکن کا ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" شوکت اسلام کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں"۔ اخبار تہذیب نسواں کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پُر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت عہ

(۲) سرگذشتِ ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ "سرگذشتِ ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرزِ بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے" بیگم صاحبہ سر عبد القادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے ہے "یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصے کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے"۔ بار دوم قیمت دس آنہ۔

(۳) موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے، یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی، بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت ۔

(۴) تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں تحریر کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب انشا کی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے خطوط لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت

محصول ڈاک بذمہ خریدار

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

موتی بیگم ۔۔۔ عہ
غیرت کی پتلی ۔۔۔ ۶
چار رخ ۔۔۔ ۳ر
دولت پر قربانیاں ۔۔۔ ۸ر

عقل کی باتیں ۔۔۔ ۸ر
ہنسی کی باتیں ۔۔۔ ۸ر
تاریخی لطیفے ۔۔۔ ۸ر
خواتین اندلس ۔۔۔ ۸ر

خانہ داری کے تجربے ۔۔۔ ۱۲ر
تندرستی ہزار نعمت ۔۔۔ ۴ر

شمع خاموش (نظمیں) ۶ر
آئینہ جمال (نظمیں) ۱۲ر
شہیدِ وفا (افسانے) عہ
نغماتِ موت (مضامین) ۶ر

پردہ و تعلیم ۔۔۔ ۲
بچوں کی تربیت ۔۔۔
بچوں کی دنیا ۔۔۔ ۵
مختصر دنیا ۔۔۔
آئینہ موتر ۔۔۔

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

مصوّرِ غم حضرت علاّمہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

حضرت مصورِ غم علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ مشرق کے اُن چند بے مثل مصنفوں میں تھے جن پر مادرِ ہند ہمیشہ فخر کرے گی۔ آپ جب کبھی قلم اُٹھاتے تھے تو سدا بہار پھولوں کا مینھ برسا دیتے تھے۔ وہ پھول جن کی عطر ریزی مشامِ جان کو معطر کرتی ہے۔ یوں تو لٹریچر کی ہر صنف میں علامہ مغفور کی تحریریں سلکِ مروارید اور جواہر پارے کہلانے کی مستحق ہیں جن کی آب و تاب ہمیشہ اسے منور رکھے گی لیکن مولانا کا امتیاز خصوصی ٹریجڈی تھی اور جیسی داستانِ غم مولانا لکھتے تھے ہماری زبان میں تو کیا۔ ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹریجڈی کے علامہ راشد الخیری بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ تھے۔ جو آج بھی لاکھوں قلوبِ انسانی پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو چھوٹے چھوٹے فقرے شیریں و خوش گوار بندشیں غمگینی و بے قراری اور تڑپ لئے ہوئے ہیں۔ جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اُتر جاتی ہیں اور یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہندوستان کے کسی اور مصنف کی تحریر میں نہیں۔

ذیل میں علامہ مغفور کی تمام کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ لیکن اشتہار میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی بیش بہا تصنیفات ہماری تعریف سے بالاتر ہیں حسنِ ظاہری کے لحاظ سے بھی یہ کتابیں شریف بیگمات اور معزز حضرات کے کتب خانوں کی زینت ہیں کاغذ عمدہ قسم کا سفید خوب دبیز اور چکنا ہے لکھائی چھپائی عمدہ سرورق خوبصورت رنگین سائز سب کتابوں کا ۱۸×۲۲ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیاتِ صالحہ یا صالحات

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں، صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشقِ زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائیگی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوک کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں قصے کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں زبان قلعۂ معلی کی بیگماتی کوثر سے دُھلی ہوئی واقعات اس قدر موثر کہ کلیجے کے پار ہو جاتے ہیں پونے دو سو صفحات قیمت عہ

صبحِ زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اُردو زبان میں کوئی ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ بیس سال میں مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک ایک لاکھ کے قریب فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی و بربادی سے بچایا۔ اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھر سنوار دیے

صبحِ زندگی لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب اس سے زیادہ موثر دلچسپ اصلاحی ناول آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

شامِ زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دلوایا تھا۔ اٹھارہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

شبِ زندگی یہ علامہ موصوف کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے اور اس میں رحلتِ نسیمہ کے بعد کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ عالمِ ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیے نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو وسیم دلہن ایسی پتھر نکلی کہ الامان والحفیظ۔ اس کے مقابلہ میں نسترن کی سلیقہ شعاری اور ادائیگی فرض آپ کی ہمدردی حاصل کرے گی نہایت دلچسپ اور بہت موثر ناول ہے۔ اس کا چودھواں اڈیشن چھپا ہے۔

شبِ زندگی حصّہ دوم بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ گیارہ دفعہ چھپی ہے قیمت عہ شبِ زندگی مکمل عہ

نوحۂ زندگی وہ سنگدل باپ جس نے لڑکی کو اس گناہ پر کہ نکاحِ ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا باغ باغ ہے وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا، اور

پندرہ برس تک پرورش کی بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال نہال ہے۔ نوجوان زندگی میں آپ کو ایک ایسا قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے بیوہ کے نکاح ثانی پر بہت مشہور و مقبول کتاب ہے نواں اڈیشن قیمت ۱۲ ؍

طوفانِ حیات

اس کتاب کی ہیروئین مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں لغو رسموں کا نشان تک باقی نہیں رہتا، شرک جو نیلے نسواں پر عام طور پر قابض ہے طوفان حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں۔ اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے قیمت صرف عہ ؍

جوہرِ قدامت

دو بہنوں کی پرلطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چمکتے تھے اور مغربی رو انہیں کس سمت لے جا رہی ہے جوہر قدامت کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ قیمت عہ

منازل السائرہ

صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے۔ قیمت ایک روپیہ حصہ دوم عہ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی

حد درجہ دلاویز سبق آموز افسانہ جس میں اُمت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر اپنے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناک ٹے والی بہری۔ ملّا جی۔ خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات اس قدر دردانگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قیمت ۱۲ ؍

سات روحوں کے اعمالنامے

دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے تمہیں

ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل آئیں۔ آخری روح کے کارنامے اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جائے۔ قیمت ۸ ؍

غدر کی ماری شہزادیاں

یا بپلا میں میلہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی دلی کی شہزادیوں اور بیگموں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کئی کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں قیمت ۱۲ ؍

ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے محبت و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے چھ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ۸ ؍

مؤودہ

لڑکیوں کے ترکہ پدری کے متعلق علامہ مغفور کا نہایت موثر دردِ غم بھرا افسانہ جس میں اس قدر سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں حال میں پانچویں مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۸ ؍

تفسیرِ عصمت

جوبلی نمبر عصمت کا مقبول دلآویز افسانہ عبدل کا کیرکٹر اس قدر پرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر دردانگیز ہیں کہ بے ساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں خلع اور ارتداد پر اس سے بڑھ کر موثر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا قیمت ۵ ؍

انگوٹھی کا راز

جدید اڈیشن حضرت مصنف سے نظرثانی اور بہت کچھ اضافہ کرا کے شائع کیا گیا تھا یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام اسلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز نہایت ہی خوبی سے حل کرتا ہے۔ یہ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے ۶ ؍

ولائتی ننھی

انّی عشو کے جوڑ کا نہایت پرلطف با تصویر افسانہ جس کے ہر ہر صفحے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں قیمت ۴ ؍ با تصویر ہے۔

منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے دلی اور بشیرن دونوں میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴ ؍

بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت و ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت موثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ قیمت ۴ ؍

ویڈیا کی سرگذشت

مگر آہ وہ موتی وہاں بھی نہ تھا! فیشن وجدت کی دلدادہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع میاں بیوی کے تعلقات کا ہوبہو فوٹو بارسوم قیمت ۴؍

چہار عالم

ایک دردانگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے۔ حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے۔ چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قصہ کا پلاٹ بے حد دلچسپ ہے پہلے افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں قیمت صرف ۴؍

بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع، وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے ۸؍

سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج پارٹیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی آٹھ مرتبہ چھپی ہے قیمت ۸؍ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

فسانۂ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصورغم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگرخراش داستان دل ہلا دے گی سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے، قیمت آٹھ آنہ

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ مغفور کے مختصر افسانوں کا پینتیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اُردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال تک پہنچایا ہے جذبات نسوانی کے دردواثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی، جس جادونگاری سے مصورغم مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے ضخیم ناول قربان ہیں مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔

جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پالا جذبہ عرفان ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بُری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کرکے جیلخانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں (۲) **جھنور کی دُلھن** بلوچی قوم کے مرد و عورت کے عمیق کیرکٹر از دواج ثانی پر نہایت موثر بحث یعنی محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلاویز افسانہ (۳) **آنکھ کی جاتیں** ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع۔ شجاعت و جاں نثاری دیسی وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) **فسانہ تنویر** ایک تنویر کی دردبھری کہانی (۵) **بیگناہ کا قتل**۔ مغیرہ کی شرارت اور انتقام ایسر کی بدگمانی اور سنگدلی۔ اور محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) **کھانڈ کا کینہ**۔ دولت و عصمت کا مقابلہ (۷) **مامون رشید کا دربار اور ایک سچی عورت** (۸) **عدل جہانگیری** شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) **بلبل کی شہادت** (۱۰) **ملکہ شہرزاد** ملکہ طرالمس اور بادشاہ کا افتراق ملکہ کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا۔ (۱۱) **برقع کی مستحق** خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ (۱۲) **غلط فہمی** نہایت موثر قصہ (۱۳) **خاتمہ بالخیر** ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ **جوہر عصمت** ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گذرنا چاہئے۔ بہت مشہور و مقبول ہے اب چھٹی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

سیلاب اشک باتصویر

سات دردانگیز افسانے (۱) **پرستار محبت** عورت کا دل وفا محبت کے خزانوں سے مالا مال ہے سبق آموز افسانہ جو کٹر سے کٹر انسان کی آنکھیں نمناک کر دیگا اس کا ثبوت ہے۔ اور بے انتہا مقبول ہوا ہے (۲) **بلوچن کے تین رنگ** ایک خوددار لڑکی کی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے۔ (۳) **طلاق کا سفید بال**۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں ضمیر اور ایمان کیا کام کرتا ہے۔ اس دردانگیز افسانے سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا لئے (۴) **حج اکبر** جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) **عدل گلبدن**۔ شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) **بے قصور بچی** بہت انتہا موثر افسانہ (۷) **ثریا کا تحمیل** ہر افسانے کے ساتھ زرکثیر صرف کرکے فوٹو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ چوتھی دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

طوفان اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں۔

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	میں نے کیا دیکھا
کلنک کا ٹیکہ	سوتیلی ماں کا آخر وقت	اس ہاتھ لے	شہید معاشرت
بیوی کی مہمک	توصیف کا خواب	تفسیر عبادت	طوفان اشک

بارسوم قیمت ایک روپیہ

نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم نے ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں، بیوی، بیٹی، بہن کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی

اور ثابت کیا ہے کہ شریف عورت ہر حیثیت میں ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے قیمت صرف ۸ر

شہیدِ مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل دردانگیز افسانے ہیں :-

دو آسمانی مسافر	شہید مغرب	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط و تفریط
صدائے دلگداز	کلونتیاں	سیمونہ

ان کے مطالعہ سے حب وطنی جوش ایمانی بہادری شجاعت خودداری غیرت وحمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ایک روپیہ

نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہوں ناممکن ہے "نانی عشو" پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں۔ علامہ مغفور نے ہنسی کے مضامین بھی لکھے تو اس کمال کے کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا۔ نانی عشو کے ساتھ ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے عرب اور گلشن ارفاطمی، سجدۂ ندامت پڑھ کر کبھی ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑینگے تو دوسرے موقع پر ہنسی ضبط نہ ہوسکیگی۔ چھٹی بار حال میں شائع ہوئی ہے قیمت ۱۰ر اس کے ساتھ ہی ولائتی شغفی اور وداع لال بھجکڑ بھی منگا لیجئے۔

رُودادِ قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد واثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ روضۂ اقدس پر۔ اسلم کا خط شوہر کے نام، ماں کا پیام - سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے یتیم بیٹیوں کی فریاد بچپن کی یاد عید کا کرتہ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں بیکس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ! ور مسلمان گھرانوں کے حیرت انگیز معاشرتی مرقعے ہیں علامہ مرحوم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھتے ہیں چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۰ر

گرفتارِ قفس

روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوتی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں قیمت ۴ر

گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی۔ ام جعفر کی عید، ترکن ماما کی عید۔ ایسے ایسے سبق آموز افسانے اور مضامین عید کے متعلق ہیں۔ سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے۔ رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے اس کا جواب گلدستہ عید سے ملے گا جو ایک طرف علمی عید ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے قیمت ۸ر

تاریخ وسیر - ادب و انشاء

آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف پڑھی لکھی عورتوں کی مجلس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر پُر اثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں۔ کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور ہی کے ہیں آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری رح کا بہترین لٹریچر بہ سات دفعہ شائع ہو چکی ہے قیمت عہ

سیّدہ کا لال

شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رض اور جناب سیدہ رض کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت حضرت عثمان رض اور حضرت علی کی خلافت۔ حضرت عمر رض حضرت عثمان رض حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں دردناک مرثیے۔ جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ و سنی اختلاف کی ترقیاں۔ بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست۔ امام حسن کی شہادت یزید کی حکومت کی پوری کیفیت جس سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہوجاتے ہیں دوسرا حصہ طرف کربلا ہے۔ حضرت مسلم اُن کے بچوں اور حضرت حر کی شہادت بی بی زینب رض کا میدان کربلا میں بے مثل ایثار شہادت حضرت عباس رض حضرت قاسم رض حضرت علی اکبر رض۔ کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں ابن زیاد اور یزید کے دربار شیعہ سنی اختلاف پر تبصرہ۔ قاتلانِ حسین رض کا انجام اور خدائی فیصلہ۔ یوں تو تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور لکھ گئے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل درد انگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب پڑھتے ہیں پڑھتے ہیں یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں ضخامت ڈھائی سو صفحے چھ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؎

الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رض کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہیے دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مصور غم کا قلم آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت عہ

نوبتِ پنج روزہ

شاہجہان آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلّی کیا تھی بادشاہ کا جلوس قلعہ معلی کی بہاریں شاہی جھمگٹے میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ بڑے اور کوٹلہ کے جشن شہری آبادی کی چہل پہل ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید سلونو۔ سالگرہ کے تزک و احتشام۔ شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گزشتہ بہار گر دیکھنی ہو تو نوبت پنجروزہ یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری

-تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اور اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوادیں گی- پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۵۷ء کے واقعات -مخبروں کا ظلم- مظلوموں کی حالت زار مردوں کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب - ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں- بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں قیمت عہ پانچواں ایڈیشن بھی ختم کے قریب ہے-

قلبِ حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات نسوانی کی دردانگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھئے پھر بھی جی نہ بھرے- ایک ایک فقرہ حفظ کرنے کو جی چاہتا ہے قیمت ۸ر

وداعِ خاتون

جنت مکانی خاتون اکرم اگر ایک طرف ہندوستان کی مایہ ناز انشا پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بحیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزہ آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں یہ وہ مضامین ہیں جو مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کیسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل کو فتح کر سکتی ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے - قیمت ۵ر

امین کا دمِ واپسیں

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم نے قصہ کے دلکش پیرایہ میں حیرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں- قیمت ۴ر

اسلامی تاریخ افسانہ کے طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی ان تصانیف کا اشتہار تھا جو عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں ہیں اور ان میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے اور عورت کی پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا اور ان پر بحث کی گئی ہے اور یہ سب کتابیں عورتوں کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی تھیں لیکن اب تاریخی ناولوں کی فہرست ہے- جنھیں بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں لیکن کنواری لڑکیاں نہ منگائیں-

عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بہ لحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے- کسی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے - اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے- بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے- اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کے طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے- حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے- قیمت عہ

محبوبۂ خداوند

قرون اولیٰ کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ خیز جانبازیاں پڑھنے والوں کو مبہوت بنا دیتی ہیں طرابلس کا مقدس خداوند کا رکھیلہ شمالی افریقہ کی حسینہ سفیرہ کو قابو میں کرنے کے لئے اپنے فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے- اور محبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے حل ہوگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کی ہولناک لڑائیوں کے حالات جن کا ہر باب کلیجے کے پار ہوتا ہے- چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲ر

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے- ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے بلکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے- اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے- یہ ایسے ہی باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں- جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے قیمت ۴ر

منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و قربانیاں محبت کے آتش کدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل- مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں جلقیہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر

دُرِ شہوار

ایران مازندران سیستان، کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامہ اور ملکہ پر احسانات شہزادی سبلورہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب قیمت ۸ر

سودائے نقد

جس سے معلوم ہوگا کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست گناہ ہے- دو سگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ر

یاسمینِ شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب اسلام و عیسائیت کے معرکے تسخیر اردن بیسان حمص بعلبک، ارسنا حلب انطاکیہ بیت المقدس - اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں

کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہ خالد بن ولید اور شرجیل کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی۔ جرت۔ جاں بازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے واقعات کا یاسمین شام میں مطالعہ کرو جو سفاک و سنگدل باپ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید اڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ۱۲؎

تیغِ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے مفصل حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے مناظر دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھیے جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں شہزادی کون کوسٹ کا فسانہ محبت مصطفےٰ کمال کا دانت کھٹے کرنا اور جدید ترکی کی بناء ڈالنا واقعات درد انگیز پھر علامہ راشد الخیری کا قلم قیمت ایک روپیہ

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے

اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لئے ان کی سمجھ کے مطابق انھیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے قیمت ۱۲؎

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصور غم نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱؎

محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں قیمت ۶؎

بزمِ رفتگان

اردو ادب کی غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی نامور خواتین اور باکمال شعراء و ادباء کی یاد میں لکھے گئے تھے جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں۔ حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزم رفتگان ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰؎

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ اور ہنرمند کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے۔ یہ ہی وہ مضامین ہیں جنھوں نے دس بیس سو نہیں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ کامیاب گھر والی بن کر خوش گوار زندگی گذارنے لگیں قیمت ۱۲؎

سیاحتِ ہند

ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے حالات عصمت اور بنات میں شائع فرمائے فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے واقفیت ہوتی ہے۔ اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت ۱۲؎

بیفکری کا آخری دن

اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھنے لگیں خوشگوار زندگی کے گذارنے کی تیاری کر سکیں اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوارپنے کی قدر کریں قیمت ۸؎

احکام النسواں

عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور صاف ستھری زبان میں واضح طور پر ہو گی تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے۔ اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو افسوس موت نے مہلت نہ دی کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے تاہم تمام احکام جمع کر دیئے گئے ہیں کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہیئے۔ اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ۱۲؎

دُعائیں

حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعائیں تو مانگتے ہیں مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں۔ مصور غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں ۔ جو سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں اور ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں سرور کائنات صلعم اور پیغمبروں کی دعائیں بھی ہیں باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی۔ قیمت ۸؎

چمنستانِ مغرب

خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت، ادب، غرض ہر موضوع پر خواتین کے لئے مفید ہو سکتا ہے

انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے۔ جنہیں پڑھ کر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبع زاد کا دھوکا ہوتا ہے۔ مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اُردو زبان میں منتقل کیا تو اس سلیقہ کے ساتھ کہ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اُٹھانے کے علاوہ کام کی باتوں سے بھی فائدہ اُٹھا سکیں قیمت ۸؍

دلّی کی آخری بہار

۶۰ برس پہلے دلی کیا تھی مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اُٹھاتے تھے میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کتاب میں ملے گا۔ جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت۔ تعلقات۔ وضعداری کی درد انگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگرخراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشا پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا قلعہ معلی کی کوثر کی دُھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ افسانہ شب سنا کر درد مند دلوں کو تڑپا دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشا کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو چوم چاٹ کر آنکھوں پر رکھ لیجئے ایک دریائے لطافت ہے جو بہ رہا ہے۔ ایک معلم بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۹۰۳ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت ۶؍

داستان پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے ان کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے۔ اب تاریخی مضمونوں کے مجموعہ میں دیکھئے کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دینا علامہ راشد الخیری جیسے بے مثل انشا پرداز مورخ کا کام تھا۔ واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلاویزی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے ناروا حملے کئے ان کے اس قدر مدلل اور دنداں شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے با تصویر قیمت ۲؍

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے درد انگیز مضامین ہیں جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جن کو پڑھ کر کلیجہ منھ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں قیمت ۱۲؍

بلبل بیمار

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردہ کے مختلف پہلوؤں پر طبقہ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے تہائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلاویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصور غم خداداد قابلیت رکھتے تھے کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون کو ختم نہ کیا جائے پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے قیمت ۱۰؍

یادگار تمدّن

تمدّن حقوق نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے طرز بیان اس قدر دلآویز اور موثر ہے کہ ایک ایک سطر کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور یہ علامہ مغفور کی بے مثل انشا پردازی کا معمولی کرشمہ ہے قیمت ۶؍

گرداب حیات

حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا ہے اور ہزاروں عورتوں کی زندگی سنور گئی قیمت ایک روپیہ

بساط حیات

چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں یہ جانوروں کی زبان میں معمولی انسانی کہانیاں نہیں قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاح معاشرت کے اسباق بے بہا ہیں۔ قیمت ۶؍

حور اور انسان

اب سے پچیس سال قبل تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند موثر اور درد انگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنہوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس مجموعہ میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زریں دور اول کے ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں:۔ حور اور انسان۔ پریوں کی محفل۔ ضمیرہ۔ شرع کا خون۔ انتہائے حمیت۔ ایک روح کی سرگذشت۔ سوکن کی نصیحت۔ ہر افسانہ سبق آموز اور موثر ہے قیمت صرف بارہ آنہ (۱۲؍)

نشیب و فراز

آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے ہر افسانہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ قیمت ۸؍

دادا لال بھجکڑ

پانچ نہایت ہی پُرلطف مزاحیہ قصّے جنہیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں دلّاتی نتھی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس درجہ کمال رکھتے تھے قیمت آٹھ آنے (۸؍)

ز

مسلمان عورت کے حقوق

اس مجموعے میں حقوق نسواں کی حمایت میں وہ متفرق مضامین ہیں جو گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں عصمت اور دوسرے پرچوں میں سنگدل مگر شریف ہزار ہا انسانوں سے آنسوؤں کا خراج حاصل کر چکے ہیں جو مرد خانگی زندگی خوشگوار بنانے کے آرزومند ہیں جو عورتیں معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقعت اور کیا درجہ ہے وہ اس مجموعہ کا مطالعہ کریں جس دل میں مسلمانوں کی ترقی اور بہتری کا درد ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ ان مضامین کو پڑھے اور نہ تڑپ اٹھے ۱۲ر

ساجن موہنی

بہت سی بیبیاں باوجود کوشش کے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتیں کیونکہ انھیں تسخیر شوہر کے گر ہی نہیں معلوم۔ میاں بیوی میں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے اور زندگی میں بے لطفی۔ پھیکا پن ہی نہیں ناخوشگواری بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے اس مجموعہ کا مطالعہ نہ صرف شادی شدہ خواتین ہی کے لئے بے انتہا مفید ہے۔ بلکہ ان لڑکیوں کے لئے بے انتہا مفید ہے بلکہ ان لڑکیوں کے لئے جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے ۱۲ر

خدائی راج اور دوسرے افسانے

اردو کے سب سے پہلے مختصر افسانہ نگار کے آخری افسانوں کا بے مثل مجموعہ جس میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے اور جذبات انسانی کی دردانگیز ترجمانی کی گئی ہیں۔ پلاٹ۔ مکالمہ۔ کردار نگاری مناظر نویسی جذبات نگاری ہر اعتبار سے یہ افسانے مشرق کے بہترین افسانوں میں سے ہیں جن پر اردو ادب ہمیشہ فخر کرے گا۔ عہ ر

زیورِ اسلام

مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے نہایت موثر مذہبی مضامین جن کے مطالعہ سے انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی ہستی کیا معنی رکھتی ہے اور آیندہ زندگی کو خطرات سے بچا کر ایک مسلمان کی حیثیت سے پر لطف و با طمینان زندگی کس طرح بسر کی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے بندوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اور انھیں دینی و دنیاوی فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دینا چاہئے۔ علامہ راشد الخیری رح کی ہر تحریر کی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں ادبیت اور مذہبیت۔ خشک سے خشک موضوع کو اس قدر لطیف اور دلآویز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ مجال ہے کہ طبیعت ذرا اکتا جائے معمولی پڑھی لکھی عورتوں ہی کے لئے نہیں تہذیب جدیدہ کی دلدادہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لئے بھی اس مجموعہ میں گراں بہا اسلامی معلومات ہیں جو زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے میں مدد دیں گی۔ قیمت عہ ر

شادی کا انتخاب

اس وقت اولاد کی شادی کا انتخاب مسلمانوں کے لئے نہایت اہم مسئلہ ہے کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جہاں والدین پریشان نہ ہوں کہ جوان لڑکیاں بیٹھی ہیں اور موزوں بر نہیں جڑتا۔ لڑکیاں اس معاملہ میں دم بخود ہیں اور والدین بھی حالات کے تحت میں کرنے پر مجبور۔ لڑکیاں شادی کے وقت کیا کریں مذہب اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے۔ لڑکی لڑکے کی شادی کے وقت کن باتوں کو دیکھنا چاہیے خواتین ہند کے محسن اعظم نے بیمار پڑنے سے قبل ایک مستقل کتاب اس موضوع پر شروع فرمائی تھی لیکن موت نے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی جس قدر صفحے لکھے جا چکے تھے ان کے ساتھ عصمت کے تیس سال کے فائل سے تلاش کرکے اس موضوع پر علامہ مغفور کے زیادہ سے زیادہ مضامین جمع کئے گئے ہیں ۸ر

عالم نسواں

ان ملکی اور غیر ملکی واقعات پر جو خواتین بالخصوص مسلمان عورتوں سے متعلق تھے۔ حضرت علامہ مغفور کا اپنے مخصوص پیرایہ میں تبصرہ تحریک نسواں۔ بیداری نسواں۔ آزادی نسواں۔ حریت نسواں سے جنھیں ذرا بھی دلچسپی ہے وہ علامہ مغفور کے جنھوں نے نصف صدی عورتوں کی ترقی اور بہتری کی کوششوں میں ختم کر دی۔ ان گراں بہا خیالات کی قدر کریں گے۔ ۸ر

فریبِ ہستی

وہ بیش بہا مضامین جو اصلاح معاشرت اور اصلاح اخلاق کے متعلق ہیں اور جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان گھرانے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں اور ان کی حالت درست ہونے کی کیا تدابیر ہیں۔ ۶ر

بکھری ہوئی پتیاں

مختلف موضوعات کے متفرق مضامین اس مجموعہ میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو بعض گذشتہ مجموعوں مثلاً گدڑی میں لال بزم رفتگاں۔ بے فکری کا آخری دن۔ عروس مشرق۔ گرداب حیات وغیرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ انشائے لطیف اور کئی دردانگیز نظمیں بھی ہیں۔ گویا اس مجموعہ میں لٹریچر میں حضرت علامہ مغفور کی کئی مختلف حیثیتیں نظر آتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ

عِصمت کا راشد الخیری نمبر

یہ تاریخی پرچہ ہے جس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے مصلح اعظم کی یاد میں موثر مضامین لکھے اور ان کی تصانیف پر تنقیدیں کیں اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں حضرت علامہ مرحوم کی مختلف عمروں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں مضامین کے صفحے پونے تین سو ہیں مگر نصف سے زیادہ باریک لکھوا کر تصانیف مصور غم کے سائز کے ۶۰۰ صفحوں کے مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ کاغذ ولائتی چکنا لکھائی بہترین، ہندوستان کے کسی سیاسی رہنما کسی ادیب کسی شاعر کی یاد میں اس قدر کامیاب ضخیم خاص نمبر کسی پرچہ کا شائع نہیں ہوا قیمت عہ

اسپین کی حالیہ جنگ میں کام آئے اطالوی والنٹیروں کی یادگار
جس کی نقاب کشائی سانیور مسولینی نے کی ہے۔
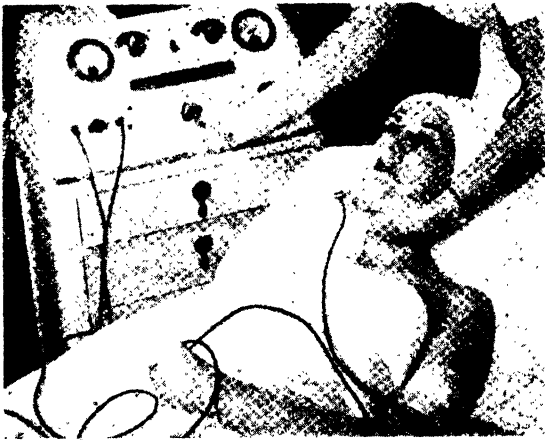
چہرے کی جھریاں مٹانے کا برقی طریقہ۔

رسالہ عصمت دہلی

اکتیسواں سال || بابت ماہ نومبر ۱۹۳۸ عیسوی || جلد ۶۱ نمبر ۵

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے اکیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابوالمبین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

۱۵- نومبر ۳۸ء کو خواتین ہند کی محبوب ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کے انتقال کو چودہ سال ہو جائیں گے۔ جنت مکانی کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اُن کے اور اُن کی تصانیف کے متعلق مضامین اور نظمیں نومبر کے عصمت میں گیارہ سال تک شائع ہوتی رہیں لیکن اب دو تین سال سے رسالہ جوہر نسواں میں شائع ہوتی ہیں جو مرحومہ کی مستقل یادگار ہے اور جس سے ہزاروں دستکار خواتین مستفید ہو رہی ہیں۔ خاتون اکرم مرحومہ نے چھوٹی سی عمر میں اردو ادب اور طبقۂ نسواں کی وہ شاندار خدمات انجام دی تھیں جن کے عشر عشیر کا دعویٰ بھی لمبی لمبی عمریں گزار کر بہت سے ادیب نہیں کر سکتے۔ مرحومہ نے عورتوں کی مظلومیت پر خون کے آنسو بہائے تھے اور حقوق نسواں کی حمایت میں ایسے ایسے موثر مضامین لکھے تھے جنہوں نے بڑے بڑے قابل مردوں کو انگشت بدنداں کر دیا تھا۔ اُن کی قابلیت کا مخالفین نے بھی جو قوم کے لئے مایۂ ناز افراد میں سے تھے اعتراف کیا تھا۔

مجھے امید ہے عصمتی بہنیں نومبر کی ۱۵- تاریخ یاد رکھیں گی اور اس دن اپنی محسن بہن کی پاک روح کو دو ایک پارے کلام مجید کے تلاوت فرما کر ثواب پہونچائیں گی۔

عصمتی بہنوں کو معلوم ہے کہ ہماری قابل بہن محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ انگریزی مضامین کا ترجمہ کرنے میں خاص مہارت رکھتی ہیں انھوں نے پچھلے دنوں میں عصمت بکڈپو سے شائع ہونے کے لئے سراغرسانی کے ایک بہترین انگریزی ناول کا ترجمہ کیا تھا۔ سراغرسانی کے افسانے چونکہ عصمت میں بہت کم شائع ہوتے ہیں۔ اس لئے بجائے علیحدہ کتاب شائع کرنے کے ہم یہ افسانہ "قاتل کون" رسالہ میں شائع کرتے ہیں۔ پہلی قسط اس پرچہ میں درج کی گئی ہے۔ دوسری قسط دسمبر میں شائع ہوگی اور دسمبر ہی کے پرچہ میں یہ افسانہ ختم ہو جائے گا۔

۳ر فروری حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی مفارقت ابدی کی تاریخ ہے۔ بمثل سابق فروری ۳۹ء کے عصمت میں حضرت علامہ مغفور کے متعلق مضامین اور تصانیف پر تبصرے اور تنقیدیں شائع ہوں گی۔ جو خواتین و حضرات مضامین بھیجنے چاہیں ۲۰ر دسمبر تک بھیجدیں۔

رازق الخیری

روزہ

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ... وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ سیقولہ

ترجمہ۔ مسلمانوں جس طرح تم سے پہلے لوگوں یعنی اہل کتاب پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا: تاکہ تم بہت سے گناہوں سے بچو وہ بھی گنتی کے چند روز ہیں اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پورے کردے۔ اور جن کو کھانا دینے کا مقدور ہے اپنے ایک روزہ کا بدلا ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے۔ اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور سمجھو تو روزہ رکھنا ہر حال میں تمہارے حق میں بہتر ہے اور روزہ کا مہینہ رمضان کا ہے۔ جس کے باب میں خدا کی طرف سے قرآن میں حکم نازل ہوا۔ اور قرآن لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت اور باطل کی تمیز کے کھلے کھلے احکام موجود ہیں۔ تو مسلمانو تم میں سے ہر وہ شخص جو اس مہینہ میں زندہ موجود ہو تو چاہیئے کہ اس مہینہ کے روزے رکھے اور جو بیماری ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی کے دن پورے کردے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے۔ سختی کرنی نہیں چاہتا۔ اور یہ حکم اس نے اس غرض سے دئیے ہیں تاکہ تم روزوں سے گنتی پوری کرو۔ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھائی اس پر اس کی بڑائی کرو اور احسان مانو"

روزہ کا حکم اس لئے دیا گیا کہ انسان اپنی خواہشوں پر غالب آسکے اور نفس کو دبا سکے: تاکہ وہ دنیا کی تمام تکلیفوں اور اذیتوں کا مقابلہ اچھی طرح کرے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ روزے مستقل یا دوامی یعنی ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ گنتی کے چند روز ہیں اس کے ساتھ ہی یہ طے کر دیا کہ اگر کوئی بیمار ہو یا روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اور دنوں میں بدلہ کے روزے رکھ لے۔ اور اگر روزہ رکھنے میں مشقت ہو یعنی تکلیف ہو دقت ہو جیسے کہ کوئی بڈھا یا کمزور تو ہر روزہ کے بدلے ایک غریب مسکین اپاہج یتیم کو کھانا اتنا دیدے کہ اس کے دو وقت کو کافی ہو اور جو اس سے بھی زیادہ دے تو بہتر ہے۔ اور جو تکلیف اٹھا کر روزہ رکھ لو تو بہتر ہے۔ امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اگر عورت حاملہ ہو یا دودھ پلائے اور روزے میں عاجز ہو تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کبیر کی رائے کہ الذین یطیقونہ سے مراد مسافر اور بیمار ہیں اور ان کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ روزے کی طاقت نہیں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ قضا ادا کریں۔ دوسری یہ فدیہ طعام مسکین ادا کریں روزہ خواہ رکھیں یا نہ رکھیں روزہ کا حکم پہلی امتوں کو بھی تھا یعنی اہل کتاب کو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ع نے کوہ طور پر روزے رکھے تھے۔ مسلمانوں کو سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ سفر کی بحث یوں ہے کہ امام شافعی

میں سولہ فرسخ ضروری ہیں اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ہر میل بارہ ہزار قدم کا۔ امام مالک بھی اس سے متفق ہیں۔
جس طرح ہر مکان کا دروازہ ہوتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ کہ عبادت کا دروازہ روزہ ہے روزہ کی چند شقیں ہیں جن میں سے ایک زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ اسی طرح اس ماہ مبارک میں صدقہ ہے جو زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد ہے چنانچہ شعبی رض سے جب پوچھا گیا کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق بھی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں۔
وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی الآیہ۔ اور دیوے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اسی واسطے حضور اکرم ص سب سے زیادہ خیرات رمضان المبارک میں کرتے تھے اور اس طرح کہ گھر میں کچھ نہ رہتا تھا اسی واسطے خداوند کریم فرماتا ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ امانت ہمارے پاس بھی رکھوادو۔ حضور اکرم ص کا ارشاد ہے کہ صدقہ سائل سے پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ المختصر یہ تمام مبارک مہینہ خیر و برکت کا ہے۔ خدا ہر مسلمان کو نیکی کی توفیق دے۔
اس مہینہ کے آخر میں صدقہ فطر ہے جس کی بابت یہ حکم ہے کہ عید فطر سے تاخیر نہ کرے اور اس کی ادائیگی کا وقت تمام ماہِ رمضان ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے مال سے خدا کا حق ادا کرتے چنانچہ حضرت انس رض کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خوشی ہے اس کو جو اپنے اس مال میں سے دے جو بغیر گناہ کے کمایا ہے۔
روزہ کے حکم میں مسلمان مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں اور اس کے رکھنے کی تعمیل دونوں پر فرض ہے کلام اللہ کی آیتیں اور حضور اکرم ص کی حدیثیں اس بارہ میں بہت سی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رکھنا کس قدر ثواب اور خواہ مخواہ نہ رکھنا گناہ ہے۔

بنات شاہجہ

روزہ کے متعلق جب ہم ظاہری حالتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے روزہ دار کو کیا فائدہ پہنچتا ہے تو ہم کو آسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال میں ایک مہینہ کے روزے یعنی معدہ کو خوراک سے بچانا صحت کے واسطے بیحد مفید ہے۔ تاکہ جس قدر کثافت وغیرہ ہو وہ اندر ہی اندر جذب ہوجائے اور ہم بیماریوں سے محفوظ رہیں کیونکہ زیادہ تر بیماریاں معدہ ہی کی خرابی سے شروع ہوتی ہیں اور اس طرح بیماریوں کے جراثیم یعنی کیڑے بھی کمزور ہوجاتے ہیں۔
روزہ رکھنے میں اسلام نے ایک اور فائدہ بھی رکھا ہے اور وہ یہ کہ اسلام کی تمام جڑ اس اصول پر ہے کہ ایک دوسرے کے کام آئے اور جب کوئی مصیبت کا مارا سامنے آکر اپنا دکھ بیان کرے تو اس کا اندازہ ہوسکے۔
ایک شخص بھوک کا مارا جس وقت اگر سوال کرتا ہے اور اپنی تکلیف بیان کرتا ہے تو جو لوگ مغرور ہیں اور جن کو دوسرے کی تکلیف سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اس کان سن کر اس کان اڑا دیتے ہیں اسلام نے روزہ میں یہ خوبی رکھی ہے کہ روزہ رکھنے سے مالدار آدمیوں کو یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ بھوک پیاس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے وہ سائل کو نہ دھتکاریں اور سوال کی حقیقت کو پہچان سکیں۔
بزرجمہر کے حالات میں جو مشہور حکیم اور نوشیرواں کا وزیر تھا لکھا ہے کہ جب کسی بادشاہ نے اپنے لڑکے کو ولیعہد

تجویز کیا اور یہ فیصلہ بزرجمیر کے سپرد کر دیا تو اس نے چند روز کے واسطے ولیعہد کو جیل خانہ بھیجدیا بادشاہ پریشان ہوا۔ اور درباری بھی حیران ہوئے مگر بزرجمیر نے رائے نہ بدلی اور وہ قید کا زمانہ ختم ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ شوق سے ولیعہد بنا دیجئے یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے کہ شہزادہ قید کی تکلیف کا اندازہ ہو سکے اور جب کسی کو سزا دے تو سمجھ لے کہ بے گناہ کو تکلیف نہ پہونچے۔ یہ فیصلہ اسی اصول کی جڑ ہے کہ مسلمان جو باہمی محنت اور ہمدردی اپنا فرض سمجھتے ہیں دوسرے کی بھوک سے واقف ہوسکیں اور سائل کو نہ جھڑکیں۔

اس وقت روزہ کے افطار کی جو تیاریاں ہوتی ہیں اور دستر خوان پر نہایت ثقیل چیزیں رکھی جاتی ہیں اور روزہ دار سے زیادہ کھاتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ اس سے روزہ کا اصل مطلب غارت ہوجاتا ہے۔ یہ چیزیں نقصان پہونچاتی ہیں۔ روزہ کھولنے کے بعد میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ کسی خاص غذا وغیرہ کے عادی ہوں اُن کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔

بعض دفعہ اس غلطی کا نتیجہ خراب دیکھا ہے۔ حقہ پینے والے گھنٹوں پہلے حقہ تیار کرتے ہیں اور اس زور سے دم لیتے ہیں کہ سر چکرا جاتا ہے۔ اسی طرح زردہ کھانے والے پان ہی سے روزہ کھولتے ہیں اور زردہ اتنا زیادہ ڈالتے ہیں کہ سخت تکلیف ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کو روزہ سے بجائے فائدہ کے نقصان پہونچتا ہے۔ لڑکیوں کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے تاکہ ان کی طبیعت درست ہونہ کہ اور خرابی پیدا ہوجائے۔

روزہ میں نماز نہ پڑھنا روزہ کی وقعت کم کر دیتا ہے اور روزہ محض فاقہ ہوجاتا ہے۔ اگرچہ روزہ کا ثواب تو ملتا ہے مگر نماز اس زیور کو اور چمکا دیتی ہے۔ (از احکام نسواں)

روزوں کا مہینہ

روزوں کا مہینہ ہے عبادت کا مہینہ
ایثار و مروّت کا سخاوت کا مہینہ
اخلاص و یقیں صبر و قناعت کا مہینہ
اللہ کی بخشش کا عنایت کا مہینہ

اوراد و وظائف کا ریاضت کا مہینہ
تسبیح کی تہلیل کی کثرت کا مہینہ
قرآں کی گھر گھر میں تلاوت کا مہینہ
اسلام کی ایک شوکت و صولت کا مہینہ

اس ماہ کے آتے ہی خوشی کیوں نہ ہو دو چند
ہوتا ہے فرشتوں کو معاً حکمِ خداوند
در کھول دو جنت کے جہنم کے کرو بند
ہے بارہ مہینوں میں یہ رحمت کا مہینہ

بدیوں کی طرف کرتا ہے کم خلق کو مائل
ہوتی نہیں پہلی سی وہ قدرت اُسے حاصل
شیطانِ لعین رہتا ہے پابندِ سلاسل
یہ اُس پہ گزرتا ہے مصیبت کا مہینہ

لکھا ہے کہ تا زیست یہ عادت رہی جاری
روزوں کے جو نہی چاند کی صورت نظر آتی
پھر آپؐ تھے اور شام و سحر ذکرِ الٰہی
کٹتا تھا ریاضت میں یہ حضرتؐ کا مہینہ

اللہ نے قرآن اُتارا تو اسی میں
کامل ہوا ایمان ہمارا تو اسی میں
عصیاں سے جو ہوتا ہے کنارا تو اسی میں
ہے ہر طرح یہ ایک فضیلت کا مہینہ

آتی ہے شبِ قدر سی بھی رات تو اس میں

ہوتی ہے فرشتوں سے ملاقات تو اس میں
بخشش پہ تلی رہتی ہے وہ ذات تو اس میں
یعنی ہے دعاؤں کی اجابت کا مہینہ

روزے سے بشر ہو تو یہ باتیں ہیں ضروری
غیبت نہ کرے چاہے بُرائی نہ کسی کی
سچ بات کہے۔ دے نہ شہادت کبھی جھوٹی
سمجھے بُری باتوں سے ہے نفرت کا مہینہ

آنکھوں سے بدی کے نہ بھرے تیر چلائے
کانوں کو بُری باتوں کے سننے سے بچائے
ہاتھوں سے نہ دُکھ دے نہ کوئی چیز چرائے
اعضا کی ہے یہ خاص حفاظت کا مہینہ

روزے کی شرائط کو جو پورا نہیں کرتا
بے فائدہ ہی رہتا ہے وہ بھوکا پیاسا
اس طرح کے روزے کی خدا کو نہیں پروا
کھو دینا نہ یوں تم بھی یہ رحمت کا مہینہ

روزے کا یہ مطلب ہے گھٹے نفس کی طاقت
ہر خواہشِ بے جا کی ہو نکمیں سے نفرت
کچھ ضبط و تحمل کی بشر کو پڑے عادت
کس درجہ ہے بہبودیٔ خلقت کا مہینہ

روزے کا ہے مطلب کہ ہو اس بات کا احساس
کس طرح بسر کرتے ہیں کچھ جن کے نہیں پاس
رہ رہ کے ستاتا ہے جنہیں ہر گھڑی افلاس
ہے ان کی یہ امداد و اعانت کا مہینہ

روزوں سا مجرب کوئی نسخہ نہیں دیکھا
سب پیٹ کی بیماریاں ہو جاتی ہیں عنقا
ایک روح نئی جسم میں پھنک جاتی ہے گویا
کہئے نہ اِسے کس لئے صحت کا مہینہ

ابوالاعجاز آزل (لاہور)

ماہِ مبارک کی آمد

یہ ہی تو ہے مبارک وہ مہینہ ماہِ رمضان کا
مسلّم ہو چکا جس میں اُترنا صحفِ قرآن کا
اِسی میں کرتے ہیں خیرات سب اللہ کے پیارے
کہ ایک ایک سانس ضامن رحمتِ خلاقِ یزداں کا
تراویح کی بہاریں گہما گہمی شب کو سحری کی
خدا کی نعمتوں سے شاد ہونا۔ ہر مسلماں کا
نمازوں کی صفیں۔ وہ پنج وقتہ رونقِ مسجد
وہ قوت حفظ کی اور وہ تلاوت کرنا قرآں کا
وہ ہر سُو روشنی زیبا کُشیں ہر اک معابد کی
دِلوں کو جگمگا دینا وہ نظارا چراغاں کا
عبادت مشغلہ۔ اور وہ نماز و روزہ کے چرچے
خدا کی یاد میں مصروف رہنا ہر مسلماں کا
وہ شوقِ نعمتِ افطار۔ ہر اک شام سے پہلے
وہ رحمت پہ کرم افطار روزہ شام سے پہلے

خدا خوش ہوتا ہے بُوئے دہانِ روزہ داراں سے
مجھے مضمون یہ القا ہوا ہے لاکھ پہلو سے
یہ وہ رمضان ہے قرآن پاک اس ماہ میں اُترا
فرشتے۔ اس مہِ نو کو جلا دیتے ہیں ابرو سے
مزہ دیتی ہے اس میں اغنیا کو بھوک پیاس اُن کی
غریبوں کی مصیبت پر ٹپک پڑتے ہیں آنسو۔ سے
اسی رمضان میں تو اتحادِ عام ہے شاعرؔ
تراویح و جماعت ہیں عجب پہلو بہ پہلو سے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

خلع

ستمبر و اکتوبر کے عصمت میں خلع اور طلاق کے بارے میں مضمون پڑھ کر مجھ کو بھی خیال ہوا کہ میں اس موضوع پر اپنے چند خیالات ظاہر کروں۔ واقعی یہ بالکل صحیح ہے کہ محمڈن لا جو کہ ہندوستان میں رائج ہے جو پرنسپلس اوف انیگلو محمڈن لا کہلاتا ہے وہ فرقہ اناث کے بارے میں بہت کچھ اصلاح طلب ہے۔ ان قوانین کے تحت میں مسلمان عورتوں پر بہت کچھ ظلم ڈہائے گئے اور ڈہائے جا رہے ہیں۔ کہیں تو انہیں حق وراثت سے اور کہیں انہیں خلع کے حق سے محروم کیا گیا ہے۔ نہ معلوم یہ ظلم ہندوستان کی مسلمان عورتوں پر کیوں روا رکھا گیا ہے جبکہ تمام اسلامی ممالک میں مسلمان عورتوں کو یہ تمام حقوق حاصل ہیں۔ میری ناقص رائے میں تو یہ قانون محض بے ضابطہ ہی نہیں ہے بلکہ غیر اسلامی ہے اس سلسلہ میں مسلمان عورتوں کو کسی بنا پر بھی خلع حاصل کرنے کے حق سے محروم رکھنا ایک بہت بڑا ظلم ہے مرد جس وقت چاہے کسی وجہ سے یا بلا وجہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے اور اس کی کسی قسم کی پرسش نہیں ہوسکتی۔ سوائے اس کے کہ عورت اپنے مہر کا مطالبہ کرے۔ مگر عورت پر چاہے کتنا ہی ظلم ہو یا کیسی ہی معقول وجہ ہوں مرد سے چھٹکا را حاصل نہیں کرسکتی۔ اسلامی ممالک میں تو ایسی عدالتیں ہیں جہاں کہ عورت ومرد کے متعلق مقدمات پیش کئے جاسکتے ہیں اور عورت معقول بنا پر مرد سے خلع حاصل کرسکتی ہے۔ مگر ہندوستان میں غیر اسلامی سلطنت ہونے کی وجہ سے یہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ بنا بریں ہندوستان میں اکثر مسلمان شادی شدہ عورتوں نے جب کبھی کسی خاص وجہ سے اپنے شوہروں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ موجودہ قانون کی رو سے ناکامیاب رہی ہیں۔ اور اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے انہیں دوسرے ذرائع حاصل کرنے پڑے ہیں اور اکثر حالات میں تبدیل مذہب اختیار کیا گیا ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتی کہ اسلام میں تبدیلئ مذہب کسی حالت میں جائز ہے اور کوئی مسلمان عورت اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے برائے نام سہی مذہب تبدیل کرسکتی ہے۔ جو کوئی مذہب اس رواداری کو جائز رکھے وہ اس مذہب پر بدنما دھبہ ہے اور اکثر ایسی تبدیلئ مذہب کا اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جن مسلمان بہنوں نے اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے اپنا مذہب تبدیل کرکے دوسری شادی کرلی ہے اُن کا انجام اچھا نہیں ہوا ہے اور سوسائٹی بھی اُن کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی۔

ابھی حال ہی میں مجھ کو اس قسم کے دو واقعہ سی۔ پی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور آخر میں دونوں بہنوں نے مذہب تبدیل کرکے اپنے پہلے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کیا اور دوسری شادی کرلی مگر افسوس کہ انجام بہت ہی خراب ہوا اور ایک بہن کی تو جان بھی ضائع ہوگئی اور ایک بہن اسی آفت میں گرفتار ہیں۔ شریف خاندان میں مذہب تبدیل کرنے سے

گھبراتی ہیں اس لئے اس پر آس لگائے ہوئے ہیں کہ اسمبلی میں خلع بل پاس ہوجائے تو اُن کو نجات ملے۔

مختصر یہ کہ اس قانون کی وجہ سے کسی مسلمان عورت کو مذہب تبدیل کرنے کا موقع دینا مسلمانوں کے لئے ایک قابل شرم اور افسوسناک بات ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ مسلمان علما اور قانون دان حضرات اس طرف اپنی توجہ کیوں نہیں منعطف کرتے۔ جبکہ آئے دن اس قسم کی مثالیں ملتی رہتی ہیں کہ فلاں مسلمان عورت محض اپنے خاوند سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے عیسائی یا آریہ ہوگی۔

میرا خیال ہے کہ تھوڑی سی جد وجہد کے بعد مسلمان عورت کو خلع حاصل کرنے کا قانون پاس کرایا جاسکتا ہے۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائیوں نے اسمبلی کے ذریعہ سے چند ہی سال کے عرصہ میں ہندو عورتوں کے لئے کئی اس قسم کے قانون پاس کرائے ہیں جس کے ذریعہ سے اُن کو وہ حق حاصل ہوگئے جو کہ ہندو عورتوں کو ہندو مذہب یا ہندو دھرم شاستر کے ذریعہ سے حاصل نہیں تھے۔

مثال کے طور پر شاردا ایکٹ کو لیجئے۔ ہندو دھرم شاستر کے خلاف ہونے پر بھی اس کو محض سوشل خرابی کو دور کرنے کی غرض سے ہندوؤں نے خوشی سے منظور کرالیا۔ خلع کا حق شرعًا جائز ہے اور مردوں کو یہ جائز حق دینے میں کسی قسم کا اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ صرف تھوڑی سی جد وجہد اور پروپیگنڈے کی ضرورت ہے۔ پھر نہ معلوم کہ سیاسی مسائل کی وجہ سے اس معاملہ کو پس پشت ڈال دینے میں کیا مصلحت ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ عصمت ہی عورتوں کا ایک ایسا رسالہ ہے جو کہ مسلمان عورتوں کے حقوق کے بارے میں ایک عرصے سے جد وجہد کر رہا ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ چونکہ وہ مطلب حاصل نہیں ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس جد وجہد میں کسی قسم کی کمی کردی جائے۔ بلکہ اُصولاً اس میں اور زیادہ کوشش اور پروپیگنڈا کیا جائے تاکہ وہ حقوق جو مسلمان عورتوں کو حاصل نہیں ہیں جلد از جلد حاصل ہوجائیں۔

بیگم سید متین احمد بلڈر گ سی پی)

یورپ کی گھریلو زندگی

گھریلو زندگی اور میاں بیوی کے تعلقات پر بہت لکھا اور کہا جا چکا ہے بحثیں بھی ایک نہیں سینکڑوں ہو چکی ہیں لیکن اب تک یہ نہیں طے ہو سکا کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے جس سے خانگی حالات سدھر جائیں اور آئے دن کی لڑائیاں وجھگڑے ختم ہو جائیں۔ ہم سے تو ہماری جاہل بڑی بوڑھیاں ہزار درجہ اچھی ہیں اس لئے کہ وہ چاہے دُنیا کی تعریف کے خیال سے یا دباؤ سے یا جو کچھ بھی سہی کہ بیٹھے گھر کے کام کاج شوہر کی خدمت بچوں کی دیکھ بھال عزیزوں اور غیروں سے میل ملاپ اچھی طرح رکھتی ہیں۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہیں یہ دیکھ کر دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے پہلے غیر قومیں اس معاملہ میں ہماری بہت تعریف کرتی ہیں مگر آج وہ ہم پر ہنستی ہیں۔ اس کا کیا علاج کہ اپنی زندگی ہم خود اپنے ہاتھوں خراب کر لیتے ہیں اور الزام مردوں کو دیتے ہیں۔ اگر آج کل کی گھریلو زندگی کو غور سے دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ بی بیاں شوہروں کو کیا سمجھتی ہیں یعنی وہ ان کو دن بھر محنت کر کے دماغ کھپا کر روپیہ پیدا کر کے اُن کے تمام قسم کے خرچوں کو پورا کرنے والا ان کی تمام ٹھیک یا غلط باتوں کو سننے والا اور برداشت کرنے والا ہوتا ہے۔

ہم محبت کرتے ہیں مگر اندھی۔ سچ پوچھئے تو نہ ہم کو شوہر سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے نہ اُس کے پیسہ سے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کے نزدیک اور قانون کے ذریعہ ہم شوہر کی تمام کمائی کے مالک ہیں اُس کے روپیہ کو ذرا سا دل دُکھے بغیر خوب خرچ کرنے پر تیار رہتے ہیں۔ ہماری بیبیوں بہنیں ایسی ہیں جو پوڈر و سینٹ یا سنگار کے سامان پر اپنے شوہر کی آمدنی کا دسواں حصہ خرچ کر دیتی ہیں اور پھر لطف تو یہ ہے کہ اگر کہیں شوہر بیچارے نے دخل دیا تو بس سمجھئے کہ غضب ہی ہو گیا اُس وقت نہ شوہر کی محبت نہ اُس کے روپیہ نہ اپنی فضول خرچی کا خیال آتا ہے۔ یورپ کی تہذیب سے جہاں ہم نے فیشن وغیرہ سیکھا ہے وہاں اُن کی گھریلو زندگی سے بھی ہم کو سبق لینا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ یورپ میں کمانے والا صرف مرد ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ عورت بھی اس میں برابر کی شریک ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ آمدنی کو بڑی کفایت سے خرچ کرنا بھی جانتی ہے۔ جب ہم یہ سنتے ہیں کہ غیر قوم نے عورتوں کو آزاد کر دیا ہے اور اُن کو اچھے بُرے کا بالکل اختیار دیدیا ہے تو ہم بھی کہنے لگتے ہیں کہ آخر ہم کو بھی کیوں ایسے حقوق نہیں دئیے جاتے۔ بہنیں یہ سمجھتی ہیں کہ پردہ اُٹھانے سے ہی پوری آزادی مل سکتی ہے لیکن کیا فیشن اور کپڑے کی سجاوٹ اور سنگھار ہم کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ ہم ان غیر قوموں کی عورتوں کا مقابلہ کر سکیں؟ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ہم ان باتوں کی پرواہ بھی نہیں کرتیں جو ہمیں سیدھے راستے پر چلا سکتی ہیں اور ہماری مشکلوں کو ختم کر سکتی ہیں۔ ہم کو چاہئے تو یہ کہ دوسری قوموں کی ہر وہ بات جو ہمارے کام کی ہو سیکھنے کی کوشش کریں۔ نیز اس بات کو چھوڑ دیں جس سے نقصان کا ڈر ہو اور جو ہم کو بُرائی کی طرف لے جائے۔ میں اپنی بہنوں کے سامنے یورپ کی خانگی زندگی کے کچھ حالات بیان کرتی ہوں پھر بہنیں خود ہی فیصلہ کر لیں کہ اُن کا یورپین عورتوں کو خراج' پھوہڑ فیشن ایبل کہنا کہاں تک ٹھیک ہے۔ اچھائی و بُرائی تو ہر جگہ موجود ہے ہمارے یہاں بھی ایسی عورتیں ہوں گی جن کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے ہاں جو شرافت اور خوبیاں ہیں وہ کسی کے کہنے یا سننے سے نہیں مٹ سکتیں اسی طرح یورپ کی اُن عورتوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے یورپ کو بدنام کر رکھا ہے لیکن وہ بہت زیادہ تعداد میں نہیں ہیں اچھے اور شریف گھر والوں کی عورتوں کو لیجئے اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کتنی خوبیاں ہیں۔ یورپین عورت اپنے شوہر کو اپنی زندگی کا ساتھی' ہمدرد' محبت کرنے والا دُکھ سُکھ میں حصّہ لینے والا بلکہ یوں کہئے کہ خود اپنی زندگی کا بہت بڑا حصّہ سمجھتی ہے۔ ان کے نزدیک شوہر کے بغیر بی بی اور بی بی کے بغیر شوہر کی زندگی بسر کرنا ناممکن اور مشکل ہے ایک غیر شخص ہمارے ساتھ زندگی گذارنے پر کیوں تیار ہو جاتا ہے؟ کیوں تمام دنیا کی عورتوں سے اپنی بی بی کو ہر طرح اچھا اور بڑا سمجھتا ہے؟

صرف اس لئے کہ اُس کو زندگی گذارنے کے لئے ایک ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کی خوشی تنہا خوشی نہ ہو بلکہ اُس کے دُکھ میں کوئی حصہ بٹانے والا ہو۔ اس لئے عورت پر فرض ہے کہ شوہر کی زندگی کے لئے مفید ثابت ہو اگر ان باتوں کا اور ان مشکلوں کا خیال رکھا جائے کہ شوہر کو روپیہ پیدا کرنے اور حاصل کرنے میں کن دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ہندوستان کے گھروں کے بہت سے جھگڑے مٹ جائیں جو آئے دن بی بی اور شوہر دونوں کو پریشان کئے رہتے ہیں۔ یورپ کی عورت ایسا بیجا خرچ نہیں کرتی جیسا کہ ہم کرتے ہیں۔ بہنوں کو شاید اس پر تعجب ہو گا کیونکہ ہندوستان میں یورپ کی عورت فضول خرچ کہلاتی ہے اس لئے کہ بہت سا روپیہ اپنے فیشن اور کپڑے پر خرچ کر دیتی ہے لیکن ذرا اُس کی کفایت شعاری پر بھی نظر کیجئے تب آپ کو معلوم ہو جائے گا وہ کیوں فضول خرچ نہیں ہے۔ سنئے وہ عورت جس کے شوہر کی تنخواہ پانچسو روپیہ ماہوار ہوتی ہے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی ہے اس لئے کہ وہاں دھوبی بہت کم ہیں اور ایک کپڑے کی دھلائی اُس کی قیمت کے برابر پڑ جاتی ہے شوہر کے کپڑوں پر روزانہ خود ہی استری کرتی ہے کھانا پکانا جھاڑو دینا گلے سینچنا برتن دھونا بستر کرنا سلائی کرنا۔ غرض سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہے سودا اسلف خود ہی لاتی ہے۔ بجائے ملازموں کے سامان لانے میں کس قدر کفایت ہوتی ہوگی؟ وہ سویٹر جو کہ بازار میں دس روپیہ کو ملتا ہے وہ دو روپیہ آٹھ آنے کے اُون میں خود ہی بنا لیتی ہے۔ مکان ایسا صاف رکھتی ہے کہ ہمارے یہاں چار ملازم بھی نہ رکھ سکیں گے۔ جب وہ اپنے کاموں میں بچت کرتی ہے اور روپیہ کا کام آٹھ آنہ نکالتی ہے تو اگر وہ اپنے فیشن اور کپڑے پر یا سینما اور کھیلوں پر خرچ کرتی رہتی ہے تو یہ فضول خرچی کسی طرح بھی نہ ہوئی اور شوہر بھی خوشی کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے اور کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہمارے ہندوستان میں اپنے ہاتھ سے معمولی کام کرنا بھی عیب سمجھا جاتا ہو۔ جھاڑو دینا برتن دھونا کپڑے دھونا تو اوسط درجہ کے لوگوں میں بھی ذلت کا کام سمجھا جاتا ہے۔ چاہے میلے کپڑے پہنے رہیں مگر ہم کپڑے دھونا بے غیرتی خیال کرتے ہیں اس لئے کہ یہ دھوبیوں کا کام ہے۔ اگر کہیں کسی نے کچھ کام کرنا شروع بھی کیا اور فضول خرچی سے آپ کے پیسہ کو بچانا چاہا تو بہت سے لوگ اُس پر باتیں چھانٹتے ہیں اور کنجوسی کا نام ہوجاتا ہے۔ اگر ہم سب اپنے ہاتھ سے کام کرنے لگیں تو یہ آئے دن کی بیماریاں نہ ہوں جہاں پر سیکڑوں روپیہ برباد ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر کاہلی کا مرض ہو جاتا ہے۔ کام کرنے سے تھوڑی بہت ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ بڑے لوگوں کا کہنا ہی کیا۔ مگر دیکھتی ہوں کہ اوسط درجہ کے لوگوں میں بھی بہت ملازموں کی زیادتی ہے۔ ایک ایک کام کے لئے الگ الگ ملازم رکھے جاتے ہیں اور پھر گھر میں کئی کئی ملازم ہوتے ہیں حالانکہ ان کے شوہر کی آمدنی دو ڈھائی سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے۔ اور پچاس روپیہ ماہوار تک ملازموں کی تنخواہ ہوتی ہے۔ پھر جب ہم اس قدر فضول خرچی کرتے ہیں تو کیسے ہم فیشن پر یورپین عورت کی طرح روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے خرچ پر نگاہ بھی نہیں کرتے اگر شوہر اپنے شوق پر خرچ کر دیتا ہے تو غصہ کرتے ہیں اُس پر اعتراض کرتے ہیں لیکن اُس وقت یہ نہیں خیال کرتے کہ جس شخص نے اپنی محنت سے پیسہ کمایا اُس کا بھی حق ہو یا نہیں کہ وہ اپنے شوق پر کچھ خرچ کر سکے۔ یہ لڑائیاں زندگی میں بدمزگی پیدا کر دیتی ہیں جن کو میں نے بارہا دیکھا ہے۔ انہی باتوں و بدانتظامی کا سبب ہے کہ ہم کو ہمارے مرد بالکل آزاد نہیں کرتے نہ اپنی زندگی کا ہم کو اختیار دیتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نیک و بد کو سوچنے اور ہر بات کو شوہر کے مزاج کے مطابق کرنے لگتے تو دوسری قوموں کی طرح ہم آزاد ہوتے۔ پہلے کی بہ نسبت آج کل زمانہ بہت آزاد ہو چکا ہے جو باتیں و پابندیاں ہمارے بزرگوں کے لئے تھیں وہ بلکہ اُس کا دسواں حصہ بھی ہمارے لئے نہیں ہو۔ اُس پر بھی بعض گھرانوں کی باتیں اب بھی انتہائی تکلیف دہ دکھائی دیتی ہیں۔ اکثر گھرانوں میں غریب بی بی کی ایسی ردی حالت ہوتی ہے جو دیکھی نہیں جاتی یہاں تک کہ اگر بی بی کو چند پیسوں کی ضرورت ہو تو میاں سے مانگیں تو ملیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ مرد سمجھتے ہیں کہ عورت کو انتظام کرنا نہیں آتا۔ وہ بیجا خرچ کرے گی اور یہ صحیح ہے جیسی خانہ داری آنا چاہیئے ہندوستان میں بہت کم بی بیوں کو آتی ہے۔ ہمارے یہاں

عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہے جیسی عزت عورتوں کی غیر ملکوں میں ہوتی ہے اُس کی چوتھائی بھی یہاں نہیں ہے۔ ہم کو کہا جاتا ہے گھر کی ملکہ۔ مگر ایک معمولی انسان کی سی بھی عزت نہیں کی جاتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بہنوں نے آزادی کو صرف بے پردہ گھومنا فیشن کرنا دوسری قوموں کے ایسے کپڑے پہننا سمجھ رکھا ہے۔ چونکہ غیر قوموں سے ہماری تعلیم کم ہے اور ہم فیشن کی طرف بہت راغب ہیں اس لئے ہم آزادی کے صحیح مطلب سے واقف نہیں۔ ہم کو بہت رنج ہوتا ہے۔ جب یورپ وغیرہ کی آزادی کو دیکھتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی تعلیم کی طرف نگاہ نہیں کرتے۔ یورپ میں عورت کام بھی توکرتی ہے۔ کوئی محکمہ ملازمت ایسا نہیں ہے جہاں عورت کا دخل نہ ہو۔ وہاں کی عورت فیشن کی ایک حسین دیوی بنی ہوئی سڑکوں پر پھرتی ہے مگر مرد کی مجال نہیں کہ دیکھ سکے۔ غیر قوموں کی طرح ہم میں ابھی تعلیم اتنی نہیں نہ اس قدر بیداری ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ پہلے اپنے میں وہ خوبیاں پیدا کریں کہ لوگوں کی ہنسنے کی ہمت نہ پڑے۔ موجودہ زمانے میں جو بے پردہ بی بیاں نکلتی ہیں اور آزاد ہیں وہ ایسی حرکتیں کرتی ہیں کہ لوگ ہنستے ہیں۔ ولایت کی ایک بات اور بھی خاص ہے۔ وہ یہ کہ عورت یہ نہیں سمجھتی کہ بچے صرف مرد کے ہیں۔ اُن کو پالنا شوہر کا کام ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ بچے مرد اور عورت دونوں کے ہیں اور دونوں کا فرض ہے کہ بچوں کی دیکھ بھال کریں اگر مرد مجبور ہے اور وہ کسی وجہ سے بچوں کے اخراجات نہیں پورے کرسکتا تو عورت خود بھی محنت کرتی ہے اور بچوں کا خرچ پورا کرتی ہے۔ یہاں پھر میں ایک یورپین عورت کی مثال دیتی ہوں۔

میں سنہ ۱۹۳۱ء میں فرانس گئی۔ پیرس میں کچھ روز ہوٹل میں رہنے کے بعد میں کوٹھی میں چلی گئی۔ کوٹھی کی صفائی کے لئے وہاں ایک عورت ملازم تھی جس کی تنخواہ سو روپیہ ماہوار تھی۔ اس لئے کہ وہاں ملازموں کی تنخواہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ تین سو روپیہ سے کر پانچسو روپیہ تک تنخواہ ایک باورچی کی ہوتی ہے اور دو سو روپیہ سے لے کر چار سو روپیہ تک گھر کے اور ملازموں کی تنخواہ ہوتی ہے۔ اب اس کا کام بھی سنئے۔ سو روپیہ اُس کو مفت نہ ملتے تھے۔ جتنا کام وہ اکیلی کرتی تھی یہاں کے چار آدمی نہ کرسکیں گے۔ بارہ چھوٹے بڑے کمرے صاف کرتی بارہ غسلخانے دھوتی اور غسل کا سامان لگاتی سب کے جوتوں پر پالش کرتی سب کے کپڑوں پر استری کرتی سب کمروں کے قالین اور فرش برش سے صاف کرتی تھی اور پھر تعریف تو یہ تھی کہ جوتے باہر رکھ کر اندر کپڑے بدلنے کے لئے آ بیٹھے۔ دس منٹ کے بعد واپس جایئے تو جوتے صاف رکھے ہیں۔ کمرہ میں کپڑے یوں ہی ڈال کر چلے گئے۔ میز پر پوڈر گرا سامان پھیلا کر باہر چلے گئے ذرا دیر کے بعد آکر دیکھتے ہیں تو میز صاف ہے۔ کپڑے استری کئے۔ الماری میں لگے ہیں دیکھئے اس قدر محنت کے ساتھ کام کرنے کے باوجود میں نے اُس کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ کام کرتے دیکھا۔ بڑے موزے جو رانوں تک ہوتے ہیں۔ اور ساری اور فراکوں پر استعمال ہوتے ہیں اور بہت قیمتی اور نازک ہوتے ہیں وہ محلہ سے لاتی اور اُس میں رفو کرتی۔ ایک جوڑی موزے کی بنوائی ایک روپیہ لیتی تھی۔ دن میں تین جوڑ تیار کرلیتی۔ رفو بھی ایسا کرتی تھی کہ موزے میں مل جائے۔ چونکہ اُس کا کام اچھا ہوتا تھا۔ زیادہ تر لوگ اُسی کو دیتے تھے۔ چھ مہینہ میں میں نے اُس کو ایک روز بھی خالی نہ دیکھا۔ سیر اور گھومنے کے وقت اکثر میں نے دیکھا تو بڑے گھرانوں کی عورتوں کی طرح عمدہ کپڑے پہنتی۔ خادمہ معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس کے دو بچے تھے وہ بورڈنگ میں تھے اور بہت عمدہ تعلیم پارہے تھے۔ یہ ہے یورپ کی زندگی کا ہلکا سا خاکہ۔

مسز حمید لکھنوی

مضمون مندرجہ بالا ۲۲۔ جولائی کو لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ کیا گیا تھا۔

دُنیا کدھر جا رہی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے ان تمام امور کا علم بھی اس کو عطا فرما دیا جو اس کے لئے مفید اور کارآمد ہیں۔ اور جو باتیں مضر اور نقصان دہ ہیں ان کا علم بھی دیدیا اور نصاب تعلیم کے لئے اپنی کتاب (قرآن مبین) اور تعلیم دینے کے لئے اپنا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرما دیا۔

ہم نے اپنے لئے نصاب شیکسپیر، ہومر اور ملٹن وغیرہ کی تصانیف کو مقرر کیا اور نصاب خداوندی کو پس پشت ڈالا۔ اور اگر کچھ لیا بھی تو سُن سُنا کر آگے پیچھے سے چھوڑ کر اپنے اپنے مطلب کا خود عمل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسری صنف کو دبانے۔ ڈرانے یا قائل کرنے کے لئے۔ نتیجہ یہ ہوا اور ہونا بھی یہی چاہیئے کہ مرد عورتوں کو اپنے مطلب کے حکم دکھا سنا کر دبا ئیں اور عورتیں اپنے مطلب کے احکام لے کر مقابلے پر آئیں۔ نہ اُن کو ان احکام سے غرض و مقصد ہے جن کے لئے وہ ملزم ہیں اور نہ ان کو اُن حکموں سے واسطہ ہے جن کی اطاعت اُن پر فرض ہے۔ قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد تھا اور ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں سب مل کر اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں لیکن ہم نے اس کو ایک دوسرے پر تبرے بازی کے لئے استعمال کیا اور خوار و ذلیل ہوئے۔ میں مانتا ہوں کہ اس میں سبقت اور زیادتی مردوں کی طرف سے ہوئی اور عورتوں نے آخر میں آ کر اس کو اپنا حربہ بنایا۔ سوال یہ ہے کہ ایسا ہوا کیوں اور مردوں کو اس قدر آزادی کس طرح مل گئی کہ وہ احکام الٰہی سے تجاوز کر کے اسلام کو بدنام کرنے لگے۔ ہمارے خیال میں حکم کی وقعت صاحب حکم کی علوے شان۔ اقتدار اور وقعت سے وابستہ ہے جس طرح حکومت ہائے جرمنی فرانس اٹلی اور امریکہ وغیرہ کے احکام ہم پر اثر انداز نہیں کیونکہ ان کا اقتدار ہم پر نہیں، اسی طرح نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی وقعت و شان بھی ہمارے دلوں میں محفوظ نہیں تو پھر اس کے احکام کے آگے سر تسلیم کس طرح خم ہوا اور کیوں نہ اکابرانِ قوم کو ضرورت پیش آئے کہ احکام اسلامی حکومت کی تعزیرات ہند میں تبدیل کرانے تجاویز اسمبلی میں پیش کر کے پاس کرائیں۔ وہ لوگ اب کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سزا اور عذاب سے ڈر کر دنیا کی سزا کو خود اختیار کرتے اور جرم کا اعتراف کر کے سنگسار ہو جاتے تھے۔ آج وہ زمانہ ہے کہ بلا سے عیسائی یا آریہ ہو کر مورد عتاب الٰہی ہو جائیں مگر دنیا کی عارضی تکلیف کی سہار برداشت سے باہر ہے۔ کیا یہ طرز عمل اس امر کی شہادت نہیں دے رہا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت۔ سزا اور عذاب کا خیال ہمارے قلوب سے محو ہو گیا ہے اور ہم علی الاعلان اپنے عمل سے کلام الٰہی کی (نعوذ باللہ) تکذیب کر رہے ہیں۔

اگر ہم واقعی مسلمان ہیں تو اس حیثیت سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ اسلام ہاں اُس اسلام کے حکم جس کو اللہ نے ہماری ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے عامل بنایا، مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرض ہیں کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کے عمل کے ذمہ دار ہیں، ہم نے قرآن میں پڑھا ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

مگر بقول حضرت اکبر الہ آبادی۔ ؎ ناصح بنے ہیں سارے عامل نہیں ہے کوئی!

اس کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ وہ نور اور وہ روشنی ہم سے لی گئی جس سے حق و باطل، مفید اور مضر میں تمیز ہو سکتی اور ہوتی تھی اور ہم اندھا دھند یورپ کی تقلید کرنے لگے اور ہر چیز کو یورپ کی عینک سے دیکھنے لگے۔ مثال کے طور پر تعلیم کو لو اور دیکھو کہ اس تعلیم کے لئے جو غالباً نصف صدی گزرنے کے بعد آج ناقص قرار دی جا رہی ہے اسی پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے ممکن ہو کہ دولتمندوں کے لئے کچھ مفید ہو مگر بحیثیت مجموعی تو بے کار ہے نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اخبارات بوجہ مفلسی و بیکاری گریجویٹوں کی خودکشیوں کی خبریں شائع کر رہے ہیں۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ کبھی غیر تعلیم یافتہ کی بھی اس وجہ سے خودکشی کی خبر پڑھنے میں آئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر حق و باطل اور مفید و مضر کی تمیز کہاں ہے۔

یورپ میں شادی سے پہلے کورٹ شپ کی رسم ہے جس کا دور مہینوں اور بعض اوقات برسوں رہتا ہے۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں ساتھ رہتے ہیں اور پھر شادی کرتے ہیں اس سے زیادہ اور کون سی اطمینان اور ازدواجی زندگی کے لطف کی صورت ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی طلاقوں کی تعداد بڑھتی ہی رہتی ہے چنانچہ صرف انگلستان میں ۱۹۳۲ء میں ۳۷۹۴ اور ۱۹۳۳ء میں ۴۰۲۲ طلاقیں ہوئی (عصمت مئی ۱۹۳۵ء) ۱۹۳۴ء میں ۴۲۰۰ اور ۱۹۳۵ء میں ۴۵۴۷ ہوئیں (انقلاب ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء) یہ وہ طلاقیں ہیں جن کی ڈگری عدالت نے دی۔ مقدمے تو نہ معلوم کتنے ہوئے ہوں گے۔ یہ شادیاں بزرگوں کے کانوں تک اپنے رائے پہنچانے کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ مہینوں کی کورٹ شپ کے بعد ہوئی تھیں مگر ازدواجی زندگی کا لطف نہ اُٹھایا جا سکا تو ہمارے لئے کس طرح ممکن ہے کہ صرف بزرگوں کے کانوں تک اپنی رائے پہنچا کر لطف حاصل کر سکیں۔ کیونکہ جب لڑکیاں چاہتی ہیں کہ میرا شوہر تمام مردانہ خوبیوں کا ایک لاثانی مجسمہ ہو تو لڑکے بھی اس بات کے متمنی ہیں کہ میری بیوی تمام نسوانی خوبیوں کی لاثانی مجسمہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ ان خوبیوں کا پتہ کس طرح اور کون لگائے۔ خود لڑکی یا لڑکی کے والدین وغیرہ۔ پھر ایک مصیبت اور بھی ہے کہ لڑکے ولایت سے میم لے آتے ہیں اور بین الاقوامی قانون ازدواج کے ذریعہ سے غیر اقوام کی لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں یا بیوی کی دولت اور خوبصورتی پر نظر رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں جو لڑکیاں دولتمند یا پرستان کی پریاں نہیں ہیں وہ کہاں جائیں۔ اسلام کا حکم تھا کہ کافر و مشرک عورتوں سے مسلم لونڈی بہتر ہے اور رسول اللہ صلعم کا فرمان تھا کہ سیرت کو ہر چیز پر ترجیح دو اگر دولت یا خوبصورتی کو ترجیح دوگے تو فساد کا باعث ہوگا آج کون اس پر عامل ہے۔ لہٰذا فساد کو آنکھوں سے دیکھو۔

جب تک مرد اپنی ذمہ داری کو اور عورت اپنی ذمہ داری کو ادا اور محسوس نہ کرے ازدواجی زندگی کا لطف عنقا ہی ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان عظمت اور وقعت دونوں کے دل میں جاگزین ہو اور یہی سیرت ہے۔ جو شخص مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور نظام اسلامی کی پرواہ نہیں کرتا وہ اپنے جذبات اور خواہشات کا تابع ہے اور ایسا شخص خودغرض ہے وہ دوسروں کے حقوق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی اپنی کوئی خفیہ غرض ہی اس پر اس کو آمادہ نہ کرے۔ وہ خوبصورتی چاہتا ہے یا دولت دیکھتا ہے ان میں اس کی نفسانی غرض مضمر ہے۔ یہ دونوں چیزیں فانی ہیں۔ عمر اور حوادث کے ماتحت ہیں۔ ان کے فنا ہونے پر وہ کیا کرے گا سوچو اور غور کرو۔ لطف زندگی صرف اسلام کی اطاعت اور اتباع ہی میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلام جذبات اور خواہشات کو اپنا تابع بناتا ہے۔

اور زندگی کو پُر لطف اور پُر کیف بنانے کے لئے ہدایات اور قانون پیش کرتا ہے۔ ہم خیالی پیدا کرتا ہے۔ طبائع کو موافق اور سازگار بناتا ہے۔ دلوں میں خلوص ہمدردی اور ایثار بھرتا ہے اور یہی چیزیں باہمی اُلفت اور میل جول کا باعث ہیں لیکن اس غریب کو آج کون پوچھتا ہے۔ ہاں بہترین ڈگریوں کی مانگ ہے۔ یورپ کا نقش قدم ہے۔ میں ڈگریوں کا مخالف نہیں اور حکمت کو مسلم کا مال اور حق سمجھتا ہوں جو شخص جو کچھ حاصل کر سکے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر چیز ہمارے لئے بنائی ہے۔ ان چیزوں سے استفادہ کرنا بھی ایک فرض منصبی ہے مگر وہ ڈگریاں ایسی تو ہوں جو استفادہ میں ممد و معاون ہوں۔ نری دیکھنے کی نہ ہوں۔ وہ علم جو ہم کو میدان عمل میں صفر بنا دے اخراجات کی بھرمار کر دے۔ دل میں ہاہاہی بھر دے۔ افتراق اور انتشار کو رفع نہ کر سکے۔ خود اپنی مدد کے بھی قابل نہ رکھے علم نہیں جاہلیت ہے۔ روشنی نہیں اندھیرا ہے۔ اسلام نے فرقہ بندیوں کی سخت مذمت کی بلکہ یہ حکم لگا دیا کہ جو لوگ فرقہ بندیاں کریں (اے رسول) تم کو ان سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اور ہمارے ڈگری یافتہ بزرگ نت نئی فرقہ بندیوں میں مصروف ہیں (مسلم لیگ مسلم کانفرنس۔ احراری۔ اتحاد ملت۔ اتحادی وغیرہ وغیرہ) جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دھڑلے سے تبرّی بازی میں مصروف ہیں) ایک قوم کا ایک لیڈر ہوتا ہے یہاں ۳۶۰ ہیں اور وہ لیڈر نہیں ہو سکتا جس کی پارٹی نہ ہو۔ مذہبی گروہوں کو دیکھو تو اللہ کی پناہ ہر مولوی کا ایک گروہ موجود۔ مذہب کے سینکڑوں ٹکڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے نہ تو اسلام کی غرض اور مقصد کو سمجھا نہ اتحاد اور جماعت کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کیا۔ اسلام اس لئے آیا تھا کہ اس کی اطاعت اور اتباع کی جائے۔ آج نکات اور معارف تاویلات اور فلسفہ کا پلندہ بن گیا ہے جس کو ہر شخص اپنی عقل، اپنی رائے، اپنے جذبات کا تابع بنا رہا ہے۔ مولوی۔ عالم اور مسلمان وہ نہیں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کو دستور العمل بنائے۔ برخلاف اس کے بڑا عالم جید مولوی پکا مسلمان وہ ہے جو ہمارے جذبات اور خواہشات کے جواز کو ثابت کر دے اسلام کی ہمہ گیری کا ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ زمانے کے سانچے میں ڈھلتا اور ہمارے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ زمانے کو ضرورت نہیں کہ اسلام کی موافقت کرے۔ درانحالیکہ زمانہ نہ کبھی بدلا نہ بدلے گا۔ یہ تو حضرت انسان ہیں جو بدلتے رہتے ہیں اور اپنے بدلنے کو کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا حقیقت میں وہ دین یا مذہب جو ہماری اصلاح و ہدایت کا مدعی ہو اگر ہمارے ساتھ بدلتا ہے تو اس کو ہرگز مصلح اور ہادی کہنا درست اور صحیح نہیں ہو سکتا مگر ہمارا طرز عمل اور سلوک کیا کہہ اور بتا رہا ہے۔ بیشک تم کورانہ تقلید نہ کرو مگر للہ یہ تو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کو تم نے اپنے سے زیادہ عقلمند دور اندیش معاملہ فہم اور عالم سمجھا ہے یا نہیں اگر سمجھا ہے تو پھر یہ بتاؤ کہ اللہ اور رسول کی ہدایات اور احکام کے پرکھنے کے لئے تمہارے پاس کونسا آلہ ہے۔ مولویوں کی بات کو ہم قرآن اور حدیث سے پرکھ سکتے ہیں مگر قرآن اور حدیث کو کس طرح پرکھیں؟ اگر عقل سے پرکھیں تو ہر ایک کی عقل یکساں نہیں اور اسی عقلی پرکھ کی بدولت یہ سینکڑوں مذہب نظر آ رہے ہیں علاوہ ازیں جب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کا علم ہم سے کہیں زیادہ ہے تو ہماری عقل ان کی برابری نہیں کر سکتی تو پھر کیا صورت ہو سکتی ہے بجز اس کے کہ یا تو ہم اللہ اور رسول کی کورانہ تقلید کریں یا پھر جس کی سمجھ میں جو بات جس طرح آئے وہ اسی طرح اپنا مذہب الگ بنالے اور جو بات سمجھ ہی میں نہ آئے اس کو (نعوذ باللہ) حرف غلط کی طرح کاٹ کر نکال ڈالے۔ اور ہندمیں ہکڑ ہکڑ اسلام کھڑے کرکے انتشار قومی کو انتہا تک پہنچا دے۔ یہ چند خیالات پریشان دنیا کی موجودہ روش سے متاثر ہو کر قلم سے نکل گئے اگر قابل لحاظ ہوں تو ان پر غور کیا جائے اور اگر ناگوار خاطر ہوں تو معافی کی درخواست ہے۔ بہرحال میں یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا کدھر جا رہی ہے؟

محمد عبد الغفار الخیری

لندن پر جنگ کے ہولناک بادل

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردیہ بی اے آنرس مقیم لندن)

یورپ پر تین ہفتے سے جنگ کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ حالات نہایت تشویشناک تھے۔ خطرہ دن بدن بلکہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جاتا تھا اتنا یقین نہ تھا کہ صبح سے شام یا شام سے صبح تک خیر سے گزرے گی۔ گھر سے باہر نکلتے دل دھڑکتا تھا کہ نہ معلوم اخبار کے تازہ ترین پوسٹر پر کون سی خبر نظر آتی ہے "ہٹلر تیار ہے" "جرمنی کا الٹیمیٹم" "چیکس نے جواب دے دیا" "چیکوسلاویکیا میں مارشل لا" "کیا لڑائی ہوگی؟" "برطانوی فوج کی تیاریاں" "فرانس اپنی فوج تیار کر رہا ہے" "چیکوسلاواکیا حملہ کے انتظار میں" "برطانوی جہاز تیار رہیں" وغیرہ وغیرہ سرخیاں دم بدم لوگوں کی تشویش بڑھا رہی تھیں۔ ہر شخص خاموشی سے ان سرخیوں کو پڑھتا ہوا آگے چلا جاتا تھا۔ لوگ حسب معمول اپنے کام کاج میں مصروف تھے۔ خرید و فروخت جاری تھی۔ پر اطمینان و یکسوئی کسی کو نصیب نہ تھی۔ چیمبرلین کے ہٹلر سے ملنے کے لئے جانے سے ہر دل میں امید کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اور دس دن کی کشمکش و پیچ کے بعد اتنا ہی بھروسہ کہ چوبیس گھنٹے لڑائی نہ ہوگی غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ پر وہ امید و بیم کی صبح یاس کی شام پر ختم ہوئی۔ چیمبرلین کے اتنے جلد واپس آجانے سے لوگ مایوس سے ہوگئے۔ تاہم اس اعلان نے کہ ایک دفعہ پھر چیمبرلین اور ہٹلر میں ملاقات ہونے والی ہے لوگوں کی ڈھارس باندھی۔ پر چیکوسلاویکیا اور جرمنی کی سرحد کے حالات اس امید کو بڑھنے نہ دیتے تھے۔ واقعات اس حد کو پہنچ چکے تھے کہ ہر لمحہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھنے کا ڈر تھا۔ جب دوسری ملاقات بھی ناتمام رہی اور چیمبرلین واپس آگئے تو لوگوں کو جنگ کا قریب قریب یقین ہوگیا۔ اور اب تیسرا ہفتہ شروع ہوا جو ان تین ہفتوں سے زیادہ تشویشناک تھا۔ اس ہفتے کے پہلے روز ہٹلر اسپیچ دینے والا تھا۔ وہ اسپیچ جو کہ اس بات کا فیصلہ کرنے والی تھی کہ لاکھوں بے قصور انسان موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے یا نہیں۔ اس شام کو ہر شخص اپنے ریڈیو کے پاس امید و بیم کی حالت میں بیٹھا تھا۔ جن کے پاس ریڈیو نہیں تھا وہ اخبار کے تازہ ترین ایڈیشن کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ نو بجے رات کو ہٹلر کی اسپیچ شروع ہوئی۔ اس کی گرجتی ہوئی آواز اور متکبرانہ لہجہ نے ہی ترجمہ سے قبل لوگوں کو جتا دیا کہ وہ مژدہ امن نہیں بلکہ پیام جنگ دے رہا ہے۔ اخباروں نے جلد جلد اس کی اسپیچ کے اہم ترین حصے چھاپ کر پبلک کو پیش کئے۔ اور سب لوگ ۲۶ ستمبر کی رات کو یہ جان گئے کہ دنیا کے لئے امن کے پانچ روز اور رہ گئے ہیں۔ اور یکم اکتوبر کا دن دنیا کو پھر ایک دفعہ جنگ کی وادی پر خطر میں اتار دے گا۔ اور سائنس کی ترقی اور ہوائی حملوں کے خطروں نے جنگ کو کتنا زیادہ ہولناک بنا دیا ہے اس کا پورا پورا احساس ان تیاریوں سے ہونے لگا جو کہ اس دن کے بعد لندن میں بڑے زور شور سے شروع ہوگئیں۔ فوج اور جہاز تو دو ہفتے سے مسلح ہو رہے تھے۔ اب سول آبادی کی حفاظت کا سامان بھی شروع

ہوا۔ جنگ کی صورت میں ہوائی حملہ کا۔ گولہ باری اور زہریلی گیس سے حملہ کا یقین تھا۔ اور لندن دارالسلطنت اور آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا شہر ہونے کی وجہ سے پہلا نشانہ بنتا اس لئے یہاں پہلے حفاظت کا انتظام ہونے لگے۔ لوگوں کو ریڈیو کے ذریعہ سے اور نوٹس بھیج کر حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے محلے کے A.R.P. سنٹرز یعنی ہوائی حملہ سے بچنے کا انتظام کرنے والے افسروں سے اپنے لئے گیس ماسک لے آئیں۔ گذشتہ ہفتوں میں "ایروارڈن" یعنی ہوائی حملوں کے انتظام کا ذمہ دار آدمی گھر گھر جا کر ناپ لے رہا تھا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں جا جا کر اپنے اپنے ماسک لے آئے۔ بچوں کے لئے بھی ماسک لئے جا رہے تھے۔ اور بالکل چھوٹے بچوں کے لئے ایک خاص قسم کے ماسک ملنے کا اعلان ہوا۔ ہوم آفس نے ہر گھر والے کو ہوائی حملوں سے بچنے کے طریقوں کی کتابیں بھیج دیں۔ لندن کے ہر پارک و میدان میں تہ خانے کھدنے شروع ہوئے۔ لوگ اپنے اپنے آنگن میں تہ خانے کھودنے اور گھر کے ایک کمرے کو "گیس پروف" بنانے کا انتظام کرنے لگے۔ سرکاری طور سے سارے بچوں کو گاؤں میں بھیج دینے کا انتظام شروع کر دیا گیا بلکہ ہزاروں بچے شہر سے باہر بھیج بھی دیئے گئے۔ اور والدین نے بھی دل پر جبر کر کے ان بچوں کو چلے جانے دیا۔ ان کو یہ بھی نہیں بتایا جاتا تھا کہ یہ بچے کہاں جا رہے ہیں لیکن وعدہ تھا کہ دو تین دن کے بعد انہیں مطلع کر دیا جائے گا۔ پھر اگر جنگ شروع ہو گئی اور خود ان کا گھر بموں سے اڑا دیا گیا تو خبر ملنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ پر مرتا کیا نہ کرتا بچوں کی جان بچانے کے لئے جدائی برداشت کرنا ہی بہتر تھا بچوں کو گاؤں بھیجنا جبریہ نہ تھا۔ جو نہ چاہے انکار کر سکتا تھا اور جو لوگ کہ خود انتظام کر سکتے تھے انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پر غریبوں کے لئے تو ایک یہی صورت تھی۔ آج کل کی ہوائی جنگ کا بدترین پہلو تو یہی ہے کہ اس سے بچے اور بوڑھے بھی نہیں بچتے اور یہ شہروں کو میدان جنگ سے زیادہ پر خطر بنا دیتی ہے۔ بچوں کا اپنے ننھے ننھے بنڈل لے کر ماں باپ کو الوداع کہہ کر جانا اس ہولناک مستقبل کا پہلا باب تھا۔ جس کے تصور سے لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ ہر شخص ایک سکتے کے عالم میں یہ تیاریاں کر رہا تھا۔ اور ہر ایک کی زبان پر یہ دعا تھی کہ الٰہی تو اس بلا سے بچا۔ پر بچنے کی صورت نظر نہ آتی تھی

پرائم منسٹر نے ریڈیو پر اسپیچ دی تھی جس میں صبح کی مزید کوشش کا وعدہ تھا۔ پھر ہنوز کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ ہونے کا اعتراف۔ بادشاہ نے ہمت رکھنے کا پیام دیا تھا۔ جنگ قریب تر ہوتی جاتی تھی۔ تہ خانے کھد رہے تھے۔ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اینٹی ایر کرافٹ antiair-craft کی بندوقیں آسمان پر دشمن کے ہوائی جہازوں کے تلاش کرنے کی مشق کر رہی تھیں۔ رنگروٹ داخل ہو رہے تھے۔ شہر میں زیچ کے ٹیوب اسٹیشن کو بند کرنے کے تہ خانے بنائے جا رہے تھے۔ جنگ کا منحوس دیوتا نزدیک آتا جا رہا تھا۔ کہ پھر اُمید کی ایک کرن جھلملائی۔

پارلیمنٹ میں (جو اپنے مقررہ وقت سے پہلے ان حالات کی وجہ سے منعقد ہوئی تھی) پرائم منسٹر اسپیچ دے رہے تھے۔ کہ انہوں نے کیا کیا کوششیں کیں اور وہ کس طرح سے اب تک ناکام رہے کہ اچانک انہوں نے یہ اعلان کیا کہ وہ ہٹلر کی دعوت پر تیسری دفعہ جرمن جا رہے ہیں۔ اس بات کی کوشش میں کہ کسی طرح چیکوسلاویکیا کا مرحلہ جلدی طے ہو جائے۔

اس اعلان کے بعد پارلیمنٹ برخاست ہوئی۔ پرائم منسٹر برلن روانہ ہوئے اور لوگ امید و بیم کی حالت میں نتیجہ کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھئے صلح یا جنگ کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس دفعہ اتنی امید نہ تھی کیونکہ دو دفعہ کی ناکامی نے لوگوں کے دل میں صرف ہٹلر کی خواہش امن کے متعلق شک ڈال دیا تھا بلکہ اس کی صحت دماغ کی طرف سے بھی ان کو مشکوک کردیا تھا تاہم ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ یہ امید بھی بڑی بات تھی۔ مزید انتظامات جنگ جاری تھے۔ شہر کی عمارتوں کے تحفظ کا سامان ہورہا تھا۔ میوزیم اور گیلریز سے قیمتی تصویریں اور بے بہا عجائب ہٹائے جارہے تھے۔ لوگ کھانے کا سامان اکٹھا خرید خرید کر رکھ رہے تھے اور ہر سرکاری اعلان ہوچکا تھا کہ ہر گھر کے لئے "راشن کارڈ" تیار ہیں جو کہ جنگ شروع ہوتے ہی بانٹ دئے جائیں گے فوڈ راشن food - ration کا مطلب یہ ہے کہ سرکار کی طرف سے کھانے کی چیزوں کے خریدنے کی مقدار مقرر ہوجاتی ہے۔ جس سے زیادہ نہیں خرید سکتے۔ یہ مقدار بہت ہی کم ہوتی ہے کیونکہ انگلستان تقریباً اپنا تمام غلہ اور سامان خورد و نوش دوسرے ممالک سے منگاتا ہے اور جنگ کی حالت میں اُن کا آنا بالکل بند نہیں تو بہت اہم ضرور ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں اور اگر راشن نہ کیا جائے تو غریب بھوکے مریں۔

ان اعلانوں کے ساتھ ساتھ میونک (جرمنی) سے لمحہ بہ لمحہ خبریں آرہی تھیں۔ اب پرائم منسٹر پہنچے، اب مسولینی پہنچے۔ اب دلاویر پہنچے۔ اب کانفرنس شروع ہوئی۔ الٰہی کیا نتیجہ ہوگا۔ اللہ خیر کیجیو۔ رات آئی پر ہنوز کوئی خبر نہیں، سوائے اس کے کہ گفتگو جاری ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ جب تک گفتگو جاری ہے۔ تب تک صلح کی امید ہے۔ لوگوں نے اپنے ریڈیو پر یہ آخری خبر سنی اور ساتھ ہی ساتھ مزید تیاریوں کے اعلان بھی۔ بہت سوں نے یہ سوچا کہ "شاید یہ امن کی آخری رات ہو" اور سو رہے۔

صبح کا اخبار تھا یا پیغام امید؟ جس نے لوگوں کو یہ خبر سنائی کہ رات کے ایک بجے "یورپ کے چار" نے مل کر صلح نامہ تیار کرلیا ہے۔ اس خبر نے لوگوں کے دل پر کیا اثر کیا؟ ایک دم سے خوف اطمینان سے۔ تشویش تسکین سے اور جنگ کی تیاریاں صلح کی خوشی منانے سے بدل گئیں۔ ہر دل میں خوشی اور احسان مندی کا ایک جذبہ تھا۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ روزمرہ کی معمولی باتوں نے ایک عجیب اہمیت اور دلچسپی حاصل کرلی تھی۔ جو ان کو جنگ کے خوف سے پہلے حاصل نہ تھی۔ لوگوں کو یہی غنیمت معلوم ہونے لگا کہ وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کو پورا کرلیں گے۔ بچوں کو اسکول سے اٹھانا نہ پڑے گا۔ گھر چھوڑ کر گاؤں میں جانا نہ ہوگا۔ جو کام جس نے شروع کیا ہے اس کو ادھورا چھوڑنا نہ پڑے گا۔ یہ سب باتیں ایک نعمت معلوم ہونے لگیں ایک آدمی صرف یہ کہتے ہوئے سنا گیا۔ شکر ہے اب میں اپنے باغ کی نئی کیاریاں ٹھیک کرسکوں گا۔ اس گڑبڑ میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوسکتا تھا۔ ایک لڑکا یہ کہہ رہا تھا "تو اب میں فرانسیسی سیکھنی جاری رکھ سکوں گا"۔ کسی کو یہ بات غنیمت معلوم ہورہی تھی کہ اب مکان کی سفیدی کرانے کا خیال ترک نہ کرنا پڑے گا۔ انسانی زندگی کا اطمینان کیسی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر منحصر ہے؟ اور اس کی خوشی کا سرمایہ کتنی ادنیٰ چیزیں ہیں! لیکن اس کا احساس بھی نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ چیزیں معرض

خطرہ میں نہ ہوں۔

اس خوشی اور رضامندی کے جذبہ کا اظہار لوگوں نے چیمبرلین کا پُرجوش خیر مقدم کرکے کیا۔ کیونکہ یہ خدا کے فضل اور اس کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ یورپ پھر ایک جنگ کی مصیبت سے بچ گیا۔ جمعرات کی شام کو وہ واپس آنے والا تھا۔ سارے اخبار یہ بتا رہے تھے کہ کس راستے اس کی موٹر گذرے گی اور کہاں اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس صبح کو جب مسز چیمبرلین چہل قدمی کو نکلیں تو عورتوں کے ایک گروہ نے انہیں گھیر لیا اور شکریہ ادا کیا۔ مجمع اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ پولس نے اپنی حفاظت میں انہیں گھر پہنچایا۔ مسز چیمبرلین اس سے بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے آب دیدہ ہو کر ان عورتوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس روز اخباروں کے پوسٹرز جنگ کی ہولناک خبروں کے بجائے چیمبرلین کی آمد آمد کی خبر دے رہے تھے: "شاباش چیمبرلین"، "چیمبرلین کی کامیاب واپسی"، "جنگ نہ ہونے کا معاہدہ"۔ جیسے امید افزا پوسٹرز کو پڑھ کر لوگوں کی طمانیت اور مسرت بڑھ رہی تھی۔ ہسٹن Heston ایروڈروم پر ہزاروں کا مجمع پرائم منسٹر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا اور ڈاؤننگ اسٹریٹ میں گذشتہ تین ہفتوں سے برابر متفکر اور پریشان لوگوں کا اژدہام رہتا تھا آج اور بھی زیادہ بھیڑ تھی لیکن ان کے چہرے فکر مند اور اداس ہونے کے بجائے خوش اور مطمئن تھے۔

پرایم منسٹر نے ہوائی جہاز سے اترتے ہی جرمنی اور انگلستان کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے پڑھ کر سنایا اور پھر سیدھے قصر بکھنگم کو روانہ ہوئے جہاں بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ پرایم منسٹر کے پہنچتے ہی بادشاہ و ملکہ انہیں اور مسز چیمبرلین کو لے کر محل کے جھروکے پر آئے۔ کسی قومی اہمیت رکھنے والے واقعہ کے بعد بادشاہ اور ملکہ کا جھروکے پر آکر لوگوں کو اظہار عقیدت کا موقع دینے کی رسم بہت پرانی ہے۔ اور اس دفعہ بھی ہمیشہ کی طرح مجمع نے تالیوں اور قومی ترانے سے اپنی خوشی اور خلوص کا اظہار کیا۔ اس کے بعد بادشاہ ملکہ اور مسٹر و مسز چیمبرلین اندر تشریف لے گئے۔

ان دنوں سینما میں چیمبرلین کے سفر کی تصویریں دکھائی جا رہی ہیں۔ اخباروں میں ان کی زندگی کے حالات اور ان کی کوششوں کی تعریفیں چھپ رہی ہیں۔ ان کی یہ کامیابی کس اعزاز کی مستحق ہے ...... اس کے متعلق رائے زنی ہو رہی ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ بادشاہ اپنے نائب آف دی گارٹر کا مرتبہ عطا کریں گے بعضوں کا خیال ہے کہ اس سال کے "نوبل پیس پرائز" کا اگر کوئی حقدار ہے تو مسٹر چیمبرلین۔

جنگ کے بادلوں کا چھٹ جانا خصوصاً جب کہ اس کی امید جاتی رہی تھی لوگوں کو اتنا غنیمت معلوم ہو رہا ہے کہ فی الحال عام طور سے لوگ اس کی پروا نہیں کر رہے ہیں کہ صلح کس طرح اور کس قیمت پر ہوئی۔ تاہم چند دوراندیش لوگ اس وقت بھی یہ سوال کر رہے ہیں کہ "اس امن کی قیمت کیا ہے؟" یا "یہ امن ہے یا مہلت؟" کیونکہ یہ جرمنی کی طاقت کی سب سے بڑی اور زبردست کامیابی ہے یہ طاقت اور کیا رنگ دکھائے گی؟ کیا "سوڈیٹن لینڈاز" لے چکنے کے بعد ہٹلر خاموش رہے گا؟ نہیں تو اس کے مزید مطالبے کیا اسی طرح سے مان لئے جائیں گے؟ یہ سوالات اور شکوک ہیں جو کہ سیاست سے واقف اور غور و خوض کے عادی لوگوں کے دل میں پیدا ہو رہے ہیں لیکن عام طور سے لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

چیکوسلواکیا اور جرمنی

(از محترمہ شائستہ اختر سہروردیہ بی اے آنرس مقیم لندن)

جن کو بین الاقوامی امور سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے اور جو گذشتہ چند سالوں کے واقعات کا غور سے مطالعہ نہیں کر رہے تھے وہ کسی قدر تعجب سے ماہ ستمبر کے واقعات کو دیکھ رہے ہوں گے جنہوں نے جرمن اور چیکوسلواکیا کے جھگڑے کو دنیا کا اہم ترین سوال بنالیا ہے اور جس پر لاکھوں انسانوں کی جانیں قربان ہونے کو ہیں۔ اس جھگڑے کو پوری طرح جاننے کے لئے گذشتہ تاریخ اور واقعات کا جاننا ضروری ہے۔

چیکوسلواکیا جنگ عظیم کے بعد پیدا ہوا یعنی یہ ان نئے ملکوں میں سے ہے جن کو Treaty of Versailles نے شکست پانے والے ملکوں کے ٹکڑوں سے بنایا۔ چیکوسلواکیا تین قوموں کی مشترکہ اسٹیٹ ہے۔ چیک۔ سلاو۔ اور جرمن یہ جرمن جرمنی کے نہیں بلکہ آسٹریا کے ماتحت تھے۔ یعنی قومی لحاظ سے ایک ہیں پر ملکی لحاظ سے جرمنی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور انہوں نے گذشتہ چند ہفتوں کے علاوہ کبھی جرمنی سے ملنے کی خواہش نہیں کی تھی۔ یہ چیکوسلواکیا میں اقلیت کا درجہ رکھتے ہیں اور جیسا کہ ہر ملک کی اقلیت کو تکالیف ہوتی ہیں انہیں بھی تھیں کہ اکثریت ان کے پورے حقوق انہیں نہیں دیتی۔ پر یہ شکایت شروع شروع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی اور اگر "نازی" حمایت اور نازی پروپیگنڈا اسے نہ ملتا تو ہرگز ہرگز خوفناک صورت اختیار نہیں کر سکتی تھی جو اُس نے کر لی تھی۔ ہٹلر کا جب سے جرمنی میں دور دورا ہوا تب سے وہ اس کوشش میں مشغول ہے کہ جہاں جہاں بھی جرمن موجود ہیں انہیں وہ جرمنی کے احاطہ حکومت میں لے آئے۔ شروع شروع میں اس نے صاف صاف اپنے مطلب کا اظہار نہیں کیا لیکن حال میں توڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دیا ہے کہ جتنے جرمن، جرمنی سے باہر ہیں جب تک انہیں جرمنی کی حکومت کے ماتحت نہ کرلے گا چین سے نہ بیٹھے گا۔ جرمنی کی حمایت نے چیکوسلواکیا کے جرمنوں کو جنہیں سوڈین جرمن کہتے ہیں بھڑکایا۔ اور چیک گورنمنٹ کی یکے بعد دیگرے چار تجاویز کو جو کہ اقلیتوں کو قریب قریب ممکن آزادی دے رہی تھی رد کر دیا۔ ہٹلر کی ۱۱ ستمبر کی تقریر کے بعد دنیا کو یہ یقین ہو گیا کہ "سوڈین جرمنوں" کی نہ صرف یہ خواہش ہے کہ وہ چیکوسلواکیا کے ساتھ رہیں بلکہ چاہے چیکوسلواکیا اور بھی مزید حقوق انہیں کیوں نہ دے پر وہ سرے سے چیکوسلواکیا سے علٰحدگی ہی چاہتے ہیں۔ لیکن چیکوسلواکیا ان کو جرمنی کے سپرد کر دینے پر تیار نہ تھی۔ کیونکہ چیکوسلواکیا کے سب سے زرخیز حصے ایسے ہیں جن میں "سوڈین" بسے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ کونسی قوم ہے جو کہ اپنے ملک کا ایک حصہ کسی اور کو بے چون وچرا دے دینے پر آمادہ ہو۔ اور ہر ہٹلر تلا ہوا تھا کہ "میں سوڈین" کی مدد کروں گا یا بہ الفاظ دیگر چیکوسلواکیا پر حملہ کروں گا۔

دنیا ابھی سوچ فکر میں تھی کہ چیمبرلین وزیراعظم برطانیہ کا ہٹلر سے بذات خود ملنے جانے نے امید کی ایک لہر دوڑا دی ہٹلر اور چیمبرلین نے تین گھنٹے گفتگو کی جس کے بعد چیمبرلین واپس لندن آئے اور فرانس کے منسٹروں کے ساتھ صلاح کرکے یہ فیصلہ کیا کہ چیکوسلاواکیا کو یہ صلاح دی جائے کہ وہ "سوڈین جرمنی" کا حصہ ہٹلر کو دے دے۔ چیکوسلاواکیا نے باول ناخواستہ یہ صلاح مان لی۔ تاہم کسی قوم سے یہ امید رکھنا کہ وہ ایسے فیصلہ پر بالکل ہی آمنا وصدقنا کہے گی فضول ہے۔ چیکوسلاواکیا کی گورنمنٹ نے تو وعدہ کرلیا کہ وہ برطانیہ و فرانس کی صلاح کے مطابق سوڈن علاقہ کو جرمنی کے حوالے کردے گی پر چیکوسلاواکیا کے لوگ اس فیصلے پر بہت ہی جز بز تھے۔ خیر چیمبرلین یہ پیام لے کر ہٹلر کے پاس واپس گئے اور جانے کا مقصد یہ تھا کہ "سوڈن حصوں" کو جرمن کے حوالے کرنے کے متعلق باتیں ہوں گی۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ باتیں شروع ہوں چیمبرلین نے یہ وعدہ چاہا کہ گفتگو کے دوران میں چیکوسلاواکیا پر حملہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اگرچہ چیکوسلاواکیا "سوڈین علاقے" دینے پر راضی ہوچکا تھا تاہم اس کے خلاف جرمن پروپیگنڈا جاری تھا اور جنگی تیاریوں میں بھی کسی طرح کی کمی نہ تھی۔

ہٹلر نے یہ وعدہ دینے سے انکار کیا اور دنیا کی جو امید بندھی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ چیمبرلین واپس آگئے۔ واپسی کے وقت ہٹلر نے ان کو ایک "پلین" چیکوسلاواکیا کے متعلق دیا جس میں چیکوسلاواکیا سے اس کے وہ مطالبات تھے جو اگر یکم اکتوبر تک پورے نہ کئے گئے تو ہٹلر چیکوسلاواکیا پر حملہ کردے گا۔ یہ مطالبات چیمبرلین نے بغیر کسی کی صلاح کے چیکوسلاواکیا بھیج دیا۔ اور چیکوسلاواکیا نے ان کے پورے کرنے سے انکار کردیا۔ یہ مطالبات ایسے ہیں کہ فرانس و برطانیہ چیکوسلاواکیا پر ان کو قبول کرنے کے متعلق انصافاً کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈال سکتے۔ ہٹلر سوڈین علاقے لینا چاہتا تھا۔ اس عذر پر کہ اس میں جرمن بسے ہوئے ہیں اور وہ جرمنوں کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ انگلستان اور فرانس نے چیکوسلاواکیا کو یہ صلاح دی کہ وہ یہ علاقے دے دے۔ لیکن اس شرط پر کہ یہ حصے امن اور اتحاد کے ساتھ چیکوسلاواکیا سے لئے جائیں گے۔ یعنی جو چیک ان علاقوں میں ہیں ان کو دوسرے علاقوں میں چلے آنے کا موقعہ دیا جائے گا اور جن علاقوں میں جرمن آبادی کم ہے وہاں ووٹ لئے جائیں گے اور چیکوسلاواکیا کے باقی ماندہ حصوں کی حفاظت کا ذمہ انگلستان اور فرانس کے ساتھ جرمنی بھی لے گا۔ لیکن جرمنی کو اس طرح سے علاقوں کا منتقل ہونا منظور نہ تھا اور نہ وہ چیکوسلاویکیا کے باقی ماندہ حصوں کی حفاظت کا ذمہ لینے پر تیار تھا۔ بلکہ جرمن پولس کی حمایت پر پولینڈ اور ہنگری نے چیکوسلاویکیا کے وہ علاقے مانگے ہیں جن میں پول اور ہنگری بسے ہوئے ہیں۔

۲۶ ستمبر کی تقریر میں ہٹلر نے اپنے مطالبات دوبارہ پیش کئے اور ان کے پورا نہ ہونے کی صورت میں چیکوسلاواکیا پر حملہ کردینے کا اعلان کردیا۔

دنیا کی تاریخ میں یہ چار دن بھی یادگار رہیں گے جب کہ خلقت جنگ کے گھرتے ہوئے بادلوں کو بے بسی سے دیکھ دیکھ رہی ہے۔ یکم اکتوبر تک اگر کوئی صورت پیدا نہ ہوئی اور بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تو دنیا پھر کشت و خون

کے میدان میں اُتر آئے گی اور یہ لڑائی کتنی فضول، کتنی بیکار ہوگی؟ دنیا میں جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں وہ فرض کی وجہ سے ہوتی ہیں پر اس لڑائی کے لئے تو یہ عذر بھی نہیں۔ ہٹلر کے تمام حریصانہ مطالبے پورے کئے جا رہے ہیں پھر بھی کامیابی کے نشہ سے چور اور فتح کی شراب سے مخمور ہٹلر کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی قوم کو کچلے بغیر اس کے دل کو ٹھنڈک نہیں ہوتی دکھائی دیتی وہ نہ صرف "سوڈن علاقے" چاہتا ہے بلکہ چیکوسلاواکیا کو قلع قمع کردینے پر تلا ہوا ہے پر چیکوسلاواکیا کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اس کی طاقت اتنی بڑھ جائے گی کہ فرانس اور برطانیہ اس کی اجازت نہیں دے سکتے اور ان کو اپنے حسب وعدہ چیکوسلاویکیا کی مدد کو جرمنی سے لڑنا پڑے گا اور ان کا جنگ میں آنا دوبارہ ایک جنگ عظیم کا شروع ہونا ہے۔ یورپ کی تقریباً ہر قوم کو کچھ نہ کچھ معمہ درپیش ہے جس کو حل کرنے کے لئے جنگ میں شامل ہونا پڑے گا۔ غرض وہ آگ سلگے گی جس کا نتیجہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ تہذیب، تمدن، تعلیم، کچھ بھی اس کے بعد باقی نہ رہے گا۔

نوٹ:۔ ہٹلر کا مطلوبہ علاقہ چیکوسلاواکیا نے جرمنی کے حوالے کردیا ہے اور اس طرح صلح ہو جانے سے جنگ کا خطرہ دور ہوگیا، ورنہ یکم اکتوبر کے بعد جنگ کے یہ خوفناک بادل ہٹانے ممکن نہ تھے۔

(ایڈیٹر)

(بقیہ صفحہ ۳۸۴) منذ لک ہو جانے کے بعد بھی عورتوں کو شوہر کی طرح مساوی حق رہتا ہے۔ عورت اور مرد کی ذاتی ملکیت شادی کے بعد بھی اپنی اپنی رہتی ہے، ایک کی ملکیت میں دوسرے کو کچھ اختیار نہیں۔ ہاں شادی کے بعد کی ملکیت خواہ وہ شوہر کی حاصل کردہ ہو یا بیوی کی وہ مشترکہ سمجھی جاتی ہے۔ اس ملکیت کو شوہر یا بیوی بغیر ایک دوسرے کی مرضی کے فروخت نہیں کرسکتے۔ طلاق کا رواج عام نہیں ہے، ضرورت لاحق ہونے پر مرد اور عورت اپنی اپنی شادی کے قبل کی ملکیت لے لیتے ہیں اور مشترکہ ملکیت آدھی آدھی تقسیم کرکے گاؤں کے مکھیا اور سرداروں کی رائے سے طلاق حاصل کرلیتے ہیں۔ برما کی مسلمان عورتیں بھی عام طور پر انہیں رسم و رواج کی تائید کرتی ہیں۔ پردہ کا تو وہ نام بھی نہیں جانتیں۔ اس لئے یہاں مسلم اور غیر مسلم عورتوں کی شناخت بہت دشوار ہے۔ برما کی عورتوں میں سگار کا استعمال بکثرت ہے۔ لیکن آج کل جوان عورتیں فیشن کے سبب سے سگریٹ ہی زیادہ استعمال کررہی ہیں ان کو رقص و راگ سے بھی کافی دلچسپی ہے۔ یہاں مجموعی رقص (گروپ ڈانس) بہت مشہور ہے۔

زنانہ تعلیم زیادہ نہیں ہے لیکن اب اس کے لئے بہت کوشش کی جارہی ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کا خاص انتظام کیا جارہا ہے۔ نسائی تعلیم کے بڑھنے سے یہاں کی عورتیں تجارت وغیرہ میں اور بھی زیادہ ترقی کرسکتی ہیں۔

شہر بانو

جتنی آزادی برما کی عورتوں کو حاصل ہے دنیا کے کسی اور ملک کی عورتوں کو نہیں۔ برما کے مرد آرام پسند، سُست اور کاہل ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی عورتیں پیدائشی تاجر مانی گئی ہیں۔ وہ دُشوار سے دُشوار کاموں سے بھی نہیں گھبراتیں بلکہ اہم فرائض کی ادائیگی انہیں کے سر ہوتی ہے۔ تجارتی کاروبار میں مردوں کا عورتوں پر سبقت لے جانا دشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ دوسرے ممالک کی عورتوں کی طرح ان میں بزدلی بالکل نہیں ہوتی۔ کوئی بھی مرد اپنے کاروبار کی تکمیل بغیر اپنی بیوی کے مشورہ کے انجام نہیں دے سکتا۔

برما کی تجارت گویا عورتوں ہی کا حصّہ ہے۔ گاؤں کی دُکانیں تو بالکل انہیں کے ہاتھوں میں رہتی ہیں بلکہ کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو صرف اپنے ملک ہی کی تجارت پر اکتفا نہیں کرتیں بلکہ دوسرے ممالک کے ساتھ بھی نہایت کامیابی اور حسن وخوبی کے ساتھ تجارت کرتی ہیں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ تجارت میں حصّہ لینا غریب یا اوسط درجہ کی عورتوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ امیر لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بھی بازار میں دُکان کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ بازار کی زیادہ تر دُکانیں امرا ہی کی عورتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ اپنی دُکانیں نہایت ہی سلیقہ سے آراستہ رکھتی ہیں۔ خریداروں کے ساتھ ایسے اخلاق اور خوش کلامی سے گفتگو کرتی ہیں کہ دُکان سے بغیر کچھ خریدے شاید ہی کوئی واپس جاتا ہو۔

تجارت کے سوا یہاں کی عورتیں حُسن وخوبی میں بھی بہت سے ممالک سے بڑھی چڑھی ہوئی ہیں۔ ان کے چہرے میں ایک ایک خاص قسم کی دلکشی ہوتی ہے جو اور ممالک کی عورتوں کو میسر نہیں۔ یہ اپنے کو خوبصورت کپڑوں سے ملبوس کرنا بھی خوب جانتی ہیں۔ پانچ فٹ مربع کی ایک پٹی سینے پر باندھتی ہیں۔ پٹی کے اوپر ایک خوبصورت سوتی یا ریشمی ڈھیلی سی جاکٹ پہنتی ہیں۔ کندھے پر شوخ رنگ کا ایک بڑا سا رومال پڑا رہتا ہے۔ یہاں سر ڈھانکنے کا رواج بالکل نہیں ہے اس لئے سر ہمیشہ کُھلا ہی رکھتی ہیں اور سر کے بالوں کو جال کی طرح بنا کر اس خوبی سے سنوارتی ہیں کہ دیکھنے سے بہت دلکش معلوم ہوتا ہے۔ چلتے وقت ہاتھ میں ایک خاکی رنگ کی چھتری رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی رفتار و گفتار اور طرز کلام بھی دلربا اور جاذبِ نظر ہوتے ہیں۔

برمی عورتوں کو شادی وغیرہ میں بھی بہت آزادی حاصل ہے۔ یہاں کے مرد اور عورت دونوں کے لئے ازدواجی زندگی میں منسلک ہونے میں والدین یا بزرگوں کی رائے ضروری نہیں۔ یہ خود ہی اپنی اپنی طبیعت سے شریک حیات اور شریک زندگی کا انتخاب کر لیتی ہیں۔ انتخاب کا قاعدہ یہ ہے کہ مرد اور عورتیں آزادانہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مرد کو جس لڑکی سے شادی کی خواہش ہوتی ہے اُس کے گھر جا جا کر ایک عرصہ تک اُس کی طبیعت اور مذاق کا اندازہ کرتا ہے۔ جب وہ ہر صورت سے مزاج کے مطابق ثابت ہوتی ہے تو وہ دونوں ازدواجی زندگی میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں (بقیہ دیکھئے صفحہ ۳۸۳ پر)

جاپانی بچوں کی تربیت

سات سال سے میرے ماحول میں جاپانی بچے رہتے ہیں۔ ہر آنے والی خوشگوار صبح کو جب کہ میں بستر ہی پر پڑی انگڑائیاں لیتی ہوتی ہوں بچوں کی نرم وشیریں آوازیں کانوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ جاپانی بیویاں اپنے اپنے شوہروں کو کام پر رخصت کرنے کے لئے "اِتے اراشائی" کہنے (سلامتی سے واپس آیئے) دروازوں پر آتی ہیں۔ بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ اور وہ روزانہ ماں کا یہ طرزِ عمل دیکھتے دیکھتے خود ہی عادی ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ بچے بھی اپنے بڑے بہن بھائیوں اور باپ کو توتلی زبان زبان میں اِتے اِراشائی کے شیریں اور بلند نعروں سے خوشی خوشی رخصت کرتے ہیں۔

بلاناغہ دیکھنے میں آتا ہے کہ پڑوس کے چھوٹے چھوٹے پُھلواسے بچے جن کا شغل صرف کھانا اور کھیلنا ہی کہا جاسکتا ہو اپنے ہمجولیوں کے نام کے آخر میں صاحب صاحب لگا کر ان کے دروازوں پر جاجا کر پکارتے ہیں کہ آیئے کھیلیں۔ اتفاق سے اگر ان کے دوست کسی وجہ سے کھیل میں شریک نہیں ہوسکتے تو وہ بھی ادب کے ساتھ بھاکر معذرت کرتے ہیں کہ اس وقت فرصت نہیں تھوڑی دیر بعد کھیلیں گے۔ پکارنے والے بچے ایسے سنجیدہ ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ان کا عذر سُن کر واپس چلے جاتے ہیں اور کوئی حیل حجت نہیں کرتے۔

ہم عمر بچے آپس میں محبت سے گھروں کے سامنے سڑکوں پر قسم قسم کے کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ کیا مجال جو لڑائی جھگڑا یا تو تو میں میں ہو اور نہ ایک دوسرے کو چڑائے جلائے گھنٹوں سکون واطمینان سے کھیلا کرتے ہیں۔ بارش سے گھبراتے ہیں اور بڑوں کی طرح کہتے ہیں کہ جب بارش ہوتی ہے تو بچوں کو کھیلنے کی تکلیف ہوتی ہے میں نے بجنسہ ان کے جاپانی فقروں کا ترجمہ کیا ہے۔ دو برس کے چھٹاپے بڑاپے کے بہن بھائیوں میں اگر چھوٹے سے کوئی نازیبا بات ہوجائے تو بڑا گردن مٹکا مٹکا کر اس انداز سے سمجھاتا ہے کہ انسان کھڑا دیکھا کرے اور ان کی تربیت کی داد دیا کرے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ سمجھانے والی شخصیت ابھی خود ہی طفلِ دبستاں ہے پھر بھی اس میں اتنی سمجھ موجود ہے کہ دوسرے کو سمجھا اور بہلا سکے۔ گھر والے بھی اس قدر مطمئن ہیں کہ پلٹ کر خبر نہیں لیتے کہ بچے کیا کر رہے ہیں۔ جاپانی ابتدا سے اپنی اولاد کو ذمے دارانہ زندگی کا اہل بناتے ہیں۔

جاپانی مائیں کبھی بھول کر اپنے بچوں کو اُنگلی نہیں لگاتیں۔ مار پیٹ کیسی وہ سخت کلامی سے بھی پیش نہیں آتیں۔ اُٹھتے بیٹھتے دھول دھپّے اور ڈانٹ ڈپٹ سے قطعی پرہیز کرتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کے بچے ماں باپ کے اشارہ پر چلتے ہیں بچوں کی غلطیوں پر انہیں نرمی سے سمجھاتی ہیں۔

ڈنر۔ پارٹیوں۔ جلسوں وغیرہ کے علاوہ مائیں ہمیشہ بچوں کو ساتھ رکھتی ہیں۔ ہر سیر گاہ میں بچے بڑوں سے زیادہ موجود ہوتے ہیں۔ ماں باپ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بچوں کو ہر چیز سے آگاہ کیا جائے اور لاعلم نہ رکھا جائے۔ چنانچہ میرا گہرا مشاہدہ ہے

کہ میں نے کبھی جاپانی بچوں کو ریل۔ ٹریم۔ بس۔ انڈر گراؤنڈ ریلوے۔ اسٹور۔ لفٹ۔ ریسٹورنٹ۔ ہوٹل۔ تماشے۔ باغات۔ ہسپتال۔ سنیما۔ نمائش۔ غرض یہ کہ دنیا بھر کی تفریحات میں کسی جگہ ہکا بکا نہیں دیکھا۔ بلکہ بڑوں کی طرح اطمینان سے چلتے پھرتے دیکھتے بھالتے نظر آئیں گے۔ یہاں اسٹوروں دکانوں میں تمام چیزیں کھلی پڑی رہتی ہیں۔ کبھی کوئی چیز نہیں اُٹھاتے اور نہ نئی نئی چیزیں دیکھ کر بلبلائیں۔

ہر جاپانی بچہ کے دل میں مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے تعلیم کا پورا پورا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ اور یہ والدین کی اعلیٰ تربیت کا طفیل ہے خصوصاً ماں کی۔ وہ بچوں کو دلچسپ کہانیاں سناتی ہے اور گیت سکھاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ٹولیاں بنا بنا کر گیت گاتے ہیں اور ناچتے جاتے ہیں۔ ناچنے گانے کا مادہ ہر بچہ میں فطرتاً موجود ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچے بغیر کودے اُچھلے ہرگز نہیں رہ سکتے۔ یہ کودنا اُچھلنا کیا ہے ناچ ہی کی ایک قسم ہے متمدن قومیں ناچ گانے کو ہنر سمجھتی ہیں۔ اور ان کی باقاعدہ تعلیم دیتی ہیں۔ یہ بُری باتوں اور بُری صحبتوں سے بچانے کے لئے کیسے اچھے طریقے ہیں۔ برلاس صاحب کو بچوں سے بہت دلچسپی ہے اور وہ عمر بھر سے ان کا مطالعہ کرتے آئے ہیں۔ یہاں کوئی چار برس سے بچوں کے گیت جمع کر رہے ہیں۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے اب تک ڈھائی سو گیت جمع ہوئے ہیں۔ ہندوستانی زبان میں ترجمہ بھی کر لیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے ملک کے بچوں اور ان کے والدین کو فائدہ پہنچائیں۔ چنانچہ ان کی طباعت کا انتظام کر رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کے والدین ان گیتوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ بچوں کو کس طرح سدھایا جاتا ہے۔ مائیں وقتاً فوقتاً پرائمری مدارس میں بچوں کو ساتھ لے جاکر وہاں کے کھیل دکھایا کرتی ہیں۔ غرض ہر ہر طریقہ سے مدرسہ میں جانے کا شوق بڑھاتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ بچہ کا شوق رفتہ رفتہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ اپنے ساتویں سال کی گھڑیاں گننے لگتا ہے۔ کیونکہ اسی عمر میں مدرسہ کا داخلہ لازمی ہے۔ ساتواں سال لگتے ہی مائیں بچوں کو ساتھ لے کر ان کے مدرسہ کی ضرورت کی چیزیں خریدنا شروع کر دیتی ہیں جس سے بچے خوش ہوتے ہیں اور تعلیم کا شوق دوگنا ہوجاتا ہے۔ مثلاً وردی۔ چھتری۔ برساتی۔ برف اور بارش میں گھٹنوں تک پہننے کا ربڑ کا جوتا۔ مدرسہ کے کمروں میں پہننے کے سلیپر۔ کمر پر باندھنے کا بستہ۔ قلمدان۔ کتابیں۔ کاپیاں وغیرہ کھانے کا ڈبّہ۔ کُشن۔ شروع شروع میں تین چار روز مائیں بچوں کے ساتھ مدرسہ جایا کرتی ہیں۔ بچے جماعتوں میں چلے جاتے ہیں اور یہ کمروں یا برآمدوں میں ان کا انتظار کیا کرتی ہیں چھٹی ملنے پر اپنے ساتھ لے کر آتی ہیں۔ ماؤں کو کئی دن تک یہ ڈیوٹی بھگتنی پڑتی ہے۔ سال کے شروع میں مدرسوں میں ماؤں کی کثرت ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ بچے مانوس ہوجاتے ہیں اور اکیلے جانے لگتے ہیں۔ اب یہ ننھی منی سی جان لدّو بیل کی طرح لدی پھندی روزانہ مدرسہ جایا کرتی ہیں۔ پیٹھ پر بستہ اور کُشن بندھا ہوتا ہے ہاتھ میں سلیپر کی تھیلی اور کھانے کا ڈبّہ لٹکا رہتا ہے۔ اب یہ خود اپنی تمام چیزوں کے محافظ ہیں۔ شروع سے بڑے بہن بھائیوں کو دیکھتے آئے ہیں ذرا نہیں گھبراتے اور نہ کبھی کوئی چیز بھولیں۔

مائیں چھوٹے بچوں بچوں کی ادنیٰ تابعدار ہیں جس طرح نچاتے ہیں خوش خوش ناچتی ہیں۔ یہ کہے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ جاپانی مائیں

بچوں کی پرورش اور تربیت کی پوری اہل ہیں۔ اُنہوں نے خوش قسمتی سے اپنے زمانہ ناکتخدائی میں مدرسوں میں تربیت اولاد کی تعلیم پائی ہے۔ ماہرانِ تربیت بچگان کے لکچر سُنے ہیں۔ امتحانات پاس کئے ہیں۔ گھروں میں اپنی ماؤں کا برتاؤ خود اپنے ساتھ اور اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مشفقانہ دیکھا ہے گویا عملی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی وہ ہمیشہ مطالعہ کرتی ہیں۔ حاملہ عورتیں وہ کتابیں جو بچوں کی پرورش پر لکھی گئی ہیں ضرور پڑھتی ہیں۔ اخبار اور رسالوں میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں ان سے بھی فائدہ اُٹھاتی ہیں اور ان کے قطعات کاٹ کاٹ کر جمع کرتی رہتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً ریڈیو میں لکچر ہوتے ہیں ان سے الگ مستفید ہوتی ہیں غرض یہ کہ جب صاحب اولاد ہوتی ہیں تو جہالت اور الھڑپن سے دور بلکہ پوری معلومات سے واقفیت پیدا کرکے اور مزید معلومات کے لئے تشنہ رہتی ہیں۔

بچوں کی پرورش آسان کام نہیں۔ بڑے صبر وتحمل اور غور وفکر سے کرنی چاہیئے۔ ہندوستانی مائیں خدارا اپنی پوری توجہ اس طرف منعطف کریں۔ سمجھدار مائیں اگر اپنے بچوں کا مستقبل روشن دیکھنے کی آرزومند ہیں اور یہ چاہتی ہیں کہ ان کے لخت جگر آگے چل کر کسی کام کے قابل ہوں تو ابتدا سے ان کی پرورش اور تربیت کا خیال رکھیں۔ شروع سے بچوں کو اپنی ذمے داری کا احساس کرائیں۔ ہر وقت کی روک ٹوک اور زدوکوب سے للہ پرہیز کریں کہ یہ وحشیانہ سلوک بچوں کے حق میں زہر ہے۔ سوائے اس کے کہ مار پیٹ سے بچوں میں سے شرم وحیا کا مادہ سلب ہوجائے حاصل کچھ نہیں۔ بچوں میں نئے نئے سوالات کرنے کا قدرتی میلان ہے ماں کو چاہیئے کہ ان کے سوالات کے جواب مناسب اور سہل طریقہ سے دے۔ اور بھی ان کے سوالات سے نہ اُکتائے۔ اور نہ جھوٹ اور ٹالنے کی بات ان سے کہے۔ بچوں کو کھیلنے کودنے پر منع کرنا آئندہ کی ترقی کو ملیامیٹ کرنا ہے۔ انہیں کامل آزادی کے ساتھ کھیلنے دو تاکہ وہ اچھے بُرے میں اپنی طبیعت پر زور ڈال کر خود ہی تمیز کرنا سیکھیں۔ آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اس حق کو اپنی جہالت سے دوسروں سے مت چھینو۔ غلطیاں بھی انسانوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ بچوں کو فرشتہ مت سمجھو۔ غلطیاں کرنے دو اور خود ہی ان میں اصلاح کرنے کا مادہ پیدا ہونے دو۔

مسز برلاس از ٹوکیو

(بقیہ صفحہ ۳۹۰) اور ایک شدید زلزلہ سے اس کا بڑا گنبد ٹوٹ کر گر گیا اور قربانگاہ وغیرہ بھی ٹوٹ گئیں ۱۳۴۶ء میں پھر اس کی تعمیر ہوئی اور جب سے یہ عمارت مسلمانوں کے ہاتھ آئی ہے اس وقت سے ایسا کوئی شدید حادثہ نہیں ہوا جس سے یہ بالکل تباہ ہوجاتی ماہران تعمیر لکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں اور کہیں عیسائیوں نے اصول فن کی رو سے اتنا مکمل اور ایسا عالیشان گرجا نہیں بنایا گو مسلمانوں نے اس میں بہت سی چیزیں جو ممنوع اسلام تھیں میٹ دی ہیں لیکن عمارت کے ساتھ اُس زمانہ کی بہت سی چیزیں اب تک باقی ہیں مثلاً ایک سنگ مرمر کا بہت بڑا مشکاہ جو وسط مسجد میں پانی سے بھرا اب تک رکھا رہتا ہے۔ ہر مسلمان کا دل یہ دیکھ کر مسرور ہوتا ہے کہ کیسے کیسے انقلابات کے بعد یہ سرزمین ان کی عبادت گاہ ہے اور کس طرح خدائے پاک نے رسولؐ کی پیشین گوئی پوری کی قسطنطنیہ میں آج تمام اسلامی امور اسی مسجد میں ادا کئے جاتے ہیں۔

سعیدہ ضمیرالدین

زندگی کی کشتی

(۱)

ساحل پر ایک کشتی پڑی ہوئی تھی میں اس میں سوار ہوگئی نہ معلوم کب؟ تمام کشتی والوں نے پُرجوش خیر مقدم کیا۔ ہر طرف خوشی نظر آنے لگی۔ دریا کا پانی جوش مسرت سے اُچھلنے لگا۔ میں ہر احساس سے بے خبر تھی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی بھی خبر نہ تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میں کیونکر اور کب سوار ہوئی۔ لیکن میرے ہمسفر خوش تھے اور بعض حد سے زیادہ خوش۔ میں نہیں جانتی تھی کہ کیوں؟ مجھے ہر چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پانی کا غصے سے اچھل اچھل کر منہ پر کف لے آنا میرے لئے ایک تماشہ تھا۔ اور ہمیشہ کے لئے فنا کر دینے والے گرداب، ایک کھیل۔

(۲)

یکایک میری کشتی ایک خوبصورت آبشار سے گزری۔ میری آنکھیں کھل گئیں مجھے ہر چیز میں ایک دلکش رنگ نظر آنے لگا۔ پچھلا سفر نظروں سے گر گیا۔ اب دریا کی رفتار میں ایک دلربائی پیدا ہوگئی تھی۔ اور بھنور اور گرداب اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے کشتی کا رنگ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اتنے عرصہ میں اُس کے اندر کچھ آئے اور کچھ چلے گئے۔ لیکن محفل کی رونق میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ کشتی کے ایک گوشے میں ایک ضعیف شخص سجادہ بچھائے یادِ الٰہی میں مصروف تھا۔ اور دوسری جانب ایک طرف نفاق کے مہلک شعلے بھڑک رہے تھے۔ دوسری طرف دنیا کی اور اور دلچسپیاں موجود تھیں۔ کچھ باجے رکھے تھے اور ان کے میٹھے سُروں سے وجدانی نغمے پھوٹے پڑتے تھے۔ میں بے اختیار اس طرف دوڑ پڑی۔ اور ابدی خوشی کے شوق میں بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

(۳)

میری کشتی نے ایک خطرناک آبشار طے کیا۔ اب مجھے ہوش آ گیا تھا۔ اب نہ وہ دلچسپیاں باقی رہی تھیں۔ نہ کشتی کی رفتار میں وہ رنگینی۔ ہر چیز نظروں میں ہیچ اور فانی معلوم ہوتی تھی۔ دریا کی رفتار میں تندی۔ اور گردابوں میں بے رخی کا اثر نمایاں تھا۔ مجھے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جن کو میں دلچسپیاں سمجھ رہی تھی وہ حقیقت نہ تھی بلکہ فطرت نے بدکرداری اور عیش پرستی کو خوبصورت کپڑوں میں ملبوس کر دیا تھا۔ اب میں بیدار ہو چکی تھی۔ اور نتیجہ کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ مجھے کسی چیز سے محبت نہ رہی تھی بلکہ ہر چیز بھدی اور بے رونق معلوم ہوتی تھی۔

یکایک دریا کے پانی میں ایک شدید مدو جزر پیدا ہوا اور موت کے ایک جھونکے نے مجھے ہمیشہ کے لئے بے خبر کر دیا۔

ایس۔ ایف بنت عزیز الحسن جعفری

ایا صوفیہ

اسلامی ممالک میں ترکی وہ ملک ہے جہاں مسلمانوں نے اپنی پچھلی عظمت و شان کو برقرار رکھ کر اور بہت سی قربانیاں کر کے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام وہ مذہب نہیں ہے جو زندگی کا ایک جزو ہو بلکہ وہ تمام زندگی ہے۔ جب ترکی کا نیا دور شروع ہوا تو قرآن شریف کے ترجمہ کے لئے ایک خاص ایکٹ بنایا گیا اور پارلیمنٹ کی زیرنگرانی ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کی زیرنگرانی ترکی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ ملک کے بہترین ادیبوں اور مصنّفوں سے کرایا گیا۔ اس پر حکومت کے ہزاروں پونڈ خرچ ہوئے۔ جب یہ مکمل ہوا تو ہزاروں انسانوں کو اس کے سننے کی دعوت دی گئی۔ جب یہ ترجمہ پڑھا گیا تو ایا صوفیہ میں اتاترک تعظیماً کھڑے ہوئے زار زار رو رہے تھے۔ قسطنطنیہ مساجد کی کثرت کے لئے مشہور ہے۔ ان مسجدوں میں ایا صوفیہ کی چند خصوصیات کی بنا پر خاص عزت و شہرت ہے۔ میں اس کے حالات اسی سبب سے بعض کتابوں سے اخذ کر کے لکھتی ہوں۔

یہ مسجد قسطنطنیہ میں واقع ہے جو اسلامی دنیا کا نہایت اہم گھر ہے اور جس کی یاد سے شاعر مشرق حضرت اقبال رح کے دل میں اسلامی جوش کا ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے:۔

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیا ۔۔۔ مہدیِ امت کی سطوت کا نشانِ پائدار
صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے ۔۔۔ آستانِ مسندآرائے شہ لولاک ہے
نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا ۔۔۔ تربت ایوب رض انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلماں! ملت اسلام کا دل ہے یہ شہر ۔۔۔ سینکڑوں صدیوں کی کشت و خون کا حاصل ہے یہ شہر

فتوحات کی تاریخ میں قسطنطنیہ سے بڑھ کر عجیب حالات کسی بڑے پایۂ تخت کے فتح ہونے کے نہیں ہیں۔ ایک روایت مقبول ہے کہ اس شہر کا فتح ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی تصدیق کے لئے لازم تھا اور یہ حدیث نبوی اب تک قسطنطنیہ میں جامع فاتح کے جو شاید سلطان محمد فاتح کے نام سے منسوب ہے ایک دروازہ پر لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ تم فتح کرو گے قسطنطنیہ کو پس مبارک ہے وہ امیر جو اس شہر کا امیر ہوگا اور مبارک ہے وہ لشکر جو اس کا لشکر ہوگا۔ اس حدیث کی تکمیل کے لئے آنحضرت ؐ کی وفات کے بعد اسلام کے سچے عاشق اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ایوب رض انصاری اس لشکر کے سرگروہ تھے۔ ان بہادر عربوں میں سے کچھ لڑائی میں کام آئے اور کچھ وبا کی نذر ہو گئے۔ ان شیروں کا خون بیکار کس طرح جاتا۔ ان کی شکست سے باقی مسلمان دل شکستہ نہیں ہوئے ان کی زندگی خدا اور رسول خدا کے حکم تعمیل تھی۔ اس کے بعد عربوں نے سات سال متواتر حملہ کیا اور پھر بغداد کے عروج کے زمانہ میں خلیفہ ہارون رشید آیا اور اسکدار سقوطری پر اس کا جھنڈا اکھڑ گیا لیکن خراج منظور کر کے صلح ہو گئی اسی طرح ایک زمانہ کے بعد عثمانی سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کر کے سلطنت رومی کا خاتمہ کر دیا۔

اسی سلطان کے وقت میں بوسینیا اور یونان بھی سلطنت عثمانیہ میں شامل ہوگئے۔ لیکن عثمانیوں کے فتحیاب ہونے کے بعد بھی رومی اس طرح جانیں لڑا رہے تھے کہ فاتحین شہر میں داخل نہ ہوسکے۔ اس وقت شیخ شمس الدین دابیض نے جو ولیٔ کامل مانے جاتے تھے خواب میں حضرت ایوب انصاری کا مزار دیکھا جس کو سُنکر مسلمانوں کے جسم میں شہیدوں کی یاد تازہ ہوگئی اور وہ ازسرِنو حملہ آور ہوئے۔ جب سلطان محمد فاتح شہر میں داخل ہوا تو شہر کے اکثر افراد سینٹ صوفیا کے گرجے میں پناہ گزین تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک کھڑکی کے مقابل جو دریچہ سے دکھاتی ہے اب تک پتھر کے ستون میں ایک ہاتھ کا نشان گڑا ہوا نظر آتا ہے جو محمد فاتح کا لگایا ہوا ہے۔ اس طرح سینٹ صوفیا کا گرجا اسلام کی ملک ہوکر ایا صوفیہ کہلایا۔ یہ ڈیڑھ ہزار برس سے عبادت گاہ خلائق چلا آتا ہے۔ پہلے یہ مشرقی یورپ کا سب سے بڑا اور سب سے مشہور گرجا تھا۔ جو ہر زمانہ میں اجڑنے کے بعد پھر آباد ہوتا رہا۔ اور اب ہزاروں انقلابات کی تصویر ہے۔ سب سے پہلے قسطنطین اعظم نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کے بیٹے کے عہد میں اس کی تکمیل ہوئی۔ مگر ساری محنت اور سارا روپیہ جلد برباد ہوگیا۔ کیونکہ چالیس سال کے بعد آگ نے اس کو پیوندِ زمین کر دیا۔ پھر طیوڈوسیوس ثانی نے اسے ازسرِنو تعمیر کیا مگر ایک سو ستر برس کے بعد پھر وہ جل کر راکھ ہوگیا۔ اس آتش زدگی کے چالیس دن بعد پھر قیصر جسٹینین نے اسے بنوانا شروع کیا۔ اب کی دفعہ قیصر نے ارادہ کیا کہ ایسا گرجا بنے کہ پہلے کہیں اس کی نظیر نہ ہو۔ تعمیر کا کام وہ خود اپنی نگرانی میں کرواتا تھا اور اس کی خاطر سے اُس نے اپنا آرام وچین چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ہر ادنیٰ واعلیٰ پر ایک خاص ٹیکس اس کے مصارف کے لئے لگایا تھا۔ ابھی اس گرجا کی عمارت زمین سے دو ہاتھ بلند نہیں ہوئی تھی کہ پینتالیس ہزار پونڈ خرچ ہوگیا اس طرح کل خرچ کا تخمینہ دس لاکھ پونڈ تھا کیونکہ جسٹنین پہلی عمارت سے زیادہ وسیع عمارت بنانا چاہتا تھا۔ اس وسعت کے لئے جب زمین حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ایک طرف خواجہ سرائے کی زمین تھی اور دوسری طرف ایک کفش دوز کی تیسری طرف ایک دربان کا مکان تھا اور چوتھی طرف ایک بیوہ بڑھیا کا گھر۔ چنانچہ اس زمین کے حصول کے لئے قیصر کو چند شرائط کی منظوری کرنی پڑی۔ خواجہ سرا نے اپنی خوشی سے زمین بادشاہ کی نذر کی لیکن کفش دوز نے یہ شرط کی کہ زمین کے اصلی داموں سے دُگنے دام دئے جائیں اور گھوڑ دوڑ کے دن اس کے میدان ہونے پر قیصر کی طرح اس کے لئے بھی خوش آمدید کے نعرے بلند ہوں۔ جب شرط منظور کر لی گئی تو وہ راضی ہوگیا دربان زمین بیچنے کے بے حد خلاف تھا لیکن اس کو گھوڑ دوڑ دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ جسٹنین کے ایک مشیر نے اسے عین دوڑ کے وقت بند کر دیا۔ اس پر اس کا شوق اور بھی بڑھ گیا اور جب وہ منتیں کرنے لگا کہ مجھے جانے دیجئے تو مکان کے بیع نامہ پر دستخط کراکے گھوڑ دوڑ دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اب رہ گئی غریب بیوہ عورت جس کی زمین کی قیمت پچاس پونڈ تھی لیکن اس نے کہا۔ اگر کوئی سونے کے پچاس قنطار بھی دے تو میں اپنا مکان نہ دوں گی۔ جب پیام بر نے بادشاہ سے آکر کہا تو خود بادشاہ اس کے گھر گیا اور کہا کہ یہ زمین اس نیک کام کے لئے دیدے۔ اس پر غریب عورت نے اس کو مقام مقدس کے خیال سے مفت نذر کی لیکن اس کی بھی ایک شرط تھی کہ اس کی قبر سینٹ صوفیہ کے ایک کونے میں بنے۔ یہ شرط منظور کر لی گئی۔ اس کے بعد یہ عمارت پانچ سال دس مہینے جاری رہی اور دسمبر ۵۳۷ء میں اس کی رسم افتتاح ادا کی گئی۔ اس بعد جسٹنین کی محنت بھی برباد ہوگئی

(باقی دیکھئے صفحہ ۳۸۷)

ایک زنانہ تہوار کے گیت

پھولوا کا گیئوں پھولواریا ہو بھونرا رہے ہیں لُبھائے بھونرا رہے ہیں لُبھائے

کھوجت نکسیں بلمُوا ہو بھونرا دیکھن منڈرائے بھونرا دیکھن منڈرائے

مَن پھول رُوپَوَن پُتری ہو ہُوت بلیہار جنائے ہوت بلیہار جنائے

بھنن بھنن کیں ہیں بھونرا ہو ای تو آن کوؤ آئے ای تو آن کوؤ آئے

اُوہے گوڑ دَن لوٹے بلمُوا ہو جی اُے جی رسیائے جی اُے جی رسیائے

چار پرک چالی گھوم پڑے ہو بھونرا پنہن رگڑا جائے بھونرا پنہن رگڑا جائے

بھنن بھنن بھاگے بھونرا ہو رسیا لیہن پچھوائے رسیا لیہن پچھوائے

جھانکر ن بھرانے رسیا ہو بھونرا اُپرے اوپر جائے بھونرا اُپرے اوپر جائے

جھاڑت پونچھت چلے آوین ہو رسیا مُنہا وُرمائے رسیا منہا ورمائے

جن جوتن اُوے جُونہ بھیا ہو بھونرن چھاجھ کری اے بھونرن چھاجھ کری اے

ہتھوَن لال پیئر پھولوا ہو گوری ٹھاڑھی مسکائے گوری ٹھاڑھی مسکائے

اے مے پھولن لوبھے رسیا ہو بھونرا لاگے بورائے بھونرا لاگے بورائے

مطلب:۔ (۱) میں پھول لانے پھلواری میں گئی بھونرا (مجھ پر) فریفتہ ہوگیا۔ (۲) میرے بلم (شوہر) مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے پھلواری میں آنکلے اور بھونرے کو (میرے گرد) منڈلاتے دیکھا (۳) اُنھوں نے خیال کیا، ہمارے من پھول (یعنی بیوی) کے روپ پر ہماری پتلی قربان ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ (۴) (داستے میں) بھونرا بھنبھنانے لگا (بھنبھناہٹ سُن کر وہ چونکے) (یہ تو کوئی غیر ہے ہماری پتلی نہیں۔ (۵) اور بس) دل ہی دل میں ناخوش ہوکر بلم اُلٹے پیروں واپس ہوئے (مگر) (۶) چار قدم جاکر پلٹ پڑے کہ بھونرا کو جوتے سے رگڑ ڈالنا چاہتے تھے (۷) (ان کے تیور پہچان کر) بھونرا بھنبھناتا ہوا بھاگا رسیا (شوہر) اس کے پیچھے دوڑے (۸) جھاڑی سے اُلجھ کر وہ گر پڑے بھونرا اوپر ہی اوپر نکل گیا (۹) جھاڑتے پونچھتے منہ لٹکائے رسیا آرہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے (۱۰) جس کی جوت سے چاندنی چھٹکتی ہو (افسوس کہ) وہ بھونرے کے سائے سے سیاہی لے۔ (۱۱) ہاتھوں میں لال پیلے پھول لئے گوری (یہ بلم کا بخشا ہوا اپنا لقب ہے) کھڑی مسکرا رہی تھی (۱۲) رسیا نزدیک پہونچے تو اُن سے کہا دیکھئے انہیں پھولوں کی لالچ میں بھونرا دیوانہ ہو رہا تھا۔ یہ کیف و انبساط میں ڈوبا ہوا گیت کس قدر دلچسپ ہے؛ جس کے دلنشین پیرایہ، شائستہ رنگینی، لطیف کنائے، نازک خیالی، شوخی اور شگفتگی کا جواب ملنا مشکل ہے۔ سب سے بڑھ کر وہ ڈرامیٹک طرز ادا ہے جس سے اور بھی چار چاند لگ گئے ہیں۔ دیکھئے جہاں بیوی نے یہ کہہ کر کہ بھونرا مجھ پر فریفتہ ہوگیا گویا خود کو پھولوں سے بڑھ کر حسین بتایا ہے!

وہاں شوہر کی والہانہ شیفتگی کا بھی یوں اظہار کیا ہے کہ وہ اُسے من کا پھول سمجھتے تھے۔ پھر شوہر کی خوش خیالی اور اعتماد کا کمال ملاحظہ ہو کہ انھوں نے بھونرے کو بیوی کے گرد منڈلاتے دیکھ کر سمجھا کہ اُن کی پتلی پیش قدمی کر کے ان کے پہونچنے سے قبل بیوی پر سے قربان ہو رہی ہے۔ جب بھونرا بھنبھایا اور انہیں معلوم ہوا کہ "یہ کوئی غیر ہے"۔ تو ان کا واپس ہونا اور پھر چند قدم چل کر بھونرا کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھانے کی غرض سے پلٹ پڑنا، سزا کی بر وقت تجویز، بھونرے کا ان کے تیور پہچان کر بھاگنا شوہر کا بے تحاشا تعقب کرنا جوش انتقام میں پیچھے نہ دیکھنا، جھاڑی سے اولجھ کر گرنا بھنورے کا بھاگ نکلنا اور اُن کا انتقام میں ناکام رہنے کی وجہ سے نادم بیوی کے پاس واپس آنا اور ایک عام بات کہہ کر کنایتًا بیوی پر اپنی ناخوشی کا اظہار اور بخیال خود اس کے نامناسب رویہ پر اسے ملامت اور افسوس کرنا معاملہ فہم و خوش مذاق بیوی کا ہنستے ہوئے پھول پیش کر کے یہ کہہ دینا کہ انہیں پھولوں پر بھونرا دیوانہ ہو رہا تھا یعنی یہ پھول میرے پاس تھے اسی سبب سے وہ میرے ارد گرد پھر رہا تھا۔ شوہر کی بدگمانی کو رفع اور باہمی اعتماد کو بحال کر لینے کی سعی مشکور ا کرنا جس خوبی اختصار اور موثر و دلپذیر انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ تعریف سے مستغنی ہے۔

گیت نمبر ۱	مطلب
کتکی پونی نہائے آئلوں رے راما	ہیں کاتک پورنماشی کا نہان نہا کر آئی۔
مغل کھند بابا کی نگری رے راما	بابا کی نگری کو (مغلوں کے ہجوم سے) مغلستان بنا پایا۔
چینٹیو ر یا نہ پاوے رے راما	محاصرہ ایسا (دشمن) سخت تھا کہ (چیونٹی بھی راستہ نہیں پا سکتی تھی۔
جمن جی کے کوراٹو کا نیورے راما	میں نے جمن جی کی گود میں پناہ لی۔
جمن لہریں لے بھاگیں رے راما	جمن جی کی لہریں مجھے لے کر بھاگیں
بابا کے سور بیر کڑ گیں رے راما	(اُدھر) بابا کے بہادر سپاہیوں نے ایسی کڑک دمک دکھائی۔
مغلن پتی جمنا پیرس رے راما	کہ مغلوں کا سردار (شاید ہارا اور بھاگنے کی کوئی اور راہ نہ پاکر) جمنا میں تیرنے لگا
بیچ منجھدھارا بھٹنیا نے رے راما	بیچ منجھدھار میں وہ مجھے مل گیا۔
سر پر نیّا نیبرے (کنارے) جو لاگن رے راما	(اپنے اپنے اجسموں کی ناؤ کے ذریعہ ہم دونوں کنارے لگے
مغل ساجے ڈھلا تلوار یا رے راما	(اور خشکی پر آئے) مغل ڈھال تلوار سے سجا ہوا تھا۔
یہاں لوکے (جگنی) بھونٹا بیر کھی رے راما	یہاں اپنے بدن پر) بھونٹا اور بیر کھی (بازو اور کلائی کے زیور[1]) چمک رہے تھے۔

یہ گیت علاوہ دیگر خوبیوں کے گویا تاریخی رنگ کا منظوم و مختصر افسانہ ہے۔ جسم کو ناؤ کہنا کیسی معقول اور پُر لطف تشبیہ ہے اور مغل کے اسلحہ سے اپنے زیوروں کا تقابل بھی خوب ہے کہ سننے والے کے سامنے وہ سماں پیش کرتا اور اس کو تخیل کی نگاہوں سے دیکھنے پر مجبور سا کر کے اُس کے ذہن کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جس طرح چاہے لطف اندوز ہو۔

بنی فاطمہ نقویہ

[1] یہ زیور اب بھی رائج ہیں اور دیہاتوں میں عورتوں کے بازو اور کلائی میں دیکھے جاتے ہیں۔

موازنہ

جمیلہ نے کہا "بوا تم تو نری لکیر کی فقیر ہی رہیں۔ بھلا اس بیسویں صدی اور نئی روشنی کے زمانہ میں تمہاری بات کون سنے گا"

خورشید بانو چڑ کر بولی "کوئی سنے تو واہ وا نہ سنے تو میری بلا سے۔ جو بات میں بری سمجھونگی اُسے کہونگی۔ اور پھر کہونگی۔ میں سمجھ نہیں سکتی کہ نئی روشنی کی دہائی بار بار کیوں دی جاتی ہے۔ اس نگوڑی نئی روشنی نے ہی تو ہمارا ستیاناس کیا ہے"

جمیلہ "تو گویا آپ کے خیال میں موجودہ زمانے کی تگ ودو بیکار ہے۔ لڑکیوں کو نہ تعلیم کی ضرورت ہے نہ تربیت کی؟"

خورشید بانو "یہ میں نے کب کہا کہ تعلیم و تربیت بیکار ہے۔ لیکن تعلیم سی تعلیم تو ہو۔ آجکل کی لڑکیاں تو نہ مذہب سے واقف نہ گھر کے کام کاج میں سلیقہ شعار بس انگریزی پڑھ ساڑھی لپیٹ لی اونچی ایڑی کا شو پہن لیا اور کھٹ کھٹ کرتی پھریں۔ اگر باپ بھائی کی ذرا شرم ہوئی تو برائے نام برقعہ پہن لیا۔ ورنہ وہ بھی نہیں۔ جمیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی "خورشید تم تو ایسی باتیں کر رہی ہو۔ گویا ساٹھ سال کی بڑھیا بول رہی ہے۔ اور غدر پہلے کے زمانے کا موجودہ تمدن سے موازنہ کر رہی ہے۔ یہ کوئی کیا سمجھے گا۔ کہ یہ الفاظ ایک لڑکی کی زبان سے نکل رہے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ الفاظ تمہارے نہیں بلکہ کسی مولوی کے وعظ کا بھرا ہوا ریکارڈ بج رہا ہے بھلا سوچو تو مردوں نے عورتوں کو کس قدر پابزنجیر کر رکھا ہے۔ کیا وہی کام جو مرد انجام دیتے ہیں عورتیں نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ اسمبلی میں نہیں بول سکتیں۔ کیا وہ جلسوں میں تقاریر نہیں کر سکتیں۔ لیکن انھیں تو صنف نازک کا خطاب دیا جاتا ہے۔ رہی ساڑھی لپیٹنے اور اونچی ایڑی کا جوتا پہننے کی بات سو یہ تو زمانہ کی رفتار ہے۔ جس رفتار پر زمانہ چلے گا ہمیں بھی اسی پر چلنا ہوگا"

خورشید بانو نے کہا "خالہ بی بخشو چاہا تو لنڈورہ ہی بھلا۔ تمہیں معلوم ہے۔ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی چال بھی بھول گیا۔ ہمارا اور مغرب کا تمدن مختلف، رہن سہن، کھانا پینا طور طریقے سب جداگانہ پھر میں نہیں سمجھتی کہ تم کس بات میں اُن سے ہمسری کا دعویٰ کرنے کا حوصلہ کرتی ہو۔ وہاں تو لڑکے لڑکی سب ساتھ پڑھتے ہیں۔ تمہارے یہاں کتنے والدین اس بات کو گوارہ کرینگے کہ اُن کی جوان بیٹی کالج کے لڑکوں کے ساتھ ہُو حق کرتی پھرے۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک دولتمند ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں مالدار کہلانے والے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اُنکے یہاں نہ کھانے کے برتنوں کی ضرورت ہے۔ نہ ماماؤں کی۔ بورڈنگ یا ہوٹل میں رین بسیرا کیا۔ ہوٹلوں میں جاکر چاروں وقت کی حاضری اڑائی۔ اور بیمار ہوئے تو ہسپتال میں جا پڑے۔ نہ بیٹا باپ کا محتاج ہے نہ باپ کو بیٹے کا فکر دامنگیر ہے۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ۔ لڑکی ہوشیار۔ باپ نے پڑھا لکھا کر کہہ دیا جاؤ نوکری کرو کماؤ کھاؤ اور جس سے چاہو شادی کرو۔ لیکن کیا تمہارے یہاں یہ باتیں ممکن العمل ہیں۔ یہاں کی بیوی اپنے میاں کو پاسبان۔ رہبر اور حقیقی محبت کرنے والا خیال کرتی ہے۔ وہاں نہ میاں کو بیوی کی پرواہ نہ بیوی کو میاں کا فکر۔ پھر بھلا تم مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کیسے لگا رہی ہو؟"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خورشید بانو کی والدہ وہاں آپہنچیں۔ اُنھوں نے کہا "اری لڑکیو! پہلے کچھ کھا پی لو پھر بحث کرلینا" یہ کہکر اُنھوں نے شبراتن کو آواز دی وہ دو طشتریوں میں پھل اور مٹھائی وغیرہ لے آئی۔ یہ دونوں کھاتی جاتی تھیں اور ہنس ہنس کے باتیں کرتی جاتی تھیں۔ لیکن کوئی ایک دوسری کو قائل نہ کرسکی۔

۲

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی۔ خورشید بانو کا نکاح ایک بیرسٹر صاحب سے ہوگیا اور جمیلہ ایک گریجویٹ سے بیاہ دی گئی۔ خورشید بانو کے شوہر مسٹر محمود عالم کو کئی سال تک ولایت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس لئے وہ پورے صاحب تھے۔ گھر سے فارغ البال اور آسودہ تھے۔ اس لئے گھر میں نوکر چاکر کی کمی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ خورشید بانو اس کے نقش قدم پر چلے۔ خورشید بانو بھی اپنی دُھن کی پکّی تھی۔ انھوں نے چاہا کہ وہ اُن کے ساتھ سیر و تفریح جلسوں اور ڈنر میں بے باکانہ شریک ہوا کرے۔ پردے کو وہ ہندوستانی حماقت پر محمول کرتے تھے۔ لیکن خورشید بانو پردہ توڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ بیرسٹر صاحب چاہتے تھے کہ وہ گھر کے کام کاج سے سروکار نہ رکھے۔ لیکن خورشید بانو ہر کام میں اپنی ٹانگ اڑاتی تھی شروع شروع میں وہ کچھ نہ بولی۔ لیکن رفتہ رفتہ اُس نے تمام گھر کا جائزہ لینا شروع کیا۔ روپے پیسوں کا حساب نوکروں کے ہاتھ میں تھا اور وہ جو چاہتے تھے سیاہ و سفید کرتے تھے۔ پیسے کی چیز کے دو پیسے بتانا تو معمولی بات تھی۔ خورشید بانو نے خرچ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور جس نوکر سے ذرا بھی بے ایمانی اور بد دیانتی ظاہر ہوئی اُس کو فوراً نکال دیا۔ اُسے اس گھر کا کھانا بالکل پسند نہ آتا تھا کبھی سالن میں نمک تیز ہے تو کبھی کوفتے سخت ہوگئے۔ بیرسٹر صاحب بھی کبھی کبھی دبی زبان سے اس قسم کی شکایت کردیا کرتے تھے۔ اس لئے کھانے کی ذمہ داری بھی اُس نے اپنے سر لے لی۔ خود سامنے کھڑی ہو کر سب سامان تیار کراتی اور مصالحوں کا اندازہ خود ہی کرتی۔

اُسی کے حُسن انتظام سے بیرسٹر صاحب کی بھوک دُگنی نہیں تو ڈیوڑھی ضرور ہوگئی۔ مکان کی دیکھ بھال آراستگی اور صفائی کا اُسے ہر وقت خیال رہتا تھا۔ محمود عالم جو پہلے یورپ کے مدّاح اور وہاں کی عورتوں کی سلیقہ شعاری کی تعریف میں رطب اللّسان تھے خورشید بانو کی خوبیوں سے مرعوب ہوگئے۔ خورشید بانو یہ جانتی تھی کہ شوہر کی ہر بات کو ٹالنا اور اُن کی نافرمانی کرنا اُس کے لئے مفید ثابت نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ اُن کے جائز اصرار کو رد بھی نہ کرتی تھی۔ یا تو گھر میں ہر روز یہی ہوتا رہتا تھا کہ آج گھی ختم ہوگیا۔ کل مسالہ نہیں رہا۔ اتنے برتن ٹوٹ گئے فلاں فلاں چیز کا پتہ نہیں چلتا یا گھر میں ہر چیز کی افراط ہوگئی اگر پچاس مہمانوں کے لئے بھی سامان کی ضرورت ہوتی تو اُسے در بدر جھانکنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اُسے اپنے شوہر کی آمدنی میں سے اُس نے پس انداز بھی کرنا شروع کردیا تھا۔ غرضیکہ اُس نے اپنی قابلیت سے شوہر کو مٹھی میں کرلیا۔ بیرسٹر صاحب کو مذہب اور دین سے کچھ لگاؤ نہ تھا۔ خورشید بانو کی میٹھی چٹکیوں نے انہیں نماز روزے کا بھی پابند کردیا۔ خورشید بانو کا معمول تھا کہ ہر روز صبح غسل کرنا۔ نماز پڑھنا اور گھر کے کام کاج دیکھنا۔ باغ میں مالی کو ہدایت کرنا۔ وہ گھر کی مالکہ تھی اور گھر کے تمام انتظام کی پابندی اُس پر فرض تھی۔ نہ اُسے اس کا گلہ تھا نہ بیرسٹر

صاحب کو شکایت۔ اب وہ خدا کے فضل سے دو بچوں کی ماں بھی بن گئی تھی۔ اس لئے بچوں کی نگہداشت۔ اُن کی خوراک اور پوشش کی دیکھ بھال وہ خود کرتی تھی۔ بچوں کے چہروں پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی۔ وہ خوبصورت چھوٹے چھوٹے چینی کے کھلونے معلوم ہوتے تھے۔ کسی نے بچوں کو میلا کچیلا نہیں دیکھا۔ بلکہ ساتھ ساتھ اُس نے اُنہیں شروع سے سلیقہ سکھایا۔ ملازموں کے ساتھ اس کا سلوک نہایت اچھا تھا۔ ہر ایک کے دکھ درد کا اُسے خیال رہتا تھا۔ انہیں باتوں نے اُسے ہر دلعزیز بنا دیا۔

۳

جمیلہ کی شادی مسٹر اسلم سے ہوئی تھی۔ گو مسٹر اسلم تعلیم یافتہ شریف اور خوش مزاج نوجوان تھے لیکن بے روزگاری کے ہاتھوں ستائے ہوئے تھے۔ دنیا بھر میں ٹکریں کھانے کے بعد اُنہیں ایک جگہ ساٹھ روپے کی ملازمت ملی تھی۔ وہ اسی پر اللہ کا شکر کرتے تھے۔ نماز روزے کے پابند اور مولوی صفت انسان تھے۔ اُن کے برعکس جمیلہ نئی روشنی کی دلدادہ اور پردے کے خلاف تھی اُس نے کالج میں تعلیم پائی تھی۔ لیکن وہ اس زیور سے مزین نہ تھی جو ہر عورت کو سگھڑ بی بی بنا دیتا ہے۔ وہ فضول خرچ شیخی خوری لاپرواہ اور تندمزاج تھی۔ بغیر نوکر کے وہ اُٹھ کر ایک کٹورہ پانی پینا بھی کسرِشان سمجھتی تھی۔ لیکن اس گھر میں اتنی فارغ البالی نہ تھی کہ اُسے ہر قسم کی آسائش مہیا ہو سکتی۔ اسلم صاحب کے گھر میں ایک دس گیارہ سال کا ملازم لڑکا اور روٹی پکانے کے لئے ایک ماما تھی شادی سے پہلے گھر کی صفائی کی دیکھ بھال خود اسلم صاحب کرتے تھے۔ لیکن بیوی کے گھر میں آجانے کے بعد وہ اس بات سے لاپرواہ سے ہو گئے تھے۔ جمیلہ کا کام زیادہ ناول پڑھنے اور پڑے رہنے کا تھا۔ اسی لئے گھر کی حالت ابتر تھی۔ دیواروں، طاقوں اور چھتوں میں مکڑی کے جالے نظر آرہے تھے۔ کواڑوں اور فرنیچر پر پاؤ پاؤ انچ گرد جمی رہتی تھی۔ جب کبھی نوکر کے دل میں آیا اُس نے دو چار اُلٹے سیدھے ہاتھ مار دیئے۔ ورنہ کچھ نہیں۔ فرش اگر میلا ہے تو میلا ہی سہی۔ تکیوں کے غلاف جب میلے چکٹ ہو جاتے تھے تب کہیں اُن کے تبدیل کرنے کی نوبت آتی تھی جمیلہ اپنی مفلسی پر دل ہی دل میں کُڑھا کرتی تھی۔ لیکن قسام ازل نے تو اُسے ایک کلرک کی بیوی بنایا تھا اُسے محلوں کے خواب دیکھنے سے سروکار کیا ماما جیسا کھانا پکا کر چلی جاتی تھی وہی اُس کو زہرمار کرنا پڑتا۔ اسلم اگر کسی بات کی شکایت کرتے۔ تو جمیلہ یہ کہہ کر کہ ساٹھ روپلی کو کیا اوڑھوں کیا بچھاؤں اُنھیں خاموش کر دیتی تھی۔ اسلم کے دل میں اس طعنے سے ایک تلاطم پیدا ہو جاتا تھا۔ اور اُن کی صابر و شاکر زندگی میں ایک طوفان بپا ہو جاتا تھا۔ دفتر کی ملازمت کے علاوہ اُنھوں نے لڑکوں کو پڑھا کر اپنی آمدنی میں اضافہ ضرور کر لیا تھا۔ لیکن گھر کی حالت درست نہ ہوئی اور وہی رفتار بیڈھنگی جو پہلے تھی قائم رہی اسی طرح شادی کو پانچ سال گذر گئے۔ اور جمیلہ بھی تین بچوں کی ماں بن گئی۔ وہ چاہتی تھی۔ کہ ہر بچہ کے لئے ایک آیا ہو لیکن خاوند کی قلیل آمدنی میں معمولی طور پر ہی گھر کا گذارہ نہ چلتا تھا۔ آیا کہاں سے آتی بچے شکل صورت میں گو چاند کے ٹکڑے تھے۔ لیکن ان کی غور و پرداخت کون کرے۔ کسی کی ناک بہ رہی ہے۔ تو کسی کو فکر نہیں۔ کسی کے کپڑے گندے اور پھٹے ہوئے ہیں تو کسی کو خیال نہیں جمیلہ نے کبھی ہاتھ میں سوئی بھی نہ پکڑی تھی۔ اور وہ معمولی سی کھونپ بھی نہ بھر سکتی تھی۔ بچے ملازم کے پاس کھیلتے رہتے تھے اور نت نئی گالیاں اور خرافات سیکھتے تھے۔

ایک روز اتفاق سے کھانا پکانے والی ماما بیمار ہوگئی۔ گھر کا چولھا ٹھنڈا پڑا تھا۔ جمیلہ کو آگ بھی سلگانی نہ آتی تھی۔ اسلم دفتر سے واپس آئے۔ پوچھا "آج کیا ماجرا ہے۔ کھانا کیوں نہیں پکا؟"

جمیلہ نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "ماما نگوڑی تو بیمار پڑ گئی میں کیا اپنے ہاتھ پاؤں توڑ لوں۔ بچوں کی دیکھ بھال الگ کروں گھر کا انتظام بھی دیکھوں اور کھانا بھی میں ہی پکاؤں۔ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا میں تو اس گھر میں سدا لونڈی ہی بنی رہی کبھی آرام نہ ملا۔"

مسٹر اسلم نے ذرا عاجزی سے کہا۔ بیگم میں نے تو سنا تھا تم تعلیم یافتہ ہو تم نے تو ذرا سی بات میں سب کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ وقت پڑنے پر انسان کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ لو اٹھو پیٹ بھرنے کے لئے تو انتظام کرنا ہی پڑے گا۔ بچوں کو میں سنبھالتا ہوں۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی تو تم نے عصمت بک ڈپو سے دسترخوان کی کتاب منگائی تھی۔ وہ اب تک تمہاری الماری میں بند پڑی ہے۔ تم نے اس کے مطابق ایک روز بھی کھانا نہیں پکایا۔ آج اُسی کا کوئی کھانا پکاؤ۔" جمیلہ کڑھتی ہوئی الماری کی طرف گئی اور دسترخوان نکال لائی۔

اب دونوں کے مشورے سے کھانا تیار ہونے لگا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو سب نے بیٹھ کر کھایا۔ آج جمیلہ کو بے حد خوشی ہو رہی تھی۔ اپنے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا اُسے ماما کے پکائے ہوئے کھانے سے کہیں زیادہ خوش ذائقہ معلوم ہو رہا تھا۔ اُس روز سے اُس نے تہیہ کر لیا کہ وہ خود بیٹھ کر کھانا پکوایا کرے گی۔ کچھ عرصے سے اُس کی تندرستی بھی خراب ہو چلی تھی۔ کھٹی کھٹی ڈکاریں۔ سر میں درد کبھی نزلہ کبھی زکام۔ اب اُس نے رفتہ رفتہ سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا شروع کیا۔ اُس کی بھوک بڑھ گئی۔ کھانا اچھا پچنے لگا۔ گھر کی صفائی اور جھاڑ پونچھ میں بھی اُس نے کافی دلچسپی لینی شروع کی۔ گھر کا حساب کتاب بھی دیکھنے لگی۔ فالتو وقت میں بچوں کے لئے اونی بنیان بننے کا کام شروع کیا پہلے دو وقت نماز پڑھتی تھی پھر پانچ وقت نماز پڑھ کے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرنی شروع کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی تھوڑے ہی عرصہ میں اسلم کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپے ہو گئی۔ ایک روز اسلم نے ہنس کر کہا "شکر ہے خدا کا کہ اب اس گھر پر بھی رحمت کے فرشتے آنے لگے۔"

جمیلہ نے ذرا بناوٹی غصہ سے کہا۔ "کیوں اب کیا ہو گیا جو پہلے نہ تھا؟"

اسلم۔ "بیگم! اس بات کو تم خود ہی سوچ لو۔ ماشاء اللہ سمجھدار ہو مجھ سے کیوں کہلواتی ہو۔ اب تمہارے چہرے پر نور بھی برسنے لگا ہے۔"

جمیلہ شرما گئی اور اُس نے مسکرا کر گردن جھکا لی۔

کئی سال کے بعد جمیلہ اور خورشید بانو کی ملاقات ایک تقریب میں ہوئی۔ خورشید بانو نے پوچھا "کہو جمیلہ بوا کیا حال ہے؟"

جمیلہ نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ امن سے گذر رہی ہے۔"

خورشید بانو۔ "اب آپ نے گرہستی کا لطف بھی حاصل کر لیا اور رب العلمین کی مہربانی سے بچوں کا سکھ بھی مل گیا۔ اب بتاؤ کہ میری باتیں کہاں تک سچ تھیں۔"

جمیلہ نے ذرا جھینپتے ہوئے کہا۔ "خورشید بہن تمہاری باتیں حرف بحرف صحیح تھیں۔ عورت دراصل گھر کی ملکہ ہے۔ مردوں کا کام روپیہ کمانا اور عورتوں کا کام سلیقہ کے ساتھ گھر چلانا ہے"

جگ جیون لال بھٹنا گر بی۔ اے

مرحوم ڈاکٹر اقبال کے چند خطوط

ادب کی ایک شاخ خطوط بھی ہیں، اردو زبان میں اس نوعیت کا بھی اب کافی ذخیرہ فراہم ہو گیا ہے، یہ ایک حقیقت نفس الامر ہے کہ شعرا اور ادیبوں کے خطوط بھی ادب کا انمول گنجینہ ہوتے ہیں، اردو میں غالب کے کلام اور ان کے خطوط کو جس طرح اہمیت حاصل ہے وہ مخفی نہیں ہے آج انکی ایک معمولی تحریر بھی ہمدردان اردو کے لئے ایک بیش قیمت خزانہ سے کم نہیں ہے۔

جس طرح غالب کی تحریر ادب کا ایک دل آویز نمونہ ہے - اسی طرح ڈاکٹر اقبال کی تحریر بھی اردو زبان میں خاص اہمیت رکھتی ہے، پنجاب کے ادیبوں کا فرض ہے کہ وہ مرحوم کے کلام کی طرح ان کے مضامین اور خطوط وغیرہ کو بھی جلد سے جلد شائع کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔

یہاں ہم ڈاکٹر اقبال کے چند خطوط پیش کرتے ہیں، اُمید ہے موجب دلچسپی ہونگے -

(۱)

خطوط موسومہ صُغرا بیگم ہمایوں مرزا

لاہور - ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء

مکرمہ تسلیم

رسالہ النساء کے لئے نہایت سپاس گذار ہوں، بہت اچھا رسالہ ہے، مجھے یقین ہے کہ اس کا مطالعہ مسلمان عورتوں کے لئے بہت سبق آموز ہوگا، میں کچھ مدت سے اردو میں بہت کم لکھتا ہوں لیکن اگر کچھ اردو اشعار ہوگئے تو بھیجدونگا - تسلیم -

محمد اقبال بیرسٹر لاہور -

مخدومہ جناب صغرا ہمایوں بیگم صاحبہ

تسلیم - آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لئے سراپا سپاس ہوں، میری صحت ایک مدت سے خراب ہے، اسی واسطے لٹریری مشاغل کی طرف بہت کم توجہ کرسکتا ہوں، پیام مشرق نام ایک مجموعہ نظم جو فارسی میں ہے تیار ہو رہا ہے، شاید دو تین ماہ میں شائع ہو جائے گا۔ انشاءاللہ ایک کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کرونگا، لیکن چونکہ اندیشہ ہے کہ بھول نہ جاؤں، اس واسطے اگر کتاب آپ کو نہ پہنچے تو بلا تکلف یاد دلا دیجئے۔

آپ کے شوہر ہمایوں مرزا صاحب سے مجھے نیاز حاصل[۱] نہیں ہے لیکن میں نے آپ کا خط جو ہزار داستان میں شائع ہوا ہے پڑھا ہے، اس خط کے پڑھنے سے مجھے خاص مسرت ہوئی، فریاد مرحوم[۲] کی لٹریری عظمت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، جن کے شاگردوں میں شاد عظیم آبادی ہوں۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال لاہور ۲۸ فروری ۱۹۲۳ء

لاہور - ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء

مکرمہ تسلیم -

افسوس کہ میں وعدہ یاد نہ رکھ سکا جس سے مجھے ندامت ہے،

---

[۱] اس خط کے بعد جب صغرا بیگم اور ہمایوں مرزا صاحب لاہور تشریف لے گئے تو وہاں مرزا صاحب کی بھی ملاقات ہو گئی تھی ۱۲

[۲] فریاد مرحوم مرزا صاحب کے والد اور بیگم صاحبہ کے خسر تھے - ان کی سوانح عمری معارف پریس سے حیات فریاد کے نام سے طبع ہوئی ہے ۱۲

اُمید کہ آپ معاف فرمائیں گی۔

بہرحال کل پبلشر کو لکھ بھیجوں گا کہ وہ پیغامِ مشرق کی ایک جلد آپکی خدمت میں بھیجدے۔ مضمون لکھنے کی فرصت نہ ملی، اور نہ ابھی کچھ مدت تک ایسی فرصت ملنے کی توقع ہے کیونکہ فرصت کے اوقات میں مجھے بعض ضروری لٹریری کاموں کی تکمیل کرنا ہے،

محمد اقبال

لاہور، ۱۲ر جولائی ۱۹۲۸ء

جنابِ محترمہ تسلیم

آپ کے اشعار صاف ہیں، افسوس کہ میں فنِ اصلاح سے نابلد ہوں محض آپ کے تعمیلِ ارشاد کے خیال سے بعض جگہ کچھ الفاظ بدل دیئے گئے، رسالہ نورجہاں امرتسر میں بھیج دیجئے

میری بیوی سلام عرض کرتی ہیں

مخلص محمد اقبال لاہور

(۳)

خطوط موسومہ راقم

لاہور، ۷ر مئی ۱۹۲۵ء

جنابِ من۔ اسلام علیکم

میں نقرس کی وجہ سے صاحبِ فراش تھا، اسواسطے اس سے پہلے آپ کے خط کا جواب نہ لکھ سکا معاف فرمائیے۔

دکن میں اُردو۔ نہایت مفید کتاب ہے، خصوصاً اس کا پہلا حصہ جو میں نے نہایت غور سے پڑھا ہے۔ اردو لٹریچر کی تاریخ کے لئے جسقدر مسالہ ممکن ہو جمع کرنا ضروری ہے، غالباً پنجاب میں بھی کچھ پرانا مسالہ موجود ہے[1] اگر اس کے جمع کرنے میں کسی کو کامیابی ہوگی تو مورخِ اردو کے لئے نئے سوالات پیدا ہونگے

[1] اس کے بعد ہی مولانا محمود شیرانی نے "پنجاب میں اردو" قلمبند فرمائی ہے۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

لاہور۔ ۹ر مئی سنہ ۳۲ء

مخدومِ من

"یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا نسخہ جو آپ نے بکمال عنایت مجھے مرحمت فرمایا ہے، اس کے لئے نہایت شکر گذار ہوں، یہ کتاب اردو زبان اور لٹریچر کی تاریخ میں نہایت مفید ثابت ہوگی، مجھے یقین ہے کہ آپ ایسی مفید تالیفات کا سلسلہ جاری رکھ سکنے میں کامیاب ہونگے۔ ابھی بہت سے مواد کا جمع ہونا اور بہت سی کتب کے صحیح ایڈیشنوں کا چھپنا باقی ہے تاکہ اردو کے ارتقا کی ایک صحیح تاریخ مدون ہو سکے۔ آپ کا یہ کارنامہ قابلِ قدر ہے، اور میں آپ کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہوں فقط

مخلص محمد اقبال

جنابِ من

کتاب "دکن میں اردو"[1] جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمایا ہے، آج ہی موصول ہوئی، شکریہ قبول فرمائیے۔ میں ایک مدت سے علیل ہوں، فی الحال اسے پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے سے قاصر ہوں، فقط

محمد اقبال لاہور

۱۸ر ستمبر ۱۹۳۶ء

نصیرالدین ہاشمی

حیدرآباد دکن

[1] تیسرا ایڈیشن جو بہت کچھ ترمیم اور اضافہ کے بعد شائع ہوا ہے۔

بچّوں کی غذا

حساب لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں پینتیس فی صدی بچّے قبض یا بدہضمی سے مرتے ہیں۔ ان کا معدہ غذا کی خرابی یا مقدار میں کمی بیشی کی وجہ سے خراب ہوجاتا ہے اگر ہر ماں کو اپنے بچہ کی خوراک کا اچھی علم ہوتا تو بچوں کی اموات اتنی زیادہ مقدار میں نہ ہوتیں۔

ہر شیر خوار کے لئے اپنی ماں کا دودھ بہترین غذا ہے اللہ تعالیٰ نے ماں کا دودھ ایسا شیرین اور خالص بنایا ہے جسے بچے تندرست رہتے ہیں یہ مصنوعی دودھ سے زیادہ زود ہضم ہے جو بچے ماں کے دودھ پر پرورش پاتے ہیں وہ تندرست رہتے ہیں مصنوعی یا کسی اور دودھ کے پروردہ بچّے زیادہ تر موت کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لئے ماں کو لازم ہے کہ وہ بچّہ کی پیدائش کے تیسرے یا چوتھے دن سے بچہ کو اپنا دودھ پلایا کرے مگر احتیاط اور مقررہ وقت پر۔ کیونکہ بچہ کی پیدائش کے بعد ماں کے پاس کافی مقدار میں دودھ جمع ہوجاتا ہے۔ البتہ اس ماں کے پاس دودھ کچھ کم ہوگا۔ جس نے بچہ کی پیدائش سے قبل اپنی صحت کا کچھ خیال نہ رکھا ہو۔ جو بہنیں اپنے بچوں کے لئے کافی مقدار کے دودھ کی خواہشمند ہیں وہ مندرجہ ذیل اصولوں کو مدنظر رکھیں۔ خوراک ایسی کھائیں جس سے دودھ بڑھے۔

صبح شام ایک سیر گائے کا دودھ پیا کریں۔ ترکاری (جیسے گوبی مولی گاجر) استعمال کریں۔ دودھ پلاتے وقت ماں خوش رہے۔ رات کو آٹھ گھنٹے آرام کرے جب بچہ ایک ماہ کا ہوجائے تو رات کو دس بجے بعد دودھ نہ پلایا جائے۔ ترکاری دودھ انڈے کھائے۔ انگور، انجیر، نارنگیاں، آم اور سیب زیادہ استعمال کرے یہ دودھ کو بڑھاتے ہیں اور معدہ بھی صاف رہتا ہے پاک صاف ہوا میں رہے۔

پہلے مہینے میں بچہ کو ہر دو گھنٹے کے بعد دودھ پلائیں پہلے ماہ سے تین ماہ تک۔ ہر تین گھنٹے کے بعد۔ تین سے چھ ماہ تک ہر چار گھنٹے کے بعد۔ چھ سے دس ماہ تک ہر ساڑھے چار گھنٹے کے بعد پلائیں۔ دس ماہ کے بعد بچہ کو دودھ کی عادت چھڑا دینا چاہئے۔ کیونکہ دس ماہ بعد ماں کا دودھ پتلا ہوجاتا ہے اور بچہ کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بن ماں کے بچوں کو گائے کے دودھ پر پرورش کرنا بہتر ہے کیونکہ ماں کے دودھ کے بعد گائے کا دودھ بچہ کے لئے بہترین غذا ہے۔ مگر اس سے بھی بچہ کا معدہ خراب ہونے کا ڈر ہے اس لئے دودھ کو پتلا کر لینا بہتر ہے

پہلے ماہ سے تین ماہ تک ایک حصہ دودھ ایک حصہ پانی۔ تین سے چھ ماہ تک ایک حصہ دودھ آدھ (½) حصہ پانی اور چھ سے آٹھ ماہ کے بچہ کو ایک حصہ دودھ پاؤ (¼) حصہ پانی ملائیں۔ آٹھ ماہ کے بعد بچہ کا معدہ خالص دودھ کو ہضم کرنے کے قابل بنجاتا ہے دودھ تندرست گائے کا ہونا چاہئے۔

جو دودھ ڈبوں میں محفوظ ہوتا ہے۔ (Patent milk) وہ ماں کے دودھ سے بہتر نہیں ہوتا کیونکہ وہ کئی ماہ پیشتر سے ڈبوں میں بھرا رہتا ہے اور گراں بھی ہوتا ہے۔

صفیہ بی۔ ڈنکنڈہ

مؤذّن سے خطاب

سایۂ محراب سے ظاہر ہو جب وقتِ نماز
دل کی دیواروں سے ٹکرانے لگے تیری صدا

جب خدا کے نام پر آنکھوں سے بہ آتے ہوں اشک
ہے مسلمان کو اسی عالم میں جینے کا مزا

یوں تو خاص و عام ہیں اس بارگہ سے فیضیاب
دردِ دل جس کو دیا حق نے اسے سب کچھ دیا

میرے مذہب میں خدا کا نام ہی کافی ہے بس
تو سمجھتا ہے جُدا ہوتی ہے ہر دکھ کی دوا

تو زمین پر فتح پانے کو سمجھتا ہے عجب
مومنوں نے آسماں دیکھا ہے قدموں میں پڑا

تیرے پہلو میں اُتر جاتے ہیں کیوں نغمے مرے
جانتا ہے تو کہ میں کیا اور مرے اشعار کیا

زخم کر اپنے جگر میں ناوک ایماں سے تو
تندئ جذبہ سے تجھ کو آگہی بخشے خدا

زینب عثمانیہ لودیانوی

اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

بچھو کے ڈنک کا علاج۔ ڈنک مارنے والا بچھو اگر مل جائے تو مار ڈالیئے اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے ایک لوٹا پانی میں ایک مٹھی بھر نمک سیندھا۔ اگر سیندھا نمک جلد دستیاب نہ ہو سکے تو جو نمک گھر میں مستعمل ہو اسی کو ڈال لینا چاہیئے پھر ملا لیجئے۔ بعد ازاں مریض کو کروٹ سے لٹا کر جسم کے جس حصہ پر بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ اسی طرف کے کان میں نمک کا محلول دھار سے ڈالیئے۔ اور مریض سے تاکید کر دیجئے کہ سانس روکے رہے لیکن اگر بچہ ہے تو اس کی ناک پر جب تک پانی پڑتا رہے اوپر کا کُل زہر کھنچ آئے گا۔ زخم کا درد باقی رہ جائے گا۔ اس پر پرمانگنٹ آف پوٹیشن لگا دینا چاہیئے۔ آزمودہ نسخہ ہے۔ اگر متذکرہ بالا نسخہ سے فائدہ نہ ہو تو چھپکلی کا سر کچل کر لگا دیجئے۔ فوراً کل زہر کھنچ آئے گا۔ اور مریض سکون سے ہو جائیگا۔

بھڑ کے ڈنک کا علاج۔ پیاز کا عرق یا مٹی کا تیل رگڑ کر لگا دیجئے۔

کسی جگہ سے گر پڑنے کا علاج۔ خواہ خون نکل آئے خواہ چوٹ صرف اندر ہی رہے۔ کڑوے تیل میں کپڑے کی گدی تر کرکے باندھ دیجئے ورم بھی مٹ جائیگا اور بہت جلد آرام پہونچ جائے گا۔
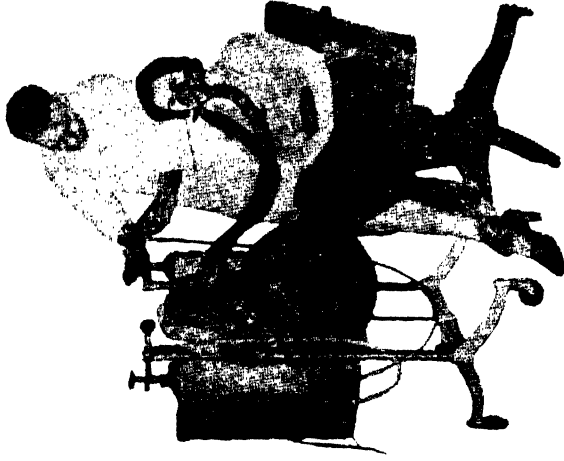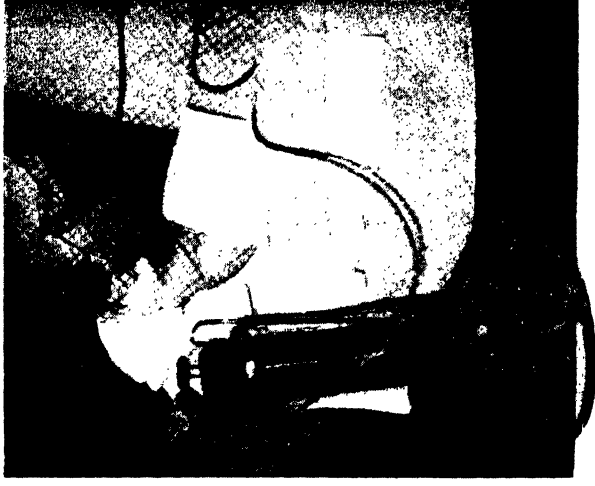
زیب النسا خاتون

ایک دوشیزہ آکسیجن کی پھواروں سے اپنے چہرے کی جلد خوبصورت بنوا رہی ہے۔

ہیلیم گیس کے ذریعہ پھیپھڑوں کی بیماری کا علاج۔

دو قسطوں میں ایک مکمل جاسوسی ناول

سراغرساں جون رنگ روز ایک نئی مہم پر سفر کر رہے تھے لیکن ان کا دماغ اس وقت تمام پیچیدہ معموں کے اُدھیڑبن سے خالی تھا. وہ آہستہ آہستہ پائپ پیتے ہوئے ایک رسالہ میں پھلوں کی کاشت کے متعلق نہایت دلچسپ مضمون پڑھ رہے تھے. اگرچہ اطمینان کے وقت وہ ہمیشہ یہ سہانا خواب دیکھتے تھے. کہ کبھی وہ اپنا باغ لگائیں گے اور اس میں ناسپاتی سیب شفتالو. اور انار جیسے شیریں پھلوں کے درخت اگائیں گے. مگر ابھی اس کی حیثیت صرف خواب ہی کی تھی. کیونکہ ملازمت کو ابھی بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا تھا. البتہ اپنی قابلیت اور فرض شناسی کے باعث بہت جلد ترقی کر کے انسپکٹر ہو گئے تھے.

ٹرین آہستہ آہستہ سرسبز و پُرفضا مقامات سے گزرتی ہوئی. گاؤں کے چھوٹے اسٹیشنوں پر ٹھیرتی ہوئی جا رہی تھی. کہ گارڈ نے ڈمبلی اسٹیشن پکارا. یہ سُنتے ہی جون رینگروز نے اپنا کمبل لپیٹا. اور سوٹ کیس ہاتھ میں لئے اُتر گئے. ایک انسپکٹر پولس پلیٹ فارم پر منتظر کھڑا تھا. اور اس کے قریب ہی ایک اور لانبا گورا سا نوجوان تھا. وہ اپنی نیلی مگر پریشان آنکھوں سے نہایت افسردگی سے نظر جمائے تک رہا تھا. وہ نہایت حسین جوان تھا. اس کے بشرے سے تلون مزاجی ظاہر ہو رہی تھی. یہ بھی پتہ چلتا تھا. کہ وہ فنون لطیفہ کا ذوق رکھتے ہوئے نقاشی میں کافی دسترس رکھتا ہے. رینگروز نے اس نوجوان اور انسپکٹر پولس سے مصافحہ کرتے ہوئے دریافت کیا: "غالباً آپ انسپکٹر بروز ہوں گے. میں جون رینگروز اسکاٹ لینڈ یارڈ سے آرہا ہوں".

"خوش آمدید!" انسپکٹر نے ہنس کر کہا. "میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو ہمارے ساتھ اس وقت کچھ تناول فرمانے میں عذر نہیں ہوگا" اسی وقت میں اپنے تجربے کے مطابق آپ سے تمام واقعہ بیان بھی کر دوں گا. یہ صاحب مسٹر ولسنٹ مے ڈیو' مقتول خاتون کے بھتیجے ہیں" اس وقت انہوں نے بھی مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا. جون کو مصافحہ کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ ان کا ہاتھ بہت نازک اور گداز تھا. کہنے لگا "میں نہایت ادب سے، ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں آپ کو غیر معمولی صدمہ پہنچا ہے. ولسنٹ مے ڈیو نے سراغ رساں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا. کہ میں نصف منٹ کے لئے آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں. کیا آپ کو گرے اسٹون رجائے وقوعہ) میں رہنے کی زیادہ ضرورت ہے. یا کسی اور جگہ قیام کریں گے. میرا خیال تو یہ ہے. کہ اسی مکان میں سہولت ہو گی. کیونکہ قریب ترین سرائے بھی وہاں سے دو میل کے فاصلے پر ہے. اگر آپ اسی مکان میں رہنا پسند کریں تو ہم تمام سامان آپ کے آرام کا مہیا کر دیں گے. یا آپ کی مرضی ہو تو سرائے میں ٹھیر سکتے ہیں". سراغ رساں انسپکٹر نے جو تمام وقت اس پر نظر جمائے ہوئے تھا. شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اسی گھر پر ٹھیرنے میں زیادہ مصلحت ہے. وقت کم اور کام زیادہ ہے. ممکن ہے یہاں رہنے سے مجھے کچھ تکلیف ہو. مگر نہ رہنے میں زیادہ حرج ہونے کا اندیشہ ہے. بہرکیف میں پہلے باہر سے ہی کام شروع کروں گا".

خیر آپ ڈھائی بجے تک گرے اسٹون میں پہنچ کر مجھ سے ملاقات کیجئے. اس وقت بہتر تصفیہ ہو جائے گا" شکریہ ادا کر کے وہ نوجوان بائسکل پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا. اس کے جانے کے بعد مسٹر بروز نے کہا "تم شاید ابھی دو ایک روز اس مکان میں نہیں جانا چاہتے ہو. کیوں؟ میرے خیال میں بھی باہر سے استدلال زیادہ حاصل ہو سکتے ہیں. لیکن وثوق سے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا. کیونکہ بیرونی کوئی نشان یا ثبوت نہیں پائے گئے ہیں. اچھا تو چلو ہم لوگ ابھی کچھ کھا لیں. باتیں ہوتی رہیں گی".

ایک موٹر بہ آسانی لوگوں کو ڈمبلی پہونچا دیتی تھی. کیونکہ اسٹیشن سے یہ فقط ایک میل دور تھا. موٹر کو تھانے پر چھوڑتے ہوئے انسپکٹر بروز نے جون کو ایک سرائے میں لے جا کر کھانا کھلایا. اور اسی وقت تمام باتوں سے اس کو مطلع کر دیا. اس نے کہا کہ مقتولہ مس مری ڈیو ۱۷ برس کی غیر

شادی شدہ تندرست بوڑھی خاتون تھی۔ اور گرے اسٹون کی بہت ہی پرانی باشندہ۔ اس کا ایک بھائی اب تک موجود ہے۔

"مس مے ڈیوان کے والد لندن کے ایک مشہور بیرسٹر تھے۔ چونکہ بیٹے سے نہیں بنتی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی کل جائداد اور نقد روپیہ بیٹی کے نام کر دیا۔ جب سے وہ یہاں مقیم تھی اس کا بھائی جون مے ڈیو برس میں دو ایک بار آ کر بہن سے مل جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مس مری مے ڈیوان کے تمام اخراجات کی ذمہ دار تھی۔ چنانچہ آپ کو مسٹر ونسنٹ مے ڈیو سے تمام خاندانی معاملات معلوم ہوں گے۔ اور مقتولہ کے قانونی مشیر مسٹر موسڈک سے بھی ان واقعات پر کافی روشنی پڑے گی۔ گرے اسٹون ایک عالیشان پرانی وضع کی عمارت تھی کہتے ہیں۔ کہ جیمس رول کے وقت میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ گو کہ مجکو اس کی تحقیق خبر نہیں کہ یہ درست ہو سکتا ہے یا نہیں۔

مس مے ڈیو مکان کے مغربی حصے میں رہتی تھیں جہاں رہائشی کمروں کے پیچھے باورچی خانہ تھا۔ لیکن اس مکان کے اکثر حصے میوزک ہال۔ بال روم لائبریری عجائب خانہ۔ بلیرڈ روم اور کئی اور بیڈ روم ہمیشہ بند پڑے رہتے تھے۔ مکان میں رہنے والے اس کی وسعت کے لحاظ سے بہت ہی کم تھے۔ مقتول مالکہ کے علاوہ ان کی مددگار و سیکرٹیری مس فورسٹر تھی بس مے ڈیو۔ اور مس فورسٹر کے درمیان اس قدر محبت دیکھ کر باقی اور تمام پرانے نوکر حسد کرنے لگے تھے۔ پرانے نوکروں میں ٹبلر ولیم ہے اور اس کی بیوی این تھی۔ اور ایک باورچن جین وڈہاوس کے علاوہ باہر دو مالی اور ایک چھوکرا تھا۔ یہ چھوٹے سے پائیں باغ کی جو مغربی احاطہ کے سامنے واقع تھا نگہداشت کرتے تھے۔ دوسرا مالی مشین کے کاموں میں بھی خاصی مہارت رکھتا ہے۔ یہ بجلی کی مرمت اور ضروری دیکھ بھال بھی کر لیتا تھا۔ اس کی بیوی اور دو بچے ایک چھوٹے سے حصے میں داخلہ کے صدر دروازے کے قریب ہی رہتے تھے۔ گھر کے تمام نوکر بوڑھی مالکہ اور مس فورسٹر کے حکم پر چلتے تھے۔ مقتولہ کی کوئی خاص خدمت گار عورت نہ تھی۔ کبھی کبھار اگر طبیعت زیادہ خراب رہتی تو ایک آدھ رات مسز جے اس کی دیکھ بھال کر لیتی تھی لیکن شاذ و نادر ہی اس کا اتفاق ہوتا تھا۔ کیونکہ عام طور پر یہ بیچاری آزادی اور تنہائی پسند تھیں۔

اچھا اب مسٹر ونسنٹ کی نسبت کچھ سنائیے" مسٹر رینگروز نے کہا" اوہ! وہ بیچارہ ہمیشہ آتا جاتا رہتا تھا۔ اور زیادہ تر لندن ہی میں رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ تصنیف تالیف اور دوسرے لطیف مشاغل میں زیادہ تر منہمک رہتا ہے۔ البتہ ادھر کچھ دنوں سے وہ یہاں رہ گئے تھے۔ اور جس روز یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی آج سے ۲ روز پیشتر وہ یہاں ہی تھے۔ چنانچہ اندرونی تمام باتیں مکمل طور پر انہیں سے تمہیں معلوم ہوں گی۔ یعنی مس مورسٹر اور اس کی بیوی کی نسبت۔ ہاں پرانے خاندانی قصے اگر معلوم کرنا چاہیں تو ولیم جے سے دریافت کرنا۔ وہ تمام باتیں تمہیں بتا دے گا۔ کیونکہ اس کی تمام عمر اسی خاندان میں بسر ہوئی ہے۔ اور مس مے ڈیو کے والد کے بھی تمام حالات سے واقف ہے۔ ولیم جے کی نسبت اگر پوچھئے تو میں یہی عرض کروں گا۔ کہ وہ اور اس کی بیوی میرے بے تکلف دوست ہیں۔ جون بغور سن رہا تھا۔ اس کو جلدی نہ تھی کچھ عرصہ تک تو وہ سخت گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑوں سے زور آزمائی کرتا رہا۔ اس کے بعد پنیر کھانا شروع کیا۔

"اس خوفناک رات کو جس میں یہ واقعہ پیش آیا گھر کا ایک شخص بھی بیدار نہ ہوا؟ اور کسی قسم کی خبر نہ ہوئی" انسپکٹر برونے سلسلہ کلام جاری کرتے ہوئے کہا "حالانکہ اتنا بڑا حادثہ پیش آیا۔ اف! اف! صبح کو جب مسز جے حسب معمول مس مے ڈیو کے لئے صبح کی چائے کی پیالی لے کر آئی۔ اس وقت شاید سات بجے ہوں گے۔ اس نے بوڑھی خاتون کو مردہ پایا۔ ان کی بائیں چھاتی کے نیچے چھری پیوست کی گئی تھی بس وہی ایک گہرا ہلاکت خیز وار تھا جس نے آن کے آن میں دل کے پار ہو کر کام تمام کر دیا۔ ڈاکٹر نوربس نے یہی تجویز کیا ہے کہ لحاف کو جسم سے ہٹا کر سوتے میں یہ چھری دل کے پار کی گئی ہے کشمکش یا کسی جدوجہد کے آثار بستر پر نہ تھے سرہانے کی کھڑکی تقریباً دو انچ کھلی تھی۔ جو مقتولہ ہمیشہ گرمیوں اور جاڑوں میں کھلی رکھا کرتی تھیں۔

کمرے کے اندر یا باہر کسی غیر معمولی افراتفری یا اکھاڑ پچھاڑ کے کوئی نشان نہیں پائے گئے اور نہ بیرونی حملے کا شک کیا جا سکتا ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ وہاں کوئی ہتھیار یا اوزار نہیں تھا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ کچھ رات گئے یہ واقعہ ہوا ہے۔ کیونکہ معائنہ کے وقت صبح کو جسم بالکل سرد اور اکڑا ہوا تھا۔ لیکن شدید سردی کی وجہ سے اس قدر نحیف جسم کی بوڑھی عورت کا جلد تر سرد پڑ جانا بھی کوئی انوکھی بات نہیں۔ ممکن ہے صبح ہونے سے دو گھنٹہ پیشتر قتل کیا گیا ہو۔ کھڑکی کے باہر بھی کوئی نشان نہ تھا۔ کیونکہ کھڑکی کے سامنے کی دیوار اور پھولوں کی روش اچھی طرح دیکھی گئی۔ میں خود اس قسم کے سُراغ میں بہت عرصہ تک مصروف رہا مگر کچھ پتہ نہ لگا۔" "اس کے باوجود ابھی آپ مجکو صلاح دے رہے تھے نا؟ کہ باہر سے اس کا تدارک زیادہ موزوں ہوگا؟" جون رینگروز نے پوچھا۔

"یہ بات میں نے اس خیال سے کہی کہ اندر کسی پر اس جُرم کے ارتکاب کا شبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چاہے آپ خود ہی اطمینان کے لئے گھر کے ایک ایک فرد کی علیحدہ جانچ کریں۔ لیکن استدلال اور مشاہدہ سے آپ کو ہرگز کسی پر شبہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کیوں کوئی اس بے ضرر بوڑھی خاتون کو قتل کر دیتا۔ یوں تو آپ کو بہت سی نئی نئی باتیں یہاں اور بھی معلوم ہوں گی۔ مگر قتل کی وجہ ہرگز سمجھ میں نہیں آتی۔ مس مے ڈیو بہت متمول تھی۔ اور گھر کے تمام لوگ اسی کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی مصاحب اور سکرٹری مس فورسٹر کی نوکری ان کے مرنے سے چھوٹ گئی۔ اگر مسٹر ونسنٹ مے ڈیو اپنے پسند کے نئے نوکر رکھنا چاہیں تو بٹلر جے۔ اس کی بیوی این جے۔ اور باورچن مسز ووڈہاوس کی بھی ایسی لگی بندھی نوکریاں چھوٹ جائیں گی۔"

"مسٹر ونسنٹ مے ڈیو کیا تنہا مقتولہ کے جانشین اور وارث ہوں گے؟"

"جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے۔ صرف ونسنٹ اور ان کے چچا جون مے ڈیو بوڑھی خاتون کے وارث ہیں۔ اور ولیم جے سے باتوں باتوں میں چھ ہفتہ قبل میں نے سُنا تھا کہ مس مے ڈیو نے اپنا جانشین بھائی کے بجائے مسٹر ونسنٹ ہی کو بنایا تھا۔ مگر اب دیکھنا چاہیئے کیا ہوتا ہے۔"

"اچھا یہ تو فرمایئے کہ گھر کے لوگ آپس میں میل جول سے تو رہتے تھے؟" جون نے دریافت کیا۔

"جہاں تک مجکو علم ہوا ہے۔ جے مس فورسٹر کا مخالف تھا۔ لیکن بنا کیا تھی یہ مجھے معلوم نہیں۔ البتہ اس کی باتوں سے صاف ترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ مس فورسٹر سے حسد ضرور کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بوڑھیا کے دل میں بہت گھر کر چکی تھی۔ اس سے ممکن ہے۔ کہ پرانے نوکر نو وارد کی زیادہ خاطر دیکھ کر جلتے ہوں۔" "یہ بات ممکن تو ہے۔"

"جی ہاں! مگر اس سے کہیں یہ مت اخذ کر لینا۔ کہ آپس میں عداوت چلتی تھی۔ یا کسی قسم کی مخالفت پر لڑائی جھگڑا ہوا تھا۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔ مگر یہ ضرور تھا۔ کہ مسٹر جے اپنی مالکہ اور مس فورسٹر کے درمیان اس بڑھتے ہوئے رسوخ سے ناخوش تھے لیکن روبرو کوئی بات آج تک نہیں ہوئی تھی۔ سوا اس کے کہ مس فورسٹر اپنے حسن سلوک کی وجہ سے بہت ہر دلعزیز تھی۔ محلّے اور گاؤں کے غریبوں بیماروں اور ننھے بچّوں کی بھی بہت کچھ مدد کرتی تھی۔ اور بیحد حسین اور دلکش عورت ہے۔"

"تم اور کچھ نہ معلوم کر سکے؟"

"ذرہ بھر بھی نہیں رینگروز! معلوم ہوتا ہے کسی نے آکر ایک وار میں بڑھیا کا کام تمام کیا۔ اور اسی طرح دبے پاؤں سب کو سوتا ہوا چھوڑ گیا۔ صبح کو گھر کا کوئی حِصّہ کُھلا ہوا نہ تھا۔ کس صفائی سے قاتل نکل گیا بس اسی پر حیرت ہے۔"

"کیا تمہیں سچ مچ یقین ہو گیا ہے۔ کہ گھر کے لوگوں کا اس میں ہاتھ نہیں؟"

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ قتل آخر کسی خاص مطلب سے کیا گیا ہے۔ اگر جے کے خیال کو اہمیت دی جائے۔ تو مسٹر ونسنٹ چونکہ تنہا وارث تھے۔ اس لئے ان کو پھوپی کی موت سے نفع ہوتا ہے۔ اور ان کے مرنے سے ان کو کافی دولت اور مسرت حاصل ہوسکتی ہے لیکن کہیں یہ بات عقل میں آسکتی ہے۔ کہ کوئی ذی شعور انسان باوجود اس علم کے۔ کہ جس نے سب کچھ اسی کو عطا کیا ہے اُسی کے درپے آزار ہوگا؟

اس کے علاوہ ان کی حالت کو دیکھ کر بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایسی طبیعت کا انسان ہرگز نہیں۔ سچ پوچھئے تو گھر کا ہر ایک فرد مس مے ڈیو کی موت سے سوائے نقصان کے نفع نہیں حاصل نہیں کر سکتا" جون رینگروز نے زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ مقامی انسپکٹر جن اثبات پر بحث کر رہا ہے وہ محض ناکافی ہیں۔ در اصل ابھی بہت کچھ ثبوت حاصل کرنا باقی ہے اور وہ اب تک اس معاملہ کی تہہ کو نہ پہنچ سکا ہے۔ ایک گھنٹہ بعد جون گرے اسٹون پہونچا۔ یہ عالیشان عمارت زیادہ تر خالی تھی صرف ایک حصہ رہائش کے لئے کام آتا تھا وہ قاعدے کے مطابق کارروائیوں میں مشغول ہوگیا۔ سب سے پہلے اُس نے مقتولہ لاش کو جو بکس میں رکھی ہوئی تھی ملاحظہ کیا۔ متوفیہ کے چہرے پر اب تک وہی وحشتگی کے آثار نمایاں تھے۔ موت کا زبردست ہاتھ بھی اس کی فطری سنگدلی اور ظاہری سختی کو نرم اور قابل رحم بنانے سے مجبور رہا تھا۔

کوروبز وہ افسر جو ناگہانی موت کی تحقیقات کرتا ہے) کی تفتیش اگلے دن ہونے والی تھی۔ رینگروز شام تک غور و خوض میں مصروف رہا۔ موقع واردات پر کوئی بات بظاہر موہوم نظر نہ آتی تھی۔

درمیانی بڑے ہال سے ایک سیڑھی اوپر کی منزل کو گئی تھی۔ اور سیڑھی کے سامنے برآمدے کے آخر میں آیجھم کی طرف مقتول مس مے ڈیو کے رہائشی کمرے تھے۔ جو ایک بیڈ روم۔ اور ایک بیٹھنے کے کمرے پر مشتمل تھے۔ دوسرے کئی کمرے جنوبی رُخ پر تھے اس کے علاوہ ایک نوکروں کے آمد و رفت کی سیڑھی بھی تھی جو مقتولہ کے کمرے سے تھوڑے فاصلہ پر برآمدے سے ہوتی ہوئی نیچے کی منزل میں باورچی خانے کو جاتی تھی مس مے ڈیو کے کمرے کے زیریں حصے میں کھانے کا کمرہ تھا۔ جو اس مقصد کے لحاظ سے بہت ہی مختصر تھا۔ چونکہ مقتولہ خاتون شاذ ہی کبھی کسی کو مدعو کرتی تھیں۔ اس لئے کام یوں ہی نکل جاتا تھا۔ گھر کے بھی دو تین افراد اس میں کھاتے تھے۔ باقی اور تمام کمرے ہمیشہ بند ہی رہتے تھے۔ دو شخص اور بھی اوپر کی منزل میں سوتے تھے یعنی مس فورسٹر اپنی مالکہ کے کمرے کے قریب ہی صرف تین دروازوں کے فاصلہ پر ایک کمرے میں سوتی تھیں۔ اور ولسنٹ مے ڈیو حسب معمول جب اپنی پھوپی کے ہاں آتا تو مشرقی رُخ پر برآمدے کے دوسرے سرے پر جو کمرہ تھا اسی میں قیام کرتا۔ یہ کمرہ مس فورسٹر کے کمرے کے علاوہ آٹھ اور مختلف کمروں کے بعد واقع تھا۔ نوکر مکان کے عقب والے حصے میں سوتے تھے۔ جے اور اس کی بیوی ایک اُترکے کمرے میں رہتے تھے۔ اور باورچن مسز وڈہاوس اتنے بڑے عالیشان محل کے لحاظ سے مکان گویا غیر آباد ہی تھا۔ اس میں تو پچاس ساٹھ آدمی بہ آرام رہ سکتے تھے۔

رینگروز مکان کے ارد گرد پھرا۔ اور ہر ہر کمرے کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد مس مورسٹر اور دیگر ملازمین سے ملاقات کی۔

مس جونٹیا فورسٹر سے مسٹر مے ڈیو نے چار پر تعارف کرادیا تھا۔ یہ بڑی حسین لڑکی تھی۔ اس کی ماں اسپین کی تھی۔ چونکہ اس کا باپ یکایک ان لوگوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر راہی عدم ہوگیا تھا لہذا یہ اپنی روٹی پیدا کرنے کی فکر میں نکل کھڑی ہوئی۔ اور اخبار میں مس ڈیو کا اشتہار دیکھ کر یہاں آگئی۔ اور جب سے مس مے ڈیو جیسی تند خو اور سخت گیر عورت کی پابندی بحُسن و خوبی کر رہی تھی۔ جون پر اس کی دلفریب صورت۔ پاکیزہ عادات۔ اور صاف گوئی کا بہت کچھ اثر ہوا۔ لڑکی نے سچے سچے واقعات بیان کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ اس کے بشرے سے خودداری ٹپکتی تھی۔ بظاہر اس حادثے کا اس پر کوئی نمایاں اثر نہیں ہوا تھا وہ کہنے لگی۔ کہ"میں مس مے ڈیو سے بہت خوش نہیں رہتی تھی۔ کیونکہ یہ بڑی سنگدل اور تیز مزاج عورت تھی۔ انسانی ہمدردی اور نسوانی جوہر کا شائبہ بھی اس میں نہ تھا۔ سچ پوچھئے تو وہ ایک ظالم حکمراں تھی۔ جو اپنے اختیارات کا بہت بُرا استعمال کر رہی تھی۔ اور نوکروں کا محدود گروہ اس کی بیجا سختی کا شکار تھا۔ مسٹر مے ڈیو نے شائد آپ سے تمام حالات بیان کردئے ہوں گے۔ اگر وہ میری سدِ راہ نہ ہوتے تو میں کب کی اس پابندی سے سبکدوشی حاصل کر چکی ہوتی۔ چنانچہ جس طویل عرصہ میں نے ان کی خدمت بجالائی ہے۔ آج تک اور کوئی سکرٹری اتنی دراز مدت تک اس کے پاس نہ رہی تھی۔"

"جہاں تک تمہارے اور مس مے ڈیو کے وسیع تعلقات تھے۔ اس کے باوجود کیا واقعی تم اب تک اس قتل کی وجہ کو سمجھنے سے قاصر ہو؟ کیا تم ہمیں اس معمہ کے حل کرنے میں بالکل مدد نہیں دے سکتیں؟ رینگرو نے پوچھا۔ اور اس نے نفی میں سر ہلا کر سلسلۂ کلام جاری رکھا" میں آپ کا مطلب سمجھتی ہوں۔ مگر افسوس کہ میں اس کی رازدار کبھی نہیں رہی۔ اگرچہ کسی راز کا اس میں دخل بھی ہو۔ کیونکہ معاملہ داری میں وہ بڑی صاف گو واقع ہوئی تھیں۔ ان کو اپنے وسیع اختیارات پر بڑا ناز تھا۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوتا اپنے فرائض تن وہی سے انجام دیتی۔ اس کے علاوہ دیگر متعلقین کے واسطے خیر خواہی میں کمی نہیں کرتی تھی۔ اور ان سے حسن معاملات پر بگاڑ کا سامان دیکھتی تو حتی الامکان اس کو مٹانے کی تدبیریں کرتی۔ چنانچہ میں دعویٰ سے کہہ سکتی ہوں کہ ٹبلی کے غریب باشندے جو عرصہ دراز سے ان کی سرپرستی میں زندگی گزار رہے تھے ہرگز اتنی بڑی جرأت کے مجاز نہیں۔

"تب تم اس واقعہ قتل کے متعلق کوئی خاص رائے قائم نہیں کر سکتیں؟" بالکل نہیں" میں اور ونسنٹ نے ہر طرح کی تدبیروں سے اس کے سراغ لگانے سے بہتیرں جدوجہد کی۔ اس کے علاوہ انسپکٹر بروز۔ بیلف مین پرائس۔ اور بٹلر ولیم نے بھی بہت کچھ کوششیں کیں کہ اگر قاتل کا پتہ نہیں چلتا تو کم از کم قتل کی وجہ تو سمجھ میں آجائے۔ ہر کام کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ بلا وجہ دنیا میں آج تک کوئی کام نہیں ہوا۔ مجھ سے زیادہ تو قدیمی نمک خوار ولیم۔ اور اس کی بیوی این جے ہیں۔ وہ مس مے ڈیو کی طبیعت سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ جب یہ لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں تو پھر میں کس شمار میں ہوں۔

مسٹر ونسنٹ مے ڈیو کہنے لگے" جہاں تک ہم لوگوں نے مشاہدہ کیا اور استدلال کیا اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ گھر کے کسی آدمی کا یہ فعل نہیں۔ بیرونی حملے کا زیادہ تر گمان ہو سکتا ہے۔ اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ باہر سے کوئی آیا تو کس طرح؟ اور قتل کے بعد جو واپس گیا تو صبح کو گھر بھی کھلا ہوا نہیں تھا۔" ان لوگوں نے جان رینگروز کو گھر کا کُل نقشہ بتایا جس کو سراغ رساں بڑی دلچسپی سے سُنتا رہا۔ مس فورسٹر ابتدا سے آخر تک دوران گفتگو میں یکساں طور پر مطمئن نظر آرہی تھی۔ برخلاف اس کے ان کا نوجوان منگیتر بڑی کرب و بے چینی میں مبتلا نظر آرہا تھا۔ ممکن ہے کہ پھوپی کی ناگہانی موت اس کو از خود رفتہ بنا رہی ہو۔ اگرچہ وہ مقتولہ کے متعلق ہمدردی کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن غم کے کچھ آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ البتہ اس کی غیر معمولی اضطراری کیفیت اب تک صیغہ راز میں تھی۔ ابتدا میں ان دونوں کی گفتگو چار پر ہوئی تھی۔ جان رینگروز نے تصفیہ کر لیا کہ گھر میں رہ کر نوکروں کا عندیہ لینا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے زیادہ تر وہ اسی مکان میں قیام پذیر ہوا۔

بٹلر مسٹر جے معمولی اطوار کا آدمی تھا۔ چونکہ مس مے ڈیو کی خدمت میں عرصہ دراز تک اس نے بسر کیا تھا اس لئے اُس کی طبیعت سے بہت کچھ واقف تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طبیعت اپنی مالکہ کے مطلب کی بنالی تھی۔ اپنے آقاؤں کے روبرو وہ نہایت منکسر المزاج و تابعدار نوکر تھا۔ لیکن پیٹھ پیچھے ان کی عیب جوئی اور بدگوئی سے بھی نہیں چوکتا۔ جان رینگروز نے اندازہ کیا کہ باورچی خانے سے لے کر جائے وقوع تک اس کی ایک ہی حالت تھی۔ البتہ مسز جے پر اس کا بہت اثر ہوا تھا۔ اُس نے رو رو کر اپنی آنکھیں سُجا رکھی تھی۔ اسی نے سب سے پہلے اپنی مالکہ کو مردہ پایا تھا۔ کیونکہ وہی ہر روز علی الصباح ان کی خدمت میں چار پہونچاتی تھی۔ یہ بوڑھی سی دُبلی اور کمزور عورت تھی عصبی مزاج ہونے کے باعث ذرا سی بات میں گھبرا جاتی تھی۔ اس کے شوہر ولیم جے نے نہایت احتیاط سے سارا قصہ سراغ رساں سے بیان کیا۔ اُس نے فضول ایک بات بھی نہیں کی۔ سراغ رساں انسپکٹر کے پوچھنے پر بھی اس نے تمام باتوں سے لاعلمی ظاہر کی۔ کہ ایسے سخت جُرم کا کبھی کسی پر وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے بتایا کہ انسپکٹر بروز میرے نہایت گہرے دوست ہیں اور ان کی تمام تفتیش میں برابر شریک رہا ہوں۔ اگرچہ میرا دل ان کے طرز تفتیش کو قبول کرتا ہے۔ مگر ہم جیسے خرد ماغوں کو اس کے سمجھنے کی کافی صلاحیت کہاں؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی بے دردی کا کام کیونکر ایسی پھرتی اور چالاکی سے ہو گیا۔ کہ گھر کے رہنے والوں میں کسی کو

کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی"۔

"الغرض تم بھی اس معمّہ کو سمجھنے سے قاصر ہو" سراغ رساں نے پوچھا۔ "اور کیا! اگر یہ قتل گھر کے اندر والوں نے نہیں کیا تو کسی نے باہر سے داخل ہو کر کیا ہو گا؟ لیکن اس کی تردید میں یہ استدلال بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ بیرونی حملہ یا کسی کے اندر آنے کا کوئی نشان یا ثبوت نہیں ہے۔ اب بتلائیے؟" "قتل اگر باہر کے کسی آدمی نے کیا۔ تو اندر سے امداد پہونچائی گئی ہو گی"۔ انسپکٹر نے کہا۔ "ورنہ بلا کسی اندرونی مدد کے ایسی صفائی سے کسی اجنبی کا اندر خاموشی سے داخل ہونا۔ اور پھر قاتلانہ حملہ کر کے دبے پاؤں نکل جانا ممکن نہیں۔

"واہ! یہ آپ نے خوب کہی۔ بیرونی حملے کو اگر مان لیجئے تو پھر اندرونی امداد بھی یقینی ہے اور اس میں پانچ اشخاص پر شبہ کرنا ہو گا جن کی مدد سے جائے وقوع تک قاتل کی رسائی ہوئی۔ بلکہ چار ہی کہا جائے تو بجا ہو گا۔ کیونکہ میاں بیوی دو نہیں ہوتے۔ خود مجھ ہی کو لیجئے۔ رات کو اگر میں کسی کام کو اُٹھ کر باہر جاؤں تو میری بیوی کو فوراً اس کا علم ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر وہ کسی ارادے یا ضرورت سے باہر جائے گی تو مجکو اسی وقت معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم دونوں ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں۔ آپ ہر ایک سے دریافت کر کے دیکھئے۔ مجھ سے زیادہ مسٹر ونسنٹ ے ڈیو سے آپ کو خاندانی پیچیدگیوں سے معلومات حاصل ہوں گی۔ اگرچہ مدتوں سے ملازمت ہونے کی وجہ سے میں بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔ خود مسٹر ونسٹ کے متعلق جو پوچھئے تو میں آپ کو قسمیہ بتا سکتا ہوں۔ کہ وہ ایسا رحمدل انسان ہے کہ زندگی بھر میں ایک مکھی بھی نہ ماری ہو گی۔ عورت اور پھر پھوپی پر ہاتھ اُٹھانا تو کارے دارد ہے۔ ان کا مشغلہ تو لے دے کر تصویر کشی ہے یا اشعار نویسی۔ ہر وقت وہ عالم خیال میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد مس جونیا فورسٹر کا نمبر آتا ہے۔ یہ خاتون چار سال سے یہاں مقیم ہیں اس کی ماں غیر ملکی یعنی اسپین کی باشندہ تھی۔ اس نے گرے اسٹون میں اپنی نیکی کی وجہ سے کافی ہر دلعزیزی حاصل کر لی ہے۔ اور ہر شخص اس کی خوبیوں کا معترف ہے۔ آج تک کسی عورت مرد یا بچہ سے اس کی ان بن نہیں ہوئی۔ مسز جے کہنے لگی"۔ بارہا مس فورسٹر نے مجکو اور بار ورچن جین وڈ ہاوس کو بوڑھی مالکہ کے بے پناہ عتاب سے بچایا ہے۔ وہ جس وقت ہمارے کسی بدنظمی پر برافروختہ ہوتیں تو نہایت بُری طرح پیش آتی تھیں۔ اس وقت مس فورسٹر بوڑھی مالکہ کو سمجھا بجھا کر رام کرلیتیں۔ تفتیش کے لئے جتنے آفیسر آئے ہیں۔ وہ بھی ان کے مداح ہیں۔ چونکہ یہ جگہ ذرا آرام کی تھی۔ اور بلا نوکری کئے ان کو چارہ بھی نہ تھا اس لئے مس فورسٹر ایسی بدمزاج اور بے مروت مالکہ کی سخت و سُست باتوں کو سُن لینے پر مجبور تھیں"۔ سب کا یہ ہی حال تھا"۔ مسٹر جے نے۔ بیوی کی بات کاٹ کر کہا۔ "ہم سب ایسی پیٹ کی خاطر ان کی مزاجداری کو خوش دلی سے برداشت کرتے تھے۔ افسوس! خدا نے اس سونے کی چڑیا کو ہم سے چھین لیا۔ بھلا انصاف تو کیجئے کہ اس کے درپئے آزار ہو کر اپنی روزی کھونا کس کو پسند ہو سکتا ہے۔ اب اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم لوگوں سے یہ فعل ناممکن ہے۔ انسپکٹر بروز کا قیاس ہے کہ باہر سے کسی نے حملہ کیا ہے لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔ کہ گھر کا ایک ایک دروازہ اور کھڑکی صبح کو بند پائی گئی۔ بلکہ جب میری بیوی نے یہ دہشت انگیز خبر سنائی تو ہمارے آقا مسٹر ونسنٹ نے ہم لوگوں کو ساتھ لے کر مکان کا کونا کونا چھان مارا۔ سب کچھ اسی طرح بند اور مقفل تھا۔ جیسا کہ رات کو سونے سے بیشتر ہم نے چھوڑا تھا"۔

"تم مسٹر ونسنٹ ے ڈیو کو اب آقا کہنے لگے ہو کیوں؟" سراغ رساں نے دریافت کیا:

"بیشک حضور! وہ نہیں تو اور کون آقا کہلا سکتا ہے"۔

مسٹر رینگر وز نے اس پر زیادہ بحث مناسب نہ سمجھ کر قطع کلام کیا اور کہا کہ میں فی الحال اسی مکان میں قیام کروں گا جس کو سُن کر بٹلر اور اُس کی بیوی نے بظاہر تعجبی کا اظہار کیا۔

ان دونوں سے گفتگو ختم کرنے کے بعد وہ مسز وڈہاوس کا عندیہ لینے گیا۔ یہ باورچن باتونی مگر تیز دار عورت تھی۔ واقعی جین وڈ ہاوس

خوش وضع۔ راست گو۔ سیدھی سادھی سی تھی۔ اس معاملہ میں گو اس کی ذاتی رائے کو کوئی دخل نہ تھا۔ مگر اپنی مالکہ کی ناگہانی موت سے متاثر ضرور تھی۔ اور مذہبی نقطۂ نظر سے وہ قاتل کی اس قابل نفرین حرکت پر بیحد خشمگیں نظر آتی تھی۔ جب رینگر وز نے مسٹر ونسنٹ کے ہاں اپنے قیام کا ذکر کیا تو اُس نے نہایت خوشی اور فراخدلی سے منظور کیا۔ کیونکہ اس وقت وہ ہی اس عالیشان عمارت کا مالک تھا۔ لیکن اس کی ظاہری حالت بہت ردی معلوم ہورہی تھی۔ اور وہ بہت پریشان تھا۔

شام کو جون رینگر وز ڈیلی واپس گیا۔ جہاں انسپکٹر بروز اپنی کار لئے پہلے سے موجود تھا۔ جون نے بیان کیا کہ اب تک وہ اس پُر اسرار معاملہ میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکا ہے۔ چار پی کر جون نے اپنا سوٹ کیس ساتھ لیا۔ اور گرے اسٹون پہنچا۔ یہاں ایک کمرہ اس کے لئے سجا کر مخصوص کر دیا گیا تھا۔ آرام کی تمام چیزیں مہیا کی گئی تھیں۔ اس نے مسٹر مے ڈیو۔ اور مس فورسٹر کے ساتھ رات کا کھانا کھایا۔ اور جب مس موصوفہ جا چکیں تو مسٹر مے ڈیو سراغ رساں کو ساتھ لے کر اپنی نشستگاہ میں پہونچا۔ یہاں دونوں بے تکلفی سے سگار پیتے ہوئے تبادلۂ خیالات کرنے لگے۔ ونسنٹ مے ڈیو۔ اگرچہ اس کے ساتھ بخندہ پیشانی گفتگو میں مصروف تھا۔ لیکن گھبراہٹ اور اضطراب کا وہی عالم تھا۔ اس کے بشرے سے تغیر و تبدل کے آثار رونما ہوتے تھے۔ کہنے لگا کہ "خدا کا شکر ہے اب معاملہ اور بھی صاف ہو گیا ہے۔ اس حادثہ سے تین روز پیشتر ہی مرے چچا جون مے ڈیو کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ آج صبح کی ڈاک سے یہ خبر مجکو ملی ہے۔ اگرچہ اس قتل کے وحشتناک سانحہ کا اُن بیچارے سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن کیا تعجب کا مقام نہیں۔ کہ چند روز کے درمیان خاندان کے دو معزز رکن یکایک تمام ہو گئے۔ اب میں یکہ و تنہا اس خاندان کا فرد واحد رہ گیا ہوں۔ مجھ کو مرحومہ بہت چاہتی تھیں۔ اور اسی لئے انہوں نے مجکو اپنا جانشین بنایا تھا۔ برخلاف اس کے ان کا بھائی متوفی جون مے ڈیو ہمیشہ ان کا دست نگر رہا۔ اُن کو وہ ہزار پونڈ سالانہ دیا کرتی تھیں۔ اور اس وظیفہ کو عمر بھر جاری رکھنے کا ارادہ ظاہر کرتی تھیں۔ آپس میں ان دونوں کا سلوک ہمیشہ خوشگوار رہا۔ اور چچا جان برس میں دو بار بہن سے مل لیتے تھے۔ وہ مجرد تھے مس مے ڈیو یہ مشاہرہ ان کے تمام اخراجات کے لئے کافی سے زیادہ سمجھ کر دیتی تھیں۔ کیونکہ وہ خود کبھی کوئی کام کاج نہیں کرتے تھے۔ اور مس ڈیو اپنے اصول کے مطابق ہمیشہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھنے والوں کو بُرا خیال کرتی تھیں۔ چچا جان بڑے آزاد منش اور لاابالی طبیعت کے آدمی تھے۔ مگر بہن سے ہمیشہ اپنا یہ عیب انہوں نے مخفی رکھا"۔

"جی! یہ قصہ تھا! اور یہ حادثہ یکایک رونما ہو گیا"۔ انسپکٹر نے بات کاٹ کر کہا۔

"جی ہاں! اس کے علاوہ مجھے اپنی پھوپی کی سکرٹری مس فورسٹر سے شادی کرنے کی خواہش تھی۔ بتلائیے تو اگر میں نے اس لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی جو اس کو بھی دل سے منظور تھی تو کیا گناہ کیا؟ وہ بیچاری مجھے پہلے ہی متنبہ کر چکی تھی۔ کہ میری پھوپی کو اس سے اختلاف ہو گا۔ پھر انصاف کیجئے جناب! میں نے اگر اپنے اس دلی تمنا کا اظہار کیا۔ یا اپنی منسوبہ سے بھی اس معاملہ میں عجلت کرنے اور اپنی مالکہ سے اس کے متعلق سلسلہ جنبانی کرنے کو کہا تو کیا کوئی بُری بات کی؟ ایک ہفتہ ہوا میں نے پھوپی سے کہا کہ میں نے فورسٹر کو شادی کا پیام دیا ہے۔ وہ آپ کے لئے ایک دوسری سکرٹری تلاش کر رہی ہے۔ جوں ہی ایک قابل سکرٹری مل گئی۔ وہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے خود علیحدہ ہو جائیں گی۔ اُف! یہ سننا تھا کہ غضب ہو گیا۔ کیا بتاؤں اس کا نتیجہ کس قدر ہولناک ثابت ہوا۔ میں ان باتوں کو دُہرا نہیں سکتا۔ ان کے منہ میں جو کچھ آیا وہ بکے گئیں۔ اور اس قدر خفا ہوئیں کہ بالکل آپے میں نہ تھیں۔ اب میں ان کی نگاہوں میں گنہگار تھا۔ انہوں نے قسم کھائی کہ کسی طرح اس منحوس شادی کی اجازت نہ دیں گی۔ جونٹیا نے بھی بہتیری خوشامدیں کیں ہاتھ جوڑے۔ مگر سب بیکار تھیں انہوں نے اس کو بھی مجھے پھسلانے اور بہکانے کے الزام میں خوب خوب صلواتیں سُنا ڈالیں۔ لیکن مجھ پر خفگی بے حساب تھی۔ وہ نہایت درشت اور حقارت آمیز کلمات استعمال کر رہی تھیں۔ اور ایسے ایسے جگر خراش طعنوں سے ہر دم اور ہر لمحہ مجھے کچوکے دینے لگیں۔ کہ میں بیان نہیں کر سکتا آخر کار

انہوں نے یہ کہا کہ اگر تو میرے کام اور آرام کے آدمی کو مجھ سے بہکا کر الگ کرے گا تو میں تجھ کو وراثت سے محروم کر دوں گی۔ اس دھمکی پر بھی میری بے اعتنائی۔ اور میری جانب داری میں جونٹیا کی تائید دیکھ کر انہوں نے آخری تصفیہ کن تکرا کر ڈالی۔" افوہ! موئی فقیرنی آئی تھی نوکری کرنے۔ اب سر چڑھ کر بیگم بنے گی۔ گرے اسٹون کی مالکہ! دیکھوں تو سہی تو کیونکر راج کرتی ہے۔ اور تیرا حاتی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ میں دونوں کو بھیک نہ منگوا دوں تو سہی۔ یہ ٹھاٹ کس بھتے پر ہے؟ میں ابھی ابھی ساری شیخنت خاک میں ملاتی ہوں۔" انھوں نے اسی وقت اپنے قانونی مشیر مسٹر موسٹا کو بلوا کر ایک نیا وصیت نامہ تیار کرایا جس میں اپنے بھائی جون ے ڈیو کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ اس وقت وہ بالکل بھلی چنگی تھیں۔ اور کس کو خبر تھی کہ وہ اچانک یوں چٹ پٹ ختم ہو جائیں گی۔

جس روز ان کو مردہ پایا گیا۔ اس سے پیشتر ہی مجکو یہاں سے نکلنے کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ اور عین اسی روز میری روانگی مقرر ہوئی تھی۔ میرا سامان بندھا ہوا تیار تھا۔ جونٹیا میرے ساتھ نہیں جا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ پھوپی جب اس کو باضابطہ برخاست کریں گی تو وہ رخصت ہو گی۔ جس وقت صبح کو میں نے اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع پائی تو مجکو یہاں ٹھیرنا ہی پڑا۔ اور قسمت کی ستم ظریفی تو دیکھئے۔ کہ اب معاملہ ہی کچھ ایسا بیڈھب آن پڑا ہے۔ چچا بیچارے کو اپنی زندگی میں یہ سننا بھی نصیب نہیں ہوا۔ کہ بہن کی کرمفرمائی سے وہی وارث بنائے گئے ہیں۔ سچ پوچھئے تو وصیت نامہ کی تیاری سے گھنٹوں پیشتر وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ نئے وصیت نامے کی رو سے کل جائداد اسباب و نقدیوں کا مالک پھوپی نے اپنے بھائی کو قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ پہلے ہی مر چکے تھے۔ چنانچہ اب اس ملکیت کا میرے سوائے اور کوئی جائز حقدار نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ میں ہی اپنے خاندان کا ایک فرد واحد رہ گیا ہوں۔" نوجوان نے یہ کہہ کر آہ سرد بھری اور بولا۔ بس یہی مجکو عرض کرنا تھا۔ شائد اس سے آپ کو کچھ مدد ملے۔"

"ممکن ہے۔ کہ بہت کچھ مدد ملے۔ خیر جو کچھ ہو میں کل افسر تفتیش کے اظہار خیالات کے بعد پھر اس مکان کا اچھی طرح جائزہ لوں گا۔ اور تفتیش کی تمام سرگرمیوں کو روبکار لاؤں گا۔ شاید کوئی نتیجہ مرتب کر سکوں۔ ہاں مس ے ڈیو کے قانونی مشیر سے مل کر وہ نیا وصیت نامہ بھی دیکھو نگا کوئی نہیں بتا سکتا کیا کیا معلومات بہم پہنچیں۔ جو کچھ بھی ہو ان کا قانونی معاملہ بالکل صاف ہے۔ اگر وہ اس وقت زندہ بھی ہوتیں تو یہ از روئے قانون فسخ ہو چکا ہوتا اب جیسا کہ آپ نے بیان کیا اور کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تو یہ ساری ملکیت آپ کی ہو چکی۔ پھوپی نے خواہ مخواہ اتنا جھنجٹ کیا۔ بڑھیا کی تمام کوششیں تہیں ورثے سے محروم کرنے میں بیکار رہی ثابت ہوئیں۔ خدا نے تمہاری قسمت میں دولت لکھی تھی۔ بھلا ان کی کیا مجال تھی کہ کسی اور کو دیدیتیں! میں آپ کے اس مفصل حال بتانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اچھا اب صرف یہی مجکو معلوم کرنا ہے۔ کہ کون سی فکر آپ کو یوں ستا رہی ہے۔ آپ اس قدر ہراساں اور پریشان کیوں نظر آتے ہیں۔ یہ درست ہے۔ کہ اس ہولناک واقعہ کا اثر آپ کے دل پر بے انتہا ہو رہا ہے۔ خصوصاً اس خیال سے کہ اس وقت آپ لوگوں میں باہم کشیدگی ہو رہی تھی۔ لیکن کیا اس کے سوا اور بھی کوئی بات ہے؟" مسٹر ے ڈیو نے سراغ رساں کو بغور دیکھا۔ اس کا رنگ یکا یک فق ہو گیا۔" آپ غلطی پر ہیں۔ میں بالکل اچھا ہوں صرف اس غمناک اور پُر اسرار واقعہ نے مجکو بیحد فکر مند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔ اگرچہ کچھ وقت کے لئے آپس میں کشیدگی کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن میں ہمیشہ ان کا احترام کرتا تھا۔ وہ بارہا سختی سے پیش آئی ہیں۔ مگر اس کو ہنگامی خفگی پر محمول کر کے میں کبھی کچھ خیال نہ کرتا تھا۔ اُن سے حاشا! مجکو نفرت نہ تھی۔ اس وقت ان کی بیکس موت کا خیال مجکو ستا رہا ہے۔" رینگر وز اور زیادہ سوال مناسب نہ سمجھ کر کہنے لگا۔" مجکو اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا خیال غلط نکلا۔ پہلے میں نے سمجھا تھا کہ کوئی راز آپ نے مخفی رکھا ہے جو آپ کے ضمیر کو مبتلائے آلام بنا رہا ہے۔ کوئی بات بھی اگر آپ کو مشکوک معلوم ہو تو اس کا اظہار کیجئے گا ممکن ہے کہ اس سے کچھ پتہ ملے۔" میں نے آپ کا مطلب بخوبی سمجھا ہے۔ اور یقین مانئے۔ کہ میرے علم میں اگر کوئی بات بھی ہوئی یا ہو گی تو میں آپ سے ہرگز مخفی نہ رکھوں گا۔" مس فورسٹر کی تمام باتوں کا تو آپ کو ضرور علم ہو گا؟" سراغرساں نے پوچھا۔

"یقیناً! ہم دونوں گویا دو قالب اور ایک جان ہیں"۔

"مجھے ٹھیک بتائیے کس روز آپ نے اپنے چچا کی رحلت کی خبر سُنی ہے؟"

"آج صبح کی پہلی ڈاک سے۔ یہ اطلاع کچھ دیر سے مجھے دی گئی۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ ان کے قانونی مشیر کو ان کے مرنے کے ۲۴ گھنٹہ بعد یہ خبر پہونچی تھی۔ جب انہیں چچا کے مکان کی مالکہ کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ یہ خبر مجکو گرے اسٹون میں بھیجنی چاہیئے۔ تو ان لوگوں نے یہ خط لکھا چونکہ میری رہائش یہاں مستقل نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے ساتھ ہی لفافہ پر ہدایت بھی کی گئی تھی۔ کہ میں اگر وہاں موجود نہ ہوں تو یہ ضروری خط میری جائے قیام پر فوراً بھیجدیا جائے"۔ اس نے یہ کہکر خط نکال کر سراغ رساں کے حوالے کیا۔ سراغ رساں نے سرسری نگاہ سے اس کا معائنہ کرکے واپس کردیا۔ اور کچھ دیر گفتگو کے بعد سونے کی اجازت طلب کی۔

گو سراغ رساں مسٹر ونسنٹ سے بڑی دلسوزی اور ہمدردی سے گفتگو کرتے رہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ کھوئے کھوئے سے نظر آ رہے تھے۔ اُنہوں نے خود ساتھ لے جاکر سراغ رساں کو اس کے کمرے میں پہونچایا۔ جو پہلے ہی درست کرا رکھا تھا۔ اور رخصت ہوتے ہوئے پوچھا کہ "اور کسی چیز کی تو ضرورت نہیں"۔ سراغ رساں نے نفی میں سر ہلایا۔ مسٹر ونسنٹ نے واپس آنے کے قبل یہ بھی دریافت کرلیا کہ آپ صبح ناشتہ اسی کمرے میں کیجئے گا یا ہمارے ساتھ۔ رینگروز نے سب کے ساتھ ناشتہ کرنا پسند کیا۔ اور پوچھا کہ کے بجے آپ ناشتہ کرتے ہیں؟"

"نو بجے۔ کیا یہ وقت ٹھیک نہ ہوگا"۔ ونسنٹ نے کہا۔

"نہیں یہ بہت ٹھیک وقت ہے"۔ رینگروز نے جواب دیا۔ اس نے دل میں بہت کچھ پوشیدہ منصوبے اس تفتیش کے متعلق گانٹھ رکھے تھے وہ صبح چھ بجے سوکر اٹھا اور صبح کی مدہم روشنی میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک نوکروں کے آنے سے پیشتر ہر کمرے کو بغور دیکھنے میں مصروف رہا۔ ہر کمرے کا جب بغور مشاہدہ کرچکا۔ تو وہ ایک بڑے ہال میں پہونچا جس میں ایک طرف بڑی بڑی شیشے کی الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور دوسری طرف اسی طرح کی شیشے کی الماریوں میں مختلف اقسام کے کھلونے عجائبات اور اسلحہ جات سجائے ہوئے تھے۔ یہ عالیشان کمرہ بالکل گرد آلود ہو رہا تھا۔ الماریوں کے چاروں طرف گیلریاں بنی ہوئی تھیں۔ کمرے کے وسط میں بڑی لالٹین روشن ہوئی تھی۔ مسٹر رینگروز کو اس کمرے کی حالت سے اندازہ ہوا۔ کہ اس خاندان کے گزشتہ افراد جس شوق اور قابلیت سے ان نادر اشیاء کو فراہم کرگئے تھے۔ وہ ذوق موجودہ مالکوں میں مفقود ہے۔ وہ ہر چیز کا بنظر تعمق مطالعہ کررہا تھا۔ ہر چیز میں اس کی گہری دلچسپیوں کو دخل تھا مختلف ممالک اور متفرق اقوام کے ہتیار فراہم کئے گئے تھے۔ یکایک وہ چونک سا اُٹھا۔ ایں یہ کیا؟ ایک شوکیس بالکل وسط کے گنبد کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ یہ حیرت انگیز منظر پیش کررہا تھا۔

درحقیقت یہ کوئی عجیب چیز۔ یا مافوق الفطرت منظر نہ تھا جس نے سراغ رساں کو اس قدر متحیر بنا دیا۔ بلکہ ایک گم گشتہ چیز نے یکایک اس کے خیال کو اور منتقل کردیا تھا۔ چونکہ تمام چیزوں کو قاعدہ اور ترتیب کو مدنظر رکھنے کے علاوہ معلومات میں اضافہ کرنے کے خیال سے سجایا گیا تھا۔ لہذا ہر ایک شے پر ایک کارڈ ...... اور اس کا نام مع مالک کے نام کے لکھ کر منسلک کردیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک خالی کارڈ نے سراغ رساں کے خیال کو یکایک اپنی طرف منعطف کرلیا۔

"اُفوہ! کوئی چیز کھوئی گئی ہے"۔ اس نے شوکیس کو ایک بٹن دباکر کھولا۔ اور وہ کارڈ نکال کر پڑھنے لگا۔ یہ کارڈ ایک چھرے سے منسلک تھا۔ اور کارڈ پر یہ لفظ چھپے ہوئے تھے۔ "پرنس چارلی کی ملکیت" جون رینگروز نے کارڈ کو پھر اسی جگہ رکھدیا۔ مشاہدہ سے اس کو پتہ لگا کہ وہ چھرا اس کارڈ میں گلابی ریشمی فیتہ سے بندہا ہوا تھا۔ جس کو کاٹ کر الگ کیا گیا ہے۔ اس فیتے کا ایک ٹکڑا بھی اس میں لگا ہوا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اُس نے اندرونی تفتیش ختم کردی۔ اب خاصی صبح ہوچکی تھی۔ مشرقی افق میں طلوع آفتاب کی

سُرخی نمایاں تھی۔ وہ دروازے سے نکل کر بڑے ڈرائنگ روم میں آیا۔ اور کسی سوچ میں مستغرق ٹہلنے لگا۔ ہواہ! یہ تو صاف صاف پتہ دے رہی ہے۔ آخر وہ چھری گئی کہاں؟ لیکن پھر وہ مشتبہ سا ہو گیا کہ کہیں اس کو بہکانے اور غلط خیالات کی جستجو میں منہمک کرنے کو تو یہ چال نہیں چلی گئی؟" نہیں نہیں میں اس کو ضرور تلاش کر کے رہوں گا" اس نے دل میں کہا۔ سوال یہ درپیش تھا۔ کہ گھر کے لوگوں سے اس کے متعلق ضرور پوچھنا پڑے گا۔ صبح ناشتہ پر مسٹر مے ڈیوا اور جونٹیا موجود تھے۔ جونٹیا بالکل زرد ہو رہی تھی۔ چونکہ سیاہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھی اس لئے یہ زردی بدرجہ غایت نمایاں تھی بسٹر ونسنٹ کل کی نسبت آج بہت زیادہ متفکر نظر آ رہے تھے۔ برعکس اس کے مس فورسٹیر بہت ہی مطمئن معلوم ہو رہی تھی۔ وہ نہایت سادگی اور دلچسپی سے افسر تفتیش کی تحقیقات اور فیصلہ کے متعلق سراغ رساں سے دریافت کرنے لگی۔

سراغ رساں نے صبح کی کارآزمائی کا کچھ بھی تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ خاموشی سے ان دونوں کے بشرے سے صورت حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔ اس کا یہ نظریہ تھا۔ کہ فطرتاً انسان رازداری اور ہمدردی کا متلاشی ہوا کرتا ہے۔ اور بہترین سلوک کا اقتضا یہی ہے۔ کہ ہم جلد سے جلد کسی کی خود اعتمادی حاصل کریں۔ خصوصاً کسی خوفناک وقوعہ کے زیر اثر جب بے پناہ یورشوں کی مدافعت کے بعد ہمت اور طاقت جواب دے جاتی ہے۔ اس وقت کسی کا حسن سلوک ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی آخر وہی ہوا اور جونٹیا پر اس کا جادو چل گیا۔ وہ سراغ رساں کی باتوں میں دلچسپیاں لینے لگی۔ حالانکہ وہ بہت ہی کم اس لڑکی کی طرف اپنا وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ فطرتی اس قدر محتاط سنجیدہ اور کم سخن نظر آتی تھی۔ کہ اس سے ملنا یا کسی راز کا انکشاف ہونا ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔

اس نے ابتدا سے اب تک غم واندوہ کا فرضی مظاہرہ نہیں کیا۔ اور کبھی وحشت زدہ نظر آئی۔ جون رینگروز نے یہ بھی محسوس کیا۔ کہ اس کی طرح وہ بھی اپنے منگیتر ونسنٹ مے ڈیو کی اس متغیر حالت پر بیحد متعجب ہے۔ دونوں میں محبت بیشک تھی لیکن مس فورسٹر اپنے اصول کے مطابق اس بے پایاں محبت کا پُر جوش مظاہرہ پسند نہ کرتی تھی۔ اور نہ اس کو پوشیدہ رکھ کر بالکل بے لگاؤ بننا چاہتی۔ ہر ایک بات میں حد اعتدال کو نگاہ میں رکھنا اس کا مقصد زندگی تھا۔ اس لئے وہ اپنے منگیتر کی اس غیر معمولی بے چینی اور وحشت کا سبب دریافت کرنے کے لئے پریشان تھی۔ رینگروز کو یہ معلوم کر کے اور حیرت ہوئی اور اس کی دلچسپی میں کافی اضافہ ہونے لگا۔ کہ بجائے مطمئن اور بشاش نظر آنے کے وہ اس قدر مضطرب کیوں ہو رہا ہے۔ بڑھیا کی موت سے اب کوئی کانٹا درمیان میں نہ تھا۔ اور نہ مس فورسٹر پر اب کسی کا دباؤ باقی رہا تھا۔ پھوپی کا سلوک کچھ ایسا اچھا نہ تھا جس سے محرومی اس کی پژمردگی کا باعث ہوتی۔ ضرور اس میں کوئی بات ہوگی۔ ورنہ اس قدر فکر اور پریشانیاں کیوں لاحق ہوگئیں اگر اپنی پریشانی کا یہ راز مے ڈیو اس سے بیان کر دیتا تو اس کو قرار واقعی مدد ملتی۔ رینگروز نے یہ اندازہ کیا کہ اگر قتل گھر کے کسی فرد نے نہ بھی کیا ہو لیکن یہ امر یقینی ہے کہ گھر کے کسی شخص کی مدد سے یہ جرم عمل میں آیا ہے اور یہ خیال کہ قاتل باہر سے آیا ہوگا۔ اب تک غیر متیقن تھا۔ تاہم اب اس کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ گھر کے کسی آدمی کو بھی ضرور اس معاملہ میں کافی علم ہوگا۔ اگرچہ مصلحتاً یا کسی خاص ارادہ سے وہ خاموش ہے۔ بلکہ اس کے منتشر خیالات اس وقت زیادہ تر ونسنٹ مے ڈیو کی نسبت مشکوک ہو رہے تھے۔ اس کو یہ گمان ہو رہا تھا کہ صورت معاملات میں اس کو ضرور کوئی خاص علم ہوگا۔ اور اسی باعث ونسنٹ مے ڈیو پر وحشت سوار ہو رہی ہے۔

صبح کے کھانے کے بعد اس نے تمام کمروں کا معائنہ شروع کیا۔ اور بغور ہر چیز کا مطالعہ کرتا رہا۔ ان دو رہائشی کمروں کے علاوہ برسوں سے جو کمرے خالی پڑے تھے ان کو بھی خوب اچھی طرح دیکھا بھالا۔ چونکہ وہ تنہا اس کام میں مصروف رہا تھا اس لئے اس نے جو کچھ دریافت بھی کیا وہ صیغہ راز میں رہا۔

تلاش کرتے ہوئے اس نے دو نہایت حیرت انگیز اور اہم ثبوت حاصل کئے۔ ایک تو جونٹیا فورسٹر کے کمرے میں جو دیوار سے ملحق الماری تھی۔ اس کے پٹ کا ایک ٹکڑہ تازہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اور دوسرا گلابی ریشمی فیتہ کٹا ہوا تھا۔ یہ چیزیں نمایاں طور پر اس حادثہ سے متعلق تھیں

افسر تفتیش کے فیصلے اور بیانات کے متعلق تمام کارروائیاں بڑے ہال میں انجام دی گئیں۔ مگر اس سے واقعات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن سراغ رساں کے دل میں اب تک مختلف شبہات کھٹک رہے تھے۔ چنانچہ اس نے تمام کارروائی بہ نظر غائر مطالعہ کی تھی۔ مس نورسٹر کے بیان میں اس کو بہت لطف آیا۔ یہ نہایت صفائی سے تمام واقعات پر روشنی ڈال رہی تھی۔ صاف گوئی اور سلاست سے اس نے تم گواہوں کو مات کر ڈالا تھی کہ اپنے دلی تعلقات، محبت کے جذبات، برداشت کی صعوبتوں، اور پھوپی بھتیجے کی درمیانی رنجشوں کے متعلق اس نے سب کچھ بلا کم وکاست کہدیا۔ اس کی تعریف تو گزشتہ شام کو رینگروز نے مسٹر ڈیو کی زبانی بھی سنی تھی لیکن اس وقت مزید انکشافات میں مے ڈیو اور رینگروز دونوں اس سحر بیان بلند ہمت خاتون کی داد دل سے دیتے ہوئے۔ ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے۔ مے ڈیو اپنی چاہیتی ہونے والی بیوی کی دلنشین طرز گفتار۔ اور راست گوئی پر عش عش کر رہا تھا اس کی آواز میں لغزش یا عصبی خلجان کا شائبہ بھی نہ تھا۔ سچ پوچھئے تو اب تک کسی نے اس قدر مطمئن انداز اور وضاحت سے بیان نہیں دیا تھا۔

وہ کہنے لگی کہ جس رات مسٹر مے ڈیو اور ان کی پھوپی کے درمیان تکرار ہوئی۔ اس رات کو میں مطلق نہ سوئی۔ اور مس مے ڈیو جس شب کو قتل ہوئی یہ رات بھی میں نے آنکھوں میں کاٹی۔ گو کہ اس کا مجھے علم نہیں تھا کہ اتنا زبردست سنگین واقعہ پیش آئے گا۔ مگر میں بیحد مضطرب اور پریشان ہو رہی تھی۔ کہ مس ڈیو کے حکم کی تعمیل میں ونسنٹ کو اس روز صبح ہی چلا جانا پڑے گا۔ ہمیشہ کے لئے۔

تقریباً شب کو ۲ بجے میں بیخوابی اور ہجوم تفکرات سے تنگ آکر اٹھی شمع روشن کی اور اُسے ہاتھ میں لے کر اپنے کمرے سے باہر نکلی کہ لائبریری والے کمرے سے جا کر ایک کتاب اٹھا لوں شائد اس کو پڑھتے ہوئے میرا دھیان دوسری طرف ہو جائے اور قلب کی بیقراری کم ہو کر آنکھ لگ جائے۔ چنانچہ لائبریری میں ایک کتاب مجکو حسب خواہ مل گئی۔ وہاں سے میں دوسرے کمرے میں گئی یہ کھانے کا کمرہ تھا۔ میں نے سائڈ بورڈ سے کچھ بسکٹ نکالے اور وہاں بیٹھ کر انھیں کھانے لگی۔ کیونکہ تمام رات نیند نہ آنے کے باعث بھوک لگ رہی تھی۔ اور نقاہت کے باعث ہاتھ پیر بھی کمزور معلوم ہو رہے تھے۔ بسکٹ کھانے کے بعد کتاب لے کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی لیکن جونہی میں نے سیڑھی ختم کر کے۔ برآمدے میں قدم رکھا مجھے کوئی آہٹ معلوم ہوئی۔ جیسے مس مے ڈیو کے کمرے کی جانب والے برآمدے میں کسی نے آہستہ سے دروازہ بند کیا۔ میں نے فوراً کتاب زینہ کے پاس والی میز پر ڈال دی۔ اور شمع ہاتھ میں لئے ہوئے مس مے ڈیو کے کمرے کے دروازہ پر پہونچی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ اور دروازہ بھی حسب معمول بند تھا۔ پھر میں نے احتیاطاً اس کے پہلو میں جو برآمدہ تھا۔ اُدھر جا کر دیکھا نوکروں کی آمد ورفت کی سیڑھی بھی اُدھر تھی۔ وہاں بھی نظر دوڑائی۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا مجکو خوف ہو رہا تھا۔ کہ کہیں کوئی چور۔ اُچکا نہ گھس آیا ہو۔ لیکن مجکو تلاش کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوا کہ سیڑھی کے نیچے سے کچھ روشنی کی جھلک آرہی ہے۔ مگر پھر مجکو خیال ہوا کہ شمع جو میرے ہاتھ میں تھی۔ کہیں اسی کی روشنی کا عکس نہ پڑ رہا ہو میں نے شمع کو گل کر دیا۔ اس وقت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور مکان پر ہیبت ناک سکوت طاری تھا۔ میں کچھ دیر خاموش مبہوت تکتی رہ گئی۔ اس کے بعد یکایک مجھے اپنی حماقت کا خیال ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ اتنا وقت فضول توہمات میں برباد کر دیا۔ میں فوراً واپس آئی اور کتاب اٹھا کر اپنے کمرے میں بستر پر جا کر لیٹ رہی۔ مجکو یاد نہیں کتنی دیر تک میں نے کتاب پڑھی۔ مگر پڑھتے ہوئے میری آنکھ لگ گئی تھی۔ کیونکہ این یعنی مسز جے جب صبح مجھے جگانے آئی تو مجھ پر ہنس رہی تھی۔ کہ میں الکٹرک لائٹ گل کئے بغیر اب تک سو رہی تھی۔ وہ اس وقت تک اپنی مالکہ کے کمرے میں نہیں گئی تھی کیونکہ اس کا معمول تھا کہ ہر روز پہلے مجھے آکر جگاتی تھی"۔

افسر تفتیش نے اور بہتیرے سوالات کئے لیکن جونشیا نے ان کا نفی میں جواب دیا۔ اور کہنے لگی۔ کہ جو کچھ مجکو علم تھا۔ سب میں نے من وعن بیان کر دیا ہے۔ اس کے بیان سے فی الحقیقت کوئی غیر معمولی نئی بات معلوم نہیں ہوئی۔ کیونکہ آہٹ اور روشنی کا تعلق جہاں تک

غور کیا گیا۔ قیاس کے دھوکے کے علاوہ اس پر اصلیت کا یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رینگر وز نے اندازہ کیا کہ اپنی محبوبہ کے اظہار کو سن کر مسٹر مے ڈیو کو گونہ اطمینان حاصل ہو گیا۔ اس کو خود زیادہ کچھ کہنا نہ تھا۔ بجز اس کے کہ واقعہ کا علم ہوتے ہی اس نے نوکروں کو بٹلر ولیم کے ہمراہ لے کر سارا مکان چھان مارا تھا۔ جو پہلے بھی پولیس رپورٹ میں قلمبند کیا جا چکا تھا۔

مس مے ڈیو کے قانونی مشیر مسٹر فوس ڈائک نے وصیت نامے کے متعلق بیان کیا۔ اور موقع ملنے پر دوسرے روز سراغ رساں انسپکٹر کو بھی دکھا دیا۔ آخر کار پولیس نے یہ فیصلہ کر ہی دیا۔ کہ یہ قتل بیرونی کسی حملہ آور کے ہاتھوں ہوا ہے۔ چونکہ گھر کے لوگوں اور پولیس کے عملے سے پرانی دوستی تھی لہذا ان لوگوں نے قطعی رائے دیدی۔ کہ گھر والوں میں سے کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مس میری مے ڈیو کے پاس مدت العمر اُنہوں نے خیر خواہی اور تابعداری سے بسر کی تھی۔ چنانچہ ان کی موت کسی طور سے بھی ان لوگوں کے حق میں نفع رساں نہیں ہو سکتی تھی۔ علاوہ ازیں خود ان کی لگی بندھی نوکری اس طرح جاتی رہی۔ مسٹر ونسنٹ نے خود اقرار کیا ہے اور ثبوت موجود ہے۔ اُن کو اپنے چچا کے انتقال کا پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ اور بوڑھی خاتون کے اچانک قتل ہونے کا سُن کر اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس نے سب کچھ کھو دیا۔ چنانچہ گھر کے لوگوں پر کسی قسم کے شکوک و شبہات کا احتمال نہیں کیا جا سکتا۔ جیوری سے بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

رینگر وز نے بھی دیکھا کہ مسٹر ونسنٹ کے بیان سے پولیس اور جیوری کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوا۔ مقدمہ کا فیصلہ پندرہ روز کے لئے ملتوی رہا۔ اور کارروائی ختم کر دی گئی۔ یہ اس لئے ملتوی کر دیا گیا۔ کہ سُراغ رسان اپنی مشاہدات کے بنا پر جب کسی خاص تکمیل پر پہونچ جائے گا تو اس کا تصفیہ زیادہ آسان ہو گا۔

دوپہر کو سراغ رساں انسپکٹر مصروف بکار تھا۔ اور کسی خاص خیال سے گھر والوں سے بالکل علیحدہ ہی رہا۔ وہ ایک مشتبہ حالت میں مستغرق تھا۔ اور زیادہ تر وقت اس نے بٹلیجے کے گھر میں گزارا۔ اس کے بعد ہاؤس کیپر کی چار کی دعوت قبول کر کے بڑھیا کی باتوں سے کچھ دیر محظوظ ہوتا رہا۔ وہاں سے آ کر اس نے دوبارہ لائبریری کی راہ لی۔ یہاں آ کر دیکھتا کیا ہے۔ کہ اسی کارڈ میں چھرا منسلک ہے۔ جس میں اس کی تاریخی روایات مندرج تھیں اس نے چھرا اس سے نکال کو بحفاظت تمام اپنے رومال میں لپیٹ لیا۔ اور اس کو لئے ہوئے نیچے اُسی کمرے میں واپس پہونچا جس میں اب تک مقتولہ کی نعش رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پھر اُس کا بغور معائنہ کیا۔

شام ہونے کے بعد وہ مقامی ڈاکٹر فوریس کے پاس گیا۔ کیونکہ اسی نے کاری زخم کے متعلق شہادتی رپورٹ پیش کی تھی۔ اس سے کچھ دیر گفت و شنید ہوتی رہی۔ پھر یہاں سے شام کے کھانے کے وقت گھر پہونچا۔ مسٹر مے ڈیو کل سے زیادہ آج خاموش اور اُداس نظر آ رہے تھے۔ کھانا بھی اُنہوں نے برائے نام ہی کھایا۔ جونٹیا اس کی اس عجیب و غریب حالت کو دیکھ دیکھ کر بہت پریشان ہو رہی تھی اور اس کے متعلق رینگر وز سے کچھ مشورہ کرنا بھی چاہتی تھی۔ کھانے کے بعد سراغ رساں نے جونٹیا کو یہ موقعہ دیا۔ لیکن اس نے ساتھ ہی محسوس کیا۔ کہ مے ڈیو کو اس کا علم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑی حکمت عملی سے اس لڑکی کی اس خواہش کو مسترد کرنا چاہا۔ کیونکہ اس کو شاید یہ مناسب نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اس کی لاعلمی میں اس منگیتر سراغ رساں سے کسی قسم کی سلسلہ جنبانی کرے۔ یا کم از کم اس سے علحدہ ہو کر گفت و شنید جاری رکھے۔

چنانچہ مسٹر مے ڈیو جون رینگر وز کو مصلحت آمیز دوستی کے اشارے سے اپنی طرف بُلا کر۔ اپنے نشست گاہ میں لے گیا۔ اور نوکر سے کافی اور سگار پیش کرنے کی فرمائش کر کے دروازہ بند کر لیا۔ اور اسی عجلت اور پریشانی کے عالم میں سراغ رساں کے پاس بیٹھ کر اس نے اپنی داستان سُنانی شروع کر دی۔ اس وقت اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اور پسینہ میں بالکل شرابور ہوا جاتا تھا۔ گو کہ دوران گفتگو میں بار بار وہ رومال سے پیشانی پونچھ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا۔

"مسٹر رینگروز! میں اس بارِ غم کو اور نہیں اُٹھا سکتا! ہاں نہیں اُٹھا سکتا! میں اس اخفار کو اب برداشت نہیں کر سکتا۔ اور کچھ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور ساتھ ہی آپ کی خدمت میں ایک معتد بہ رقم بھی معاوضہ میں پیش کروں گا۔ اگر آپ اس بلا سے نجات دلانے کا وعدہ کریں۔ مجھے اپنے لئے کچھ بھی غم نہ تھا۔ پر افسوس کہ یہ کسی اور سے متعلق ہے۔ مجکو اس بارے میں ایک بڑی درخواست کرنی ہے۔ دیکھئے پریشان مت ہوجائیے۔ ذرا فراخ دلی سے پیش آیئے گا جس وقت آپ پر میری مجبوریاں ظاہر ہوجائیں گی۔ تو یقیناً آپ بھی غلط انصاف کرنے سے دست کش ہوجائیں گے اور ہرگز ایک بیگناہ کی تباہی پر آمادہ نہ ہوں گے۔ یا کم از کم انسانی ہمدردی۔ اور جنسی حمایت کا اقتضا یہی ہوگا۔ کہ آپ میری امداد میں اپنی تمام کوششیں روبکار لائیں۔ اگرچہ واقعی مجھے اس کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ آپ سے کم از کم آپ کے منصبی اصول کو قربان کرنے کی درخواست کروں۔ تاہم یہ تمامتر آپ کے اختیار میں ہے۔ اور معاملہ بھی کچھ ایسا پیچیدہ ہے۔ کہ ہر کسی کی عقل قاصر ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی فراخ حوصلگی اور اعلیٰ ذہنیت اس کو نظرانداز نہ کرے گی۔ کہ میں اپنے لئے نہیں بلکہ کسی اور کی خاطر آپ کی مدد چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ کچھ وقفہ تک جواب کا منتظر رہا۔ لیکن رینگروز نے جب کوئی جواب نہیں دیا۔ تب مسٹر ے ڈیو نے اقبالِ جرم کرنا شروع کیا۔

"سنئے۔ میں نے اپنی پھوپی کو ہنگامی جذبات کے زیرِ اثر قتل کر ڈالا تھا۔ اب تو یہ واقعہ ہوچکا ہے۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ پیش آنا چاہیئے۔ چنانچہ میں اب یہ آپ کے انصاف اور رحم پر موقوف رکھتا ہوں۔ آپ میرا مقصد سمجھ گئے مسٹر رینگروز؟" سراغ رساں کچھ دیر مبہوت اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر کہنے لگا "میں نہیں سمجھا مگر ذرا اس معاملہ کو اور صاف طور پر بیان کیجئے۔"

"میں نے انتہائی نفرت غم اور غصہ کے جذبات سے مغلوب ہوکر یہ قصہ پاک کر ڈالا"

"یعنی؟"

"مجکو اس وقت یہ احساس ہو رہا تھا۔ کہ دنیا کا ایسی خودغرض اور بے حمیت ہستی سے خالی ہوجانا ہی بہتر ہے۔ لیکن بعد میں مجکو معلوم ہوا۔ کہ میں نے سخت بزدلانہ حرکت کی۔ اور یہ سنگین جرم مجھ سے نفس پروری کے باعث شیطان کے بہکانے سے سرزد ہوگیا۔ میں نے یہ کام صرف بہلائی کے ارادہ سے کیا تھا۔ مگر دوسرے ہی دن مجکو اپنی قسمت کی ستم ظریفی کا پتہ لگا جبکہ چچا کے انتقال کی خبر پائی۔ میرا سارا کام ایسی آسانی اور خوش اسلوبی سے سرانجام ہوگیا تھا۔ کہ آج تک کسی نے اس کی گرد بھی نہ پائی۔ خود آپ بھی کافی عرصہ تک سرگرداں رہے۔ چنانچہ میں نے اسی خیال سے اور بھی جلد اقبال کرلیا۔ تاکہ آپ کو مزید تحقیقات میں پریشانی اور دقت اُٹھانی نہ پڑے"۔ رینگروز اس اعتراف کو کچھ اور ہی تصور کرکے مسکرایا۔ گویا اس کو مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے ے ڈیو نے یہ چال چلی تھی۔ سراغ رساں نے خیال کیا۔ کہ کہیں کسی اور کی پردہ داری کے لئے تو انہوں نے یہ طوفان نہیں باندھا ہے۔ پھر اس کو ناامیدی سی محسوس ہوئی۔ آخر اس صاف باطن نوجوان کے اقرار کے غلط معنی لینے کی کیا ضرورت ہے۔

"آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے جذبات کے ہنگامی تلاطم کے زیرِ اثر حواس باختہ ہوکر بڑھیا پر قاتلانہ وار کیا تھا۔ اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرسکتے ہیں"۔ رینگروز نے دریافت کیا۔ جس کے جواب میں عملی ثبوت پیش کرنے کی غرض سے ے ڈیو نے اپنے ڈیسک کی مقفل دراز کھولی اور اندر ایک اسپرنگ دبائی جس سے ایک اور خانہ باہر نکل آیا۔ اس میں کاغذ لپٹا ہوا ایک پلندہ سا رکھا ہوا تھا۔ ے ڈیو نے اس کو اُٹھا کر سراغ رساں کے حوالے کیا۔

"لیجئے! ثبوت! میں نے اسی چھرے سے مس میری جے ڈیو کو ہلاک کیا تھا۔ اور یہ میں نے میوزیم سے نکالا تھا۔ دراصل یہ میرے دادا جان کے فراہم کردہ قدیمی نوادر کے مجموعہ میں رکھا ہوا تھا۔ یہی وہ چھری ہے جس کی نسبت کارڈ میں "مملوکہ پرنس چارلی" مندرج ہے۔ میں نے اس کو واپس اس کی قدیمی جگہ میں رکھنا چاہا تھا۔ پر افسوس کہ اب تک اس کا موقع نہیں ملا۔ اگر آپ چاہیں تو بڑے شوکیس میں اس خالی کارڈ کو

ملاحظہ کر سکتے ہیں جس سے میں نے اس کو علیحدہ کیا ہے۔

مسٹر رینگروز نے اس خوفناک چھُرے کو ملاحظہ کرنے کے لئے ہاتھ میں اُٹھالیا۔ اس کا دستہ خالص چاندی کا بنا ہوا تھا۔ اور سرے پر مرصع کام ہو رہا تھا جس میں خاندانی نشان اعزاز بھی منقوش تھا۔ اس کا پھل چمکیلے فولاد کا بنا تھا جس میں خون خشک ہو کر جم گیا تھا

"آپ مجھے اب بلا تامل مجرم کہہ سکتے ہیں اس نے دھیمی آواز سے کہا۔ میں نے بہت ہی جلد محسوس کر لیا تھا کہ اس کا اخفا ناممکن ہے۔ ایسے جرائم کے ارتکاب کے بعد مجرم کی جو حالت ہوتی ہے۔ اس میں پوشیدگی اور بھی دوگنا عذاب بن جاتی ہے۔ کیونکہ ضمیر تو ملامتوں اور نفرین خیال آرائیوں کی آماجگاہ بنی ہوتی ہے۔ اس وقت بارگناہ کے باعث جان ضیق میں پڑ جاتی ہے۔ لہذا افشائے راز ہی روحانی اور جسمانی مصائب سے نجات دلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اگر جرم کی سزا نہ بھی ملے جب بھی اعتراف گناہ سے قلب کی ندامت میں تخفیف ہوتی ہے۔ جس سے روحانی اذیت بدرجہا کم معلوم ہونے لگتی ہے۔ یا اگر مجرم قانونی انصاف کے شکنجے میں آکر اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا جب بھی جسمانی صعوبتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگر میں تنہا ہوتا تو کوئی چھپانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر ہی بار عصیاں سے مغلوب ہو کر مجھے اقبال کرنا پڑتا یا میں نے خودکشی کر لی ہوتی۔ لیکن صورت حال اس قدر پیچیدہ ہو جانے کی وجہ سے فقط ایک اور شخصیت کا احترام ہے۔ یا جو جی چاہے آپ سمجھئے۔ میں اپنی مصیبتوں سے نجات بہ آسانی حاصل کر سکتا تھا موت سے۔ کیونکہ اس طرح تمام ذلتوں سے چھٹکارہ ہو جاتا۔ اور میرا ضمیر بھی مجھکو چین لینے دیتا۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ اگر میری زندگی ختم ہو گئی تو یقین مانئے۔ کہ ایک اور بے گناہ کو بھی بن موت مارنا پڑے گا۔ کیونکہ انکشاف حقیقت بیچاری جونٹیا کا یقیناً خاتمہ کر ڈالے گا۔ یہ نہیں کہ مجھے اس سے ہاتھ دھونا پڑیگا بلکہ یہ معاملہ اگر طشت از بام ہو گیا تو اس کی زندگی بھی برباد ہوگی۔ اس طرح بے گناہ کو زیادہ عذاب جھیلنا پڑے گا بہ نسبت اس گنہگار کے جو اپنے اعمال کی بدولت اطمینان قلب کھو کر مبتلائے آلام ہو چکا ہے۔ مجھے اس وقت اپنی زندگی ایک ناقابل برداشت محسوس ہو رہی ہے۔ چہ جائیکہ میں اس کو بچانے کی تمنا کروں۔ میں نے اب تک خودکشی کر لی ہوتی۔ مگر صرف اس کے صدمہ کے خیال سے ہاں فقط اسی کے خیال سے اس ارادے سے باز آیا۔ اور سارا واقعہ سچ سچ بیان کر کے خود کو آپ کے دست کرم کے سپرد کر رہا ہوں"۔ یہ سامعہ خراش گفتگو سراغ رساں کی محتاج توجہ رہی۔ حالانکہ یہ اعتراف کافی اہمیت رکھتا تھا۔

"اچھا تو اس کا مطلب؟" اس نے استفسار کیا۔

"اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ بعض اوقات اکثر بے گناہ جو پھنس کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ ہونا چاہیئے۔ میں نے گناہ کیا ہے اس کی سزا مجھے تنہا ہی بھگتنا چاہیئے۔ کیونکہ آٹے کے ساتھ گھن جو پس کر برباد ہو جاتا ہے وہ میں کرنا نہیں چاہتا۔ نوکروں کو ہر حالت میں کافی معاوضہ و نفع حاصل ہوگا۔ ان کا اس میں کچھ آتا جاتا نہیں۔ لیکن یہ راز اگر طشت از بام ہو گیا تو جونٹیا کے لئے اس کا علم سزائے موت سے بدتر ہوگی۔ اسی کے خیال سے میں یہ التجا کر رہا ہوں۔ ورنہ خون آلود ضمیر لے کر زندگی بسر کرنا میرے لئے موت سے بدتر ہی ہوگا مگر میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ راز یوں ہی سربستہ رہ جائے اور کسی قسم کی ذلت کا سامنا نہ ہو۔ اس کا مزاج کچھ ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ اس امر سے آگاہ ہونے پر وہ ایک روحانی ضیق میں مبتلا ہو جائے گی۔ اور اس کش مکش سے نجات حاصل کرنے کو عجب نہیں کہ وہ ہی جان پہ کھیل جائے وہ مجسم خوبی ہے مسٹر رینگروز! رحم اور انصاف کی دیوی ہے۔ لہذا میں اسی تک ودو میں مبتلا رہنے کے باعث چاہتا ہوں کہ یہ راز اسی طرح چھپا رہے"۔

سراغ رساں بغور سن رہا تھا اس نے اس کی گفتگو اور نقل و حرکت کا بنظر غائر مشاہدہ کیا۔ اور متاثر ہو کر پوچھنے لگا "تم کہتے ہو کہ میں اس راز کو پوشیدہ رکھوں اور اس جرم میں تمہارا معاون بنوں؟"

"جی ہاں! میں نے تو آپ کے سامنے بلا کم وکاست عرض کر ہی دیا کہ صرف جونٹیا کی خاطر میں نے اخفا ضروری سمجھا ہے۔ ورنہ اپنے لئے کسی سزا کے مستحق قرار دیئے جانے کا مجھے ذرا بھی ملال نہیں۔ بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں کہ جینے کی مجھے ذرا بھی تمنا نہیں۔ البتہ اس کی زندگی مجھے کیا دنیا بھر کو عزیز ہے۔ اس طرح اس کی جان بچتی ہے۔ ورنہ یہ کوفت اس کو ایک لمحہ کے لئے زندہ نہ چھوڑے گی۔ دوسری طرف مجھے اپنی زندگی کا خواہشمند بنا رہی ہے۔ مسٹر رینگروز میں جانتا ہوں کہ آپ کے فرائض منصبی اس وقت کیا ہیں۔ اگر آپ مقررہ قانون کے مطابق اس وقت مجھ سے باقاعدہ ملزم کا سا سلوک کریں تو کسی کو چون وچرا کی مجال نہ ہوگی۔ لیکن اس وقت رحم اور کرم گستری کا انتہائی ثبوت دیتے ہوئے میری اس بزدلانہ حرکت سے چشم پوشی کر لیجئے تو؟"

"منظور! لیکن فرائض منصبی اور خواہشات دلی متضاد کیفیتیں ہیں۔ اور ان دونوں کا تصادم تباہ کن نتائج پیش کرسکتا ہے۔" جون نے ایک اور سگار لیتے ہوئے کہا "مسئلہ زیر بحث کو اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے۔ کہ میں نے سمجھا نہیں۔ یا فرض کر لیجئے۔ کہ میں نے واقعات کی اصلیت کو جان کر بھی اس سے چشم پوشی کر لی۔ کیونکہ میرے خیال میں وہ فعل قابل رحم تھا۔ یا کم از کم اس قدر قابل گرفت نہ تھا۔ اس وقت فرمایئے کہ میں نے اپنے ضمیر اور فرائض منصبی کی ذمہ داریوں کا خون کیا یا نہیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ یہ خیال کہ میں نے حق اور انصاف کو چھپا کر باوجود علم حقیقت کے اس فرض کی ادائیگی سے باز رہا۔ اور حق پر باطل کو غالب آنے دیا۔ کیا میرے لئے سوہان روح نہیں بن جائے گا۔ ایسی حالت میں تمہارے جرم کی سزا میں میرا بھی لازمی حصہ ہو گیا۔ میں جہاں اس قتل وجرم کو حق وانصاف کی روشنی سے مشاہدہ کرکے ایمان وانصاف کا فیصلہ کرانے آیا تھا۔ خود اس راز میں شرکت کرکے میں نے اپنے اعماق قلب کو سیاہ کر ڈالا۔ علاوہ بریں اپنے افسروں پر یہ ظاہر کرنا کہ میں اس قتل کے راز کے انکشاف سے قاصر رہا میری کس قدر رسوائی ہے۔ کیا میری کشمکش کو آپ نے سونچا نہیں۔"

"بیشک! بیشک یہ تو مجھے پہلے ہی محسوس ہو رہا تھا۔ بلکہ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ آپ کس نگاہ سے اس کا مطالعہ کریں گے۔ اور اس قابل نفرین حرکت پر کہاں تک اظہار غیظ وغضب فرمائیں گے۔ بھلا کسی کے آگے یہ جسارت ممکن تھی؟ صرف آپ کی رحم دلی اور فیاضی نے مجھ میں یہ ہمت دلائی۔ اس اخفا کا مقصد فقط یہی ہے۔ کہ بیگناہ کو کسی طرح اذیت اٹھانی نہ پڑے۔ حق اور انصاف سے چشم پوشی کرکے ملزم کو مزے اڑانے کے لئے چھوڑ دینے کا یہ سوال نہیں ہے۔ بلکہ صورت حالات دوسری ہے۔ آپ کی چشم پوشی اور باطل پسندی اس وقت کسی بے گناہ کو بچانے میں بیحد کارگر ثابت ہوگی۔ آپ کی شہرت پر ہرگز کسی قسم کا دھبہ نہ لگے گا۔ بلکہ بیکسوں پر بحالت مجبوری رحم کرنے کا اجر آپ کو خدا سے ضرور مل جائے گا۔ فرمایئے تو اگر میں اس راز سربستہ کا خود ہی انکشاف نہ کرتا۔ تو بھلا آپ اس نتیجے پر کبھی پہونچ سکتے تھے؟ چونکہ بیگناہوں پر بیجا تشدد اور ان کی شہرت میں ناقابل تلافی نقصان واقع ہونے کا احتمال ہے اسی سے میں بیحد متفکر اور نادم ہو رہا تھا۔ اسی لئے اپنے ضمیر کو تسکین دینے۔ اور بے گناہوں کو بچانے کے لئے آپ کے روبرو اعتراف کر رہا ہوں۔"

سراغ رساں نے سر ہلا کر کہا "اچھا! یہ بات تھی؟"

"اب جو آپ کے دل میں فرائض منصبی کو بحسن وخوبی انجام نہ دینے اور ناکام واپس ہونے کا افسوس ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے آپ کی ترقی میں کوئی ہرج واقع ہو۔ اس کے لئے میں یقینی طور پر کہے دیتا ہوں۔ کہ اس کار نیک کے عوض انشاءاللہ آپ کی آیندہ دوسری مہم بڑی کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہونچے گی۔ اور حکام کے دلوں سے اس مرتبہ کی ناکامی کا غبار نہ صرف نکل جائے گا۔ بلکہ آپ کی ذاتی قابلیت اور خداداد ذہانت کا اندازہ کرتے ہوئے وہ بہر صورت آپ کو اعلیٰ مناصب عطا کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔ اس کے علاوہ اس بیش بہا خدمت کا میں ہر طرح معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔ کیونکہ دنیا میں انسان کا کام انسان ہی سے نکلتا ہے۔ اور

حصول مقصد کی کس کو تمنا نہیں ؟ رازداری میں میرے مقاصد پنہاں ہیں ۔ تو دولت اور شہرت میں ترقی کے آپ خواہشمند ہیں ۔ لہٰذا میری مالی حالت بفضلہ اس قدر بہتر ہے کہ میں آپ کی کچھ خاطر کرسکتا ہوں ۔ گو کہ آپ کے احسانات کے مقابلہ میں وہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی ۔ میں امیر ہوں ۔ اور حق و انصاف کا پلڑا آپ کی طرف بھاری ہے ۔ چنانچہ آپ نے جو کچھ اس میں سے عطا کرکے میری جان بخشی کی ہے ۔ اگر اس کے توازن میں کچھ زرِ نقد ڈال کر مجھے اطمینان مل جائے تو میں خدا کا شکر ادا کروں گا " ایک منٹ تک جون خاموش اس کے چہرے کو تکتا رہا ۔ لیکن مسٹر ڈیو اٹھ کر کمرے میں بےچینی سے ٹہلنے لگا ۔

" اچھا بیٹھئے سگار تو پیجئے ۔ بات تو آپ بڑے مزے کی سنا رہے ہیں ۔ تاہم آپ نے مجھ پر اعتماد کرکے جو کچھ بیان کیا ہے ۔ اس کا میں احترام کروں گا ۔ اچھا میرے نقطۂ نظر سے اب ذرا اس واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے ۔ اور بتلائیے ۔ کہ میرے اس فرض منصبی میں کوتاہی کا صلہ آپ کیا دینا چاہتے ہیں ؟ "

" یہ میں آپ کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں مسٹر رینگروز "

لوگوں کا قول ہے کہ ہر شخص اپنی قدر و قیمت پہچانتا ہے ۔ کسی کو حصول دولت کی حرص ہوتی ہے ۔ وہ ایک کثیر رقم پر فیصلہ چھوڑ دیتا ۔ کسی کو حصول جاہ کی تمنا ہوتی ہے ۔ وہ اپنی کارگزاریوں سے عزت اور شہرت پانا چاہتا ہے "

" نہیں جناب ! میں لین دین کے متعلق دریافت کر رہا ہوں ۔ لیکن بخدا اس سے یہ مت اخذ کر لیجئے گا کہ میں آپ کی گراں قدر خدمات کی قیمت دینا چاہتا ہوں مسٹر رینگروز ۔ میرا مقدور کہاں کہ آپ کو روپیہ دیکر خاموش کردوں ۔ ہاں یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ صرف آپ اگر نگاہ کرم سے صورت واقعات کو ملاحظہ کرکے جونٹھا کی جوانی اور اس کی زندگی کو بخشدیں تو نجات ہوگی ۔ ورنہ ہر قسم کی ذلت اور سختیوں کا سامنا ہوگا ۔ آپ فکرمند نہ ہوں ۔ اس سے آپ کی شخصیت کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچے گا ۔ بلکہ آپ کا ضمیر ایسے آڑے وقت میں ایک مصیبت زدہ انسان کے کام آنے کی خوشی سے کافی مطمئن ہو جائے گا "

مسٹر ڈیو یہاں سے اٹھ کر اپنے ڈیسک کی طرف گئے ۔ اور سراغرساں جو اتنی دیر تک مختلف مباحثوں میں مشغول تھا اپنے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو آئینہ میں دیکھ کر مسکرا پڑا ۔ لیکن اس نے پھر اپنے چہرے کو سنجیدہ بنا لیا ۔ کیونکہ مسٹر ڈیو اس کی جانب آ رہے تھے ۔ انہوں نے سراغرساں کو ایک چک حوالے کیا ۔ اور کہنے لگے کہ " میں نے اپنے قانونی مشیر مسٹر فوسٹڈائک سے طے کرلیا ہو کہ جس قدر نقدی کی آپ کو ضرورت ہوگی ان سے طلبی پر فوراً مل جایا کرے گی ۔ لیکن اس معاملے میں احتیاط شرط ہے ۔ تاکہ کسی کو ذرا بھی شبہ نہ ہو ۔ میرا بھی خیال ہے ۔ کہ اس میں عجلت کی ضرورت نہیں ۔ ایسے کاموں کے سرانجام دینے میں سلیقہ چاہیئے ۔ میں چک حاصل کرنے میں آپ کے حسن عقیدت کا ثبوت چاہتا ہوں ۔ اور بس ۔ میں اس کو بھناؤں گا نہیں ۔ نقد موعودہ اور کسی طرح سے پہنچے ادا کرتے رہنا ۔ یا تو غیر ملکی بونڈ بیرز Bound Bunder یا کسی سکیورٹی Security کا کاغذ ہی سہی " مسٹر ڈیو نے قلم اٹھا لیا ۔ اور کہا " کتنی رقم فرمایئے "

" کیا دس ہزار پونڈ مقرر کروں ؟ " یہ معمولی سی رقم سن کر مسٹر ڈیو کا چہرہ فرطِ مسرت اور شکرگزاری سے چمکنے لگا ۔ اب اس کو ایسا معلوم ہوا ۔ کہ دل پر جو بوجھ تھا وہ ہلکا ہو گیا ہے ۔ حالانکہ ابھی ابھی اس نے کہا تھا ۔ کہ اس نفرت انگیز فعل کے ندامت کے بوجھ سے اس کا سر ہمیشہ نیچا ۔ اور دل پژمردہ رہے گا ۔

" نہیں مسٹر رینگروز دس ہزار کوئی چیز نہیں ۔ کم از کم بیس بیس ہزار لکھنا چاہیئے "

" (باقی حصہ دسمبر کے پرچہ میں ملاحظہ فرمایئے ۔)

جمیلہ بیگم (کلکتہ)

بچوں کے لئے پیشہ کا انتخاب

سلسلہ کے لئے دیکھئے عصمت بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء

ڈیزائن

پچھلے پرچہ میں ہم فنون لطیفہ کے معاشی اور اقتصادی فوائد اور ان کے شاندار مستقبل پر ایک سیر حاصل بحث کرچکے ہیں اور اس ضمن میں یہ بھی بتا چکے ہیں کہ یہ مرکزی راستہ اس قدر وسیع ہے کہ اس سے بیسیوں پگڈنڈیاں نکل گئی ہیں اور ہر شخص اپنی طبیعت وقابلیت کے لحاظ سے ان میں سے کسی پگڈنڈی پر گامزن ہوکر منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے جس لڑکے یا لڑکی کو فن لطیف سے ذرا بھی لگاؤ اور دلچسپی — جو کم سے کم ضروری ہے — ہے اور تھوڑی سی عملی قابلیت بھی رکھتا یا رکھتی ہے اس کے لئے فن لطیف (آرٹ) کی مشہور شاخ ڈیزائن میں کسی قابل اطمینان پیشہ کی رہنمائی کے لئے ایک وسیع میدان موجود ہے۔

ہم اس سے قبل آپ کو بتا چکے ہیں کہ کسی چیز کی مجسم تشکیل کے لئے اُس کا پہلے کاغذ پر ایک نقشہ بنایا جاتا ہے اور یہ نقشہ نقاش (ڈیزائنر) کے ہی قلم کا مرہون منت ہوتا ہے اس لئے چیز (موڈل) کی اصل بنیاد وخوبصورتی کا دارومدار نقاش یا مصور کی ذہانت اور قابلیت پر منحصر ہے۔ نئی زمانہ صنعت وحرفت میں ایسی چیزوں کی روز بروز مانگ بڑھ رہی ہے جو اپنے مقصد کے لحاظ سے خوبصورتی سے تشکیل کی گئی ہوں اس لئے کاریگروں (مینوفیکچررز) کو تعلیم یافتہ (تربیت یافتہ) نقاشوں کی زیادہ سے زیادہ ضرورت محسوس ہوتی جارہی ہے۔

ڈیزائن کی بہت سی شاخیں ہیں جو دو مجموعوں میں تقسیم کردی گئی ہیں — پہلا لوازمی جیسے فرنیچر اور گرہستی کی اشیاء جو چوبی کام۔ دھاتی کام چینی کے کام (پوٹری) پارچہ بافی وچھپائی۔ منقوش رنگین شیشیوں اور زیورسازی پر محیط ہے۔ دوسرا خالص تزیینی جو شو کارڈ۔ اشتہری۔ کتابوں کو مصور کرنے (مصنف کے مشکل خیالات کو تصویروں سے ظاہر کرنے) لباسوں کے نئے نئے طرز نکالنے اور لکھنے وتنویر پر منحصر ہے۔

ان دستکاریوں کی رغبت کے لئے علاوہ ڈیزائن اور ڈرائنگ میں معقول استعداد ہونے کے رنگ کا تھوڑا بہت احساس ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اکتسابی (تربیتی) ذرائع ابتدائی مراحل میں سب کو عام طور پر بتائے جاتے ہیں مگر یہ خصوصیت اکتسابی نہیں ہوتی بلکہ وہبی ہوتی ہے۔ ذیل میں ہر ایک دستکاری کی جس میں نقاش کی لازمی ضرورت پڑتی ہے۔ مختصر وضاحت کرکے ہم نقاش کو یہ بتائیں گے کہ اُن کے ضروری مراحل کس طرح طے کئے جاتے ہیں اور ان میں اس کی (نقاش کی) حیثیت کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ مگر ان کی مفصل تشریح آئندہ اپنے اپنے مقام پر ہوگی۔ ہر نقاش کو اپنے اپنے موضوع کے تھوڑے بہت عملی تجربے بھی کرنے چاہئیں جن کے بغیر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

دستکاریاں

سوزن کاری میں جسے عام طور پر کشیدہ کاری بھی کہتے ہیں خوبصورت اور نادر زیبائش کی کافی وسعت موجود ہے۔ اس لئے اگر پسند ہو تو صرف اسی شعبہ میں مصور اپنے لئے قوت لایموت پیدا کرسکتا ہے۔ سوزن کار یا کارہ کو اس دستکاری میں مختلف سامان (میٹیریل) سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے مختلف بیشمار رشیشہ اور رنگ کے تاگوں سے جن سے تخیل کا اظہار ممکن ہے، کام لینا پڑتا ہے اور مزید یہ کہ اُسے معقول تعداد اور اقسام کے تاگوں کے استعمال سے واقفیت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ مگر نقشوں (خاکوں) کے لئے وہ لامحالہ نقاش (ڈیزائنر) کا محتاج ہوتا ہے۔

کشیدہ کاری کا استعمال عام طور سے لباس وگرہستی کے پارچوں پر ہوتا ہے اور بڑے پیمانہ پر اندرونی آرائش پیشتر۔ یوں اور دیواریوں Hangings سے ہوتی ہے جو کشیدہ کاری کے خوبصورت تاگوں سے منقوش ہوتے ہیں۔

زیورات زیورات کے ڈیزائن میں کافی صبر واستقلال کی ضرورت ہے۔ باریک اور نازک نقوش کو پکڑنے اور قابو میں رکھنے میں کافی مہارت ہونی

چاہیئے کیونکہ زیور میں ہر نقش کا نمایاں اور حسین ہونا لازمی ہے۔ دھاتوں اور جواہرات کے رنگوں میں بھی دلچسپی ہونی چاہیئے۔ اگر اس کے ماتحت انیمل کا کام بھی شامل کر لیا جائے تو رنگوں کے انتخاب میں کافی گنجائش نکل سکتی ہے اور سادہ ڈیزائن کا کام بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

انیمل کا کام چینی کو پھونکنے کا ایک عمل ہے جو سفوف کی شکل میں زیور کی کھدی ہوئی جگہ میں جو حسب پسند شکلوں میں ہوتی ہے۔ رکھ کر اور آگ میں پھونک کر اسے ٹھوس اور منجمد کیا جاتا ہے۔ یہ عمل دھات کی اشیاء جیسے بکسوں کے ڈھکن، پیالوں رکابیوں، چمچوں اور خاص خاص زیور مثلاً بٹن بُندوں وغیرہ پر کیا جاتا ہے۔

دھات کا کام

دھات کا کام کرنے والا ایک ماہر دستکار ہونا چاہیئے جس کے معنی یہ ہیں وہ اس دستکاری میں فنّی قابلیت رکھتا ہو جو علاوہ لطیفی سلیقہ کے مشق اور صبر سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کام کے کرنے والے کو اچھی طرح احساس ہوتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیئے اور وہ کیا کر سکتا ہے۔ دھات جیسے ٹھوس مادّوں میں غیر محدود امکانات ہیں یہ مضبوط اور سخت ہوتی ہیں اور ساتھ ہی صاف اور خوش شکل بھی۔ ان لوگوں کے لئے جو جسمانی طور سے توانا اور ذہنی اعتبار سے ہوشیار رہتے ہیں اور جن میں قدرتی طور سے ایجاد و اختراع کا مادّہ اور رنگوں اور نازک چیزوں کا احساس اور جانچنے کا ملکہ ہوتا ہے نعمت کُبرا کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایسے لوگ دھاتوں سے اپنے ایجادی اور صنعتی شوق بدرجہ اتم پورے کر سکتے ہیں۔ گرہستی کے لوازمات میں بیشمار دھات کی اشیاء ہوتی ہیں جن میں دھات کے کاریگر نئی نئی خوبیاں پیدا کرنے کے مشتاق ہوتے ہیں مثلاً ڈشیں۔ مرتبان۔ لیمپ۔ گھڑیاں اور عام طور سے میز کرسیاں فرنیچر اور مشینیں وغیرہ۔ مگر ان سب کے لئے وہ نقاش کا محتاج ہوتا ہے جو اپنی قوتِ متخیلہ اور چابکدستی کو بروئے کار لا کر نئے نئے فیشن ایبل ڈیزائن بناتا ہے۔

چینی مٹی کا کام

ہماری تمام میز کی اشیاء اور آرائشی سامان چینی مٹی کے کام (پوٹری) کے ماتحت آتی ہیں اور اُن سب کے پورے نمونے ہمارے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں مثلاً پیالے رکابیاں ڈشیں اور بیشمار زیبائشی چیزیں۔ مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح بنائی جاتی ہیں اور شاید یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا کہ اُن کی اصل سائنٹفک تشکیل نقاش (ڈیزائنر) نے کی ہے اور نقاش ہی ان میں نقش و نگار بنا کر اور ان میں رنگ بھر کر اُن کی زیبائش اور خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے بعد کاریگر یعنی کمہار کا درجہ ہے۔ اگر کمہار نقاشی کے فن سے بھی واقف ہو تو کام کی نفاست اور عمدگی کا کچھ کہنا ہی نہیں۔

چینی مٹی کے کام میں برتن "پھینکنے" Throwing کے عمل میں جس میں کمہار کے پہیئے پر مٹّی کا تودا رکھ کر ہاتھ اور انگلیوں کی چابکدستی سے دبایا اور اُبھارا جاتا ہے جس سے مطلوبہ شکل بن جاتی ہے بڑی تیزی اور مشق کا کام اور دستی ساختہ پوٹری میں سب سے پہلا اور ایک اہم قدم ہے۔

جب اس دستی عمل میں کافی سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے تو ان ادویات اور اشیاء کے متعلق ضروری باتیں سیکھنی پڑتی ہیں جو روغن میں کام آتی ہیں پھر برتنوں کو بھٹے میں پکانے کے عمل میں پورا اور مکمل تجربہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ تمام تجربات حاصل کر کے نقاش اور کمہار کو اپنے ذاتی مذاق و سلیقہ کے اظہار کا کامل اختیار ہو جاتا ہے اور پھر چائے دانی کے مجموعوں کٹوروں پیالوں ڈشوں اور اسی قسم کے برتنوں میں تجربہ کر کے جدتیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔

منقوش رنگین شیشہ

منقوش رنگین شیشہ جسے اسٹینڈ گلاس Stand glass کہتے ہیں زیادہ تر گرجوں قومی عمارتوں اور اگر نجی کوٹھی بنگلوں کے دروازوں میں بجائے سادہ سفید شیشہ کے لگایا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا رنگین شیشہ ہوتا ہے اور اس میں سے روشنی کے خوبصورت نقش و نگار بناتی ہوئی گذرتی ہے جو چمکتے ہوئے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دو طریقے سے بنائے جاتے ہیں جو اصلی اور نقلی کہلاتے ہیں نقلی میں شیشہ اوپر سے کسی شفاف رنگ سے رنگ لیا جاتا ہے پھر اس پر غیر شفاف یعنی دھندلے پینٹ سے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں مگر اصلی

میں شیشہ اوپر سے نہیں رنگا جاتا بلکہ براہ راست اس کی ڈھلائی میں جو رنگ ملا دیا جاتا ہے وہ نسبتاً اچھا ہوتا ہے۔ دونوں عملوں میں نقاش کا کام یہ ہے کہ وہ اس پر اس طرح کام بنائے کہ روشنی رنگ کو توڑ کر سطح پر نقش و نگار کو نمایاں کرے۔ اس کام میں نقاش کو رنگوں سے سابقہ نہیں پڑتا۔ بلکہ روشنی سے پڑتا ہے اور وہ اس طرح نقوش (حروف بیل بوٹے) بناتا ہے کہ روشنی ہر ایک قسم نقش کے خط و خال کو صاف اور واضح کر دے۔

منقوش رنگین شیشہ کا کام کرنے والا جسمانی طور پر مضبوط ہونا چاہیئے اور ہاتھوں میں بھی دست کاری کی قوت ہونی چاہیئے تاکہ جہاں تک ممکن ہو وہ شیشے کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو بغیر ضائع کئے ہوئے مختلف شکلوں میں صفائی کے ساتھ کاٹ سکے اس کے بعد ٹکڑے ایک عمل سے "جو لیڈنگ" کہلاتا ہے باہم جوڑ دیئے جاتے ہیں اور دروازوں کی چوکھٹوں میں سمنٹ سے وصل کر دیئے جاتے ہیں۔

صنعت پارچہ آج کل پارچہ بافی کی صنعت میں بھی نقاش کو بہت کچھ دخل ہو گیا ہے کیونکہ اس کی چھپائی و بنائی کے صیغہ میں "ڈیزائن" بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں۔ جب کوئی خاکہ کپڑے پر چھاپنا ہوتا ہے تو اُسے نقاش سے بنوایا جاتا ہے پھر اس کو تانبے کے بیلن (رولر) پر کُھدواتے ہیں۔ اس کے بعد اُسے مشین میں لگا کر اس کے نیچے کپڑا رکھتے ہیں پھر بیلن کو سیاہی دے کر اُسے کپڑے پر جو دوسرے بیلن پر لپٹا ہوا ہوتا ہے چلاتے ہیں چنانچہ کپڑا بیلن میں سے کھلتا جاتا ہے اور دوسرے بیلن کا نقش اس پر چھپتا جاتا ہے اس طریقہ سے کپڑا منٹوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس خاکہ یا ڈیزائن کو مصور یعنی نقاش اس طریقہ سے بناتا ہے کہ جب خاکہ کا اعادہ ہو تو ٹھیک جوڑ سے جوڑ مل جائے بس اس طرح چند فٹ لمبا چوڑا خاکہ جو دھات کے بیلن پر کُھدا ہوا ہوتا ہے سیکڑوں گز کپڑے پر چھپ جاتا ہے۔ اگر اس یا دوسرے خاکہ کو کپڑے میں بننا چاہو تو کٹنگ کارڈوں cutting cards کو متحرک کیا جاتا ہے جو کرگے پر تاگوں کو اس طرح قابو میں رکھتے ہیں کہ مطلوبہ خاکہ رنگین تاگوں سے بن جاتا ہے۔ اگر یہ عمل سمجھ میں نہ آئے تو مقامی پارچہ بُننے کی مل میں جا کر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کپڑے پر چھپائی کرنے کا دوسرا طریقہ دستی ہے۔ اس میں مطلوبہ خاکہ لکڑی کے سپاٹ ٹکڑوں پر جو "لینولنیم" کہلاتے ہیں کُھود لیا جاتا ہے اور رنگ لگا کر ان کا ٹھپہ کپڑے پر دیتے ہیں۔ اس کُھدائی کے عمل کو "لینو کرافٹ" کہتے ہیں جو بہت آسان ہے۔

یہ سب نہایت فائدہ مند دست کاریاں ہیں جن کی بہت زیادہ مانگ ہے کیونکہ آج کل قریب قریب تمام لباس اور آرائش کے کپڑے جو استعمال کئے جاتے ہیں وہ بالعموم چھپے ہوئے یا خاکہ کی شکل میں بُنے ہوئے ہوتے ہیں۔

لکڑی کا کام یہ کام دو عام قسموں میں منقسم ہے ایک تو سادی قسم جس میں لکڑی سے وزنی کار آمد اشیا بنائی جاتی ہیں اور جس میں خرادی کا فن بھی شامل ہو۔ دُوسری قسم کُھدائی wood carving جس میں فریٹ وَرک یعنی لکڑی کا باریک کام بھی شامل ہو۔ اس کُل صنعت میں قابلیت پیدا کرنے کے لئے لکڑی کے کاریگر کو مختلف اشجار کی لکڑیوں کی خصوصیات سے جو ان کاموں میں لائی جاتی ہیں کامل طور پر واقف ہونا چاہیئے کیونکہ بہت سی دہاتوں اور لکڑیوں پر موسم کی حالتوں کا اثر پڑتا ہے اس لئے کام میں لانے سے قبل ان کو ہر زاویہ سے جانچنا ضروری ہے۔

کندہ کار کے لئے بھی لکڑی بہت دلچسپ چیز ہے۔ لکڑی مختلف سطح، پوست اور رنگ کی دستیاب ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے موضوع کی چیزوں کے لئے موزوں لکڑی انتخاب کر سکتا ہے۔ اسی طرح فریٹ ورک اور خرادی کے کام میں بھی ڈیزائنوں کی کافی کھپت ہے۔ ان میں نقاش کو بھی بہت کچھ روزی کا سامان مہیا کرتی ہے

ترسیمی۔ کتاب کی تشریحی مصوری کرنا کتاب کی تشریحی مصوری illustrating بہت دلچسپ کام ہے اور غالباً زندگی کا ضروری "لطف" اس کام کا مصور یا نقاش ایک قسم کا مصنف ہے جو اپنی قلمکاری سے علم و ادب کی خدمت کرتا ہے۔ ایک مصنف لکھتا ہے مگر وہ اپنے خیالات ہر شخص کو نہیں سمجھا سکتا۔ یہ مصور کا کام ہے کہ وہ مصنف کے خیالات کو

دایک قسم کے اعلیٰ طریقہ پر اپنے قلم سے واضح کرے۔ اس لئے فی زمانہ مہذب اقوام کا علم و ادب مصنف اور مصور کی مشترکہ مساعی سے ترقی کر رہا ہے درحقیقت مصور یا نقاش کی قلمکاریاں مجسم خیالات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ایک مصور کتاب مطالعہ کنندہ کے لئے دوگنی دلچسپی کا باعث ہوتی ہے۔

اگرچہ نقاش illustrator اپنے تخیل میں آزاد ہوتا ہے لیکن نئے خیالات کے لئے اس کام کا جو اُسے کرنے کو دیا جاتا ہے کوئی پروگرام نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا اس کی معلومات بہت وسیع اور اس کا تخیل تیز ہونا چاہیئے۔ اسے قریب قریب تمام وضع قطع کے اشخاص کے کیرکٹروں کا بخوبی مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے مشاہدات دوسروں کے ریسرچ (تحقیق) اسکے لئے بخوبی پیش کر سکے۔

فیشن ڈیزائننگ یہ میدان بہت وسیع ہے کیونکہ فیشن آئے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس شاخ کے نقاش کو نئے خیالات سے جو پبلک میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، آگاہ رہنا چاہیئے کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز میں ذرا بھی جدت پیدا کرتا ہے تو دوسرا اس میں مزید ترمیم و اصلاح کرکے اسے اپنا بناتا ہے اسی بھیڑ یا چال کو بالعموم فیشن کہتے ہیں۔ اس لئے خود نقاش بھی اپنی کوششوں سے نئے نئے فیشن نکالتے اور اُنہیں مشتہر کرا کر روپیہ کماتے ہیں۔ اسی طرح خیالات کے ساتھ ساتھ وضع (کٹ)، وضع کی بناوٹ اور اس سے جسم انسانی سے تعلق کی پوری اور عملی معلومات ہونی چاہیئے۔

شو کارڈ اور اشتہار اشتہار کی حکومت شو کارڈ۔ بک جیکٹ۔ دوکان کی آرائش کی اسکیموں اور دوسرے خیالات سے جو اشیا رکاروباری کو دلکش طریقہ سے پیش کر سکیں، چلتی ہے اس لئے اشتہار کی کامیابی کا دارومدار اس کے لکھنے والے اور نقاش کی قابلیت پر جس سے وہ چیزوں کو ان کی اصلی شکل میں پیش کرتا ہے، منحصر ہے۔

علاوہ ڈرائنگ کی مہارت کے رنگ کا احساس بھی ایک ایسا ضروری اور خداداد عطیہ ہے جو پبلک کی توجہ کھینچنے کے لئے لابدی ہے۔ لہٰذا اس خاص رستہ کے مسافر کو دلچسپی کی تمام شاخوں میں مناسب درک ہونا چاہیئے اور ہر قسم کی صنعت و حرفت و تجارت میں اُس کے مشاہدات بڑھے ہوئے ہونے چاہئیں اور چیزوں کی ضروری اور مفید خصوصیات کا اظہار اس طریقہ سے کرنے میں کہ فوری اثر ہو جائے، پوری قابلیت اور قوت ہونی چاہیئے جو مسلسل مطالعہ اور مشق سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔

لکھنا اور تنویر یہ بھی آرٹ کی ایک مفید شاخ ہے اور زیادہ تر اشتہار بازی وغیرہ میں کام آتی ہے۔ یہ دوسرے الفاظ میں ایک قسم کی کتابت بھی کہلاتی ہے اور ہر زبان کی آسانی سے سیکھی جا سکتی ہے۔ ہندوستان میں انگریزی ہندوستانی اور ہندی کی کتابت سیکھنا کافی ہے۔ اسے اگر اشتہار بازی کے کام میں لایا جائے تو نسبتاً دیگر کاموں کے زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔ بعض اشتہاری شو کارڈ شیشہ پر لکھے جاتے اور شب کو بجلی سے چمکائے جاتے ہیں۔ اس عمل کو "تنویر" Illumination کہتے ہیں آج کل ان کا رواج دوکانوں اور بڑے بڑے اسٹوروں میں ترقی پر ہے۔

تعلیم کیسے حاصل کی جائے ہندوستان میں فن لطیف کی مندرجہ صدر شاخوں میں مکمل تعلیم کا معقول انتظام نہیں ہے۔ ان کی ابتدائی اور تھوڑی تھوڑی تعلیم آرٹ کے تمام مدرسوں میں دی جاتی ہے جن کے پتے اپنے صوبہ کے محکمہ کے ناظم سے معلوم کئے جا سکتے ہیں مگر چونکہ ان مدرسوں میں ان دستکاریوں کے صرف اُصولوں سے واقف کرا دیا جاتا ہے۔ اس لئے طالب علم کو ان کی ضروری خواندگی ختم کرکے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اُسے فن لطیف کی کس شاخ میں داخل ہونا چاہیئے اس لئے اُسے اپنی طبیعت کی مناسبت۔ شوق اور بازار کی حالت کے مطابق فیصلہ کرکے اس پر مستقل طور پر کاربند ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ مجوزہ مشق کا زیادہ تر گھر پر ہی موقع مل سکتا ہے اس لئے زیادہ سہولت کے لئے اس موضوع پر کتابیں بھی دیکھنی چاہئیں جو انگریزی زبان میں کافی تعداد میں ہیں۔ اگر ممکن ہو تو اس کے متعلق کارخانوں اور صنعت گاہوں میں بھی جا کر اپنے مخصوص پیشہ کا عملی کام اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے جو کچھ مشکل نہیں ہے۔ مدرسہ کی باقاعدہ خواندگی ختم کرنے کے بعد ایک سال سے دو سال مشق میں صرف کرنے کافی ہیں۔ مگر دوران مشق میں بھی مصور کو آمدنی تھوڑی بہت ہوتی ہے اس کے بعد ملازمت یا باقاعدہ بازار کا کام کرنا بہتر ہے۔ ممالک مغربی میں چونکہ فن لطیف کی ہر شاخ کے لئے الگ الگ مدرسے قائم ہیں اس لئے وہاں ان فنون کی مکمل تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ وہاں کے تعلیم اور سند یافتہ دستکار کو یہاں (ہندوستان میں) اس قدر

چار انعام

خدائے واحد و قہار عرش بریں پر مسند نشین تھا۔ فرشتے اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھے۔ کوئی دست بستہ کھڑا تھا۔ کوئی رکوع کر رہا تھا۔ کوئی سربسجود تھا۔ کوئی حمد کا ترانہ الاپ رہا تھا۔ کوئی تقدیس کے گیت گا رہا تھا۔ غرض عالم لاہوت کی مقدس فضا فرشتوں کی تسبیح کے سریلے نغموں سے گونج رہی تھی۔

خدا نے دنیا پر نظر ڈالی۔ زمین پر بھی اس کی حمد ہو رہی تھی۔ ہر ذی روح اسی کے راگ الاپ رہا تھا۔ خدا اپنے بندوں کی عبادت سے بہت خوش ہوا۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور اس نے اپنے فرشتوں سے کہا۔

"آج میں بہت خوش ہوں۔ اور اپنے بندوں کو جو زمین پر میری حمد و ستایش میں مصروف ہیں۔ انعام دینا چاہتا ہوں"۔

چار فرشتوں کو منتخب کیا گیا۔

پہلے سے کہا۔ "تو میری طرف سے مرد کے لئے ایک تحفہ لے جا"۔

دوسرے سے کہا۔ "تو عورت کے لئے میری جانب سے تحفہ لے جا"۔

تیسرے سے کہا۔ "تو معصوم بچوں کو میری طرف سے ایک عمدہ تحفہ دے آ"۔

چوتھے سے کہا۔ "میں تیرے ہاتھ شاعر کے لئے ایک تحفہ بھیجتا ہوں"۔

چاروں فرشتے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

پہلے فرشتے نے پوچھا۔

"میں مرد کے لئے کونسا تحفہ لے جاؤں؟ دولت؟"

"نہیں"۔ خداوند کریم نے جواب دیا۔

"طاقت؟"

"نہیں"۔

"عزت اور شہرت؟"

"نہیں" خداوند کریم نے فرمایا۔ "تو مرد کے لئے وہ تحفہ لے جا جس کی مدد سے وہ دنیا کی ہر چیز حاصل کر سکے"۔

فرشتے نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میرے مالک ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے؟"

"ہمت و صبر"۔ مرد کے لئے اس سے بہتر تحفہ نہیں جب انسان کو ہمت اور صبر مل جائے۔ پھر اُسے دنیا میں ضرورت ہی کس چیز کی ہے"۔

دوسرے فرشتے نے پوچھا۔

"اے ارض و سما کے مالک! میں عورت کے لئے کون سا تحفہ لے جاؤں؟"

خدا نے جواب دیا۔ "او میرے فرشتے۔ اس کے لئے تو ہی کوئی چیز منتخب کر"۔

فرشتے نے عرض کیا۔ "عصمت؟"

خداوند کریم نے فرمایا۔ "یہ تحفہ عورت کے لئے پہلے ہی ودیعت کر چکا ہوں"۔

فرشتے نے عرض کیا۔ "محبت؟"

خدا نے فرمایا۔ "محبت عورت کی سرشت میں داخل ہے"۔

فرشتے نے عرض کیا۔ "خداوند کریم۔ پھر میں عورت کے لئے کیا چیز لے جاؤں؟ خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔

"اس کی دلبستگی کے لئے ایک ننھا سا خوبصورت بچہ"

تیسرے فرشتے نے پوچھا۔

"اے میرے معبود! تیرا یہ حقیر بندہ دنیا میں بچہ کے لئے کیا تحفہ لے جائے؟"

خداوند تعالیٰ نے فرمایا: "تو خود ہی بتا؟"

فرشتے نے عرض کیا: "باغ جنت کے چند نایاب پھل؟"

خداوند کریم نے فرمایا: "نہیں"۔

فرشتے نے عرض کیا: "حوروں کے ہاتھ کے بنے ہوئے چند کھلونے؟"

خداوندیم نے فرمایا: "نہیں"

فرشتے نے عرض کیا: "میرے مالک! پھر میں معصوم بچے کے لئے کیا تحفہ لے جاؤں؟"

"تو اس کے لئے بے فکری اور مسرت سے لبریز دل لے جا"

اب چوتھے فرشتے کی باری آئی۔ اس نے عرش عظیم کا پایہ چوم کر کہا: "اے مالک کون و مکان! میں شاعر کے لئے کیا تحفہ لے جاؤں؟"

خدائے ذوالجلال نے ارشاد فرمایا "تو ہی تجویز کر"

فرشتے نے عرض کیا۔ "آسمان معانی کے چند ستارے؟"

ارشاد ہوا "نہیں"۔

"چند الہامی تخیلات؟"

خداوند کریم نے فرمایا "نہیں۔ وہ مجھ سے براہ راست اکتساب فیض کرتا ہے"

فرشتے نے عرض کیا "لازوال شہرت؟"

جواب ملا "میں نے شاعر کو لازوال شہرت پہلے ہی عطا کر دی ہے"

فرشتے نے متحیر ہو کر پوچھا "میرے آقا! پھر میں شاعر کے لئے کیا تحفہ لے جاؤں؟"

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

"شاعر فکر سخن میں راتوں کو جاگتا ہے۔ تو اس کے لئے خواب راحت کا تحفہ لے جا"

(ٹیگور) سلمیٰ بیگم شیخ عبدالحمید

پس منظر

کہکشاں کی انجمن اور محفل سیارگاں
کرمک شب تاب کی مانند ہر سو ضو فشاں

یہ ردائے نور اوڑھے بدر کا عز و وقار
یہ روپہلے عکس میں نادان لہروں کا خمار

یہ ہوا کی مدھ بھری مدہم سریلی راگنی
یہ ترنم کی کشش اور لحن کی افسوں گری

یہ چمن میں ناز پرور نہر اٹھلاتی ہوئی
باغ کی آغوش میں پھولوں کے گن گاتی ہوئی

وادیوں کی گود میں مسرور شاداں آبشار
بے نیاز رنج و دوراں عشرتوں سے ہمکنار

سبزہ زار و دشت پر شبنم کے چمکیلے شرار
نرم نازک ڈالیوں میں ننھے پھولوں کی بہار

آہ یہ رعنائیاں کیا اور کیا ان کی بساط
دے سکیں جو ایک بیکس دل کو پیغام نشاط

ہیں نہاں ان منظروں میں رنج و غم کی بجلیاں
ہمنشیں یہ کیا کریں گے دور دکھ کی آندھیاں

انور جہاں (اورنگ آباد)

خاصدان

اشیاء مطلوبہ:۔ تار پیتل کا باریک پوتھ سنہرے موتی شیشہ کے اتنے ۵ بڑے ہشت پہل سبز کے آنا بڑا ۵ صراحی دار سفید مومی موتی۔ سب سامان حسب ضرورت۔ اوّل تار آگ میں سرخ کرکے پانی میں ٹھنڈا کرلیں بعد تین پتیاں ۱۶-۱۶ موتی کی بنائیے اور نمبر ۱ کی طرح صراحی دار موتی نیچے اوپر سبز موتی ڈال کر بنائیے پھر تینوں پتوں میں الگ الگ دوہرا تار باندھیے دیکھئے نمبر ۲۔ اب اس میں کمرکھ کا جال بنائیے دیکھئے نمبر ۳۔ اب اس میں نمبر ۲ پر تار باندھ کر جوڑ ان میں اس ہی قسم کا جال بنائیے ملاحظہ ہو نمبر ۴۔ بیچ میں سبز موتی ڈالیے۔ اوّل دو تین پھر تین پھر چار پھر پانچ۔ اس کے بعد جو چکر چھ کے پھر پانچ پھر چار اب ختم کیجئے۔ بیچ میں جہاں سوراخ ہیں وہاں بھی جال بنالیں دیکھئے تکمیل خاصدان تہالی کی بناوٹ نقشہ سے صاف عیاں ہے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہیں۔
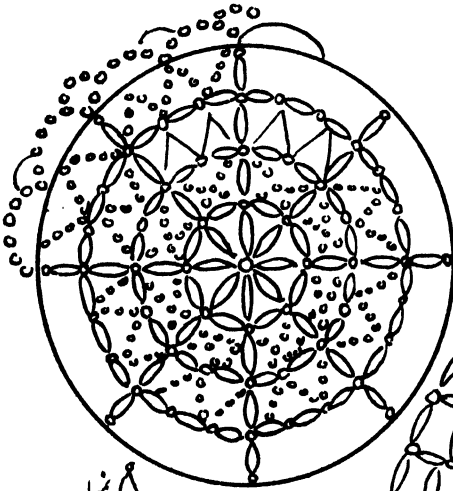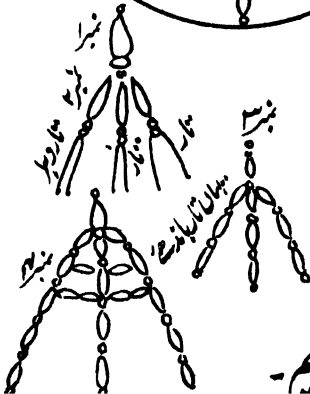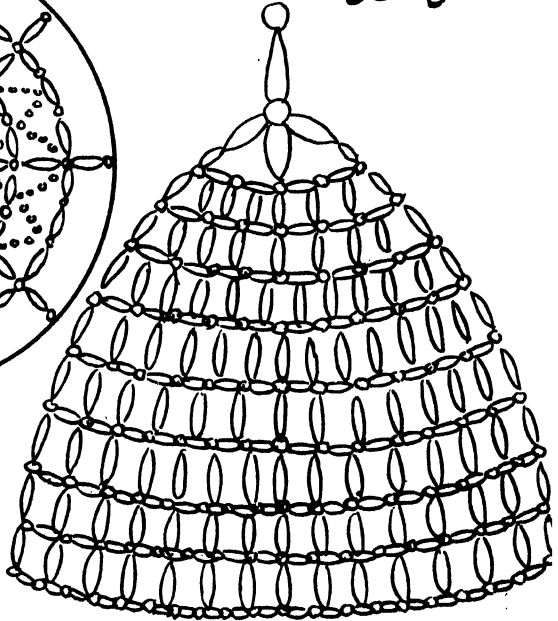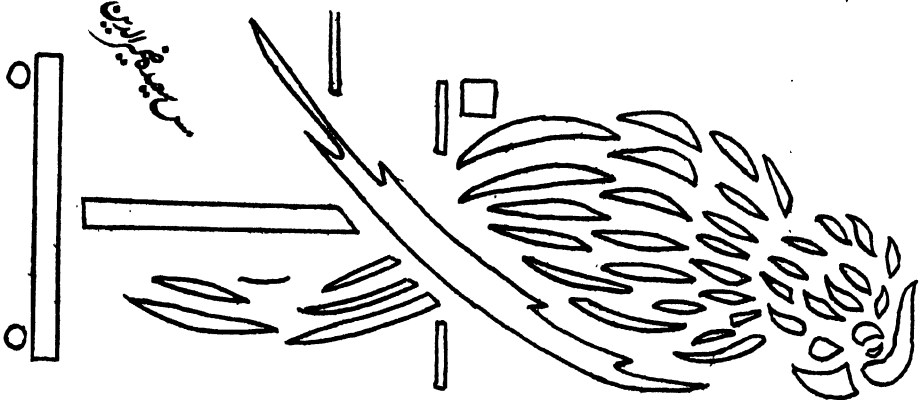
ہمشیرہ۔ اے۔ ایم۔

اسٹینسلنگ میں طوطا

مس سعیدہ ظہیر الدین

باسکٹ

یہ باسکٹ بیگ کشن تکیہ غلاف میز پوش پر بہت عمدہ ہوگی۔ باسکٹ سرخ۔ پھول گلابی۔ کاسنی۔ زرد پتیاں سبز پختہ تاگہ سے بنائیے۔

آنسہ خدیجہ عبدالکریم۔
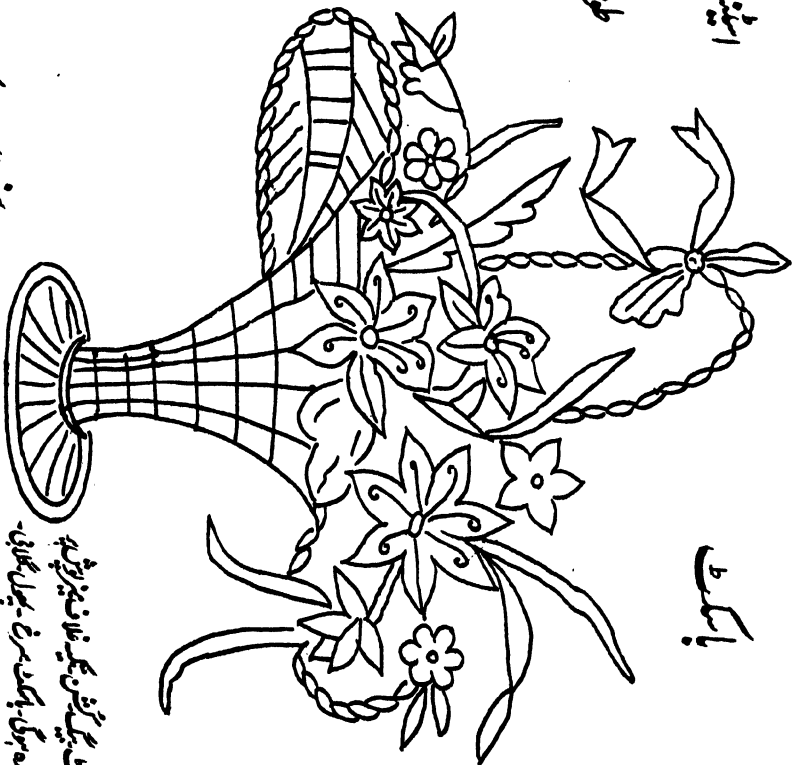
خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

اصلی سنگھار مغرب سنگھاری چیزوں کی خرید و فروخت اور استعمال میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ یہ جنون اب ہمارے ملک میں بھی وبا کی طرح نمودار ہونے لگا ہے۔ ہماری پرانی کہاوتیں اور شعر یہی بتاتے تھے کہ خوبصورت کو زیور کی ضرورت نہیں مگر اب تو حسن و جمال کے معاملہ میں بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اور معاملات کی طرح پرانی باتیں بالکل غلط ہوگئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خوبصورتی کریم و پوڈر چہرہ وغیرہ پر تھوپ لینے سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ تو بہت نقصان رساں طریقہ ہے جلد کی آب و تاب اور تازگی و نکھار سنگھاری چیزوں کے استعمال سے جاتا رہتا ہے جلد کھدری اور بے رونق ہو جاتی ہے۔ مسام بڑے بڑے ہو جاتے ہیں اور فوراً نظر آنے لگتے ہیں اور چہرہ اور جسم کے دوسرے کھلے ہوئے حصوں کو بدنما کر دیتے ہیں۔ پوڈر کے ذرے مساموں میں گھس کے انہیں بڑا کر دینے کا باعث بن جاتے ہیں۔ حالانکہ خوبصورتی کے لئے مساموں کو کھلا رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہوا لگتی رہے۔ بولتی تصویروں میں کام کرنیوالی بنی سنوری عورتوں کے متعلق مبصروں کی رائے ہے کہ ان کا کام نقل ہی نقل ہوتا ہے۔ اس میں اصلیت نہیں ہوتی کیونکہ بناوٹی حسن اُن میں آزادی کے حرکات سکنات نمودار نہیں ہونے دیتا۔ ان کے دل اپنی بناوٹ کے اثر سے بہت دبے ہوئے ہوتے ہیں

اصلی خوبصورتی قدرتی رنگ و روپ ہے جسے قائم رکھنے کے لئے صفائی اور صحت کی ضرورت ہے صفائی حسن کے لئے ایسی ہی ضروری چیز ہے۔ جیسے کلوں کے لئے تیل جسم کے علاوہ دل و دماغ کی صفائی کی بھی ضرورت ہے۔ جیسے درست اور چست و چالاک بدن موزوں تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح درست اور تندرست دل جوان دل شمار ہوتا ہے۔ اور دل کی جوانی ہی اصلی جوانی ہے بدن تو بڈھا بھی ہو جاتا ہے۔ ہنستے رہنا تندرستی کے لئے بیحد ضروری ہے تکالیف و مصائب خوش دلی سے برداشت کرنا اور ہنس ہنس کے بُرا وقت کاٹ دینا آب حیات ہے جس سے آدمی کبھی بڈھا نہیں ہوتا۔ صورت کے ساتھ سیرت لازمی ہے اچھی صورت سے کچھ عرصہ بعد دل اچاٹ ہو جاتا ہے لیکن سیرت اچھی ہو تو وابستگی کبھی نہیں جاتی۔

کھیل کود ورزش جسم کو چاق چوبند رکھنے کا بہترین نسخہ ہیں۔ حسن کے لئے ہوا روشنی آرام ورزش اور پانی ضروری چیزیں ہیں۔ اور کھیلوں میں یہ پانچوں دوائیں جادو کا حکم رکھتی ہیں۔ دواؤں سے حسن حاصل نہیں ہوتا جسم کے اعضا درست طور سے استعمال کرو بچہ بھی پیدا ہوتے ہی روتا ہے اور ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے۔ یعنی آدمی اس دنیا میں ہاتھ پاؤں ہلاتے رہنے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ہلو جلو اور ہنسو۔ قاعدہ سے کام کرو۔ کسی پوڈر کی و کریم کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مضر چیزیں ہیں

سنہری رنگ ٹانگوں کے سنہری یعنی زرد سرخی مائل رنگ میں گرمیوں میں ننگا پن آجایا کرتا ہے اور کہیں سفید دھبے بھی نمودار ہو جاتے ہیں جو اچھے معلوم ہوتے چپلیوں کے تسمے ٹخنوں پر بدنما نقش بھی ڈال دیتے ہیں۔ اس کے لئے سنگھاری دوا فروشوں سے بلیچ ماسک Bleach mask بنوالیں۔ پہلے اسے لگائیں۔ اس سے رنگ یکساں ہو کر جلد کو ہموار کر دے گا۔ اور دوا ساز سے سنہرا گرمیوں کا میک ماسک Golden brown Summer tan makeup تیار کرالیں۔ اور ٹانگوں پر لگائیں ٹخنوں کے پاس ہلکا سا روز لگائیں۔ اس سے دلکش نزاکت پیدا ہوتی ہے

جراثیم کش باورچی خانہ میں کام کرتے ہوئے ذراسی خراش آجانے سے بعض وقت خون میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا اثر جلد پر پڑتا ہے۔ خراشوں کو جراثیم سے پاک رکھنا بڑی چیز ہے۔ بچوں کے گھروں میں ٹنکچر آیوڈین اور

کاربالک ایسڈ جیسی چیزیں خطرناک ہیں۔ ڈٹول Dettol کی شیشی گھر میں موجود رکھئے۔ اس کا رنگ خوش نما اور خوشبو دل خوش کن ہے۔ اس میں زہریلا پن نہیں ہوتا۔ اور نہ جلد پر دھبہ پڑتا ہے۔ جراثیم کو فوراً مار ڈالتا ہے۔ کاربالک ایسڈ سے کئی گنا زیادہ جراثیم کش ہے خراش یا زخم آئے فوراً اسے لگا دیجئے۔

چوتھائی سے نصف چمچہ تک گرم پانی کے گلاس میں اسے ڈٹول کے غرغرہ کریں۔ منہ اور گلا بالکل صاف رہیں گے اور تندرستی پیدا ہوگی۔ بچوں کو بھی اس سے غرغرہ کرا سکتے ہیں مدرسے کے بچوں میں متعدی بیماری پھیلی ہوئی ہو اس کا غرغرہ کرا کے بھیجیں اور نہانے کے گرم پانی میں ذراسی ڈٹول ملا کے نہلائیں۔ کمروں میں چھڑک دیں۔

مناسب ورزش

کبھی کبھی سیر کو جانا کچھ مفید نہیں۔ روزانہ ایک گھنٹہ اس کے لئے رکھ لیں۔ کھانا کھا کے لمبی سیر کو نہ جائیں ہلکی غذا کے گھنٹہ بھر بعد اور پیٹ بھر کے کھانے کے دو گھنٹہ بعد سیر کو جا سکتے ہیں۔ تازہ ہوا حسن پیدا کرتی ہے۔ لباس معتدل ہو تو سردی گرمی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ چلتے وقت نظام عصبی پر درجۂ حرارت کی کمی بیشی کا اثر نہیں ہوتا یہ محض بیٹھے رہنے کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔

صبح اور شام یہ ورزش کریں۔ چت فرش پر لیٹ جائیں۔ دونوں باہیں پہلو میں ڈھیلی پھیلا لیں۔ بائیں ٹانگ اٹھائیں اور گھٹنہ سینہ تک لائیں اور دونوں ہاتھ گھٹنے کے پیچھے جا کے سینہ تک لائیں اور ٹانگ کو کچھ یوں سی اوپر کو جھٹکیں اور پھر فرش پر لے جائیں۔ دائیں ٹانگ کے ساتھ بھی اسی طرح کریں۔ ان حرکات کی تکرار کریں۔ سینہ تک گھٹنے کا لانا اور اوپر کو جھٹکنا اس ورزش کے اصلی جزو ہیں۔ اس میں بیدلی نہ ہونی چاہئے۔ اس تمام عرصہ میں سینہ اور کندھے بالکل فرش سے لگے رہیں۔ دونوں ٹانگوں سے یہ مشق پانچ پانچ مرتبہ کریں۔

آواز کی دلکشی

شملہ سے ایک لڑکی نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے گانے کا شوق ہے آپ عصمت میں آواز کے متعلق کچھ نہیں لکھتے۔ بعض لڑکیاں بزم عصمت میں وہ سوال کرتی ہیں جن کا جواب خانہ داری کے نوٹ ہوتے ہیں نقص یہ ہے کہ انہیں غور سے نہیں پڑھتیں اور نہ ان کے نوٹ احتیاط سے کاپی میں نقل کئے جاتے ہیں ورنہ ضرورت پر کاپی میں عنوان دیکھا اور مطلب کی بات نکال لی۔

آواز کے لئے میں یہ مشورہ نہ دونگا کہ کولی جن پان میں کھائیں یا خاص قسم کے حلوے گلے سے باندھیں۔ اور کھائیں بھی اس قسم کے علاج بجائے خود وہم اور بیماری بن جاتے ہیں۔ عورتوں کی آواز عموماً اس سے زیادہ بلند ہوتی ہے جتنی بولنے والی خود سمجھتی ہے۔ عورتوں کو عصبی چڑچڑاپن کا عام طور سے مرض ہوتا ہے۔ جن لڑکیوں کو نوجوانی میں ہی اعصاب کے کھینچ تان اور اس کے مزاجی اثر سے سابقہ پڑے ان کے لئے دنیاوی زندگی تکلیف دہ ثابت ہوا کرتی ہے ضرورت ہے کہ اس عصبی تناؤ کو ڈھیلا کیا جائے۔ ربڑ بھی کھنچتے کھنچتے ایک حد پر جا کے ٹوٹ جاتی ہے عورت کیسی ہی خوبصورت ہو اگر اس کی آواز میں کرختگی تنگ شکستگی جھوجھراپن وغیرہ ہو اس کی خوبصورتی دو کوڑی کی ہو جاتی ہے۔ آواز کان چھیلنے والی نہ ہونی چاہئے۔ آج کل تو بولتی تصویروں کا ہر خاص و عام کو شوق ہے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ اچھی کمپنی کی ایکٹرسوں کی آواز ایسی ملائم اور پیاری کیوں ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ انہیں سدھایا جاتا ہے۔ آواز کے ساتھ وہ محنت کرتی ہیں۔ آواز ان کی دولت ہے۔

جلد جلد یا تندی سے بولنا جھلا کے آواز نکالنا عورتوں کے لئے آفت ہے۔ بعض عورتیں شروع تو آہستگی و سکون سے کرتی ہیں مگر مزاج میں گرمی آتے آتے آواز بھی تیز ہو جاتی ہے جو چیخ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ بچوں والی عورتیں

یا وہ عورتیں جنھیں گھر بار کا کام زیادہ رہتا ہے۔ اور ہر کام جلد ختم ہو جانے کی فکر میں رہتی ہیں عموماً چیخنے کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اعصاب کو قبضہ میں نہ رکھنے کا اعصاب کے تنتے ہی گلے کے پٹھے بھی تن جاتے ہیں اور آواز میں سختی اور اکڑاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ عورتیں پہلے اپنی آواز کا عمیق مطالعہ کریں۔ بات کریں تو جلدی کی عادت ترک کر دیں۔ اگر بات ذرا دیر میں ختم ہو گی تو دنیا ختم نہ ہو جائے گی۔ نہ دولت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا ڈر ہے۔ لفظ بنا بنا کے نرم اور پاٹ دار آواز میں ادا کریں۔ اطمینان سے بات کریں۔ اونچی آواز سے بولنے کی عادت ہو ہلکی آواز سے بولیں۔ تنہائی میں اُٹھتے بیٹھتے آپ ہی آپ باتیں کیا کریں آواز کا مدھم و نجیم شیریں خیال میں رکھیں سب سے بڑا گر اطمینان و سکون ہے۔

خانگی ٹوٹکے

گنیشیا کاربونیٹ magnesia carbonate ایک اونس۔ روہارب پوڈر Rhubarb Powder ایک اونس۔ مصری پسی ہوئی دو اونس۔ سوڈا بائی کاربونیٹ ۴۔ اونس۔ آئیل پیپرمنٹ ۲۰ قطرے اس میں سے نصف سے لے کے ایک چمچہ تک پانی میں ملائیں۔ اپھارہ بدہضمی وغیرہ میں بچوں بڈھوں سب کے لئے مفید ہے عجیب چیز ہے۔ گردن پتلی اور کھردری ہو جایا کرتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے غذا اور ہمواری کی ضرورت ہے۔ گرم زیتون کے تیل کی ہنسلی سے ٹھوڑی کی طرف پوروں سے دائرہ کی صورت میں باہر کی طرف مالش کریں ہنسلی سے شروع کر کے ریڑھ کی ہڈی پر مالش ختم کی جائے۔ تیل جذب ہو جانے کے بعد رہا سہا تیل پونچھ ڈالیں۔ ایک ہفتہ مالش کرتے رہنے کے بعد کوئی سفید کرنے والا لوشن لگائیں: یہ ہر دوا فروش کے مل سکتا ہے۔

پکانے کا سوڈا (Baking Powder) نمک پانی کی ایک ایک چمچہ ایک المونیم کے برتن میں جس میں چاندی کی وہ چیز پڑی ہو جسے صاف کرنا مقصود ہو۔ گرم گرم سوڈا لیں۔ چاندی اور المونیم میں باہم بجلی کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور چاندی کے دھبے دور ہونے شروع ہو جاتے ہیں آدمی بیٹھا تماشا دیکھا کرتا ہے۔

سر کے برش دھونے کے بعد پھٹکری کے گاڑھے پانی میں ایک منٹ کے لئے بالوں کی طرف سے بھگو دیں۔ بال نرم اور بیکار نہ ہونے پائیں گے۔

ریشمی کپڑا چکنا ہو جائے تو اس پر مگنیشیا یا فرنچ چاک رگڑیں اور کپڑا آگ کے سامنے لٹکائیں۔ حتیٰ کہ گرم ہو جائے بعد ازاں چاک برش کر کے دور کریں۔

کپڑا جھلس جائے۔ ململ کا ٹکڑا ہیڈروجن پراکسائڈ میں ڈبو کے جھلسے ہوئے حصہ پر رکھ دیں۔ پھر گرم استری کر دیں دھبہ جاتا رہے گا۔

جوتے گیلے ہو گئے اور جلدی ہو تو پالش میں ذرا سا پیرافین Paraffin ملا دینے سے عمدہ چمک حاصل ہو جاتی ہے

ہیڈروجن پراکسائیڈ کا متواتر استعمال بالوں کے لئے مضر ہے اور بالوں میں مستقل طور پر لہریں پیدا رکھنا بھی ضرر رساں ہے۔

بفہ دور کرنے کے لئے بالوں میں پہلے خوب برش یا کنگھی کریں پھر روغن زیتون گرم کر کے لگائیں۔

محمد ظفر

بال

بالوں کا لمبا اور خوبصورت ہونا عورت کے حسن کی تکمیل میں ایک خاص درجہ رکھتا ہے۔ خواتین کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اُن کے بال لمبے اور گھنے ہوں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بالوں کی کا بہت کچھ دارومدار جسمانی صحت پر ہوتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بیماری میں بال گرنے لگتے ہیں۔ جب ہماری صحت اچھی ہوگی تو بال بھی مضبوط ہوں گے۔ آب وہوا کا اثر بھی بالوں پر بہت پڑتا ہے۔ ساحل سمندر پر رہنے والوں کے بال اکثر لمبے اور سیاہ ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو سمندر سے دور ہیں اُن کے بال قدرتی طور پر چھوٹے اور جھبرے سے ہوتے ہیں۔ میں یہاں چند باتیں لکھتی ہوں جن پر عمل کرنے سے بال ایک حد تک لمبے اور سیاہ ہو جائیں گے۔

سر دھونے سے ایک گھنٹہ قبل بالوں کو کھول دیا جائے اور اُن کی جڑوں میں خالص ناریل کا تیل خوب ملا جائے۔ تالو میں بھی ایک چلّو تیل ملیں۔ اب ہلکے ہلکے کنگھی کریں۔ تھوڑی تک کنگھی کرتی رہیں۔ اور بالوں کو ہوا لگنے کے لئے چھوڑ دیں۔ ایک گھنٹے کے بعد سیکا کائی کے سفوف سے سر کو دھو ڈالیں تمام میل اور اُوپر اوپر کا تیل نکل جائے گا۔ پانی خوب بہائیں بال خشک ہونے پر بالکل نرم ہوں گے۔ اب ناریل کا خفیف سا تیل لگا کر دوبارہ کنگھی کریں۔ ناریل کا تیل خوشبودار بھی ملتا ہے جو ٹاٹا کمپنی کوچین کا تیار کردہ ہے۔ اس میں بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے دھونے کے بعد یہی تیل لگانا چاہیئے۔ سادہ ناریل کا تیل بھی لگا سکتی ہیں جو کسی حد تک بدبودار ہوتا ہے۔ اور جسے نفیس طبیعت آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ ہر روز بالوں کو کئی منٹ تک برش کرنا چاہیئے۔ اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اگر شروع شروع میں بال برش یا کنگھی کے ساتھ آنے لگیں تو بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ بوسیدہ اور کمزور بالوں کا نکل جانا ہی بہتر ہے۔

کنگھی روزانہ صبح و شام کرنا چاہیئے۔ ہر شخص کی کنگھی الگ ہونی چاہیئے۔ بالوں کو گرمیوں میں ہفتہ میں دو بار اور سردیوں میں ایک بار ضرور دھونا چاہیئے۔ صابن تو سر میں بھول کر بھی نہ لگائیں بالوں کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ اگر سیکا کائی نہ مل سکے تو آنولے کو گرم پانی میں بھگو کر پسوالیں اور اُن سے سر دھوئیں۔ روز روز تیل کا بدلنا بھی نقصان دہ ہے۔ یہاں مدراس میں ہر کس و ناکس ناریل کا تیل استعمال کرتا ہے۔ یہاں کی عورتوں کے بال خوب لمبے ہوتے ہیں۔ میں ناریل کا تیل بنانے کی ایک ترکیب لکھتی ہوں یہ تیل اگرچہ مہنگا پڑتا ہے مگر بڑا مفید ہوتا ہے اور اس میں بازاروں کے تیل کی طرح بُو بھی نہیں ہوتی اور اس کے استعمال سے بال خوب لمبے ہوتے ہیں۔ دو تین کچے ناریل لے کر اُن کو صاف سل پر خوب باریک پیس لیں۔ اب گرم پانی ڈال کر ہاتھ سے خوب ملیں اور پھوک کو مٹھی میں دبا دبا کر دودھ نکال لیں۔ اب اس دودھ کو کپڑے میں چھان لیں۔ تین ناریل کے لئے تین پاؤ پانی کافی ہوتا ہے۔ اب اس دودھ کو چولھے پر رکھ دیں اور پکنے دیں حتیٰ کہ تمام پانی جل جائے۔ آخر میں تیل صاف نظر آنے لگے گا۔ نیچے گاڑھا گاڑھا سا ناریل کا دودھ جم جائے گا۔ جب پانی بالکل نہ رہے تو دیگچی کو چولھے پر سے اُتار لیں۔ اور ٹیڑھی کر کے رکھ دیں ذرا ٹھنڈا ہونے پر تیل کو کسی شیشی میں نکال لیں۔ آدھ پاؤ سے زیادہ تیل نکلے گا۔

بہت سی بہنیں بالوں کو خوب کس کر باندھتی ہیں اس سے بھی بال کمزور ہو جاتے ہیں۔ بالوں کو ہمیشہ ڈھیلا ڈھالا رکھنا چاہیئے۔ بالوں کی نوکیں بھی کھلی نہیں رہنی چاہئیں۔ ایسا کرنے سے نوکیں چر جاتی ہیں۔ بہترین ترکیب جوڑہ ہے اس سے بالوں کی تمام نوکیں محفوظ ہو جاتی ہیں اگر چوٹی مقصود ہو تو اس کے آخر میں ربن وغیرہ لپیٹ دینا چاہیئے بہرحال چوٹی آدھی گندھی اور آدھی کھلی ہرگز نہ چھوڑیں۔ اس سے بال ٹوٹ جاتے ہیں۔

مسز نذیر حسین (مدراس)

سیر بین

مردہ کی آنکھیں سین فرانسسکو (امریکہ) میں ایک مردہ عورت کی آنکھوں سے دو آدمی بینا کئے گئے۔ ان میں سے ایک ۴۲ سال اور دوسرا چھ سال کے اندھے پن سے شفایاب ہوا۔ سرجنوں کو مردہ کی آنکھوں پر اعلیٰ قناعت کرنی پڑی کیونکہ کسی زندہ آدمی نے آنکھیں دینا پسند نہ کیں اسی اثنا میں ایک ۸۰ سالہ عورت مر گئی۔ اس کے عزیز رضامند ہو گئے کہ یہ نیک کام ہے بڑھیا سے کہا جاتا وہ بھی مان جاتی کہ اس کی آنکھیں لے لیجئے چنانچہ دونوں پر عمل جراحی ہوا اور دونوں بینا ہو گئے اس ڈاکٹر نے بتایا کہ کسی عمر کے انسان کی آنکھ کام دے سکتی ہے۔

ڈوبی ہوئی زمین حضرت نوحؑ کے زمانہ کے طوفان کے ذکر سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ زمین ساری غرق ہو گئی تھی اور پھر اُن کی کشتی ایک پہاڑ کی چوٹی سے رگڑ کھا کے رُکی تھی مگر یہ اتنا پرانا ذکر ہے کہ اب تک محقق مختلف خیال آرائیاں کرتے رہے ہیں کوئی دجلہ فرات کے ملحقہ زمین کو اس طوفان کا مرکز قرار دیتی ہے۔ کوئی کسی اور زمین کو۔ جب ہم محققوں کی سرگردانیاں دیکھتے ہیں تو ہم کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ مختلف اُمتوں پر جو عذاب نازل ہوئے اُن کے مقامات اب تک صحیح صحیح ہمیں معلوم نہیں ہو سکے اور ابھی سخت تحقیقات کی ضرورت ہے۔

محققوں کا خیال ہے کہ بحر اوقیانوس میں ایک طرف تو جنوب مغربی یورپ اور شمالی افریقہ اور دوسری طرف شمالی امریکہ کے جنوب مشرق اور جنوبی امریکہ کے بالکل شمال کے درمیان میں آسٹریلیا کے برابر ایک براعظم تھا جہاں کے آدمی بڑے جنگجو اور طاقتور تھے۔ اُن کی شان و شوکت بہت بڑھی ہوئی تھی جب زلزلے آئے اور ایک رات میں یہ براعظم غرق ہو گیا اور اب اس کے اوپر دس انچ موٹی سمندری تہہ بیٹھ گئی ہے۔ اگر اس میں سوراخ کر کے آدمی نیچے پہنچ جائے تو اس غرق شدہ زمین کے خوشنما شہروں کا نظارہ ہو سکتا ہے

چند سال ہوئے ایک مہم نے سوراخ بھی کر لیا لیکن اُنھیں نیچے پہنچ سکنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اب مشہور ہوائی جہاز راں پروفیسر پکرڈ سمندر میں غوطہ لگانے کے خول طیار کر رہا ہے تاکہ انہیں پہن کے غوطہ لگایا جائے اور تہ کو توڑ کے براعظم کا پتہ لگایا جائے براعظم کے متعلق قیاسات ہی ہیں کوئی یقینی بات نہیں ہے کہ ایسا کوئی براعظم موجود بھی ہے یا نہیں۔

ہندو عورتوں کی بیکسی بمبئی کی عورتوں کی کونسل نے ایک یادداشت حکومت بمبئی کو بھیجی ہے کہ دھرم شاستر کے ماتحت ہندو عورتیں اچھی حالت میں نہیں۔ اُن کے حقوق کم اور اُن پر پابندیاں زیادہ ہیں۔ ملکیت اُن کی محدود ہے۔ وراثت سے وہ محروم ہیں۔ طلاق کا حق اُنہیں حاصل نہیں۔ اب اصلاح کی ضرورت ہے اور مندرجہ طریقوں پر قانون بنائے جائیں۔

(الف) شادی۔ (۱) مردوں کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کا حق نہ ہو۔ (۲) ذات پات اور گوت کی عدم پابندی شادی کو باطل قرار نہ دے۔ (۳) غیر مساوی عمروں کی شادی روکی جائے مثلاً ۵۵ سال کا بڈھا ۱۵ برس کی لڑکی سے بیاہ نہ کر سکے (۴) شادی کا پہلے سے اعلان اور رجسٹری ضروری ہو۔ (۵) نابالغ بیوہ کو جو وداع نہیں ہوئی اپنے دل کی رضا کے بغیر شادی کا حق ہو جیسے اُس نابالغ بیوہ کو جو وداع ہو چکی ہے (۶) مکرر شادی کے بعد بیوہ اپنے پہلے شوہر کی جائداد سے محروم نہ ہو بشرطیکہ مرنے والے

شوہر نے تحریری وصیت نہ کردی ہو (۲)، باپ مرگیا ہو یا پاگل ہو یا کسی اور وجہ سے ولی نہ بن سکے تو ماں کو شادی کردینے کا حق ہو بشرطیکہ عدالت اس کی بدچلنی یا نابالغ مفاد کی مخالفت کی وجہ سے اسے اس کے ناقابل قرار دے۔

(ب) میاں بیوی کو طلاق کا حق حاصل ہو (۱) اگر میاں یا بیوی سات سال تک مفقود الخبر رہے (۲) مذہب تبدیل کرے (۳) پاگل قرار پاچکے (۴) بدچلنی کا ارتکاب ہو (۵) بیوی کو شوہر کی مسلسل بدسلوکی یا عدم خبرگیری کی وجہ سے طلاق کا حق حاصل ہو۔

(ج) محض دوبارہ شادی کرلینے سے ماں اپنے بچوں کی ولایت سے محروم نہ کی جائے بشرطیکہ عدالت معقول وجہ تحریر کرکے اسے علیحدہ کردے۔

(د) (۱) بیوہ یا کسی اور عورت کو جو جائداد ملے خواہ وہ منقسمہ ہو یا غیر منقسمہ اس کی وہ کامل مالک ہو۔ (۲) بیٹی کو بیٹے کا تہائی حصہ وراثت کے وقت منقسمہ یا غیر منقسمہ جائداد میں ملنا چاہئے (۳) بیوہ یا بیٹی شوہر یا باپ کے مرنے کے بعد تقسیم کی طلبگار ہوسکتی ہے۔

ان مطالبات کو دیکھ کے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کس قدر اسلامی تعلیمات کو اختیار کرتی جارہی ہے۔

فلم سے انکار بولتی تصویریں دنیا کے سارے کاموں میں سب سے زیادہ آمدنی کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ ان میں تماشہ کرنے والے بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں تصویریں ندرت پیدا کرنے کے لئے مشہور آدمی کو بڑی بڑی رقمیں دیکے تماشہ کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے مگر دنیا میں ایسے بھی ہیں جو اتنی بڑی رقموں پر بھی جن کو سن کر دانشمندوں کی بھی رال ٹپک پڑے تماشہ کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔

پچھلے سال سابق بادشاہ ایڈورڈ ہشتم سے ۲۴ پیشکشیں کی گئیں کہ وہ دونوں میاں بیوی تماشہ میں حصہ لیں۔ ایک نے اس کی سوانح حیات کی فلم بنائی اس نے کہا کہ اس میں حصہ لیں۔ دوسرے نے کہا اپنی سوانحعمری کا ایک کھیل بنا دیں۔ تیسرے نے کہا کہ ایسے تماشہ کی صرف سرپرستی ہی کریں وغیرہ ان کی بیوی سے کہا گیا فرانس کے بادشاہ کی مشہور محبوبہ بومپاڈور یا میری سٹوارٹ یا نپولین کی مطلوقہ ملکہ جو زیفائن کا پارٹ کریں۔ ڈیوک سے یہ بھی کہا گیا کہ اپنی سوانح حیات کی تصویر میں ابتدا میں چند تمہیدی کلمے کہہ دیں۔ یہ بھی کہ اپنے والد کا پارٹ کریں۔ معلوم ہے اس کام کے لئے انہیں کیا پیش کیا گیا۔ تقریباً ۲۷ لاکھ روپیہ ۲۰ لاکھ پونڈ) عمر بھر کی پنشن۔ تصویر کی آمدنی کا نصف۔ مگر دونوں نے سب درخواستیں مسترد کردیں۔

نجاشی سابق شہنشاہ حبش نے بھی ایک بڑی رقم دیئے جانے کے باوجود اپنی سوانح حیات کی فلم میں کام کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ انھیں روپیہ کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ سابق قیصر کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش آیا۔

شفاخانہ کی ایک دایہ نے بھی ایک بیش بہا رقم اور آئندہ فوائد پیش کئے جانے کے باوجود معذوری ظاہر کی کہ یہ میرے مذہبی اعتقادات کے خلاف ہے اور میں جہاں ہوں بہت خوش ہوں مجھے زیادہ کی آرزو نہیں۔ ایک دوکان کرنے والی نے ایسی رقم کو ٹھکراتے ہوئے دیکھا کہ ہمارے سنگھار خانہ میں بولتی تصویروں میں کام کرنے والیاں سنگھار کے لئے آتی ہیں وہ پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ہی بڈھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے چہروں پر پوڈر وغیرہ کے اثر سے جھریاں پڑی ہوتی ہیں۔ ان کی جلد ڈھلکی ڈھلکی نظر آتی ہیں۔ یہ سب سنگھار اور وہاں کی تیز روشنی کا اثر ہے۔ میں اپنی تھوڑی تنخواہ پر ہی خوش ہوں اور یہ نہیں منظور کہ ۲۵ سال کی عمر میں میں بڑھیا ہوجاؤں۔

ایک لڑکی سے کہا گیا کہ دیکھو فلاں لڑکی کس قدر کما رہی ہے تو بھی چل۔ اس نے کہا کہ وہ بیچاری مصیبت میں ہے۔ وہ میری طرح بچیوں کے ساتھ کھیل کود نہیں سکتی۔ مجھے آپ کے اچھے اچھے کھانے اعلیٰ اعلیٰ کھلونے اور بہت سے روپے منظور نہیں

شادی کی رسمیں

یورپ میں شادی کی رسمیں عجیب و غریب ہیں۔ جنوری اور مئی میں شادی نہیں کرتے۔ جون میں کثرت سے شادیاں کی جاتی ہیں کیونکہ یہ مہینہ شادی کے دیوتا جیون کا ہے۔ شادی کے وقت ایک لمبا چوڑا کیک دلہن کاٹتی ہے۔ کیک فارغ البالی اور روپیہ کی ریل پیل کا شگون ہے اور دلہن کا کاٹنا اس کی علامت ہے کہ خانگی امور میں وہ مالک ہے۔ اس کے ٹکڑے لے کے کنواریاں بستر پر ڈال کے اُن پر سو جاتی ہیں۔ تاکہ اُن کے ہونے والے شوہر خواب میں نظر آجائیں۔ چھوٹی چھوٹی مٹھائی بکھیری جاتی تھی۔ تاکہ ان کے اولاد خوب ہو اور خوب پھلیں پھولیں۔ اب چاول اناج بوٹیاں پھول میوے بکھیرے جاتے ہیں۔ بعض جگہ برادہ دونوں پر اسی غرض کے لئے چھڑکا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ بالو ریت۔ انگوٹھی اس لئے پہنائی جاتی ہے کہ شادی کا معاہدہ تکمیل کو پہونچے۔ چھنگلیا میں پہننے کی یہ وجہ ہے کہ ایک رگ وہاں سے دل تک جاتی ہے۔ دوسرا خیال ہے کہ چونکہ یہ سب سے کمزور ہے اور اس سے بیوی کو شوہر کا سہارہ کی ضرورت رہنا ظاہر کرتی ہے۔ پھولوں کے ہار بھی پھلنے پھولنے کے لئے ہیں۔ دولہنوں کے ساتھ اُن کی سہیلیاں اُن کے سے کپڑے پہنے ساتھ رہتی ہیں۔ تاکہ دلہنیں نظر بد سے بچیں۔ مردوں میں شہ بالا کی بھی یہی غرض ہے بلکہ شہ بالا شادی سے ایک رات پہلے دولہا کے پاس سوتا ہے تاکہ دونوں نظر بد اور آزارے سے بچیں سکاٹلینڈ میں دولھا کو نکاح سے پہلے زمین پر کھڑا نہیں ہونے دیا جاتا۔ دری پر کھڑا کیا جاتا ہے دریاں ایجاد ہونے سے پہلے وہ سکوں پر کھڑا کیا جاتا تھا۔ دولہا دلہن پر پرانی جوتیاں پھینکی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنے سفر میں نظر بد سے بچیں۔ سکاٹ لینڈ میں نکاح کے وقت دونوں کسی جگہ کوئی گرہ یا گانٹھ نہ رہنے دیں۔ چنانچہ جوتوں کے تسمے گھگھروں کے کمر بندیوں ہی رہنے دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ گانٹھ سے مراد لاد موی کا شگون ہے وہاں شادی کے بعد دُلہن اپنی جسرابیں پھینک دیتی ہے۔ مہمان اس کے لوٹنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

جاپان میں آزادی نسواں

جنگ عظیم سے پہلے جاپان بھی ہندوستان کی طرح رسموں میں جکڑا ہوا تھا۔ عورت کا کام گھر میں رہنا تھا۔ نیچے طبقہ کی عورتیں البتہ باہر کام کرتی اور پھرتی تھیں۔ اب حالت بدل گئی ہے دفتروں میں دُکانوں میں شہروں میں ٹریموں میں ہوٹلوں میں غرضکہ ہر کام کاج کے مقاموں میں سینکڑوں ہزاروں لڑکیاں مردوں کے دوش بدوش کام کرتی نظر آئیں گی۔ لڑکیاں پڑھ لکھ کے اب اس قدر آزاد ہوگئی ہیں کہ گو رسموں کی بندھنوں کو توڑنا اُنہیں آسان نظر نہیں آتا لیکن پھر بھی بہت کچھ آزادی کا اظہار وہ کرتی رہتی ہیں۔ پہلے شوہر کا انتخاب والدین کرتے تھے۔ بات پختہ ہونے پر وہ آکر لڑکی کے سامنے اس امر کا ذکر کرتے وہ شرما جایا کرتی تھی اور والدین کو اپنا خیرخواہ اور تجربہ کار رفیق سمجھکر گردن جھکا دیتی تھی لیکن اب یہ رنگ ہے کہ وہ خود والدین کے سامنے اس طرح ذکر کرتی ہے کہ والدین شرما جاتے ہیں۔

ہزارہا رسالے اخبار جاری ہیں۔ ان میں شادی وغیرہ کے متعلق کوئی مسئلہ چھیڑ دیا جاتا ہے۔ اس پر مضمون نگار عورتیں بحث کرتی ہیں۔ ان کو ہزاروں لاکھوں غور سے اور دلچسپی سے پڑھتی ہیں اور اس سے ان کو اپنی آئندہ زندگی کے متعلق رائے قائم کرنے کا موقع ملتا ہے اس زمانہ کی لڑکی کہتی ہے کہ شوہر اس وجہ سے حکومت کرتا تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ میں کماؤ ہوں۔ عورت دبتی تھی۔ میں کیوں اس قسم کی صورت پیدا ہونے دوں۔ میں کسب معاش میں شوہر کا ساتھ دونگی۔ پھر وہ مجھے کیسے دبائے گا۔ خوشی کی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ مجھ پر ساس و خسر حکومت نہ کریں۔ میاں الگ مکان لے کے رہے وہ میرے ساتھ باہر

میں بانہہ ڈال کے بولتی تصویر دیکھنے چلے یا سیر کرنے گھر سے نکلے۔ وہ قابل آدمی ہو۔ بیوی کو ستانے والا نہ ہو۔ وہ مجھے گھر کی رکھوالن نہ سمجھے۔ بلکہ مجھے اپنا رفیق آرام جان اور معاون سمجھے۔

پھلجھڑیاں

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک شخص نے ایک کوٹھے میں موسمی بخار کے مچھر پال میں رکھے ہیں۔ ڈاکٹر اس سے ان مچھروں کے پارسل منگواتے ہیں تاکہ پاگلوں اور مفلوجوں کو کٹوا کے موسمی بخار کے جراثیم سے اُنہیں اچھا کیا جائے۔ یہ مچھر اس کے ہاتھ میں ایک ململ کی پوٹلی میں بند کرکے باندھ دیئے جاتے ہیں۔

انگلستان کی ایک کنواری بی۔ ایس سی ہے۔ اس نے ایسا قاعدہ قائم کیا ہے جس سے پرواز بے خطر ہو جائیگی۔ اُسے تین سال تک انعام میں چار ہزار روپیہ سالانہ ملتا رہے گا۔

انگلستان میں ۵۰ برس کی شادی کی زندگی کے بعد دو میاں بیوی میں فراق نمودار ہو گیا ہے میاں نے بیوی کو کسی بات سے منع کیا بیوی ناخوش ہو کر گم ہو گئی۔ میاں بعد میں اُسے ڈھونڈتا پھرا کہ واپس آ جا او بھیجا ہے کر گر بیوی نے کسی سے کہا کہ میں نہ جاؤں گی۔ وہ پھر منع کرے گا۔ اُسے میرا پتہ نہ بتانا۔ میاں ۷۸ سال کا اور بیوی ۷۴ سال کی ہے۔

فرانس نے ایک ایسی چیز ایجاد کی ہے جو ہوائی جہاز کے ذریعہ دشمن پر چھوڑی جائیگی۔ موسم اور ہوا موافق ہونے کی صورت میں دشمن کا لشکر کا لشکر اس سے مفلوج ہو کے رہ جائے اور ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اس چیز کی ساخت کے لئے بہت سے کارخانے قائم ہو گئے ہیں جن کی سخت حفاظت کی جاتی ہے۔

جاپان میں ہر سال ڈاڑھیوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس سال ایک مہنت اول رہا جس کی ڈاڑھی آدھ گز لمبی تھی۔

ایک گھر کی مکھی کے برابر ۱۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑتی ہے جو تیز ترین ہوائی جہاز کی رفتار سے دگنی ہے۔ اگر کوئی جہاز اس رفتار کا ایجاد ہو سکے تو ۱۴ گھنٹہ میں دنیا کا چکر لگایا جا سکتا ہے

کوہ مری میں ایک پودا بالکل سانپ کی شکل کا ہے۔ اُس کا اوپر کا سرا پھن سے مشابہ ہے اور تنے پر سانپ کی پتیاں ہیں۔ اس کے لگاتے ہی سانپ کے کاٹے کو آرام ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ زخم میں سے زہر نکلنے لگتا ہے۔ یہ پودا گٹھیا اور ہیضہ میں بھی اکسیر کا اثر رکھتا ہے۔

بلوچستان کی ریل کی سرنگ تین میل لمبی ہے اور ہندوستان کے عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔

۱۸۹۸ء میں قیصر ولیم فلسطین گیا تھا۔ سلطان عبدالحمید ثانی نے اس کے لئے ایک محل بنوایا تھا۔ اس میں قیصر چند گھنٹہ ٹھہرا تھا۔ پھر یہ محل کبھی کام میں نہیں آیا۔ یہ مشرقی فیاضی کی ایک مثال ہے۔

محمد ظفر

استفسار

قطعہ

ہستی کے اندھیرے غاروں میں دل تھک تھک کر سو جاتا ہے
احساس بھٹکتا پھرتا ہے، پھر رہ رہ کر کھو جاتا ہے،

جب نذرِ منزل ہونے کو ہے میری روح درماندہ،
پھر رستہ میری نظروں سے کیوں اوجھل ہو جاتا ہے،

گوہر اقبال حور میرٹھی

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو۔ (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے خوشخط لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

میں نہایت رنج وقلق کے ساتھ یہ لکھتی ہوں کہ میری عزیز سہیلی اور عصمت کی پرانی خریدار محترمہ ارجمند بانو صاحبہ جعفری تین چار ماہ کی علالت کے بعد ۱۹ ستمبر مطابق ۲۴ رجب بروز پیر چار بجے شام کو ۱۸ سال کی عمر میں سب عزیزوں کو تڑپتا چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خداوند کریم سے دعا ہے کہ مرحومہ کے پسماندگان کو صبر کی توفیق دے اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ مرحومہ کو عصمت سے غایت درجہ محبت تھی۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا بڑی محنت اور قابلیت سے سفرنامہ عراق تیار کر کے عصمت میں چھپوایا تھا۔ عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ ایک ایک پارہ قرآن مجید کا پڑھ کر یا سورہ فاتحہ پڑھ کر مرحومہ کو ثواب بخشیں۔

ایس۔ ایف۔ جعفری۔ آگرہ۔

میں نہایت رنج کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے بڑے چچا صاحب (خان بہادر میر اظہر علی صاحب رئیس اعظم سہسوان) کا ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء بروز جمعہ بوقت شب بمقام لکھنؤ انتقال ہوا۔ ان کو دل کا مرض تھا۔ لکھنؤ علاج کی غرض سے گئے تھے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ ان کے انتقال سے سہسوان میں کہرام مچ گیا۔ امیر غریب ہندو مسلمان سب سے یکساں ملتے تھے۔ مرحوم نے تین لڑکیاں اور ایک کمسن لڑکا اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم اپنے بھائی بہن کی اولاد کو بھی مثل اپنی اولاد کے سمجھتے تھے۔ عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ وہ دعائے مغفرت کریں اور قطعہ تاریخ وفات لکھ کر ممنون ہونے کا موقع دیں۔

شوکت جہاں بیگم۔ سہسوان۔

مجھے مینا پالنے کا بہت شوق ہے۔ سنا ہے کہ اس کے حلق میں ایک قسم کا کانٹا نکل آتا ہے جس کی تکلیف کی وجہ سے یہ بہت جلد مر جاتی ہے۔ براہ کرم کوئی بہن یا بھائی تکلیف گوارا کر کے کوئی ایسا نسخہ بذریعہ عصمت تجویز فرمائیں جو اس غریب جانور کے لئے مفید ہو۔ میں تاعمر احسان رہوں گی۔

ایک ضرورتمند۔ کلکتہ۔

محترمہ انور جہاں سراج صاحبہ اورنگ آباد دکن سے گذارش ہے کہ میرے ایک عزیز مولوی سید شاہ عظمت اللہ صاحب چشتی جن کی دو لڑکیاں بے ماں کی ہیں محلہ دریا پان اورنگ آباد دکن میں رہتے ہیں ان کی خیریت زمانہ طویل سے معلوم نہیں ہوئی۔ براہ مہربانی ان کی خیریت دریافت فرما کر مطلع کریں۔ یا اور کوئی پیاری عصمتی بہن انکی خیریت معلوم کر کے مطلع فرمائیں

مسز حکیم سید شاہ محمد حمید صاحبہ فردوسی۔ گیا۔

میری ایک عزیز جس کی عمر صرف ۱۴ سال ہے ان کے اوپر والے ہونٹ کے اوپر اور ٹھوڑی کے نیچے بال اُگ آئے ہیں جو بہت ہی برے معلوم ہوتے ہیں اور باقی منہ پر بھی چھوٹے چھوٹے بال اُگے ہوئے ہیں۔ کسی مفید نسخے کی جلد ضرورت ہے کوئی بہن جلد توجہ فرمائیں۔

خریدار نمبر ۱۸۱۷۔

میری والدہ ماجدہ صاحبہ کے مسوڑھے پھولے ہوئے رہتے ہیں اور زبان پر سرخ دھبہ ہے جس کی وجہ سے کچھ ذائقہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے التجا ہے کہ کوئی بہن یا بھائی کوئی مجرب نسخہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

خریدار نمبر ۱۲۱۸۔

میری والدہ صاحب کو عرصہ چار یا پانچ برس سے دھندلا پن ہو گیا ہے۔ مرہم وغیرہ لگانے سے کچھ روز کے لئے مرجھا جاتا ہے مگر بالکل اچھا نہیں ہوتا ہے۔ دھندلا پن میں خارش بھی بہت رہتی ہے جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے عصمتی بھائی بہنوں سے عرض ہے کہ کوئی مجرب دھندلا پن کی دوا بتلائیں جس کے لگانے سے آرام ہو جائے۔

خریدار نمبر ۳۱۵۴۔

کچھ عرصہ ہوا بزم عصمت میں کسی بہن یا بھائی نے قبل از وقت بال پکنے کے متعلق چائے کے پانی سے سر دھونے کا نسخہ تحریر فرمایا تھا۔ اگر یہ نسخہ کسی بہن کا آزمودہ ہے تو مہربانی فرما کر بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں کہ کونسی چائے ہونی چاہئے۔ بروک بونڈ یا لپٹن ، اور ترکیب استعمال سے بھی آگاہ کریں۔

خریداری نمبر ۱۱۴۔

تھوڑے دنوں سے میرے منہ پر چھوٹا سا سفید داغ ہو گیا ہے جس کو شاید پھلبہری کہتے ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی اس کی مجرب دوا جانتے ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔

خریدار نمبر ۱۹۳۸۔

میری والدہ صاحبہ کے دماغ میں ہر وقت درد اور جلن رہتی ہے جس کے باعث بینائی میں بھی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ یونانی دوا بھی استعمال کی اور تیل کی مالش بھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی کسی آزمودہ دوا سے بذریعہ عصمت مطلع فرما کر شکریہ کا نادر موقع عطا فرمائیں۔

آر۔ کے۔ درخشاں بجنور۔

میری چھوٹی بہن جس کی عمر ۲۲ سال ہے اپنے بچے کے انتقال کے بعد بیمار ہو گئیں جب سے ان کا جسم برابر سوکھتا چلا جاتا ہے سینہ کو خاص کر بہت دب گیا ہے کسی قسم کی کوئی خاص بیماری نہیں۔ کھانے میں پھل مچھلی۔ مکھن۔ انڈا۔ اور ایک قسم کی مفید ٹانک وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ تازہ ہوا۔ ہلکی تفریح بھی ہوتی ہے۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب، اہلیہ حکیم عزیز خاں صاحب یا کوئی اور بہن یا بھائی کوئی مفید ہندوستانی یا انگریزی دوا یا کسی قسم کی غذا تحریر فرمائیں اور پوری قیمت دوا و انگریزی نام ملنے کا پتہ۔ استعمال کا طریقہ نیز یہ کہ کسی حالت میں استعمال مضر تو نہ ہوگا۔ ان کو اور کوئی شکایت نہیں۔ نیز مجھکو سیب آنولہ۔ گاجر کا مربہ بنانے کی ترکیب چاہئے جس میں پھل پانی شکر وغیرہ کے اوزان بھی شامل ہوں اور یہ شناخت کہ تیاری پر قوام کیسا رہنا چاہئے۔

خریدار نمبر ۷۹۹۹۔

جگر کی خرابی سے قریباً چھ ماہ سے مجھے یہ شکایت ہے کہ پیٹ میں بہت پانی آ گیا ہے۔ بہت علاج کرائے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کسی بہن کو آزمودہ نسخہ یا دوا معلوم ہو تو مطلع کریں۔ تا زیست ممنون رہوں گی۔

خریداری نمبر ۶۴۲۲

سر میں درد اور لقوا ۔ مرکبات فولاد استعمال کریں۔ مثلاً ایسٹن سیرپ حسب ہدایات مندرجہ ہیں اور سر کو روزانہ گلیسرین سوپ سے خوب دھوئیں اور رات کو سوتے وقت سلفر آئنٹمنٹ لگائیں۔ دوائیں کسی انگریزی دوا فروش سے لے لیں۔

سید ابن حسن صاحب شارق :۔ اگر ضرورت باقی ہو تو مجھ سے خط و کتابت کریں اور یہ لکھیں کہ فالج سے قبل بخار آیا تھا یا نہیں۔

بنت محمد حامد صاحب : چیچک کے بعد عموماً سر کے بال جھڑنے لگتے ہیں کچھ عرصہ بعد نئے بال نکل آتے ہیں۔ خمیرہ ابریشم ارشد والا تین ماشہ صبح کو اور خمیرہ گاؤزبان عنبری پانچ ماشہ شام کو کھائیں اور روغن بادام کی سر میں مالش کریں۔

مس این بی صاحبہ: کشتہ خبث الحدید آدھی رتی جوارش جالینوس چھ ماشہ میں ملا کر رات کو سوتے وقت کھلائیں اور کشتہ مرجان سادہ خمیرہ گاؤزباں عنبری پانچ ماشہ میں ملا کر صبح کھائیں اور بورک ایسڈ ایک ماشہ گرم پانی ایک سیر میں حل کر کے ناک اور حلق کو کھانا کھانے کے بعد دونوں وقت اس سے خوب صاف کیا کریں۔ کشتوں سے خوف نہ کھائیے یہ دونوں برائے نام کشتے ہیں بالکل بے ضرر ہیں۔

خریدار نمبر ۸۰۰۷۹ :- ورم پر یہ دوا لگائیں۔ بکری کے گردے کی چربی دو تولہ پتھر پر پیس کر کسی تانبے کی قلعی دار پتیلی میں آنچ پر پگھلائیں اور کپڑے میں چھان لیں تاکہ کوئی ریشہ باقی نہ رہے پھر اس کو پتیلی صاف کر کے اس میں ڈال کر آنچ پر رکھیں اور دو تولہ روغن گل اور دو تولہ موم دیسی اصلی ملا کر پگھلائیں اور نیچے اتار لیں اب اس میں تین ماشہ زفت رومی اصلی اور تین ماشہ گل بابونہ خوب باریک پیس چھان کر ملالیں اور حسب ضرورت پتلا پتلا لیپ کریں۔ صبح و شام۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں دستند طبیہ کالج دہلی

بہن خریدار نمبر ۱۸۳۶ سے عرض ہے کہ روئیں کے لئے جو نسخہ میں نے لکھا تھا اس کے وزن میں فرق ہو گیا ہوگا اسلئے افاقہ نہ ہوا۔ اب دوسری دوا لکھتی ہوں دستیاب مشکل سے ہوتی ہے مگر مجرب و آزمودہ ہے کچھوے کا پتہ۔ مرغ کا پتہ سانپ کی چربی۔ تیتر کی چربی۔ چاروں میں سے کوئی چیز بال علیحدہ کر کے لگائیے بال نہ پیدا ہوں گے یا کاگے کے پتہ میں نوشادر ملا کر ماتھے پر سے بال علیحدہ کر کے لیپ کیجئے۔ پھر روئیں نہ نکلیں گے۔

پلکوں کے لئے مجرب ہے۔ مدار کے دودھ روئی تر کر کے خشک کرئے اس کی بتی بنا کر گائے کے گھی میں کاجل پار کر لگائیے یا سیاہ بھنگرے اور دھتورہ کی ہموزن لے کر اس کا عرق نکال کر روئی تر کر کے خشک کیجئے۔ سیاہ تل کے تیل میں کاجل پارئے پلکیں گھنی اور خوب سیاہ ہو جائیں گی۔ آزمودہ ہے۔

مسز حمید لکھنوی۔

محترمہ بہن مسز ممتاز محمد خاں نے اکتوبر کے عصمت میں سفید باریک دانوں کی شکایت لکھی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ میری ایک ملنے والی کو بھی یہی تکلیف ہوگئی تھی۔ انھوں نے کافی علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا بالآخر مندرجہ ذیل نسخہ سے آرام ہوگیا۔ علاج سہل ہے مگر نسخہ مجرب ہے۔

انجیر (جس کو پنجابی میں پھگوڑہ کہتے ہیں) کے پتے اور چھال کافی تعداد میں منگوالیں۔ ایک سیر گندم صاف کر کے اسکو ایک پتیلی میں ڈال دیں پتیلی کافی فراخ ہو کیونکہ اناج ابل کر پھولتا ہے۔ بعد ازاں انجیر کے پتے اور چھال ایک بڑے دیگچے میں ڈال کر پانی سے بھر دیں۔ جب پانی پکنے لگے تو اناج کی پتیلی اس میں رکھ کر کم از کم ۲ گھنٹہ تک پکائیں۔ جب گندم گل جائیں تو ان کو نکال کر سایہ میں سکھالیں۔ جب بالکل خشک ہو جائیں تو چکی میں پسوا کر گھی اور شکر حسب پسند ملا کر رکھ دیں اور ہر صبح نہار منہ دو میز کے چمچوں کے برابر استعمال فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آرام ہو جائے گا۔

حمیدہ غلام رسول۔ ادیب عالم۔

سفید بالوں کے لئے کسی بہن نے بزم عصمت میں عرق چرچھاؤ کا تیل بنانے کا نسخہ لکھا تھا۔

کیا کسی عصمتی بہن نے یہ نسخہ بنا کر استعمال کیا۔ اور فائدہ ہوا یا نہیں۔ بزم عصمت کے ذریعہ اطلاع دیکر مشکور فرمائیں۔

خریدار نمبر ۱۸۳۶۔

انڈین میڈیکل ہال کوچہ چیلان کٹڑہ مہرور دہلی

قایم کردہ حکیم سید ضیاء الحسن صاحب نبیرہ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم دہلی

روغن سنون دندان مکمل جس کو انگریزی میں پائریا کہتے ہیں میرے پاس اس کی ایسی دوا ہے کہ یورپ اور ہندوستان میں اس مرض کی اس سے بڑھ کر دوا نہیں۔ منہ میں یہ بیماری ہو تو پاس بیٹھنے والے نفرت کھانے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ دق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا کے لئے غفلت اور بے پرواہی نہ کیجئے جلدی اس موذی اور جان لیوا مرض سے چھٹکارا حاصل کر لیجئے قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنہ علاوہ محصولڈاک وخرچ پارسل وغیرہ اگر تندرستی میں اس روغن کا استعمال کیا جائے تو انشاء اللہ دانت کی کوئی بیماری نہیں ہو سکتی اور دانت تازیست مضبوط اور چمکدار رہتے ہیں۔

مصالحہ گیسو دراز نہایت ہی خوشبودار مصالحہ سر کے بالوں کا ہے جس سے بال نکھر جاتے ہیں اور جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ وقت سے پیشتر سفید ہونے سے بچاتا ہے دماغ کو قوت دیتا بالوں کو بڑھاتا اور گھندار کرتا آنکھوں میں تازگی دردسر وغیرہ کے لئے بیحد مفید مزید برآں خوشبو ایک ہفتہ تک قائم رہتی ہے۔ جن بہنوں نے اسکو ایک مرتبہ بھی استعمال کیا ہے وہ ہمیشہ کیلئے اسکی طلبگار ہو گئیں قیمت ایکروپیہ پونڈ۔

ہیر نفیس افزا آئل یہ روغن اسم بامسمیٰ ہے بڑی جستجو اور کوشش سے تلوں کو پھولوں میں بسا کر ادویات مناسب مزاج شامل کر کے تیار کرایا گیا ہے اسمیں کوئی ایسنس نہیں اور نہ خوشبوئیں اوپری شامل کی گئی ہیں اسکی صفتیں بہت ہیں یہ تیل بالوں کی سیاہی چمک اور درازی کا بہترین محافظ ہے اس کے علاوہ دماغی امراض میں مفید ثابت ہوا ہے نیز اس کی اعلیٰ درجہ کی قوت وطاقت صرف دماغ ہی تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ یہ بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے بالوں کو گرنے نہیں دیتا بلکہ محفوظ کرتا ہے دیگر خوشبودار تیلوں سے بالوں کو نقصان پہنچتا ہے علاوہ محصول قیمت ایک شیشی ایک روپیہ دماغی کام کرنے والوں کے واسطے نہایت ضروری چیز ہے ہر عورت مرد استعمال کر سکتا ہے۔

صحت کا بیمہ ہر گھر میں اس کا رکھنا ضروری ہے درد شکم وخرابی ہاضمہ کالرہ ہیضہ میں نہایت بھروسہ کی دوا ہے بشرطیکہ ابتدائے مرض میں فوراً استعمال کیا جائے علاوہ ازیں دردسر کے واسطے پیشانی پر ضماد کرنے سے دردسر کو تسکین ہوتی ہے نزلہ کے باعث مسوڑھوں پر ورم ہو جاتا ہے سخت تکلیف ہوتی ہے اسی دوا کی ایک پھریری بھر کر استعمال کر سکتے ہیں۔ دن میں کئی بار منہ میں لگا کر منہ لٹکا دیں خراب رطوبت کو نکال کر درد ورم سوزش کو بھی دور کرتا ہے۔ درد شکم وہیضہ کے واسطے بیحد مفید ہے۔ ترکیب استعمال ہمراہ ہوگی قیمت فی شیشی ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

مصفّی سیرپ فساد خون کی تمام بیماریوں کیلئے اچھی دوا ہے خارش خشک وتر، داد، چھائیں، مہاسے، گرمی دانے، پھوڑا ہر قسم کے پھوڑے پھنسی، زخم آتشک، کھنا غرض کہ دیگر مہلک بیماریاں گٹھیا وغیرہ میں اس کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے صبح و شام ایک ایک قبض کشا گولی ہمراہ ہونگی پرچہ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا قیمت فی شیشی خورد آٹھ آنہ کلاں ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

مرہم خارش یہ مرہم نہایت ہی جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے، خارش خشک ہو یا تر دونوں حالتوں میں بے نظیر ثابت ہوا ہے اگر خارش کی وجہ سے زخم بھی پڑ گئے ہوں اس کو بھی بہت فائدہ بخشتا ہے۔ قیمت ایک ڈبیہ جو آٹھ یوم کیلئے کافی ہے۔ ایکروپیہ علاوہ محصولڈاک۔

المشتہر

طبیب زنانہ دی سیدہ واحدہ بیگم بنت حکیم ضیاء الحسن صاحب نبیرہ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم دہلی

The ISMAT, Delhi.
عصمت
سالگرہ نمبر سنہ ۱۹۳۶ء

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد وا ثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے "مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات وجذبات کو نہایت سادہ مگر پُرزور انداز اور شستہ الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں" **علی گڈھ میگزین** لکھتا ہے "ان کا طرزِ بیان پُراثر اور دلنشین ہوتا ہے" رسالہ **نورجہاں** نے لکھا تھا "مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پُرزور تحریروں میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں"

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیتِ اولاد۔ طرزِ زندگی۔ سچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ **پیسہ اخبار** لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے" اخبار **ریاست** کی رائے ہے "نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے" **رہنما** لکھتا ہے "ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے جی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" **ذوالقرنین** لکھتا ہے "ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اسی موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتابت کاغذ پر نگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی" ٹائٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد ۸؎

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے کیسی کیسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جاتی ہے۔ رسالہ **ہمایوں** کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے احترام کو واضح کیا گیا ہے جو تعلیمِ اسلام سے ہے نیا اندازِ بیان، دلکش عبارت سادہ و شگفتہ" اخبار **کشمیری** کی رائے "پیرایۂ بیان دلگداز ہے" اخبار **صداقت** کی رائے "پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" بار سوم قیمت آٹھ آنے

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالمِ نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیراتِ زندگی، نیرنگیٔ زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسمِ بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جنکی عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ جمالِ ہمنشیں کے متعلق اخبار **ہمدرد** لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" **انڈین ڈیلی میل** کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" رسالہ **حرم** کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ **اردو** لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و شستہ ہے" اخبار **وکیل** "جمالِ ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار **مدینہ** کی رائے "مضامین بہت بلند پایہ ہیں" روزنامہ انگریزی **بمبئی کرانیکل** لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں یا زہرہ (۱)

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرزِ بیان نہایت سادہ۔ اکابرینِ قوم نے جسے پڑھ کر حسبِ ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے" اخبار **مشیرِ دکن** کے ریویو کا خلاصہ "کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلاویز کتاب ہے" **مخبرِ دکن** کا ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" **شوکتِ اسلام** کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں" اخبار **تہذیبِ نسواں** کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پُرلطف طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بارِ سوم قیمت [illegible]

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہراتِ بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو مصائب پیدا ہو جاتے ہیں عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ "سرگذشتِ ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرزِ بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے" **بیگم صاحبہ** سر عبد القادر صاحب بیرسٹر کی رائے ہے "یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے"۔ بار دوم قیمت دس آنہ

موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ۔ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت

تحریر النسا (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب۔ اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں بتا کر کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشائی و نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

نوری بیگم	۱ر	عقل کی باتیں	۸ر
غیرت کی پتلی	۶	ہنسی کی باتیں	۸ر
چار زرح	۳ر	تاریخی لطیفے	۸ر
دولت پر قربانیاں	۸ر	خواتینِ اندلس	۸ر

خانہ داری کے تجربے	۱۲ر
تندرستی ہزار نعمت	۳ر

شمعِ خاموش (نظمیں)	۶ر
آئینۂ جمال (نظمیں)	۱۲ر
شہیدِ وفا (افسانے)	عہ
نغماتِ موت (مضامین)	۸ر

پردہ و تعلیم	۲
بچوں کی تربیت	۔
بچوں کی دنیا	۸
مختصر دنیا	۵
آئینہ سوز	۔

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

رسالہ عصمت دہلی

سال گرہ نمبر (جولائی) سنہ ۱۹۳۸ء

اکتیسواں ۳۱ سال — جلد ۶۱ نمبر ۱

فہرست مضامین

باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

تصاویر

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ۔ **ممالک غیر سے** دس شلنگ قیمت سالگرہ نمبر دس آنے

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپیہ۔ رؤسا سے پچیس روپیہ۔ والیانِ ریاست سے سو روپیہ

ممالک غیر سے ایک پونڈ۔

چند باتیں

عصمت کا تیسواں[۳۰] سال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وخوبی پورا ہوا۔ یہ اکتیسویں[۳۱] سال کا پہلا پرچہ ہے جو حسب معمول سالگرہ نمبر کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔

سالہائے گذشتہ میں سالگرہ نمبر دو ماہ جولائی واگست کا مشترکہ پرچہ ہوتا تھا۔ لیکن ڈاک خانہ کے نئے قواعد کے بموجب اب دو ماہ کا مشترکہ پرچہ شائع نہیں ہوسکتا اس لئے اگست کا پرچہ علیحدہ شائع ہوگا یہ صرف ماہ جولائی کا پرچہ ہے اسی وجہ سے اس کی ضخامت گذشتہ سالگرہ نمبروں کے مقابلہ میں کم ہے لیکن اگست کے پرچہ کے ساتھ مل کر جو ۳۰ جولائی کو شائع ہوگا ۲۰۰ صفحوں سے کافی زیادہ ہوجائے گی۔

اس پرچے کے بہت سے صفحے باریک لکھوائے گئے ہیں پھر بھی عصمت کے بعض مخصوص مضمون نگاروں کے نہایت اچھے اچھے قابل قدر مضامین کے لئے افسوس ہے جگہ نہ نکل سکی۔ بعض مضامین بہت دیر میں موصول ہوئے اور بعض مضامین صرف اس وجہ سے روکنے پڑے کہ اس دفعہ سالگرہ نمبر بجائے دو ماہ کے ایک ماہ کا پرچہ رہ گیا۔ اب یہ مضامین اگست اور ستمبر کے پرچوں میں شائع ہوں گے۔

باوجود اس کے کئی نہایت ضروری مضامین درج ہونے سے رہ گئے یہ سالگرہ نمبر مضامین کے اعتبار سے کافی کامیاب کہا جاسکتا ہے اس دفعہ رنگین تصویروں کی جو کمی رہ گئی ہے اس کی تلافی انشاء اللہ آئندہ ہو جائیگی۔

حضرت علامہ راشد الخیری رحمتہ اللہ علیہ کے مضمونوں کے مجموعوں کا تیسرا سٹ آخر جولائی میں ان تمام خواتین وحضرات کو رجسٹری کے ذریعہ بھیج دیا جائے گا جن کی طرف سے پیشگی رقم ماہ مئی میں وصول ہوچکی ہے۔

رازق الخیری

عصمت کی لاج

دلی شکریہ کے ساتھ ان خواتین وحضرات کے نام درج ذیل کے جاتے ہیں جنہوں نے عصمت کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔

مس نواب سلطانہ صاحبہ نجیب آباد بجنور۔
حضور احمد صاحب۔ بھوپال
عبدالعزیز صاحب کوئٹہ۔
اشتیاق حسین صاحب مظفر نگر۔
مفتاح الدین ظفر صاحب۔ بہرائچ۔
آنسہ ثریا مراد۔ سری نگر۔ کشمیر
محترمہ امۃ الوحی صاحبہ۔ مدراس۔
مسز عزیز الدین صاحبہ بیجا پور دکن۔
سیدہ جمیلہ خاتون صاحبہ۔ اٹاوہ۔
عاقلہ بھائی صاحبہ۔ کراچی۔
مسز لطیف الحسن صاحب ثریا پینٹھ نلگڈھ۔
مسز محمد قاسم صاحبہ۔ بمبئی۔
عبید اللہ صاحب کچلو۔ امرتسر۔
ممتاز علی صاحب بٹن پور۔
مسز قاضی کبیر الدین صاحبہ۔ بمبئی۔
بشیر حسن صاحب۔ دہلی۔
چمن نور جہاں بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن۔
ہمشیرہ نواب علی رضا خاں صاحب حیدرآباد دکن۔
حمیدہ خانم صاحبہ۔ آگرہ کینٹ۔
بی بی پرکاش کنور صاحبہ علی پور (مظفر گڈھ)
محمد برادرس۔ جموں کشمیر۔
رضیہ خاتون صاحبہ۔ بڑا گاؤں۔
حلیمہ بانو بیگم صاحبہ۔ لوہارو۔
محترمہ ر۔خ صاحبہ۔ قادر پوراں ملتان۔
محترمہ بیگم سید احمد صاحبہ۔ کلکتہ
نشاط افزا صاحبہ۔ کلکتہ۔
این۔ ایم۔ شروانیہ صاحبہ۔ جھرہ (علیگڈھ)
سعیدہ خاتون صاحبہ۔ الہ آباد۔
مسز ایس ایم۔ صدیقی۔ بمبئی
سید نصیر حسن صاحب۔ حیدرآباد دکن۔
محمود علی صاحب۔ تھانہ کالکا۔ انبالہ۔
حمیدہ بیگم صاحبہ۔ نواب پورہ
بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب علی پور ضلع مظفر گڈھ۔
معین الدین احمد صاحب رنگی پور (غازی پور)۔

منیجر

عصمت کے تیسویں[۳۰] سالگرہ نمبر کی

دو[۲] تاریخیں

راشد الخیری مرحوم وہ فردوس مکان — اب جنہیں زینتِ عشرتگہِ جنت کہیے
کس قدر فرقۂ نسواں کے مددگار رہے — اُن کی ہستی کو سراپائے شرافت کہیے
کہیے اک کشتۂ احساسِ محبت اُن کو — یا شہیدِ اثرِ جذبۂ خدمت کہیے
رہبرِ منزلِ بہبودیٔ نسواں لکھیے — رہ نمائے رہِ تہذیبِ لیاقت کہیے
نیک و بد اُن کی نگاہوں کو نظر آتا تھا — ہے بجا گر انہیں نباضِ حقیقت کہیے
آج ہم میں جو یہ آثار ہیں بیداری کے — سب یہ مرحوم کی کوشش کی بدولت کہیے
عمر بھر قوم کی خدمت میں رہے گرمِ عمل — ایسی خدمت میں جسے موجبِ عظمت کہیے
اُسی خدمت کا ہی یہ زندہ نمونہ "عصمت" — جس کو نورِ نگہِ اہلِ بصیرت کہیے
تیسویں سالگرہ خیر سے ہی آج اس کی — شکر صد شکر اِسے خالق کی عنایت کہیے
خاص نمبر کے نکلنے کی خوشی ہی جو بہت — دل یہ کہتا ہی کہ تاریخِ اشاعت کہیے

قوم بیدار ہوئی جس کے اثر سے اُس کو
"صحبتِ کاملِ سی سالۂ عصمت" کہیے

دیگر

۱۳۵۶ھ

عصمتی بہنیں ہیں دل شاد بہت — عید کی سی ہے خوشی گھر گھر آج
جس کی جویا تھی نگاہِ مشتاق — روبرو ہے وہ حسین منظر آج
اپنی ہمدرد سہیلی "عصمت" — ہم تک آئی ہی دولہن بن کر آج
وہ دولہن جس پہ بھلا لگتا ہے — حسن و خوبی کا ہر اک زیور آج
اُس کی یہ سالگرہ کا دن ہے — شاد ہے اپنا دلِ مضطر آج
ہوا آغاز اکتیسویں[۳۱] کا — خیر سے تیس[۳۰] برس بھر کر آج
سال ہجری کی ہوئی فکر مجھے — دیکھ کر اُس کا حسین پیکر آج

ہے یہ تاریخ ۔ ملا زہرہ کو
تیسواں[۴۰] سالگرہ[۲۱۶] نمبر[۱۱] آج
۱۱۴۰ × ۲۱۶ = ۱۳۵۶ھ

ام زہرا ہاشمی [illegible]

تہنیتِ سالگرہ

وداع ہوا ہے خزاں کا موسم، بہار گلشن میں آ رہی ہی
چٹک رہے ہیں خوشی میں غنچے، کلی کلی مسکرا رہی ہی
لچک رہی ہیں مسرتوں سے حسین و نکہت طراز شاخیں
نسیم، غنچوں کو چپکے چپکے، پیامِ عشرت سنا رہی ہی
مسرتوں کا یہ روح پرور، یہ جانفزا، بادہ ریز عالم
کہ ساغرِ گل میں جیسے کوثر کی روح کھنچ کھنچ کے آ رہی ہی
چمن میں رحمت کی بوندیوں سے ہوا ہے پیدا عجب ترنم
کہ جیسے جلؔ کی حسین دیوی، نہا کے بربط بجا رہی ہی
چٹک رہی ہیں ادا سے کلیاں، بسی ہوئی ہی فضا میں خوشبو
چمن میں ہر سو نسیم رقصاں، بہار کے گیت گا رہی ہی
صبا کی ہلکی سی گدگدی سے لجا کے ہنستی ہیں مست کلیاں
کسی نے پھولوں کی آڑ لی ہے، کوئی کہیں منہ چھپا رہی ہی
نویدِ عشرت سُنا رہے ہیں فلک پہ آپس میں آج قدسی
وفورِ جوشِ طرب میں زہرہ، رباب اپنا بجا رہی ہی
طفیلِ ختمِ رُسل سے یارب، یہ سال عصمت کو ہو مبارک
یہ دل کی گہرائیوں سے پیہم، صدا دعاؤں کی آ رہی ہی

آر کے مضطر رضویہ

شجرِ عصمت

لگے تھے ہر طرف باغِ ادب میں نخلِ بار آور
ہوائے سرد جن کی تھی سکون بخش و خمار آور

گھنیری چھاؤں جن کی تھکنے والوں کا سہارا تھی
پریشاں خاطروں کے دردِ پنہاں کا مداوا تھی

ثمر ہائے تر و تازہ سے جن کی ڈالیاں خم تھیں
گرسنہ رہ روِ منزل کے حق میں دستِ حاتم تھیں

انہیں پروان چڑھایا تھا معزز باغبانوں نے
حریمِ علم و فن کے قدر دانوں پاسبانوں نے

مگر یہ راحتیں سب ختم تھیں حق پوش مردوں پر
حجاب خود پسندی چھا گیا تھا جن کی نظروں پر

وہی اِن کیف آور منظروں کا لُطف اُٹھاتے تھے
وہی گلہائے علم و فن سے اپنی گود بھرتے تھے

ہمارا فرقۂ بیکس اسے حسرت سے تکتا تھا
یہ باغِ علم جو رعنائی برنائی میں یکتا تھا

یہ حسرت خیز نظریں گڑ گئیں اک قلبِ بیکل میں
لبوں تک آ گئی وہ آہ جو مستور تھی دل میں

تڑپ اُٹھا وہ دل جو رنج و غم سے چُور رہتا تھا
ہماری حالتِ غمناک پر مجبور رہتا تھا

پئے نسواں لگایا اک نہالِ علم گلشن میں
مثالِ ذرہ تھا جو علم کے زرخیز گُلشن میں

تناور پیڑ اُس ننھے شجر سے چھیڑ کرتے تھے
معزز باغباں اُس باغباں پر مسکراتے تھے

مگر وہ مالئ نسواں رہا مصروف خدمت میں
نہ آیا فرق کوئی اُس کی دلچسپی و محنت میں

وہی کمزور پودا مرکزِ اُمید تھا اُس کا
نہالِ نو دمیدہ گلشنِ امید تھا اُس کا

نثار اُس پر کیا آرام اپنا مال زر اپنا
جہاں کی راحتیں عہدِ جوانی اور گھر اپنا

بالآخر طے کیا یہ راستہ اُس باحمیت نے
دکھائی منزلِ مقصود استقلال و قسمت نے

کھلے اُس میں وہ گُل جس سے معطر ہو گئی دنیا
شمیم نکہت افزا سے معنبر ہو گئی دنیا

شگوفے اُس میں وہ پھوٹے کہ حیران ہو گئی دنیا
گھنیرے سائے کی وسعت سے لرزاں ہو گئی دنیا

ہمارے سر ہوئے اونچے غرور و فخر کے مارے
ملا تختِ شہی جو پھر رہے تھے در بدر مارے

ہماری بیقراری دیکھ کر جس نے سکوں بخشا
ہمیں درسِ عمل راہِ طلب ذوقِ جنوں بخشا

وہ ہستی سراشد اختری شجرِ گلریزِ عصمت ہے
ہمیں جس سے کہ اُلفت ہے محبت ہے عقیدت ہے

انور جہاں سراج اورنگ آباد

عصمت کے کارنامے

رہبرِ تعلیمِ نسواں جب سے یہ عصمت ہوا — لکھنے پڑھنے کا بڑھایا ان کے دل میں حوصلا
آگیا تعلیم کا اِس صنفِ نازک میں مذاق — اور جہالت ہوگئی ان کو نہایت اپنی شاق
ان کی فطرت میں جو تھا موجود تعلیمی مواد — جو سبق سیکھے انھوں نے ہوگئے وہ ان کو یاد
کم شریفوں کا نظر آئے گا ایسا کوئی گھر — جس میں خاتونیں نہیں ہوں صاحبِ علم و ہنر
قبل عصمت کی اشاعت کے نہ یہ نعمت تھی عام — جہل تھا پھیلا ہوا اِس صنفِ نازک میں تمام
فی صدی دو چار شائد علم میں ہوں کامیاب — ورنہ علمی بزم تھی نسوان کے طبقہ میں خواب
کر دیا عصمت نے پیدا آتے ہی اک انقلاب — طبقۂ نسواں کے ہاتھوں میں لگی رہنے کتاب
اب پچھتر فی صدی لکھی پڑھی ہیں بیش و کم — اور اکثر ایسی ہیں ان میں جو ہیں اہلِ قلم
دیکھ کر جن کے مضامین اور عبارات لطیف — مرد جاہل شرم سے سُن سن کے ہوتے ہیں خفیف
علم سے دنیا ملی ان کو خدا بھی مل گیا — زندگی کرتے ہیں کیوں کر چل گیا اِس کا پتا
علم سے آیا جو ان میں جوہرِ انسانیت — اِس سے واقف ہوگئیں کیا ہے ادب اور تربیت
اے خوشا وہ راشد الخیری فدائی قوم کا — طبقۂ نسواں کو جس نے علم سے اُونچا کیا
کس ریاضت سے لگایا ان کو اس تعلیم پر — مبتلائے جہل رہتیں ورنہ یوں ہی سربسر
محسنِ ملت وطن میں تھے یہ میرے محترم — ایسے مخلص قوم کے ہمدرد تم پاؤ گے کم
تم پہ خاتونو بہت کچھ حق ہے ان مرحوم کا — علم آموزی کا دِکھلایا انہیں نے راستا
رازق الخیری سے اب تازہ ہے عصمت کا چمن — دے جزائے خیر اس کی ان کو ربِ ذوالمنن
جس طرح دنیا میں یہ عصمت عظیم الشان ہے — زیب و زینت ہے وہی اگلی وہی سامان ہے
اور بھی مقبولیت اس کی جہاں میں ہو سوا — طبقۂ نسواں کو پہونچاتا رہے یہ فائدہ
تم کو خاتونو رہے آئندہ نسلوں کا خیال — ان کی تعلیموں سے غافل تم نہ ہونا کوئی حال
خادمی کرتے ہوئے اس کی ہوئے ہیں تیئس سال — کیوں نہ پھر امداد کو عصمت سے اُلفت ہو کمال

امداد عظیم آبادی

تیسویں سال کے مضمون نگار

شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس

مقیم لندن عصمت کی مخصوص مضمون نگار خواتین میں بہت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے مضامین کی تعداد ہر سال نہایت معقول ہوتی ہے۔ انھیں عصمت سے جو محبت ہے سات سمندر پار جا کر بھی اس میں فرق نہیں آیا بلکہ حسب سابق بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ اپنی ہندوستانی بہنوں کی قابل قدر خدمت کر رہی ہیں۔ مغربی علوم کی ماہر ہونے کے باوجود ان کا دل مشرقیت میں ڈوبا ہوا ہے اسی وجہ سے ان کے مضامین وقیع ہوتے ہیں۔ "نگاہ مہر آج ہم سے بے تقصیر پھرتی ہے" (مارچ) درد و اثر سے لبریز ہے جس میں ہندوستانی بیوی کی مظلومیت اور بے چارگی کی تصویر خوب کھینچی گئی ہے "تعلیم ختم ہو گئی" (جنوری) اور "شادی بیاہ" (جون) دونوں مضمون نہایت مدلل اور جامع ہیں "آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے" (سالگرہ نمبر) دلآویز پیرایہ میں موثر مضمون ہے "انگلستان میں نوکروں کی حالت" (نومبر) اور "غریبوں کی امداد کے طریقے" ان مضامین سے ہم بہت مفید نتائج اخذ کر سکتے ہیں "تاجپوشی کا جلوس" (دسمبر) بہت محنت اور کاوش اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے۔ شاید اس موضوع پر اردو میں اس سے بہتر مضمون شائع نہیں ہوا۔

جمیلہ بیگم صاحبہ مصنفہ "فیروزہ"

کے مضامین اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ گذشتہ چھ سات سال سے جو خواتین لکھ رہی ہیں ان میں جمیلہ بیگم صاحبہ نے ایک خاص امتیاز حاصل کر لیا ہے۔ یہ اپنے خیالات کو نہایت خوبی اور سلیقہ کے ساتھ ادا کرتی ہیں۔ تحریر میں پختگی اور روانی ہے۔ "تہذیب ملاقات" (ستمبر) "لڑکیوں کی تفریح کے سامان" (اکتوبر) "میل جول کا سلیقہ" (اپریل) تینوں مضمون غور و توجہ سے مطالعہ کرنے کے مستحق ہیں "عورتوں میں خود اعتمادی اور ذمہ دارانہ زندگی کی ضرورت" (مارچ) اور "مذہبی تعلیم" (فروری) بے انتہا قابل قدر مضامین ہیں۔ ایسے موثر مضامین اُسی دل سے نکل سکتے ہیں جس میں خواتین کی ترقی کی سچی تڑپ موجود ہو۔ "تاج پوشی" (سالگرہ نمبر) سبق آموز افسانہ اور کامیاب ترجمہ ہے۔ "چیزوں کی جگہ" (جنوری) ہے تو مختصر لیکن خانہ داری کے سلسلہ میں اس سے بہت کچھ سبق عورتیں حاصل کر سکتی ہیں۔

و۔ا صاحبہ مصنفہ "خانہ داری کے تجربے"

ان خواتین میں سے ہیں جن کی قابلیت پر طبقہ نسواں فخر کر سکتا ہے۔ ان کا دل دردمندی جیسی بے بہا نعمت سے مالا مال ہے اسی لئے ان کی تحریر موثر ہوتی ہے۔ ان کے مضامین کی زبان عام فہم اور عبارت بہت شستہ اور سلیس ہوتی ہے۔ طرز بیان میں باوجود سنجیدگی کے دلآویزی ہے۔ معاشرتی، مذہبی تعلیمی امور پر بڑی قابلیت سے رائے زنی کرتی ہیں۔ "ہمارا روحانی لباس" (سالگرہ نمبر) اور "اصول اسلام" اور "قوانین انگریزی" بہت موثر مضامین ہیں اسی طرح "نعمتوں کی قدر" (جنوری) اور "توبہ" (جون) بھی جن کا مطالعہ مسلم خواتین کے لئے بشرطیکہ وہ کچھ غور بھی فرمائیں فائدہ سے خالی نہیں۔ "خوشخلقی" (نومبر) کی طرف خواتین کو خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔

صالحہ خاتون صاحبہ (بیگم ڈاکٹر عابد حسین صاحب)

کے مضامین تین چار سال سے شائع ہو رہے ہیں لیکن انہوں نے تھوڑے عرصہ میں بہت اچھی ترقی کر لی ہے۔ "پک نِک" (اکتوبر) سبحان اللہ کس قدر موثر ڈراما ہے! کہ بے ساختہ صالحہ خاتون صاحبہ کی صحت و عمر کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ہمارے ہاں کامیاب ڈراما نگار خواتین کی افسوسناک کمی ہے۔ صالحہ خاتون صاحبہ ایسے ہی کامیاب دو تین ڈرامے ہر سال لکھ دیا کریں تو ادب ہی کی نہیں اپنے فرقہ کی بھی بڑی خدمت کریں گی۔ "تارہ" (دسمبر) درد انگیز نتیجہ خیز

خاصہ اچھا افسانہ ہے۔ "ہماری معاشرت کے دو رُخ" (مارچ) دلچسپ خاصا ہے مگر پامال موضوع ہے "شادی کے بعد عورت کے فرائض" (اپریل) بہت غور و فکر کے بعد لکھا گیا ہے جس میں نہایت مفید مشورے دیئے گئے ہیں۔

رضیہ سلطان صاحبہ (رس۔ امرتسر) مسلسل چار سال سے لکھ رہی ہیں۔ اور بالعموم کسی مفید موضوع پر قلم اُٹھاتی ہیں۔ ان کے مضامین مختصر مگر بہت محنت سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں

خورشید اقبال صاحبہ حیا عصمت کی مشہور شاعرہ ہیں جو کئی سال کی غیر حاضری کے بعد سال گذشتہ بزم عصمت میں تشریف لائی ہیں "حرمات" "خورشید آرا" اور "بلقیس جمال" کی طرح یہ بھی اشعار میں قدرتی مناظر کی خوب مصوری کرتی ہیں۔ موسیقی اور ترنم ان کی نظموں کی خصوصیت ہے۔ اس سال سب سے زیادہ نظمیں انہیں کی شائع ہوئی ہیں۔

گ۔ ن صاحبہ کپورتھلہ کے مضامین عام طور پر حفظان صحت اور خانہ داری کے متعلق ہوتے ہیں جن میں وہ ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر بڑی مفید باتیں خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔

امۃ الحفیظ صاحبہ "صنعت و حرفت" جیسی قابل قدر کتاب کی مؤلفہ ہیں۔ خانہ داری اور سنگھار و آرائش پر ان کے متعدد مضامین شائع ہو کر عصمتی حلقہ میں پسند کئے جا چکے ہیں۔ ان کے مضامین کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ لکھتی ہیں اپنے تجربوں کی بنا پر اور یہ خیال رکھ کر کہ مضمون ہندوستانی عورتوں کے لئے واقعی مفید ہو۔

اسما سعید صاحبہ تین سال سے لکھ رہی ہیں۔ انگریزی افسانوں کا اُردو میں ترجمہ کرنے کی اُنھیں خوب مشق ہے۔ افسانہ کا انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے۔ ترجموں کے علاوہ ان کے طبع زاد مضمون بھی اچھے خاصے ہوتے ہیں۔ "شوپنگ" (اکتوبر) نہایت ہی ضروری موضوع پر بے حد کارآمد مضمون ہے۔ "مسلمان عورتیں اور بیرونی دلچسپیاں" (اپریل) حق رکھتا ہے کہ تعلیم یافتہ خواتین غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں اور نہ صرف مطالعہ کریں بلکہ اسما سعید صاحبہ کے مشوروں پر غور فرمائیں۔

بیگم حکیم عزیز خاں صاحبہ سال گذشتہ سے بہت مفید مضامین حفظان صحت جیسے ضروری موضوع پر لکھ رہی ہیں۔ اور ان کے طبی مشوروں سے بہت سی بہنیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ صحیح معلومات جن پر بآسانی عمل بھی کیا جا سکے ان کے مضامین کی خصوصیت ہے۔

سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے آنرس تین سال سے لکھ رہی ہیں۔ انگریزی افسانوں کے ترجمے اچھی طرح کرتی ہیں۔ خود بھی افسانہ لکھتی ہیں اور اچھا خاصہ۔ اس سال ان کے دو تین افسانے شائع ہوئے ہیں۔

مسز حمید صاحبہ کو بھی تین چار سال میں مضمون نگاری کی خاصی مشق ہو گئی ہے۔ "دولھا دولہن کے لئے ہدایات" (مارچ) بہت مفید مشورے ہیں "قیمتی آنسو" (سالگرہ نمبر) دلچسپ درد انگیز مگر خواتین کے لئے نتیجہ خیز افسانہ ہے۔

نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے ہندوستانی شاعرات میں بہت بلند درجہ رکھتی ہیں۔ ان کی نظمیں گذشتہ چار پانچ سال سے صرف عصمت میں شائع ہو رہی ہیں۔ مسلم خواتین کی پستی اور زبوں حالت کا اُنھیں پوری طرح احساس ہے اور ان کی بیداری کے وقتاً فوقتاً پیام دیتی رہتی ہیں۔ اس سال ان کی نظموں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن ان کے خلوص سے ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ سال کسر نکل جائے گی۔

سعیدہ ضیاء الدین صاحبہ مؤلفہ "شمیم سوزن کاری" نے گذشتہ دو تین سال

غار ہائے اجنٹا اورنگ آباد عجائبات عالم میں سے ہیں۔

غار ہائے ایلورہ اورنگ آباد دکن جو بہت بڑے پہاڑ کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں

ڈیلیگیٹس آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس جس کے اجلاس مدراس میں ۱۷-۱۸ اپریل ۳۸ء کو منعقد ہوئی۔ وسط میں کانفرنس کی صدر بیگم میر امیر الدین صاحبہ ہیں

دو دن کا بچہ شبّر رضا

منصور مظفر

کی لکھنے والیوں میں امتیازی درجہ حاصل کر لیا ہے۔ ان کا مشاہدہ غیر معمولی ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے وہ بڑے بڑے نتائج نکالتی ہیں۔ بچوں کی پرورش اور تربیت نیز تیمارداری کے سلسلہ میں سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی ان کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں۔ جو بہت محنت اور غور و فکر کے بعد لکھے گئے ہیں۔

مسز برلاس صاحبہ مصنفۂ "نشانِ اشرف" اور "شہر بانو" صاحبہ عصمت کی مخصوص اور ممتاز مضمون نگار خواتین ہیں جن کے سلجھے ہوئے خیالات، وسیع معلومات اور دلکش اسلوب بیان کو حلقۂ عصمت میں خوب مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ گذشتہ چار پانچ سال میں زیادہ سے زیادہ مضامین ان خواتین کے شائع ہوئے ہیں۔ لیکن خرابیٔ صحت کی وجہ سے افسوس ہے اس سال یہ محترم بہنیں مضمون نگاری زیادہ نہ کر سکیں۔ اللہ تعالےٰ انھیں صحت و اطمینان عطا فرمائے۔

آمنہ نازلی صاحبہ (مؤلفۂ عصمتی دستر خوان وغیرہ) کے نتیجہ خیز اصلاحی مضامین اور سبق آموز افسانوں اور **ایس بی طاہرہ** صاحبہ کے چھوٹے چھوٹے دلاویز ادبی و اخلاقی مضامین کی تعداد سالہائے گذشتہ میں اچھی خاصی رہتی تھی۔ اس سال خرابیٔ صحت کی وجہ سے معمولی ہے۔

جہاں بانو بیگم صاحبہ (ج نقوی) بی اے۔ مصنفۂ "پرواز خیال" کافی بلند ادبی مذاق رکھتی ہیں۔ اسلوب بیان میں دلکشی اور شگفتگی ہے۔ ان کے مضمونوں کی تعداد اس سال بہت معمولی ہے۔

گوہر اقبال صاحبہ حور کی نظمیں کئی سال بعد اس سال شائع ہیں مشق سخن اگر انھوں نے جاری رکھی تو شاعراتِ ہند میں ممتاز درجہ حاصل کریں گی۔

سیدہ اشرف صاحبہ (رکن ادارت جوہر نسواں) ب ن ابراہیم اور **درخشاں** صاحبہ زنانہ دستکاریوں کی ماہر خواتین میں سے ہیں ان بہنوں نے مختلف دستکاریوں کے اچھے اچھے نمونوں سے اس سال بھی پرچہ کی زینت بڑھائی ہے۔

نئی لکھنے والی خواتین ہیں محترمات بلقیس بانو۔ صفیہ بیگم تبسم۔ ام زہرہ ہاشمی ارجمند بانو۔ انور جہاں۔ سراج۔ بنی فاطمہ بیگم یاسین قریشی۔ مضمر رضویہ۔ اگر لکھنے کی مشق کرتی رہیں تو مضمون نگاری میں جلد ترقی کر لیں گی۔

عصمت کی مخصوص و ممتاز شاعرات محترمات خورشید آرا بیگم منشی فاضل بلقیس جمال اور رابعہ پنہاں کی نظمیں افسوس ہے اس سال بہت ہی کم چھپیں۔ **اسی طرح** محترمات ایس کے صغرا سبزواریہ۔ قیصرہ بیگم۔ ظفر جہاں بیگم۔ سردار محمدی بیگم۔ رفیعہ امیر کریانیہ۔ فاطمہ خیری۔ امۃ الوحی۔ آمنہ عفت۔ تہذیب النساء بی اے۔ ح ا۔ ابو صغرا ہمایوں مرزا۔ مریم یوسف علی بی اے۔ رضیہ دلشاد۔ معتصمۃ الرحمٰن اور مسز فضلی کے مضامین بھی توقع سے بہت کم شائع ہوئے۔ یہ سب عصمت کی مخصوص لکھنے والیاں ہیں جن کے مضامین عصمتی بہنیں انتہائی پسندیدگی اور قدر و قعت کی نظر سے دیکھتی ہیں

یہ دیکھ کر اور بھی افسوس ہوتا ہے کہ محترمات عطیہ بیگم فیضی۔ محمدی بیگم بی اے۔ زہرہ بیگم فیضی۔ مہرالنساء ہمشیرہ غلام دستگیر صاحب۔ لطیف بیگم۔ بیگم کپتان ڈاکٹر نصیرالدین۔ نواب قمر جہاں بیگم۔ مسز راج کماری جھنگن۔ نذر سجاد حیدر۔ کنیز محمد بیگم منشی فاضل۔ عائشہ بیگم۔ مسز غلام رسول لاہور۔ رقیہ خانم۔ نشاط افزا بیگم متین احمد بسر ور جہاں انیس فاطمہ بنت مسبوق مرحوم۔ اقبال جہاں۔ مریم بانو۔

شرافت بیگم۔ عذیرہ فاطمہ۔ فاطمہ بیگم منشی فاضل۔ فاطمہ انورعلی بیگم منظور مبارک علی۔ فاطمہ بیگم منشی فاضل مؤلفہ سوئی کا کام۔ مسز ام الحلیمہ مریم جمیل۔ مسز یوسف الزماں۔ عطیہ نصرت خانم۔ بلقیس صمد بیگم کے مضامین شائع ہوئے مدتیں ہوگئیں۔ کاش یہ محترم خواتین پھر اپنے پرچہ پر توجہ فرمائیں اور حسب سابق اپنے گراں بہا خیالات سے ہزاروں بیبیوں کو مستفید فرماتی رہیں۔

عصمت کے جن قدیم معاونین نے اس سال **مردوں میں** بھی گراں بہا مضامین اور نظموں سے پرچہ کی دلچسپیاں بڑھائیں ان میں مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ایم بی بی ایس۔ آغا شاعر صاحب قزلباش۔ حضرت ازل۔ قاری محمد عباس حسین صاحب۔ حضرت دعا ڈبائیوی۔ تقی علی صاحب یاسمی۔ سید رضا احمد صاحب جعفری۔ ٹھاکر جے آرراۓ صاحب۔ حضرت امداد عظیم آبادی۔ اور نئے لکھنے والوں میں سید ابن حسن صاحب شارق بی۔ اے۔ صوفی عبدالرب صاحب۔ سید محمد احمد صاحب سبزواری۔ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ **افسوس ہے** کپتان ڈاکٹر نصیرالدین احمد صاحب۔ پروفیسر ستار خیری۔ مولانا محوی صدیقی۔ ل احمد صاحب اکبرآبادی۔ لالہ تلوک چند صاحب محروم۔ ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی۔ مولوی عبدالغفار صاحب الخیری۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی۔ مفتاح الدین صاحب ظفر۔ پروفیسر طاہر رضوی۔ مولانا محمود اسرائیلی اور صادق الخیری صاحب ام اے کے مضامین اور نظمیں خلاف توقع بہت کم چھپیں جس کی ہمیں مخلصانہ شکایت ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب۔ مولوی راحت حسین صاحب بی اے۔ سید ابوتمیم صاحب فرید آبادی۔ سید ابوطاہر صاحب داؤد۔ پروفیسر علی عباس صاحب حسینی۔ خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت۔ خان بہادر چودھری خوشی محمد صاحب ناظر۔ حضرت امام اکبرآبادی کے مضامین مدت سے شائع نہیں ہوئے۔ کاش یہ حضرات اس طویل خاموشی کو اس سال دور فرمائیں۔

رازق الخیری

مضامین کا شمار

عصمت کے تیسویں سال میں (جولائی ۳۷ء تا جون ۳۸ء) جن خواتین کے کم سے کم ۴ مضمون شائع ہوئے ہیں ان کے نام اور مضمونوں کی تعداد حسب ذیل ہے :-

نام	تعداد
و۔ ا	۷
شائستہ اختر سہروردی بی اے	۹
خورشید اقبال حیا	۸
امۃ الحفیظ	۶
جمیلہ بیگم	۱۱
سکینہ چراغ دین بی اے	۵
بلقیس بانو	۵
ب ن ابراہیم	۶
سیدہ اشرف	۶
بیگم حکیم عزیز خاں	۶
اسما سعید	۶
ارجمند بانو	۵
گوہر اقبال حور	۶
گ ن	۸
رضیہ سلطان	۹

جن خواتین کے کم سے کم چار مضمون شائع ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مسز برلاس۔ آمنہ نازلی۔ نوشابہ خاتون۔ قریشی بی اے۔ صالحہ عابد حسین۔ النورجہاں سراج۔ مسز حمید۔ ایس بی طاہرہ۔ صفیہ بیگم۔ سعیدہ ضمیرالدین۔ اف بیگم۔

جن کے کم سے کم ۳ مضمون شائع ہوئے :-

شہر بانو۔ ام زہرہ ہاشمی۔ بنی فاطمہ۔ ایس خاتون۔ جہاں بانو بیگم بی اے۔ آر کے درخشاں۔ بیگم یاسمین قریشی۔

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات

تعلیم یافتہ خواتین میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کی جو کوشش تین سال سے عصمت کر رہا ہے الحمدللہ اس میں اسے شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے اور آج ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں عصمت کی مضمون نگار خواتین کی نہایت معقول تعداد موجود نہ ہو۔ لکھنے والی بیبیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے عصمت ہر سال جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں سالگرہ کے موقعہ پر مختلف موضوعات کے بہترین مضامین پر انعامات تقسیم کرتا ہے اور یہ انعامات صرف ان خواتین کو دیئے جاتے ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم چار مضمون شائع ہوئے ہوں ہمیں افسوس ہے کہ اس دفعہ انعامات حاصل کرنے والی بہنوں کی فہرست میں عصمت کی بعض مخصوص وممتاز لکھنے والی بہنوں کے نام نظر نہیں آتے۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ آئندہ سال ان کے مضامین معقول تعداد میں شائع ہوں گے اور مثل سابق وہ اپنے پرچہ کی دلچسپیاں بڑھانے میں حصہ لیں گی۔

خانہ داری کے مضامین کے لحاظ سے عصمت نے اپنی روایات کو تیسویں سال میں بھی نہایت کامیابی کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ فروری اور مارچ کے پرچوں کے علاوہ اور کئی پرچوں میں بھی گ۔ن صاحبہ کے قابل قدر مضامین خانہ داری کے متعلق شائع ہوئے ہیں جن کے شکریہ میں ۱۰ روپیہ اور ۵-۵ روپیہ جمیلہ بیگم صاحبہ کو ان کے مضمون "چیزوں کی جگہ" پر اور اسما سعید صاحبہ کو "شوپنگ" (اکتوبر) پر دیئے جاتے ہیں۔

صحت و تندرستی اس موضوع پر بھی اچھے اچھے مضامین تیسویں سال میں شائع ہوئے ہیں خصوصیت کے ساتھ بیگم حکیم عزیز خاں صاحب کے مختصر مگر نہایت مفید مضامین قابل ذکر ہیں جن پر ۱۰ روپیہ اور رضیہ سلطان صاحبہ امرت سر کے مضامین مندرجہ نومبر، دسمبر، مئی پر ۵ روپیہ بطور انعام کے جاتے ہیں۔

سنگھار و آرائش کے مضامین بھی خاصے کامیاب رہے امیر الحفیظ صاحبہ کے مضامین "گرمیوں میں حسن کی حفاظت" (مارچ) اور "بال" (جون) ۱۰ روپیہ کے حقیر انعام کے مستحق ہیں۔

بچوں کی پرورش اور تربیت پر کئی قابل قدر مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں سعید ظفر الدین صاحبہ کے دونوں مضمون "بچہ پر ظلم" (نومبر) اور "بچے دیر ماؤں کے ساتھ" (مارچ) ۱۰ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

معاشرتی تمدنی مضامین کے لحاظ سے ہمیشہ کی طرح تیسواں سال بھی نہایت کامیاب ہے۔ "نگاہ مہر آج ہم سے کیوں بے تقصیر پھرتی ہے" (مارچ) اور "شادی بیاہ" (جون) شائستہ اختر صاحبہ کے یہ دونوں مضمون انتہائی دلسوزی اور اپنی جنس کی حقیقی ہمدردی کے ساتھ بہت ہی موثر پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ جن پر ۱۰ روپیہ کا انعام پیش کیا جاتا ہے "تلک کی وبا" اور "نسبت میں رخنہ اندازی" بلقیس بانو صاحبہ کے بھی یہ دو مضمون قابل انعام ہیں۔ و۔ا صاحبہ کا مضمون "اصول اسلام اور قوانین انگریزی" (اکتوبر) اور جمیلہ بیگم صاحبہ کا مضمون "عورتوں میں خودداری کی ضرورت" (مارچ) بھی خوب ہیں۔ ان تینوں بہنوں کی خدمت میں ۵-۵ روپیہ ان مضامین پر دیئے جاتے ہیں۔

مجلسی اخلاقی مضامین بہت اچھے رہے۔ جمیلہ بیگم صاحبہ کے دونوں مضمون "تہذیب ملاقات" (ستمبر) "میل جول کا سلیقہ" (اپریل) اول درجہ کے انعام ۱۰ روپیہ کے مستحق ہیں۔ دوسرا انعام ۵ روپیہ شائستہ اختر صاحبہ کو دیا جاتا ہے ان کے مضمون مندرجہ سالگرہ نمبر پر جس کا عنوان ہے "آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے"۔

مذہبی مضامین اس سال نسبتاً کچھ کم شائع ہوئے۔ و۔ا صاحبہ کی خدمت میں ۱۰ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں ان کے مضامین "نعمتوں کی قدر" (جنوری) اور "توبہ" (جون) پر۔

تاریخی اور سیاسی مضامین بلند پایہ اور بہت قابلیت سے لکھے ہوئے کئی شائع ہوئے ہیں۔ لیکن خواتین کے مضامین میں صرف شائستہ اختر صاحبہ کا مضمون "تاج پوشی" (دسمبر) قابل ذکر ہے جس پر ۵ روپیہ کا حقیر انعام پیش کیا جاتا ہے۔

سیر و سیاحت کے مضامین بھی برے نہیں رہے۔ جاپان کے متعلق دلچسپ مضامین از

مسز برلاس اور سفرنامۂ عراق از ارجمند بانو صاحبہ ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

تعلیمی مضامین بلند معیار کئی شائع ہوئے مگر مردوں کے لکھے ہوئے۔ خواتین کے مضامین میں شائستہ اختر بانو صاحبہ کا مضمون "تعلیم ختم ہوگئی" (جنوری) قابل ذکر ہوسکتا ہے جس پر ۵ روپیہ دئے جاتے ہیں۔

تنقیدی مضامین اس سال کم شائع ہوئے اور کسی خاتون کا لکھا ہوا قابل انعام ایک بھی نہیں۔

تفریحی مضامین شمار میں تو کافی ہیں۔ مگر سال بھر میں کم سے کم ۴ مضمون لکھنے والی خاتون کے نہیں۔

مختصر ادبی مضامین جو انشائے لطیف کے کامیاب نمونے ہوں ان کی تعداد اس سال کچھ زیادہ نہیں۔ ۵ روپیہ کا انعام ایس بی طاہرہ صاحبہ کی خدمت پیش کیا جاتا ہے۔

افسانوں کے لحاظ بھی تیسواں سال کافی کامیاب ہے۔ طبع زاد بھی ترجمے بھی معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ سکینہ چراغ دین صاحبہ کے افسانوں "وائرلیس" (سالگرہ نمبر) اور "مرزا لنگی" (مئی) پر ۱۰ روپیہ اور صالحہ عابد صاحبہ کے افسانہ "تارہ" اور مسز جہد صاحبہ کے افسانہ "قیمتی آنسو" (سالگرہ نمبر) اور اسما سعید صاحبہ کے افسانہ "مقفل کمرہ" (جنوری) پر ۵-۵ روپیہ دئے جاتے ہیں۔

ڈراموں کے لحاظ سے یہ سال برا نہیں رہا۔ صالحہ عابد حسین صاحبہ کا ڈراما "پکنک" (اکتوبر) ۱۰ روپیہ کے انعام کا مستحق ہے۔

نظموں کے اعتبار سے بھی یہ سال بہت کامیاب ہے۔ سب سے زیادہ نظمیں خورشید اقبال صاحبہ کی شائع ہوئی ہیں جنہیں ۱۰ روپیہ دئے جاتے ہیں۔ ان سے کم گوہر جو صاحبہ کی ہیں۔ انہیں نیز نوشابہ خاتون صاحبہ اور انور جہاں سراج صاحبہ کی خدمت میں بھی ۵-۵ روپیہ کی حقیر رقم پیش کی جاتی ہے اور کئی بیبیوں کی بہت اچھی اچھی نظمیں اس سال شائع ہوئی ہیں۔ مگر افسوس ہے سال بھر میں ان کی نظموں کی تعداد ۴ سے کم ہے۔

کھانے پکانے کے متعلق اس دفعہ علیحدہ دو انعام ۵-۵ روپیہ کے آمنہ نازلی صاحبہ کو "ترکاریاں" (نومبر) پر اور نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی کو "چند متفرق ترکیبوں" مندرجہ پر دئے جاتے ہیں۔

صنعت و حرفت کے مضامین کے لحاظ سے یہ سال بہت اچھا رہا مگر مضامین زیادہ تر مردوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ البتہ زنانہ دستکاری کے عمدہ عمدہ نمونے کئی بہنوں کے شائع ہوئے ہیں۔ محترمات سیدہ اشرف۔ ب۔ن ابراہیم کو ۵-۵ روپیہ کی حقیر رقم بطور انعام دی جاتی ہے۔

تقریر کم سے کم چار مضمون لکھنے والیوں میں کسی کی درج نہیں ہوئی جس پر انعام دیا جاسکے۔

تعداد مضامین شمار میں سب سے زیادہ مضامین جمیلہ بیگم صاحبہ کے ہیں۔ جو اول انعام ۱۵ روپیہ کی مستحق ہیں۔

ان سے کم شائستہ اختر صاحبہ سہروردی اور رضیہ سلطان کے مضامین ہیں۔ ان دونوں محترم خواتین کے مضامین کی تعداد اگرچہ برابر ہے مگر رضیہ سلطانہ صاحبہ کے مضامین ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ صفحہ کے ہیں اور اگر صفحوں کا حساب کیا جائے تو ان کے مضمونوں کے صفحوں کی مجموعی تعداد اول الذکر بہن کے مضمونوں کے صفحوں سے نصف بھی نہ ہوگی اس لئے دوسرا ۱۰ کا انعام شائستہ اختر صاحبہ سہروردی کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور ۵ روپیہ کا ایک اور انعام رضیہ سلطان صاحبہ کو دیا جاتا ہے۔

تصاویر سے اس سال خواتین میں سب سے زیادہ مدد اپنے پرچہ کی مسز حمید صاحبہ نے کی ہے جس کے شکریہ میں ۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

غیر مسلم بیبیوں میں کسی نے کم سے کم ۴ مضمون نہیں لکھے۔

متفرق انعامات شہر بانو صاحبہ کے اس سال صرف تین مضمون شائع ہوئے ہیں۔ اور دو تین مضمون شائع ہوجاتے تو مثل سابق انعام حاصل کرتیں۔ ان کی گذشتہ شاندار قلمی اعانت

مد نظر رکھ کر ۵ کا ایک خاص انعام ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں آرا بیگم صاحبہ نقوی کے مضامین بھی ملک سے زیادہ نہیں مگر ان کی تحریر کی شگفتگی ۵ روپیہ کے ایک خاص انعام کی مستحق ہیں۔

یہ انعامات مالیت کے اعتبار سے جس قدر حقیر ہیں ہمیں اس کا پوری طرح احساس ہے لیکن اس لئے کہ کسی فنڈ سے نہیں بلکہ عصمت اپنی طرف سے خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار کے طور پر بصد عجز و انکسار پیش کر رہا ہے امید ہے کہ ہماری عزیز بہنیں جن کی تحریروں پر موتی بھی لٹا دئے جائیں تو کم ہیں۔ ان حقیر انعامات کو قبول فرمائیں گی +

راشد الخیری

تینتسویں سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات حاصل کرنے والی بیبیاں

نمبر	نام	مقام	انعامات	میزان
۱	شائستہ اختر صاحبہ سہروردی بی اے آنرس	(لندن)	۱۰، ۵، ۵، ۵، ۱۰	۳۵ روپیہ
۲	جمیلہ بیگم صاحبہ مصنفہ "فیروزہ"	(کلکتہ)	۵، ۵، ۱۰، ۱۵	۳۵ روپیہ
۳	صالحہ عابد حسین صاحبہ	(دہلی)	۵، ۱۰	۱۵ روپیہ
۴	و۔ ا صاحبہ مصنفہ "خانہ داری کے تجربات"	(آگرہ)	۵، ۱۰	۱۵ روپیہ
۵	رضیہ سلطان صاحبہ	(امرتسر)	۵، ۵	۱۰ روپیہ
۶	گ۔ ن صاحبہ	(کپورتھلہ)	۱۰	۱۰ روپیہ
۷	خورشید اقبال صاحبہ حیا	(میرٹھ)	۱۰	۱۰ روپیہ
۸	امۃ الحفیظ صاحبہ مؤلفہ "صنعت و حرفت"	(جالندھر)	۱۰	۱۰ روپیہ
۹	اسما سعید صاحبہ	(دہلی)	۵، ۵	۱۰ روپیہ
۱۰	بیگم حکیم عزیز خاں صاحبہ	(جاورہ)	۱۰	۱۰ روپیہ
۱۱	سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے آنرس	(کیمبل پور پنجاب)	۱۰	۱۰ روپیہ
۱۲	نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے	(حیدرآباد دکن)	۵، ۵	۱۰ روپیہ
۱۳	سعیدہ ضمیر الدین صاحبہ	(حیدرآباد دکن)	۱۰	۱۰ روپیہ
۱۴	مسز حمید صاحبہ	(لکھنؤ)	۵، ۵	۱۰ روپیہ

۵۔ ۵ روپیہ کے انعام کی مستحق یہ بیبیاں ہیں۔ ۱۵۔ شہر بانو صاحبہ مظفرپور

نمبر	نام	مقام	نمبر	نام	مقام
۱۶	مسز براس صاحبہ	ٹوکیو جاپان	۱۷	ایس بی طاہرہ صاحبہ	پشاور
۱۸	آمنہ نازلی صاحبہ	دہلی	۱۹	ب۔ ن ابراہیم صاحبہ	مدراس
۲۰	جہاں بانو بیگم صاحبہ نقوی بی اے	حیدرآباد	۲۱	سیدہ اشرف صاحبہ	ہنگن گھاٹ
۲۲	ارجمند بانو صاحبہ	آگرہ	۲۳	بلقیس بانو صاحبہ	مظفرپور
۲۴	گوہر اقبال صاحبہ حور	میرٹھ	۲۵	انور جہاں سراج صاحبہ	اورنگ آباد دکن

راشد الخیری

مُسلمان عورت کا سوراج

از حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

مسلم اخبارات کا بیان ہے کہ اصلاح معاشرت کے کسی جلسہ میں جب مسز نائیڈو نے یہ الفاظ کہے کہ ہندوستانیوں کو فخر ہے کہ وہ سوراج کے حقدار ہیں۔ وہ سوراج جس سے انھوں نے اپنی عورتوں کو محروم رکھا ہے وہ عورتوں کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں۔ لیکن اس جلسہ میں دیکھ رہی ہوں کہ عورتوں کو پردے کے پیچھے بٹھا رکھا ہے" تو پردہ نشین عورتیں پردہ سے باہر آگئیں۔ افسوس ہے کہ اخبارات کے مطالعہ سے باوجود کوشش کے یہ پتہ نہ چل سکا کہ پردہ نشین عورتیں مسلمان تھیں یا غیر مسلم۔ بہرحال وہ جو بھی تھیں۔ ہم کو اس وقت پردہ سے بحث مقصود نہیں۔ مگر ہمارے سامنے صرف یہ الفاظ ہیں کہ وہ سوراج جس سے انھوں نے اپنی عورتوں کو محروم کر رکھا ہے"۔ مسز نائیڈو کے سامنے ہندوستان ہے اور ہمارے سامنے مسلمان، اور اس حقیقت سے صریح ہٹ دھرمی اور علانیہ بے ایمانی ہوگی کہ جس سنگدلی اور خود غرضی سے مسلمانوں نے عورت کے حقوق غصب کئے اس کی مثال کسی دوسری قوم میں مشکل سے ملے گی۔ وہ زبان سے کہنے کو اخباروں میں چھاپنے کو۔ رسالوں میں لکھنے کو ہر وقت آمادہ و تیار ہیں کہ اسلام نے ہر مذہب سے زیادہ عورت کی حمایت کی مگر ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں کتنی بیٹیوں کے باپ یہ کہدیں گے کہ ان کی لڑکیاں اپنے جائز حقوق سے متمتع ہو رہی ہیں وہ گھر کی با اختیار ملکہ ہیں اور ان کا سکہ گھر کی چار دیواری میں اطمینان و آزادی سے چل رہا ہے۔ غالباً نہیں، یقیناً کروڑوں میں لاکھوں اور ہزاروں میں سینکڑوں بھی بہ مشکل یہ کہہ سکیں۔ اس کی بڑی وجہ اور زبردست باعث یہ اور صرف یہ ہے کہ مفت کی حکومت کا چھوڑنا آسان نہیں اور باوجود اس کلیہ کے کہ جو شخص آج شوہر کی حیثیت میں بیوی پر حکومت کر رہا ہے۔ کل اس کو باپ کی حیثیت میں بیٹی کی حالت بھی دیکھنی ہے۔ مسلمان اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ اپنے کلیجہ کے ٹکڑے محکوم ہوں مگر ان کی اپنی حکومت میں فرق نہ آئے! طلاق اور خلع دونوں قریب قریب برابر کے اختیارات اسلام نے مرد اور عورت کو دیئے، مسلمانوں

کی ابتدائی تاریخ بتاتی ہے کہ اگر طلاق سے مرد تو خلع سے عورت کس حد تک مستفید ہوئی وہ اقوام جو آج اسلام پر معترض اور خود حقوق نسواں کی حفاظت کی مدعی ہیں یہ سُن کر دنگ رہ جائیں گی کہ جس وقت اس مقدس ہستی کے سامنے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو صف انسانیت میں مرد اور عورت دونوں کو قریب قریب برابر بٹھا گئی۔ بریرہ کا معاملہ پیش ہوا تو حضور صلعم نے بریرہ سے فرمایا کہ خلع نہ کر۔ بریرہ بگڑ گئی اور عرض کیا کہ حضور میرے معاملات کو مجھ سے بہتر نہیں سمجھتے کیا آپ بحیثیت رسول کے مجھ کو حکم دیتے ہیں؟ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہرگز نہیں صرف مشورہ ہے بریرہ نے مشورہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

آج ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک عورت کی جو حیثیت ہے وہ اظہر من الشمس ہے خلع کی بات صرف یہ ایک جواب ہے کہ کوئی مفتی ہی نہیں خلع کیونکر ہو سکتا ہے مگر کیسے اندھیر کتنے ظلم اور کس قدر افسوس اور صدمہ کی بات ہے۔ عدم تعاون کے سلسلہ میں تو قومی پنچائتیں زبان سے نکلتے ہی قائم ہو جائیں اور مسلمان عورت کا اتنا بڑا حق زائل ہو تباہ ہو اور کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے!!

ایک خلع پر ہی کیا منحصر ہے عورت کی مٹی تو موجودہ مسلمانوں میں ایسی پلید ہوئی ہے کہ اُس کو دیکھ کر اور سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، شوہر کی حکومت ساس نندوں کی زیادتی، عزیز و اقارب کے طعن و تشنیع غرض کس کس کو روئیں مسلمان عورت کا نکاح معنی ہی یہ رکھتا ہے کہ وہ ان تمام آفات کے واسطے سینہ سپر ہو۔ خیر یہ تو رسمی اور معمولی تکالیف ہیں بحث صرف اس عزت اور رفعت سے ہے جو اسلام نے عورت کو دی اور مسلمان مرد خاک میں ملا رہا ہے۔ اس وقت کہ روپیہ کی قیمت ثلث بلکہ ربع بھی نہیں۔ ایک اچھی ماما کے خرچ کا اوسط تیس روپیہ کے قریب ہے مگر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آج سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں گھروں میں بیوی کا خرچ بھی اس سے زیادہ نہیں۔ ماما سے بیوی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ آج تم آٹھ بجے کی بجائے دس بجے جانا مگر بیوی کا یہ فرض ہے کہ اگر شوہر رات کو ایک دو بجے تھیٹر یا ناچ مجلس محفل سے آئے۔ تو اس کے استقبال کو جاگتی رہے۔ ممکن ہے کہ میرا مشاہدہ غلط ہو مگر میں ڈنکے کی چوٹ یہ کہونگا کہ دس فیصدی مسلمان عورتیں بھی مشکل سے یہ حق رکھتی ہیں کہ شوہر کی آمدنی سے تو درکنار اپنی آمدنی سے بھی جو ان کو میکے سے ملی ہو۔ بلا شوہر کی اجازت کے کچھ صرف کر سکیں۔

میں اپنی اس رائے پر اصرار کر سکتا ہوں کہ اس کی بڑی ذمہ داری اُس گروہ پر ہے جو علمائے اسلام سے تعبیر کیا جا رہا ہے یہ ممبر پر سٹیج پر کاغذ پر اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ کے پُر زور نعرے لگائیں گے مگر وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ان سے ادا نہ ہوگا یہ مَثْنٰى ثلث و ربع کی تفسیر زور شور سے بیان کریں گے مگر فَوَاحِدَةً ان کی زبان سے نہ نکلے گا۔

حیات انسانی کے ہر نقص پر مسلمان متوجہ ہیں اور رفع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رسالے ہیں۔ اخبار ہیں۔ جلسے ہیں کتابیں ہیں غرض سب کچھ ہے مگر حقوق نسواں کی حمایت میں کیا ہے ایک آدھ آواز

تفو برتو اے چرخِ گرداں تفو

کس قدر مضحکہ خیز اور تعجب انگیز ہے۔ اس سلسلہ میں اس مسلم طبقہ کا خیال جو یہ فرماتا ہے کہ ہم اور ہماری عورتیں اطمینان کی زندگی بسر کر رہی ہیں ہم کو یہ کیا ضرورت ہے کہ حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کے جھگڑے میں پڑیں ہم ان لغویات پر کان دھرنا نہیں چاہتے ان سے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ جیل خانہ میں قیدیوں کی زندگی اُن سے بھی زیادہ امن اور سکون کی ہے اور جو قیدی برسوں سے وہاں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ قید کو آزادی سے بہتر سمجھتے ہیں اور حکام جیل کو اُن کی شکایات کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے۔ مسز نائیڈو کی آواز حق رکھتی ہے کہ مسلمان بالعموم اور حامیانِ عدم تعاون بالخصوص توجہ فرمائیں اور یہ سمجھیں کہ ہرچہ برخود پسندی بہ دیگراں مپسند"

ہندوستان کے مطالبۂ سوراج کے جواب میں حکومت جو کچھ کہتی ہے اور حامیان سوراج اُس کو عذر لنگ لغویت اور ہٹ دھرمی کہتے ہیں وہ بھی ہمارے علم میں ہے اور مسلمان حقوق نسواں کے مطالبہ کا جو کچھ جواب دیتے ہیں۔ وہ بھی ہم کو معلوم ہے۔ مگر ہم معقول و منقول سب کو پھونک کر صرف خدا اور اس کے رسول کے احکام پیش کرتے ہیں۔ جس کا جواب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ تعمیل ہو یا یہ کہا جائے کہ یہ خدا اور رسول پر اتہام ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ یعنی حسن سلوک کے ساتھ (کلام اللہ) (۲) وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقًا غَلِيْظًا۔ وہ قبل از نکاح گاڑھا وعدہ لے چکی ہیں (کلام مجید) یعنی قبل از نکاح جو وعدے اُن سے لئے ہیں وہ ہمیشہ پورے کرو"

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ وہ تمھارے دامن کی جگہ ہیں اور تم اُن کی چوٹی کی جگہ (کلام اللہ)

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ نفس پروری کی غرض سے نہیں نکاح کی غرض سے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو عورتوں کے بارے میں کہ وہ تمھارے ہاتھ میں اسیر ہیں (ارشاد رسول صلعم درم واپسیں یا حجۃ الوداع)

جو شخص اپنی بیوی کی نالائقی پر صبر کریگا وہ اُس ثواب کا مستحق ہے جو حضرت ایوب علیہ السلام کو عطا ہوا (ارشاد رسول صلعم)

اُمہات المومنین بعض دفعہ سرور کائنات کو جواب دیتی تھیں اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ایک دن اور رات بات نہ کرتی تھیں مگر آپ نے غصہ نہ فرمایا

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے بہتر ہو اور میں اپنی ازواج کے حق میں تم سے زیادہ اچھا ہوں۔ (ترمذی بروایت عائشہؓ)

خلاصہ کلام مَا اَكْرَمَ النِّسَاءَ اِلَّا كَرِيْمٌ وَلَا اَهَانَهُنَّ اِلَّا لَئِيْمٌ عورتوں کی وہ عزت کرتے ہیں جو شریف ہیں اور توہین وہ کرتے ہیں جو پاجی ہیں۔ (وکیل ۱۹۲۲ء)

مکان کی آرائش

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردیہ بی اے آنرس)

آج کل مکان سجانے کا ہر ایک کو شوق ہے لیکن خوش سلیقگی کے ساتھ سجانا بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے تمدن اور معاشرت کے ہر پہلو کی طرح مکان کی سجاوٹ کے طریقے میں بھی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ اور اگرچہ نئے طریقے سے گھر کو سجانے کا شوق ہر ایک کو ہے لیکن اس کے اصولوں سے بہت کم واقف ہیں۔ کیونکہ مکان سجانا ایک ہنر ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے

بعض اوقات صاحب استطاعت لوگ ایسی کمپنیوں یا ایسے آدمیوں کے ذریعہ اپنا مکان سجوا لیتے ہیں جن کا پیشہ ہی مکان سجانا ہے اور ریشمی و مخملی پردے اور چاندی اور شیشے کے نہایت قیمتی برتن وغیرہ خرید لاتے ہیں۔ لیکن ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود ان کا مکان خاطر خواہ طور پر پھر بھی سجا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک عمدہ فرنیچر کی دکان یا "شو روم" معلوم ہوتا ہے۔

جنہیں ایسا کرنے کا مقدور نہیں لیکن شوق ہے وہ یا تو اپنی اس خواہش کی تکمیل کو ناممکن سمجھ کر اسے پورا کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے یا قرض دار ہو کر اس شوق کو پورا کرتے ہیں جس سے نہ صرف اپنے آپ کو ایک بڑی مصیبت میں گرفتار کر لیتے ہیں بلکہ بزرگوں اور پرانے خیال کے لوگوں کے طعنوں کا بھی نشانہ بنتے ہیں کہ دیکھئے انگریزی معاشرت کا شوق یہ رنگ لاتا ہے۔ وہ عموماً ایک نہایت ہی قیمتی صوفہ اور کرسی کا سٹ یا کھانے کی ایک میز لے آتے ہیں اور باقی سستے اور بدنما فرنیچر کے ساتھ اسے سجا دیتے ہیں جس سے کہ بجائے خوبصورتی کے بدنمائی ظاہر ہوتی ہے۔ حقیقتاً یہ سارے طریقے غلط ہیں مکان اس وقت ہی خوشنما اور خوش سلیقگی کے ساتھ سجا ہوا نظر آئے گا جب کہ اس کے سجانے کے اصولوں کا علم ہو اور مکان کے سجانے میں اسی توجہ، کوشش اور محنت سے کام لیا جائے جو ایک اچھی تصویر بنانے یا کسی سینری کو پینٹ کرنے یا کشیدہ کاری اور بیل بوٹے کاڑھنے میں درکار ہوتی ہے۔ مکان سجانے کے لئے محض روپیہ صرف کرنے کی نہیں بلکہ وقت اور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

یہ موضوع بہت وسیع ہے۔ انگریزی زنانہ رسالوں میں تو آئے دن اس کے متعلق مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ اردو کے زنانہ رسالوں میں تو شاذ ہی اس موضوع پر کچھ لکھا جاتا ہے۔ چونکہ مجھے اس موضوع سے خاص دلچسپی ہے اس لئے میں اس کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کروں گی شلاً "کفایت شعاری کے ساتھ مکان خوشنما بنانا" "بچوں کے کمرے کیسے ہوں" "کھانے کی میز کی سجاوٹ" "کن باتوں کا اب فیشن نہیں رہا" وغیرہ۔

سب سے پہلے ہم مکان کی سجاوٹ کے اصول "کو لیتے ہیں یعنی ہم کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ گھر کا ہر حصہ۔ ہر کمرہ۔ اور تمام فرنیچر آپس میں مناسبت رکھتے ہوں۔ یعنی کمرے میں آئے تو بقول مولوی بشیر الدین احمد مرحوم ایسا نہ معلوم ہو کہ چیزیں آپس میں سوتیلے بہن بھائی ہیں۔

ایک اوسط درجے کے مکان میں مناسبت اور موزونیت صرف دو باتوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ہر کمرے کا فرنیچر ایک ہی جیسا یعنی ایک ہی "سٹائل" یا نمونے کا ہو۔ دوسرے کمرے کے پردوں۔ قالینوں۔ اور دیواروں کے رنگوں میں مناسبت ہو۔ بہتر یہ ہے کہ ہر کمرے کی دیواروں قالین اور پردے کی "زمین Back-ground" کا رنگ تو ایک ہی قسم کا ہو لیکن نقش و نگار کا رنگ دوسرا بھی ہو۔ اور یہ دوسرے رنگ ہر کمرے کے دوسرے رنگوں سے مختلف ہوں ورنہ موزونیت کے بدلے "یکسانیت" پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے مکان سجانے کے لئے آپ کو دو باتوں کا فیصلہ کرنا پڑے گا ایک تو یہ کہ آپ کو کون کون سے رنگ زیادہ پسند ہیں۔ آپ عموماً گہرے رنگ پسند کرتی ہیں یا ہلکے۔ اور دوسرے یہ کہ آپ اپنے گھر میں کس قسم کی فضا پیدا کرنا چاہتی ہیں یعنی نفاست کی یا امارت کی؟ فرض کیجئے کہ آپ کے پسندیدہ رنگ ہیں آسمانی۔ کاسنی نارنجی اور انگوری۔ اور گہرے رنگوں میں پیتئی اور عنابی۔ ظاہر ہے کہ آپ ان سب رنگوں کا استعمال نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ اگر ایک دو کمرے عنابی اور پیتئی ہوئے اور دو آسمانی اور بسنتی تو گھر کی فضا کے متعلق یہ فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔ کہ نزاکت پیدا کرنا منظور ہے یا شان۔ اگر آپ کہیں کہ ہم دونوں چاہتے ہیں تو ایک ہی مکان میں ان دونوں شوقوں کا پورا کرنا مناسبت اور موزونیت کے خلاف ہو گا۔ البتہ اگر آپ کے دو مکان ہیں ایک پہاڑ پر یا سمندر کے کنارے اور دوسرا شہر میں تو ایک کو ایک "سٹائل" سے سجا سکتی ہیں اور دوسرے کو دوسرے "سٹائل" سے۔ اس صورت میں بیشک آپ شہر کے مکان میں شان اور پہاڑ کے مکان میں نزاکت پیدا کرنے کی کوشش کیجئے لیکن اگر ایک ہی مکان ہے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ان دونوں میں سے کون سا آپ کو زیادہ پسند ہے۔ اگر آپ کے پاس بہت کافی روپیہ نہیں ہے تو بہتر ہو گا کہ آپ نزاکت کو شان پر ترجیح دیں کیونکہ "شان" کی فضا پوری طرح پیدا کرنے کے لئے آپ کو بہ نسبت "نزاکت" کی فضا کے زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ جب آپ نے اپنے مکان کی فضا یا ٹون کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ نازک ہو تو ظاہر ہے کہ آپ اپنے کل پسندیدہ ہلکے رنگ استعمال کر سکیں گی۔ سوال یہ ہے کہ "بیک گراؤنڈ" کے لئے کون سا رنگ انتخاب کریں۔ بادامی۔ ہلکا براؤن۔ کریم۔ Beige فان Fawn یہ سب رنگ ایسے ہیں جو ہلکے رنگ کے ساتھ اچھی طرح کھپ سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو چن لیجئے۔ کریم نہایت ہلکا رنگ ہے اس سے کشادگی اور ٹھنڈک کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہلکا براؤن بھی بہت موزوں ہے اور بہ نسبت کریم کے میلا دیر سے ہوتا ہے لیکن کریم کی طرح روشنی اور ٹھنڈک کی فضا پیدا نہیں کرتا۔ Beige یا Fawn ان دونوں کے بیچ کے رنگ ہیں اور "بیک گراؤنڈ" کے لئے موزوں۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہوں چن لیں۔

بیک گراؤنڈ کا رنگ انتخاب کرنے کے بعد ہر کمرے کے لئے دوسرے کمروں کے رنگوں سے مختلف رنگوں کے انتخاب کی باری آتی ہے۔ یہاں آپ شوق سے کام لیں۔ اور جو جو رنگ آپ کو پسند ہیں۔ ان میں سے ایک ایک رنگ سے ایک ایک کمرے کی "کلر سکیم" Colour scheme بنائیں۔ رنگ کے استعمال پر آگے چل کر لکھوں گی۔

اب فرنیچر کے انتخاب کی باری آتی ہے۔ آپ نے "نزاکت" کی فضا کا فیصلہ کیا ہے یعنی ہلکے رنگ چنے ہیں تو "موڈرن" یا "کوین این" فرنیچر موزوں ہوگا۔ گہرے رنگوں کا انتخاب کیا ہے تو "ولیم اینڈ میری" "چپن ڈیل" اور "جیکوبن" فرنیچر مناسب رہے گا۔ یہاں فرنیچر کا ذکر کرتے ہوئے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ انگریزی فرنیچر کئی قسم کے ملتے ہیں اور ہر "سٹائل" کی وضع دوسرے سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ دو مختلف قسموں کے فرنیچر ایک ہی کمرے میں ہرگز نہیں رکھنے چاہئیں۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ الماری اور سنگار میز تو "جیکوبین" کے ہیں اور پلنگ "کوین این" کے ہیں۔

فرنیچر کے مختلف سٹائلز سے واقف ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ کسی اچھی انگریزی دوکان میں جاکر "جیکوبین" "کوین این" "ولیم اینڈ میری" وغیرہ سٹائل کے فرنیچر دکھانے کو کہیں اور یہ غور کریں کہ "جیکوبین" کرسی "کوئین این" کرسی سے کس بات میں مختلف ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کی لکڑیوں کا "گرینگ" بھی علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ دو قسم کی لکڑیوں کا فرنیچر ایک ہی کمرے میں نہ ہو۔ پالش بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ہلکی براؤن۔ گہری براؤن۔ سیاہ۔ وغیرہ۔ دو طرح کی پالش کئے ہوئے فرنیچر بھی ایک ہی کمرے میں برے لگتے ہیں۔ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی لکڑی ہو تو اس پر پالش کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی وہ بے پالش کے ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کم قیمت کی لکڑی پالش سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ فرنیچر کے سٹائل اور رنگوں کا انتخاب گویا مکان کو خوبصورت لباس پہنانا ہے۔ اور اس کا سنگار لیمپ۔ پھولدان۔ تصویریں۔ چھوٹی چھوٹی تپائیوں۔ گھڑیں۔ وغیرہ سے ہے۔ لیکن عام طور پر مکان کی ان "آرائشی چیزوں" کی طرف سے بھی وہی لاپرواہی برتی جاتی ہے جو ہم لباس کی آرائشی چیزوں کے ساتھ برتتے ہیں۔ لہذا نتیجہ وہی ہوتا ہے۔ جو کہ ایک قیمتی ساڑی کے ساتھ معمولی جوتیاں پہننے سے ہوتا ہے۔ فرنیچر معمولی ہو لیکن "آرائشی چیزوں" کی خوشنمائی ان کو چھپا لیتی ہیں لیکن فرنیچر قیمتی ہو تو سستی اور بری آرائشی چیزوں" سے ان کا سارا حسن خاک میں مل جاتا ہے۔ آرائشی چیزوں سے میرا مطلب عام استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ہے جیسے تصویروں کے فریم۔ کشن، کوئلوں کی بالٹی۔ لکھنے کے کاغذ، لفافوں کا ڈبہ وغیرہ۔ ان کا موزوں انتخاب کمرے کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اور سادے سے سادا فرنیچر سے سجا ہوا کمرہ چھوٹی چھوٹی خوبصورت چیزوں کے باموقع رکھے ہونے سے نہایت ہی اچھا نظر آتا ہے۔ مکان کی سجاوٹ میں سب سے عام اور سب سے بڑی غلطی سامان کی زیادتی ہے جس کی وجہ خوبصورت چیزوں کے خریدتے رہنے کی خواہش ہے ذرا اچھی چیز دکان میں نظر آئے اس کو یہ سوچے بغیر خرید لینا کہ ہمارے پاس اس کے لئے جگہ بھی ہے یا نہیں بہت نامناسب ہے۔ کیسی ہی نفیس چیز ہو اگر وہ کسی اچھی جگہ رکھی ہوئی نہ ہو۔ خوبصورت نظر نہیں آئے گی۔ لہذا اگر آپ بغیر جگہ کا

لحاظ کئے نئی سجاوٹ کی چیزیں خریدتی رہیں گی۔ تو آپ کا کمرہ بجائے خوشنما نظر آنے کے "شو روم" بلکہ "اسٹور روم" معلوم ہوگا۔ نہ صرف فرنیچر بلکہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی کمرے کی مناسبت سے زیادہ نہیں ہونی چاہئیں۔ مثلاً ایک کمرے میں تین سے زیادہ راکھ دان ash-trays بیکار ہیں۔ دو سے زیادہ سگرٹ کے ڈبے غیر ضروری ہیں۔ ایک چھوٹا سا لیمپ کافی ہے۔ پانچ چھ تپائیوں کی بھی ضرورت نہیں۔

آپ اگر نئی چیزوں کے خریدتے رہنے کی شوقین ہیں تو پرانی چیزوں کو بانٹ دینے کی عادت بھی ڈالئے۔ اگر چار پانچ سال کے بعد آپ اپنے کمرے کی ایک ہی قسم کی آرائش سے اکتا سی گئی ہیں تو اس کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بدلتی رہئے۔ اس طرح کسی نہ کسی نئی چیز کے اضافے سے برسوں تک آپ کو اپنا کمرہ بغیر فرنیچر یا پردے یا "کلر سکیم" بدلے نیا ہی نظر آئے گا۔ ورنہ نئے سرے سے روز روز گھر سجانے کی ہر ایک کو استطاعت تھوڑی ہوتی ہے۔

"کلر سکیم" کسے کہتے ہیں

کسی ایک یا دو رنگوں کو پسند کرکے ایک کمرے کی کل چیزوں کو انھیں رنگوں میں منتخب کرنے کا نام "سکیم" colour-scheme یعنی رنگ کی ترتیب" ہے جیسا کہ میں نے پہلے لکھا مکان کے تمام کمروں کی "بیک گراونڈ" Back-ground ایک رنگ کی ہونی چاہئے۔ "بیک گراونڈ" سے مطلب دیواریں۔ زمین۔ اور دروازوں کی رنگت ہے۔ ہندوستان میں دیواروں پر تو اکثر سفیدی ہوتی ہے اور دروازے اور کھڑکیاں، بادامی یا سبز لکڑی کی ہوتی ہیں۔ سفید دیوار اور براؤن یعنی بادامی دروازے ہر "کلر سکیم" کے ساتھ کھپ جائیں گے۔ لیکن اگر استطاعت ہو تو ان کو اپنی "کلر سکیم" کے مطابق رنگوا لینے سے خوبصورتی میں اضافہ ہو جائے گا۔ مثلاً اگر "کریم" بیک گراؤنڈ منظور ہے تو دیواریں اور دروازے اسی رنگ کے رنگوا لیں۔ دروازے اگر بیر اؤن ہیں تو ان کو کریم کروانے کی مطلق ضرورت نہیں براؤن اور کریم کا بہت اچھا جوڑ ہوگا۔ تمام کمروں میں دریاں ایک ہی رنگ کی بچھوانی چاہئیں۔ اس طرح سے تمام کمروں کی زمین میں یکسانیت رہے گی۔

اب ہر کمرہ کی جداگانہ "کلر سکیم" شروع کیجئے۔ مثلاً خواب گاہ کا رنگ انگوری چنا ہے تو اب ہر ایک چیز اسی رنگ کی ہو۔ اگر آپ چاہیں تو فرنیچر بھی "انیمل" یعنی رنگ کیا ہوا خرید سکتی ہیں۔ لیکن اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہلکے براؤن پالش کا فرنیچر انگوری کلر سکیم کے ساتھ بہت اچھا معلوم ہوگا۔ اگر قیمتی لکڑی کا فرنیچر ہے تو بے پالش کے اور بھی اچھا نظر آئے گا۔

کمرے کے پردے "کلر سکیم" کا سب سے ضروری جزو ہے۔ انگوری رنگ کے کمرے میں پردے چاہے ایک رنگ انگوری ہوں چاہے کریم زمین پر انگوری دھاریاں یا پھول بنے ہوئے ہوں۔ یہ اپنی اپنی پسند پر منحصر ہے۔ خواب گاہ میں پردوں کے بعد کلر سکیم کے رنگ سب سے زیادہ نمایاں کرنے والی چیز پلنگ پوش ہے۔ یہ چاہئے تو اسی کپڑے کی بنوائیے جس کے پردے ہیں چاہے کسی دوسری قسم کے کپڑے کے۔ سنگار میز کے ڈیولیز بھی انگوری رنگ کے ہوں سنگار میز کا

سامان یعنی کنگھی برش وغیرہ بھی انگوری ہو۔ یہ چیزیں ہر رنگ کی ملتی ہیں۔ اتنی چیزیں انگوری رنگ کی ہو جائیں تو آپ کے کمرے کی "کلر سکیم" صاف انگوری نظر آئے گا۔ دوسری ضرورت کی چیزیں اگر آپ سفید رنگ کی رکھیں تو مضائقہ نہیں پر شوقین اور استطاعت ہو تو کمبل اور لحاف۔ پوڈر کے پف اور خواب گاہ میں پہننے کی گرگابی جوتی، رومال رکھنے کا بکس اور شب خوابی کا لباس وغیرہ سب انگوری رنگ کے رکھیئے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی دن میں آپ اپنے کمرے کی "کلر سکیم" مکمل کریں۔ ہرگز نہیں دو تین بڑی چیزیں پہلے خرید لیجئے۔ جیسے پردے، پلنگ پوش، وغیرہ پھر آہستہ آہستہ اور چیزیں اسی رنگ کی لینی چاہئیں۔ اور جب تک ہر چیز آپ کے "کلر سکیم" کی نہ ہو جائے اس وقت تک جو چیزیں آپکے پاس ہیں ان سے کام چلائیے اس طرح بہ نسبت ایک دن کے آہستہ آہستہ سارا سامان سجا لینے میں زیادہ لطف ہے۔

ملاقات کے کمرے اور کھانے کے کمرے میں بھی اسی طرح سے رنگ کا انتظام کیجئے۔ ملاقات کے کمرے میں پردے کے بعد آپ کے "کلر سکیم" کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز صوفے اور کرسیوں پر جو کپڑے منڈھے ہیں وہ ہیں پھر کشن۔ لیمپ کے شیڈ۔ پھولدان۔ گھڑیاں۔ راکھ دانی ہیں۔ یہ چیزیں دل چاہے تو آپ چاندی یا پیتل کی رکھیئے۔ یا جس رنگ کا کمرہ ہو اسی رنگ کی لکڑی یا کانچ کی رکھیئے پیتل یا چاندی ہر رنگ میں کھپ جائے گی۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ پیتل اور چاندی دونوں ساتھ ساتھ ایک کمرے میں استعمال نہ کریں۔ ملاقات کے کمرے کو بالکل ہی ایک رنگ بنانا ہے تو لکھنے کی میز پر جو کاغذ لفافے ہیں وہ بھی اسی رنگ کے ہوں۔ ردی کی ٹوکری بھی اسی رنگ کی ہو اور پھولدانوں میں پھول بھی ویسے ہی ہوں۔ لیکن یہ لازمی نہیں۔ بلکہ مختلف مناسبت رکھنے والے شوخ رنگوں کے کشنز یا پھولوں سے آپ ایک کمرے کے ہلکے رنگوں کو متضاد کرکے زیادہ نمایاں کر سکتی ہیں۔ مثلاً ایک ہلکے فیروزی کمرے میں دو چار شوخ نارنجی رنگ کے کشنز اور پھولدانوں میں سُرخ سُرخ پھول جان ڈال دیں گے۔ مختلف رنگ ایک کمرے میں استعمال ہو سکتے ہیں لیکن متضاد نہیں۔

کھانے کے کمرے میں بھی یہی لحاظ رکھ کر رنگ کا انتظام کیجئے یہاں کھانے کے برتنوں کا رنگ سب سے ضروری جز ہے دسترخوان بھی آج کل رنگین استعمال کرنے کا رواج ہے۔

غرض رنگ کی ترتیب یا کلر اسکیم کمرے کی خوبصورتی کا سب سے ضروری جز ہے۔ رنگوں کا انتخاب سلیقے اور غور سے کیجئے۔ اور پھر دیکھئے کہ آپ کے گھر کے کمرے کیسے دلفریب اور دلکش نظر آنے لگتے ہیں ان کو دیکھنے کے بعد باہر جانے کو آپ کا دل نہیں چاہے گا اور اس طرح دوسرے لوگوں پر آپ کی شخصیت اور سلیقے کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔

فیشن کی تبدیلی

ہر انگریزی چیز کی طرح۔ انگریزی طریقہ سے مکان سجانے کا فیشن بھی بدلتا رہتا ہے۔ لہٰذا اب ان باتوں کا فیشن نہیں رہا جن کا چند سال پہلے تھا۔ اس لئے اگر انگریزی طریقے سے مکان سجانا ہے تو اُن کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ مثلاً پردہ ٹانگنے کے طریقے میں اب یہ فرق ہو گیا ہے کہ انہیں دونوں طرف سے الگ کرکے باندھ نہیں

دیا جاتا بلکہ ویسے ہی پڑا رہنے دیا جاتا ہے مخملی پردوں کا اب رواج نہیں رہا. کرسیوں کی پشت پر تولیہ ڈالنا بالکل پرانے فیشن کی بات سمجھی جاتی ہے اسی طرح آتشدانوں پر جھالر لٹکانے کا قاعدہ بھی نہیں. سائیڈ بورڈ پر اور تپائیوں پر کپڑا بچھا سکتے ہیں لیکن کانچ کی سطح والی تپائیاں اور میز زیادہ پسند کی جاتی ہیں جن پر میز پوش بچھانے کی ضرورت نہ ہو. کھانے کی میز پر ایک سفید دسترخوان کے بدلے چھوٹے رنگین ڈبوئیز (ہر برتن کے لئے ایک چھوٹا دسترخوان) کا استعمال زیادہ فیشن ایبل سمجھا جاتا ہے اگرچہ روزانہ استعمال کے لئے سفید دسترخوان اب بھی زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے. طاق اور تختے لگا کر ان پر نمائشی چیزوں کے سجانے کا فیشن نہیں رہا. ایسی چیزیں جو صرف نمائشی ہوں اور کسی کام کی نہ ہو فضول سمجھی جاتی ہیں. چھوٹی چھوٹی کام کی چیزیں ہی ایسی خوشنما ملنے لگی ہیں کہ ان ہی سے سجاوٹ کا کام نکالنا چاہئے جیسے پھولدان. لیمپ. راکھ دان وغیرہ. فرنیچر میں بھدے بھدے "چسٹر فیلڈ" صوفوں کا فیشن بالکل نہیں رہا. ان کی جگہ سبک اور ہلکے فرنیچر نے لی ہے

دوسرے لفظوں میں گھر سجانے میں بھدا پن اور امارت کی بہ نسبت سادگی اور نفاست کی طرف زیادہ رجحان ہے. کم چیزیں اور سادی وضع کی لیکن عمدہ تراش کی ہوں.

کھانے کی میز کی سجاوٹ

آپ نے یہ مثل سنی ہوگی کہ کھانا مسلمانوں کا اچھا. پکانے کی جگہ ہندوؤں کی اچھی اور کھانے کی جگہ انگریزوں کی اچھی. کھانا چونکہ ہمارا سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے تو کیوں نہ ہم کوشش کرکے کھانے کی جگہ اور پکانے کی جگہ بھی سب سے اچھی رکھیں.

انگریزوں کے یہاں واقعی کھانے کی میز کی سجاوٹ قریب قریب ایک "آرٹ" کا درجہ رکھتی ہے. کھانا تو ان کا نہایت ہی معمولی ہوتا ہے پر اس میں شک نہیں کہ جس تزک و احتشام سے وہ پیش کیا جاتا ہے اس کو دیکھ کر اس کی طرف کچھ رغبت ہو ہی جاتی ہے ورنہ شاید کھانے کو بالکل دل نہ چاہے. برخلاف اس کے اگر ہمارے لذیذ کھانے اسی طرح سے پیش کئے جائیں تو ان کی طرف بے انتہا رغبت ہو.

میز پر کانٹے چھری سے کھانے کا رواج تو کافی عام ہوتا جاتا ہے اور خدمت گار دعوتوں میں اپنے طور پر میز سجا بھی دیتے ہیں تاہم میز سجانے میں میزبان خاتون اپنے سلیقہ کا کافی ثبوت دے سکتی ہے. میرے خیال میں ہماری خواتین کو تو اس کا بہت کم احساس ہے. لیکن انگریزوں کے ہاں کھانے کی میز "میزبان خاتون کی شخصیت کا آئینہ سمجھی جاتی ہے. اور گھرداری سے واقف خواتین برتنوں، دسترخوان، تولیوں وغیرہ کا انتخاب ایسے ہی غور و خوض کے ساتھ کرتی ہیں جیسے کہ اپنے لباس جوتی اور ٹوپی کا.

کھانے کی میز. کھانے کے کمرے کی سب سے ضروری چیز ہے. گھر کا باقی فرنیچر چاہے کم قیمت کی لکڑی کا ہو لیکن میز بیش قیمت لکڑی کی ہونی چاہئے. چونکہ اب دسترخوان کے بدلے "ڈبوئیز" کا رواج ہے اس لئے میز کی سطح نہایت اچھی

ہونی چاہیئے۔

کھانے کے برتنوں کے سٹ یا "ڈنر سروس" کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بہت مہنگی چیز ہے اور بار بار نہیں خریدی جاسکتی۔ یہ سٹ ایسے رنگ کا ہونا ہونا چاہیئے کہ دو تین رنگوں کے ساتھ کھپ سکے تاکہ باوجود کھانے کے کمرے کی "کلر سکیم" کو دو تین بار بدلنے کے "ڈنر سروس" کے بدلنے کی ضرورت نہ آئے۔ مثلاً اگر صرف سنہرے کناروں کی رکابیاں ہوں تو یہ ہر رنگ کے ساتھ مناسب رہیں گی۔" ڈنر سٹ کے بعد گلاس کا نمبر آتا ہے۔ بلور کے گلاس بہترین ہیں۔ لیکن چونکہ وہ بہت ہی قیمتی ہوتے ہیں اور بہت آسانی سے ٹوٹ جاتے ہیں اس لئے ان ہی کا خریدنا ضروری نہیں۔ کم قیمت کے بھی نفیس گلاس ملتے ہیں۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ پانی پینے کے گلاس، فنگر بول (وہ پیالیاں جن میں ہاتھ دھوتے ہیں) اور "فروٹ کپ" (وہ پیالیاں جن میں پھلوں کے پکوان یا مٹھائیاں رکھی جاتی ہیں) ایک ہی وضع کے ہوں۔

اب لنن menuکی باری آتی ہے۔ اسے بار بار بدل کر آپ اپنا شوق پورا کرسکتی ہیں۔ دعوتوں کے لئے آج کل دستر خوان کے بدلے "ڈیولیز" پسند کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پلیٹ، گلاس، اور کواٹر پلیٹ ہر ایک کے نیچے علیحدہ علیحدہ چھوٹا سا دستر خوان ہوتا ہے یا تینوں کے لئے ایک چوکور دستر خوان۔ میز کے بیچ میں پھولدان کے نیچے ایک الگ "ڈیولی" ہوتا ہے۔" یہ ڈیولیز" لنن ریشم۔ لیس وغیرہ کے ملتے ہیں۔ ان کا انتخاب کرنا آپ کی پسند پر موقوف ہے اور کسی حد تک "ڈنر سروس" کی نوعیت پر یعنی اگر بہت اعلیٰ قسم کی "ڈنر سروس" ہے تو لیس کے ڈیولیز اور اگر سادا "ڈنر سروس" ہے تو لنن کے زیادہ موزوں ہوں گے

میز کے بیچ میں پھولدان میں سلیقہ سے سجے ہوئے پھول بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ پھولدان کے ارد گرد رنگین موم بتیاں لگائے اور بجلی کی روشنی کے بجائے ان کی روشنی میں کھانا کھائیے تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

کھانے کی میز تین چیزوں سے سجائی جاتی ہے۔ چائینا گلاس۔ لنن۔ اور سلور۔ یعنی کھانے کے برتن چائینا کے ہوں۔ دستر خوان لنن کے اور گلاس فنگر بول وغیرہ شیشے کے۔ اور سلور سے مراد کانٹے چھری نمکدان مرچ دان اور وہ چھوٹے پیالے طشتریاں ہیں جن میں مختلف قسم کی مٹھائیاں رکھی جاتی ہیں۔ اپنے ہاں ہم کشمیر۔ کٹک۔ اور ڈھاکہ کی سادہ کاری کی بہار دکھا سکتے ہیں۔

یہ تو دعوت کے لئے کھانے کی میز تیار ہوئی۔ روزمرہ کے لئے کھانے کی میز اس قدر شاندار نہ ہو تو بالکل معمولی ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ روزانہ "ڈیولیز" کی چنداں ضرورت نہیں اور صرف دستر خوان ہونا بھی لازمی نہیں۔ اس قیمت میں بلکہ اس سے کم میں دھاری دار اور چار خانے کے دستر خوان ملتے ہیں۔ سفید زمین پر ہلکے سبز، زرد، یا سرخ چار خانے یا دھاریاں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں ان کا استعمال کیجئے۔ خوش رنگ اور پھول دار کھانے کے برتن بھی سادے برتنوں کی قیمت میں مل جاتے ہیں۔ اگر بیچ میں مٹی کا ایک گلدان رکھ لیا جائے تو سوندھی خوشبو کی وجہ سے بھوک خوب لگتی ہے۔ اور

اس پر کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا۔

الغرض حُسن صرف گھر کے باہر ہی نہیں گھر کے اندر بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ البتہ اس کو پیدا کرنا عورت کا کام ہے۔ گھر عورت کی سلطنت کہلاتا ہے۔ اگر وہ غور کرے اور سچ مچ اس کو بہتر، دلکش اور دلچسپ بنانے کی کوشش کرے تو اس کو اس پر اتنا ہی وقت صرف کرنا پڑا جتنا کہ بادشاہ کو اپنے ملک کی بہبودی اور بہتری کی تجاویز پر کرنا پڑتا ہے۔

بچوں کا کمرہ اگر گھر میں گنجائش ہو تو ایک کمرہ الگ بچوں کے لئے رکھ چھوڑنا چاہئے جس میں ان کا جو دل چاہے کریں۔ اگر ان کو ایک الگ جگہ مل جائے جس کو وہ دل بھر کے خراب کرسکیں۔ تو بے شک ان کو یہ تاکید کی جاسکتی ہے کہ گھر کے دوسرے کمروں میں احتیاط سے رہیں ورنہ بغیر ان کو کوئی جگہ دیئے ان پر یہ تنبیہ بے انصافی سی ہوتی ہے۔ بچوں کو گھر کا سب سے بڑا کمرہ دینا چاہئے کیونکہ وہ فطری طور پر بڑی جگہ کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ کمرہ خوب روشن اور ہوادار ان کے کمرے میں چیزیں ایسی ہوں جو ٹوٹنے والی نہ ہوں اور ایسی چیز مت رکھئے جس کے خراب ہونے سے آپ کا دل کڑھے۔ انگریزی دکانوں میں "نرسری فرنیچر" یعنی بچوں کا فرنیچر الگ ملتا ہے۔ اگر آپ خریدنا نہ چاہیں تو خود ان کے فرنیچر حسب ضرورت بنا سکتی ہیں۔ فرنیچر کی کوئی بہت اونچی یا نوک دار چیز ان کے کمرے میں نہ ہو جس پر سے گر کر سخت چوٹ آنے کا اندیشہ ہو۔ دیواروں میں نیچے نیچے تختے لگا کر ان پر پھول دار کپڑوں کا پردہ ڈال دینے سے یہ تختے ان کے کھلونوں کے لئے الماریوں کا کام دے سکتے ہیں۔ دو چار لکڑی کی چوکیاں برابر برابر رکھ کر ان پر گدے رکھئے اور اوپر پلنگ پوش ڈال دیجئے لیجئے ان کے بیٹھنے کا صوفہ بن گیا۔ ہلکی بید کی کرسیاں اور بید کی ہی میز ان کے کمرے کے لئے مناسب ہے۔ ان کو چاہئے جتنا اٹھائیں یا گرائیں یہ جلدی نہیں ٹوٹیں گی۔ ان کے کمرے کے پردے شوخ رنگ کے پھولدار ہونے چاہئیں۔ دیواروں پر بھی دو چار کاغذ کی تصویریں چسپاں ہوں اور اگر ممکن ہو تو دیواریں رنگوا دیجئے۔ "نرسری فرنیچر" ہمیشہ رنگین ہوتا ہے گھر کے معمولی اور پرانے فرنیچر بچوں کے استعمال کے لئے الگ کر لیجئے اور چند آنوں میں رنگوا لیجئے۔ بچوں کے استعمال کی جتنی چیزیں ہوں۔ خوشرنگ خوشنما اور دُھلنے والی ہوں اس لئے فرنیچر بھی معمولی لکڑی کا ہو کہ اس کو وقتاً فوقتاً صابن اور پانی سے خوب دھویا جاسکے۔ دریاں بھی اسی قسم کی ہوں قیمتی قالین بچوں کے کمرے میں نہ بچھایا جائے جو دھل نہ سکے۔

مختصر الفاظ میں بچوں کے کمرے کی چیزیں ایسی ہوں جن کو بچے آزادی سے استعمال کرسکیں۔ اور ان کو ہر وقت ٹوکتے رہنا نہ پڑے کہ اس کرسی پر پنسل سے مت لکھو اور اس قالین پر سیاہی مت پھینکو۔ مزید برآں خوشنما اور خوبصورت ہوں اور ایسی بھی کہ ان کو دھویا جاسکے تاکہ چند دنوں میں ناقابلِ استعمال نہ ہوجائیں۔

کفایت شعاری کے ساتھ خوشنما مکان آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ زیادہ روپیہ خرچ کرنے ہی سے مکان خوشنمائی کے ساتھ سج سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ٹھیک ہے کہ

جتنی شکر ڈالو اتنا ہی میٹھا اور جتنا زیادہ روپیہ صرف کیجئے اتنا ہی زیادہ شان سے مکان سج سکتا ہے تاہم مکان خوشنما بنانے کے لئے کثیر دولت سے سلیقہ اور سمجھ کی زیادہ ضرورت ہے۔

ہندوستانی طریقے کی بہ نسبت انگریزی طریقہ سے مکان سجانے پر بیشک زیادہ روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ لازمی نہیں کہ انگریزی طرز سے ہی سجا ہوا مکان خوشنما نظر آئے۔ خوشنائی سلیقہ اور صفائی سے حاصل ہوتی ہے کسی خاص قسم کے فرنیچر یا ساز و سامان سے نہیں اگر انگریزی وضع ہی سے مکان سجانا ہے تو وہ بھی بہ کفایت ہو سکتا ہے مثلاً خواب گاہ کے لوازمات الماری، آئینہ دار میز اور پلنگ یہ تین چیزیں ہیں جو بیڈ روم سوٹ Bed-room Suit کہلاتی ہیں اور یہ انگریزی دکان میں کم سے کم دو سو روپیہ میں ملتی ہیں۔ لیکن آپ بہت کم قیمت میں اپنی خواب گاہ اس طرح تیار کر سکتی ہیں کہ پلنگ کے بدلے آپ پرانے فیشن کے تخت کو ہی رہنے دیں اور اُس کے لئے ایک ایسا بڑا پلنگ پوش بنوائیں جس سے تخت کے پائے چُھپ جائیں۔ اس طرح سے ڈھک کر یہ دیوان بیڈ Diwan Bed معلوم ہوگا جو آجکل بہت فیشن ایبل سمجھا جاتا ہے۔ آئینہ دار میز کی جگہ آپ دیوار میں ایک بڑا سا آئینہ لگوائے اور اس کے نیچے ایک چھوٹی سی میز دو دراز والی رکھ لیجئے۔ یا آئینہ کے نیچے ایک تختہ لگائیے اور تختے پر چاروں طرف اسی کپڑے کی جس کا پلنگ پوش ہے جھالر ڈال دیجئے۔ اس کو Pellicoated Dressing Table سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی کافی فیشن ایبل ہے۔ اب ایک الماری رہ گئی جو بہت زیادہ قیمتی چیز نہیں۔ لیکن اور بھی کفایت کرنی ہو تو بڑھئی سے کمرے کے ایک طرف تختے لگوالیں اور تختوں پر آئینہ دار میز کی طرح پردے ڈال دیں۔ الماری تیار ہے جو آرام الماری سے حاصل ہوتا اس سے بھی ہوگا۔ علاوہ ازیں اس کے پردوں سے آپکے "کلر سکیم" کی دلکشی میں بھی اضافہ ہوگا۔ لیجئے بیڈ روم سوئٹ" تیار ہے۔

ملاقات کے کمرے کے لئے صوفہ اور کرسیاں لوازمات میں سے ہیں۔ صوفہ کی جگہ پھر اسی طرح دو تین لکڑی کے بکسوں پر ڈال کر پلنگ پوش ڈال دیجئے اور دیوار سے لگا کر رکھ دیجئے۔ دو چار خوشنما رنگین دیوار سے بھی لگا دیجئے تاکہ لوگ ٹک کر آرام سے بیٹھ سکیں۔ دو تین نیچی سیٹ کی بید کی کرسیاں یا ایسی کرسیاں جن کی پشت اور سیٹ کپڑے سے منڈھی ہوئی ہوتی ہے لیکن جو صوفے اور کرسیوں سے نصف سے بھی کم قیمت پر ملتی ہیں) ڈال دیجئے اور دو چار معمولی بید کے مونڈھے بھی بچھا لیجئے۔ ان پر گول کشن رکھ کر اوپر سے کپڑا منڈھ دیجئے کافی آرام دہ اور خوبصورت "پوف" یعنی بیٹھنے کا کشن بن جائے گا۔ علاوہ ازیں چھوٹی چھوٹی تپائیاں بھی لے لیجئے یہ کچھ زیادہ قیمت کی نہیں آتیں۔ گھڑی پھولدان، اور تصویروں وغیرہ سے آپ اپنے "گول کمرے" کو نہایت ہی شاندار سجا سکتی ہیں۔ گھر چھوٹا ہے تو کھانے کا کمرہ الگ بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسی کمرے میں ایک طرف میز کرسیاں لگا دیں۔ اس سے یہ فائدہ بھی ہے کہ زیادہ لوگ آجائیں تو کھانے کی کرسیاں بیٹھنے کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہیں۔ کھانے کا کمرہ اور ملاقات کا کمرہ ایک ہو تو "سائڈ بورڈ

کی ضرورت نہیں جو کہ "ڈرائنگ روم" سویٹ ضروری چیز سمجھی جاتی ہے۔ البتہ الگ کمرہ ہو تو ایک لمبی میز دیوار سے لگی ہوئی سائیڈ بورڈ کا کام دے سکتی ہے۔ برآمدے میں چند بید کی کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز رکھئے جس پر ایک گلدان میں کچھ پھول ہوں۔ ایک طرف کو چھتری اور چھتری رکھنے کا سٹینڈ Stand بھی رکھئے جس پر Visiting card رکھنے کے لئے ایک پیتل کی طشتری بھی ہو۔

لیجئے آپ کا مکان سج گیا۔ یہ کمشنر صاحب کا آرمی اینڈ نیوی کے فرنیچر سے سجا ہوا مکان تو نہیں معلوم ہوگا۔ البتہ کسی نیم انگریزی اور نیم ہندوستانی فرنیچر اور طریقے سے سجے ہوئے مکان سے بہت زیادہ خوشنما نظر آئے گا۔ اور ملنے والے اور دیکھنے والے کے دل پر آپ کے سلیقہ کا اثر ہوگا۔

شائستہ سہروردی از لندن

حضرت ابو بکرؓ

تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی تو تمام مدینے میں صف ماتم بچھ گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے دروازے پر پہنچے۔ وہاں بے شمار لوگوں کا اژدہام تھا۔ اس رنج وغم کی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ تقریر فرمائی:-

"اے ابو بکر! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ واللہ تو تمام قوم سے پہلے کا مسلمان اور پختہ صاحب ایمان اور راسخ الاعتقاد تھا تو سیر چشم تھا اور سب سے زیادہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ تو اسلام کا سچا ہمدرد اور حامی تھا۔ تیرا اخلاق، تیری فضیلت۔ تیری ہدایات، تیرا رویہ، رسول اللہ کی طرح تھا۔ اللہ تجھ کو اسلام، رسول اللہ اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو نے رسول اللہ کی اس وقت تصدیق کی جبکہ لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور اس وقت مدد کی جبکہ لوگوں نے ان کو ستایا۔ تو نے مساوات کی اس وقت تبلیغ کی جبکہ لوگوں نے مخالفت کی۔ اللہ نے اپنی کتاب میں تجھ کو صدیق کہا۔ واللہ تیرا وجود اسلام کے لئے مدد اور کفر کے لئے مٹانے والا تھا۔ تیری دلیلیں بے خطا تھیں۔ تیرے راستے سلیم تھے اور تو نے کبھی بزدلی نہیں کی۔ تیرا نفس مثل پہاڑ کے تھا جس کو حوادث اور پریشانیوں کے جھونکوں نے کبھی جنبش نہیں دی۔ تو ویسا ہی تھا۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدن تیرا نحیف تھا۔ لیکن دل قوی تھا۔ خلق سے تو خاکساری سے ملتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک تیرا رتبہ بلند تھا۔ مسلمانوں میں تو جلیل القدر تھا۔ نہ تجھ کو کسی کے مال میں طمع تھی۔ نہ تو فضول خواہش کرتا تھا۔ قوی تیرے نزدیک ضعیف تھا۔ جب تک کہ تو اس سے حق نہ دلوا دے۔ اور ضعیف قوی تھا جب تک کہ وہ حق نہ لے لے۔

ایس۔ بی طاہرہ

آج کل کی سوسائٹی

نیا زمانہ اور اس کی تہذیب اگر مسخرہ پن نہیں تو کیا ہے؟ میں تو یہ کہوں گی کہ انسان اس تہذیب میں گرفتار ہو کر انسانیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں پڑھے لکھے لوگوں کا زیادہ چرچا ہے اور ان لوگوں کی ہر وقت یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر شعبے میں ترقی اور کمال پیدا کریں لیکن غور سے دیکھئے تو اس جنون کے پیچھے اعتدال، امتیاز، خودداری، غرض سب کچھ ملیامیٹ ہو رہا ہے اور خود فراموشی کا یہ عالم ہے کہ برے بھلے کی تمیز باقی نہیں رہی۔ ورزشی خبط اور صحت کے اصولوں کے نام سے جو بے عنوانیاں ہو رہی ہیں وہ سب پر عیاں ہیں۔ عزت جوانی کا جوہر ہے اور اس کے بغیر زندگی عیب دار ہو جاتی ہے۔ جب یہ بہترین جوہر ہی قربان ہو گیا تو میری رائے میں تو انسان پھر انسان کہلانے اور منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ لوگ باگ بے باکی اور بے غیرتی ہی کو معاشرتی ترقی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی خیر غنیمت تھا مگر افسوس اس کا ہے کہ ان کے زیر اثر دوسری کمزور طبیعتیں بھی ان "ترقی یافتہ" خوبیوں پر مائل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح دن بہ دن زیادہ سے زیادہ بے عنوانیاں پھیلتی جا رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے، صحت یابی کے لئے سب سے بڑا اصول برہنگی سمجھا جاتا ہے۔ سمندری مخلوط غسل، انگریزی ناچ، مخلوط ورزش اُچک پھاندا ور بے غیرتی کے سبق دینے والے سینما، یہ سب چیزیں تہذیب جدید کے اہم کارنامے ہیں۔ لیکن سچ پوچھئے تو یہ اخلاق کا قتل عام ہے۔ ہمارے ہاں تو شریف آدمی وہ ہے جو اپنے خاندان کا پاس رکھتا ہو۔ جس نے اپنے اجداد کی روش کو فخر سے اختیار کیا ہو اور ان ہی کا دم بھرتا ہو۔ لیکن یہ جدید تہذیب ایسے لوگوں کو حسرت سے دیکھتی ہے۔ آج کل کی سوسائٹی میں ان کی خاص وقعت نہیں ہوتی۔ ہاں جن کے پاس روپیہ ہے، چاہے وہ کسی طرح بھی حاصل ہوا ہو، ان کے سچ مچ کے عیوب بھی چھپ جاتے ہیں۔ جب تک ان کی دولت سے سوسائٹی والوں کا مطلب نکلتا رہتا ہے لوگ شہد کی مکھی کی طرح ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کی خوب جھوٹی تعریفیں کرتے ہیں۔ گویا سوسائٹی کے نزدیک جو کل تک غریب تھے وہ اوچھے تھے اور ان میں ہزاروں عیب تھے لیکن آج نصیب نے یاوری کی تو وہ بے شمار خوبیوں کا منبع ہیں۔ واہ ری سوسائٹی! اور جو واقعی شریف ہیں اور کسی حال میں شرافت کو نہیں چھوڑتے ان کے پاس جب روپیہ نہیں ہوتا تو سب اُن سے گریز کرتے ہیں اور اُنہیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ یہ ہیں آج کل کی سوسائٹی کے کرشمے!

علاوہ ازیں ایک مضحکہ خیز چیز اور سامنے آ رہی ہے یعنی لوگ بلا امتیاز مذہب محض قانون کی رو سے شادیاں کر رہے ہیں۔ اس کو بھی چھوڑئے، رونا اس کا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ ہوئے جا رہے ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مذہب اسلام جس میں تمام دنیاوی و دینوی خوبیاں، بہترین تہذیب و تمدن، معاشرت اور صحت کے اصول

موجود ہیں اس پاک دین میں پیدا ہونے کے بعد کس طرح لامذہبی اختیار کی جاسکتی ہے اس گمراہی کے انجام کا خیال کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نہ جانے وہ ارحم الراحمین اپنے گمراہ بندوں کو کیسے معاف کرے گا۔ افسوس ایسے لوگ صمم بکم عمی فھم لا یرجعون ہو کر رہتے ہیں۔

آج کل طلاق کا بھی بہت زیادہ زور شور ہے کسی نے دیکھا کہ فلاں مرد یا عورت اچھی ہے یا اس کے ساتھ اچھی گزرے گی بس اس سے شادی کی ٹھان لی۔ تھوڑے دن تو خیر فضا آرام سے گزری کیونکہ شادی پسند کی کی تھی مگر بعد میں نتیجہ افسوسناک ہوا یعنی جب طبیعت بھر جاتی ہے تو علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے۔ یہ ہوا عام ہو رہی ہے اور قریب قریب سب ہی قوموں میں یہ ہو رہا ہے۔ نہ مذہب کا خیال ہے اور نہ شرافت و عزت کا۔ کم حیثیت اور رذیل جگہ بھی رشتہ کر لیا جاتا ہے اور پھر بعد میں جو تم بیزار ہوتی ہے۔ دوسروں کے متعلق تو میں یہ کہوں گی کہ وہ اسلام جیسے پاک مذہب سے محروم ہیں لیکن جو مسلمان ہیں ان پر نہ جانے یہ کیا افتاد پڑتی ہے کہ وہ بھی زمانے کے ساتھ لغویات میں بہے چلے جاتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کی نظر میں ان کے مذہب کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ برخلاف اس کے اگر ان کا ایمان درست ہو تو وہ گم گشتہ راہ ہرگز نہ ہونے پائیں۔

زہرا بیگم فیضی بمبئی

زنِ مشرق

پیکرِ حلم و مروّت اے پرستارِ حیا
نقدِ جاں دے کر بھی دُنیا میں خریدارِ حیا

اے کہ تیرے دم سے روشن شمعِ ایوانِ حیات
اے کہ تیری ذات روحِ زندگی جانِ حیات

عفت و عصمت کی دیوی پیکرِ مہر و وفا
عزم و استقلال تیرا ساری دنیا سے سوا

جذبۂ شوہر پرستی ہر قدم پر آشکار
دل تو کیا ہے جان کر دیتی ہے شوہر پر نثار

ذاتِ شوہر ہے تجھے وجہ قرارِ زندگی
اُس کے دم کے ساتھ ہے تیری بہارِ زندگی

راستی سے خوش ہے سچائی کا دم بھرتی ہے تو
مال و دولت کی طرف رُخ بھی نہیں کرتی ہے تو

چاپلوسی کرکے کوئی دل لُبھا سکتا نہیں
پائے استقلال تیرا ڈگمگا سکتا نہیں

تو فریبوں میں کسی کے ہو نہیں سکتی اسیر
جو زباں سے کہہ دیا گویا ہے پتھر کی لکیر

مثلِ آئینہ ترا دل صاف نیّت نیک ہے
مکر سے نفرت ہے، ظاہر اور باطن ایک ہے

رہ کے دنیا میں بھی دنیا کی ہوا سے دُور ہے
مُفلسی میں شاد ہے افلاس میں مسرور ہے

تیری دنیا، تیرا شوہر، تیرا گھر رشکِ جناں
ذات سے تیری زمانے میں محبت کا نشاں

کیا زمانے نے ترے ایثار کو دیکھا نہیں
خود غرض تجھ کو کوئی دنیا میں کہہ سکتا نہیں

اے زنِ مشرق زمانے میں ترا ثانی نہیں
تجھ میں جو ہمّت ہے وہ مَردوں میں بھی دیکھی نہیں

تیری نیّت میں کوئی کب ڈال سکتا ہے خلل
جذبۂ ایثار تیرا بن گیا ضرب المثل

سامنے تیرے زنِ مغرب کی کیا توقیر ہے
خاکِ پا بھی تیری اُس کے واسطے اکسیر ہے

مہر و اُلفت سے جو بیگانہ ہو وہ عورت نہیں
حقِ خدمت سے جو بے گانہ ہو وہ عورت نہیں

در محبّت از زنِ ہندی کسے مردانہ نیست
سوختن بر شمعِ مردہ کارِ ہر پروانہ نیست

دُعا ڈبائیوی

کنجوس

(۱)

مدن موہن لین میں سب سے پرانا مکان نمبر ۲۹ ہے۔ ایک پنجابی گیروے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس بغل میں کچھ کتابیں لئے ہوئے دروازہ آہستہ آہستہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ "فورچون ٹیلر (نجومی) ہے بابو صاحب! آپ کا نفع نقصان سب ٹھیک ٹھیک بتلاؤں گا۔"

صاحب خانہ شوچی کمار نیوگی اندر سے ایک معمولی دھوتی باندھے ننگے بدن ہاتھ میں لاٹھی لئے دروازہ کھول کر نکلے اور لاٹھی سے بچارے نجومی کو دھمکاتے ہوئے بولے: "جاؤ۔ نکلو یہاں سے۔ بڑا آیا ہے بھار چون ٹیلر! بدمعاش کہیں کا۔ بھاگو ہم تم کو نہیں مانگتا۔ جاؤ۔" بچارا نجومی اپنا سا مونہہ لے کر کھسک گیا اور شوچی بابو نے بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی کنڈی اندر سے لگالی۔

واقعہ یہ تھا کہ اس سے قبل شوچی بابو کی زندگی میں ایک ایسی بات ہو گذری تھی جس نے انھیں نجومیوں اور پنڈتوں کی طرف سے سخت متنفر بنا دیا تھا اور اس کے بعد جب کبھی کسی شامت زدہ فورچون ٹیلر سے ان کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بچارے کی بُری درگت ہوئی۔ یہ تقریباً دس کی بات ہے۔ بابو کی عمر اُس وقت انتیس برس کی تھی۔ باپ ماں پہلے ہی مر چکے تھے اور جتنی دولت جائداد وغیرہ تھی۔ سب کے یہی واحد وارث تھے۔ دونوں مرتے وقت اپنے ساتھ ان کی شادی کا ارمان بھی لیتے گئے۔ شوچی بابو کو کسی بات کی کمی نہ تھی اگر چاہتے تو اپنی شادی بہت اچھی طرح سے کر چکے ہوتے مگر ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہی خیال بار بار رہتا تھا کہ اگر بال بچے ہوئے تو خرچ کی زیادتی کیونکر روک سکیں گے۔ چنانچہ مجرّد زندگی بسر کرنے کا قطعی ارادہ کر چکے تھے۔ لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا پنچمبر بابو کی چھوٹی سالی شورلتا دیبی پر ایک دن نظر جا پڑی۔ پھر تو دن رات کسی خاص خیال میں محو رہنے لگے۔ آخر کافی غور و فکر کے بعد اپنا حال کہنے کے لئے پہلے جس دروازے پر گئے وہ ایک نجومی کا مکان تھا۔ بڑا سا سائن بورڈ مشہور جوتشی رتنکار کی غیب دانی کا اعلان موٹے موٹے حرفوں میں کر رہا تھا۔ شوچی بابو اندر داخل ہوئے۔ رتن کار نے ان کا حلیہ دیکھتے ہی کہا "یہاں دو روپے اس جگہ رکھ کر کسی ایک پھول کا نام لیجئے۔ آپ کے دل کا حال ٹھیک ٹھیک بتلا دیا جائے گا۔"

بابو نے افسردہ دلی کے ساتھ جیب سے دو روپیہ نکال کر اپنی مٹھی میں دبا لئے اور ذرا دھیمی آواز میں بولے۔ "کیا ایک روپیہ نہیں رکھا جا سکتا؟ ہاں پھول کے نام ایک کے بدلے دو لے لوں گا۔"

رتنکار نے جواب دیا: "نہیں دو روپیہ نکالنا ہو گا۔" آخر کار شوچی بابو کو دو ہی روپیہ نکالنے پڑے۔ جوتشی نے آنکھیں بند کر کے کہا: "اچھا پھول کا نام لیجئے۔"

شوچی بابو: "بیلا۔"

جوتشی: "کسی دن کا نام لیجئے۔"

شوچی: "جمعرات۔"

رتنکار نے آنکھیں کھول کر روپے اُٹھاتے ہوئے کہا: "آپ کی شادی بہت جلد ہو گی سمجھ گئے۔" شوچی بابو: "سمجھ تو گیا۔ مگر ایک اور بات بتلائیے۔ شادی تو ہو ہی جائیگی مگر کیا لڑکے بالے بھی ضرور ہوں گے؟ یہ تو بڑی مشکل ہو گی۔"

جوتشی نے بات کاٹ کر کہا: "میں آئندہ کی کل باتیں ٹھیک ٹھیک بتلا دوں گا۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ دیکھئے میں

کاغذ پر دو جگہ لکھتا ہوں۔ آپ دونوں جگہ پر ایک ایک روپیہ لڑکا اور لڑکی کا خیال کرکے الگ الگ رکھ دیجئے"۔

شوچی بابو تو آج کسی اور ہی خیال میں محو آئے تھے۔ دل پر جبر کرکے دو روپیہ اور جیب سے نکالے اور بتائی ہوئی جگہوں پر رکھ کر خاموش بیٹھ گئے۔ جوتشی: "اچھا کسی پھول کا نام تو لیجئے"۔

شوچی بابو: "بیلا"۔

جوتشی: "کسی ندی کا نام لیجئے"۔

شوچی: "جمنا"۔

رتنکار اپنی آنکھیں بند کئے کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر کاغذ پر کچھ ہندسے اور نقشے بنا کر بولا: "نہ بیلا نہ جمنا۔ نہ بیٹی۔ نہ بیٹا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں آپ خوش قسمت نہیں ہیں۔ شادی تو ضرور ہوگی مگر اولاد نہ ہوگی"۔

شوچی بابو اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بغیر کچھ اور پوچھے جھٹ سے باہر نکل آئے۔ اُسی ماہ کے اندر شورلتا دیبی بابو شوچی کما نیوگی کے گھر کی مالکہ بن گئی۔ شادی کا پہلا سال نہایت ہنسی خوشی بسر ہوا۔ مگر دوسرے برس کے آغاز ہی میں بچہ پیدا ہونے کے آثار نے شوچی بابو کو افسردہ کرنا شروع کیا۔ پریشانی کے عالم میں دوڑے ہوئے جوتشی رتنکار کے یہاں گئے اور علم نجوم کے ناقص ہونے پر لکچر دینے لگے۔ رتنکار کے پاس سوائے اس کے اور جواب ہی کیا تھا کہ جناب بال بچے خدا کی نعمت ہیں۔ آپ کو تو شادی کے اس قدر جلد کامیاب ہونے پر پنڈتوں اور سنیاسیوں کی دعوت اور بھوجن کا سامان کرنا چاہئے۔ نہ کہ اُلٹے ولادت کے آثار پر برافروختہ ہونا؟ جائیے سُکھی رہیئے۔

شوچی بابو کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ بابو صاحب کے دل میں جوتشیوں کی طرف سے سخت نفرت بھی ہوگئی؛ مدت گذر گئی۔ نفرت بجائے کم ہونے کے بڑھتی ہی گئی کیونکہ کملا کی پیدائش کے بعد ہی چند سال کے اندر دُرگا۔ کالی۔ دو بہنیں اور پھر چھوٹا کھوکھا۔ ایک بھائی پیدا ہوا۔ کھوکھا بابو نے اپنے آمد کے پورے ایک سال بعد ایک چوتھی بہن کو بُلایا۔ چنانچہ جن نجومی صاحب کی شوچی بابو کے ہاتھوں درگت بننے کا حال شروع میں ہوا وہ اس نئی بچی کی ولادت سے ٹھیک ایک ہفتہ بعد کا واقعہ تھا۔ نجومی والی بلا کو دفع کرکے شوچی بابو گھر میں بیٹھے ہی تھے کہ بڑی لڑکی کملا نے آکر کہا: "بابا اماں کہتی ہیں کہ چائے نہیں پئیں گے بالکل جوشاندے کا مزا ہے۔ شاید تم نے دودھ اور شکر نہیں ملائی۔ مونہ سے لگاتے ہی اماں کو متلی آنے لگی۔ تھوڑی سی شکر اور دے دو۔ شکر کی ہانڈی دیکھتے ہوئے شوچی بابو بولے: "کل ہی ایک پیسہ کی شکر آئی ہے اور آج ہی آدھی کے قریب ختم ہوگئی۔ جاؤ کہہ دو کہ شکر نہیں ہے چائے نہیں ہوئی شربت ہوگیا۔ اتنی میٹھی چائے پی کر نقصان ہوتا ہے۔ خون خراب ہوجائے گا۔ کملا نے ڈرتے ڈرتے کہا: "شکر تو ہے۔ ذرا سی دے دو نا"۔ شوچی بابو نے جھلاکر اپنی لاٹھی سنبھالی: "جاؤ دور ہو۔ بڑی آئی ہے ماں کی چہیتی۔ چائے بغیر کیا جیا نہیں جاسکتا"۔

(۳)

چھ مہینے بعد کا ذکر ہے۔ شوچی بابو دوپہر کے وقت کھانا کھا رہے ہیں۔ چھوٹی بچی کو گود میں لئے ہوئے شورلتا شوہر کو پنکھا جھل رہی ہے۔ چھوٹا کھوکھا ننگ دھڑنگ زمین پر بیٹھا کھیل رہا ہے۔ کملا۔ کالی۔ اور دُرگا تینوں بڑی لڑکیاں کئی دنوں سے ماموں کے یہاں گئی ہوئی ہیں۔ شوچی بابو لڑکیوں کے بُلانے کا نام ہی نہیں لیتے۔ بیوی نے کبھی یاد بھی دلایا تو بات کو ٹال دیتے ہیں۔ آج بھی یہی مرحلہ درپیش ہے۔ شورلتا: "کیوں جی۔ کیا لڑکیاں ساری عمر ماموں مومانی کے بھات پر پڑی رہیں گی۔ یہ تین چالیس

ہزار کمپنی کا کاغذ اور مکان جائداد سب ہم لوگوں کی چتا پر جلانے کے لئے ہیں یا ان بال بچوں کے کھانے پینے کے واسطے خدا نے دیا ہے؟ تمہیں تو شرم نہیں مگر ہم تو اس خیال ہی سے زمین میں گڑے جاتے ہیں کہ بھائی بھاوج دل میں کیا سمجھتے ہوں گے؟"

شوجی بابو "تم سمجھتی تو ہو نہیں۔ خواہ مخواہ اُلٹی اُلٹی باتیں کرتی ہو۔ ارے ماموں ممانی غیر تو ہیں نہیں۔ ذرا بچوں کا دل ہی بہل جائے گا۔ تم بھی اس طرف بیمار سی معلوم ہوتی ہو۔ کچھ دم تو ے لو۔ بال بچے تو جان کے ساتھ ہی ہیں۔ ان کو ہم کہاں چھوڑیں گے اور ان کے الگ رہنے سے کتنا خرچ بچ جائے گا۔ جا ایسا خیال بھی کریں"۔

شورلتا "ارے تو ذرا گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے خضر پور جا کر لڑکیوں کو دیکھ آؤ۔ اس میں تمہارا کیا ہرج ہے" شوجی بابو بجائے اس کے کہ ہاں نہیں کہہ کر کوئی معقول جواب دیں اپنا پہلو بچانے کے لئے درمیان ہی بول اُٹھے "آج کھانے میں کنکر شاید رہ گئے۔ جلدی میں چاول اچھی طرح نہ دھل سکے۔ ہوں گے" شورلتا نے جواب میں کہا۔ چاول میں کنکر کہاں سے آئے شاید تمہارا برتن اچھی طرح نہ دُھلا ہوگا۔ میں نے تم سے برابر کہا کہ لاؤ برتن تمہارے میں دھو دیا کروں مگر تم تو میری سنتے ہی نہیں۔

بات در اصل یہ تھی کہ برتن باسن دھونے دھلانے کا کام خود بچارے شوجی بابو ہی کر لیا کرتے تھے۔ ان کے برتن تانبے پیتل کے یا تام چینی وغیرہ کے نہ تھے۔ برتنوں کے متعلق وہ اس بات کے قائل تھے کہ ایسے ہوں جو ہر قسم کی چوٹ اور نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔ یہاں تک کہ کثرت استعمال کے سبب گھس بھی نہ جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اندر سائبان میں قطار در قطار زمین پر سمنٹ مٹی کے گول گول تھال بنوا لئے تھے۔ اِن ہی ظروف نما دائروں میں خشکہ رکھ لیا جاتا تھا۔ ہر بڑے دائرے کے اِدھر اُدھر چھوٹے چھوٹے پیالہ نما گڑھے بنے ہوئے تھے جن میں دال۔ ترکاری۔ وغیرہ حسب ضرورت رکھ کر اطمینان سے کھانا نوش کیا جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ۔ ظاہر ہے کہ برتنوں کے ٹوٹ کر نقصان ہو جانے اور گھڑی گھڑی برتن مانجھنے دھونے سے بچنے کی پُوری احتیاط صرف اسی طرح کی ترکیب سے پوری ہو سکتی تھی۔ گھر میں اگلے وقت کے تانبے پیتل کے ظروف خاصی تعداد میں صندوقوں کے اندر مقفل رکھے۔ مگر ان برتنوں کو نکال کر دن رات استعمال کرنے میں نقصان کا سو فیصدی اندیشہ تھا۔ اور اس معاملہ میں شوجی بابو ہر طرح حق بجانب تھے۔ اس کے علاوہ ہاتھ سے برتن نیچے گر جانا شگونِ نیک نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آنے والا ہوتا ہو۔ تو برتن ہاتھوں سے چھوٹ کر گرنے لگ جاتے ہیں۔ گویا مہمان کی آمد کا پیغام سناتے ہیں۔ شوجی بابو کے لئے مہمان کا آجانا کچھ کم خوف کی بات نہ تھی۔ مفت میں بیٹھے بٹھائے نیا خرچ کھڑا ہو جانا کیا کوئی معمولی بات ہوتی ہے؟

پھر برتن مانجھنے دھونے کے لئے کسی آدمی کی ضرورت یقیناً لاحق ہوگی۔ مگر جب سَر ہی ندارد تو پھر سر کا درد کہاں۔ باسن برتن ہی نہیں تو پھر مانجھنے دھونے کی کون سی چیز رہی۔ یہی سب باتیں پیش نظر تھیں جو شوجی بابو نے زمین ہی میں رکابیاں اور پیالے بنوا رکھے تھے۔

قصہ مختصر شورلتا دیبی نے سلسلۂ کلام کو پھر جاری کرنے کی کوشش کی اور بولیں "میری بات کا تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک دن خضر پور جا کر لڑکیوں کو دیکھ آؤ" شوجی بابو نے جھلا کر کہا "بس ایک دن خضر پور جا کر لڑکیوں کو دیکھ آؤ" ہوں۔ تم نے کہدیا اور میں چلا بھی گیا۔ اور ہو بھی آیا۔ سب کام مفت بے پیسے کے ہو گیا؟ اتنی دور کیا پیدل آؤں جاؤں گا؟

"ارے یہ کس نے کہا کہ تم پیدل جاؤ اور آؤ۔ کیا ٹرام اور بس نہیں ہے؟" شورلتا نے جواب دیا۔

اب تو شوجی بابو حقیقت میں جھلا اُٹھے اور بولے "ہاں راستہ تو ٹرام کا بھی ہے۔ مگر کرایہ بھی تو شاید تم ہی اپنے پاس سے

دے دوگی. خدا کے لئے میرے کھانے کے وقت ایسی فضول باتیں کرکے دماغ پریشان نہ کیا کرو۔"

کھانے کے بعد منہ ہاتھ دھو جھاڑن کو کھول کر کاندھے پر ڈالا اور ایک چارگز کی نیلی رنگی ہوئی دھوتی کمر سے باندھی اور باہر نکل گئے. شوچی بابو کا معمول تھا کہ کھانے کے بعد دونوں وقت مکان کے سامنے چکرورتی کی دوکان پر جاکر حقہ پی آیا کرتے. گھر کے اندر کپڑوں کی چنداں ضرورت نہ تھی ایک جھاڑن کی قسم کا ٹکڑا کمر میں باندھ لینا کافی تھا. ہاں تمباکو پینے کے عادی تھے اور اس کا انتظام گھر میں کرنا خالی از فضول خرچی نہ تھا. لامحالہ باہر جاکر کسی کے یہاں بیٹھنا اٹھنا تھا اور وہیں ناریل پر دم لگا لینے میں طرفین کے کسی فریق کا بھی کوئی خاص نقصان نہ تھا. مگر اس کے لئے کم از کم ایک دھوتی کی شدید ضرورت تھی. اس لئے انہوں نے یہ چارگز کپڑا بملغ گیارہ آنے میں خرید کر ایک قسم کی دھوتی بنا لی تھی. کپڑے والے سے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ رفتہ رفتہ تمہارا حساب چکا دیا جائے گا. نیلے رنگ میں یہ مصلحت تھی کہ جلد جلد دھونے اور صاف کرنے کی ضرورت نہ پڑے. دھوبی کا تو خیر سے کوئی تعلق کبھی بھی نہ رہا مگر پھر بھی کیا اپنے ہاتھوں ہی بار بار دھونے سے کپڑا جلد پھٹ نہ جائے گا؟ آخر اس کے متعلق بھی تو احتیاط کرنی تھی.

لنگی کے لئے کپڑا خریدتے وقت شوچی بابو نے پوری دُور اندیشی کرلی تھی. کپڑا کم از کم تین سال تک ضرور چلے گا. اس تین سال میں دونوں وقت مفت تمباکو پینے میں آئے گا. کپڑے اور تمباکو کا حساب کرکے نفع کی طرف سے اطمینان کر لیا گیا تھا. تین سال کے بعد بھی پرانا کپڑا کسی نہ کسی کام میں آہی جائے گا کچھ نہیں تو کسی چھوٹے بچہ کا نہالچہ تو شک ہی بن جائے گا. کیونکہ ہر سال دو سال میں ایک بن بلائے بچے کی آمد پر اس کے استقبال کا سامان کرنا پڑتا تھا. حساب کتاب کے معاملہ میں شوچی بابو کو کافی تجربہ حاصل تھا.

(۳)

خضر پور کی موٹربس دھرمتلہ سے تیزی کے ساتھ راستہ طے کر رہی ہے. بابو شوچی کمار نیوگی بوسیدہ عبا پہنے کسی خیال میں محو بیٹھے چلے جا رہے ہیں. ٹکٹ چیکر دوسرے مسافروں کی طرف سے ہوتا ہوا ان کے پاس بھی آ کھڑا ہوا. انہوں نے نہایت بُرد باری و متانت کے ساتھ "منتھلی" (ماہوار ٹکٹ) کہہ کر خاموشی اختیار کرلی. چیکر نے سمجھا کہ علی پور عدالت کے کوئی وکیل مختار ہوں گے اور روزانہ کے آنے جانے والے چپ چاپ دوسری طرف مڑ گیا. اُسے کیا معلوم کہ بس کا کرایہ بچانے کے لئے یہ اپنے ہمسایہ کا منتھلی ٹکٹ مانگ کر لیتے آئے ہیں. عبا اگرچہ پرانی تھی اور باپ دادا کے وقت کی ایک گئی گذری شانِ امارت کا اعلان کر رہی تھی مگر وکیل مختار بھی تو آج کل زیادہ تر پرانی کرم خوردہ ہی عبا زیب تن فرما کر عدالتوں کا طواف کرتے نظر آتے ہیں. چیکر کو کیا واقفیت تھی کہ یہ کون ہیں. ہاں جاننے والے یہ ضرور جانتے تھے کہ شوچی بابو وکیل تو نہیں مگر بخیل ضرور ہیں.

ہاجرہ روڈ کے نکڑ پر ایک دوسرا چیکر گاڑی میں آیا اور ٹکٹ لوگوں کے دیکھنے لگا. شوچی بابو نے اسے بھی پہلے کی طرح نیم مکمل جواب پر ٹالنا چاہا مگر اس نے ٹکٹ دیکھنے پر اصرار کیا. ٹکٹ پر "اُوبی ناش چکر[illegible]" کا نام دیکھ کر دریافت کیا کہ "کیا منتھلی ٹکٹ آپ ہی کا ہے."

شوچی بابو "میرا نہیں تو اور کس کا ہے؟" ٹکٹ چیکر مشکوک تو ہو ہی رہا تھا قسمت کی خوبی دیکھئے کہ اسی جگہ شوچی بابو کے ایک دوست موٹربس میں سوار ہوئے اور ان کا نام لیتے ہوئے ان کی ہی جگہ کی طرف بڑھے. اب تو بابو شوچی کمار نیوگی کی حالت دیکھنے کے قابل تھی. دل ہی دل میں اپنے دوست پر لعنت کرتے ہوئے اٹھے اور فوراً ہی دروازے تک پہنچ کر

چلتی موٹر سے کود پڑے۔ بابو صاحب کودنے کو کود گئے مگر ایک راہگیر سے ٹکر کھا کر بجلی کے کھمبے سے ٹکرائے۔ چوٹ کا انہیں زیادہ خیال نہ ہوا مگر عبا کے تار تار ہو جانے اور دھوتی کیچڑ میں لت پت ہونے سے بہت زیادہ پریشان ہوئے۔ مگر کرتے تو کیا کرتے۔ چار و ناچار گردن جھکائے اور راہ چلتوں کے آوازے سنتے اپنی بی بی بچوں کو کوستے اور گالیاں دیتے ہوئے آگے بڑھے۔ دوسری بس کا خیال قصداً ترک کیا۔ شام ہوتے ہوتے سسرال میں داخل ہوئے۔ اندر قدم رکھتے ہی درگا، کالی اور سب بچے ان کی طرف دوڑے۔ درگا نے باپ کو چھیڑنے کے لئے اپنی زبان کھولی "اب تمھارے پاس ہم نہ رہیں گے۔ تم ہم لوگوں کو اچھی طرح کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں دیتے۔ اور اُلٹا غصہ کرتے رہتے ہو۔ یہاں پر ماموں مومانی کھانے کو بہت سی ترکاری اور مچھلی دیتی ہیں۔ ابھی ابھی ہم سب نے ایک ایک پیالہ دودھ پیا۔ تم بھی پیوگے؟ دیکھو ہم مومانی سے دودھ مانگ کر لے آتے ہیں۔ کالی بہنوں میں بڑی تھی۔ درگا کو خاموش کرتے ہوئے بولی "بابا۔ گھر جانے کے لئے بہت جی چاہتا ہے۔ اماں کو ذرا دیکھ کر ہم لوگ پھر آجائیں گے۔ آج گھر سے چلو۔"

ابھی شوچی بابو اچھی طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اُن کا چھوٹا سالا پھونک دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا "دولہا بھائی۔ لاٹری کا ٹکٹ آپ کو خریدنا پڑے گا۔ سینٹ ایوجن سوئیپ کا ایک روپیہ قیمت ہے۔ فرسٹ پرائز ساڑھے بائیس ہزار ہے۔ میرے پاس دو ٹکٹ بچے ہوئے ہیں۔ پرسوں ٹکٹ خریدنے کی آخری تاریخ ہے۔" وہ جس قدر ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں اُسی قدر سالا انھیں تنگ کرتا ہے۔ سارے بچے گھیرے ہوئے ہیں۔ اندر سے ساس نے شوچی بابو کی آمد کا حال سنتے ہی باہر قدم نکالا۔ بابو صاحب نے ساس کو آتے دیکھ کر بدرجہ مجبوری سالے کے ہاتھ میں جلدی سے روپیہ دیا۔ دل میں سوچا آج کس منحوس کی صورت صبح صبح دیکھی تھی کہ ہر قسم کی آفت سر پر آئی پھر یکایک خیال آیا کہ بستر سے اُٹھتے ہی دیوار کے آئینہ میں اپنا ہی تو چہرہ پہلے دیکھا تھا۔ قصہ مختصر ساس وغیرہ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ناشتہ پانی سے فراغت پائی۔ بچوں کو بہلا پھسلا کر رات کے آٹھ بجتے بجتے گھر کا راستہ لیا۔ بس کی ذلت کا احساس کرتے ہوئے ٹریم میں ہی دھرم تلہ تک آئے۔ جھلائے ہوئے تو تھے ہی۔ گھر پہونچتے ہی بی بی کے سوال پر کہ "لڑکیاں کہیں ہیں۔ کب لاؤگے؟" شوچی بابو صرف اتنا کہہ کر کہ "نہیں معلوم۔ چپ رہو" خاموش اپنی کوٹھری میں گھس گئے اور آپ ہی آپ بڑبڑانے لگے "جیسی بہن ویسا بھائی۔ مردود نے آخر ایک روپیہ لے ہی لیا۔ اچھا تو اگر ایک روپیہ کے دو روپیہ نہ وصول کئے تو میرا نام بھی شوچی کمار نہیں"

(۴)

ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔ شوچی بابو کاغذ کے کھلونے گن رہے ہیں۔ آج کئی دن سے وہ کھلونے بنانے میں مشغول ہیں۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ جتنے اُنھوں نے بنائے ہیں اگر اتنے ہی اور بنالیں تو سب کی قیمت ایک روپیہ پندرہ آنے ہوگی۔ اس میں سے کاغذ کا خرچ ڈیرہ آنے۔ میدہ (آٹا) چھ پیسہ۔ اور چولھے کی آنچ کے دام دو پیسے کاٹنے کے بعد پورے ایک روپیہ کی بچت ہو جائے گی۔ یہ لاٹری کے ٹکٹ کا روپیہ نکل آیا۔ چنانچہ تین چار دنوں کی مسلسل محنت سے اتنے کھلونے بن گئے کہ چکرورتی کی دوکان پر بیچنے کے بعد انہیں دو روپے پانچ پیسہ ملے جس کے معنی یہ ہوئے۔ کہ لاٹری کے ٹکٹ کا خرچ نکال کر بھی مبلغ سوا دو آنے نفع میں آگئے۔

دوکان ہی میں اُنھوں نے ہنستے ہوئے جوگین سے پوچھا "کیوں بھئی سینٹ ایوجن سوئیپ کے ریزلٹ (نتیجہ)

کی بھی کچھ خبر سُنی ؟ کتنے نمبر والے ٹکٹ کو فرسٹ پرائیز ملا ؟"

جوگین "وہ۔ آپ نے نہیں سنا۔ سترہ ہزار سات نمبر نے فرسٹ انعام پایا۔ ہوڑہ ضلع کی ایک بیوہ بڑھیا کو ملا۔ باقی پرائیز باہر کے لوگوں نے پائے"۔

شوچی بابو اپنے سالے پھوٹک سے بے حد جلے ہوئے تھے تاہم اُنہوں نے اپنے خریدے ہوئے ٹکٹ کی بڑی حفاظت کی تھی اور اُس کا نمبر بھی اچھی طرح یاد رکھا تھا جو تیس ہزار پانچ سو تھا۔ سترہ ہزار سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ دل ہی دل میں خیال کیا۔ پھر کسی سے پوچھوں شاید کہ وہ تیس ہزار پانچ سو کہہ ڈالے۔ کچھ مایوسی کچھ اُمید کی حالت میں گھر میں آئے۔ اچکن اور ردا پہنی اور سینٹ ایوجین سوئیپ کا پورا پتہ لگانے کے لئے باہر نکلے۔ تقریباً بیس جگہ بیس آدمیوں سے دریافت کیا۔ سب نے یہی بتلایا کہ فرسٹ پرائیز سات ہزار سات نمبر والے ٹکٹ کو ملا۔ اس کے علاوہ اور کوئی انعام بنگال کے کسی شخص کو نہیں ملا۔ اگرچہ ٹکٹ کا ایک روپیہ کب کا وصول کر چکے تو پھر بھی انہیں انعام نہ ملنے کا رنج بے حد ہوا۔ زندگی بھر خدا کو یاد کرنے کی کبھی نوبت نہ آئی تھی۔ مگر آج رہ رہ کر خدا کی ناانصافی پر غصہ آرہا تھا۔ اسی غصہ اور رنج کے عالم میں گھر واپس آئے۔ یہاں یہ سُن کر کہ ان کے ہمسائے جودھو بابو کے باغ سے کچے پپیتے اور ساگ آئے تھے اور آج پپیتے ہی کی ترکاری پکی ہو شوچی بابو کے غصہ کا تھرمامیٹر سب سے اُونچی ڈگری تک پہونچ گیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ انہیں پپیتے سے اس کے ہاضم ہونے اور اس بنا پر بھوک جلد لگنے اور کھانا زیادہ کھائے جانے کے سبب سخت نفرت تھی۔ اس پر طرّہ یہ کہ بی بی نے ساگ کی بُھجیا بھی بنا ڈالی تھی۔ ایک ہی وقت میں دو دو قسم کے سالن۔ یہ اسراف بیجا نہیں تو اور کیا تھا۔ بابو صاحب غصہ میں بھرے ہوئے تو تھے ہی۔ بی بی سے خوب لڑے اور اُن کا غصہ اُس وقت تک نہ اُترا کہ ایک گاڑی منگا کر شور لتا دیوی کو ان کے میکے نہ بھجوا دیا۔

(۵)

گذشتہ واقعہ کو کئی دن ہو چکے ہیں۔ شوچی بابو اپنی بی بی اور کُل بچوں کو سوائے بڑی لڑکی کملا کے اب تک خضر پور سے کلکتہ واپس نہیں لائے۔ کملا کے ساتھ رہنے سے انہیں کھانے وغیرہ کے پکانے میں دقت نہیں ہوتی۔ ایک روز صبح کے وقت اپنے گھر کی کھڑکی سے راستہ کی جانب آنے جانے والوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی بُڑھیا موہانی گٹھری سنبھالے اس طرف چلی آرہی ہیں۔ دل ہی دل میں کہنے لگے "ارے غضب ہو گیا بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ یہ بڑھیا یہاں آکر یقیناً دھرنا دے گی اور کئی دن تک کھانا ڈاٹے گی۔ کیا کروں۔ اس کی پوٹلی میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں تو ضرور ہوں گی۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے آخر آئی ہے تو کچھ روز ضرور ہی رہے گی۔ اور جب تک میرا آدھ من چاول ہضم نہ کرے گی۔ پیچھا نہ چھوڑے گی"۔ پھر فوراً ہی بیٹی کو آواز دی اور اس سے کہا "دیکھ سامنے تیری دادی چلی آرہی ہیں۔ اس وقت میری حالت مہمانداری کرنے کی نہیں ہے تو کسی بہانے سے اس کو ٹال دے۔ ابھی باہر جا اور دادی سے کہدے کہ بابا کا دماغ خراب ہو گیا ہے جا۔ فوراً جاکر بڑھیا سے یہی بات کہدے سمجھی نا"۔ اتنے میں بڑی بی صدر دروازہ سے داخل ہو گئیں اور شوچی بابو کی جانب دیکھتے ہی بولیں "بابا۔ تم لوگ خیریت سے تو ہو؟ خدا تم لوگوں کو جیتا رکھے۔ کرسٹو میرا سگا نواسہ ہے مگر کس کام کا۔ اُس کا اور اُس کی بی بی کا برتاؤ ایسا ہے کہ بس اب میرا دل کھٹا ہو گیا اب تو ہم اپنی جان بچا کر تمہارے ہی گھر میں آ گئے۔ تم ہی لوگ میرے سب کچھ ہو"۔

شوچی بابو دل ہی دل میں چونک اُٹھے کہ "لیجئے یک نشد دو شد۔ یہ دو چار روز کی مہمانی کی بات نہیں ہے۔ بڑھیا ہمیشہ کا ٹھکانا یہاں ہی کرنے کا سوچ رہی ہے"۔ اتنے میں مومانی نے پھر پوچھا "ہاں شوچی۔ بچے بالے تو سب اچھے ہیں نا؟ بہو کہاں ہے؟"
شوچی بابو کاٹ کی مورت کی طرح کچھ دیر خاموش رہ کر یکایک دھیمی آواز میں کوئی گانا گانے لگے۔ پھر مومانی سے مخاطب ہو کر بولے "تم کون ہو؟ ذرا بتلاؤ تو"۔ بڑی بی "ارے یہ تجھے کیا ہو گیا ہے شوچی؟ کیا مومانی کو بھی بھول گیا۔ یا مجھ بڑھیا سے مذاق کر رہا ہے؟"

شوچی بابو "ایں کیا بولی۔ تو کون بدبخت ہے جو یہاں آکر اس طرح کی باتیں کرتی ہے۔ ارے کملا۔ لا تو میری لاٹھی۔ ابھی اس کا سر توڑوں"۔ اور پھر فوراً ہی انگنائی میں ادھر اُدھر ناچنے تھرکنے گانے لگا۔ بڑھیا بچاری تو حواس باختہ ہو گئی اور لگی بچوں کا نام لے لے کر پکارنے "ارے ڈرگا۔ اے کالی۔ بہو ماں تم کہاں ہو۔ ارے یہ شوچی کی کیا حالت ہو گئی۔ ہائے خدا کیا یہ پاگل ہو گیا ہے"۔ اتنے میں کملا ڈرتے ڈرتے دوڑی ہوئی دادی سے آکر لپٹ گئی اور کہنے لگی "دادی۔ بابا کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ماں بھی خضر پور ہیں"۔ اب تو بڑی بی کے واقعی اوسان خطا ہوئے۔ بچاری نے جلدی جلدی گٹھری سنبھالی اور اُلٹے پاؤں باہر کا رُخ کیا۔ کملا دروازے تک ساتھ گئی۔ بڑی بی کی زبان پر یہ الفاظ تھے "ہائے افسوس۔ ایسا ہٹا کٹا آدمی پاگل ہو جائے۔ صدمہ تو اس کا ہے کہ کرسٹو کے یہاں سے شوچی کے پاس آئے کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب اُسی کے پاس رکھ دیں گے کہ میرے جینے مرنے میں کام آئے۔ مگر اس کو کیا جانتے تھے کہ سب کچھ کرسٹو ہی کی قسمت کا ہے۔ یہ لاٹری کے ٹکٹ کے ساڑھے بائیس ہزار بھی کرسٹو ہی کو ملیں گے۔ بھلا تقدیر کا لکھا کون مٹا سکتا ہے"۔

(۶)

شوچی بابو کے گھر میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ وہ سخت علیل ہیں۔ خضر پور سے ان کی سسرال والے اور بیوی بچے سب آئے ہوئے ہیں۔ بیماری کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ کسی سخت صدمہ کے باعث دل و دماغ پر اثر پڑ گیا ہے جلد ہی اچھے ہو جائیں گے۔ شوچی بابو کسی قدر ہوش و حواس میں ضرور ہیں۔ بار بار ان کی زبان سے یہی نکلتا ہے "ہائے میں مرا۔ اب زندگی بھر اچھا نہ ہو سکوں گا۔ ہائے میری قسمت۔ اُف وہ بڑھیا روپیہ ڈھو کر میرے گھر لائے اور پھر واپس چلی جائے! بڑی بھول ہوئی۔ ہائے ساڑھے بائیس ہزار۔ ہائے ساڑھے بائیس ہزار"۔ بڑے سالے نے سمجھاتے ہوئے خاموش رہنے کی تاکید کی "بھائی۔ صبر کرو۔ تم نے بھی تو آخر ٹکٹ خریدا تھا اگر تمہاری قسمت میں ہوتا تو تمہارے ہی نام انعام نکلتا۔ چونکہ تمہارے نصیب کا نہ تھا اس لئے بڑھیا بھی تمہیں دینے کے لئے آئی تو تم کو نہ مل سکا۔ اس کا افسوس بیکار ہے"۔ شوچی بابو نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک گہرا سانس لے کر کہا "افسوس تو عمر بھر رہے گا۔ مگر یہ سب میری غفلت سے ہوا۔ سب یہی کہتے تھے کہ ہوڑہ کی ایک بڑھیا کو فرسٹ پرائیز ملا ہے۔ ہائے ہائے کون جانتا تھا کہ یہ بڑھیا میری ہی مومانی ہے۔ کرسٹو سے ناراض ہو کر مجھے دینے بھی آئی تو میں نے اُسے یوں کھویا۔ ہائے سب کچھ کرسٹو کی قسمت میں تھا۔ ہائے اللہ۔ میں مرا۔ میں مرا۔ ارے ذرا پانی پلاؤ۔ ہائے ساڑھے بائیس ہزار"۔

سچ ہے قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں جانتا۔ شوچی بابو کو خواب میں بھی اس کا پتہ نہ مل سکا تھا کہ سترہ ہزار سات نمبر کے ٹکٹ کا انعام خود ان ہی کی مومانی کو ملا ہے اور یہ بھی اُن کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ کرسٹو سے خفا ہو کر اور سارا روپیہ لے کر مومانی ان کے گھر میں رہنے کے لئے آرہی ہیں۔ کون جانتا تھا کہ وہی شوچی بابو جو دو دن پہلے جھوٹ موٹ پاگل بننے کی کوشش کر رہے تھے آج سچ مچ پاگل اور بدحواس ہو گئے۔ اور ہر دم اُن کی زبان پر یہی جاری رہے گا کہ "ہائے ساڑھے بائیس ہزار۔ ہائے کیسی غلطی ہوئی۔ اُف میں کیا

یہ بیوی خوب گھر کریگا

یہ بیوی ہم کو کھائیگا

ازپروفیسر ستار خیری ایم اے

کسی شہر میں ایک بڑھیا رہتی تھی جس کے ہاں تین لڑکیاں تھیں۔ سب سے چھوٹی خود اس کی لڑکی تھی اور دو اس کی دو بہنوں کی لڑکیاں تھیں بڑھیا روز کام پر جایا کرتی تھی، ایک دن صبح صبح ایک مرزا صاحب آئے اور بڑھیا سے کہنے لگے کہ بڑی بی یہ مٹھائی رکھ لو میں شام کو آکر لیجاؤنگا۔ بڑھیا بولی میاں میں غریب عورت ہوں۔ میرے گھر میں تین لڑکیاں ہیں کہیں اُنھوں نے مٹھائی کھالی تو میں تم کو کیا جواب دونگی۔ مرزا صاحب بولے "بڑی بی بھلا وہ بچہ تھوڑی ہیں کہ خواہ مخواہ پرائی مٹھائی کھالیں گی"، غرض بہت اصرار کے بعد بڑی بی نے مٹھائی لے کر اونچے چھینکے پر ٹانگ دی۔ جب بڑی بی چلی گئیں تو لڑکیوں نے آپس میں کہا کہ بہت دنوں سے مٹھائی نہیں کھائی ہے اگر ذرا سی ہم تینوں چکھ لیں گے تو اتنی ساری مٹھائی میں سے معلوم بھی نہیں ہوگا کہ کم ہوگئی ہے۔ چنانچہ ایک کی پیٹھ پر دوسری نے چڑھ کر وہ مٹھائی اُتاری اور تھوڑی سی کھائی۔ پھر یہ خیال کرکے کہ ذرا سی اور بھی کھالیں گے تو بھی نہیں معلوم ہوگا۔ کچھ اور کھائی۔ اور پھر اور بھی کھالی۔ یہاں تک کہ اتنی کھالی کہ صاف یہ معلوم ہونے لگا کہ بہت سی مٹھائی کم ہوگئی ہے۔ تو پھر یہ رائے قرار پائی کہ اب تو جو ہو سو ہو سب ہی کھالو۔

جب شام کو بڑی بی آئیں تو بڑی خفا ہوئیں اتنے میں مرزا صاحب آئے اور اپنی مٹھائی مانگی۔ تو بڑی بی نے سارا قصہ کہہ سُنایا کہ میاں میں تو تم سے پہلے ہی کہتی تھی۔ مرزا صاحب نے کہا کہ بڑی بی یا تو میری مٹھائی دو نہیں تو بیٹی دو۔ بڑی بی نے بہت واویلا کیا کہ لوگوں کہیں کسی نے ایسا غضب بھی دیکھا ہے۔ محلہ والے جمع ہوئے۔ اُنھوں نے بڑی بی کو سمجھایا کہ بڑی بی آخر لڑکیوں کی شادی کرنی ہے ہی ایک بیٹی ان کو دیدو۔ شریف اور کھاتے پیتے آدمی ہیں۔ چنانچہ ایک بیٹی مرزا صاحب کو دیدی۔

اب مرزا صاحب گھر آئے پینس میں سے بیوی صاحب کو اُتروایا۔ گھر کی ماما کو بلاکر کہا کہ "شیشی ران دیکھو یہ ہماری بیوی ان کا خیال رکھنا کسی قسم کی ان کو تکلیف نہو۔ آدھی کا گھی۔ ادھی کا آٹا اور ادھی کی شکر لاؤ اور بیوی کو کھلاؤ۔ اب میں کچہری جاتا ہوں۔ شام کو آؤنگا"۔ یہ کہہ کر مرزا صاحب چلے گئے۔ شیشی ران نے مرزا صاحب کے کہنے کے موافق ادھی کا گھی آدھی کا آٹا۔ اور ادھی کی شکر لا چھوٹی سی ٹکیا پکائی۔ جس کو بیوی نے ایک نوالے میں کھالیا۔ شام کو مرزا صاحب آئے اور پوچھا:۔ "شیشی ران بیوی نے کھانا کھایا" "جی میاں کھایا" "سب کھالیا؟" "جی میاں سب کھالیا" تو مرزا صاحب نے کہا کہ "یہ بیوی ہم کو کھائیگا۔ یہ بیوی ہم کو کھائے گا" اور پکڑ بیوی کو ایک کوٹھری میں بند کردیا۔

کچھ دن کے بعد دو روپیہ کی مٹھائی لے کر پھر بڑھیا کے ہاں پہنچے اور اسی طرح اصرار کرکے آخر مٹھائی رکھوائی۔ اور اُسی طرح لڑکیوں نے وہ مٹھائی بھی کھالی۔ شام کو اُنھوں نے پھر کہا کہ "بڑی بی۔ بڑی بی یا تو میری مٹھائی دو نہیں تو بیٹی دو" بڑی بی پھر روئیں دھوئیں آخر لوگوں کے سمجھانے سے اس لڑکی کی بھی شادی کردی۔ گھر لائے اور جو واقعہ پہلی بیوی کے ساتھ پیش آیا وہی اس دوسری لڑکی کے ساتھ بھی پیش آیا۔

کچھ دنوں کے بعد پھر مٹھائی لے کر پہنچے۔ مگر بڑھیا نے کہا کہ میاں قُدری ہو جاوی میں تو اب تمھاری مٹھائی رکھوں گی نہیں مگر یہ بیٹی بڑی بی کی تھی اور تینوں لڑکیوں سے چھوٹی تھی اور بڑی عقلمند تھی۔ اس نے ماں کو سمجھایا کہ لے تو لو دیکھو اللہ کا کرنا کیا ہوتا ہے۔ آخر بڑی بی نے مٹھائی لے لی۔ اور لڑکی نے مٹھائی ہڑپ کی۔ شام کو مرزا صاحب نے وہی کہا کہ یا تو مٹھائی دو نہیں تو بیٹی دو۔ اس دفعہ بڑی بی بہت ہی چیخیں چلائیں اور دہائی دی مگر لوگوں کے اور خود بیٹی کے سمجھانے سے یہ بیٹی بھی دے دی

مرزا صاحب گھر لائے اور شیشی ران سے حسب معمول کہا کہ آدھی کر گھی آدھی کا آٹا آدھی کی شکر لاکر شکر تری پکاؤ اور بیوی کو کھلاؤ۔ دیکھو بیوی کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میاں تو یہ کہہ کر چلے گئے۔ بیوی نے سوچا اور غور کیا۔ جب شکر تری تیار ہوئی تو شیشی ران سے یہ کہہ دیا کہ شیشی ران میں تو کھا نہیں سکتی۔ شیشی ران نے حیران ہو کر کہا کہ بیوی آخر کیوں۔ بیوی نے کہا کہ شیشی ران میرا تو خوشبو سے پیٹ بھر گیا۔ جب میاں شام کو آئے تو شیشی ران نے کہہ دیا کہ میاں بیوی نے تو کچھ کھایا نہیں کہتی ہیں کہ میرا خوشبو سے پیٹ بھر گیا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ "یہ بیوی خوب گھر کرے گا۔ یہ بیوی خوب گھر کریگا"

دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا بیوی عقلمند تھیں شیشی ران کو ملا کر اپنے کھانے کا الگ انتظام کر لیا تھا۔ ایک دن مرزا صاحب نے سوچا کہ کچھ نہ کچھ معاملہ ہے روز روز خوشبو سے کس کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ ایک دن بیوی سے کہا کہ بیوی غالیچہ اور دریاں مدت سے بند ہیں۔ یہ فلاں کوٹھری کی کنجی ہے نکلوا کر آج دھوپ میں ڈلوا دو۔ چنانچہ تمام غالیچے اور دریاں منڈیروں اور چھجوں پر لٹکوا دیئے گئے۔ بیوی نے شیشی ران سے کہا کہ وہ بڑا غالیچہ سامنے کے چھجے پر ڈالنا۔ میاں جاتے وقت چپکے سے ڈیوڑھی میں سے زینہ پر چڑھ گئے اور بڑے غالیچہ کے نیچے جا دبکے تاکہ چپکے سے دیکھیں کہ بیوی درحقیقت کچھ نہیں کھاتیں یا کیا بات ہے۔ بیوی نے بھی تاڑ لیا۔ دوپہر کے بعد شیشی ران سے کہا کہ دیکھو ڈنڈا لیکر ذرا غالیچوں اور دریوں کو ٹھوکو تاکہ خاک اور گرد و غبار سب نکل جاوے۔ اور دیکھو وہ جو بڑا غالیچہ سامنے کے چھجے پر ہے اُس کو خوب ہی ٹھوکنا۔ اب جو میاں کے ڈنڈے پڑے تو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ مگر کیا کرتے۔ بیوی نے کہا کہ شیشی ران یہ غالیچہ بہت بھاری ہے اس کو تو یونہی کا یونہی نیچے پھینک دو۔ غالیچہ جو نیچے گرا تو دھم سے میاں بھی آن گرے۔ اور گرتے ہی دم سادھ لیا۔ بیوی دوڑیں۔ معاملہ کو تاڑ لیا۔ مگر بن کر چیخنا چلانا شروع کیا کہ ہے ہے میں بیوہ ہو گئی۔ ہیرے میاں کو کیا ہوا۔ ارے لوگو دوڑو۔ محلہ کے لوگ جمع ہو گئے بیوی کو تسلی دی مگر اُن کا رونا نہ تھما۔ میت کو نہلایا۔ دُھلایا۔ کفنایا اور اب قبرستان کی طرف لے چلے کہ بیوی نے کہا خدا کے لئے ایک دفعہ مجھ کو اس کا منھ اور دکھا دو۔ پھر تو ہمیشہ کا ساتھ چھٹنا ہی ہے۔ لوگ ہٹے اُنھوں نے کفن ہٹا منھ کھولا! اور کہا کہ میاں دیکھو اب تم قبرستان جاتے ہو۔ گھر کی کُنجیاں اور انتظام میرے سپرد کر دو۔ میں تم کو کسی طرح بچا ہی لونگی۔ مگر مرزا صاحب نے کہا کہ "بیوی جان تمھاری ہے مگر کُنجیاں تو میں تم کو دونگا نہیں۔" خیر بیوی نے آواز دی کہ لوگو میّت کو اُٹھاؤ اور خود بھی جنازے کے ساتھ پیچھے چلیں۔ آدھی دور پہنچ کر پھر زور سے رونا شروع کیا کہ میں ایک دفعہ پھر دیکھوں گی۔ غرض پھر جنازہ زمین پر رکھا گیا۔ لوگ ہٹ گئے بیوی نے کھول کر منھ دیکھا اور کہا کہ "قبرستان سامنے ہے دیکھو ہمیشہ کے لئے گاڑ دیئے جاؤ گے گھر کا مختار مجھ کو بنا دو اور کنجیاں دے دو تو میں اب بھی تم کو بچا لونگی۔" میاں نے کہا کہ "بیوی جان کی مختار تم ہو۔ مگر کُنجیاں تو تم کو دینے کا نہیں۔"

اب جنازہ قبرستان پُہنچا۔ قبر میں اُتار اگیا۔ بیوی نے پھر رونا پیٹنا شروع کیا۔ اور کہا کہ ایک دفعہ اُن کا مُنھ مجھ کو اور دکھا دو۔ پھر تو اُن پر مٹی پڑ جائے گی۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تہِ خاک سو جائیں گے۔" بیوی نے کہا کہ "میاں دیکھو یہ آخری دفعہ کہتی ہوں۔ پھر منوں مٹی تمھارے اوپر پڑ جائے گی۔ دیکھو کنجیاں دیدو اور گھر بار کا انتظام میرے سپرد کر دو۔" میاں نے کہا

جان تمھاری مگر کنجیاں تو میں دیتا نہیں۔" آخر قبر پٹ گئی۔

بیوی تھیں عقلمند۔ قبر کھودنے والوں سے یہ کہدیا تھا کہ قبر بغلی ہوگی۔ اور بغل میں قبر کے ایک سرنگ ہوگی تاکہ باہر جایا جاسکے۔ گھر لوٹ کر آئیں شیشی ران سے کہاکہ آج تم گھر جاؤ میں کھاؤں گی نہیں۔ رات کو ڈیوڑھی کی کنڈی نہیں لگائی۔ اور انتظار میں پلنگ پر جاکر لیٹ گئیں۔ کوئی نو بجے دروازہ کھلا اور میاں کفن پہنے ہوئے داخل ہوئے۔ بیوی کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور کہاکہ بیوی تم میری آقا اور تم میری مالک اور میں تمھارا غلام، لو یہ کنجیاں لو۔ تم میری جان کی بھی مالک اور مال کی بھی مالک جس طرح جی چاہے گھر چلاؤ۔ تمھاری بہنیں بھی زندہ ہیں۔ اپنی ماں کو بھی بلاؤ۔ سب یہیں رہیں گے، مگر بیوی لائق اور عقلمند تھی کچھ دنوں ماں اور بہنوں کو اپنے ہاں رکھا۔ پھر ایک دوسرا مکان لیکر اُن کو وہاں رکھا۔ مہینہ مقرر کردیا۔ ان دونوں بہنوں کا مرزا صاحب سے نکاح ہی نہیں ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے بعد کو اپنے دو رشتہ داروں سے دونوں بہنوں کا نکاح بھی کروادیا۔

آج کل اسکولوں میں تعلیم ہوتی ہے۔ اور جیسی ہوتی ہے معلوم ہے۔ پرانے زمانہ میں کہانیوں۔ پہیلیوں ہٹکلیوں۔ گڑیوں کی شادی وغیرہ کے ذریعہ سے مکمل تعلیم و تربیت مل جایا کرتی تھی۔ انھیں کہانیوں میں سے یہ ایک ہے جو یہ بتاتی ہے کہ قریب قریب ہر شوہر یہ چاہتا ہے کہ بیوی جتنا کم خرچ کرے اتنا ہی اچھا ہے۔ اگر خوشبو سے ہی گذارا کرے تو پھر اس سے اچھا کیا ہوگا۔ اور جو بیوی چاہے کتنی ہی کم تنخواہ یا آمدنی ہو اگر اس میں سے کچھ بھی نہ بچا سکے تو وہ بیوی گویا میاں ہی کو کھا کر چھوڑے گی۔

چنانچہ اس کہانی سے یہ سبق ملا کہ عقلمند بیوی میاں کو چاہے وہ کیسا ہی ضدی اور خودسر کیوں نہ ہو اپنا غلام بنا لیتی ہے تمام دنیا کا ہر زمانے میں اور ہر جگہ یہی تجربہ ہے۔ ہر مرد میں ایک بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور ہر بیوی میں ایک ماں۔ مرد کو اپنا بنا لینا کون سی مشکل بات ہے۔ مگر لازمی یہ ہے کہ اول تو عورت کو اپنی جزیات پر پوری قدرت ہونی چاہئے۔ اور دوسرے اپنے میاں کی تمام کمزوریوں سے پوری پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ میاں کی کمزوریوں پر ناک و بھوں نہ چڑھانی چاہئے۔ بلکہ اُن کمزوریوں کو ہنسی مذاق میں اُڑا دینا چاہئے۔ میاں اکثر دن بھر کے کام وکاج سے تھکا ماندہ گھر پر آتا ہے اور آرام وخوش وقتی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ آتے ہی بچوں۔ نوکروں یا محلے والوں کی شکائتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ جو چیزیں کھانے میں میاں کو پسند ہوں وہ وقتاً فوقتاً پکانی چاہئیں۔ یہ ماناکہ بیوی بھی گھر کے کام کاج سے تھک جاتی ہے۔ میاں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ مگر گھر عورت کا ہوتا ہے اور عورت سے ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کا یہ اول فرض ہوتا ہے کہ گھر کو جنت بنائے۔ تاکہ گھر سے اچھی جگہ میاں کو کہیں نہ ملے۔ اور پھر یہ کہ یہ رسالہ خاص کر عورتوں کا ہی ہے اس لئے میری مخاطب عورتیں ہی ہیں۔ پس اگر عورت اپنے جذبات پر پوری طرح حکومت کرسکے گی تو وہ اپنے میاں پر بھی حکومت کرسکے گی۔ اگر وہ چاہے تو۔ اور" ایسی بیوی خوب گھر کرے گا"

مصرفِ دولت

دیا ہے تجھ کو اگر حق نے مال دنیا میں
تو بے زروں کا بھی رکھ کچھ خیال دنیا میں

کسی کے رنج و مصیبت میں کام آنا سیکھ
کسی غریب کی حالت پہ رحم کھانا سیکھ

کسی کے دردِ کا درماں کسی کے دُکھ کی دوا
کسی کے ٹوٹے ہوئے دل کا آسرا بن جا

کسی یتیم کے رکھ سر پہ ہاتھ شفقت سے
چھڑا اسیر کوئی بندِ قید و محنت سے

سلوک کر کسی بیوہ سے اور دعائیں لے
دیا ہے جس نے تجھے تو بھی اس کی راہ میں دے

نہ بھول سرورِ کونین کا یہ فرمانا
لباس ننگے کو بھوکے کو کر عطا کھانا

کسی بلا میں اگر مبتلا اُنہیں دیکھے
تو جی چرا نہ عزیزوں کی دستگیری سے

جو غم میں آئے نظر اُس کا غمگسار ہو تو
جو پائے دُکھ میں کسی کو تو اشکبار ہو تو

ستا پڑوسی کو اپنے نہ لڑ جھگڑ اُس سے
وہ ہو غریب تو کچھ دے کے خوش اُسے کر دے

فلاحِ ملکی و قومی میں خرچ کر دولت
رفاہِ عام کے ہوں کام اور تیری نصرت

آزل ہے مدنظر فائدہ اگر اپنا
تو رکھ زمیں میں دبا کر نہ مال و زر اپنا

ابوالاعجاز آزل

آخری تحفہ

"گلاس اٹھالو نسرین! میں اسے دیکھ نہیں سکتا"۔ بیمار نعیم کے الفاظ نسرین اور بیرسٹر اسلم کو حیران کر رہے تھے۔ نعیم کا خوف بڑھ رہا تھا۔ نسرین نے گلاس ہٹا لیا۔ اور نعیم پھر باتیں کرنے لگا۔

اسلم "پرسوں سیٹھ ایوب کے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

نعیم" نہیں۔ پرسوں نہیں۔ پولیس ابھی تک اصلی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکی۔

نسرین" قاتل منشی رحمت علی نہیں تو اور کون ہے؟"

نعیم "میں"۔

" تم"! اسلم اور نسرین حیران تھے کہ نعیم کو کیا ہو گیا ہے۔

"حیران کیوں ہو رہے ہو" سکوت کو نعیم نے توڑا" میں ہوش میں ہوں۔ ایسی ہی خاموش اور تاریک رات تھی۔ گناہ آلود خیالوں کو پیدا کرنے والی بھیانک رات۔ ان خیالوں سے مجبور ہو کر ہاتھوں نے برف کا ٹکڑا پھینکا۔ اور مجھے مجرموں کی یاس انگیز دنیا میں داخل کر دیا۔

نسرین" برف کا ٹکڑا! مجرموں کی دنیا!! ابا جان کے قاتل تم ہو!!! کیا کہہ رہے ہو؟"

نعیم "سچ تو کہہ رہا ہوں۔ اسلم ایک وعدہ کرو میرے بعد ننھے فرحت کو اصلیت سے بے خبر رکھو گے۔ اور اس طرح دوستی نبھاؤ گے"۔

اسلم" کیا اقبالِ جرم کرکے جیل جانا چاہتے ہو! تم جانتے نہیں کہ دنیا کی نظروں میں گناہگار بننا آسان ہے اور اس کے بعد نیک بننا محال بلکہ ناممکن ہے"!

نعیم" جانتا ہوں لیکن میں اب کسی سے رحم کروانے کے قابل نہیں رہا۔ میں اپنے سیاہ دل سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ اور لوں گا"! مریض کا جوش بڑھ رہا تھا" نسرین مجھے معاف کر دو۔ اپنے باپ کے قاتل کو معاف کر دو۔ برف اٹھاؤ۔ خون آلود برف" وہ پھر تھک کر سو گیا۔

(۲)

"رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چاند نکلا نہ تھا۔ فضا کی تاریکی کو تارے گم کر رہے تھے اور سکوت کو سیٹھ ایوب کے پاؤں کی بھاری آواز۔ آہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہیں۔ ادھر میرا دماغ نیند سے کوسوں دور سوچ رہا تھا کہ سیٹھ صاحب مجھے تجارتی تعلیم کے لئے انگلینڈ کیوں نہیں جانے دیتے۔ اس معاملہ پر ہم دونوں میں گفتگو ہو چکی تھی لیکن نہ کبھی انہوں نے سوچا اور نہ میں نے محسوس کیا کہ میں ان کے انکار کا انتقام اس قدر زبردست لوں گا۔

سیٹھ صاحب کے قدموں کی آواز میرے کمرے کی کھڑکی کے قریب آرہی تھی۔
پلنگ کے پاس شیشہ کا پیالہ تھا اور اس میں پانی اور برف کا بڑا سا نوکدار ٹکڑا۔ میں نے کتاب میں ایک قتل کے متعلق جو برف کے ٹکڑے سے کیا گیا تھا پڑھا تھا۔ وہی خیال میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ برف کا ٹکڑا ان کے لگ چکا تھا۔ ایک چیخ۔ چند قدم چلنے کی آواز پھر وہی خاموشی تھی۔ اور تاریکی۔ صرف ہوا سسکیاں لے رہی تھی۔ شاید چار زندگیوں کی تباہی" اس کے بعد دماغ پر سکوت چھا گیا۔ اور میں سو گیا۔ بخار کی گرم نیند میں۔ سال گزر چکا ہے لیکن بخار نے مجھے نہیں چھوڑا"
نعیم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ نقاہت یا ندامت کی وجہ سے ؟
"قتل کا آلہ کیا تھا۔ اور قاتل کون تھا۔ پولس اس گتھی کو سلجھا نہ سکی سیٹھ صاحب کے آخری الفاظ "سرد پانی گرا تھا" نے معاملہ اور بھی مشکل کر دیا تھا۔ لیکن پولس لوگوں کی نظروں میں ناکام کیوں رہتی ؟ منشی رحمت علی قتل کی رات موجود تھا۔ لیکن صبح غائب۔ نسرین کے زیورات کا صندوقچہ بھی غائب تھا۔ اور لاش منشی کے کمرے سے چند قدم آگے ملی۔ ان دلائل پر کسے شک ہو سکتا تھا۔ خود مجھے بھی اپنی بے گناہی کا یقین ہو چلا تھا۔ لیکن میں بے گناہ منشی کی موت کا سبب بننا نہیں چاہتا"۔ مقتول سیٹھ کے داماد اور منشی نعیم نے اپنا بیان ختم کیا اور بیٹھ گیا۔
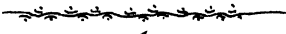
مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے کچہری میں ہجوم تھا۔ لیکن نعیم کے بیان نے سب کو حیران کر دیا۔ اس کے ہر لفظ کا اثر نمایاں تھا۔ منشی کی آنکھوں میں مسرت جھلک رہی تھی۔ وہ چور تھا لیکن قاتل نہیں۔ اور لوگوں کے چہرے نفرت کے بڑھتے ہوئے جذبہ سے سیاہ ہو رہے تھے۔ سیٹھ ایوب کا قاتل نعیم! وہ ہونہار نعیم جسے انہوں نے تعلیم دلوائی۔ اپنا متبنّٰی اور داماد بنایا!!
نعیم محسوس کر رہا تھا کہ نیکی کی پرستار آنکھیں، گناہ سے ناآشنا آنکھیں اس کے نحیف جسم کو نگل جائیں گی۔ کیونکہ اس نے جرم کیا تھا۔ اور اقبالِ جرم۔ ایسے خیالات جنہوں نے نعیم سے قتل کروایا۔ تماش بینوں میں سے کئی ایک دل میں رہ چکے ہوں گے۔ لیکن یا تو وہ موقع کی عدم موجودگی کی وجہ سے خیالات رہے۔ اور اگر حقیقت بنے بھی تو ایسے حالات میں کہ ارتکاب کا علم سوائے گناہگار ضمیر کے کسی کو نہ ہوا۔ اس لئے نیکی اور انصاف کی دعویدار آنکھوں سے نفرت کے شعلوں کا نکل کر نعیم کی طرف بڑھنا تعجب انگیز نہ تھا۔
نعیم کو پھانسی کی بجائے سات سال کی قید ہوئی۔ سنگین جرم کے لئے سات سال! پبلک قانون کی ناانصافی پہ ہنس رہی تھی۔

(۳)

نسرین کو قدرت نے غم اور تکلیف سے دور بلا لیا۔ فرحت کو اسلم نے اپنے بھانجے کی حیثیت میں جس کے ماں باپ مر چکے تھے پیش کیا۔

قاتل قید ختم کر چکا تھا۔ وہ آزاد تھا لیکن قانوناً معزز سوسائٹی اسے پہچاننے کی روادار نہ تھی۔ کیونکہ وہ عزت کھو چکا تھا۔ دولت پاس نہ تھی جس سے دوبارہ عزت خرید سکتا۔ وہ چوروں میں شامل ہو سکتا تھا لیکن سماج اسے واپس لینے کے لئے تیار نہ تھی جیل والوں نے اسے ایسی دنیا میں واپس کیوں بھیجا۔ یہ خود ایک مضحکہ انگیز تجویز تھی جس پر وہ خود بھی دل کھول کر ہنسا۔ تلخ ہنسی، یاس سے لبریز۔

کبھی کبھی رات کے اندھیرے میں ایک شخص منہ سر لپیٹے لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا بیرسٹر اسلم کی کوٹھی میں داخل ہوتا۔ پولس کی نظروں میں وہ پہلے ہی مشتبہ تھا۔ رہا شدہ قاتل کی آزادی کا روکنا اس کا فرض تھا۔ ان حرکتوں نے شبہ کو اور بڑھا دیا۔ دنیا اور دنیا والے نعیم کو اپنا بچہ بھی دیکھنے نہیں دیتے تھے۔ رات کے وقت بھی نہیں۔

فرحت سو رہا تھا۔ نعیم منہ اور سر چھپائے پیار کی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ فرحت مسکرا رہا تھا۔ شاید وہ کوئی پیارا خواب دیکھ رہا ہو یا اس کی روح اپنے باپ کی بیچارگی پر ہنس رہی تھی۔

بچہ نے حرکت کی۔ "مجھے اب جانا چاہیئے" نعیم نے سوچا۔ آج آخری بار سات سال کے عرصہ کے بعد پہلا اور آخری پیار کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن نہیں فرحت بے خبر رہے۔ پریوں سے کھیلا کرے۔ اور خواب میں مسکرایا کرے۔ اس کی معصوم آنکھوں میں گناہگار رباپ کا عکس نہ پڑے۔ ورنہ معزز سوسائٹی اس سے اس کا پیدائشی حق چھین لے گی۔ اور اسے بھی رذیل طبقہ میں جلنے پر مجبور کرے گی۔ اسلم اپنا وعدہ نبھا رہا ہے۔ خدا اُسے برکت دے" وہ بچے کی بند آنکھوں کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے لبوں پر دور سے بوسہ بھیجتے ہوئے کمرہ سے نکلا لوگوں سے بچتا ہوا قبرستان پہنچا۔ جہاں اس نے آزادی کا ایک مہینہ گزارا تھا۔ اور جہاں اندھیری رات میں وہ نسرین کی قبر پر آنسو چڑھاتا تھا۔

(۴)

اگلے دن نسرین کی قبر کے پاس ایک نعش ملی۔ زمانہ نے حلیہ بدل دیا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔ ہاں لباس بتا رہا تھا کہ وہ جیل میں رہ چکا ہے اور کافی عرصہ کے لئے۔

فرحت اور اسلم پاس سے گزر رہے تھے لوگ کہہ رہے تھے "چور ہوگا۔ لباس بتا رہا ہے کہ قید میں رہ چکا ہے۔ اب یہاں کفن چرانے آیا ہوگا کہ مر گیا"

"کون مر گیا ہے؟" بچہ پوچھ رہا تھا۔

"کہتے ہیں ایک رہا شدہ قیدی مر گیا"

"بے چارہ!" اس سے زیادہ بچہ کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔ دو آنسو اس کی آنکھوں سے گرے۔ یہ تھا اصلیت سے بے خبر بچہ کا مرحوم باپ کو پہلا تحفہ اور آخری تحفہ۔

سکینہ چراغ دین بی۔اے

جاپانی باورچی خانہ

جاپان میں باورچی خانہ کو ایسی ہی اہمیت ہے جیسی کہ دیگر کمروں کو معمولی اور چھوٹے گھروں میں بھی اس کی تعمیر صفائی خوبصورتی اور آرام کا خیال کر کے کی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ الل ٹپ ایک کوٹھڑی بنادی اور چھٹکارا پایا۔

یہاں کا باورچی خانہ بڑا آرام دہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے۔ اور کمروں کی طرح اندر ہی اس کے لئے بھی ایک کمرہ بنا ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف بڑائی چھٹائی اور فرش کا۔ اس کے اندر ایک طرف کھڑے ہو کر پکانے کی میز بنی ہوتی ہے اس پر گیس کے چولھے رکھے ہوتے ہیں۔ اور برابر برتن کشتیاں رکھنے کے لئے دوسری میز جس پر سہولت سے کھانا نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابل کھڑے ہو کر برتن دھونے کی لکڑی کی کشتی جس کے اندر جست کی چادر منڈھی ہوتی ہے اور اوپر نل لگا ہوتا ہے۔ نل کی ٹونٹی میں ربڑ کا پائپ لگا لیتے ہیں تاکہ برتن دھوتے وقت چھینٹیں نہ اڑیں کشتی کے اندر پانی بہنے کی نلکی ہوتی ہے اسی کشتی کا نیچے کا حصہ الماری کا کام دیتا ہے۔ یہ کواڑ دار بھی ہوتی ہے اور بغیر کواڑ کے بھی۔ یہ کشتیاں تیار شدہ بازاروں میں ملتی ہیں۔ بڑے گھروں میں مالک مکان کی طرف سے بھی کبھی کبھی بنی ہوتی ہیں۔ ورنہ عام طور سے باورچی خانہ کا تمام سامان مثلاً پکانے کی میز، برتن دھونے کی کشتی۔ الماری۔ آئیس بکس۔ وغیرہ کرائے داروں کا اپنا ہوتا ہے۔ گرمی میں ایک چھوٹا سا نازک نعمت خانہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ باورچی خانہ کے استعمال کی ہر قسم کی صافیاں سکھانے کے لئے سرکنڈے اور لکڑی کے دستے دیواروں میں لگا لیتے ہیں۔ کفگیر۔ روٹیاں رکھنے کی بانس کی خانے دار دیوارگیریاں گڑی ہوتی ہیں۔ دو ایک طرف اکہرے تختوں کے مچان بھی بنے ہوتے ہیں جن پر پتیلیاں وغیرہ رکھنے کا آرام ہے۔ ایک طرف دیوار میں اونچی جگہ بجلی اور گیس کا میٹر لگا ہوتا ہے۔ چھت میں شیشہ کا روشندان اور پکانے کی میز کی طرف کھڑکی، تاکہ روشنی آسکے۔ باورچی خانہ کا فرش زمین سے ڈیڑھ فٹ کے قریب چوکی دے کر بنایا جاتا ہے اس کے نیچے کی زمین پر سیمنٹ کا فرش ہوتا ہے۔ اسی جگہ کوئلہ کے صندوق رکھے ہوتے ہیں۔ فرش تختوں کا ہوتا ہے اور تختے کھل سکتے اور بند ہو سکتے ہیں۔ باورچی خانہ کے دروازے سے ملی ہوئی باہر کوڑا ڈالنے کی بالٹی رکھی رہتی ہے اور بھرنے پر کوڑے کے بکس میں جو باہر سڑک پر رکھا ہوتا ہے خالی کر دی جاتی ہے۔

گیس کے علاوہ لکڑی کوئلہ سے بھی کھانا پکتا ہے۔ لکڑی جلانے کے لوہے کے چولھے بڑی خوبی سے بنائے گئے ہیں۔ ان میں پائپ کے ذریعہ دھواں خارج ہونے کا انتظام ہے۔ انگیٹھیاں دونوں قسم کی ملتی ہیں مٹی کی بھی لوہے کی بھی ان کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ آنچ قطعی ضائع نہیں ہوتی بلکہ سب آنچ اور تیزی پتیلی کے پیندے میں لگتی ہے۔ کیا مجال جو ادھر ادھر نکلے یا زیادہ بھڑکے۔ ہندوستان میں میری نظر سے کبھی ایسی انگیٹھیاں نہیں گزریں۔ چولھے میں جلانے کی

لکڑیاں چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ایک ناپ کی کٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ تاکہ چولھے میں اچھی طرح سماسکیں۔ یہ نہیں کہ آدھی اندر جلیں اور آدھی باہر بھڑکیں جن پر پانی ڈالنا پڑے۔

یہ بھی تجربہ ہے کہ کھڑے ہوکر کھانا پکانے میں آرام ہے۔ بیٹھ کر پکانے میں اٹھک بیٹھک سے کمر اور ٹانگیں تھک جاتی ہیں۔ کھڑے ہوکر پکانے میں اس تکلیف سے نجات ہے۔ اور آدمی جلدی جلدی کام کئے جاتا ہے۔ گیس کے وجود نے عورتوں کو بڑی مصیبت سے نجات دلادی ہے۔ نہ دھوئیں کی شکایت ہے نہ ہر وقت پھونکنے کی زحمت۔ ایک دیاسلائی گھسیٹی اور چولھا روشن کرلیا۔ عام ضیافتوں میں جن میں کئی کئی کھانے تیار کرنے پڑتے ہیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے سے زیادہ نہیں لگتے۔

ایمان کی بات یہ ہے کہ یہاں کا باورچی خانہ نہایت آرام دہ ہے۔ نہ پانی کے لئے دوڑنا پڑتا ہے نہ ایندھن کے جھینکنے کی ضرورت ہے۔ ہر چیز وہیں کی وہیں موجود ہے۔ یہ سب کچھ آرام قابل ماہر فن دماغوں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ہر چیز کا عمیق مطالعہ کیا اور سائنس کو مدنظر رکھ کر آرام دہ چیزیں بنائیں اور ان کو عام رواج دیا۔

ہندوستان میں باورچی خانہ کا آرام مفقود ہے۔ بیٹھ کر پکانے کا رواج سخت تکلیف دہ ہے۔ اس پر ایندھن اور چولھوں کا عذاب خدا کی پناہ۔ گھنٹوں کھانا پکانے میں لگ جاتے ہیں۔ باورچی خانے صاف ستھرے اور روشن بھی نہیں ہوتے۔ باوجود اس کے کہ باورچی خانے نشست گاہ سے دور اور علیحدہ ہوتے ہیں تاہم دھوئیں سے گھر محفوظ نہیں باورچی خانہ کا تو ذکر ہی کیا وہ تو غریب دھوئیں کا مسکن ہے ہی اس کے خارج ہونے کا کوئی انتظام نہیں۔ پانی کی طرح یہ اپنا راستہ خود بنالیتا ہے۔ اور سارے گھر میں چھا جاتا ہے۔ اگر وہاں فی الحال گیس کا ہونا ناممکن ہے تو لکڑی اور کوئلہ استعمال کیا جائے۔ اس میں کوئلہ کا استعمال آرام دہ اور مفید ہوگا۔ پہاڑوں پر کوئلہ ہی جلتا ہے اس وجہ سے وہاں کے مکان صاف رہتے ہیں۔ چونکہ کوئلہ کم استعمال ہوتا ہے اس لئے گراں ہے اگر سب لوگ اسی کو جلانے لگیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سستا نہ ہو۔ ہر چیز کا نرخ نکاسی پر منحصر ہے۔ بہرحال اوپلوں پر تو کم از کم رحم کیا جائے اور ان کا استعمال چھوڑ دیا جائے۔

اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو جاپانی جیسے لکڑی جلانے کے چولھے اور انگیٹھیاں بنانی کیا مشکل ہیں؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ ہمارے دماغ میں یہ باتیں آتی ہی نہیں۔ کہ باورچی خانہ بھی آرام دہ بنانے کی ضرورت ہے۔

مسنر برلاس

ضبط

ضبط کی کئی قسمیں ہیں۔ خوشی میں ضبط، رنج، ہنسی یا مصیبت میں ضبط، فاقہ کشی، بھوک یا روزہ میں ضبط، تسلی یا دلاسا دینے سے ضبط۔ گویا کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ بات نکلتی نہیں اور رونا چلا آتا ہے۔ اس طرح یہ ضبط کی مختلف منزلیں ہیں جو انسان وقتاً فوقتاً طے کرتا جاتا ہے۔ اور جنہوں نے ان سب کا تجربہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ سب سے دشوار کونسی منزل ہے جس کو طے کرنے کے بعد پیغمبروں، ولیوں اور رشیوں کا سا درجہ ملتا ہے۔ اس طرح بندہ اپنے خدا سے جا ملتا ہے ——

یہ ضبط غم و غصہ کا ضبط ہے۔ اور جو غصہ کے وقت آپے سے باہر ہوجاتا ہے وہ بھی کوئی قابل تعریف انسان ہے — ؟

غصہ کو ضبط کرنا کتنی بڑی خودداری ہے کسی کی جہالت کا جواب ایک متانت اور شان استغناء سے دینا کتنی اہمیت رکھتا ہے! اس کے ہم پلہ شاید دنیا کی کوئی چیز نہیں — آپ کا ایک ملازم آپ کی عزیز ترین شئے کا ناس کردیتا ہے اس کے ہاتھوں سے وہ چیز پامال ہوجاتی ہے جو آپ کو بہت ہی عزیز تھی، خیر، وہ چیز تو گئی — اب اس کی تلافی ممکن نہیں۔ لیکن اگر آپ نے اس غم و غصہ کے وقت اپنے وقار کا دامن بھی چھوڑ دیا۔ تو پھر بتلائیے کیا ملا؟ اس کو مارا پیٹا۔ بے حد غصہ کیا۔ طبیعت الگ جلائی۔ غصہ کی چنگاریوں نے آنکھوں سے نکل کر کوہ آتش فشاں کے پھٹنے کا سماں باندھا۔ گالی دے کر کام و دہن بگاڑ لیا۔ غرض سوائے اس کے کہ جسم میں حرارت کا پارہ کچھ بڑھ گیا۔ کچھ بھی تو ہاتھ نہیں آیا۔ اگر آپ اس وقت اس کی جان بھی لے لیتے تو شاید نتیجہ وہی ہوتا۔ اس غصہ کے عالم میں ایسے نازک اور اہم موقع پر خاموش ہوجاتا — کتنا لطف دیتا ہے — کبھی ایسا کر دیکھئے۔ اس میں شک نہیں کہ ضبط نفس سے تکلیف بہت ہوتی ہے۔ روح پر ایک بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ دماغ میں ہیجان سا ہونے لگتا ہے۔ لیکن بعد میں آپ کو وہی مسرت حاصل ہوتی ہے جو کسی زبردست مشکل کے آسان ہوجانے کے بعد ہو۔

آپ کو اپنے کسی عزیز ترین دوست سے ایک جان لیوا روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ غصہ کی آگ میں بھنے جاتے ہیں غم پیہم نے قلب کی انتہائی گہرائیوں کی خبر لی ہے۔ آنسوؤں کا سیلاب اُمڈا چلا آتا ہے۔ دل سیماب وار تڑپ رہا ہے۔ لیکن سب تحصیل حاصل۔ اسی تکلیف کو ایک بے نیازی کی شان سے جھیلنے کی کوشش کیجئے۔ غصہ کے وقت زبان اور دل پر قابو رکھئے۔ گھٹ گھٹ کر رہنے کی عادت ڈالئے۔ دیکھئے کیا مزہ ملتا ہے —!

زندگی کی دو ہی منزلیں ایسی کٹھن اور دشوار گذار ہوتی ہیں جہاں ضبط و تحمل کے جوہر کھلتے ہیں — سفر اور بیماری جس نے یہ دونوں منازل کامیابی سے طے کریں گویا اس نے زندگی کی بازی جیت لی۔ کیسی ہی ناگوار تلخ زندگی ہو صبر و شکر سے جھیلنے کی عادت پڑ جائے تو اس کی تلخیاں بھی کم ہوجاتی ہیں۔ سختیاں جھیلتے جھیلتے انسان انہیں کا خوگر ہوجاتا ہے۔

سفر زندگی کا ایک دلچسپ و خوشگوار شغلہ ہے۔لیکن اسی سیر و سیاحت کی بازی گاہ میں بعض اوقات ضبط و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھٹ جاتا ہے۔انسان انتہا درجہ کا بدمزاج ہو جاتا ہے خشکی کا سفر ہو خواہ تری کا ہمسفر اچھا ہو تو بھی سفر کتنا پرکیف و رنگین ہو جاتا ہے۔من کی دنیا میں خوشیوں کا تلاطم اٹھنے لگتا ہے۔دل کی جولانیاں عقد ثریا کی لڑیوں سے جا ملتی ہیں،اور سفر کے دن تمام ہوتے دیکھ کر روح بے چین و مضطرب ہو جاتی ہے۔سفر کے مواقع زندگی میں بہت کم آتے ہیں اور جو آتے ہیں وہ چشم زدن میں ایسے غائب کہ گویا آئے ہی نہ تھے۔محسوس کرنے کی بھی مہلت نہیں ملتی۔یوں ہی زندگی کتنی مختصر ہے۔نہ معلوم کب ختم ہو جائے۔اس لئے ؎

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے　　　یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

اب بیماری کو لیجئے۔مریض صحت جیسی نعمت سے محروم ہو گیا ہے تو اس کا مزاج چڑچڑا ہو جانا ایک لازمی امر ٹھیرا۔وہ صحت مندوں کی بستی میں خود کو یکہ و تنہا پاتا ہے تو اس کی طبیعت میں بیزاری اور جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔وہ اپنے تیمارداروں سے بغیر جھڑکی کے بات نہیں کرتا۔اگر ایسے بیمار کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں تو اس کے تیماردار ہیں یہ چھپے ہوئے جوہر کھلنے لگتے ہیں۔وہ کتنے اچھے۔کتنے سعادت مند اور کتنے خوش نصیب ہیں جن کی زبان سے کبھی کسی بندۂ خدا کو اذیت نہیں پہنچی۔جو دوسروں کے دل دکھنے کے کبھی بھولے سے روادار نہیں ہوتے۔اگر دوسروں سے انہیں کچھ ایذا پہنچے تو دل پر پتھر کی سل رکھ کر سہتے چلے جاتے ہیں۔غیظ و غضب کو برداشت کرنا بہت ہی مشکل ہے۔انسان کے کیرکٹر کا اسی وقت پتہ چلتا ہے جبکہ وہ ایسی مہم سر کر لیتا ہے۔غصہ میں آپے سے باہر ہونے کے بعد پشیمانی ہوتی ہے اور اسی مرحلہ کو ضبط کا رنگ چڑھانے سے روحانی سکون حاصل ہوتا ہے کسی کو پچھاڑ دینا پہلوانی نہیں ہے۔پہلوانی تو وہ ہے کہ انسان غم و غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔مانا کہ عقل اس وقت اندھی ہو جاتی ہے۔انسان کو کچھ سوجھتا نہیں۔آتش غضب دل و دماغ کو جلا کر بھسم کر ڈالتی ہے۔جیسے آگ لگتے وقت انسان کو اس کے فرو کرنے کے تدابیر دکھائی نہیں دیتی وہ بوکھلا جاتا ہے حالانکہ خود کو بہت بڑا تجربہ کار سمجھتا ہے۔لیکن وقت پر کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آتی۔بالکل یہی حال انسان کا غصّہ کے وقت ہوتا ہے عقل اندھی اور دماغ بیکار ہو جاتا ہے۔اگر کسی بے وقوف اور جاہل کو ہم غصہ کرتے دیکھتے ہیں تو ہم یہ سمجھ کر ٹال سکتے ہیں کہ یہ اس کی جہالت ہے۔غریب کے پاس عقل ہی نہیں۔لیکن جب کسی سمجھدار تعلیم یافتہ شخص سے جب یہ حرکت سرزد ہوتی ہے تو تعجب ہوتا ہے۔اور پھر دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں معلوم ہوتی۔نپولین کا نظریہ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے جس نے کہا تھا ساری لغت میں "ناممکن" کوئی لفظ نہیں۔

جہاں بانو بیگم بی اے (عثمانیہ)

بھکارن

سو کے اٹھتی تھیں افق پر آسماں کی رانیاں جلدی جلدی اوڑھتی تھیں اپنی رنگیں ساریاں
حسن کی دیوی فلک پر جلوہ گر ہونے کو تھی یعنی پھر مشرق کے کونوں میں سحر ہونے کو تھی
اپنی ہی دنیا میں سیر رنگ و بو کرتا ہوا جا رہا تھا خود خدا سے گفتگو کرتا ہوا
ناگہاں آئی کسی جانب سے درد آگین صدا دے دے کچھ بابا مجھے داتا کرے تیرا بھلا
(۲)
سامنے آنکھوں کے اک دکھیا بھکارن آگئی یعنی اک آفت کے مندر کی پجارن آگئی

میلے گھونگھٹ میں عیاں روئے درخشاں کی جھلک جیسے کالے بادلوں میں ماہ تاباں کی جھلک
دربدر کرنی پڑی تھی خون کے آنسو سے جنگ ہائے کملایا ہوا تھا پھول سے چہرے کا رنگ
بیکسی سے بھی نمایاں ایک شان برتری روپ میں دکھیا بھکارن کے بھی عصمت کی پری
(۳)
مضطرب۔ حیران۔ گرفتارِ طلسم ہست و بود ایک عالم کے لئے بارِ گراں جس کا وجود
چرخِ کج رفتار کی بیداد سے برباد تھی بے نوا۔ بے خانماں۔ منت کشِ فریاد تھی
بھیک سے اظہارِ جورِ چرخ کرنے کے لئے پھر رہی تھی بالکوں کا پیٹ بھرنے کے لئے
(۴)
ہاتھ پھیلائے ہے پھر بھی کوئی کچھ دیتا نہیں ٹال دیتے ہیں جھڑک کر "جا یہاں پیسہ نہیں"
فاقہ کش پر رحم کیسا۔ لطف کی کیسی نظر! دیکھ کر کترائے جاتے ہیں نگاہیں پھیر کر!
کوئی کہتا ہے کہ جھوٹی ہے کچھ اس میں جال ہے آہ! یہ بیدردیاں ہیں۔ لطف کا یہ حال ہے!
ایک پیسہ ایک ٹکڑا بھی نہ ہاتھ اس کے لگا پھر وہی فاقہ کشی تھی اور اس کا جھونپڑا

پہلے تو کچھ دیر تک شاعر اسے تکتا رہا جانے پھر کیا سوچ کر ہمراہ اس کے ہوگیا
(۵)
بھوک سے معصوم بچوں کا بلکنا دیکھ کر گر پڑی غش کھا کے آخر آہ! وہ خستہ جگر
ہوش جب آیا تو ننھے بچوں کو کہتے سنا "ہائے ماتا۔ پیاری ماتا! تجھ کو یہ کیا ہوگیا"
دم کے دم تو لاڈلوں کو اپنے وہ تکتی رہی پھر پھٹے آنچل سے آنسو پونچھ کر کہنے لگی
"فاقہ کش۔ معصوم بچو! پھر مصیبت ہے وہی ایک ٹکڑا بھی نہ پایا در بدر پھرتی رہی
منتظر۔ معصوم بچے بھوک سے بیتاب تھے گود سے ماں کی چمٹ کر روتے روتے سو گئے
پی کے اف! دو گھونٹ پانی کر کے شکرِ کردگار سو رہی بیچاری ماں بھی کر کے "کل" کا انتظار
(۶)
شرم اے دولت پرستو! کچھ تو ہو خوفِ خدا تم کو یہ دورِ زمانہ دے نہ غفلت کی سزا!
ناز و نعمت سے تمہارے لاڈلے پلتے رہیں فاقہ کش۔ دکھیا۔ بھکاری۔ بھوک سے تڑپا کریں
تا بہ کے روزِ طرب۔ عہدِ مسرت تا بہ کے تا بہ کے آخر فراوانیٔ دولت تا بہ کے
پھونک ڈالے گی تمہیں دکھیا "بھکارن" کی فغاں کھیلنے والا ہے انگاروں سے اب ہندوستان

سلام۔ مچھلی شہری

جمیل - تیس سال کے قریب آپ کی عمر ہو گئی آخر آپ شادی کیوں نہیں کرتے ؟

خورشید:- (مسکرا کر) اب تک تو پڑھنے ہی کے جھگڑے ہی میں پھنسا تھا۔ اب جب سے پریکٹس شروع کی ہے والدہ اس فکر میں ہیں بلکہ کہیں شادی کا پیام بھی دیدیا ہے۔

جمیل:- شاید پروفیسر فیاض احمد کی لڑکی سے پیام دیا ہے!

خورشید- مجھے معلوم نہیں، مگر شاید وہیں دیا ہے -

جمیل: واللہ آپ بھی خوب ہیں - شادی آپ کی ہو گی اور آپ کو معلوم بھی نہیں -

خورشید - بھئی میری والدہ بہت سمجھدار ہیں اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ انتخاب کے معاملہ میں میری اور اپنی دونوں کی پسند کا خیال رکھیں گی -

جمیل:- پھر بھی آپ کو معلوم تو ہونا چاہیئے کہ لڑکی کیسی ہے -

خورشید - بہت سی باتیں تو معلوم ہی ہیں - خاندان اچھا ہے - لڑکی تعلیم یافتہ ہے - اور اگر باپ بھائیوں سے ملتی ہوئی ہو تو صورت بھی اچھی ہی ہو گی -

جمیل:- اگرچہ مجھے آپ کے معاملہ میں دخل دینے کا کوئی حق تو نہیں، مگر چونکہ آپ میرے دوست اور کرمفرما ہیں اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میرے خیال میں وہ لڑکی آپ کے لئے مناسب نہیں۔

خورشید - کیوں ؟

جمیل:- اس میں بعض ایسی کمزوریاں ہیں جو کسی طرح نظرانداز نہیں کی جا سکتیں -

خورشید: کیا ؟

جمیل: آپ وعدہ کیجیے کہ کسی سے میرا نام نہ لیں گے میں غریب آدمی ہوں - خواہ مخواہ لوگ میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرینگے

خورشید:- بھئی میں ایسا احمق تو نہیں ہوں کہ ہر ایک سے کہتا پھرونگا آپ فرمائیے تو - آپ نے مجھے الجھن میں ڈال دیا -

جمیل - حضرت بات یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ فیاض صاحب کی لڑکی ایک تو بہت پرانے خیال کی ہے اور پردے کی بہت پابند ہے - اور اگرچہ تعلیم یافتہ ہے مگر نئے زمانہ کی روش کی بہت مخالف ہے

خورشید- خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں - خود میں بھی اس نئے زمانہ کی اندھی تقلید کو کچھ پسند نہیں کرتا -

جمیل:- تعجب ہے کہ آپ جیسا تعلیم یافتہ روشن خیال شخص یہ فرمائے -

خورشید خیر یہ ایک بحث طلب امر ہے - اس کے علاوہ کوئی بات ہو تو بتائیے -

جمیل :- اور ایک بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ اس کی آنکھیں بہت خراب ہیں -

خورشید:- آنکھیں خراب ہیں ؟ کس کی ؟

جمیل فیاض احمد کی لڑکی کی اور کس کی -

خورشید کسی نے مذاق کیا ہو گا - اس عمر میں اور آنکھیں خراب!

جمیل :- مذاق نہیں ہے - میری بہن اور وہ ہم جماعت رہ چکی ہیں - میری بہن کہتی تھی رضیہ کی نظر بہت خراب بمشکل اپنا معمولی کام بھی کر سکتی ہے - دور کی چیز بھی نظر نہیں آتی -

خورشید:- یہ تو آپ نے بری سنائی - اب کیا کیا جائے - انکار کرتا ہوں تو امی جان سخت ناراض ہونگی اور اندھی بیوی میں پسند نہیں کرتا -

جمیل :- آپ کسی نہ کسی طرح اپنی والدہ کو وہاں رشتہ فسخ کرنے پر راضی کر لیجئے - بھئی مجھے ان سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں میں نے تو آپ کی محبت کی وجہ سے جو بات مجھے معلوم تھی عرض کر دی -

خورشید :- آپ کی بڑی عنایت کہ آپ نے مجھے اس بات سے

آگاہ کر دیا۔

جمیل:- آپ علی ریاض کے ہاں پیغام دیجئے نہ ؟

خورشید:- بلقیس سے ؟ نہیں بھئی وہ وہ لڑکی بہت ہی آزاد ہے۔ میرا خاندان اس پر کبھی راضی نہ ہوگا۔

جمیل- ایسی کیا بہت آزاد ہے؟ پردہ نہیں کرتی تو کیا ہرج ہے؟ آج کل تو سوسائٹی میں ایسی ہی عورت کی قدر ہے جو بے پردہ ہو۔

خورشید:- محض پردہ ہی کی بات نہیں اور بھی چند باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے بلقیس مجھے پسند نہیں۔

جمیل:- میری رائے میں آپ اتنی جلدی رائے نہ قائم کر لیا کیجئے۔ میں اُن لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں بلقیس بڑی اچھی لڑکی ہے آپ اور لوگوں سے بھی پوچھ گچھ کر کے اپنا اطمینان کر لیجئے۔ اور وہاں پیام دیجئے میں پوری کوشش کرونگا کہ منظور ہو جائے۔

خورشید:- اچھا میں سوچونگا۔

جمیل:- اب رخصت ہوتا ہوں آداب عرض ہے۔

دوسرا سین

خورشید کا زنانہ مکان (دالان میں چار چوکیاں رکھی ہوئی ہیں۔ جن پر دری اور چاندنی بچھی ہیں۔ بیچ میں ایرانی قالین اور گاؤتکیہ رکھا ہے۔ گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے حمیدہ بیگم بیٹھی چھالیہ کتر رہی ہیں۔ سامنے قلعی دار پاندان کھلا ہے۔ پاس ہی چاندی کا خاصدان رکھا ہے پہلو میں ان کی نو عمر لڑکی جہاں آرا جو صورت میں بھائی سے بہت مشابہ ہے نئی تراش خراش کا لباس پہنے ہاتھ میں کشیدہ لئے بیٹھی ہے۔)

حمیدہ:- جہاں آرا یہ خورشید کو کیا ہوگیا؟

جہاں آرا:- امی جان کیا بتاؤں۔ نہ جانے بھائی جان کو یہ کیا سوجھی بیٹھے بٹھائے کل کہلا بھیجا کہ میں فیاض صاحب کے ہاں شادی نہیں کرونگا۔

حمیدہ:- میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے ہوا کیا ہے۔ ساری عمر کوشش کرے گا تو اُسے ایسی لڑکی نہ ملیگی۔ اچھا خاندان۔ مشہور لوگ۔ لڑکی خوبصورت ہنرمند خوش مزاج۔ پھر بھی لڑکے کی نظر میں نہیں جچتی۔

جہاں آرا:- امی یہ معلوم کرنا چاہئے کہ آخر بھائی جان کو وہ کیوں ناپسند ہے۔

حمیدہ:- مجھے تو اس سے دو بدو بات کرتے لحاظ آتا ہے۔ پھر بھی یہ خیال ہے کہ اگر اس نے میرے سامنے بھی صاف انکار کر دیا تو پھر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گی بڑی فکر یہ ہے کہ میں پیام دے چکی اور وہ لوگ منظور کر چکے ہیں۔

جہاں آرا۔ ساری دنیا نام رکھے گی کہ پیام دے کر پھر گئے

حمیدہ:- خدا کی قسم میں تو منھ دکھانے کے قابل بھی نہ رہوں گی

جہاں آرا:- اگر رضیہ جاہل، بدصورت یا بد مزاج ہوتی اور بھائی جان انکار کرتے تو ایک بات بھی تھی۔ ایسی اچھی لڑکی سے بھی وہ راضی نہیں۔ تعجب ہے۔

حمیدہ:- میرے زمانے میں یہ باتیں کہاں تھیں کہ لڑکا لڑکی اپنی شادی کے معاملہ میں دخل دیں اور خورشید جیسے سعادت مند لڑکے سے تو مجھے پوری اُمید تھی کہ میں جہاں کہونگی راضی ہو جائے گا۔ ہائے کیا زمانہ آگیا ہے ماں باپ پالیں پوسیں پڑھائیں لکھائیں اور اولاد جب کسی قابل ہو جائے تو ان کی کچھ اصل حقیقت ہی نہ سمجھے

جہاں آرا- مگر امی بھائی جان تو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور ہر حکم مانتے ہیں۔

حمیدہ:- چل لڑکی، بھیّا کی طرف داری نہ کر۔ اسے اس کی بھی پروا نہیں کہ اس کے انکار سے میرا منھ کالا ہو جائے گا۔

جہاں آرا:- آپ میری بات مانئے اور انہیں بلا کر خود اس کی وجہ پوچھئے

مجھے یقین ہے کہ آپ کے سامنے وہ انکار نہ کر سکیں گے

حمیدہ - خیر یہ بھی سہی - ارے او لطیف جا باہر سے خورشید میاں کو بلا لا۔

لطیف - بہت اچھا بیوی جی (باہر چلا جاتا ہے - چند منٹ بعد خورشید گھر میں داخل ہوتا ہے -)

خورشید :- کہیے امی کیسے یاد فرمایا؟

حمیدہ :- میاں تمھیں بلایا جائے تو آتے ہو - ورنہ سارا دن گذر جائے تمھاری صورت ہی نظر نہیں آتی

خورشید :- کیا کروں امی فرصت نہیں ہوتی - اسپتال کے کام سے فرصت ہوتی ہے تو دوست احباب آجاتے ہیں اس وقت بھی کئی لوگوں سے بمشکل پیچھا چھڑا کر آیا ہوں

حمیدہ :- ان لوگوں کو کوئی کام بھی ہے - جب دیکھو بیٹھے ہیں - جیسے خود بیکار رہیں ویسے ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں -

خورشید (ہنس کر) آپ کو میرے دوستوں پر بہت غصہ آتا ہے امی جان -

حمیدہ اے میاں کیسے نہ آئے - میں انتظار میں رہتی ہوں کہ تمھیں فرصت ہو تو کوئی بات کروں یہ الغنے فرصت ہی نہیں لینے دیتے۔

خورشید :- اب تو مجھے فرصت ہے فرمایئے -

حمیدہ :- بیٹا میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تم سوچ سمجھ کر تاریخ مقرر کر دو تاکہ میں سمدھیانے کہلا بھیجوں۔

خورشید :- کیسی تاریخ؟

جہاں آرا :- (مسکرا کر) آپ کی شادی کی تاریخ اور کیسی تاریخ

خورشید :- میری شادی؟ کیا کہہ رہی ہو تم؟

جہاں آرا :- آپ کو معلوم ہی نہیں؟ (آنکھیں مٹکا کر) خوب!

خورشید :- امی یہ جہاں آرا کیا کہہ رہی ہے -

حمیدہ :- (غصے کے لہجے میں) مجھ سے باتیں نہ بناؤ تمھیں معلوم ہے کہ تمھاری شادی فیاض احمد کی لڑکی سے طے ہو گئی ہے۔

خورشید :- مگر امی میں تو وہاں شادی پسند نہیں کرتا -

حمیدہ :- تو کیا یہ بات سچ ہے کہ تم نے میری پسند کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کیا؟

خورشید :- (سر جھکا کر) یہ گستاخی تو بیشک مجھ سے ہوئی ہے -

حمیدہ :- تمھیں شرم نہیں آتی کہ میرے سامنے اس کا اقرار کرتے ہو؟ ارے میں سمدھیانے والوں کو کیا منھ دکھاؤں گی

خورشید :- گستاخی معاف - اگر آپ مجھ سے پہلے ہی پوچھ لیتیں تو یہ بات نہ ہوتی -

جہاں آرا :- (جلدی سے) امی نے آپ سے پوچھا نہیں تو کیا ہوا آپ جانتے تو تھے کہ وہاں پیام دیا جا رہا ہے - پھر آپ نے جبھی کیوں نہ انکار کر دیا تاکہ بات نہ بڑھتی -

خورشید :- مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ لوگ کس جگہ سلام پیام کر رہی ہیں - آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا۔

حمیدہ :- (دل شکستہ آواز میں) ہاں بیٹا سچ کہتے ہو - قصور میرا ہی ہے کہ میں نے تمھیں اتنا سعادت مند کیوں سمجھا - میں یہ نہ جانتی تھی کہ تو مجھے ذلیل کرائے گا۔

خورشید (منت سے) میری امی آپ خفا نہ ہوں - شادی کے معاملے میں اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہوتی - بھلا سوچئے تو میں اپنی ساری زندگی کیسے خراب کر سکتا ہوں -

حمیدہ :- یہی تو پوچھتی ہوں کہ اس میں وہ کونسا عیب ہے جس سے تمھاری زندگی خراب ہوگی -

جہاں آرا - بھلا ایسی ویسی لڑکی ہوتی تو امی جان اُسے اپنی بہو بنا لیتیں؟ میں اُسے اپنی بھاوج بنانا پسند کرتی؟ کیا قدر کی ہے آپ نے ہماری پسند کی۔

خورشید :- (زچ ہو کر) اب میں کیا کہوں -

حمیدہ :- نہیں صاف صاف کہو - کسی کی بیٹی پر ناک رکھ کر پھر جانا بڑا عیب ہے - بیٹا میرا ہی قصور سہی - مگر خدا کے لئے میرے سفید چونڈے کی لاج رکھ لے -

خورشید۔ امی میں کیا بتاؤں۔ آپ اور خفا ہوں گی۔

حمیدہ :۔ (ناراضگی سے) نہیں نہیں بتاؤ۔ کیا ہرج ہے؟

خورشید (ہچکچا کر) سنتا ہوں کہ اس لڑکی کی آنکھیں خراب ہیں

حمیدہ :۔ آگ لگے ان موؤں کے مُنھ کو جنھوں نے تم سے یہ کہا۔ کہنے والے ہی کی آنکھیں پھوٹی ہوں گی اس کی تو ایسی ہرن کی سی آنکھیں ہیں کہ جو دیکھے دیکھتا رہ جائے۔

جہاں آرا :۔ (تیزی سے) رضیہ کی آنکھیں تو لاجواب ہیں۔ واہ بھائی جان واہ۔ آپ بھی خوب کچے کانوں کے ہیں

خورشید :۔ آپ لوگ بات سمجھ تو لیجئے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آنکھیں بدنما ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ آنکھیں کمزور ہیں

جہاں آرا :۔ کسی دشمن نے آپ سے کہہ دیا ہوگا۔

خورشید :۔ نہیں میں نے جس سے سنا وہ معتبر آدمی ہے۔

حمیدہ :۔ اچھا کمزور ہی سہی تو کیا جس کی آنکھیں کمزور ہوں وہ ساری عمر کنواری بیٹھی رہے؟

خورشید :۔ امی جان شادی تو خیر اندھی کی بھی ہو جاتی ہے مگر یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔ چاہے میری بیوی بدصورت کم ذات اور جاہل ہو مگر میں یہ کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ اندھی ہو۔

حمیدہ :۔ لڑکے زبان سنبھال جو منھ میں آتا ہے بکتا چلا جاتا ہے

جہاں آرا :۔ واہ اُس کے دشمن اندھے ہوں۔ بُرے آئے کہنے والے۔

خورشید :۔ امی آپ ہی بتائیے۔ یہ کیسے گوارا کروں کہ میں دنیا بھر کی آنکھوں کا علاج کروں اور میری بیوی ٹٹولتی آئے۔

حمیدہ :۔ (بگڑ کر) تو ٹٹولتی بیوی کا بھی علاج کر لینا۔

خورشید :۔ (جھلا کر) تو ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ ٹٹولتی لڑکی سے شادی کی جائے۔

حمیدہ ہاں تمھیں کیا ضرورت ہے۔ ماں کے منھ کو کالک لگے بلا سے۔

خورشید :۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا تو ہوتا۔

حمیدہ (رو کر) اگر مجھے اپنی پھوٹی قسمت کی خبر ہوتی تو پوچھنا کیسا۔ میں تمھارے کسی معاملہ میں دخل ہی نہ دیتی۔ میں کیا جانتی تھی کہ جس کے لئے میں نے اپنی جان خاک میں ملائی۔ جس پر ساری جوانی کاٹی، جس کو دیکھ کر جوانا مرگ خاوند کا غم بھول جاتی تھی جس پر جان مال سب قربان کیا وہ بڑا ہو کر یہ کہے گا کہ مجھے تمھاری کیا پرواہ ہے۔ خیر کسی کا گلہ نہیں۔ میری قسمت ہی پھوٹی ہے۔

خورشید (ماں سے لپٹ کر) امی جان خدا کے لئے آپ مجھے معاف کیجئے۔ آپ نے میرے الفاظ کے غلط معنی لئے۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔

حمیدہ :۔ تو کیا تم یہاں شادی پر راضی ہو؟

خورسید :۔ (ہچکچا کر) کیا کہوں امی جان ...... شادی میں یہاں نہیں کرسکتا۔

حمیدہ :۔ (تاؤ کھا کر کھڑی ہو جاتی ہیں) مت کر یہاں شادی مگر جا آج سے مجھے تجھ سے کوئی مطلب نہیں نہ میں تیری ماں نہ تو میرا بیٹا ۔۔ (ہچکیاں لیتی دالان سے نکل جاتی ہیں۔ جہاں آرا تیوری چڑھائے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ خورشید پریشاں کھڑا رہ جاتا ہے)

تیسرا سین

حسینہ کا مکان ۔ (ایک خاصا وسیع کمرہ ہے۔ ایک طرف شیشے کی الماری میں کتابیں چنی ہیں دوسری طرف (تین آرام کرسیاں اور تپائیاں رکھی ہیں۔ جن کے بیچ میں لکڑی کی میز پر پیتل کے گلدان میں پھول سجے ہوئے ہیں۔ ایک کونے میں سہری بچھی ہے جس پر کھدر کا پلنگ پوش پڑا ہے۔ ایک آرام کرسی پر حسینہ پاؤں

پھیلائے لیٹی ہے اور اس کے پاس جہاں آرا بیٹھی ہے۔)

جہاں آرا:۔ دیکھو بہن یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔

حسینہ:۔ احمق ہوئی ہو۔ بھلا یہ کسی کو بتانے کی بات ہے۔ بس شاہد بھائی تم اور میں تین رازدار ہوں گے

جہاں آرا:۔ حسینہ میرا یہ خیال ہے کہ یہ سب چالاکی ریاض ماموں کی ہے۔ انھوں نے ہی کسی ترکیب سے بھائی جان کے دل میں یہ بات بٹھادی ہے۔

حسینہ:۔ کیوں؟ ان کا اس سے کیا فائدہ؟

جہاں آرا:۔ فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہاں سے نسبت چھوٹ جائے اور بلقیس سے شادی کرلی جائے۔ پہلے تو ریاض ماموں نے امی جان پر کنبے والوں سے زور ڈلوایا جب امی نے صاف انکار کردیا تو خود بی بلقیس نے بھائی جان پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر وہ ایسی لڑکیوں سے دور ہی دور رہتے ہیں انھوں نے یہ چال چلی

حسینہ:۔ تم تو ایسے وثوق سے کہہ رہی ہو۔ جیسے تم نے خود انھیں کہتے سنا ہو

جہاں آرا:۔ میں نے اپنے کانوں سے نہیں سنا تو کیا ہوا۔ میں ان کے رگ ریشے سے واقف ہوں۔ چال تو انھوں نے خوب چلی مگر یہ خیال نہ رہا کہ جہاں آرا کے سامنے ان کی دال نہیں گل سکتی۔ فریبی مکار کہیں کا

حسینہ۔ اوہو تمہیں تو پورا جلال آگیا۔ اچھا تو یہ بھی سن لو کہ رضیہ سے بھی کسی نے یہ کہا ہے کہ ڈاکٹر خورشید لنگڑے ہیں

جہاں آرا (اچھل کر) ہیں؟ خدا نکرے کس نے کہا؟

حسینہ:۔ میں یہ نہیں بتاتی۔ مگر وہ مجھ سے ایک دن کہہ رہی تھی کہ مبارک ہو لنگڑا بہنوئی آئے گا۔ میں نے لاکھ پوچھا مگر اس نے اس کے سوا کچھ نہ بتایا کہ ایسے آدمی نے کہا ہے جس نے انھیں ہزاروں بار دیکھا ہے

جہاں آرا:۔ حسینہ کیا رضیہ اور بلقیس میں دوستی ہے؟

حسینہ:۔ دوستی تو نہیں۔ ہاں دسویں تک دونوں ہم جماعت رہ چکی ہیں کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

جہاں آرا:۔ بس تو یہ اسی کی حرکت ہے۔ اسی نے یہ بات رضیہ سے کہی ہوگی۔

حسینہ:۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ میں نے رضیہ سے کہا بھی کہ تم سے بلقیس نے تو نہیں کہا وہ دنیا بھر کی جھوٹی ہے اس کا یقین نہ کرو۔ مگر رضیہ نے کہا تمھیں اس سے کیا غرض۔ کسی نے کہا ہے مگر ہے سچ۔

جہاں آرا:۔ خدا ان بدذاتوں کو غارت کرے۔ اچھا بہن تو ان دونوں کی غلط فہمی دور کرنے کی بس یہی ایک ترکیب ہے، اب اجازت دو امی جان نے رو رو کر جان ہلکان کرلی ہے۔ میں نے ان سے صرف یہی کہا کہ دل گھبرا رہا ہے ذرا حسینہ سے مل آؤں۔ دیر ہوئی تو اور پریشان ہوں گی۔ لو خدا حافظ

(جہاں آرا چلی جاتی ہے۔ حسینہ کرسی پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیتی ہے اتنے میں رضیہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ یہ گندمی رنگ لمبے قد کی نازک اندام لڑکی ہے۔ آنکھیں خوب بڑی بڑی ہرن کی سی ہیں۔ بال سیاہ اور چہرہ دلکش ہے۔)

رضیہ:۔ حسینہ۔ اے حسینہ۔ واہ تم شام کے وقت سو رہی ہو۔

حسینہ:۔ کون؟ رضیہ؟ آؤ بیٹھو۔

رضیہ:۔ دل گھبرا رہا تھا۔ ہمارے ہاں تو آج کل طوفان، بے تمیزی بپا ہے۔ یہ خریدا وہ بنایا بس ناک میں دم ہے۔

حسینہ:۔ اوہو بیگم صاحب کی شادی کے سامان ہو رہے ہیں۔ ان کا ناک میں دم ہے۔ کیا خوب

رضیہ:۔ تو شادی کی خوشی ہی کس کو ہے۔

حسینہ:۔ آخر کیوں نہیں ہے؟ ایسا اچھا خاندان۔ لائق لڑکا۔ دولت مند خوبصورت۔ اور اس شادی پر آپ

رنج کر رہی ہیں واہ ری احمق

رضیہ ایک صفت تو بھول ہی گئیں ایسا اور ویسا اور لنگڑا

حسینہ :- چل بیوقوف جو کسی نے کہہ دیا یقین کر لیا۔ باولی ہوئی ہو

رضیہ :- تو میں کیا کچھ کہتی ہوں - ابا جان لنگڑے نہیں اندھے سے بیاہ دیں۔ میں زبان بھی نہ کھولوں گی۔ صرف تمہیں لنگڑے بہنوئی کے لئے تیار کر رہی ہوں۔

حسینہ :- چھوڑو ان باتوں کو اچھا سنو سینما چلتی ہو؟

رضیہ :- نہیں

حسینہ :- کیوں نہیں؟

رضیہ :- اس لئے کہ مجھے صاف نظر نہیں آتا - سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

حسینہ :- کئی دفعہ سر مار چکی ہوں کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھا دو۔ مگر تم پر اثر ہی نہیں ہوتا۔

رضیہ :- بات یہ ہے کہ لیڈی ڈاکٹر تو کوئی ڈھنگ کی ہے نہیں اور ڈاکٹر کو آنکھ دکھاتے شرم آتی ہے۔

حسینہ :- اللہ رے تیری شرم ڈاکٹر سے کیا پردہ؟

رضیہ :- تمھیں تو کسی سے بھی پردے کی ضرورت نہیں۔

حسینہ خیر یہ ذکر چھوڑو مگر یہ بات تو بڑے پردے کے حامی بھی مانتے ہیں کہ ڈاکٹر سے پردہ ضروری نہیں۔

رضیہ :- تو ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھائی ہی جائے میں اندھی تو ہوں نہیں۔

حسینہ :- (جھلا کر) اندھی نہیں ہو تو سینما میں بیٹھ کر میرا دماغ کیوں کھایا کرتی ہو کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ تم عینک کیوں نہیں لے لیتیں؟ سب خرابی دور ہو جائیگی۔

رضیہ :- کس سے لوں؟

حسینہ :- کل میرے ساتھ بڑے ہسپتال چلو، وہاں کا ڈاکٹر بڑا قابل ہے۔

رضیہ :- عینک کا نمبر لینے کے لئے قابلیت کی کیا ضرورت ہے۔

حسینہ :- اناڑی ڈاکٹر نے غلط نمبر دے دیا پھر سچ مچ اندھی ہو جائیگی

رضیہ (ہلکا سا دھپ لگا کر) چل خدا نہ کرے۔

حسینہ :- (محبت سے رضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔) تو چلوگی نہ کل؟

رضیہ :- سوچوں گی۔

حسینہ سوچنا کیسا۔ میں کل تمھیں ضرور لے کر جاؤں گی۔ کل تیار رہنا۔

رضیہ :- اچھا بھئی۔ تمھاری ہر ضد اٹھانی پڑتی ہے۔

حسینہ :- ایسی ہی تو ہیں آپ۔

چوتھا سین

ڈاکٹر خورشید کا آنکھوں کا اسپتال (ایک بڑے سے کمرے میں اوٹ لگا کر دو حصے کر رکھے ہیں۔ بڑے حصہ میں بنچوں پر مرد بچے اور گنوار عورتیں بیٹھی ہیں۔ کسی کی آنکھ پر پٹی بندھی ہے کوئی آنکھوں کو ہاتھوں سے چھپائے بیٹھا ہے کسی کو دوسرا آدمی سہارا دیئے لا رہا ہے۔ ایک طرف بڑی سی میز بچھی ہے جس کے پاس ڈاکٹر خورشید بیٹھے مریضوں کو دیکھ رہے ہیں ان کے قریب دو کمپونڈر اور ایک نرس کھڑی ہے مریض ایک پرچی لا کر ڈاکٹر کو دیتا ہے۔ ڈاکٹر ایک شیشے کی مدد سے آنکھ کا سرسری معائنہ کر کے کسی دوسرے کمرے میں جانے کو کہہ دیتا ہے - اوٹ کے اس طرف رضیہ اور حسینہ کھڑی ہیں - رضیہ نیلے رنگ کا ریشمی برقعہ پہنے ہے۔ حسینہ سفید کھدر کی ساڑھی باندھے ہوئے ہے -)

رضیہ۔ تم تو کہتی تھیں سرکاری اسپتال چلوگی۔ یہ تو کسی کا پرائیوٹ مطب ہے۔

حسینہ :- کل تمھارے جانے کے بعد شاہد بھائی سے معلوم ہوا کہ سرکاری اسپتال کا بڑا ڈاکٹر چھٹی پر ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کے ایک دوست کا آنکھوں کا ہسپتال ہے وہاں چلی جاؤ

رضیہ۔ تم نے گھر پر کیوں نہیں کہا؟

حسینہ :- بھول گئی معاف کر دو۔ اچھا اب چلو تو۔

رضیہ - میں کہے دیتی ہوں کہ اتنے آدمیوں میں آنکھ نہ دکھاؤں گی صاف

"ڈارک روم میں" میں نقاب اُلٹوں گی۔

حسینہ :- "اچھا بھئی اچھا۔ تمھاری شرطوں نے ناک میں دم کردیا۔ چلو۔ بڑھو۔

(دونوں ڈاکٹر کی میز کے قریب جاتی ہیں۔ حسینہ ڈاکٹر کو پرچی دیتی ہے۔

خورشید۔ آپ کو آنکھ دکھانی ہے ؟

حسینہ :- جی نہیں میری سہیلی مس احمد دکھائیں گی۔

خورشید :- اچھا تو نقاب اُلٹیئے۔

حسینہ :- ڈاکٹر صاحب مس احمد یہاں نقاب نہیں اُلٹ سکتیں آپ تنہائی میں دیکھئے گا۔

خورشید :- خیر (پرچی دیکھتا ہے) اچھا تو آپ کی شورٹ سائٹ ہے۔ نرس! انھیں "ڈارک روم" کے قریب بٹھاؤ۔ میں یہاں سے فارغ ہوکر آؤں گا (دوسرے مریضوں کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ حسینہ اور رضیہ نرس کی ساتھ چلی جاتی ہیں)

پانچواں سین

ڈارک روم یعنی (اندھیرا کمرہ) جس کی دیواریں اور چھت سیاہ ہے۔ دروازے پر بھاری سا سیاہ پردہ پڑا ہے دو اسٹول ایک دوسرے کے قریب رکھے ہیں دیوار کے قریب والے اسٹول کے اوپر ایک تیز بلب جل رہا ہے ایک اسٹول پر رضیہ بیٹھی ہے۔ پاس حسینہ کھڑی ہے۔ ڈاکٹر خورشید آکر دوسرے، اسٹول پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور رضیہ سے نقاب "اُلٹنے" کا اشارہ کرتا ہے۔ رضیہ نقاب اُلٹتی ہے۔ ڈاکٹر خورشید اس کی جھکی ہوئی لمبی لمبی سیاہ پلکوں کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے سکتے میں آجاتا ہے۔ پھر سنبھل کر رضیہ کی آنکھوں کو چیر چیر کر معائنہ کرتا ہے۔ رضیہ بہت بے چین ہے)

حسینہ :- ڈاکٹر صاحب عینک کا نمبر آج ہی مل جائے گا

ڈاکٹر خورشید :- پہلے معائنہ کروں پھر بتا سکتا ہوں۔ (روشنی گل کردیتا ہے اور ایک آلہ نکالتا ہے! جس کے سرے پر گول ٹکیہ لگی ہوئی ٹکیہ میں سے تیز روشنی نکلتی ہے۔)

خورشید۔ اب یہ روشنی میں آپ کی آنکھ پر ڈالتا ہوں۔ جس طرف میں کہوں دیکھتی رہیئے۔ چھت کی طرف دیکھئے۔ اب بائیں طرف۔ اب دائیں طرف، اچھا اب میری آنکھوں کی طرف دیکھیئے۔ (رضیہ گھبرا کر نظر نیچی کرلیتی ہے۔)

خورشید :- (حسینہ کی طرف مڑ کر) اپنی سہیلی کو سمجھایئے جب تک یہ میرے کہنے پر عمل نہ کریں میں کیسے ٹھیک معائنہ کرسکتا ہوں۔

حسینہ رجو تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ جو ڈاکٹر صاحب کہیں کرو۔

رضیہ :- (منھ بنا کر) بہت اچھا

خورشید :- اب میرے ماتھے کی طرف دیکھئے۔ ذرا اور نیچے میری آنکھوں کو دیکھئے۔ اب چھت کی طرف اب دائیں طرف اب بائیں طرف، اب پھر میرے ماتھے کو (کئی منٹ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ رضیہ گھبرا گھبرا کر پہلو بدلتی ہے حسینہ مسکرا رہی ہے)

خورشید :- اب آپ سامنے والے کمرے میں تشریف لے جایئے وہاں شیشے لگا کر دیکھونگا رضیہ جلدی سے نقاب ڈال کر کھڑی ہوجاتی ہے۔ اور حسینہ ہاتھ پکڑ کر نکل جاتی ہے۔ خورشید ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔)

چھٹا سین

(رضیہ ایک اسٹول پر بیٹھی ہے۔ حسینہ میز کا سہارا لیئے کھڑی ہے ڈاکٹر نے ایک موٹا سا فریم رضیہ کی آنکھوں پر چڑھا رکھا ہے۔ کیونکہ فاصلے پر حروف کی تختیاں ٹنگی ہیں۔ خورشید شیشے لگا لگا کر دیکھتا ہے)

خورشید :- سامنے والی تختی پڑھیئے۔

رضیہ - ای - جی - ایل - پی - این

خورشید :- دوسری

رضیہ پی - ایل - او - زیڈ - ایچ -

خورشید:- تیسری

رضیہ:- این - پی - ایل - آئی - کے -

خورشید:- چوتھی لائن پڑھئے

رضیہ:- ایم ...... پی ...... یہ نہیں پڑھی جاتی -

(خورشید دیر تک شیشے لگا لگا کر دیکھتا رہتا ہے -
رضیہ بیٹھے بیٹھے اکتا جاتی ہے - آخر ایک شیشہ لگ
جاتا ہے اور وہ نمبر لکھ کر دیتا ہے)

حسینہ:- ڈاکٹر صاحب آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ سب کام آج
ہی کر دیا -

رضیہ:- (اپنی آنکھیں بے ارادے ڈاکٹر کی طرف اٹھاتی ہے
پھر جلدی سے جھکا لیتی ہے -) ڈاکٹر صاحب میں آپکی
بہت شکر گذار ہوں

(سامنے سے شاہد آتا نظر آتا ہے)

شاہد:- ارے بھئی ڈاکٹر تم کہاں ہو - سارا اسپتال ڈھونڈ مارا

خورشید:- (ہنس کر) ڈاکٹر ہمیشہ مریضوں کے پاس ہی ملتا ہے
تم خدا جانے کہاں ڈھونڈتے تھے -

شاہد:- ارے حسینہ تم ڈاکٹر خورشید کے ہاں کہاں سے آگئیں؟

(رضیہ "ڈاکٹر خورشید" سن کر گھبرا جاتی ہے اور جلدی سے
نقاب ڈال لیتی ہے -)

حسینہ:- میں آنکھیں دکھانے آئی تھی -

شاہد:- تمھاری آنکھوں کو کیا ہوا؟

حسینہ:- مس احمد کی آنکھیں دکھاتی تھیں -

شاہد:- اچھا یہ مس احمد ہیں؟ آداب عرض کرتا ہوں -

(رضیہ جو پہلے سے حسینہ کو گھسیٹ رہی ہے - جھلا
کر حسینہ کو کھینچ کر باہر لے جاتی ہے)

خورشید:- بھئی یہ دونوں کون تھیں؟

شاہد:- تمھیں کیا مطلب؟

خورشید:- ہے کچھ مطلب تم بتاؤ تو سہی -

شاہد:- خوب آپ تو ہمیں مطلب بھی نہ بتائیں اور ہم آپ
کو غیر لڑکیوں کا نام اور پتہ بتا دیں -

خورشید:- تمھیں تو ہر وقت مذاق سوجھتا ہے -

شاہد:- تو کیا یہ وقت گریہ وزاری کا ہے؟

خورشید:- تم بھی عجیب کج بحث واقع ہوئے ہو نہ -

شاہد:- ساڑھی والی ہماری بہن صاحبہ تھیں -

خورشید:- اور دوسری؟

شاہد:- وجہ بتاؤ کیوں پوچھتے ہو؟

خورشید:- کچھ نہیں - میں نے ایسی دلکش صورت بہت کم دیکھی ہے
اور اس کی آنکھیں تو بہت ہی خوبصورت ہیں -

شاہد:- واہ بھئی واہ آنکھ کے ڈاکٹر کو خراب نظر والی پسند
آجائے -

خورشید:- اس کی نظر خراب نہیں - صرف "شارٹ سائٹ" ہے
ایسی نظر خراب نہیں کہلاتی -

شاہد:- کیا خبر؟ مگر تم بڑے خراب آدمی ہو جو غیروں کی بہو بیٹیوں
کو گھورتے ہو -

خورشید:- (متاثر ہو کر) تم خود جانتے ہو - میں نے آج تک کسی عورت
کو نظر بھر کر نہیں دیکھا - خدا جانے اس لڑکی میں کیا کشش
تھی کہ میری نظر اس پر جم کر رہ گئی -

شاہد:- اچھا اگر ہم بتا دیں کہ لڑکی کون تھی تو تم ہمیں کیا دوگے؟

خورشید:- آنکھ میں ڈالنے کی دوا -

شاہد:- جو رہی سہی روشنی بھی جاتی رہے؟

خورشید:- غرض تم بتاؤ گے نہیں

شاہد:- اچھا لو سنو - یہ وہی صاحبزادی تھیں جنھیں آپ نے
ناپسند کیا ہے -

خورشید:- کیا مطلب؟

شاہد:- مطلب یہ ہے کہ ہمارے پروفیسر ضیاء احمد صاحب کی
بڑی صاحبزادی رضیہ خاتون تھیں - جنھیں حضور "خراب نظر
والی" سمجھ کر ناپسند فرما چکے ہیں -

(خورشید بھونچکا کھڑا رہ جاتا ہے - وہ اس وقت مجسم

سوالیہ نشان بنا ہے۔ شاہد قہقہہ پر قہقہہ لگا رہا ہے۔)

ساتواں سین

خورشید کا زنانہ مکان۔ اسی پہلے والان میں حمیدہ

بیگم جانماز پر بیٹھی ہیں۔ ہاتھ میں تسبیح ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ جہاں آرا ذرا فاصلہ پر بیٹھی ہے۔ گود میں ایک کتاب پڑی ہے مگر وہ اُسے پڑھ نہیں رہی بار بار دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ جیسے کسی کی منتظر ہو۔ اتنے میں خورشید اندر آتا ہے۔ چہرے پر کچھ پریشانی اور کچھ پشیمانی کے آثار ہیں

خورشید :۔ جہاں آرا کیا کر رہی ہو۔

جہاں آرا :۔ شکر ہے آپ کو ہماری یاد تو آئی

خورشید :۔ (ٹال کر) کیا امی نماز پڑھ چکیں ؟

جہاں آرا :۔ (بے رخی سے) مجھے کیا معلوم۔ دیکھ لیجئے۔

(تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہتے ہیں حمیدہ بیگم نماز ختم کر کے اُٹھتی ہیں۔)

خورشید ۔ امی کیا آپ مجھ سے کچھ خفا ہیں۔

جہاں آرا۔ جی نہیں۔ امی جان آپ سے بہت ہی خوش ہیں کہ آپ نے تین دن سے صورت نہیں دکھائی۔

خورشید :۔ کیا واقعی میری امی مجھ سے خفا ہیں۔ (ماں کے گلے میں باہیں ڈالتا ہے) امی میری امی میرا قصور معاف کر دیجئے امی جان خدا جانتا ہے شرمندگی کی وجہ سے میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا مگر میرے دل کا جو حال تھا میں ہی جانتا ہوں۔

حمیدہ :۔ تمھیں کاہے کی شرمندگی۔ شرمندگی جس کی ہوگئی ہو۔ منھ جس کا کالا ہو اُس کا ہو جس کا قصور تھا۔ جس نے تمھارے معاملے میں دخل دیا شرمندہ ہو تمھیں کیسی شرم ؟

خورشید :۔ کیا آپ مجھ سے اس قدر خفا ہیں۔

حمیدہ :۔ میں کسی سے خفا نہیں اپنی قسمت کی شاکی ہوں۔

خورشید :۔ امی للہ آپ اپنی خفگی دور کیجئے۔ میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔

حمیدہ :۔ میں کوئی حکم نہیں سناتی۔

خورشید :۔ میری امی ایک گناہ تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے۔ میں نالائق سہی، قصوروار سہی مگر اب تو معافی چاہتا ہوں۔ (ہاتھ جوڑ کر) امی خدا کے لئے معاف کر دیجئے۔

حمیدہ :۔ اچھا جاؤ معاف کیا۔

خورشید :۔ میرے دل کو جب تک اطمینان نہ ہوگا جب تک عدول حکمی کا کفارہ نہ دے دونگا۔ میری سزا یہ ہے کہ آپ میری وہیں شادی کیجئے۔ جہاں میں نے انکار کیا تھا۔

حمیدہ :۔ بھئی میں تمھارے معاملے میں دخل نہیں دیتی

خورشید :۔ تو معلوم ہوتا ہے آپ نے مجھے دل سے معاف نہیں کیا

حمیدہ :۔ معاف تو کر دیا۔ مگر میں نے عہد کیا ہے کہ تمھارے کسی معاملے میں دخل نہ دونگی۔

خورشید (کھسیانا ہو کر) تو پھر کون میرے معاملہ میں دخل دیگا میرا اور کون ہے۔

حمیدہ :۔ تم جانو تمھارا کام۔ میں ان باتوں میں نہیں پڑتی۔

خورشید :۔ امی خدا کے لئے ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ توڑیئے میں آپ کی خوشی کو اپنی ہر خوشی پر مقدم سمجھتا ہوں۔ اُس وقت جو حماقت ہوگئی تھی اس کے لئے بے حد شرمندہ ہوں اور جو کفارہ آپ کہیں دینے کو تیار ہوں۔

حمیدہ :۔ نہ بابا میں کوئی کفارہ ادا نہیں کرواتی۔ آج تم امی کی خوشی کو شادی کر لو کل کو اُس معصوم لڑکی سے بدلہ نکالو۔ میں باز آئی ایسی رضامندی سے۔

خورشید :۔ (رنجیدگی سے) آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں۔

حمیدہ (پگھل کر) میاں تم ہی سوچو گڈے گڑیا کی شادی تو نہیں ایک لڑکی کی زندگی کا معاملہ ہے۔

خورشید :۔امی میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں آپ کی پسند
کو اپنی پسند سمجھونگا۔اور ساری عمر خوشی سے بسر کرونگا
اب بھی آپکو یقین نہ آئے تو میری قسمت (آنکھوں میں
آنسو آجاتے ہیں)

حمیدہ بیگم (جلدی سے گلے لگا لیتی ہیں) میرا بچہ، میرا لال
تو رنجیدہ نہو۔اب مجھے یقین آگیا۔(جہاں آرا سے)
کم بخت دشمنوں نے بہکا رہا تھا۔ورنہ میرے بچے
جیسا سعادت مند بیٹا تو دنیا میں نہ ہوگا (پیار کرتی ہیں)

خورشید۔:۔امی جہاں آرا کو حسد ہو رہا ہے۔

حمیدہ :۔نہیں بیٹا پرسوں سے جو اس کی حالت ہے
وہ میں ہی جانتی ہوں۔ اسے تم سے بہت محبت ہے
ہاں شرارت سے جو چاہے کہے۔

جہاں آرا :۔امی یہ سب بھیا کا مکر ہے۔

حمیدہ :۔(پیار سے جھڑک کر) چل تو یونہی کہا کرتی ہے۔
بیٹا میں شکرانے کی نماز پڑھ آؤں (چلی جاتی ہیں۔
خورشید جانے کو اٹھتا ہے۔جہاں آرا سامنے آکر کھڑی
ہو جاتی ہے)

خورشید :۔کیا ہے جہاں آرا۔

جہاں آرا :۔(آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) آپ امی کو
دھوکا دے سکتے ہیں؟

خورشید :۔کیا مطلب؟

جہاں آرا :۔مطلب یہ کہ آپ نے جو امی کو خوش کرنے کو
"شادی کر لینے کا سانگ کیا ہے اُس پردہ یقین کر لیں
مگر جہاں آرا سب کچھ جانتی ہے

خورشید :۔کیا جانتی ہے؟

جہاں آرا :۔(ایک ایک لفظ پر زور دے کر) یہ کہ آج کوئی
اسپتال میں آیا، آنکھوں کا معائنہ ہوا، نام معلوم کیا
گیا۔اور پھر.....

خورشید (حیران ہو جاتا ہے) تمھیں یہ سب کہاں سے معلوم
ہو گیا۔ابھی تو میں وہاں سے آرہا ہوں۔

جہاں آرا :۔ مجھے کہاں سے معلوم ہوا؟ (کھل کھلا کر ہنس
پڑتی ہے)

خورشید :۔یہ کیا تماشہ ہے؟ سچ کہو جہاں آرا تمھیں یہ کس
سے معلوم ہو گیا۔

جہاں آرا :۔جناب یہ سب کیا دھرا ہے کس کا! میں نے ہی تو
حسینہ کو سکھا کر بڑے اسپتال کی بجائے آپ
کے ہاں رضیہ کو بھیجا۔ اور......

خورشید :۔ واقعی؟

جہاں آرا :۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ رضیہ سے لوگوں نے یہ کہدیا
تھا کہ آپ خدانخواستہ لنگڑے ہیں (ہنس پڑتی ہے)

خورشید :۔ آخر کس نے کہا؟

جہاں آرا۔ جناب وہی آپ کی بلقیس! اسی نے آپ سے کہا تھا
اُسی نے رضیہ سے کہا۔

خورشید :۔نہیں نہیں مجھ سے بلقیس نے نہیں کہا۔

جہاں آرا :۔خیر بلقیس نے نہ سہی اُس کے کسی خیرخواہ نے
کہا ہو گا۔مگر اُسے یہ خیال نہ رہا کہ اس کی بھی اُستانی
جہاں آرا موجود ہے۔

خورشید :۔جہاں آرا تو تو بڑی ہوشیار نکلی۔

جہاں آرا: شکرگزار تو نہوئے ہونگے! کیسی اچھی لڑکی ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی اور امی کو
دھوکا دیتے ہیں کہ میں آپکی خوشی کو سب کچھ کرنے کو تیار ہوں

خورشید :۔جہاں آرا.....

جہاں آرا :۔(بھائی کے گلے میں باہیں ڈال کر) جی۔

خورشید :۔(جہاں آرا کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر) امی کو یہ بات
نہ معلوم ہونے پائے۔

جہاں آرا :۔(آنکھیں مٹکا کر) اور اس راز کی قیمت؟

خورشید :۔اچھی آنکھوں والی بھاوج (دونوں ہنستے ہیں) پردہ گرتا ہے

صالحہ عابد حسین (دہلی)

آہ ڈاکٹر اقبال

از پروفیسر خورشید آرا بیگم صاحبہ منشی فاضل و ادیب فاضل

آہ اے اقبال اے اقبالِ قومِ بد نصیب　　آہ اے گلزارِ اُردو کی چہکتی عندلیب
آہ اے چشمِ بصیرِ ہندیان بے بصر　　آہ اے اسلامیوں کے نالۂ دردِ جگر
آہ اے مضرابِ سازِ کائناتِ شاعری　　آہ اے ماہِ ادب کی مُسکراتی چاندنی
آسمانِ فلسفہ کے اے چمکتے آفتاب　　حسنِ تخئیل وجمالِ عشق کے اُٹھتے شباب
نکتہ سنجِ آرزو اے رازدانِ زندگی　　واقفِ رمزِ خودی اے ترجمانِ زندگی
سرمدی نغموں کے مالک پیکرِ وجدانیت　　جبرئیلِ آرزو۔ پیغمبرِ انسانیت
جانشینِ غالب وہندوستاں کے گوئٹے　　وجہ نازش شاعرانِ ہندوایراں کے لئے
اے کہ سوتوں کو جگا کر تجھ کو ملتا چین تھا　　نا اُمیدی کو مٹانا تیرا لقب العین تھا
ہاں بچانا ڈوبتوں کو تھی نشاطِ زندگی　　دیکھ سکتا تھا نہ تو پھولوں کی بھی افسردگی
روشنی ظلمت نشینوں کو دکھاتا تھا سدا　　پست ہمت قوم کی ہمت بڑھاتا تھا سدا
قوم بے حس کو بتایا نکتۂ رازِ خودی　　روحِ استقلال جسمِ مسلمیں میں پھونک دی
آہ تیری موت نے مسلم کا دل خوں کردیا　　عالمِ اُردو پہ ہے ابرِ الم چھایا ہوا
موتِ عالِم موتِ عالَم ہو مگر شاعر کی موت　　اور خصوصاً فطرتِ اسلام کے ماہر کی موت
موت سر اقبال کی ہے موت جملہ کائنات　　سینہ کوباں جس پہ ہے خود آہ تلخیٔ ممات
کون اب مسلم کو دکھلائیگا راہِ بہتری　　دردِ اُردو کی کریگا کون اب جلوہ گری
کون دیگا درسِ خودداری ہیں خورشید اب　　کون غفلت پر کرے گا قوم کو تہدید اب

قرن ہا باید کہ تا خورشید در ارضِ وطن
مثلِ سر اقبال پیدا میشود صاحب سخن

کیا اسلام مسلمانوں کے تنزل کا سبب ہے؟

عیسائیوں کا اسلام پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ اسلام ہی مسلمانوں کے تنزل کا سبب ہے۔ لیکن اُن کا یہ الزام بالکل لغو ہے۔ کوئی مذہب ترقی یا تنزل کا سبب نہیں ہو سکتا، اگر ہو سکتا ہے تو یونان مصر اور روم بھی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتے۔ کوئی فرقہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اسلام کا عروج عظیم الشان اور قابل رشک نہ تھا۔ علم و فلسفہ، صنعت سیاست وغیرہ وغیرہ گویا سب ہی چیزوں میں اسلام ہمیشہ پیش پیش رہا۔ اسلام نے جو ترقی اتنی سالوں میں کی دوسری قومیں صدیوں میں بھی اتنی ترقی نہ کر سکیں۔ نپولین ہمیشہ مسلمانوں کی جنگی فتحیابی پر تعجب کرتا تھا۔ عربوں کے قبول اسلام کے بعد ہی کامیابی اور فتوحات کا سہرا ان کے سر چڑھا اور اُس کے پھول چار سو سال تک برابر کھلتے رہے جن کے ذکر سے "تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ اس زبردست عروج کو مدنظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

مسلمانوں کے تنزل کی وجہ ان کا مذہب نہیں، بلکہ وہ خود ہیں۔ کیونکہ وہ عیش پسند۔ لاپرواہ۔ اور متکبر ہونے لگے اور دوسری وجہ آپس کا نفاق اور خانہ جنگیاں تھیں۔ اگر حکمرانوں کے درمیان لڑائی نہ چھڑتی تو آج تمام یورپ پر اسلام کا پرچم لہراتا۔ مسلمان جب تک اپنے مذہب پر قائم رہے ترقی نے ان کا ساتھ دیا۔ اور جب اس سے پلٹے تو تنزل کا مُنھ دیکھا۔

قبل مسیح کا یونان روئے زمین پر کامیاب اور مہذب ملک تھا۔ فلسفہ۔ سیاست۔ شاعری۔ سائنس وغیرہ میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ معماری اور سنگ تراشی میں یونان کے ہم پلہ کوئی ملک نہ تھا۔ لیکن یہ عروج قبل مسیح تک قائم رہا جب یونان نے غیر مذہب یعنی عیسائیت قبول کی اُس کا تنزل شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اُس نے اپنی آزادی بھی کھو دی تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونان کے تنزل کا سبب عیسائی مذہب تھا؟ نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ یونان کی طرح روم کا زمانہ بھی لائق ذکر گزرا ہے۔ یونان نے صنعت اور شاعری میں حصہ لیا اور روم نے قانون سازی میں اب بھی بہت سے ملکوں میں رومی آئین پائے جاتے ہیں۔ لیکن جس روز رومی شہنشاہ نے دین مسیح کو قبول کیا اُس کے تنزل کا آغاز ہوا۔ گویا ایام بُت پرستی میں روم کا زمانہ عروج پر تھا اور دورِ مسیح میں ان کا ستارہ غروب ہونے لگا۔ تو کیا میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ مسیح کے مقابلہ میں بت پرستی اچھی تھی۔ ہرگز نہیں۔ روم اور یونان کے تنزل کا باعث عیسائی مذہب نہیں تھا بلکہ وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ اُن کو اپنی طاقت کا غرور ہو گیا تھا اور مذہبی معاملوں میں لاپرواہی برتتے" تھے حقیقت میں اُن کے تنزل کی یہی وجہ تھی۔ یورپین اقوام نے بھی گذشتہ صدی ہی میں ترقی کی۔ لیکن یہ کہنا کہ دین مسیح نے یورپ کو صدیوں تک تاریکی میں رکھا بیجا ہوگا۔ میں یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ان کی پستی کا سبب ان کا مذہب تھا

جاپان کو لیجیے۔ دو ہزار سال تک وہاں بت پرستی رہی اور اس عرصہ میں اس پر انتہائی جمود غالب رہا۔ لیکن پھر یکایک اس نے ایسی زبردست ترقیاں کیں کہ دوسرے ممالک کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ جاپانیوں کو بُت پرستی سے نہ تو پہلے تنزل ہوا اور نہ اب اس سے عروج ہے۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی غیروں نے اسلام پر الزام کی بھرمار کر دی ہے۔ حالانکہ جو حال دوسری قوموں کا ہے وہی مسلمانوں کا ہے۔ مذہب اسلام کو کسی طرح بھی مسلمانوں کی ترقی میں رُکاوٹ نہیں کہا جاسکتا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب تک مسلمان اسلام کے اصولوں پر کاربند رہے وہ ترقی کرتے رہے۔ جب اس سے لاپرواہی برتی تو ان کا تنزل شروع ہو گیا۔ اگر اب بھی مسلمان سنبھل جائیں تو کھوئی ہوئی قوت پھر حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ مذہب کی بہ نسبت سیاست کی بیداری زیادہ ضروری ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اسلام اور قوم دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اگر مسلمان ایک سیاست کو لے کر اسلام سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ مذہبی دولت سے ہاتھ دھو لیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری ترقی اسلام کے اصولوں پر ہی چلنے پر موقوف ہے۔ قرآن پاک ہمارے لئے خزانۂ لازوال ہے۔ اگر اب بھی مسلمان اپنے مذہب کو پہچانیں اور اس کے احکام پر چلیں، تو ترقی کا میدان پھر ہمارے ہاتھ میں ہے۔

شہر بانو

(صفحہ ۲۰۷ کا بقیہ)

مسلک ہر ایک کا ہو بس اتحاد قومی
سُنّی شیعہ کے قضیّے لب پر کبھی نہ لاؤ

خدمت کرو وطن کی کچھ قوم کی بھلائی
بحرِ فنا سے اپنی ہستی کو اب بچاؤ

غیروں کا کیا سہارا امداد باہمی سے
اُٹھو اور اپنا بیڑا خود پار تم لگاؤ

ہیں ساتھ میں تمہارے ہم عورتیں دعاگو
ساحل پہ جاکے دم لو آگے قدم بڑھاؤ

پالا ہے محنتوں سے کچھ حق بھی ہے ہمارا
ہم سب کی لاج رکھو کہنے کو مان جاؤ

آپس میں میل کر لو مل جاؤ سب گلے سے
پہلی سی میل ملّت دنیا کو پھر دکھاؤ

ایثار کی ضرورت اب ملک و قوم کو ہے
ہاں مادرِ وطن کو ایثار کچھ دکھاؤ

مفسد کی ہٹ دھرم کی آخر یہی سزا ہے
ہم ان سے صاف کہدیں تم گھر میں اب نہ آؤ

گر کچھ بھی ہو حمیت نادم ہوں اپنی جا پر
چلّو میں لے کے پانی تم آپ ڈوب جاؤ

اسلامی بیبیوں سے ہے التجا ہمارا کی
اخلاق و آشتی تم مردوں کو اب سکھاؤ

مل جل کے شان و شوکت اسلام کی بڑھاؤ
اصلاح باہمی کا بیڑا تمھیں اٹھاؤ

سکونِ صبح کا مُلک

بیرونی دُنیا اس جزیرہ نما کو کوریا کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ مگر خود اس ملک کے لوگ اس کو چوزن کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی ہیں "سکونِ صبح کا ملک" اس جزیرہ نما کے مشرقی مغربی ساحلوں کے قریب بہت کثرت سے چھوٹے چھوٹے بہت خوشنما اور سرسبز جزیرے نظر آتے ہیں۔ ساحل کی طرف نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ایک طویل سلسلہ کوہ مشرقی ساحل کے کنارے کنارے شمالاً جنوباً پھیلتا چلا گیا ہے کوریا کی تاریخ کم از کم تین ہزار برس پُرانی ہے۔ اور اس کا تمدن یورپ کے تمام ملکوں سے زیادہ قدیم ہے۔ جب انگلستان کے لوگوں نے لکھنا بھی نہ سیکھا تھا اُس وقت اس ملک کے پاس ایک زبردست قومی لٹریچر موجود تھا۔ جاپان جو آج اس کو تہذیب جدید سکھانے کا دعویدار ہے۔ رسم الخط، مذہب اور تمدن سیکھنے کے لئے اسی کا ممنون ہے۔ متعدد صنعتیں اسی نے جاپان کو سکھائیں۔ مگر قدامت پسندی اور زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی نہ کرنا اکثر قدیم تہذیبوں اور قوموں کے فنا کا باعث بنا ہے۔ اور اسی چیز کا شکار کوریا کے لوگ بھی ہوئے۔

کوریا نے اپنی طویل تاریخ کے دوران میں بڑے بڑے ہولناک انقلابات دیکھے ہیں اور بارہا غیر ملکی حملوں کا مقابلہ کیا ہے ۱۹۱۰ء سے یہ جاپانیوں کے ماتحت آچکا ہے اور اس وقت سے قدیم خاندان کا بادشاہ جاپان کا وظیفہ خوار ہے۔ کوریا میں جاپان کی طرف سے ایک گورنر جنرل رہتا ہے۔ جب سے جاپان نے کوریا کے قدامت پسندانہ جمود و سکون میں تحریک پیدا کی ہے اس وقت سے برابر جدید تہذیب کوریا میں پھیل رہی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں جاپانیوں کی حکومت بہت سخت تھی۔ مگر رفتہ رفتہ اُنھوں نے اس قوم کے ساتھ مہربانی کا سلوک شروع کر دیا غیر ملکی حملوں سے اسے محفوظ کیا۔ اندرونی فسادات لوٹ مار اور مظالم کا سدباب کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا جدید وضع کی تعلیم کا انتظام کیا مدرسے کھولے زراعت اور صنعت و حرفت کو ترقی دی اور ملک کے قدرتی وسائل کو بڑھایا۔ مثلاً قدیم زمانے میں اس ملک میں کان کنی بالکل نہ ہوتی تھی۔ اب اس قدر سونا نکالا جاتا ہے کہ تمام جاپان میں کہیں اور نہیں نکلتا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی دھاتیں کوریا کی کانوں سے نکلتی ہیں۔

کوریا کی آب و ہوا نہایت خوشگوار اور صحت افزا ہے۔ موسم گرما میں کافی بارش ہوتی ہے۔ اور تمام سال سردی اور گرمی اعتدال پر رہتی ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور لحاظ سے بھی اس جزیرہ نما کو اپنے ہمسایوں کی نسبت قدرتی فوائد حاصل ہیں۔ مثلاً یہاں چین و جاپان کی طرح نہ زلزلے آتے ہیں نہ سیلاب آتے ہیں اور نہ طوفان باد و باراں اور قحط بھی نہیں پڑتے۔ زراعت لوگوں کا عام پیشہ ہے۔ سال میں دو فصلیں آسانی سے پیدا

ہوتی ہیں۔ آبادی گنجان نہیں ہے اور ملک کا بہت سا حصہ اب بھی غیر مزروعہ ہے۔ اس لئے آسانی سے زمین مفت مل جاتی ہے۔ اب تک ان کے آلات بہت قدیم وضع کے اور نہایت بھدے ہیں جن سے کام نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً زمین کھودنے کے لئے ایک بہت بڑا بیلچہ استعمال کرتے ہیں جس کو پہلے پانچ آدمی زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے لمبے دستے میں رسیاں باندھ کر ان کو پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ اس طرح مٹی اپنی جگہ سے اُکھڑ جاتی ہے۔ چاول یہاں کی سب سے بڑی زراعتی پیداوار بھی ہے اور خوراک کا اہم ترین جزو بھی۔ ماہی گیری بھی کافی آدمیوں کا پیشہ ہے۔ کوریا کے باشندے ارواح پرست کنفوشس کے پیرو ہیں۔ ایک زمانہ میں بدھ مذہب کو یہاں بہت فروغ حاصل تھا۔ کوریا کے لوگوں نے بدھ مذہب کی تبلیغ میں خوب حصہ لیا تھا اور جاپان میں یہ مذہب کوریا کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ مگر اب بدھ مت کو مکمل زوال ہوچکا ہے۔ اور بہت کم بھکشو ملک میں باقی ہیں۔ جو اب تک اس مذہب پر قائم ہیں۔ اور اسی کی خدمت کئے جاتے ہیں۔ بدھ مت کے سینکڑوں معبد اور خانقاہیں بالکل ویران پڑی ہیں۔ اور عام طور پر لوگ اس مذہب سے متنفر نظر آتے ہیں۔ عیسائیت کی تبلیغ بھی ہو رہی ہے۔ اگرچہ اس میں کافی کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ لوگ نہایت توہم پرست ہیں اور خبیث روحوں سے بچنے کے لئے ہمیشہ ٹونے اور ٹوٹکے کرتے رہتے ہیں۔

کوریا کے لوگ پست قامت مگر مضبوط اور گٹھیلے جسم والے ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے کتابی، کلّے کی ہڈیاں چوڑی اور اونچی اور آنکھیں تنگ ہوتی ہیں۔ مردوں کا لباس یہ ہے۔ سر پر ایک سیاہ رنگ کی اونچی باڑھ کی چھجے دار ٹوپی ہوتی ہو بالکل سفید لمبا چغہ اور شلوار نما پاجامہ جس کی موریوں کو جمع کر کے ایک بند سے ٹخنہ کے پاس ٹانگ پر باندھ دیتے ہیں۔ اس لباس کے متعلق ایک بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اس لباس کی تیاری میں سوئی تاگا بالکل استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ کپڑے کو کاٹ کر سلائی کی جگہ لیئی سے چپکا دیتے ہیں۔ اور جب عورتیں ان کو دھوتی ہیں تو یہ سب جوڑ علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ سکھا کر پھر دوبارہ اُن کو اُسی طرح چپکا لیا جاتا ہے۔ ان کے کپڑوں میں اندر کی طرف ایک خاص قسم کے نمدہ کا استر لگا ہوتا ہے۔ جو اس ملک میں بکثرت بناتے ہیں۔ جوتا بھی عجیب شکل کا ہوتا ہے اس کا اوپر کا حصہ چمڑے کا ہوتا ہے مگر تلا لکڑی کا ہوتا ہے۔ جس کے نیچے کھڑاؤں کی طرح مگر اس سے زیادہ اونچی اونچی دو لکڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ کوریا کی عورتیں بہت محنتی ہوتی ہیں اور گھر کا تمام کام کاج ان ہی کے ذمہ ہوتا ہے اوسط اور اعلیٰ طبقہ کی عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ شادی کے متعلق یہاں ایک عجیب دستور یہ ہے کہ جب دُلہن دولہا کے گھر بیاہ کر پہلی دفعہ جاتی ہے تو اس کی آنکھوں کو گوند سے چپکا دیتے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم دستور کے مطابق یہاں بھی نئی بیاہی ہوئی عورتیں مدت تک کسی کے سامنے بولنے چالنے میں بہت تامل کرتی ہیں۔

کوریا کا پائے تخت سیول ہے۔ جس کو جاپانی کے۔ "ای جو" کہتے ہیں۔ ہم فوزان کی بندرگاہ سے شمال کی طرف

ریل میں سیئول روانہ ہوتے ہیں۔ یہ شہر دریائے ہان پر واقع ہے۔ آبادی تین لاکھ ہے۔ اس کی فراخ وکشادہ سڑکوں پر بکثرت موٹر کاریں۔ بسیں اور ٹریم کاریں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ کہ اس قدر قدامت پسند ملک میں جدید تہذیب کی یہ کارفرمائی ہے۔ آپ کو یہ سُن کر اور بھی حیرت ہوگی کہ سیئول کی یہ ٹریم لندن میں ٹریم کار جاری ہونے سے پہلے جاری ہوئی تھی۔ سیئول کے گرد فصیل بنی ہوئی ہے، جس کا محیط سات میل ہے۔ اس میں آٹھ دروازے ہیں ہر دروازے کا نام نہایت شاندار ہے۔ مثلاً ایک کا نام ہے "باب الانسان رفیع الشان" اور دوسرے کا نام باب الشفقت فی العاطفت ہے۔

سیئول میں ایک قابل دید چیز وہ دیوپیکر گھنٹی ہے جو سنہ ۱۴۶۸ء میں ڈھالی گئی تھی۔ اس کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ یہ مشہور ہے کہ بادشاہ نے ایک کاریگر کو اس گھنٹی کے ڈھالنے کا حکم دیا اور کہدیا کہ اگر گھنٹی کی آواز سریلی نہ ہوئی تو کاریگر کو سزائے موت دی جائے گی۔ کاریگر نے گھنٹی بجائی اور اس کی آواز سریلی نہ نکلی۔ کاریگر بہت پریشان ہوا اور اس نے گھنٹی کی موسلی ایک دفعہ اور پگھلا کر پھر بنانی چاہی۔ جب دھات پگھل کر ڈھالنے کے لئے تیار ہوئی تو کاریگر کی بیٹی جس کی آواز بہت سریلی اور باریک تھی اور جو اپنی خوش الحانی کے لئے سارے ملک میں مشہور تھی اس میں کود پڑی اور اس کی اس قربانی نے گھنٹی کی آواز سریلی بنادی۔

پُرانے زمانہ میں غروب آفتاب کے وقت یہ گھنٹی بجا کرتی تھی اور اس کے بعد مردوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت عورتیں گھروں سے باہر نکل کر سیر کیا کرتی تھیں اور تازہ ہوا سے لطف اندوز ہوتی تھیں اس گھنٹی کے بجنے کے بعد اگر کوئی مرد گھر سے باہر دیکھا جاتا تھا تو اس جرم کی سزا موت تھی۔

مسز آر۔ کے فضلی۔ پانی پت

شادی میں رخنہ اندازی

ایک کشادہ کمرے میں چند احباب بیٹھے شادی میں رخنہ اندازی پیدا کرنے والوں پر تبصرہ کر رہے تھے کہ دفعتہً عقیل قطع کلام کر کے بول اُٹھا "اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہوں" سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا "ضرور"

عقیل کہنے لگا "آپ میرے بھائی جان کو جانتے ہی ہیں۔ میں اُن کی ڈائری کے چند اوراق پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اُن کی شادی میں ہمارے رشتہ داروں نے کیسی رخنہ اندازی کی اور وہ رشتہ جو مستحکم ہو چکا تھا کیسے ٹوٹ گیا۔ اس کا صدمہ اپنے پرائے سبھی کو تھا لیکن جو صدمہ بھائی جان کے دل کو پہنچا ہے اُس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر اُس نے چند اوراق میز پر رکھ دیئے۔

۱۹۔ اپریل ۳۷ء

گرمی کی وجہ سے صبح ساڑھے پانچ بجے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ مطلع صاف اور ہوا بڑی فرحت بخش چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک باغ میں ٹہلتا رہا۔ پھر گھر میں آیا۔ والدہ صاحبہ اور آپا بیگم بیٹھی بات چیت کر رہی تھیں۔ میں بھی اُن کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

آپا بیگم نے کہا "اماں اب شکیل کی شادی کر دینی چاہیئے"

والدہ نے کہا۔ "ہاں میری بھی یہی خوشی ہے کہ اب یہ کام جلدی ہو جائے"

"کیوں میاں شکیل تمھاری کیا رائے ہے؟" آپا بیگم نے ازراہ تمسخر دریافت کیا۔

"جب آپ لوگوں کی یہی خوشی ہے تو بھلا مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے البتہ ——————!"

"البتہ کیا؟" آپا بیگم نے مجھ سے دریافت کیا

میں نے اماں کی طرف مسکرا کر دیکھا اُنھوں نے کہا "کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

میں نے دبی زبان میں کہا "شادی سے پہلے میں اپنی دلہن کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں"

والدہ صاحبہ نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا بیوقوف! دیکھنے والے ہم ہیں۔ کوئی اندھی یا لنگڑی تمھارے گھٹنے سے باندھنے سے رہے"

میں نے کہا "اچھا جب یہ نہیں ہو سکتا تو میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ میرے لئے ایک ایسی لڑکی انتخاب کی جائے جو زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہو مزاج میں سادگی ہو اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف ہو۔ اگر رنگ و روپ

نہ ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ لیکن موٹی یا بدوضع نہ ہونی چاہیے۔"

میری یہ شرائط سن کر آپا بیگم نے ایک قہقہہ لگایا، اور میں شرمندہ ہو کر وہاں سے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو میں نے آپا بیگم کو یہ کہتے سُنا کہ ہم تمھارے لئے اس سے بھی اچھی دُلہن تلاش کریں گے۔ میں مسرت سے پھول گیا۔

۲۷۔ اپریل ۳۷ء

پانچ بجے شام کو جب ہم سب بھائی بہن اکھٹے ہوئے تو پھر وہی شادی کا مسئلہ پیش ہوا۔ میری وجہ سے میرے چھوٹے بھائی کی طے شدہ شادی رُکی ہوئی تھی۔ کیونکہ والدہ کا خیال تھا کہ پہلے بڑے کی شادی ہو۔ بعد میں چھوٹے کی۔

میں شروع سے بدقسمت ثابت ہوا ہوں۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی ہر امتحان میں فیل ہوا۔ اب جب یہ زندگی کا امتحان شروع ہوا تو اس میں بھی دو مرتبہ فیل ہو چکا ہوں۔ بہرحال سب اپنی اپنی رائے دینے لگے۔ کسی نے کہیں کا پتہ بتایا کسی نے کسی کا۔ ایک نے کسی لڑکی کی تعریف کی تو جھٹ دوسرے نے اس کی بُرائی بیان کی۔ والدہ اور آپا بیگم کی رائے سب میں مقدم سمجھی گئی اور اُن کے مشورے سے طے پایا کہ ہمارے ایک دُور کے رشتہ دار ہیں۔ اُن کی لڑکی زیادہ موزوں ہوگی۔ سوال یہ تھا کہ خط و کتابت کے ذریعہ یہ معاملہ طے کیا جائے۔ یا کوئی خود جا کر بات چیت کرے۔ آخر بجائے خط و کتابت کے وہاں جانا زیادہ مناسب سمجھا گیا۔ اب یہ سوال درپیش تھا کہ یہ خدمت کس کے سپرد کی جائے۔ چنانچہ پھوپی بیگم صاحبہ کا اسم گرامی پیش ہوا کیونکہ وہ خیر سے ایسے سینکڑوں معاملے طے کر چکی ہیں اور اُنھیں اس بات کا فخر بھی ہے جاتے وقت اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ تم اطمینان رکھو اب یہ کام میری سپرد ہوا ہے اس لئے سمجھ لو کہ یہ طے شدہ ہے۔ کیونکہ آج تک خدا کے فضل سے میرے ہاتھ کا کوئی معاملہ بگڑا نہیں۔ یہ اطمینان مجھے اس لئے دلایا گیا تھا کہ میں ایک اُمیدواری میں فیل ہو گیا تھا

میں نے کہا اگر کسی وجہ سے طے نہ ہو تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اپنی البتہ خیر منائیے گا۔ کہیں آپ کے اگلے کارنامے اس کی وجہ سے نہ دب جائیں۔"

پھوپی بیگم نے قدرے خفگی آمیز لہجے میں اپنے مخصوص انداز سے کہا ابھی سو ایسی بات نہ نکالو اللہ نے چاہا تو سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا، بھائی جمال الدین صاحب جانے بوجھے آدمی ہیں وہ "نہیں" نہیں کہیں گے۔ علاوہ اس کے وہ تمھارے خاندان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ اپنی لڑکی ایسے شریف گھرانے میں نہیں دیں گے تو اور کہاں دینگے میں نے تو اُس لڑکی کو بچپن میں بھی دیکھا ہے۔" بہرحال آٹھ نو بجے رات تک اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔

۲۸-اپریل - رات میں نے ایک بڑا اچھا خواب دیکھا کہ میری شادی ہوگئی ہے میری شریک حیات ایک نازک اندام سانولے رنگ کی عورت ہے اور میں اُسے پاکر بہت خوش ہوں گویا میں سمجھ رہا ہوں کہ مجھے ایک دُرِ بے بہا مل گیا ہے صبح اُٹھ کر میں نے والدہ اور بہنوں سے اپنا رات کا خواب بیان کیا اُنھوں نے کہا کہ شگون نیک ہے معاملہ جلد طے ہو جائے گا۔ میں غور کرنے لگا کہ میں شادی کے لباس میں کتنا اچھا معلوم ہونگا، چاروں طرف سے مجھ پر نظریں پڑیں گی۔ اور ہاں بھائی ظفریاب حسین کہتے تھے کہ نکاح کے بعد دولھا دپسینہ آجایا کرتا ہے۔ اور ایک گرانی سی معلوم ہوتی ہے تو چلو اس کا بھی تجربہ ہو جائیگا۔ اور اگر اس موقعہ پر ممتاز بھائی نے سہرا لکھا تو بڑا ہی لطف آئے گا۔ غرض وہ تمام دن ہنسی مذاق اور خیال آرائیوں میں گذر گیا۔

۳۰-اپریل ۳۷ء

پھوپی بیگم کو گئے ہوئے آج دوسرا روز تھا۔ لیکن میں جس بیقراری سے ان کا انتظار کر رہا تھا اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنھیں ایسے مرحلے پیش آئے ہوں راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک گئیں۔ تب کہیں وہ گھر پہنچیں سب نے انھیں گھیر لیا۔ اور پوچھا کہ وہ کیا جواب لائی ہیں۔ گو ان کے چہرے سے خوشی کے آثار پائے جاتے تھے تاہم میرا دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا تھا کہ کہیں "نہیں" کا جواب تو نہیں ملا۔

وہ کہنے لگیں اُن کی تین لڑکیاں ہیں بڑی کی شادی ہو چکی ہے اور منجھلی ان میاں صاحب کے معیار پر پوری اُترتی ہے۔ چھوٹی کسی قدر بلند قد کی ہے، مگر وہ بھی کوئی بدشکل نہیں مجھے تو منجھلی پسند ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اُس کی نسبت یو۔پی میں کہیں طے پا چکی ہے۔ باپ اتنی دور بیاہنا پسند نہیں کرتے اس لئے معاملہ طوالت میں پڑا ہے۔ یہ سن کر میں کچھ ملول ہوگیا۔ آپا بیگم نے مجھ سے رائے لی کہ چھوٹی کے لئے خط لکھ دیا جائے۔ میں نے جواب دیا اگر منجھلی کسی طرح مجھ سے منسوب ہو سکتی ہے تو زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ چھوٹی کے لئے میں سوچ کر جواب دونگا۔

پھوپی بیگم بڑی تجربہ کار خاتون ہیں۔ اُنھوں نے مجھے رنجیدہ دیکھ کر رائے دی کہ جمال الدین صاحب کو لکھا جائے کہ اگر وہ منجھلی صاحبزادی ہم کو دے دیں اور چھوٹی یو۔پی والے صاحب سے منسوب کر دیں تو کوئی مضائقہ نہ ہو گا اگرچہ دونوں لڑکیوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ لیکن چونکہ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں اس لئے ہمارا زیادہ حق ہے۔ لہٰذا اس معاملہ پر غور کر کے ہمیں جلد جواب دیں۔ کیونکہ یہ کام جلد از جلد انجام دینا ہے۔ کسی نے یہ رائے پسند نہیں کی۔ لیکن مجھے بہت پسند آئی۔ اور میں نے اپنی ضد سے مذکورہ بالا مضمون کا خط جمال الدین صاحب کو لکھوا دیا۔ اُدھر خط ڈاک میں ڈالا گیا اُدھر میں انتظار کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔

یکم - مئی ۱۹۳۷ء

ایک طالب علم امتحان کے بعد جس اضطراب سے نتیجہ کا انتظار کرتا ہے بالکل اسی طرح میں جمال الدین صاحب کے

مکتوب کی راہ دیکھنے لگا۔ کان ہمیشہ ڈاکیہ کی آواز پر لگے رہتے۔ انتظار بسیار کے بعد اُن کا خط آیا جو بے حد اُمید افزا تھا۔ سچ کہتا ہوں میری باچھیں کھل گئیں۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ میری دیرینہ آرزو یہی تھی کہ آپ کے خاندان میں رشتہ ہو۔ آپ نے ایک عرصہ کے بعد ہماری خبر لی۔ لیکن کوئی مضائقہ نہیں۔ مجھے کسی بھی لڑکی کے لیے کبھی کوئی عذر نہیں۔ میں ہر طرح رضامند ہوں۔ آج میں نے اپنے لڑکے الطاف کو خط لکھا ہے اور اُس کی رائے دریافت کی ہے۔ میری رائے کے سامنے اُس کی رائے کوئی چیز نہیں۔ لیکن چونکہ وہ اپنی بہنوں سے بڑا ہے۔ اس لیے اُس کو اطلاعاً لکھ دیا ہے۔ ورنہ اُس کی شکایت ہوگی کہ ابّا جان نے شادی بھی طے کر لی اور مجھے کانوں کان خبر نہ کی۔ لہٰذا اس کا جواب آنے پر آپ کو اطلاع دی جائیگی۔ آپ اطمینان رکھیے یہ معاملہ طے شدہ ہے۔

۲۔ مئی ۳۷ء

جب یہ مرحلہ طے ہوگیا تو اب یہ خدشہ میری جان کھانے لگا کہ کہیں وہ رخنہ انداز رشتہ دار جن کی قدیم خصلت شادیوں میں رخنہ اندازی پیدا کرنا اور ہوتے ہوئے کام میں رکاوٹ ڈالنا ہے وہ کہیں کوئی فتنہ نہ اُٹھائیں۔ لیکن بات کہیں چھپی تھوڑی رہتی ہے اُن کو پتہ چل گیا کہ میری شادی جمال الدین صاحب کے ہاں طے پاچکی ہے تو اُن کے نام گمنام خطوط دوڑنے لگے۔ کسی خط میں یہ لکھا جاتا کہ آپ نے اپنی لڑکی جس لڑکے سے منسوب کی ہے اُس کا دماغ خراب ہے۔ وہ ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ اور مالی حالت اطمینان بخش نہیں۔ اس لیے اُس لڑکے کو زیادہ تر گاؤں پر ہی رکھتے ہیں۔ اور مشہور یہ کیا ہے کہ وہ گاؤں کا کاروبار چلاتا ہے۔ مگر اس میں اصلیت بہت کم ہے۔ سمجھ بوجھ کر رشتہ کیجیے ورنہ ہمیشہ پچھتانا ہوگا۔ یاد رکھیے اونچی دوکان پھیکا پکوان والا معاملہ ہے۔ "ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں!"

۳۔ مئی ۳۷ء

ابھی تک لڑکی والے مطمئن تھے کہ اچھے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اب اس قسم کے گمنام خطوط نے ان کے خیالات پراگندہ کر دیئے۔ ان کی طرف سے اب تحقیقات شروع ہوئی کہ لڑکے کا چلن کیسا ہے۔ مالی حالت کیسی ہے حتیٰ کہ میری جائداد جس حلقہ میں ہے وہاں کے تھانہ دار سے بھی میرا چال چلن دریافت کیا گیا۔ جب اس طرف سے تشفی ہوگئی تو میری مالی حالت اور دماغی خرابی نے لڑکی والوں کو دریائے فکر میں ڈال دیا وہ حیران تھے کہ ہم نے بغیر سوچے کیسے اقراری خط لکھ دیا۔ معلوم ہوا قبلہ جمال الدین صاحب اس سلسلہ میں ناگپور بھی تشریف لائے تھے اور میں ان سے نہ مل سکا۔ میرے چھوٹے بھائی نے کہا کہ موضع کی زمینداری چونکہ اُن کے سپرد ہے اس لیے فی الحال وہ یہاں موجود نہیں۔ غور کیجیے اب ان گمنام خطوط کا اُن پر کیا اثر ہوا ہوگا؟

۳۔ جون ۳۷ء

ایک مہینے تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ یہ طویل عرصہ جس فکر اور مایوسیوں میں گذرا وہ ناقابل بیان ہے۔

"انھیں دو خط لکھے گئے لیکن انھوں نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا مثل مشہور ہے "کانی کے بیاہ میں سو کھٹکے"، پر اب یہ مثل مجھ ہی پر صادق آرہی تھی۔

آج صبح غیر متوقع طور پر مکان سے خط آیا کہ تم یہ خط دیکھتے ہی چلے آؤ۔ جمال الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی تشریف لائی ہیں وہ تمھیں دیکھنا چاہتی ہیں۔ اس لئے تمھارا آنا بہت ضروری ہے ورنہ اُن کا یقین پختہ ہو جائیگا۔ چنانچہ میں اُسی لئے پاؤں ناگپور آیا گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ بیگم صاحبہ ایک روز پہلے ہمارے ہاں تشریف لائی تھیں اور میرے نہ ملنے کی وجہ سے بہت چراغ پا ہوئیں اور کہا لڑکے کا دماغ واقعی خراب ہے جبھی تو اُسے چھپایا جارہا ہے۔ اور تم نے ہمارے بغیر اطلاع آکر لڑکی کو دیکھ لیا۔ تم کو کیا حق تھا کہ لڑکی کو دیکھتے وغیرہ اور چلتے وقت یہ کہہ گئیں، میں اپنے بنگلے پر دو دن ٹھیرونگی، میرے ساتھ میرے صاحب بھی ہیں اگر اس عرصے میں لڑکا ہمارے بنگلے پر آکر ہم سے مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر رشتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سُن کر مجھے بُری طرح غصہ آیا اور میں نے بھی قصد کر لیا کہ رشتہ ٹوٹ گیا تو مضائقہ نہیں لیکن ایسی دماغ والی بیگم صاحبہ سے کبھی نہ ملونگا۔ بہرحال میں ناگپور آکر بھی اُن سے نہ ملا۔ اگرچہ والدہ صاحبہ اور بہن بھائیوں نے مجھے مجبور کیا لیکن میں بھی ایک ہی ضدی ہوں۔

۷- جون ۳۷ء

آج قبلہ جمال الدین صاحب کو خط لکھا گیا ہے کہ آپ کی بڑی صاحبزادی لڑکے کو دیکھنے کو تشریف لائی تھیں، چونکہ لڑکا یہاں موجود نہ تھا اس لئے وہ سخت ناراض ہو کر گئیں اور اپنی عقل و شعور کا ایسا مظاہرہ کر گئیں جس کا نقش مدۃ العمر ہمارے دل سے محو نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے کو بہت خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ ایسے شریف لوگوں میں ہمارا رشتہ ہو رہا ہے۔ جاتے وقت وہ کچھ ایسے جملے کہہ گئیں جس سے ہم مایوس ہو گئے ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ جلد اس کا جواب دیں کہ اس معاملہ میں آپ کا کیا خیال ہے تاکہ ہمیں اطمینان ہو۔

۹- جون ۳۷ء

نو بجے کی ڈاک سے اُن کا خط آیا خط کا مضمون بالکل مختصر تھا۔ اب میں نے یہ معاملہ الطاف کے سپرد کر دیا ہے وہ آپ کے شہر میں سرکل انسپکٹر پولیس ہیں آپ اُس سے دریافت کر لیں وہ جو کچھ کہیگا مجھے منظور ہے، ہماری متفق رائے سے یہ طے پایا کہ مجھے الطاف صاحب سے ملا دیا جائے۔ تاکہ انھیں اطمینان ہو۔ علاوہ اس کے وہ سمجھدار آدمی ہیں اُن سے ملاقات کرنے کے لئے میں بھی تیار ہو گیا۔ جس وقت میں اپنے بڑے بہنوئی کے ہمراہ اُن کے بنگلے پر پہنچا تو وہ بہت خندہ پیشانی سے ملے اور اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا بڑی دیر تک وہ میرے بہنوئی سے بات چیت کرتے رہے۔ میں نے ان کے متعلق رائے قائم کی کہ وہ بہت خوش اخلاق انسان ہیں انھوں نے کہا "آپ اطمینان رکھیے یہ رشتہ ہو جائے گا۔ مجھے تو اس سے بہتر انتخاب نظر نہیں آتا آج میں اپنے ایک دوست کی شادی میں جارہا ہوں آپ ایک ہفتہ بعد تشریف لائیے پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر مہر اور تاریخ مقرر کر لیں گے۔ شادی بالکل سادے طریقے سے ہوگی کیونکہ آپس کا معاملہ ہے آپ بھی خسارہ نہ اُٹھائیں اور ہمیں بھی زیر بار نہ کیجیے۔"

بہنوئی صاحب نے کہا "میرا خیال ہے گمنام خطوط نے آپ کی ہمشیرہ اور والد صاحب کے خیالات کچھ پراگندہ کر دئیے ہیں اور اتفاقات بھی کچھ ایسے پیش آئے کہ جب کبھی انہیں دیکھنے کوئی آیا تو یہ میاں مکان پر نہ ملے اس لئے شبہات پختہ ہوگئے ہیں"۔

الطاف صاحب نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے کہا کہ والد صاحب کا ضعیفی کی وجہ سے کچھ دماغ خراب ہوگیا ہے علاوہ اس کے ہر وقت کے بیٹھنے اٹھنے والے جو کچھ سمجھا دیتے ہیں وہ اُسے سچ سمجھنے لگتے ہیں انشاء اللہ یہ تمام شکوک بہت جلد رفع ہو جائینگے" تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم وہاں سے گھر چلے آئے۔

۱۹- جون ۳۷ء

آج میرے بہنوئی الطاف صاحب سے مہر اور شادی کی تاریخ مقرر کرانے گئے تھے دس ہزار روپیہ اور ۲۶ دسمبر شادی کی تاریخ مقرر ہوئی ہے چلو سب کو اطمینان ہوا کہ اب بات پکی ہوگئی تیاری شروع ہوئی زیور کپڑا وغیرہ خریدا گیا اور تاریخ کا بہت بے صبری سے انتظار ہونے لگا وہ بھی محض اس لئے کہ میرے سسرال والے نہایت کچے کانوں کے لوگ واقع ہوئے ہیں

۲۲- دسمبر ۳۷ء

اچانک طور پر الطاف صاحب کا عنایت نامہ صادر ہوا لکھا تھا "میری چھوٹی لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے اس لئے شادی کی تاریخ بڑھا دی گئی ہے صرف ایک ہفتہ ۲۶ دسمبر کو میں والد صاحب سے ملنے جانے والا ہوں لہذا آپ بھی اس کے ایک روز بعد بھنڈارہ تشریف لے آیئے شادی بھنڈارہ میں ہوگی اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ والد صاحب کے روبرو دوسری تاریخ مقرر کر لی جائے"۔

۲۸- دسمبر ۳۷ء

آج بہنوئی صاحب بھنڈارہ تشریف لے گئے تھے۔ شام تک مکان واپس آگئے الطاف صاحب کسی ضروری کام کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ جمال الدین صاحب کے پاس بہت سے گمنام خطوط آئے ہیں اور انھیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ لڑکے والوں نے الطاف کو جو لڑکا دکھایا ہے وہ دوسرا لڑکا ہے۔ اس لئے ان کا خیال ہے کہ جب تک میں لڑکے کو نہ دیکھونگا بات پکی نہ سمجھی جائے علاوہ اس کے لڑکی کے نام کچھ جائداد بھی لکھوائی جائیگی۔ اگر یہ بات منظور ہے تو رشتہ ہوگا ورنہ نہیں۔

الطاف صاحب سے کہا گیا کہ آپ کے والد کا ایسا خیال ہے اب کیا کیا جائے؟ انھوں نے کہا "میں مجبور ہوں۔ میں نے انھیں بہت سمجھایا وہ میری نہیں مانتے تاہم انھیں ایک مرتبہ اور سمجھاؤنگا"۔ یہ سن کر سب حیران رہ گئے۔ آخر جمال الدین صاحب کو ایک اس مضمون کا خط لکھ دیا گیا کہ ہم آپ کی رائے سے متفق نہیں"۔

۳۰- دسمبر ۳۷ء

صبح کا وقت ہے میں اس وقت بستر پر بیٹھا اپنی ڈائری کا یہ صفحہ لکھ رہا ہوں، میرا دماغ مختلف خیالات کا مرکز بنا ہوا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ مشرقی رسم و رواج بھی کیسے الٹے ہیں کہ اول شادی بعد محبت ایک مشرقی جس کی شادی ہونے والی ہو اُسے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اپنی منسوبہ کی ایک خیالی صورت اپنے دل کے مندر میں بٹھا کر شادی کے روز تک اُس کی پوجا کرے۔ لیکن جب کسی وجہ سے شادی میں رخنہ پڑ جائے تو ایسی حالت میں اُس صورت کو نکال کر دوسری صورت کو جگہ دے لیکن یہ امر کس قدر تکلیف دہ ہے

تقی علی ہاشمی ناگپور

محترم بہنوں سے

لکھنؤ کے سُنّی شیعہ فساد سے متاثر ہو کر

ز محترمہ نواب قمر جہاں بیگم صاحبہ تعلقدار اودھ و پریسیڈنٹ انجمن اصلاح خواتین و سکریٹری یتیم خانہ نسواں لکھنؤ

بہنوں اُٹھو کچھ اپنا حسن عمل دکھاؤ
ہے قوم پر مصیبت اس کی مدد کو آؤ

اسلام پر بنی ہے غیروں کی دل لگی ہے
طعنے و مضحکے سے اب دین کو بچاؤ

سُنّی شیعہ کی یہ جنگ عرصہ سے چل رہی ہے
سُلجھانے کو یہ گتھی اب ہاتھ تم بڑھاؤ

سمجھاؤ بھائیوں کو کچھ کام لو اثر سے
اصلاحِ قوم کی تم اک انجمن بناؤ

تم مائیں قوم کی ہو عزت کی مستحق ہو
ان پر دباؤ ڈالو سمجھاؤ اور بجھاؤ

کہدو ہیں سب مسلماں آپس میں بھائی بھائی
جھگڑا فساد کیسا کچھ ہوش میں تو آؤ

ان خانہ جنگیوں سے نقصان قوم کا ہے
شیعہ ہوں یا کہ سُنّی ڈوبینگے لے کے ناؤ

جو دوست ہیں تمہارے وہ مل کے مارتے ہیں
لازم نہیں ہے اب تم کہنے پہ اُن کے آؤ

عقلِ سلیم سے کچھ اس کا مآل سوچو
عالم ہو جاہلوں کو اب راہ پر لگاؤ

ایمان کا تعلق دل سے ہے ہر بشر کے
اسلام کی نہ حرمت للّٰلہ یوں گنواؤ

سنی شیعہ میں پہلے ہوتی تھی بیاہ شادی
کیا اب نئی شریعت نکلی کوئی بتاؤ

نااتفاقیوں سے حاصل ہوئی غلامی
اب اتفاق کر کے آزاد ہوتے جاؤ

سب کچھ خدا نے تم کو رحمت سے دے رکھا ہے
یہ نعمتیں خدا کی لڑ بھڑ کے کیوں گنواؤ

اس ذہنیت پہ کفر و الحاد ہنس رہے ہیں
مذہب کا نام لیکر مسلم کا خوں بہاؤ

مذہب نہیں سکھاتا کینہ۔ حسد۔ عداوت
چھوڑو بس اب تعصب جوش و خروش و تاؤ

بد عقل اور جاہل کہتے تھے عورتوں کو
تم کیوں روش یہ سیکھو اور ذلتیں اُٹھاؤ

انسان سے خطا ہے اُس کے لئے تلافی
کر دو معاف دل سے باتیں وہ بھول جاؤ

دشمن سے اپنے کیونکر پیش آتے تھے پیمبر
خلقِ پیمبری کی ہم کو جھلک دکھاؤ

بس اتحاد کر لو اک دل ہو اک زباں ہو
سب اختلاف اپنے اک دم سے بھول جاؤ

ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

یہ امر بطور ایک بنیادی اصول کے ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بچے کی بہترین غذا اس کی اپنی ماں کا دودھ ہے۔ اس لئے ہر بچے کو کلی یا کم از کم جزوی طور پر ضرور اپنی ماں کا دودھ ملنا چاہئے۔ اگر کسی سبب سے یہ ممکن نہ ہو تو مصنوعی غذا کی طرف رجوع ناگزیر ہو ان حالات میں سمجھدار ماؤں اور نرسوں کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ان کو مصنوعی غذا کے تمام اصول سے کامل واقفیت حاصل ہو تاکہ وہ اس نہایت اہم معاملہ میں غلطی نہ کریں۔ اگرچہ ماں کے دودھ کی مانند کوئی چیز نہیں ہو سکتی تاہم نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ جو غذا بچے کے لئے تیار کی جائے وہ جہاں تک ممکن ہو اپنی ساخت ہیئت۔ ترکیب اور قوت ہاضمہ کے اعتبار سے ماں کے دودھ کے قریب ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مختلف حیوانات کے دودھ کے اجزا کی ترکیب کی واقفیت ضروری ہے۔

نقشہ نمبر ۱۔ ماں کے دودھ کا دوسرے حیوانات کے دودھ کے ساتھ مقابلہ

	پانی	پروٹین	چکنائی	شکر	نمک	چونا	فاسفورس	فولاد	وٹامن اے	وٹامن بی ۱	وٹامن بی ۲	وٹامن سی	وٹامن ڈی
عورت	۸۷٫۵۸	۱٫۰۸	۳٫۷۴	۷٫۲۰	٫۳۰	٫۰۳۴	٫۰۱۵	۰۰	[illegible]	۰۰	۰۰	۰۰	×
بکری	۸۶٫۳۰	۳٫۶	۴٫۰۰	۵٫۳۰	٫۸۰	٫۱۲۸	٫۱۰۳	۰۰	[illegible]	۰۰	۰۰	۰۰	×
گائے	۸۷٫۶۰	۳٫۳	۳٫۶۰	۴٫۸۰	٫۷۰	٫۱۲۰	٫۰۹۳	٫۲۴	[illegible]	۰۰	×+	۰۰	×
بھینس	۸۲٫۳۰	۴٫۷۵	۷٫۶۰	۴٫۴۵	٫۸۰	٫۲۰۳	٫۱۲۵	۰۰	[illegible]	۰۰	۰۰	۰۰	×

اس نقشے سے ظاہر ہے کہ انسانی دودھ میں پروٹین۔ چکنائی اور نمک کم ہیں۔ شکر۔ چونا۔ وٹامن زیادہ ہیں یہی نہیں کہ پروٹین نسبتِ وزن کے لحاظ سے کم ہے بلکہ اس کی نوعیت بھی دوسرے حیوان سے مختلف ہے۔ چنانچہ دوسرے حیوان کے دودھ کی پروٹین نسبتاً ثقیل اور دیر ہضم ہے۔ یہ ثقل بکری میں سب سے کم اور بھینس میں سب سے زیادہ ہے بھینس کا پروٹین بہت ہی زیادہ ثقیل ہے۔ علاوہ ازیں اس میں چکنائی بھی بہت زیادہ ہے۔ اور باقی اجزا کا تناسب بھی ماں کے دودھ سے بہت مختلف ہے۔ لہذا بچے کی غذا ہونے کے اعتبار سے یہ دودھ بہت ناقص اور اس لئے خارج از بحث ہے۔ بکری کے دودھ میں پروٹین اگرچہ ماں کے دودھ سے زیادہ ہے لیکن اپنی نوعیت اور ساخت کے لحاظ سے بہت زود ہضم اور لطیف ہے۔ اگر گائے مرض دق میں مبتلا ہو تو اس کے دودھ میں دق کے جراثیم کا موجود ہونا ممکن ہوتا ہے۔ لیکن بکری مرض دق سے

× = تھوڑی مقدار میں موجود ہے۔ ۰۰ = ابھی اس کا اندازہ نہیں ہوا۔

قدرتاً محفوظ ہے۔ بکری کے دودھ میں نمک ماں کے دودھ سے زیادہ ہے علیٰ ہذا القیاس چونا اور فاسفورس۔ وٹامن ماں کے دودھ سے کم لیکن باقی حیوانات کے دودھ سے زیادہ ہیں۔

دودھ پر ابالنے کا اثر ابالنے سے دودھ کا ذائقہ نسبتاً ناخوشگوار ہوجاتا ہے۔ پروٹین قدرے زود ہضم ہوجاتے ہیں وٹامن کم ہوجاتے ہیں۔ لیکن ان سب امور کے باوجود اُبالنا اس لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ جراثیم فنا ہوجائیں۔ اگر گائے بالکل تندرست ہو تو دق کے جراثیم کے وجود کا امکان نہیں ہوتا۔ لیکن تھنوں۔ برتنوں اور دُوہنے والے کے ہاتھوں سے اور کئی قسم کے جراثیم دودھ میں داخل ہوجاتے ہیں اور بڑی تیزی سے پرورش پاتے ہیں۔ چنانچہ ہیضہ۔ اسہال پیچش۔ اور خناق کے جراثیم اکثر دودھ میں دیکھے گئے ہیں اور بسا اوقات مرض کا باعث ہوجاتے ہیں۔ وہ دودھ جو بازار سے آتا ہے اور وہاں باہر کے دیہات سے مہیّا ہوتا ہے۔ اس قسم کی آمیزش کے امکانات اور بھی زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ برتنوں اور ہاتھوں کے علاوہ رستہ کا گرد و غبار اس میں داخل ہوتا رہتا ہے۔

گاڑھا کیا ہوا دودھ Condensed milk دودھ کو اس حد تک گرم کیا جاتا ہے کہ اس کے پانی کا بیشتر حصہ خشک ہوجائے۔ پھر اُس کو سربمہر ڈبوں میں بند کرکے فروخت کیا جاتا ہے۔ بوقت ضرورت ڈبے کو کھول کر مناسب مقدار میں پانی ملاکر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ کھول لینے کے بعد پھر یہ چند گھنٹوں میں خراب ہوجاتا ہے۔ اتنی ہی دیر تک ٹھیک رہتا ہے جتنی دیر تازہ گائے کا دودھ۔ پانی کی مناسب مقدار جو اس دودھ میں ملانی چاہئے ڈبے کے اوپر لکھی ہوتی ہے۔ اس قسم کے دودھ میں وٹامن نہیں ہوتے۔ اس لئے جس بچے کو اس پر پرورش کیا جارہا ہو اس کو وٹامن مہیا کرنے کے لئے تھوڑا سا مچھلی کا تیل اور تازہ پھول کا رس دینا ضروری ہے۔ اس قسم کا دودھ اس ملک میں بچوں میں زیادہ استعمال نہیں ہوتا۔

خشک دودھ یعنی سفوف شدہ دودھ (ڈبے کا دودھ) یہ دودھ بڑی کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے فوائد اور خوبیاں یہ ہیں کہ یہ جراثیم سے پاک صاف ہوتا ہے۔ بہت دیر تک رہ سکتا ہے۔ اس طرح سے خشک کیا جاتا ہے کہ بہت ثقیل نہیں رہتا۔ سفر میں جہاں دوسرا تازہ قابل اعتبار دودھ نہ مل سکتا ہو۔ اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔ وٹامن بہت حد تک محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور بالفرض وٹامن نہ بھی ہوں تو مچھلی کے تیل اور پھل کے رس سے یہ کمی پوری ہوسکتی ہے۔

اس دودھ کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ بہت قیمتی ہے۔ اور اس ملک میں جہاں عوام الناس بے انتہا غریب ہیں۔ اس کا عام استعمال ناممکن ہے۔ اور یوں بھی غیر ضروری ہے کیونکہ گائے یا بکری کا تازہ دودھ مناسب تبدیلیاں کرکے بچے کے پینے کے قابل ہوسکتا ہے۔

خشک دودھ جو بازار میں بکتے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ دودھ سے پانی نکال کر سفوف بنا دیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے مختلف اجزا میں کچھ کمی بیشی بھی کی جاتی ہے۔ شلاً مکھن کم کردیا جاتا ہے۔ شکر زیادہ کردی جاتی ہے۔ کچھ وٹامن اور نمک داخل کردئے جاتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس جو بچے کمزور ہوں یا اسہال میں مبتلا ہوں ان کو تھوڑے مکھن والا دودھ دیا جاتا ہے۔

ان خشک دودھوں میں اس ملک میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں ان کے مختلف اجزا کا تناسب اِس طرح ہے۔

نقشہ ۲ ڈبہ کا دودھ

دودھ کا نام	پانی	پروٹین	چکنائی	شکر
گلیکسو (مکمل) Glaxo	۲٫۴	۲۲٫۹	۱۶٫۵	۴۲٫۵
گلیکسو (نصف بالائی والا)	۲٫۰	۳۱٫۵	۱۶٫۵	۴۳٫۵
کاؤاینڈگیٹ (مکمل) Cow + Gate	۲٫۵	۲۶٫۶	۲۷٫۳	۳۷٫۶
کاؤانیڈگیٹ (بغیر مکھن)	۲٫۳	۳۵٫۲	۰٫۸	۵۲٫۸
کاوانیڈگیٹ (نصف بالائی والا	۲٫۵	۲۰٫۰	۱۵٫۵	۵۸٫۰
ایلن بری نمبر ۱ Allenbury no. 1	۵٫۷	۹٫۸	۱۸٫۵	۶۲٫۳
ایلن بری نمبر ۲	۳٫۹	۹٫۲	۱۷٫۶	۶۶٫۸
گلیکسو جدید New Glaxo	۲٫۰	۱۷٫۰	۲۰٫۰	۵۶٫۰
ہارلکس مالٹنڈ ملک Horlicks Malted Milk	۲٫۵	۱۳٫۹	۸٫۰	۷۱٫۵

ماں کا دودھ

جیساکہ پیشتر بیان ہوا. بچے کی بہترین غذا اس کی ماں کا دودھ ہے. کیونکہ اس میں وہ تمام اجزا نہایت عمدہ تناسب اور مقدار میں موجود ہیں جو بچے کی صحیح نشوونما اور تندرستی کے لئے ضروری ہیں. جو مائیں بلاوجہ اپنے بچوں کو اپنے دودھ سے محروم رکھتی ہیں وہ بچے پر ظلم کرتی ہیں. اور اس کی زندگی کو خطرے میں ڈالتی ہیں. جو بچے مصنوعی غذا یعنی حیوان کے دودھ بالخصوص گائے بھینس کے دودھ پر پرورش پاتے ہیں وہ ہمیشہ ضعف ہاضمہ. قے اسہال وغیرہ میں مبتلا رہتے ہیں. ان کی جلد ڈھیلی. عضلات کمزور اور نشوونما ناقص رہتی ہے. سوائے ان خاص حالات کے جب دودھ غیر معمولی احتیاط سے تیار کیا جائے اور پوری تدبیر اور مناسب اوقات پر پلایا جائے۔

نقشہ نمبر ۲ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ماں کے دودھ میں چکنائی قریبًا اتنی ہی ہے جتنی گائے یا بکری کے دودھ میں. لیکن ان دونوں چکنائیوں میں کچھ لطیف فرق ہے. اوّل الذکر چکنائی بہت ہلکی ہے. اس کے ذرات بہت باریک ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت زیادہ زود ہضم ہے. پروٹین مقدار میں کم ہے اور ساخت کے اعتبار سے بہت زیادہ لطیف ہے. پروٹین زیادہ تر لیکٹ البیومن اور لیکٹ گلوبولن Lact albumin + Lact globulin کی شکل میں ہے کیسین Casein بہت کم ہے. اول الذکر بہت زود ہضم ہیں. برخلاف اس کے موخر الذکر یعنی گائے کے دودھ میں پروٹین زیادہ تر کیسین کی شکل میں ہے جو نسبتًا دیر ہضم ہے. بکری کا دودھ ان دونوں کے بین بین ہے. اس لئے گائے کے دودھ کی

نسبت زود ہضم ہے۔ گائے کے دودھ میں پانی ملانے سے پروٹین کی مقدار وہی ہوسکتی ہے جو ماں کے دودھ میں ہے۔ لیکن اس کی نوعیت اور ساخت نہیں بدل سکتی۔ پانی ملانے سے پروٹین کی مقدار تو درست ہو جائے گی لیکن شکر جو گائے کے دودھ میں پہلے ہی سے کم ہے اور بھی کم ہو جائے گی۔ علی ہذا القیاس چکنائی۔ اس لئے پانی ملانے کے بعد شکر اور بالائی ملانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

جو بچے ماں کے دودھ پر پرورش پاتے ہیں ان میں مرض کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی دوسرے بچے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا سبب ایک تو یہی ہے کہ اس دودھ کا تناسب اجزا مناسب اور درست ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ غالبًا دفع مرض کے وہ خوردبینی کیمیائی اجزا جنہیں اینٹی بوڈی antibody کہتے ہیں۔ ماں کے جسم سے بچے کے جسم کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

ماں کا دودھ ہر بچے کو موافق آتا ہے۔ بعض اوقات بچہ کسی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کا جاہل معالج یہ کہتا ہے کہ اس کو ماں کا دودھ موافق نہیں آتا۔ اس پر دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے یعنی بچہ اور بھی زیادہ بیمار ہو جاتا ہے۔ اگر دودھ تھوڑا ہو تو کوشش یہ چاہیئے کہ دودھ زیادہ آئے۔ مناسب غذا کھانے اور ورزش کرنے سے دودھ زیادہ آسکتا ہے۔ لیکن اگر یہ ناممکن ہو تو ماں کے دودھ کے علاوہ دوسرا دودھ بھی پلانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات بعض مجلسی حالات بھی ماں کو مجبور کر دیتے کر دیتے ہیں کہ ایک دو دفعہ بچے کو دوسرا دودھ بھی ملے۔ یہ حالات فی زمانہ شاذ و نادر ہیں۔

مندرجہ ذیل حالات میں ماں کو بچے کو اپنا دودھ نہیں پلانا چاہیئے

۱۔ جب ماں تپ دق میں مبتلا ہو۔ اس صورت میں دودھ پلانے سے ماں زیادہ کمزور ہوگی اور بچہ کے بھی مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوگا۔

۲۔ ماں تپ محرقہ۔ نمونیا۔ مرض قلب۔ مرض گردہ۔ کمی خون۔ مرگی۔ وغیرہ کی مریض ہو۔

۳۔ اگر ماں چند دن کے لئے بیمار ہو جائے تو اتنے دن بچے کو بیشک اوپر کا دودھ ملتا رہے لیکن تندرست ہونے پر ماں پھر اپنا دودھ پلانا شروع کرے۔

۴۔ اگر دودھ پلانے کے زمانہ میں ماں کو دوسرے بچے کی امید ہو جائے لیکن دودھ پلانے سے نہ بچے کی صحت پر کوئی اثر پڑے نہ ماں کی صحت پر تو ایسی حالت میں دودھ چھڑانا ضروری نہیں۔ لیکن اگر دونوں میں سے کسی کی صحت کمزور ہونے لگے تو دودھ فورًا چھڑا دیا جائے۔

بچے کے پیدا ہونے کے بعد سے چوبیس گھنٹے کے اندر دو دفعہ بچے کو ماں کا دودھ پلایا جائے۔ بچے کے دودھ چوسنے سے ہی دودھ اترتا ہے۔ اور اس کے بغیر نہیں اترتا۔ اس لئے اس انتظار میں نہیں رہنا چاہیئے کہ دودھ اترے تو بچے کو پلانا شروع کیا جائے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد بچے کو باضابطہ دودھ پلانا شروع کر دینا چاہیئے اور ہر بار دونوں طرف پلانا چاہیئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دودھ جلد نہیں اترتا۔ بچہ بھوکا رہتا ہے۔ اس کا وزن کم ہونے لگتا ہے اور پیٹ میں نفخ ہونے لگتا ہے۔ اس صورت

میں اوپر کا دودھ بھی (مناسب احتیاط اور تدبیر کے ساتھ) ساتھ دے دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ چند دن کے بعد دودھ کی پیدائش ہوجائے اوپر کا دودھ بند کر دیا جائے۔

دودھ کتنی مرتبہ پلانا چاہیئے اس چیز کا انحصار ماں کے دودھ کی مقدار اور بچے کے وزن پر ہوتا ہے۔ اگر بچہ چھوٹا ہی تو اس کا معدہ بھی ننھا سا ہے۔ اور اس میں بہت تھوڑی مقدار میں دودھ آسکتا ہے اس لئے اسے زیادہ مرتبہ پلانا پڑے گا۔ چنانچہ چھ پونڈ سے کم وزن کے بچے کو چوبیس گھنٹے میں سات دفعہ دودھ پلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھ پونڈ (تین سیر) سے دس پونڈ تک کے بچے کو چھ دفعہ۔ دس پونڈ سے زیادہ بچے کو پانچ دفعہ۔ پس چھ پونڈ سے کم وزن کا بچہ صبح ۶ بجے سے رات کے ۹ بجے تک تین تین گھنٹہ بعد چھ دفعہ پئے گا۔ اور دس پونڈ سے بعد ۶ بجے سے رات کے دس بجے تک چار چار گھنٹہ بعد کل پانچ دفعہ۔ وقت کی پابندی نہایت سختی سے ہونی چاہیئے۔ اور رات کے نو یا دس بجے جب آخری خوراک دی جائے اس کے بعد صبح چھ بجے تک دودھ مطلق نہ دیا جائے تاکہ معدہ اور آنتوں کو کافی آرام ملے۔ جب دودھ پلانے کا وقت آئے اور بچہ سویا ہوا ہو تو اس کو ضرور جگا یا جائے۔ چند دن کے بعد بچہ اپنے اوقات کا عادی ہوجائے گا۔ اور بے وقت ماں کو تنگ نہیں کرے گا۔ ان اوقات کے درمیان تھوڑا تھوڑا پانی پلانا جائز ہے اور گرمیوں کے موسم میں تو ضروری ہے کہ پانی پلایا جائے۔

دودھ کی زیادہ مقدار پہلے پانچ منٹ میں بچے کے معدہ کے اندر پہنچ جاتی ہے اور پھر دس منٹ تک تھوڑا تھوڑا آتا رہتا ہے اس لئے کل پندرہ منٹ دودھ پلانا چاہیئے اور جب بچہ دودھ پی چکے تو دو چار منٹ تک ماں اس کو اپنے شانے کے ساتھ لگا کر سیدھا کھڑا کرے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بچہ دودھ پیتے پیتے تھوڑی تھوڑی ہوا بھی نگلتا رہتا ہے۔ سیدھا کھڑا کرنے سے ہوا نکل جاتی ہے یعنی ڈکار آتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بعض اوقات تھوڑا سا دودھ قے ہو کر نکل جاتا ہے۔

دودھ پلانے والی ماں کی غذا ماں وہی غذا کھائے جو عام حالت صحت میں اس کی معمول ہے بشرطیکہ وہ ہلکی اور زود ہضم اور مقوی ہو۔ اس کے علاوہ اسے پانی کافی مقدار میں پینا چاہیئے۔ اس کے بغیر دودھ کم اترے گا۔ نیز تازہ پھل۔ سبزیاں۔ دودھ اور دلیہ۔ عمدہ اور زیادہ دودھ پیدا کرنے کے علاوہ ماں کی صحت کو برقرار رکھتے ہیں۔ اور قبض نہیں ہونے دیتے۔ مقوی دوائیں جو دودھ بڑھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ اکثر و بیشتر غیر ضروری اور بے فائدہ ہوتی ہیں قبض قطعی نہ ہونے دینا چاہیئے۔ پھل۔ سبزیاں اور دلیہ کھانے سے قبض نہ ہوگا۔ اگر بایں ہمہ ایسا اتفاق ہو تو تیز جلاب سے پھر بھی پرہیز لازم ہے۔ کیلومل۔ سالٹ۔ فروٹ سالٹ وغیرہ جسم کا پانی زیادہ مقدار میں خارج کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ کیسٹر آئیل (ارنڈ کا تیل) دودھ میں پہنچ کر دودھ کو بدبودار کر دیتا ہے۔ بچے کو یہ ناپسند ہونے کے علاوہ اسے اسہال بھی ہونے لگتے ہیں اس صورت میں لیکوئڈ پرافین Liquid Paraffin یا روغن زیتون یا روغن بادام بہترین قبض کشا ہیں۔

ماں کی دودھ پلانے میں ناکامی بعض حالات ایسے ہیں کہ بچّہ ماں کا دودھ نہیں پی سکتا۔ اس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بچہ کی ناک بند ہونا۔ اس سے بچّہ کا دودھ پیتے وقت سانس نہیں لے سکتا۔ اور منہ سے سانس لینے کی کوشش میں دودھ چھوڑ دیتا ہے اور منہ سے سانس لیتا ہے ناک یا تو عارضی طور پر معمولی زکام نزلہ سے بند ہو جاتی ہے یا حلق میں غدود ہو جانے سے۔ دونوں صورتوں میں مناسب علاج کرنے سے یہ دقّت رفع ہو سکتی ہے۔ اور جب تک رفع نہ ہو تب تک ماں کا دودھ پمپ کے ذریعہ نکالا جائے اور بوتل کے ذریعہ بچے کو پلایا جائے۔

۲۔ بچہ کا بہت کمزور پیدا ہونا (عام طور سے پیش از وقت پیدا ہونے کے سبب) اور اس لئے دُودھ نہ چوس سکتا۔ اس کیفیت کا بھی وہی علاج ہے۔ چند دن کی مناسب غور پرداخت سے طاقت آجائے گی اور بچہ دودھ پینے کے قابل ہو جائے گا۔

۳۔ سینہ میں زخم۔ پھوڑا وغیرہ۔ اس کا مناسب علاج کرنے سے یہ تکلیف دور ہو سکتی ہے۔

ماں کے دودھ کی مقدار کو بڑھانے کے طریقے ایک دفعہ ماں اپنا دودھ پلانا شروع کر دے اور باقاعدہ مقررہ اوقات پر پلائے تو دودھ اس زمانے تک با فراط جاری رہے گا جب تک بچے کو اس کی ضرورت ہے۔ بشرطیکہ اس عرصہ میں ماں کسی ناگہانی مرض میں مبتلا نہ ہو جائے یا اپنی غذا سے غافل نہ ہو جائے۔ اگر دودھ کم ہے یا کم ہو جائے تو اس طرح بڑھ سکتا ہے۔

۱۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا مناسب غذا۔ پانی کی کثرت اور رفع قبض سے۔

۲۔ پوری نیند لینے سے۔ رات کم از کم آٹھ گھنٹے اور موسم گرما میں دن کو بھی ایک یا دو گھنٹے۔

۳۔ مناسب ورزش کرنے سے۔ تیز چلنا بہترین ورزش ہے۔

۴۔ جب بچے کو دودھ پلا یا جائے اس کے بعد باقی دودھ کو پمپ کے ذریعہ خارج کر دیا جائے۔

۵۔ مقامی مالش اور گرم اور سرد باری باری غسل۔

۶۔ ماں کو اس کے لواحقین بالخصوص ڈاکٹر اور نرس یہ یقین دلائیں کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے معاملہ میں کافی طاقتور ہے۔ اور دودھ پلا سکتی ہے۔

۷۔ رنج۔ غم۔ غصّہ۔ اور اسی قسم کے دوسرے جذبات سے پرہیز۔

ضرورت سے زیادہ دودھ پلایا جانا ہندوستانی عورتوں میں یہ مرض عام ہے کہ وہ بچّے کو بار بار اور ضرورت سے زیادہ دودھ پلاتی ہیں۔ اس سے بچے کے ہاضمہ پر زور پڑتا ہے۔ اور آخر یہ علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۔ دودھ پلانے کے بعد ایک چھوٹی سی قے ہو جاتی ہے جس سے فالتو دودھ خارج ہو جاتا ہے۔

۲۔ اسہال۔ پہلے پہل اجابت کا رنگ قدرتی ہوتا ہے لیکن پھر سفیدی مائل ٹکڑے آنے شروع ہو جاتے ہیں اور جلے

اجابت سُرخ ہوجاتی ہے۔

۳۔ بچے کے پیٹ میں درد ہوتا ہے جس سے وہ بے چین ہوجاتا ہے۔ نیند میں کمی ہوجاتی ہے۔ وزن نہیں بڑھتا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے بارہ گھنٹے فاقہ دیا جائے سوائے پانی کے دودھ مطلق نہ دیا جائے بعد ازاں دودھ کے اوقات مقرر کئے جائیں۔

ضرورت سے کم دودھ پلانا اکثر اوقات یہ واقعہ بھی پیش آتا ہے کہ بچے کو اس کی ضرورت سے کم دودھ ملتا ہے جس کا سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ ماں کا دودھ کافی نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ اس کی علالت فقط یہ ہوتی ہے کہ اس کا وزن نہیں بڑھتا اور جسم ڈھیلا سا رہتا ہے۔ کبھی کبھی بے چینی۔ بے خوابی بھی ہونے لگتی ہے۔ اگر کمی معمولی ہو تو قبض ہوتا ہے۔ اگر زیادہ ہو تو بار بار اجابت ہوتی ہے۔ اور سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ قے بھی شروع ہوجاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دودھ چونکہ بہت کم مقدار میں اور بڑی سُست رفتار سے پیا جاتا اس لئے بہت زور سے اور بہت جلدی جلدی چوستا ہے اس سے بہت سی ہوا معدے میں داخل ہوجاتی ہے۔ جب یہ ہوا نکلتی ہے کچھ دودھ بھی ساتھ آجاتا ہے۔ اس سے دودھ اور بھی کم ہوجاتا ہے۔ اس لئے اگلے موقع پر پھر یہی عمل ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں بچہ دودھ پینے کے وقت سے پہلے بہت چیختا ہے اور بعد میں بھی چیختا ہے کیونکہ ابھی بھوکا ہوتا ہے کہ دودھ ختم ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات ان علامات سے بچے کے ماں باپ کو بھی اور معالج کو بھی یہ دھوکا ہوتا ہے کہ بچہ ضرورت سے زیادہ دودھ پی رہا ہے۔ اس لئے اسے فاقہ دیتے ہیں یا دودھ کی مقدار کم کر دیتے ہیں یا دودھ پلانے سے پہلے پانی پلانا شروع کرتے ہیں۔ ہر حالت میں بیماری اور بڑھتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو معالج کو بھی پریشان کر دیتا ہے اس کا بہترین اور نہایت صحیح اور مناسب حل یہ ہے کہ بچے کو دودھ پلانے سے پہلے اور بعد وزن کیا جائے اور چوبیس گھنٹے میں دودھ کی جس قدر مقدار بچے کے اندر پہنچی ہے۔ اس کا صحیح اندازہ کیا جائے۔ اور پھر اس کے جو نتائج ہوں ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

بچے کو کس قدر دودھ کی ضرورت ہے بچے کے ہر پونڈ وزن کے لئے ڈہائی اونس دودھ کی ضرورت ہے۔ یعنی اگر بچے کا وزن ۶ پونڈ (تین سیر) ہے تو اُسے دن بھر یعنی چوبیس گھنٹے میں پندرہ اونس (ڈیڑھ چھٹانک) دودھ کی ضرورت ہے علی القیاس دس پونڈ وزن کے بچے کو ۲۵ اونس دودھ کی۔

ماں کے دودھ کی کمی پورا کرنے کے لئے اوپر کا دودھ یہ امر تحقیق ہوجائے کہ ماں کا دودھ کم ہے اور مندرجہ بالا امتحان سے کمی کی مقدار بھی معلوم ہوجائے تو اسی مقدار میں دوسرا دودھ پلانا چاہئے۔ جن اوقات مقررہ پر ماں اپنا دودھ پلاتی ہے۔ ہر مرتبہ پلانے سے فارغ ہوتے ہی اسے بوتل کا دودھ مناسب مقدار میں پلانا چاہیئے جس وقت ماں دیکھے کہ بچے نے اس کا تمام دودھ پی لیا ہے فوراً چھوڑ کر بوتل اس کے منہ کو لگائے۔ خالی چوسنا ٹھیک نہیں۔ اس سے ہوا اندر جانے لگتی ہے۔ بوتل کا دودھ زیادہ میٹھا نہیں ہونا چاہئے ورنہ بچہ ماں کا دودھ پینے سے انکار کر دے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ماں کے دودھ کی مقدار بڑہانے کی کوشش جاری رہنی چاہئے۔

دودھ چھڑانا بچے کا دودھ چھڑانے کے لئے موسم سرما بہ نسبت موسم گرما کے بہتر ہے۔ اور بتدریج چھڑانا چاہئے تاکہ نہ بچے کے معدے پر ایک دم بوجھ پڑے نہ ماں کو تکلیف ہو۔ چھ ماہ کی عمر میں بچے کا وزن قریباً پندرہ پونڈ ہوتا ہے۔ اور اُسے پینتیس اونس روزانہ دودھ کی ضرورت ہے۔ اتنی مقدار عام مائیں مہیا نہیں کرسکتیں اس لئے ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ گائے یا بکری کا دودھ۔ تھوڑا تھوڑا پھل کا گودا۔ سبزی کا شوربا۔ قدرے نشاستہ جو فرنی کھیر یا آلو کی شکل میں ہو۔ قدرے انڈے کی زردی۔ رس بسکٹ۔ ان سب چیزوں کو آہستہ آہستہ شامل کرنا چاہئے۔ چنانچہ یہ ایک مناسب ترکیب ہے۔

چھ ماہ سے نو ماہ کی عمر کے بچے کی غذا (وزن ۱۵ سے ۱۸ پونڈ) صبح ۶ بجے۔ ماں کا دودھ پندرہ منٹ۔ ساڑھے سات منٹ ایک طرف ساڑھے سات منٹ دوسری طرف۔ دس بجے فرنی۔ اس میں ایک چائے کا چمچہ چاولوں کا آٹا یا سوجی ہو۔ ایک چھٹانک گائے کا دودھ اور ذرا سی شکر۔ اس کے بعد ماں کا دودھ۔

۲ بجے۔ دو چمچے سبزی کا شوربا۔ ایک چھٹانک گائے کا دودھ۔ اس کے بعد ماں کا دودھ۔

۶ بجے شام۔ فرنی جیسی صبح دس بجے دی تھی۔ اگر اس وقت چاول کی دی تھی تو اب سوجی کی۔ اس کے بعد ماں کا دودھ۔

دس بجے رات۔ فقط ماں کا دودھ۔

دن بھر میں دو تین چائے کے چمچے تازہ پھل کے رس کے دیں۔ بالخصوص سنگترے یا انگور کے۔ اور دس بجے۔ ۲ بجے اور ۶ بجے کی خوراک سے پہلے دس دس بوندیں مچھلی کے تیل کی دیں۔

بچہ نو ماہ کا ہو جائے تو آہستہ آہستہ ماں کے دودھ کی بجائے گائے یا بکری کا دودھ شروع کرادیں یہاں تک کہ گیارہ بارہ ماہ کی عمر تک بالکل چھڑادیں۔

مصنوعی غذا

گائے کا دودھ جیسا کہ پیشتر بیان ہوا۔ گائے کا دودھ ماں کے دودھ سے بہت مختلف ہے اس لئے اگر ماں کا دودھ کسی طرح نہ مل سکتا ہو تو اس کا بہترین بدل یہ ہے کہ دودھ پلانے والی انا رکھی جائے۔ انا کے لئے تندرست صاف ستھری اور بیماری سے پاک ہونا نہایت ضروری شرائط ہیں۔ اگر یہ بھی ناممکن ہو تو گائے یا بکری کا دودھ استعمال ہونا چاہئے۔ بھینس کا دودھ کسی صورت نہ استعمال کیا جائے۔

گائے کا خالص دودھ (یعنی بغیر کسی آمیزش کے) بہت تھوڑے بچے ایسے ہوتے ہیں جو گائے کا خالص دودھ ہضم کرسکتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس میں مناسب تبدیلیاں کرنے کے بغیر نہ پلایا جائے۔ گائے کے دودھ کا پروٹین کثیف اور دیر ہضم ہے۔ اس کو لطیف اور زود ہضم اس طرح بنایا جاتا ہے۔

۱۔ پانی ملانے سے۔ اس سے دہی جو معدے میں بنتی ہے نسبتاً لطیف اور زود ہضم ہوجاتی ہے۔
۲۔ جو کا پانی ملانے سے۔
۳۔ بجائے تازہ دودھ کے خشک یعنی ڈبے کا دودھ استعمال کرنے سے۔ خشک کرنے کے عمل سے پروٹین لطیف ہوجاتا ہے۔
۴۔ کھار اودیہ ملانے سے۔ مثلاً سوڈا بائیکارب۔ سوڈا سٹریٹ۔ چونے کا پانی۔ ملک آف میگنیشیا اگر پروٹین ثقیل وکثیف ہو یا مقدار میں زیادہ ہو۔ تو بچے کا وزن بڑھنے سے رک جائے گا اور اسہال ہونے لگے گا۔ گائے کا مکھن بھی ماں کے دودھ کے مکھن سے کثیف وغلیظ ہے۔ اس کو لطیف بنانے کا کوئی طریقہ نہیں۔ گائے کے دودھ کی شکر وہی ہے جو انسانی دودھ کی۔ مگر مقدار میں کم ہے۔ اس لئے شکر ملانی پڑتی ہے۔ گنے کی شکر ناقص ترین شکر ہے۔ دودھ کی شکر اس سے بہتر ہے۔ اور سب سے اچھی مالٹ کی شکر ہے۔ شکر ضرورت سے زیادہ ہوجائے تو بچے کا وزن پہلے تیزی سے بڑھتا ہے۔ پھر ٹھیر جاتا ہے پھر کم ہونا شروع ہوتا ہے جسم میں پانی زیادہ ہوجاتا ہے۔ اسہال شروع ہوتے ہیں۔ اجابت پتلی۔ جھاگ دار ہوتی ہے شکر ضرورت سے کم ہو تو وزن کم ہونے لگتا ہے۔ قبض ہوجاتا ہے۔ زبان میلی رہتی ہے اور طبیعت سست۔ پس قبض ہو اور وزن نہ بڑھتا ہو تو شکر میں اضافہ چاہئے۔ بچہ چھ ماہ کا ہوجائے اور اس کی غذا میں نشاستہ داخل کردیا جائے تو شکر کی مقدار نسبتاً کم کردینی چاہئے۔

گائے کا دودھ کس طرح دیا جائے

وہ بچہ جو ماں کا دودھ پیتا ہے۔ اس کے ہر پونڈ وزن کے لئے اڑہائی اونس ماں کے دودھ کی یا ڈیڑھ اونس گائے کے دودھ کی ضرورت ہے فرض کرو بچے کا وزن دس پونڈ ہے اور اسے گائے کا دودھ دینا ہے۔ اب اسے ۲۵ اونس محلول کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ماں کے دودھ کا حجم یہی ہے اس ۲۵ اونس میں سے ۱۵ (۱½ × ۱۰) اونس تو گائے کا دودھ ہوا۔ باقی دس اونس پانی ملایا جائے گا۔ اب پانی کی مقدار درست ہوگئی لیکن شکر جو پہلے ہی کم تھی اب اور بھی کم ہوگئی۔ بچے کے ہر پونڈ وزن کے لئے نصف چمچہ چائے (نصف ڈرام) فالتو شکر کی ضرورت ہے چنانچہ مثال بالا میں جس بچے کا وزن ۱۰ پونڈ ہے۔ اس کو ۵ ڈرام فالتو شکر کی ضرورت ہے اور دس اونس پانی کی۔ اب چکنائی کی مقدار کم ہوگئی اس کو پورا کرنے کے لئے مچھلی کا تیل جیسا کہ پیشتر بیان ہوا دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ چکنائی مہیا کرنے کے وٹامن (ا و د) جو اُبلنے سے ضائع ہوگئے وہ بھی مل جائیں گے۔ وٹامن ج تازہ پھل بالخصوص سنگترے کے رس سے ملیں گے اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

دہی

جن بچوں کو دودھ ہضم نہ ہوتا ہو ان کو بالعموم دہی ہضم ہوجاتا ہے۔ معدے میں جو قدرتی تیزاب ہے وہ بعض اوقات کم ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ دہی اس دقت کو رفع کردیتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تیزاب موجود ہے۔ جو معدے کے تیزاب کی کمی کو پورا کردیتا ہے۔

بغیر مکھن کا دودھ

بعض اوقات یہ دودھ دینا ضروری ہوتا ہے بالخصوص جب بھینس وغیرہ کا دودھ جس میں مکھن بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بغیر پانی ملائے ایک عرصے تک استعمال کیا گیا ہو۔ اور معدہ مکھن کو ہضم کرنے سے عاجز ہوگیا ہو

ان حالات میں دودھ کو عارضی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

مختلف غذاؤں کے فوائد و نقائص

گائے کا بغیر ابلا ہوا دودھ۔
فائدے:۔ ذائقہ نہیں بدلتا۔ وٹامن ضائع نہیں ہوتے۔ تیاری میں دقت نہیں ہوتی۔

نقصان:۔ جراثیم کا خطرہ۔

گائے کا اُبلا ہوا دودھ
فائدے۔ جراثیم سے محفوظ۔ پروٹین نسبتاً زود ہضم۔
نقصان:۔ ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ وٹامن ضائع ہوجاتے ہیں۔

خشک دودھ (ڈبے کا دودھ)
فائدے:۔ جراثیم سے پاک۔ ہمیشہ یکساں۔ زود ہضم۔ ملاوٹ کا خطرہ نہیں۔ تیاری میں آسانی۔

نقصان۔ بہت مہنگا۔ وٹامن میں قدرے کمزور۔

بوتل دو قسم کی بوتلیں مستعمل ہیں۔ سیدھی اور کشتی نما۔ کوئی ہو بشرطیکہ صاف ہو سکے کشتی نما بوتل زیادہ آسانی سے صاف ہوسکتی ہے۔ چمچہ کی بجائے ہمیشہ بوتل استعمال ہونی چاہئے۔ کیونکہ بوتل سے دودھ قریباً اسی رفتار سے معدے میں پہنچتا ہے جس سے ماں کا دودھ۔ اس سے منہ کے لعاب کی آمیزش بہت اچھی طرح ہوجاتی ہے اور ہاضمہ میں مدد ملتی ہے۔ ربڑ کا سوراخ بہت تنگ نہ ہو۔ اس سے بچے کو چوسنے میں دقت ہوتی ہے۔ نیز دودھ کے علاوہ بہت سی ہوا اندر چلی جاتی ہے اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ ماں کے دودھ کی حرارت ۹۸ درجہ فارن ہائیٹ ہوتی ہے۔ اور یہی حرارت بوتل کے دودھ کی ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے تھرما میٹر کا استعمال ضروری ہے۔

گائے کے دودھ کے علاوہ دوسری خوراک جب بچے کا وزن پندرہ پونڈ ہو (اس وقت اس کی عمر چھ ماہ کی ہوگی) تو اسے تیس پچیس اونس گائے کا دودھ ملنا چاہئے۔ اس کے بعد عمر بڑھنے سے اسے جو زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے وہ دودھ سے نہیں دوسری غذا سے پوری کرنی چاہئے۔ دوسری غذا نہایت آہستہ آہستہ شامل کرنی چاہئے۔

عمر ۶ ماہ سے ۹ ماہ (وزن پندرہ پونڈ سے ۱۸ پونڈ) صبح ۶ بجے دودھ پانچ اونس۔ پانی دو اونس۔ ایک چمچہ (چائے کا) شکر ایک چمچہ (چائے کا) چاولوں کا آٹا بیس منٹ تک اُبال کر پتلی سی فرنی بنالیں۔

۲۔ بجے دودھ پانچ اونس۔ ایک چمچہ (چائے کا) شکر۔ ایک اونس سبزی کا شوربا۔

۶۔ بجے دودھ پانچ اونس۔ پانی دو اونس۔ ایک چمچہ (چائے کا) شکر۔ ایک چمچہ سوجی۔ دس بجے کی طرح فرنی بنائیں۔

۱۰۔ بجے شب صبح ۶ بجے کی مانند۔ دن بھر میں دو تین چمچے (چائے کے) سنگترے یا انگور کا رس پلائیں۔ اور دس دس

قطرے مچھلی کے تیل کے تین دفعہ دن میں صبح۔ دوپہر اور شام کی غذا سے قبل۔

(مندرجہ بالا غذا سے مندرجہ ذیل غذا کی طرف بتدریج ترقی ہونی چاہیئے)

عمر ۹ ماہ سے ایک سال صبح ۶ بجے نصف اونس پھل کا رس (بالخصوص سنگترے یا انگور کا) ایک رس بسکٹ۔

۸۔ بجے دودھ پانچ اونس شکر ایک چمچہ (چائے کا) فرنی جو تین اونس دودھ اور ایک چمچہ (چائے کا) سوجی اور نصف چمچہ شکر سے بنائی جائے ہفتہ میں چار دن اس غذا کے علاوہ نصف انڈا (نیم برشت) اور دو دن ایک ٹوسٹ اور نصف چمچہ مکھن (یا روٹی کا ٹکڑا) اور بالائی۔

۱۲ بجے فرنی۔ جو چار اونس دودھ ایک چمچہ (چائے کا) سوجی اور ایک چمچہ شکر سے تیار کی جائے۔ گوشت یا سبزی کا شوربا ایک چھٹانک۔

۴ بجے دودھ ایک پاؤ (۸ اونس) ساگودانہ ایک چھوٹی پلیٹ۔ تھوڑا سا پھل۔

۱۰۔ بجے شب۔ دودھ چار اونس۔ آہستہ آہستہ ۴ بجے والی خوراک میں دیر کرتے جائیں یعنی چار سے پانچ اور پھر چھ بجے اور ۱۰ بجے کی خوراک کو ختم کر دیں۔

عمر ایک سال سے دو سال تک صبح ۷ بجے۔ دودھ ۸ اونس (ایک پاؤ) انڈا ایک مچھلی کا تیل دس بوند۔
گیارہ بجے روٹی ایک اونس مکھن (یا گھی) ½ تولہ مچھلی کا تیل دس بوند۔ سبزی ایک اونس۔

چار بجے۔ دودھ ایک پاؤ پھل۔ ایک سنگترہ یا ایک سیب یا ایک آم یا ایک چھٹانک انگور وغیرہ۔

سات بجے شام۔ دودھ ایک پاؤ۔ روٹی ایک اونس۔ ہری سبزی۔ ایک اونس۔ مکھن یا گھی ½ تولہ مچھلی کا تیل دس بوند۔

ذیل میں جو نقشے دیئے جاتے ہیں ان میں اوقات کا تعین نہیں کیا گیا۔ بلکہ تمام دن کی خوراک بتائی گئی ہے۔ نقشہ بالا کی طرح اس تمام خوراک کو چار وقتوں میں تقسیم کر لیں۔

عمر ۲ سے ۳ سال دودھ ایک سیر۔ ہری سبزی ایک سے دو اونس۔ انڈا ایک۔ ٹماٹر ½۱ اونس۔ سنگترہ ایک یا لیموں نصف یا انگور ½ پاؤ یا آم ایک مچھلی کا تیل ایک چمچہ چائے مکھن ½ اونس روٹی دو اونس۔

عمر ۳ سے ۵ سال دودھ ایک سیر۔ انڈا ایک سیر ہری سبزی ۲ سے ۳ اونس مچھلی کا تیل ایک چمچہ چائے مکھن یا گھی ½ اونس روٹی ½۲ اونس۔ تازہ پھل جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔

عمر ۵ سے ۷ سال دودھ ایک سیر۔ انڈا ایک۔ گوشت۔ مچھلی۔ یا پنیر ایک اونس۔ ہری سبزی ۲ اونس۔ آلو۔ یا دوسری جڑ والی سبزی مثلاً مولی۔ گاجر۔ شلجم۔ چقندر وغیرہ ۴ اونس مچھلی کا تیل ایک چمچہ چائے۔ تازہ پھل روٹی ۳ اونس مکھن یا گھی ½۱ اونس۔

یہ تمام نقشے تندرست اور پورے وزن کے بچوں کے لئے ہیں۔ بچے کی عام رفتار صحت۔ وزن اور ہاضمہ کے مطابق ان میں مناسب تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ طبیب جو علم غذا کا ماہر ہو وہ یہ تبدیلیاں کر سکتا ہے۔ غیر طبیب کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں اپنے طبیب کی طرف رجوع کرے۔

اخلاقی سبق

مجھے اتفاقیہ طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ آج کل کی لڑکیاں خالق باری، کریما، اخلاق محسنی وغیرہ اگلے زمانہ کی کتابوں کے نام سے بھی واقف نہیں۔ میں دیر تک حیران رہی۔ پھر خیال آیا کہ جب فارسی کا چرچا ہی نہیں رہا۔ اور لڑکے کسبِ معاش کی فکر میں انگریزی پر پل پڑے اور انہیں کے لئے یہ کتابیں اجنبی ہو گئیں تو اب لڑکیاں کہاں سے انہیں پڑھیں گی۔ انہیں جب اردو سے فرصت ہوتی ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ پہلی سیڑھی سمجھ کر اُردو کو شُدہ بُدہ پڑھ لیتی ہیں تو پھر وہ بھی انگریزی میں لگ جاتی ہیں۔ ابھی اتنی لیاقت بھی حاصل نہیں ہونے پاتی کہ ادبی اور اخلاقی قصے پڑھ کر تعلیم کا پورا فائدہ حاصل کر سکیں کہ اتنے ہی میں شادی ہو جاتی ہے اور وہ پڑھا پڑھایا سب برابر ہو جاتا ہے۔ اگر اخبار بینی کا شوق ہوا تو کچھ استعداد بڑھتی یا باقی رہتی ہے ورنہ اتنے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جن کتابوں کو ہم چھوڑ بیٹھے وہ علم و حکمت کے خزانے تھے اور بچپن کے زمانے میں بے لوث دل پر اپنا ایسا گہرا نقش بٹھا دیتے تھے جو کبھی مٹ نہیں سکتا تھا۔ آج وہ باتیں خواب و خیال ہیں اور بچے کچھ نہیں جانتے کہ کیا ثواب ہے اور کیا گناہ۔ اس وقت میں نمونۃً اخلاق محسنی میں سے ایک حکایت نقل کرتی ہوں۔ دیکھئے اس ایک چھوٹی سی حکایت میں کتنی بیش بہا نصیحتیں بھری ہوئی ہیں کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک پیغمبر تھے جن کو ابھی نبوت نہیں ملی تھی لیکن وہ خوابوں میں طرح طرح کی چیزیں دیکھتے تھے اور قسم قسم کی آوازیں سنتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ جب تو صبح کو اٹھے تو فلاں جنگل میں جا اور سب سے پہلے جو چیز تجھے نظر آئے اُسے کھالے پھر دوسری چیز جو ملے اُس کو چھپا دے تیسری چیز جو سامنے آئے اس کی حفاظت کر چوتھی کو نا امید نہ کر اور پانچویں جب دیکھے تو اس سے بھاگ۔ صبح اٹھ کر وہ اس جنگل کی طرف چلے جو انہیں بتایا گیا تھا پہلی چیز جو انہیں نظر آئی وہ ایک بہت بڑا اور اونچا سیاہ رنگ کا پہاڑ تھا۔ وہ اُسے دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ میں اسے کیسے کھا سکتا ہوں لیکن خدا کا حکم ہے اس لئے میں سوائے تعمیل کے اور کر ہی کیا سکتا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ اس کی طرف بڑھے جب پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ پہاڑ ایک چھوٹا سا نوالہ بن گیا۔ انہوں نے اسے اُٹھا کر کھایا تو شہد سے بڑھ کر میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے آگے بڑھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سونے کا طشت راستے میں پڑا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اس کو چھپانے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ انھوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور طشت کو اُس میں رکھ کر اوپر سے بہت سی مٹی ڈال دی اور چھوڑ کر چلے۔ ابھی دو قدم بھی نہ گئے تھے کہ وہ پھر زمین کے اوپر نظر آیا۔ انہوں نے پھر اور زیادہ گہرا گڑھا کھود کر اُسے دبا دیا لیکن ابھی وہاں سے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ پھر باہر نکل آیا۔ تیسری دفعہ بہت ہی گہرا دفن کیا مگر وہ پھر اُسی طرح ظاہر ہو گیا۔ آخر انھوں نے سوچا کہ مجھے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا وہ میں بجا لایا اور اپنا کام انجام دیا۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ خیال کر کے آگے بڑھے تو ایک

چڑیا نظر آئی جو باز سے ڈر کر تیزی سے اُڑتی ہوئی آرہی تھی اس نے قریب پہونچتے ہی کہا کہ خدا کے واسطے مجھے بچائیے دشمن میرے پیچھے لگا ہوا ہے پیغمبر نے اس کو اپنے گریبان میں چھپا لیا اتنے ہی میں باز بھی آپہونچا جو سخت بھوکا اور غصے میں بھرا ہوا تھا۔ اُس نے آتے ہی کہا کہ حضرت آج میں سارے دن اس شکار کی تلاش میں رہا اور اب میرا شکار آپ کی پناہ میں آگیا ہے میں بیحد بھوکا ہوں مجھے میری روزی سے ناامید نہ کیجئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اسی کی بابت مجھے حکم ہے کہ ناامید نہ کروں آخر انہوں نے چھری نکالی اور اپنی ران میں سے کچھ گوشت کاٹ کر باز کے آگے ڈال دیا۔ باز نے گوشت اٹھالیا اور چڑیا کا خیال چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ پیغمبر آگے روانہ ہوئے۔ کچھ دور جا کر انہیں ایک سڑا ہوا مُردہ ملا اور وہ اُسے دیکھتے ہی فوراً وہاں سے بھاگے اور گھر واپس آگئے۔ جب رات ہوئی تو انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ تو نے حکم دیا تھا میں بجا لایا اب ان سب باتوں کی اصلیت مجھ پر ظاہر کردے۔ آواز آئی کہ وہ بڑا پہاڑ جو تو نے دیکھا اور لقمہ بن گیا غصہ ہے کہ پہلے تو بڑا معلوم ہوتا ہے اور جب تو اسے پی جائے تو تمام مٹھائیوں سے بڑھ کر میٹھا ہے۔ دوسرا وہ سونے کا طشت جو تیرے اس قدر چھپانے پر بھی نہ چھپ سکا نیکی ہے۔ کوئی کتنا ہی چاہے کہ نیکی کو چھپائے مگر وہ ضرور ظاہر ہوگی تیسرے کا یہ مطلب ہے کہ جو تیری پناہ میں آئے اسے پناہ دے اور اگر کوئی تیرے پاس امانت رکھے تو اس امانت میں خیانت نہ کر۔ چوتھے کہ یہ معنی ہیں کہ جب کوئی تجھ سے کچھ مانگے تو اس کی حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کر۔ پانچویں وہ سڑا ہوا مُردہ جو تو نے دیکھا غیبت تھی۔ اس سے ہمیشہ دور بھاگ اور خبردار رہ کہ غیبت نیک کاموں کو ضائع کردیتی ہے۔

و-۱

درسِ عمل

اے خواہرانِ ملت! تاکے جمود و غفلت؟ اللہ کیجئے کچھ تو زندگی کی وقعت
میدان میں عمل کے، ہاریں نہ آپ ہمت کیجئے جہاں میں حاصل سعیِ عمل کی برکت

محسوس کچھ ہو اپنی دنیا میں ذمہ داری
تمہیدِ نظمِ عالم ہے نظمِ خانہ داری

خاتونِ مغربی کی، ہمت کو دیکھئے تو بااین ہمہ نزاکت جرأت کو دیکھئے تو
خود اعتمادیوں کی قوت کو دیکھئے تو خودداریوں سے لرزاں نکبت کو دیکھئے تو

کرتی ہیں اپنے ہاتھوں سے انتظام دنیا
یاں دیکھ بھال گھر کی، واں اہتمام دنیا

وہ علم کی ہیں شائق، تقدیر کی دھنی ہیں مردوں سے وہ ہنر میں پیچھے نہیں رہی ہیں
ہمت بلند ان کی وہ قلب کی جری ہیں وہ جاں نثارِ ملک و ملت بنی ہوئی ہیں

حاصل انہیں ہوئی ہے محنت سے سرفرازی
میدان میں عمل کے لے جا چکی ہیں بازی

پابندِ وقت ہیں وہ، سرگرم کار ہیں وہ جویائے علم ہیں وہ، محنت شعار ہیں وہ
خطروں میں پھاند پڑتی ہیں، شہسوار ہیں وہ خدمت سے ملک و ملت کی کامگار ہیں وہ

صحرائے دہر چھانے، دریا کھنگول ڈالے
تہ سے سمندروں کی موتی بھی ہیں نکالے

نفرت انہیں نہایت، بیکار زندگی سے واقف ہیں وہ اصولِ رفتارِ زندگی سے
وہ آشنا ہیں رازِ بیکار زندگی سے دوچار کس لئے ہوں آزارِ زندگی سے

وہ اپنی قدر دنیا میں آپ جانتی ہیں
کب وہ اصولِ آئینِ جہل، مانتی ہیں

سعیِ عمل کی برکت، اس سے ہے فضا مسخر ہمت کے زور سے ہے جو سما مسخر
تحقیق و جستجو نے، عالم کیا مسخر کی کائنات قبضہ میں، ہے فضا مسخر

اوجِ سما پہ ان کی، پہونچے نہ کیوں سواری
اُڑتی ہیں وہ فضاؤں میں، خوف سے ہیں عاری

فائز ہیں مرتبوں پہ، وہ علم کی بدولت — پیشِ نظر ہے، ان کی ہر دم فلاحِ ملت
دیتی ہیں قوم کو یہ، درسِ فروغ حکمت — لاریب اُن کی ہستی ہے، مشعلِ بصیرت

ہے زیرِ بارِ احسانِ زن عروجِ یورپ
کیوں توڑتا نہ اُن کا تو غنِ عروج یورپ

بخشی حیاتِ تازہ ۔ عرفان و علم و فن کو — ڈالا ہے ساغرِ نو میں بادۂ کہن کو
خونِ جگر سے سینچا ہے گلبنِ چمن کو — دی شہرتِ دوامی گمنام سے وطن کو

جوشِ عمل سے سینے معمور ہو رہے ہیں
آثارِ جہلِ عالم کا فور ہو رہے ہیں

اعزاز ہے ۔ ہمارے ہی واسطے جہالت — علم و ہنر سے اب تک قائم ہے دل میں وحشت
برکت کو علم کی ہیں سمجھے ہوئے نحوست — فطرت میں کیوں نہ بچوں کی، جہل ہو ودیعت

منزل کا کھوج پائے، کیا ساربان ہمارا
گم کردیا جہالت نے، کاروان ہمارا

ملت کا نصف حصہ مفلوج ہو رہا ہے — خوابِ گراں میں غافل مدہوش ہو رہا ہے
لمحاتِ زندگی کے بے کار کھو رہا ہے — ماضی کے کارنامے، سارے ڈبو رہا ہے

پائے جہاں میں کیونکہ عزو وقارِ ملت
بنیاد رکھ رہی ہے ۔ ناپائدار ملت

خولہؓ کی سی شجاعت ۔ مفقود ہو گئی ہے — نور جہاں کی ہمت، مفقود ہو گئی ہے
زیب النساء کی عظمت ۔ مفقود ہو گئی ہے — وہ چاند بی کی جرأت، مفقود ہو گئی ہے

سایہ سے اپنے خائف ۔ یہ بزدلی کا عالم
بچے بنیں ہمارے ۔ کیونکہ جہاں کے رستم

گودوں میں یہ جہالت کی آہ ۔ جو پلے ہیں — ہمت سرے سے غائب ۔ مفقود حوصلے ہیں
معدوم سربلندی کے ۔ جوش وولولے ہیں — گھیرے ہوئے ۔ جہالت کے چاؤ جو چلے ہیں

بے کار کھو رہے ہیں ۔ اوقات زندگی کے

سینہ سپر ہوں کیونکہ آفاتِ زندگی کے

حاصل ہو آپ کو بھی علم و ہنر کی دولت
طبقہ سے دور اپنے ہو کلفتِ جہالت
یورپ کی بیبیوں سے لیں درس جوشِ ہمت
ہاں مطلعِ وطن سے چھٹ جائے ابرِ ظلمت

فیشن پسندیوں کی تقلید ناروا ہے
بے باکیوں کی بے شک تمہید ناروا ہے

شایانِ شان بے شک قائم وقار رکھئے
دینِ مبین کے رشتہ کو استوار رکھئے
بنیادِ حصنِ ملّت کی پائدار رکھئے
پیشِ نظر روایاتِ شاندار رکھئے

ناموسِ دین کا جو احساس ہو دلوں میں
لغزش نہ ہو قدم کو ہرگز بھی مشکلوں میں

شرم و حیا و عفت، فطرت ہے مسلمہ کی
صدق و خلوصِ نیت، طینت ہے مسلمہ کی
درسِ علوم و حکمت، خدمت ہے مسلمہ کی
قولِ نبیؐ سے قائم، عظمت ہے مسلمہ کی

اسلام نے عطا کی جو حریت کی نعمت
مذہب نے دور کر دی قیدِ محن کی لعنت

نوشابہ خاتون قریشی بی اے

بچپن کی دلچسپیاں

آٹھ سالہ بچی اور گوٹے اور گہنے کا شوق

گانے کا شوق

لائٹ ہاؤس بندرگاہ کراچی

[illegible] شریف کا کالا گنبد

دھوبی اور اس کا مشکل کام

والدین کیا کریں؟

جوں جوں تعلیم عام ہوتی جارہی ہے تعلیم یافتہ لوگوں میں بے روزگاری بھی بڑھ رہی ہے۔ اور اس بڑھتی ہوئی بے روزگاری نے والدین کو اس امر پر غور کرنے پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے سے پہلے یہ فیصلہ کر لیا کریں کہ وہ اُن کو کیسی اور کتنی تعلیم دلائیں۔ ہم یہاں متوسط الحال والدین کی طرف سے اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

در اصل بے روزگاری کا مسئلہ یونیورسٹی کی تعلیم سے بہت ہی قریب کا تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم پر جس کی حمایت میں اکثر متمول گھرانے رطب اللسان ہیں کچھ صاف صاف کہہ دیا جائے ہمیں یونیورسٹی کے موجودہ طریقۂ تعلیم سے اس لئے اتفاق نہیں ہے کہ ہمارے بچے فارغ التحصیل ہو کر نہ تو اپنے آبائی پیشوں کی طرف راغب ہوتے ہیں اور نہ ان کو خاطر خواہ ملازمت ہی ملتی ہے۔ اور اگر وہ ملازمت کی طرف سے آخر کار مایوس ہو کر کسی کاروبار کی طرف رجوع بھی کرتے ہیں تو اس میں وہ نمایاں ترقی نہیں کرتے چونکہ ان کو اس خاص پیشے اور ہنر کی تعلیم بچپن سے نہیں ملتی اور وہ بہت دیر کے بعد اس میدان میں آتے ہیں اس لئے اکثر ناکام رہتے ہیں۔ گریجویٹ ہو جانے کے بعد موٹا جھوٹا کام کرنے میں بھی اُن کو قدرتاً عار محسوس ہوتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض نے قلیل تنخواہ کی ملازمتوں کو قبول کرنے سے صرف اس لئے انکار کر دیا ہے کہ وہ ان کے نزدیک بہت حقیر اور ان کے مرتبہ کے شایاں نہ تھیں۔ اس کے علاوہ جب ہمارے بچے کالج سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کے مزاج اور عادات میں بھی فرق ہو جاتا ہے۔ ایک متوسط طالب علم کا معیار زندگی فارغ التحصیل ہونے کے بعد کم ازکم پچاس فی صدی ضرور بلند ہو جاتا ہے اور ان کی ضروریات بڑھ جاتی ہیں۔ یہ مانا کہ سب ہی فیشن ایبل نہیں ہو جاتے، نہ سب ہی فضول خرچ بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ کیا کم ہے کہ اپنی کفالت آپ کرنے کی سکت نہ ہوتے ہوئے بھی ان کو اچھے لباس اور صاف و پاکیزہ زندگی گذارنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور صورت یہ ہے کہ والدین صرف ایک ہی لڑکے پر اپنی ساری آمدنی خرچ نہیں کر سکتے۔ دو چار اور بھی بچے ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی انہیں اپنی محدود آمدنی میں کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی لڑکی ہو تو اُسی میں ان کا جہیز بھی دینا پڑتا ہے۔ ان سب ذمہ داریوں کے ماسوی حادثات اور بیماریوں پر علیحدہ ایک رقم صرف کرنی ہوتی ہے۔

عام طور سے غریب سے غریب باپ کو بھی اپنے لڑکے پر (اگر وہ مسلسل پاس ہوتا چلا جائے) بی اے تک پڑھانے میں سات ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے کم رقم میں گریجویٹ بنانا قریب قریب ناممکن ہے۔ اب غور فرمائیے کہ یہ سات ہزار (جو کم ازکم لگائے گئے ہیں) خرچ کر کے ہمیں اُس کا اجر کیا ملا؟ ہم نے اس لئے لڑکے کو پڑھایا تھا کہ یہ بڑا ہوگا خود کمائے گا ہمیں کھلائے گا ہم بوڑھے ہوں گے یہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی مدد کرے گا ہوا یہ کہ پورے سات ہزار خرچ چکنے کے بعد نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر

کے رہے اگر یہ سات ہزار ہم کسی بیوپار میں لگا دیتے اور بچہ کو کسی پیشے کی تربیت مسلسل دیتے تو یہ ناممکن نہ تھا کہ ہمارا بچہ اس رقم سے پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار پیدا نہ کر لیتا۔ غلطی ہم سے یہ ہوگئی کہ بجائے یہ روپیہ کسی کاروبار میں لگانے کے ہم نے محکمہ تعلیم کی نذر کر دیا۔

یہ روپیہ تو گرہ سے گیا خیر ہم صبر کر بیٹھے لیکن یہ اس پر مستزاد ہوا کہ ہمارے بچے میں قسم قسم کی بری عادتیں پڑ گئیں۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ اگر ہم ایسے مدرسے میں بھرتی نہ کرتے اور کسی کام میں لگا دیتے تو بھی یہ ممکن تھا کہ وہ برا اٹھتا لیکن جب یہ تو صبر ہوتا کہ یہ علم کی نعمت سے محروم ہے۔ اب تو یہ خاصہ پڑھا لکھا جن ہے۔ ہمارے خاندان میں جس قدر پرانے زمانے کے بڈھے بوڑھے زندہ ہیں اور جن کو خوش قسمتی سے کسی یونیورسٹی کی ہوا نہیں لگی ہے وہ نہایت باوضع متحمل مزاج۔ ہمدرد خلائق اور نیک سیرت انسان ہیں جن سے مل کر آدمی کو انسان اطمینان اور مسرت حاصل کرتا ہے لیکن اس نئی تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے بچے نہایت بے باک۔ منہ پھٹ۔ بے ادب۔ خودغرض اور بے صبر بن جاتے ہیں جن کو دیکھ کر بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں قوت ارادی اور عزم وہمت کی کمی رہ گئی ہے۔

اگر علم کے معنی یہی ہیں کہ تعلیم پا پا کر ایک فرقے اور مذہب کے لوگ دوسرے مذہب والوں سے دست و گریبان ہو جائیں اور ان میں رواداری نام کو باقی نہ رہے تو ہم اس علم سے باز آئے اس سے تو بہتر تو وہی جہالت تھی جس میں ہندو مسلمان شیر وشکر تو تھے اور وقت پڑے پر ایک دوسرے کی بھائیوں کی طرح مدد تو کرتے تھے۔

ہم سے یہ نہ کہیئے کہ یہ قصور تعلیم کا نہیں بلکہ طریقۂ تعلیم کا ہے۔ جب تک موجودہ طریقہ تعلیم باقی ہے اس وقت تک تعلیم اور طریقہ تعلیم میں فرق کرنا ایک بے سودسی بات ہے۔ ہم دونوں کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں اور غالباً ایسا سمجھنے میں حق بجانب بھی ہیں کیا آپ نے کبھی ٹھنڈے دل سے اس امر پر غور کیا ہے کہ آخر کوئی نہ کوئی خرابی تو موجودہ تعلیم میں ایسی رہ گئی ہے جس کی لوگ عموماً شکایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک شکایت کرنے والے پاگل ہیں جو بے وجہ عیب جوئی کرتے ہیں؟ آپ اس سوال کو کیسے نظرانداز کر سکتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے لئے سب سے پہلا اور سب سے ضروری مسئلہ روٹی کا مسئلہ ہے اور باقی مسئلے اس کے بعد۔ اور کم اہم ہیں۔ اگر تعلیم نے اسی کا حل نہ پیش کیا تو اس تعلیم کو بے کار کہدینے میں شبہ کی کیا گنجائش رہی۔ آخر کیا وجہ کہ ہم تعلیم کی قدر و قیمت سیم و زر کی ٹکلیوں سے نہ لگائیں؟ اگر بی اے ہو جانے کے بعد علم صحیح معنوں میں حاصل ہو جاتا تو ہم یہ سمجھ لیتے کہ علم سات ہزار کیا سترہ ہزار میں بھی سستا ہے۔ لیکن دقت تو یہ ہے کہ یہ علم دراصل معلومات کا ایک خشک انبار ہوتا ہے۔ گریجویٹ رٹی ہوئی باتوں کے ڈھیر یا کتابی علم کا بوجھ کمر پر لادے باہر آتے ہیں اور ان میں تحقیق وتدقیق غور و تدبر فکر و عمل کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یورپ کے ممالک میں بھی ہزاروں یونیورسٹیاں ہیں اور بالکل ہماری ہی جیسی ہیں۔ ان کو کارخانوں میں تبدیل کرنے کا خیال بھی مغرب کے عالموں کو نہیں آیا۔ یہ آپ کا فرمانا بالکل درست ہے لیکن ہم اپنے فلاکت زدہ ملک میں ان کی پیروی نہیں کر سکتے۔ اول تو وہاں کی یونیورسٹیوں کے شاہی اخراجات کا بوجھ سارا کا سارا حکومت کے کندھوں پر

نہیں ہے۔ اُن متمدن صنعتی اور تجارتی ملکوں میں خدا کے فضل و کرم سے ایسے مخیر اصحاب بھی موجود ہیں جو اپنے ذاتی شوق سے ایک ایک یونیورسٹی چلا سکتے ہیں۔ اور چلاتے ہیں۔ وہاں لاکھوں کروڑوں پونڈ کے عطیات معمولی تاجر یونیورسٹیوں کو دیدیا کرتا ہے۔ لیکن ہم مفلس کسانوں کے ملک کا سالانہ بجٹ اتنی ساری یونیورسٹیوں کو کیسے تنہا پال سکتا ہے جن میں پروفیسر اور طالب علم دونوں بڑے ٹھاٹھ کی عیش پسندانہ زندگی گذار رہے ہوں اُن ملکوں کے پاس جن کی مثال دی جاتی ہے بڑے بڑے مقبوضات ہیں نوآبادیاں ہیں صنعتی ادارے ہیں الغرض وہ سارا سامان موجود ہے جو گریجوئٹوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد ہر سال کھپا سکتا ہے ہمارے ملک میں یہ شاہراہیں بند ہیں۔ جتنا روپیہ ہم ان ناخلف بچوں (یونیورسٹیوں) پر خرچ کرتے ہیں اگر اتنا ہی روپیہ ہم اپنی ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے شعبوں پر خرچ کریں تو شاید ہمارے ملک سے جہالت کے کم ہونے کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔ اگر چند یونیورسٹیاں تحقیق و اکتشاف کا سلسلہ جاری رکھیں تو بے شک درست ہے اور اسی طرح قانون کے کالجوں اور میڈیکل کالجوں کی لیبوریٹریوں کو بھی ضرور باقی رکھا جائے۔ انجینئرنگ کالجوں کو نابود نہ کیا جائے تاہم ان سب کے مصارف کم ضرور کر دئے۔ یہ بات باقی نہ رہے کہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تنخواہ امریکہ کے پریزیڈنٹ روز و یلٹ کے برابر ہے ہمارے پروفیسروں کو اسی قدر تنخواہ دی جائے جس قدر امریکہ یا یورپ کے پروفیسروں کو دی جاتی ہے تعلیم سستی کر دی جائے۔ اس کے حاصل کرنے کا زمانہ کم کیا جائے اور طریقہ تعلیم کو نہایت سہل اور ہماری ضرورتوں کے مطابق بنا دیا جائے اگر یہ سب باتیں کر دی گئیں تو ہم غور کریں گے آیا سات ہزار روپیہ لگا کر یہ جوا کھیلنا سودمند ہے یا نہیں۔ اب تک تو ہم سے غلطی ہوئی جو اپنے بچوں کو بی اے پاس کرانے کی کوشش میں سرگرداں رہے۔ اور جب ہم بڑھاپے میں اپنے بچوں کی مدد اور سہارے کے ضرورت مند بنے تو خود اُن کو اپنا محتاج پایا۔ جو غلطی ہم نے اپنے لڑکوں کے بارے میں اس کا اعادہ کر کے یعنی اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلا کر ہم کو پریشان بلکہ پشیمان ہونا نہیں چاہیئے۔ واضح ہو کہ تعلیم سے ہماری وہی اسکول اور کالج کی باضابطہ تعلیم ہے ورنہ علم تو ایسی چیز نہیں جسے یکسر فضول سمجھ لیا جائے۔

سید ابن حسن شارق دہلوی

آمد برشگال

آدمی مر رہے تھے گرمی سے — الاماں کر رہے تھے گرمی سے
خشک تھے ہونٹ لب پر آہیں تھیں — آسماں کی طرف نگاہیں تھیں
تپ رہی تھی زمیں فلک تھا گرم — انتہا یہ ہے آب تک تھا گرم
چین ملتا نہ تھا کسی پہلو — بھونے دیتی تھی آدمی کو لُو
آدمی بے حواس تھے سارے — پگھلے جاتے تھے دھوپ کے مارے
دن نکلنا بس ایک آفت تھا — سامنا رہتا تھا مصیبت کا
سب درند و پرند حیراں تھے — حال بے حال تھا پریشاں تھے
ہر طرف تھے بشر پراگندہ — الاماں، الاماں خدا! وندا
سُن کے بندوں کی گریۂ وزاری — جوش پر آئی رحمتِ باری
آ گئے گھر کے ہر طرف بادل — برسا جم جم کے خوب گنگا جل
پتی پتی پہ آ گیا جوبن — رنگ اپنا جما گیا جوبن
شاخ اک شاخ میں نکلنے لگی — لعل و گوہر زمیں اُگلنے لگی
ہائے وہ کوہسار کا عالم — دشت کا آبشار کا عالم
بھینی بھینی وہ پھولوں کی خوشبو — فرش مخمل بچھا ہوا ہر سُو
گُل و بُلبُل میں ارتباط بڑھا — جذبۂ عیش و انبساط بڑھا
پتی پتی بنی ہوئی ہے دُلھن — بُوٹے بُوٹے پہ آ رہی ہے پھبن
ہر طرف تازگی و زیبائی — نئے انداز سے بہار آئی
اللہ اللہ! یہ نمو کا جوش — ذرہ ذرہ زمیں کا ہے گُل پوش
تازگی آ گئی طبیعت میں — روح دوڑا گئی طبیعت میں
ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا — باغ میں لطف سیر آنے لگا

واہ اے برشگال کیا کہنا
کر دیا بس کمال کیا کہنا

دعا ڈبائیوی

محبت کے ٹکڑے

(جدید ترکی معاشرت کا فسانہ)

ریلوے پلیٹ فارم پر صرف ایک ہی نشست تھی اور اس پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی۔ اس کے قریب دو آدمی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ایک جوان تھا، دوسرا زیادہ عمر کا۔ جوان آدمی کہہ رہا تھا۔

"ہاں، مجھے ہمیشہ سے یقین تھا کہ میری جاگیر کے متصل ہی آثار قدیمہ موجود ہیں"۔

دوسرا" بہرحال وہ آدمی سُرخ چینی کا ٹکڑا میرے پاس لے آیا۔ اور میں نے اُسی وقت آپ کو تار دیدیا۔ اُس شخص کا کُتا کھیت کی مٹی پنجوں سے کھود رہا تھا کہ وہ ٹکڑا نظر آگیا"۔

جوان" میں آپ کا بیحد ممنون ہوں۔ میں کل ہی ثروت بے سے ملوں گا اور اجازت لے لوں گا وہ زمین اسی کی ہے"۔

یہ شخص اگر لڑکی کی طرف دیکھتا تو معلوم ہو جاتا کہ وہ اس کی باتوں کو غور سے سُن رہی ہے۔ "میری جاگیر" کے لفظ نے لڑکی کو بتا دیا کہ متکلم منصور پاشا ہے جس کا گاؤں منصوریہ اگلے ریلوے اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پاشا فن آثار قدیمہ کا عالم و ماہر ہے۔ وہ چھ سال سے باہر تھا، اور اپنی ریاست و جائداد منیجروں کے ہاتھ میں دیدی تھی اس کی عمر تیس سال کی تھی۔ (تھوڑی دیر میں ٹرین آگئی۔ دونوں آدمی ایک درجہ میں، اور لڑکی دوسرے درجہ میں بیٹھ گئی۔

دوسرے روز صبح کو منصور پاشا اسی میدان میں پہنچا۔ اور نہایت شوق و محنت سے زمین کھودنے لگا مٹی خلاف معمول بہت آسانی سے اُکھڑنے لگی۔ لیکن وہ اپنے شوق میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ اُسے اس بات کا خیال بھی نہ ہوا، خاموشی کے ساتھ برابر کھودتا رہا۔ قریب کے پرانے درخت دھوپ میں اس پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ کھودتے کھودتے ایک آواز پیدا ہوئی جلدی سے بیٹھ کر نرم مٹی کے اندر ہاتھ ڈالا اور بھورے رنگ کی معمولی چینی کے چند ٹکڑے نکالے لیکن خوبصورت چینی کے سُرخ ٹکڑے ایک دو ہی تھے۔ سانس لینے کے لئے زمین پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اس قدر محنت پر بھی کچھ نہ ملا۔ اس کا تجربہ بتاتا تھا کہ اور ٹکڑے بھی ہونے چاہئیں۔ یہ معمولی ٹکڑے تو بے کار ہیں سوچتے سوچتے سیٹی بجانے لگا۔

فوراً اس کو جواب میں سیٹی کی آواز آئی جو نہایت صاف اور نرم و نازک تھی۔ اور جو نغمہ اس نے سیٹی سے نکالا تھا اُسی کو دوسری آواز پورا کر رہی تھی۔ پاشا نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا۔ سب سے قریب کے درخت پر سے ایک خوبصورت چہرہ شوخ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک لڑکی مردانہ شکاری لباس میں شاخ پر بیٹھی ٹانگیں لٹکائے جھول رہی تھی۔

"کیا خوب"! بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ وہ عالم و محقق بیشک تھا لیکن زندہ دل اور صاحب ذوق بھی تھا۔ اس نے پوچھا "تم نے سیٹی کیوں بجائی"؟

"اس لئے کہ آپ غلط بجا رہے تھے۔"

"یہ بات تھی ؟"

لڑکی نے کچھ جواب نہ دیا۔ منصور پاشا کو یکایک خیال آیا اور بولا۔

"تم اس مقام سے اچھی طرح واقف ہو؟"

لڑکی نے شوخی کے ساتھ جواب دیا۔ "جی ہاں"۔

"امید ہے تم مجھے مدد دے سکو گی" اس نے سرخ چینی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور کہا۔ "اس قسم کے قیمتی ٹکڑے یہاں کثرت سے ہونے چاہئیں"۔

"جی ہاں، بہت تھے، گاڑی بھرے"۔

یہ سُن کر منصور پاشا اچھل پڑا۔ اب اس کو زمین کی نرمی اور آسانی سے کُھدجانے کا خیال آیا۔ اور اس بات سے بڑا تردد ہوا کہ یقیناً کوئی ہم پیشہ رقیب اس سے بازی لے گیا۔

"کیا تم کو علم ہے کہ کسی شخص نے حال ہی میں یہ زمین کھودی ہے اور نکالے ہیں؟"

"ہاں، آج صبح نکالے ہیں"۔

"لعنت ان نکالنے والوں پر! بھلا کس نے نکالے ؟"

لڑکی فوراً درخت پر سے کود پڑی اور سامنے آ کھڑی ہوئی، اور بولی "میں نے نکالے ہیں"۔

"تم نے نکالے ہیں!"

پاشا کا مزاج برہم ہوگیا۔ اور رُوکھا منہ بنا کر بولا۔ "معاف کرنا اس زمین کو کھودنے کی اجازت آج صبح ثروت بے نے مجھے دی ہے"۔

لڑکی نے اسی انداز اور لہجہ میں جواب دیا۔ "آپ بھی معاف کیجئے ثروت پاشا نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں جو چاہوں کھود کرلے جاؤں"۔

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اس نے تمہیں کب اجازت دی ؟"

"کل رات کو"

منصور پاشا کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ ثروت پاشا کی لااُبالی طبیعت سے یہ بات بعید نہ تھی۔

"میرا نام منصور پاشا ہے اور مجھے آثار قدیمہ سے نہایت دلچسپی ہے۔ اگر یہ ٹکڑے آپ کے کام کے نہ ہوں تو مجھے ان کے مل جانے سے بڑی مسرت ہوگی"۔

لڑکی نے اس کی طرف شوخ نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

"منصور پاشا صاحب، مجھے خوب معلوم ہے، اور میں بالکل آمادہ ہوں....."

"تم مجھے وہ ٹکڑے دے دو گی؟" پاشا نے جلدی سے بات کاٹ کر کہا۔

لڑکی نے آہستہ آہستہ جواب دیا۔ "میں ان کو علٰحدہ کرنے پر تیار رہوں، لیکن بقیمت"

پاشا نے ہنس کر کہا "میں قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہوں۔ کیا قیمت ہوگی؟"

لڑکی کو یہ ہنسی ناگوار ہوئی۔ غور سے پاشا کی طرف دیکھا اور جواب دیا "پورے آٹھ سو ستر ٹکڑے ہیں آپ دو روپیہ فی ٹکڑے کے حساب سے لے سکتے ہیں"

منصور پاشا کو اس جواب سے اول تو حیرت ہوئی، پھر وہ حیرت تبسم میں تبدیل ہوگئی۔

"کیا! کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ تم مجھ سے دو ہزار روپے کے قریب وصول کرنا چاہتی ہو۔ شاید تم کو میرے اس فقرے سے غلط فہمی ہوئی کہ وہ ٹکڑے قیمتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ جو لوگ ان کو کھود کر استنبول لے جاتے ہیں وہ دو دو تین تین آنے میں عجائب خانوں میں دے آتے ہیں۔ دیکھو، میں تم کو ایک ٹکڑے کے چار آنہ دوں گا۔ اس طرح تم کو دو سو سے زیادہ روپیہ مل جائے گا اور یہ نفع ہی نفع ہے"

اب تک لڑکی اس کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن آخری جملے پر غصہ کی ایک ہلکی سی لکیر اس کی خوبصورت آنکھوں کے درمیان نمودار ہوگئی۔ اور اُس نے جواب دیا۔

"منصور پاشا، میں بازار کے نرخ کا مقابلہ نہیں کر رہی۔ آپ سے صرف اتنا کہتی ہوں کہ میرے ایک ٹکڑے کی قیمت دو روپیہ ہے۔ اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ فوراً خرید لیں"

پاشا کے چہرے سے ہنسی کا اثر غائب ہوگیا۔ اور اس نے ذرا تیز ہو کر کہا۔

"مجھے خریداری سے انکار ہے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم غیر واجب منافع حاصل کرنا چاہتی ہو۔ تم نے ان ٹکڑوں کی کوئی قیمت ادا نہیں کی۔ اور مجھ سے زیادہ سے زیادہ وصول کرنا چاہتی ہو۔ میں....."

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ خیال آیا کہ اس کا جواب اور لہجہ حدودِ اخلاق سے باہر ہوگیا ہے۔ لڑکی نے کچھ جواب نہ دیا لیکن اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیدا ہوگئی۔ پھر کا یک مڑی اور روانہ ہوگئی۔

منصور پاشا پہلے سے زیادہ حیرت کے ساتھ اس کو دیکھنے لگا قیمت بیشک بہت زیادہ اور نا واجب تھی۔ لیکن کس قدر معصوم چہرہ ہے۔ کس قدر نورانی آنکھیں ہیں۔ اب اس نے اپنے آپ کو ملامت کرنی شروع کی۔ منصور تم بھی بڑے حیوان ہو۔ اخلاق و شرافت کے معنی تم نے کبھی سمجھے ہی نہیں۔ ممکن ہے لڑکی کو روپیہ کی ضرورت ہو۔ کنبے والی ہو۔ پاشا اس کے پیچھے دوڑنے کے لئے مڑا لیکن لڑکی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔

منصور پاشا واپسی میں اپنے گاؤں منصوریہ میں سے ہو کر گذرا۔ اس کے گاؤں والوں نے جو اس کی رعایا تھے اس کو دیکھا

لیکن کوئی استقبال، کوئی اظہار مسرت نہ کیا۔ وہ چھ سال سے غائب تھا۔ اس کی رعایا بس رعایا ہی تھی۔ لوگ اس کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ گھر پہونچا۔ لیکن دل مُرجھایا ہوا تھا۔ تنہا کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر نکل گیا۔ ٹہلتے ٹہلتے اسی میدان میں جا نکلا اور سوچنے لگا۔ میں نے کیوں قیمت کا جھگڑا کیا۔ روپیہ کی میرے نزدیک کیا حقیقت ہے۔ یہی سوچتا جا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی عورت آتی نظر آئی۔ یہ وہی لڑکی تھی۔ اس وقت زنانہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ وہ تو سیدھی گزر جاتی۔ لیکن منصور پاشا سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور بولا۔ معاف کیجئے۔ آپ کا ایک خط ہے"۔

لڑکی جھجکی۔ لیکن بچ کر چلے جانے کا موقع نہ تھا۔ خط پاشا کے ہاتھ سے لیا۔ اور دیکھ کر بولی۔

"اس پر میرا پتہ نہیں لکھا"۔ اصل میں پتہ پر کچھ لکھا ہی نہ تھا۔

پاشا: "لیکن یہ تمھارے ہی لئے ہے۔ اور میری طرف سے ہے۔ مجھے تمہارا نام معلوم نہ تھا اس لئے پتہ نہ لکھ سکا۔ اس موقع کا منتظر تھا کہ خود ہی اپنا پوسٹ مین بن جاؤں۔ میں نے آج صبح کی بداخلاقی کی معافی چاہی ہے اور تمھارے شرائط خریداری قبول کئے ہیں۔ واقعی ......"

لڑکی۔ (جلدی سے قطع کلام کرکے) "اب اور معافی کے الفاظ نہ کہئے۔ آپ کو خیال ہوگا کہ میں سخت گیر اور بدمعاملہ ہوں۔ لیکن میں نے ان ظروفِ مدفونہ کو آپ کے آدمی سے بھی قبل دریافت کر لیا تھا"۔

پاشا نے جواب میں سر ہلایا۔ اور جیب سے چک بک نکال کر ایک ہزار سات سو چالیس روپیہ کی رقم درج کی اور پوچھا "کس کے نام چک بناؤں۔؟"

لڑکی نے جواب دیا "لطیفہ خانم کے نام۔ میں فوراً آدمی کے ہاتھ تمام ظروف آپ کو بھیجدوں گی"۔

منصور پاشا نے چک دیتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ اور دونوں جُدا ہوگئے۔

دس روز بعد منصور پاشا کو ایک لفافہ ملا جس میں یہ حساب درج تھا اور نیچے لطیفہ خانم کے دستخط تھے:-

	پائی	آنہ	روپیہ
۱. منصوریہ گاؤں کی ایک بیوہ سکینہ کے مکان کا کرایہ ادا کیا اور اس کو مکان خالی کرنے کی مصیبت سے بچایا۔ (رسید منسلک ہے)	۰	۱۲	۱۰۵
۲. منصوریہ کے پچاس قحط زدہ غریبوں کو تقسیم کئے گئے (مطابق فہرست منسلکہ)	۰	۰	۱۰۰۰
۳. منصوریہ کے شفاخانہ کو دئے گئے۔ (رسید منسلک ہے)	۰	۰	۴۰۰
۴. مریضوں کی راحت و ضرورت کے لئے خریداری کی گئی (مطابق فہرست منسلکہ)	۰	۰	۱۰۰
۵. منصوریہ کے پبلک ہال کے منیجر کو مرمت کے لئے دئے گئے۔ (مطابق تخمینہ منسلکہ)	۰	۴	۱۳۴
	۰	۰	۱۷۴۰

یہ تفصیل دیکھ کر منصور پاشا کا دماغ روشن ہوگیا جیسے سورج کے سامنے سے بادل ہٹ جائیں۔ یہ کوئی مذاق نہ تھا بڑی

معقول سرزنش تھی۔ اب اس کو خیال آیا کہ میں اس ہفتہ عشرہ میں جدھر نکل گیا گاؤں کے لوگ میری طرف متوجہ ہوگئے۔ سلام کیا دیکھ کر خوش ہوئے۔ یقیناً یہ بات ہے کہ اس لڑکی لطیفہ خانم نے وہ روپیہ میری ہی طرف سے صرف کیا۔ اور یہ فیاضی مجھ ہی سے منسوب کی۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ اپنی رعایا کی خبرگیری میرا فرض تھا۔ اور میں اس سے غافل تھا۔ بیشک میں چندسال تک غیرحاضر رہا۔ لیکن منیجر کو توکل اختیارات دیدئے تھے۔ یہ مکان خالی کرانا کیا معنی! کیا میں ایسی ذلیل طبیعت رکھتا ہوں کہ کسی غریب بڑھیا بیوہ کو کرایہ وصول نہ ہونے کے سبب سے جھونپڑی سے نکال دوں۔ لیکن یہ جبر وظلم میری طرف منسوب کیا گیا ہوگا۔ بہرحال ایجنٹ سے اس کا جواب طلب کرنا چاہئے۔ میں نے لطیفہ خانم کو خودغرض اور دنیاساز سمجھا تھا کس قدر غلطی تھی!

منصور پاشا کے اسکول ماسٹر نے اس کے متعلق کہا تھا کہ وہ کسی غلطی پر دوبارہ ٹوکنے کا موقع نہیں دیتا۔ اب اس نے ارادہ کرلیا کہ اس صفت کو ثابت کرنے کا یہی موقع ہے۔ اس نے اپنے عالیشان مکان پر نظر ڈالی۔ تو ایک کمی نظر آئی۔ گھر میں دولت وراحت بہت تھی۔ لیکن محبت سے خالی تھا۔ ایک لمحہ میں اس نے ایک عزم قائم کرلیا۔ ٹوپی اور چھڑی اٹھائی اور چل دیا۔ لطیفہ خانم کا مکان اس کے مکان سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

اس وقت منصور پاشا کا دل ندامت و معذرت کے جذبات سے لبریز تھا چینی کے ٹکڑے اس کو محبت کے ٹکٹے نظر آرہے تھے۔

حامدحسن قادری۔ آگرہ

کسان اور برسات

قُمْ بِاِذْنی کا عمل مردہ زمینوں کے لئے
خاک سے تکرار پوشیدہ خزینوں کے لئے

رحمتیں ہونے کو ہیں دہقان محنت کوش پر
موتیوں کا اِک ذخیرہ ہے صبا کے دوش پر

جا رہا ہے آسماں پہ بادلوں کا قافلہ
رعد کی آواز سے ہے مقصدِ بانگ ودرا

کیف کا عالم ہے دہقانوں پہ جس کو دیکھ کر
کیوں نہ ہو نخل تمنا دینے والا بے ثمر

کوئی آکر تو سنے دیہات کی پریوں کے گیت
باندھ دیتے ہیں سماں برسات کی پریوں کے گیت

اپنے رب کی رحمتوں کا شکر کرتا ہے کسان
کھیت کی ہر پود سے شاداں گزرتا ہے کسان

خوشنما انجام پر اپنے جو کرتا ہے نگاہ
صد چمن ہوتا ہے اُس کا سینۂ حسرت پناہ

ابر میں جیتا ہے یوں یہ سبزیوں کا پاسباں
کھیت میں دل اور گھر کی خام دیواری میں جاں

زینب عثمانیہ لدھیانوی

آسان فوٹو گرافی

ایجادات سائنس نے اپنے بیش بہا فوائد کے ساتھ ساتھ تفریح کے بہت سے مشاغل بھی پیدا کر دیئے ہیں۔ ان میں فن فوٹو گرافی بھی ایک ہے۔ اکثر لوگ اسے ذریعہ معاش بناتے ہیں۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کے اوقات اس کی وجہ سے تفریح میں گذر جاتے ہیں۔ بہت سی ایجادات ایسی ہیں جن سے ہمیں آئے دن واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ہم وقت ضرورت اُن سے مستفید ہوتے ہیں مگر ہزاروں کیا لاکھوں بندگان خدا ایسے ہیں کہ جن کے دماغ میں یہ خیال تک بھی نہیں آتے کہ یہ سب کچھ کیونکر اور کس طرح ہے۔ اس مضمون میں ہم ایک دلچسپ ایجاد یعنی فوٹو گرافی کا ذکر کریں گے۔ فوٹو گرافی خواہ وہ کسب معاش کے لئے اختیار کیا جائے یا محض تفریح اور دلجمعی کے لئے یہ ایک اچھا فن ہے جن لوگوں نے تھوڑی بہت سائنس پڑھی ہے وہ pin hole camera کے ذریعہ شکلوں کی بناوٹ سے واقف ہیں۔ یہاں ایک نہایت آسان طریقہ جس میں صرف پتیوں پھولوں وغیرہ کا عکس لیا جا سکتا ہے۔ اور ایک تصویر سے متعدد تصاویر بلا کیمرہ کی امداد کے تیار کی جا سکتی ہیں درج کیا جاتا ہے۔

ایک مستطیل وصلی کا کیمرا اور ایک معمولی شیشہ لیجئے۔ جو اس ٹکڑے کے برابر اور مستطیل ہو۔ اگر کسی فوٹو کے فریم سے یہ دونوں چیزیں نکال لی جائیں تو بھی کام دے سکتی ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر گیٹس garlars سے اس طرح کس دیجئے جیسا کہ آخر میں شکل میں بتایا گیا ہے۔ اب تھوڑے Self Tonning Papers اور تھوڑا Hypo بازار سے منگائیں۔ پھول اور پتیوں کی تصویر اتارنے کے لئے اسی وصلی کے ٹکڑے پر Self Tonning Paper رکھئے اور اس کے اوپر پھول پتیوں کا گلدستہ بنا کر رکھ دیجئے اور گلدستہ کے اوپر پہلے کی طرح شیشہ رکھ کر پھر کس دیجئے یاد رکھئے Self T. Paper کو دھوپ میں نہ کھولا جائے) جب آپ کا فریم اس طرح تیار ہو جائے تو شیشہ کو سورج کی طرف کریں اور غور سے شیشہ کو دیکھتے رہیئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ پتیوں اور پھولوں کی اطراف کا نمایاں حصہ سیاہ پڑتا جا رہا ہے اس کو زیادہ دیر دھوپ میں نہ رہنے دیں ورنہ کاغذ گہرا سیاہ ہونے پر خراب ہونے کا احتمال ہے اب اس کو سایہ میں لے آئیے اور چائے کے دو چمچے Hypo لے کر چینی کی یا کسی اور دھات کی بڑی قاب Tray میں اتنے پانی میں ڈال دیں۔ کہ جس میں وہ کاغذ اچھی طرح تر ہو سکے۔ Hypo کو پانی میں تھوڑی دیر ڈال کر ہلائیے تاکہ وہ حل ہو جائے۔ اس کے بعد اُس کاغذ کو شیشہ سے نکال کر محلول میں ڈالئے اور تھوڑی دیر تک ہلائیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کاغذ پر نقوش اُبھر رہے ہیں۔ اب کاغذ کو قاب سے نکال کر صاف پانی میں دو ایک گھنٹے پڑا رہنے دیجئے۔ اور اگر پانی کی ہلکی دھار کے نیچے رکھ دیں۔ تو اور اچھا ہے اس کے بعد خشک کر لیجئے۔ نقوش بالکل صاف ہوں گے۔ بعض اوقات نہایت خوبصورت

پھول پتیاں بنتی ہیں ان کو فریم کرا لیجئے تو اور بھی خوبصورت معلوم ہوں گے۔ یہ طریقہ پھول پتیاں اتارنے کا ہے اس کے علاوہ اگر آپ کسی تصویر سے ویسی ہی دوسری حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لئے اگر تصویر کسی mount میں چپکی ہو تو ایک کپڑا کا ٹکڑا پانی میں تر کر لیجئے اور اس کے اطراف آہستہ آہستہ پھیریں گوند یا جس سے بھی وہ چپکی ہے تصویر علیحدہ ہوسکتی ہے اب پھر اسی طرح وصلی کے ٹکڑے پر Self Toning Paper رکھئے اور اس کے اوپر تصویر کا سیدھا رخ شیشہ کی طرف کرکے رکھئے۔ پھر شیشہ کو اوپر رکھ کر ویسے ہی کس دیجئے اور دھوپ میں اُسی حد تک رکھنے کے بعد پھر Hypo میں تر کیجئے اور پہلے کی طرح پانی سے دھو ڈالئے۔ آپ دیکھیں گے کہ تصویر میں جو حصے سیاہ تھے وہ اس میں سفید نظر آتے ہیں اور تصویر صاف نہیں ہے بس یہ آپ کا negative ہوگیا ہے اب اس negative کو پھر رکھ کر اس سے اُسی طریقہ پر جتنی دوسری تصاویر تیار کی جائیں گی وہ آپ کی اصل تصویر کی مانند ہوں گی
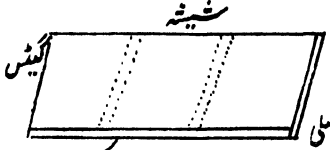
شیشہ
گیٹس
اصلی

انیسہ امیر حیدرآباد دکن

اللہ اکبر

آسمانی بلاؤں کی وسعت۔ بیماریوں کی ناگہانی آفت۔ حاکموں کے مظالم۔ زبردستوں کی سختیاں، عدالت کی ناانصافیاں۔ غلامی اور بیکسی کی کلفت۔ آرزؤں کی پامالی، دُکھ اور رنج کی کثرت جب انسان کو سراسیمہ کردیتی ہے تو فقط ایک "اللہ اکبر" کا نعرہ (یعنی خدا سب سے بڑا ہے) زبردست و عظیم الشان طاقتوں کو آن کے آن میں پانی کے قطرے ریگستان کے ایک ذرے، اور ہوا کے جھونکے سے زیادہ بے حقیقت ثابت کردیتا ہے۔

میں جب "اللہ اکبر" رجز بھری آواز میں سنتی ہوں۔ تو خدا کے جلال و جبروت سے رونگٹا رونگٹا تھرا جاتا ہے۔ اور اس زبردست طاقت کے سامنے بڑے بڑے قہار و جبار طاقتیں ہیچ نظر آتی ہیں۔

بے شک اے میرے اللہ! تو ہی سب سے بڑا اور برتر ہے۔ تیری رحمت ہمارے گناہوں اور تیرے غضب پر حاوی ہے۔ تو اپنی کبریائی اور بڑائی کے تصدق مجھ جیسے بے سروسامان کو کسی وقت اور کسی مقام پر بھی اپنی رحمت کی پناہ سے محروم نہ ہونے دے۔ اور ہر زبردست طاقت سے بچا کر اپنی پناہ میں لے لے۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوتا ہے۔ ایمان کا خلاصہ نماز ہے۔ اور نماز کا خلاصہ تکبیر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب بندہ "اللہ اکبر" کہتا ہے تو یہ تکبیر زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز کو خوش کردیتی ہے (الخ) اللہ اللہ کیا زبردست طاقت ہے۔ اس نعرۂ تکبیر میں۔ واقعی میرا خدا سب سے بڑا ہے۔

سردار محمدی بیگم

ہندوستانی عورتیں سینما کس طرح دیکھتی ہیں

آپ کو معلوم ہے کہ مس میو نے ہندوستان کی سیاحت کے بعد یہاں کی خواتین کے متعلق کیا کیا تخیلات پیش کئے ہیں۔ اگرچہ وہ فاتح اور حکمراں قوم کی خاتون ہونے کی وجہ سے بہت کچھ مبالغہ آمیزی بھی کر گئی ہے اور اسی پر ہی کیا منحصر آئے دن ہماری معاشرت کے متعلق بے شمار مضامین انگریزی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں مثلاً ابھی چند روز ہوئے ایک انگریزی خاتون نے کسی انگریزی اخبار میں ہندوستانی عورتوں کے ریل کے سفر کے متعلق ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ہم ایسے موقعوں پر اپنے آپ کو دیگر اقوام کی خواتین سے ذلیل کرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ اس مضمون میں سینما کو لیتی ہوں سینما ایک ایسا تفریح کا مقام ہے جہاں سکون اور خاموشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کل فلم دیکھنے کا شوق ہر کسی میں سرایت کر گیا ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ یہ ذوق خواتین کے لئے بہتر ہے یا بدتر۔ بہرحال امیر و غریب ادنیٰ و اعلیٰ سب ہی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں سینما جاتی ہیں اور اس طرح جاتی ہیں کہ اپنے چند تفریحی لمحات کو بھی منغص کئے بغیر نہیں چھوڑتیں۔ آیئے ذرا اُن گھروں کا مطالعہ کریجئے جہاں سے یہ گروہ بائسکوپ کی طرف جانے والا ہے۔ چھ ساڑھے چھ بج چکے ہیں۔ (حالانکہ سینما ساڑھے چھ بجے شروع ہو جاتا ہے) ابھی تک یہی فیصلہ نہیں ہوا کہ جانا بھی ہے یا نہیں۔ بمشکل تمام طے پاتا ہے کہ آج ضرور ہی جانا ہے۔ "تو اب پان بناؤ" بھابی جان نے کہا۔

"پان ہیں کہاں" چھوٹی نند بولی۔

"ارے تو منگوالو جلدی سے لو یہ پیسے۔ خانساماں کو دو" بھابی جان نے منے کو جوتے پہناتے ہوئے کہا۔ کم از کم دس منٹ میں پان آئے۔ بناتے بناتے اور دیر لگی۔ اچھا خاصہ اندھیرا ہو گیا۔

"تانگہ آ گیا بیگم صاحب" نوکر نے آواز دی۔

"آپا آپا۔ اوئی اٹھو تانگہ آ گیا" چھوٹی نند نے بڑی سے کہا۔

"بہ قعے تو نکال لو" کوئی بول اُٹھا۔

"خدا پانی تو پی لوں" آپا نے کہا۔

"خدا خدا کر کے تانگہ میں بیٹھنا نصیب ہوا۔

بھابی تانگہ میں بولیں "ارے پانوں کی ڈبیہ کہاں ہے؟"

"میں ساتھ لینی بھول گئی" چھوٹی نند نے کہا۔

"لو منے کو تم لے لو۔ یہ مجھ کو دو۔ بھیا ذرا آگے سرک کے بیٹھو۔ ارے چل تانگے والے۔

اتنے میں سات بج چکے تھے۔ زنانہ درجہ میں جگہ نہ تھی۔ بڑی مشکل سے پھنس پھنسا کر جگہ ملی۔ اسکرین پر نظر کی تو تماشہ پاؤ ہو چکا تھا۔ اب جو اندر ذرا سنجیدہ عورتیں بیٹھی ہیں اِن کی وجہ سے اُن کا مزا کرکرا ہو گیا۔

آپ کو شاید اس کا تجربہ نہ ہو لیکن مجھے تو متعدد بار تجربہ ہوا ہے اور ایسا تلخ ہوا ہے کہ معاذاللہ۔ مگر آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں یہ جلے کٹے الفاظ عرض کر رہی ہوں نہیں بلکہ آپ خود اگر بدقسمتی سے کوئی بہتر فلم آجائے تو سینما کے زنانہ کلاس کی سیر کر لیجئے۔ مشاہدہ آپ پر ثابت کر دے گا کہ واقعات میں کہاں تک حقیقت ہے۔ ہاں تو ذکر یہ تھا کہ اُن خواتین کے لئے جگہ نہ تھی جو ٹھاٹ سے سات بجے تشریف لائیں۔ عموماً زنانہ کلاس میں ایک ہی ٹکٹ ہوتا ہے یعنی ہر حیثیت کی خاتون بلا امتیاز ۲ر یا ۳ر کا ٹکٹ لے کر سیٹوں پر جابرانہ حملہ بول دیتی ہیں۔ یا اگر کہیں شرح ٹکٹ دو درجوں میں تقسیم ہوئی مثلاً ۴ر ۸ر یا اس سے بھی زیادہ تو فلم دیکھنا تو درکنار اسکرین تک نظر ہی پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے صرف جگہ حاصل کرنے کے لئے ایک جنگ عظیم شروع ہو جاتی ہے۔ ایک کہتی ہیں۔ ذرا اُدھر ہٹ جاؤ۔" نہیں ہٹتے "دوسری نے تنک کر کہا "آخر ٹکٹ ہم نے بھی لیا ہے" پہلی نے شکایت کی "اچھا ہوا لیا ہے تو" تیسری بے پروائی سے بولی بس پھر کیا تھا ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اس وقت تک برابر ہوتا رہا جب تک فلم کا اچھا خاصہ حصّہ ختم نہیں ہو لیا۔ گیٹ کیپر چلا رہا ہے نیچے سے مرد خاموش خاموش کی صدا لگا رہے ہیں مگر وہاں کوئی تماشہ دیکھنے آیا ہو تو خاموش رہے۔

زبان تو چل ہی رہی تھی یوں بھی چین نہ آیا تو کھڑی ہو گئیں۔ اگر شرافت سے کہا بھی جائے۔ کہ مہربانی سے بیٹھ جائیے" تو بعض تو منہ پھُلا کر گھورتی ہیں۔ اور بعض شانوں کو تمکنت سے جنبش دے کر فرماتی ہیں" ہم تو یوں ہی کھڑے رہیں گے"
بچوں کا رونا اور بڑوں کا غل مچانا تو معمولی باتیں ہیں مگر لطف یہ کہ تماشہ دیکھتے دیکھتے بھوک اور پیاس بھی بڑی شدت کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ ہاف ٹائم (وقفہ) میں جب کوئی لڑکا چائے گرم۔ سوڈا وغیرہ کی آواز لگاتا ہے تو اس وقت ضبط کرنا ان کے لئے محال ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ غالباً مسافر خانہ کا تھرڈ کلاس اس سے بہتر ہوتا ہو گا۔ مجھ کو ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ ابتدا ہی میں جب ٹاکی فلم شکنتلا آیا تھا تو مردانہ کا تو ذکر ہی کیا ہمارے زنانہ کلاس کی یہ حالت تھی کہ ایک کے سر پر ایک بیٹھا ہوا تھا زنانہ درجے کا فرش لکڑی کے تختوں کا تھا اور نیچے مردوں کے بکس تھے۔ ایک صاحبہ کے بچہ کو پیشاب آیا تو انہوں نے کرسی سے اُتار کر اُس کو نیچے بٹھا دیا چند سکنڈ نہ گزرے ہوں گے کہ نیچے سے ایک شور برپا ہوا۔ بکسوں میں بیٹھے ہوئے معزز صاحبان بہت جز بز ہو رہے تھے۔ آخر کو اس شور نے ایسی صورت اختیار کی کہ فلم بند ہو گیا۔ لیکن وہ صاحبہ بہ ہمہ وجوہ بخیریت وہیں ڈٹی رہیں۔

اب بتائیے کہ ہماری ان حرکات کی تصویر کشی اگر لندن کا کوئی انگریزی اخبار کرتا ہے تو کیا ناجائز ہے۔ ہماری تمام محفلوں انجمنوں حتیٰ کہ میلاد کی مجلسوں میں بھی یہی حشر ہوتا ہے۔ گھر کی چار دیواری میں سے اگر مہینوں برسوں کے بعد تفریح کے لئے نکلنا ہو تو اس کی وہ حالت ہوتی ہے۔ جو اوپر لکھ کر چکی ہوں اس سے بڑھ کر ایک اور مرض ہے وہ یہ کہ بہت سی دیوانہ بکار خود ہشیار قسم کی خواتین مزید دلچسپی کا سامان ہو جاتی ہیں۔ آنکھوں سے پورا نظر نہیں آتا۔ یا کانوں سے اونچا سنائی دیتا ہے مگر تماشہ دیکھنے

آجاتی ہیں۔ اور انہیں ایک آدھ پوتی یا نواسی بلند آواز سے سمجھاتی جاتی ہے۔

"یہ کیا ہوا؟" بڑی بی نے زور سے کہا۔ "یہ راجہ شکار کو گیا تھا" پوتی بولی۔

"کون راجہ" دادی نے پھر پوچھا۔

"اماں اماں دیکھو کیسی اچھی لڑکی" پوتی اچھل کر بولی۔

"مجھے نہیں سوجھتی" دادی نے جواب دیا۔

پھر اس گفتگو میں لطیفے بھی خوب ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ کوئی اچھا سا کھیل تھا۔ پوتی بار بار دادی صاحبہ کو پردے پر لکھی ہوئی عبارت سمجھا رہی تھی۔ ایک مرتبہ (خاموش فلم میں) لکھا ہوا آیا کہ "نکاح ہو گیا"

"دادی نکاح ہو گیا" پوتی نے دادی کی سماعت کا لحاظ رکھتے ہوئے زور سے کہا۔

"مبارک ہو" مردوں میں سے آواز آئی۔

دادی پوتی دونوں اپنی اعلیٰ قابلیت کا اظہار کرتی رہیں اور قریب بیٹھنے والیوں کا پارہ کھولاؤ کے کس درجہ تک پہونچا اور کس کس غریب کے دام خراب ہوئے۔ اس کے احساس کی انہیں شاید ضرورت ہی نہیں۔

خدا خدا کر کے تماشہ ختم ہوا تو اب دوسرے شو کے واسطے ایک جم غفیر دروازہ پر کھڑا ہے۔ اندر والیاں باہر جانے کی کوشش میں ہیں اور باہر والیوں کو اندر آنے کا اضطراب۔ وہ شور و غل کہ خدا کی پناہ۔

برعکس اس کے شہر میں کوئی انگریزی سینما ہاؤس ہو تو اس کی حالت بھی دیکھ لیجئے اور پھر موازنہ کیجئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیشک یہ لوگ ہر کام کے مقصد کو سمجھتے ہیں۔ ان کی تفریح، کھیل تماشے غرض ہر کام اصول کی پابندی پر منحصر ہے لیکن ہمارے ہاں یہ چیز نہیں۔ اول تو ہمیں تفریح نصیب ہی کہاں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہے تو اس کا یہ حال ہے۔

معظمہ گل رضوی

مسلمان بیٹیوں کے لئے میرا پیام

از جناب مولانا شوکت علی صاحب ایم ایل اے

میں اور قوموں کو کسی قسم کا مشورہ دینے کا حق نہیں رکھتا۔ مگر ہاں مسلمانوں پر میرا حق ہے اور ان کا مجھ پر حق ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی طرف متوجہ کریں۔ اور ناپسندیدہ کاموں سے روکیں آج بے دینی کی ہوا پھیل رہی ہے اور شیطانی لشکر ہر طرف چھوٹے ہوئے ہیں۔ جو نظر فریب طریقوں سے ہم کو دین مقدس سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں جب تک مسلمان مرد اور عورتیں بوڑھے اور بچے اللہ کی رسی کو پکڑے رہتے ہیں تو شیطان کی چالیں ہرگز کامیاب نہیں ہوتیں۔ میں نے بارہا عیسائیوں سے اور ہندوؤں سے اور دیگر مذہب والوں سے سُنا ہے کہ مسلمان مرد، عورتیں مذہب کے بڑے دیوانے ہوتے ہیں۔ اُن پر کسی کا جادو نہیں چلتا۔ اس تعلق کو کمزور کرنے کے لئے طرح طرح کی منطق، طرح طرح کی بحثیں طرح طرح کے طعنے طرح طرح کی ترکیبیں کی جاتی ہیں اور آج کل بے پردگی اور بے حیائی کی طرف زیادہ توجہ کی جا رہی ہے تاکہ مسلمان بچیاں اور بچے اسلام کے اعلیٰ اصولوں سے ہٹ کر آزاد ہو جائیں۔ جب ایک مرتبہ دین مقدس کی تعلیم کا بریک ٹوٹ گیا تو پھر ان کا بگڑنا اور بگاڑنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ جس صوبے اور جس فرقے کے لوگ ذرا گوری رنگت والے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے ہونٹوں کی لالی اور چہرے پر پاوڈر ایسی بلائیں ایجاد کی گئی ہیں۔ اور ان کو یہ دھوکا دیا گیا ہے کہ ان کے استعمال سے انسانی حُسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ پاوڈر کے لگانے سے چہرے کی جلد خراب ہو جاتی ہے۔ اور ہونٹوں کی لالی بالکل ڈائن کے ہونٹوں کے خون کا تماشہ دکھاتا ہے۔ یا جنگلی جانوروں کا جو وہ شکار کے خون سے اپنے لبوں کو رنگین کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں یورپ میں صرف فاحشہ اور بد اطوار عورتیں ان کا استعمال کرتی تھیں اور شرفا ان سے پرہیز کرتے تھے۔ اب یورپ میں یہ عام ہو گئے اور ہندوستان میں بھی یہ وبا آگئی۔ انگریزی اور اینگلو انڈین عورتوں سے کہیں زیادہ اور مذہبوں کی بے پردہ عورتیں اس کی طرف مسلمان بچیوں کو دعوت دیتی ہیں۔ باریک ساڑھیوں کا بھی استعمال شروع ہو گیا ہے۔ جس سے اندر کا جسم نظر آتا ہے۔ آستینیں بغلوں سے غائب ہو گئی ہیں۔ سامنے بھی کرتوں میں نیچے کی طرف رُخ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اب بجائے سر کو ڈھانکنے کے سر کو ننگا رکھنا فیشن ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان بچیاں اس مرض میں کم آلودہ ہیں مگر یہ بیماری پھیل رہی ہے۔ اور میں نے تو بعض اوقات ہندو عورتوں کی تقلید میں ماتھے پر لال بندیاں بھی مسلمان عورتوں کے دیکھی ہیں بعض

بڑے خاندانوں کی لڑکیاں پبلک میں ناچنا تہذیب سمجھتی ہیں۔ خدا اس تہذیب کو غارت کرے۔ یہ تعلیم و تہذیب نہیں ہے۔ بلکہ بدترین گناہ کی طرف دعوت ہے۔

مسلمان بچیاں اور بیبیاں بہادر اور آزاد ہوتی تھیں۔ جہاد میں مردوں کے ساتھ شریک ہو کر مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اسلام کی اور بڑی بڑی خدمات کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عائشہ رضؓ، حضرت فاطمہؓ اور سینکڑوں اہل بیت اور صحابیاتؓ نے اسلام کی ایسی درخشاں خدمات کی ہیں کہ ان کے شکریہ سے کوئی مسلمان "تاقیامت" سبکدوش نہیں ہوسکیگا۔ میں خود ایک مسلمان پردہ نشین ماں کا پالا ہوا فرزند ہوں۔ جس نے ۲۶ برس کی عمر میں بیوہ ہونے کے بعد سے مرنے تک قربانی اور ایثار سے کام لیا۔ بی اماں مرحومہ اگر آج کل کے فیشن کی دلدادہ ہوتیں تو نہ محمد علی کو اعلیٰ تعلیم دلاسکتیں اور نہ مجھ کو۔ جو کچھ گھر کا سرمایہ تھا وہ ان کے کپڑوں اور سنگھار پر صرف ہوجاتا۔ مگر خدائے برتر کو ان کا مرتبہ بلند کرنا تھا۔ بیوہ ہونے کے بعد سے پچاس برس کی عمر تک موٹا کھایا۔ اور موٹا پہنا اور کبھی آئینے میں بھی اپنی صورت دیکھنی پسند نہ کی۔ مبادا اپنا خوشنما چہرہ دیکھ کر اس کے سنوارنے کا شوق پیدا ہوجاتا۔ حیا اور شرافت اور خدا کی محبت بہترین زیور ہے اور ہم مرد جو دنیا بھر میں گھوم آئے ہیں اور مختلف قوموں کی عورتوں کو بے پردہ دیکھا ہے ایمانًا کہتے ہیں کہ ایمان اور حیا کا غازہ بہترین سنگھار ہے۔ جس کو خدا نے حُسن دیا ہے وہ جس قدر اس کو ڈھانپے گا اسی قدر اس میں اضافہ ہوگا اور بدشکل چاہے کتنا ہی سنگھار کرے وہ بدشکل ہی رہتا ہے۔ دنیا کے پردے پر مجھے اس سے زیادہ دلفریب منظر نظر نہیں آیا ہے جیساکہ ایک مسلمان بی بی کو وضو کرنے کے بعد نماز کے لئے دوپٹے سے ڈھانک کر نماز ادا کرتے وقت نظر آیا ہے۔

مسلمان بیبیوں پر خدا کی برکتیں نازل ہوں کہ وہ آج بھی اسلام کی حدود کے اندر رہ کر اپنی زندگیاں بسر کررہی ہیں۔ جو کچھ آج ہم لوگوں میں بیداری نظر آرہی ہے وہ ایسی ہی بیبیوں کے طفیل ہے۔ خدا ہماری بچیوں کو ہر شعبۂ علم کے حاصل کرنے کا شوق دے اور وہ اسلام کی حدود کے اندر رہ کر دنیا میں بڑی بڑی خدمات کریں۔ مجھ کو اُمید ہے عصمت کی پڑھنے والی بیبیاں میرے ان الفاظ کو غور سے پڑھیں گی اور ان کی زندگیاں ایسی ہوں گی اور وہ ایسے کارنامے کریں گی جن کی وجہ سے تاریخ میں ان کا ذکر سنہری حرفوں میں کیا جائے گا۔ اور ثواب دارین کا مستحق ٹھیریں گی۔

شوکت علی خادم کعبہ

بچّوں کی سوسائٹی

اخباروں رسالوں میں سینکڑوں کار آمد اور مفید مضامین بچوں کی تربیت کے عنوان سے چھپ چکے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اولاد کی تربیت ایک ایسی دشوار کسوٹی ہے جس پر پورا اترنا نرم دل والدین کے لئے انتہائی مصیبت کا سامنا ہے۔ بڑے بوڑھوں کی مثل ہے کہ کھلائے سونے کا نوالہ اور دیکھے شیر کی نگاہ۔ لیکن مشاہدہ تو یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب امی جان کی چٹیا نوچ رہے ہیں، چانٹے اڑا رہے ہیں اور امّی نہایت پیار سے فرما رہی ہیں۔ "ننھے مان جاؤ نہیں تو ابو جی چیجی نہیں لائیں گے۔" اور ننھے ہیں کہ بلوچی کے ڈھول کی طرح ڈھتے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم و تربیت سے زیادہ اہم اور قابل غور چیز ان کی ننھی سی سوسائٹی ہے جس کے اچھے اور بُرے اثرات ان کی کچی اور نرم طبیعتوں میں نہایت جلد سرایت کر جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک جنگلی طوطا انسان کے پڑھانے سے جو باتیں دو چار مہینے میں سیکھتا ہے ایک پالتو طوطے کی زبان سے وہی باتیں نہایت آسانی کے ساتھ آٹھ دس دن میں سیکھ جاتا ہے۔ جب جانور اپنے ہم جنس کا اس درجہ اثر قبول کر سکتے ہیں تو انسان تو پھر انسان ہے۔

میرے ایک بھائی جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں وہ اور ان کی دلہن اکثر وطن آتے رہتے ہیں۔ لیکن کسی عزیز نے آج تک اُن کے بچوں کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ بڑی بوڑھیاں بچوں کے نہ لانے پر خفگی کا اظہار کرتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی عذر کر کے ٹال دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی بہن بہت بگڑیں کہ جب تم ہمارے ساتھ اتنی غیریت برتو گے تو بچہ کیا جانیں گے کہ ہمارے عزیز کون کون سے ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ بہن بُرا نہ ماننا خاندان میں رہ کر اپنے بچوں کو سب سے الگ رکھنا نہایت مشکل کام ہے تم جو آج میرے بچوں کے دیکھنے کی اس قدر متمنی ہو۔ کل ان کی بدتمیزیوں سے اُکتا جاؤ گی اس لئے ان غریبوں کے حال پر رحم کرو۔ بڑے ہو کر ملے جلیں گے تو خود بخود مانوس ہو جائیں گے یہ تو جاہل سے جاہل آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ سنگت کا کتنا گہرا اثر پڑتا ہے۔ انسان حیوان جمادات نباتات یعنی ہر شے صحبت کو بہت ہی جلد قبول کر لیتی ہے ایک لوکی کی بیل کو کسی کریلے کی بیل پر چڑھا کر دیکھئے اس کے پھل کریلے ہی کی طرح کڑوے نہ ہو جائیں تو ہمارا ذمہ شیخ سعدیؒ کا ایک قطعہ اسی موضوع پر ہے اور کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

گِلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ اپنے معصوم بچوں کو اس زہریلے ماحول سے نہ نکالیں بدتمیز اور بیہودہ بچوں کی صحبت میں رہ کر بہترین والدین کے تربیت یافتہ بچے بھی برباد ہو جاتے ہیں جہاں تعلیم کام آ سکتی ہے اور نہ تربیت۔

آمنہ نازلی

غم کی رسمیں

ہمارے ہندوستان میں ناک بچاری ایسی کمزور ہے کہ اگر کوئی موم کی بھی لگا لیتا تو شاید اتنی کمزور نہ ہوتی۔ بات بات پر کٹی جاتی ہے۔ شادی بیاہ میں ذرا کفایت سے کام لیا اور صاف۔ غمی وغیرہ میں کسی خرچ میں کمی کی اور یہ ندارد۔

شادی بیاہ یا اور خوشی کی رسمیں تو خیر اختیاری ہیں اس میں اگر کٹ جائے تو ڈر نہیں۔ مگر موت کے موقع پر جو کہ انسان کے قابو سے باہر ہے ناک کا اس قدر خطرہ کیوں ہونا چاہئے۔ کیا صاحبِ میت کے واسطے اس کے عزیز کا مرجانا ہی کچھ کم تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جو مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے اور مختلف رسموں کے منانے پر مجبور کرکے اُس کو اور مصیبت میں ڈالا جائے؟ پہلے زمانہ میں چونکہ آج کل کی نسبت روپے کی افراط اور اموات کی کمی تھی اس وجہ سے مُردے کی قدر و عزت ظاہر کرنے کے لئے امیروں نے یہ رسمیں قائم کردی تھیں جنہیں ان کی تقلید میں غریب سے غریب شخص کو بھی کو مجبوراً کرنا پڑتی ہیں۔

میری رائے میں ان مہلک اور قبیح رسموں کو فوراً ترک کردینا چاہئے تاکہ خواہ مخواہ کی مصیبت سے نجات ملے۔ رہا یہ فلسفہ کہ عزیزوں کے جمع ہونے سے صاحبِ میت کو تسلی و تشفی ہوتی ہے کچھ زیادہ وقیع نہیں جس کا پیارا مرگیا جس کی بیماری میں روپیہ حیثیت سے زیادہ خرچ ہوگیا جو تجہیز و تکفین کے ضروری اخراجات کو برداشت کرچکا ہے اب اس کے پاس اپنے ذاتی خرچ کے واسطے بھی نہیں ہے مگر دسویں اور چالیسویں وغیرہ پر مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ بتلائیے ان کی خاطر مدارات کی فکر نے اس کا غم بڑھایا یا گھٹایا؟ بعض جگہ یہ رسم بھی قابلِ نفرت ہے کہ ماں باپ کی موت پر لڑکیوں کی طرف سے حاضری کا کھانا دینا ہوتا ہے اور صرف صاحبِ میت کے واسطے ہی نہیں بلکہ کنبہ بھر کے واسطے عمدہ کھانے وغیرہ کی فکر ضروری ہے موجودہ لوگوں کے علاوہ جو شریکِ میت ہوکر اپنے گھر واپس چلے جاتے ہیں ان کے گھر بھیجنا بھی لازمی ہے اگر بیچارے رنج و فکر کی وجہ سے کسی کو بھول گئے تو پھر وہی ناک والا سوال ہوتا ہے۔

چالیسویں کا روز تو گویا شادی کا دن ہوتا ہے اور صاحبِ میت کا فرض ہے کہ پُرتکلف کھانوں کا معقول انتظام کرے۔ میرا یقین ہے کہ زیادہ تر عزیز محض دنیاداری کے لئے جمع ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ مغموم عزیزوں کو تسلی و تشفی دیں۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک شخص کی ماں کا چالیسواں تھا۔ روپے کی قلت اور مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے وہ خرچ کی طرف سے پریشان تھا اور تکلفات میں کمی کرنا چاہتا تھا مگر اُس کے اپنے عزیزوں نے اسے تنہائی میں لے جاکر سمجھایا کہ یہ وقت خِست کا نہیں ہے۔ مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام قاعدہ سے ہونا چاہئے۔ اس نے کہا چھ مہینے تک علاج معالجے میں روپیہ خرچ کیا جتنا روپیہ تھا سب صرف ہوگیا حد یہ کہ قرضدار ہوگیا۔ اب میں کہاں سے لاؤں مگر عزیزوں نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر اُٹھ کر چلدئے کہ تمہارے یہاں تو مرنے والا ابھی مرکز پھنتا ہے؟ سنئے اپنے یہ تسلی آمیز الفاظ؟

پھر اگر لوگوں کے جمع ہونے کو تسلیم بھی کیا جائے تو تسلی صرف مرنے کے وقت یا دو چار روز بعد تک کرنی چاہئے۔ بھلا یہ کونسا طریقہ ہے کہ تیجے کے بعد تو سب اکیلا چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے اور کچھ روز بعد دسویں اور چالیسویں پر پھر تسلی دینے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ شاید وہ مرنے والے کو بھول گیا ہو تو اسے یاد دلائیں۔ چھ مہینے بعد ششماہی کی فاتحہ اور سال بھر بعد برسی کی نیاز منانے کو پھر جاڈٹے کہ اگر وہ غریب اپنے صدمہ کو بھولتا بھی ہو تو نہ بھولے۔

تسلّی دینے کے لئے خاص خاص رشتے داروں کو چاہئے کہ دو چار روز نہیں بلکہ مہینہ بیس روز مرحوم کے متعلقین کے پاس رہیں اور صبر آموز قصے اور حکایتیں اور ایسی باتیں کریں جن سے اِس کا غم غلط ہو اور حتی الامکان اس پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ یا اور عزیز اقربا یا دوست احباب ملنے آئیں تو تعزیت کر کے فوراً چلے جائیں اور ذرا بھی تکلف کے اُمیدوار نہ ہوں۔ رہا فاتحہ دلانا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ مردے کی روح کو ثواب پہونچے اور محتاجوں کو کھانا وغیرہ مل جائے۔ اور یہ باتیں تنہائی میں بھی ہو سکتی ہیں حافظ سے یا اپنے آپ ایک نہیں دس قرآن شریف پڑھئے اور جتنے محتاجوں کو ہو سکے کھانا کھلائیے۔ صاحب استطاعت عزیزوں کو کھلانے میں جتنا صرف کیا جاتا ہے اس سے آدھا یا چوتھائی بھی اگر مردے کے ثواب کے واسطے خدا کی راہ میں دیدیں تو زیادہ ثواب ہو اور بہت سے نادار کنبہ والے اس تنگدستی اور قرض کی بلائے ناگہانی سے بچ جائیں۔ عزیزوں کے بلانے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے زندگی میں بہت سے موقع ہو سکتے ہیں مگر موت کے موقع پر صاحب خانہ کی مالی حیثیت کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ اُس کے زخمی دل پر مزید چرکہ نہ لگے اور ہمدردی سچی ہمدردی کہلانے کی مستحق ہو۔

بیگم ڈاکٹر سید جعفر علی

سہانی صبح

سحر کی ملکہ دلوں کو پیغام زندگانی سنا رہی ہے
ہر ایک ذرّے پہ رونقیں ہیں ہر ایک شے مسکرا رہی ہے

گلوں کے شفّاف عارضوں پر روپہلی افشاں چمک رہی ہے
کنارِ دریا ہوائے تازہ سریلی تانیں اڑا رہی ہے

جہانِ ارضی میں ہو اُداسی ستارے روپوش ہو چلے ہیں
ہٹائے رُخ سے نقابِ ظلمت سحر کی ملکہ وہ آ رہی ہے

عجیب قدرت کا ہے کرشمہ عجیب راحت فزا سماں ہے
دلوں میں جوش خوشی کی لہریں ہوائے تازہ اٹھا رہی ہے

نسیم عنبر فشاں کے جھونکے کنارِ دریا مچل رہے ہیں
سرور و راحت کے سرد موتی سحر کی دیوی لٹا رہی ہے

خوشی خوشی لڑکیاں نہانے کنارے دریا کے جا رہی ہیں
کوئی طرارے لگا رہی ہے کوئی ملاریں اُڑا رہی ہے

حسیں تخیل بساطِ دل پر سحاب بن بن کے چھا رہے ہیں
چمک چمک کر حسین شاما فضا میں دُھومیں مچا رہی ہے

بلندیاں جھک رہی ہیں گویا ہے وجد میں غرق سارا عالم
وہ تاج پہنے سحر کی ملکہ افق کی جانب سے آ رہی ہے

شمیم وقتِ سحر ہے تو بھی جھکا دے سر بارگاہِ حق میں
نگارِ قدرت وہ رفتہ رفتہ نقاب رُخ سے ہٹا رہی ہے

صفیہ شمیم ملیح آبادی

ساون کا جھولا

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہمارے جسم کو ورزش کی سخت ضرورت ہے۔ بغیر اس کے صحت درست نہیں رہ سکتی کیونکہ ورزش کے جو خصوصی فائدے ہیں وہ صرف ورزش ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں اس کا بدل کچھ نہیں ہے لیکن ورزشوں ورزشوں میں فرق ہے۔ کوئی ورزش صرف طاقتور لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ کوئی ورزش مردوں کے لئے موزوں ہے تو کوئی عورتوں کے لئے مناسب ہے۔ بعض ورزشیں بچوں کے لئے تجویز کی گئی ہیں۔ پھر بعض ورزشوں سے جسم کے کسی حصّہ کو فائدہ پہونچتا ہے تو بعض ورزشیں عموماً تمام جسم کے لئے مفید ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ورزشوں میں کچھ نہ کچھ نقصانات ہیں تو بعض میں کئی طرح کے خطرے ہیں۔ لیکن بعض میں سراسر فائدے ہیں۔ میں یہاں جھولا جھولنے کی ورزش کی سفارش کرتی ہوں اور ایک ہمہ صفت موصوف لیکن متروک ورزش کی تجدید چاہتی ہوں۔ دوسری تقریباً سب طرح کی ورزشوں میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ہے لیکن جھولا جھولنے میں سب طرح کے فائدے ہی فائدے ہیں مثلاً یہ ورزش سب کے لئے موزوں ہے اور بے ضرر سستی ہے۔ اس میں کوئی حصّہ جسم فائدے سے محروم نہیں رہتا۔ خطرے سے خالی ہے۔ مقام وقت اور موسم کی قید سے آزاد ہے۔ نیز غم و فکر اور وسوسات سے کچھ وقت کے لئے بالکل دُور کر دیتی ہے ان باتوں میں اگر کوئی دوسری ورزش اس کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ پیدل چلنا ہے لیکن پیدل چلنے میں سینہ، ورزش کے فوائد سے تقریباً محروم رہتا ہے جھولا جھولنے کی ورزش منجملہ اور فائدوں کے دق وسل کے مریضوں کے لئے بے بہا اور بے بدل نعمت ہے کیونکہ یہ معلوم ہو گیا ہے کہ سل کے جراثیم کا مسکن شروع میں سینہ کے اس مقام پر ہوتا ہے جہاں صاف و تازہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے اس مرض کے مریضوں کے لئے صاف و تازہ ہوا میں گہرے سانس لینا دوا سے زیادہ مفید پایا گیا ہے اور جھولا جھولنے میں خصوصیت کے ساتھ سینہ ہی زیادہ زیادہ ورزش کرتا ہے اور صاف و تازہ ہوا خوب گہرے گہرے سانس کے ساتھ سینہ کے بعید ترین گوشوں میں پہونچتی ہے جھولا جھولنے کی ورزش اس زمانہ میں اور بھی زیادہ ضروری اس لئے ہے کہ آج کل ہمارے ملک میں دق وسل کی بیماری نہایت سرعت کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے اس کی ہلاکت آفرینیاں اس قدر بڑھتی جا رہی ہیں کہ لیڈی لنلتھگو بالقابہا اس سے خاص طور پر متاثر ہو کر نوع انسانی کی ہمدردی کے تحت میں اس کے خلاف ایک عام جہاد کی اپیل شائع کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اگرچہ جھولا ہر مناسب مقام اور مناسب وقت پر جھول سکتے ہیں لیکن بمصداق ؎ ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد۔ ساون کے جھولے کی بات ہی اور ہے اس کی خصوصیات اسی کے ساتھ ہیں ہندی شاعری میں ساون ایک عجیب پر لطف و نشاط افزا مہینہ ہے جسم میں چستی طبیعت میں جولانی اور احساسات میں روانی پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ایک تو فضا بارش سے بالکل پاک و صاف ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ سطح زمین سبزہ زار بن جاتی ہے جس سے از روئے کیمسٹری ہوا کی کدورت دور ہو کر اس میں اصلی صحت بخش لطافت پیدا ہو جاتی ہے ان ہی فائدوں کے زیر نظر ہمارے ملک میں کہیں کہیں اب بھی ساونی کی تقریب منانے کا رواج ہے جو ایک نہایت ہی مفید چیز ہے اور گزشتہ معاشرت کی عظمت و حسن کی بہترین دلیل ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ

خواتین کو امیر خسرو کی چند نصیحتیں

"عصمت" کی ناظرات امیر خسرو کے نام سے ناواقف نہ ہوں گی، آپ کے والد ایک معزز ترک سردار تھے اور آپ کی والدہ ہندوستان کے ایک امیر کبیر عماد الملک کی دختر تھیں، اس طرح امیر خسرو ایک صاحب ثروت اور ذی حشمت امیر تھے سلطان علاء الدین خلجی کے دربار میں آپ کا بڑا رسوخ تھا، امیر خسرو دنیا کی عظمت کے ساتھ دینی مراتب بھی رکھتے ہیں۔ سلطان اولیاء حضرت نظام الدین کے آپ چہیتے خلیفہ تھے، مرشد کی نظر عنایت، لطف و کرم ہر وقت آپ پر مبذول رہا کرتی تھی، چنانچہ مرنے کے بعد بھی آپ اپنے مرشد کے قدموں میں مدفون ہیں۔

امیر خسرو کو شاعری سے بڑی دلچسپی تھی۔ فارسی شاعری میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔ مثنویاں، قصیدے، غزلیں، سب کچھ آپ کے یادگار ہیں، آپ کا کلام فارسی شاعری کا گراں قدر گنجینہ ہے۔ قدیم اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی کی ہے۔ المختصر خسرو ایک بلند پایہ ادیب، اور خوش فکر شاعر تھے۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں اور اب تک کئی مرتبہ شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔

آپ کی ایک فارسی مثنوی "ہشت بہشت" کے نام سے موسوم ہے، اس میں ایران کے بادشاہ بہرام گور کا قصہ نظم کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کے نفس مضمون کے ابتدا میں حمد و نعت مناجات وغیرہ کے ساتھ ایک عنوان نصیحت بدختر نیک اختر" کا بھی ہے، اس عنوان کے تحت جو نصیحتیں خسرو نے اپنی لڑکی یا بہ الفاظ دیگر خواتین کو فرمائی ہیں وہ درحقیقت ہر زمانہ کے لئے کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں۔

مثنوی فارسی میں ہے، فارسی اشعار کی نقل مناسب نہیں۔ اس لئے ان کے اردو ترجمہ کا جو پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے "ہشت بہشت" کے ساتھ شائع کیا ہے، اقتباس پیش کرتا ہوں۔

"اے بیٹی اگرچہ اس وقت تو کم عمر اور چھوٹی ہے اور اپنے بھلے برے کی تجھے تمیز بھی نہیں ہے۔ لیکن ایک روز توجوان ہوگی، پھولے گی، پھلے گی۔ اس وقت کے لحاظ سے میں چند باتیں کہتا ہوں تاکہ یہ باتیں تیری آئندہ زندگی میں دستور العمل ہوں۔

اے بیٹی! خدا تجھے جب عروس بنائے تو اس وقت کے لئے خدا سے میری یہی دعا ہے کہ بخت و اقبال سے پہلے "عصمت" کی دولت سے وہ تجھے مالا مال فرمائے۔

عصمت و عفت اگرچہ مرد کے لئے بھی ضروری ہے، لیکن عورت کے لئے اس سے بہت زیادہ ضروری، شریعت میں بے عصمتی کی سزا گو مرد و زن دونوں کے لئے یکساں و مساوی ہے، لیکن عورت کی بے عصمتی سے خاندان و قبیلہ پر جو مصیبت

نازل ہوتی ہے اس کا اندازہ ہر شریف کرسکتا ہے۔

بچوں کا پہلا مدرسہ جس کی تعلیم بہت ہی اثر کرنے والی ہے ماں کی آغوشِ شفقت ہے۔ اگر ماں خدا ترس و عبادت گذار ہے تو اولاد میں اللہ کی عظمت اور عبادت کی رغبت بچپن ہی سے راسخ ہو جائے گی، اور جوان ہو کر اپنے لئے، قوم کے لئے اور ملک کے لئے اس کا وجود رحمت ہوگا، یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بغیر دینداری و خداشناسی کے ایک انسان انسان نہیں ہوتا بلکہ حیوانی زندگی بسر کرتا ہے۔

عورتوں کے لئے حیا و شرم بہترین زیور ہے مگر عورت میں حیا نہیں تو کچھ نہیں سیر و تفریح اور در بدر سارے مارے پھرنا شریف زادیوں کو زیب نہیں دیتا۔ ایسی باتیں گو ابتدا میں معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن انتہا میں ان کا نتیجہ حیا سوز نکلتا ہے یہ سب بُری عادتیں ہیں۔

بناؤ سنوار، زیبائش و آرائش اتنا ہی چاہئے جتنا کہ اس کے شوہر کو پسند ہو، اور شرافت کی حدود میں ہو، ہر وقت پوڈر و غازہ ملنا، ہمہ دم اپنی آرائش میں محو رہنا، چاہے گھر بنے یا غارت ہو، سخت عیب ہے، شریف عورتوں کی تزئین بھی ایک امتیازی شرافت رکھتی ہے، شریف زادیاں صاف ستھری رہتی ہیں، اچھے کپڑے پہنتی ہیں، آرائش بھی کرتی ہیں لیکن ان کی ہر ایک شان آبرو باختہ عورتوں سے ممتاز ہوتی ہے۔

عورت کا کمال یہ ہے کہ گھر داری میں ایسا سلیقہ پیدا کرے کہ ایک روپے میں ہزار روپے جیسی عافیت و فراغت شوہر اور بچوں کو پہونچے، بغیر شوہر کی مرضی ایک حبہ بھی خرچ نہ کرے، عورت کے لئے سخاوت ہنر نہیں ہے، بلکہ شوہر کی کمائی اور اس کی دولت اس کی مرضی کے مطابق صرف کرنا عورت کا کمال ہے۔

عورتوں کا خاص ہنر چرخہ کاتنا اور کپڑا سینا ہے، خبردار اس ہنر خاص سے غفلت نہ ہونے پائے، چاہے خدا تجھے اپنے فضل سے مالا مال کردے، لیکن ہنر مندی سے بے پروائی نہ ہو"۔

اگرچہ بعض امور بحث طلب ہیں اور موجودہ زمانہ کے مدنظر ان کا جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ نصیحتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور ان کو ایک بہترین عورت کا دستور العمل ہونا چاہئے۔

نصیر الدین ہاشمی

تکیہ کے غلاف کا کونہ

تکیہ کے غلاف پر اول خاکہ اُتار لیں - پھر کونہ کی تینوں حدوالی لکیروں پر سفید بٹے ہوئے گوٹے نمبر ۲۰ سے
بٹن ہول اسٹچ بنالیں اور پھول ڈنڈی پتیوں کے اردگرد سرخ و سبز ڈی - ایم - سی سے بٹن ہول اسٹچ بنائیں
بعد میں یہی سفید تاگہ پھول - ڈنڈی اور پتیوں سے کونہ کی لکیروں تک باندھیں اور اس پر بٹن ہول اسٹچ
بنا کر مضبوط کرلیں یہ خیال رہے کہ تاگا زیادہ کھینچ کر نہ باندھیں - ورنہ غلاف میں جھول آجائے گا -
تمام خوشنمائی جاتی رہیگی - اب پھول ڈنڈی اور پتیوں کو سرخ و سبز ڈی - ایم - سی سے
بھر دیں اور پھول میں پیلا زیرہ بھریں اب نیچے کا فاضل کپڑا جہاں کراس نما نشانات
ہیں نہایت صفائی سے کسی تیز قینچی سے کتر دیں -
یہ کونہ تکیہ کے غلاف کے چاروں کونوں پر بنائیے یا صرف آمنے سامنے کے مقابل
کونوں پر سوئٹ ڈریم بکیڈ کے کشیدہ کا کام بنانے والی بہنیں تو
آپکے اس تیار شدہ کونے کے بنانے کا طریقہ بتا سکتی ہیں
لیکن دوسری تو یہی کہیں گی کہ یہ پھول علیحدہ کاڑھ کر
کسی ترکیب سے غلاف میں جوڑا گیا ہے - اگر پھول
کو بھروان بنانا منظور نہ ہو تو پھول
ڈنڈی پتیوں پر بھی سفید
تاگے سے ہی بٹن ہول
اسٹچ بنالیں

شمس النساء
لشکر

دوپٹہ کا فیتہ

پتیاں سبز مخمل - لہرسلمہ سے گول نشان شکوس ستارہ پتیوں کی لین سلمہ سے

فہمیدہ عباس انصاری

خوبصورت لیس
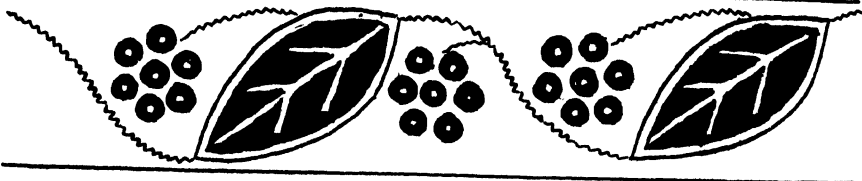
جالی کا کام

نذیر بیگم بنت محمد خاں
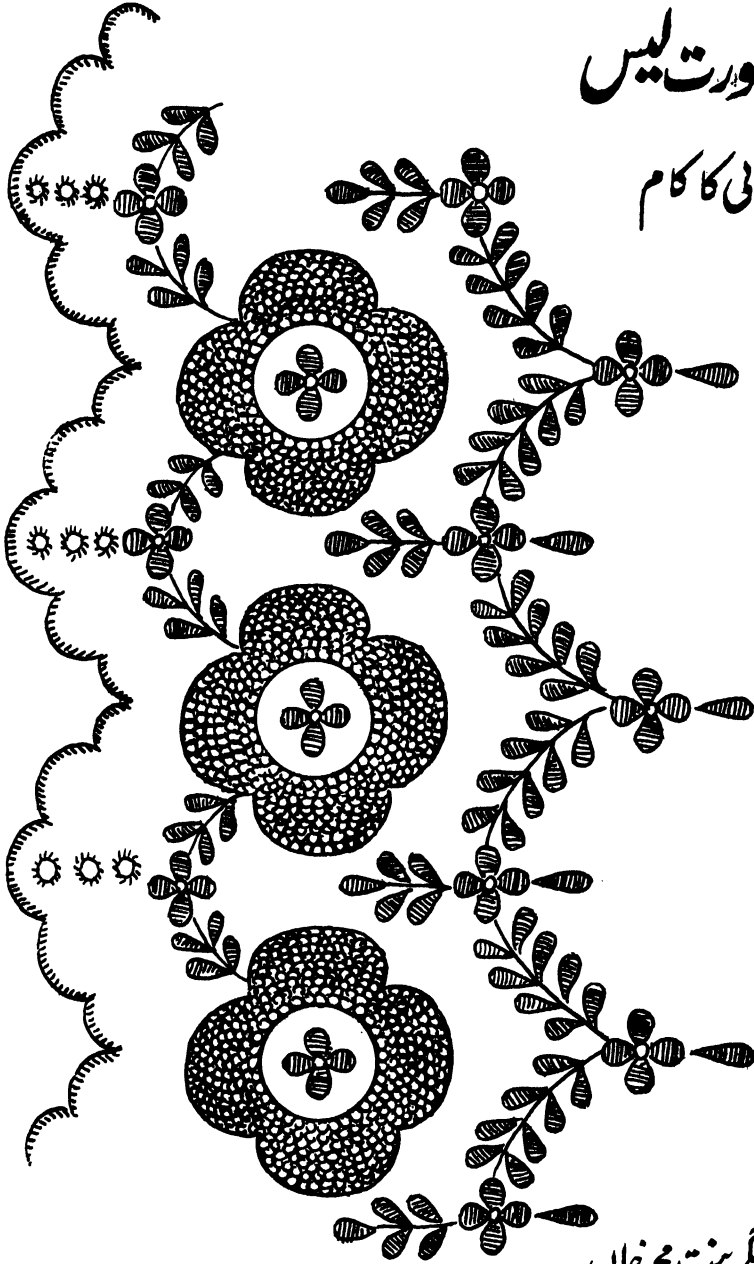
ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب کے بچے

ایس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ کی بچیاں
جن کے بچپن کی تصویریں گذشتہ سالگرہ نمبر میں چھپ چکی ہیں
کنیز زہرا (۶ سال) طاہرہ کلثوم (۹ سال)

راشدہ سلطانہ (۴ سال)
محمودہ سلطانہ (۵ سال)

دو بہنیں
مسعودہ پروین (۶ سال)
سعید (۴ سا

عصمتی بہنوں کے تندرست بچے

ننھے بہن بھائی۔ حمیدہ بانو اور خالد (کراچی)

نزہت آرا عمر پونے چار سال وزن ۱۲ پونڈ یہ بچی گیا میونسپلٹی بچوں کی صحت کی نمائش میں اول آئی۔

بیگم عبدالکریم صاحبہ کلکتہ کی دختر رقیہ بانو (۱ سال)

بلقیس بیگم جونپور

آصف جاہ سلمہ (دو سال)
گوہر تاج سلمان شلوہ (۴ سال)

عزیز ظفر اقبال (۲ سال)
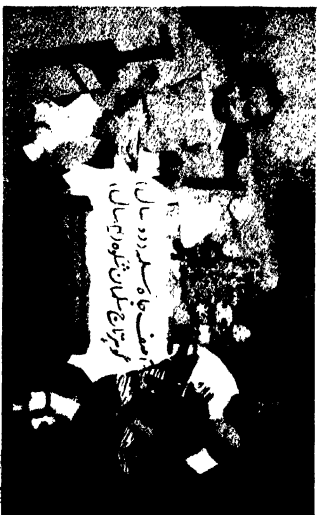
خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

جلد کی شکنیں

شکنوں کا عورت کو بڑا خیال رہتا ہے سچ پوچھئے تو سب سے پہلے اُسے ہی اپنے چہرہ پر شکن نظر آتی ہے جو اُس کے لئے وبال جان ہو جاتی ہے۔ حالانکہ بسا اوقات ان شکنوں کو عام نظریں اچانک نہیں دیکھ سکتیں، عورت کا دل اس چیز کو اس کی حقیقت سے زیادہ محسوس کرتا ہے اور طرح طرح سے اس کے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عموماً عورتیں سر کے بال اس مقام پر جھکا کے شکن کی پردہ داری کرتی ہیں بال تو چہرہ کے لئے ایک قسم کا دلکش چوکھٹا ہیں۔ بالوں سے عیب پوشی کا کام لینا خوش آیند نہیں۔

شکنیں قائم ہو جائیں تو کسی طرح دُور نہیں ہو سکتیں۔ البتہ بہت سی تدابیر کی جا سکتی ہیں۔ پہلے پوڈر کی بنیاد قائم کی جائے اور اس کا رنگ جلد کی اصل رنگت کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور انگلیوں سے شکنوں پر پھیلایا جائے۔ انگلیوں سے لگانا اس لئے ضروری ہے کہ پوڈر شکنوں میں سما جاتا ہے۔ اور بعد میں سنگھار ہموار پھیلایا جا سکتا ہے۔

رات کو باقاعدہ جلد اور پٹھوں کی کریم skin + tissue cream لگایا کریں تاکہ جلد میں تری اور چکنائی پیدا ہو۔ چند روز میں ایک دفعہ اس کریم کے لگانے سے پہلے سفید کرنے کا لیپ لگا لیا جایا کرے۔ اس سے جلد میں تناؤ اور خوبی پیدا ہو جاتی ہے اور رنگ میں بھی یکسانیت آجاتی ہے۔ جلد کسی مائع صاف کرنے والی کریم سے صاف کی جایا کرے۔

اپنی بڑی عمر کا احساس چھوڑ دینا چاہئے۔ اپنی عمر کے مطابق لباس اور سنگھار ضرور کر لیا جایا کرے۔ مگر عمر کو یاد نہ کیا جائے اس سے انداز و اطوار میں بڑی عمر ظاہر نہیں پاتی۔ عورت اپنے سنگھار اور انداز زندگی سے دس سال کم تو معلوم ہو سکتی ہے مگر یہ خیال کہ ۴۵ سال کی عورت ۲۰ سال کی لڑکی معلوم ہو مضحکہ انگیز ہے۔ اس سے نتیجہ برعکس نمودار ہوتا ہے۔

کولھوں کی رعنائی

سینہ اور کولھوں کی وسعت یکساں ہونی چاہئے۔ قدرت نے کولھے عورت کے حسن کے لئے بنائے ہیں عورتوں کو ان سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ پیٹ گول گول معلوم ہو تو چت لیٹ کے آہستہ آہستہ پہلے ایک ٹانگ اُٹھائیں اور نیچے لائیں اور پھر دوسری ٹانگ۔ یہی ورزش جادو کا اثر رکھتی ہے

ایک عادت آسانی سے ڈالی جا سکتی ہے۔ فائدہ اس کا کثیر ہے۔ جب بیٹھیں پیٹ کے پٹھوں کو سکیڑ لیں اور جب تک یہ معلوم نہ ہونے لگے کہ آپ سکیڑ رہی ہیں سکڑے رہیں۔ پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اس عمل کی تکرار سے کچھ عرصہ بعد معلوم ہوگا کہ پٹھے بڑی حد تک سکڑے اور چوڑے رہتے ہیں ایک عادت اپنی معمول کی بلندی کے مطابق بیٹھنے کی ہے۔ جھک کے بیٹھنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے

باہیں پہلو میں کئے ہوئے سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ پھر جلدی سے سینہ کے مقام پر دونوں طرف جھکیں اور اس طرف کی بائیں ٹانگ کے سہارے بدن موڑے بغیر حتی الامکان دُور تک جانے دیں پھر اپنی اصلی سیدھی حالت میں آکے دوسری طرف یہی عمل کریں

سیدھی کھڑی ہو کے ایک بانہ کے فاصلہ پر دیوار کے سامنے کھڑی ہوں اور ایک ہاتھ دیوار پر کندھے کی سیدھ میں سہارے کے لئے رکھ لیں۔ مقابل کی ٹانگ پہلو کی طرف جہاں تک اُٹھائی جا سکے اُٹھائیں۔ اس اثناء میں باقی بدن کو نہ ہلنے دیں۔ یہی عمل دوسری ٹانگ کے ساتھ کریں اور ہاتھ بھی بدل لیں۔

کمر کی ہمواری کے لئے دیوار کے بالمقابل کھڑی ہو کے سہارے کے لئے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھ لیں اور یکے بعد دیگرے ٹانگیں پیچھے

کی طرف گھٹنے سیدھے رکھ کے جہاں تک اُونچی اُٹھ سکیں اُٹھائیں۔

یہ ورزشیں آہستہ آہستہ کی جائیں اس کا ضرور خیال رکھا جائے اور باقی بدن کو ہلنے نہ دیں۔ ورزشیں باقاعدہ روزانہ صبح اور رات کو پہلے پانچ مرتبہ اور پھر بڑھا کر دس مرتبہ تک کی جایا کریں۔ ان ورزشوں کے شروع کرنے سے پہلے کولھوں کا ناپ لے لیں ایک ماہ بعد پھر ناپیں فرق دیکھ کے آپ کا جی خوش ہوگا۔

اعلیٰ میاں بی بی

یہ دنیا یکطرفہ معاملہ نہیں ہے۔ ایک سی حالت نہ رہتی ہے اور نہ رہ سکتی ہے۔ دنیا کا انتظام اسی سے چل رہا ہے کہ حالت مختلف رہے۔ جو آدمی رنج سے بیگانہ ہو وہ بیچارہ خوشی کو کیا جانے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کبھی رنج سے دوچار ہی نہ ہو۔ جو شخص یہ چاہے کہ چہرہ پر مسکراہٹ ہی رہے بڑی سخت غلطی پر ہے۔ وہ دوست بھی احمق اور ناقابلِ اعتبار ہے جو آپ سے مل کر خوش ہو۔ اور آپ کے متعلق رائے بھی اچھی رکھے۔ بشرطیکہ آپ کے چہرہ پر ہنسی خوشی نظر آتی رہے۔ چہرہ کا یہ رنگ بدلتے ہی وہ اپنی رائے بھی بدل لے تو آپ اس کو اچھا نہ سمجھیں گے۔ خود آپ کی رائے اس کے متعلق بدل جائیگی۔

بیوی اچھی ہو تو اُس بیچاری کے لئے میاں بھی اچھا ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی کاروبار صرف نفع پر ہی چلتا رہے۔ اس میں نفع بھی ہوگا اور نقصان بھی اور وہ حصہ دار یعنی شریکوں کو خوش دلی سے برداشت کرنا چاہئے کیونکہ یہ معاملہ بھی یکرُخہ نہیں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہو کہ میاں آپ کی داستان اپنے دن بھر کے کام سے تھکا ماندہ گھر آنے پر بھی من وعن سُنے تو آپ بھی اُس کی سرگذشت اُسی توجہ سے سن لیں۔ گو ضرورت اس کی ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ رہیں۔ عورت کا گھر کا کام مرد کے کام سے کسی طرح کم اہم نہیں اس کی پیچیدگیاں الگ ہی ہیں یہ ایک آمد و خرچ کے مناسب موازنہ کی سخت تکلیف دہ جنگ ہے۔ اور بیوی بہت ہی تعریف کی مستحق ہے کہ وہ اس چرخہ کو کامیابی سے چلاتی ہو دونوں میاں بی بی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ میاں بیوی سے ہی مطالبہ کرے کہ وہ اسے سمجھے اور اپنے آپ کو اس بارے سبکدوش سمجھے۔ بیوی سے خوشی کا مطالبہ ہو تو اُسے بھی خوش کیا جائے۔ شادی نفع و نقصان والا کاروبار ہے یہ دونوں شریکوں کی ہمت و کوشش پر منحصر ہے کہ منافع کس قدر زیادہ آ سکتا ہے۔

پوڈر کا پُھرکہ

جس پُھرکہ سے رخساروں پر پوڈر لگایا جاتا ہے وہ ایسا ہونا چاہئے کہ ہم اُسے رفیق کہہ سکیں ورنہ وہ بسا اوقات دشمن ثابت ہوتا ہے۔ جب آدمی کولڈ کریم سے چہرے کی جلد صاف کرکے پُھرکہ سے پوڈر لگاتا ہے تو پُھرکہ کی خرابی سے پوڈر کے ذرے خراب ہو ہو کے مساموں میں گھس جاتے ہیں۔ گویا صفائی کے بعد گندگی آجاتی ہے۔ جس سے حُسن غارت ہو جاتا ہے۔ آپ کو اگر پوڈر لگانے کا شوق ہی ہے تو دو پُھرکے رکھیں ایک سے پوڈر لگائیں اور دوسرے سے وہ سفیدی کی زیادتی جو پہلے پُھرکے سے آکے چہرہ پر رہ جاتی ہے مل کے دُور کر دیں۔ ہمیشہ اس کا خیال رہے کہ دوسرے کا پُھرکہ ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ اکثر بیبیوں کو اس قدر احتیاط ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کی کنگھی استعمال نہیں کرتیں۔ دوسرے کے تولیہ سے گھبراتی ہیں۔ اسی طرح دوسرے کا پُھرکہ بہت سے نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔

بعض بیبیاں تو اپنا پُھرکہ بھی ایک دفعہ استعمال کرکے پھر اسے برتنا پسند نہیں کرتیں۔ وہ ملائم روئی کے پھاہے میز پر رکھتی ہیں جب ضرورت ہوتی ہے اس میں سے ذرا سی توڑ کے پوڈر پونچھتی یا اسے ہموار کرتی رہتی ہیں۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھنے کے لئے پف بال ڈش "Puff-ball dish" بازار میں مل سکتی ہے۔ یہ ایک خوبصورت پھولوں کا ہار پڑی ہوئی ڈکری ہوتی ہے۔ جس میں قرینہ سے نازک نازک بندھے ہوئے روئی کے گالے بھرے ہوتے ہیں۔ جنہیں خود یا آئے ہوئے مہمان ایک دفعہ استعمال کرکے پھینک سکتے ہیں۔ نفاست سے صحت کو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ دنیا میں کون ایسا ہے جو خراب چیز اپنے چہرے پر استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جائے یہی حال گندہ اور خراب پُھرکہ کا ہے۔ جس چیز سے آپ پوڈر لگائیں یقیناً وہ صاف ستھرا ہونا چاہئے ورنہ سنگھار اور صحت کا مقصد فوت

ہوتا ہے۔اگرچہ کی رعنائی قائم رکھنے کے لئے کچھ خرچ ہوجائے وہ فوائد کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔یا تو دوپہر کے رکھنے یا روئی کی ٹوکری لگا لیجئے۔

بالوں کا ہیر پھیر

رُخ سے مراد چہرہ کے خدوخال ہی نہیں بلکہ ناک ٹھوڑی کی شکل سر کی پشت اور اس کا گدی تک ڈھلاؤ شامل ہیں۔بعضوں کو اللہ میاں نے ایسی شکل دی ہوتی ہے کہ سامنے منھ کیا تو شکل دلکش اور ساری رُخ سے کھڑے ہوکے منھ کیا تو بھی رعنائی اور دلکشی ٹپکنے لگی۔بعضوں کا یکرخہ نظارہ خوشنما ہوتا ہے۔یعنی اس طرح چہرہ کو رکھا کہ اس کا ایک رُخ نظر آیا۔اگر آپ کے خدوخال اور رُخ کامل ہیں تو بال جس طرح چاہیں باندھ لیں۔البتہ عقلمندی اسی میں ہے کہ سادہ خطوط اور انداز اختیار کیا جائے۔تاکہ خدوخال کی ایک ایک خوبی اُبھر آئے۔اگر اس لحاظ سے کمال حاصل نہیں تو ایک دو قاعدوں کی پابندی ضروری ہوگی۔

اگر آپ کی ناک بڑی اور باہر کو نکلی ہوئی ہے تو آپ کے بال سر کے پیچھے پھلا کے باندھے جائیں۔اگر ناک چھوٹی اور حقیر ہو تو سر کے پیچھے بالکل اُونچائی پر ان کو پھلا کے باندھا جائے۔اگر ناک بڑی اور سر خوشنما گول ہے تو بال گدی تک لے جاکے نوکیلے باندھ دیئے جائیں۔اگر بال نوکیلے نہ باندھے جاسکیں تو مجبوری ہے۔اگر آپ کے رخساروں میں گڑھے پڑے ہوئے ہوں تو بال کانوں کے اور کچھ رخساروں کے اوپر باہر کی طرف باندھے جائیں۔اس سے چہرہ کا روکھا پن ہلکا پڑجاتا ہے۔اور گول گول معلوم ہونے لگتا ہے۔اگر چہرہ گول چھوٹا اور موٹا ہو تو بال پیچھے کرلئے جائیں۔تاکہ کان کا نچلا حصہ ظاہر ہو لیکن انھیں سر کے مقابل بالکل چپٹا نہ باندھا جائے۔چہرہ اگر لمبا ہو تو بال پیشانی پر آتے جائیے۔یعنی قریب قریب آنکھوں تک آجائیں اگر چہرہ چھوٹا اور گول ہے تو ساری پیشانی ظاہر کرنا ضروری ہے۔اگر خدوخال بے قاعدہ ہیں تو بال چہرے کے آس پاس اور کانوں کے اوپر باہر کی جانب نرمی سے باندھ دیئے جائیں۔

خانگی ٹوٹکے

چونے کی دیواریں کیلیں ٹھونکنے سے پہلے انھیں گرم پانی کے برتن میں چند منٹ پڑی رہنے دیں اس کے بعد دیوار میں ٹھونکنے سے وہ آسانی سے اندر چلی جائیں گی۔اور چونہ تڑخنے اور سپڑنے لگا نہیں۔

ملائی کی رنگت والے کمبلوں کا رنگ بحال کرنے کے لئے ٹب میں نصف پانی بھریں اور اس میں ایک چمچہ ایمونیہ ڈالدیں رات بھر کمبل اس میں بھیگا رہنے دیں۔بعد میں اُسے دھوپ میں سوکھنے کے لئے لٹکا دیں۔

تھرموس بوتلوں کے صاف کرنے کے لئے انڈوں کے چھلکے چورا کرکے تھوڑے سے سرکے کے ساتھ بوتل میں ڈال دیں اور خوب ہلائیں۔پھر تھوڑا سا پانی ڈال کے کچھ دیر رہنے دیں۔بعد ازاں خوب ہلا کے اچھی طرح دھو ڈالیں اور کچھ دیر بوتل بغیر ڈاٹ کے اوندھی کردیں۔تاکہ سب پانی نکل جائے۔

ٹین پر زنگ آجائے تو بیٹھے ہوئے دودھ میں اسے ڈال دیں یا ٹین میں دودھ ڈال کے ہفتہ بھر رہنے دیں پھر گرم صابن دار پانی میں دھو ڈالیں۔زنگ کا نشان بھی نہ رہیگا۔

چاندی کے چمچے اور کانٹے صاف کرنے کے لئے گرم پانی میں تھوڑی سی ایمونیہ ملا کے ڈالدیں بعد میں دھارنے کے پانی میں ذرا سا سہاگہ ڈال دیں تو خشک ہونے پر شیمو کپڑے سے رگڑنے سے ان میں خوب جلا آجاتی ہے۔

محمد ظفر

پیامِ فطرت

یہ ستاروں کے کنول یہ نکھرا نکھرا آسماں
دُور تک اِک راہِ پُرخم کی طرح یہ کہکشاں

یہ سنہرا چاند یہ الماس سا ترشا ہوا
ہر طرف یہ نور کا سیلاب سا اُمڈا ہوا

یہ حنا کی سبز شاخوں میں ہوا گاتی ہوئی
دُور سے آتی ہے جو پھولوں کو مہکاتی ہوئی

یہ گھنے فردوس منظر کنج، یہ سرو و سمن
ادھ کھلی کلیوں کی یہ معصوم و رنگیں انجمن

یہ گل افشاں، گل بداماں، چوٹیاں اور گھاٹیاں
یہ بہارِ دامنِ کوہسار کی رعنائیاں

یہ فضائے مست، یہ نظارہ ہائے دلنشیں
اِن سے کی جائے محبّت، کیا یہ اس قابل نہیں

اے دلِ مغموم! کیوں طاری ہے تجھ پر بیکسی؟
سُن! کہ فطرت دے رہی ہے اک پیامِ تازگی

روح کو بیدار کر، ہر فکر و غم کو بھول جا
بھول جا! ناکامیوں کے غم الم کو بھول جا

خورشید اقبال حیاؔ

سیر بین

سگرٹ نوشی

لندن کے دار العلوم نے ایک عام مشاہدہ کی تحریک شروع کی۔ جس میں عام مرد و عورت کو دیکھ کے کسی عادت کے متعلق نتائج اخذ کرتے تھے حال میں سگرٹ پینے کے متعلق عام مشاہدہ کیا گیا۔ ۲۳۴ رپورٹیں آئیں۔ جن سے یہ ثابت ہوا کہ آدھے آدمی محض نقل کے طور پر اس عادت کو اختیار کرتے ہیں۔ لڑکیاں مردوں کے مقابلہ میں کم نقالی کرتی ہیں۔ کیونکہ صرف چھ فیصدی عورتوں نے محض اس لئے سگرٹ پینا اختیار کیا کہ انھیں جوان سمجھا جائے۔ لڑکے ۱۳ فیصدی اس خیال سے سگرٹ پینے لگتے ہیں کہ انھیں لوگ جوان سمجھنے لگیں۔ ۴۳ فیصدی محض روکے جانے کی ضد میں یا جوان سمجھے جانے کے لئے سگرٹ یا حقہ پیتے ہیں۔ ۵۰ فیصدی پینے والے اور نہ پینے والے ایک دوسرے کے متعلق اس عادت کے سلسلہ میں بے پروائی کا اظہار کرتے ہیں۔ حقہ پینے والے نہ پینے والوں کے متعلق ۱۴ فیصدی ہیں۔ ۲۱ فیصدی تعریف یا رشک اور ۱۷ فیصدی مخالفت محسوس کرتے ہیں۔ اور نہ پینے والے پینے والوں کے متعلق ۲۸ فیصدی ہیں۔ ۱۳ فیصدی تعریف یا رشک اور ۱۱ فیصدی مخالفت کا احساس کرتے ہیں۔

جب ایک گروہ کا آدمی دوسرے گروہ کے آدمی کے پاس جاتا ہے تو ۹۴ فیصدی حقہ یا سگرٹ پینے والے اور ۶۵ فیصدی نہ پینے والوں نے دیکھا ہے کہ جب ایک نہ پینے والا حقہ یا سگرٹ کی تواضع پر اظہار معذرت کرتا ہے تو اس کی حقہ پینے کی بری عادت سے بچے رہنے کی تعریف کی جاتی ہے۔ نقالی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ جس کو دیکھو سگرٹ کا ایک سرا جلانے سے پہلے گیلا کرے گا۔ اور کسی سخت چیز سے ٹکرائیگا۔ اس کی وجہ وہ خود نہ بتا سکیں گے۔

ہسپانیہ میں مور

ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں باغیوں کی جانب سے مور عرب سرزمین ہسپانیہ پر لڑے۔ خدا کی شان ہے کہ یہ وہی مور ہیں جن کے مورث ہسپانیہ پر حکمراں تھے اور اب وہ ملازم سپاہی کی حیثیت سے اپنے باپ دادا کی سرزمین پر پھر خون بہانے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۸۴ ہزار عرب اس طرح وہاں لائے گئے۔ جن کا بیشتر حصہ توپوں کا چارہ بن گیا۔ اور بہت کم بچے۔ ان میں زیادہ باقاعدہ سپاہی تھے۔ جو نہایت نہایت بہادر اور جنگ میں نہایت تند ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے ملک میں غربت اور بے روزگاری کا دور دورہ رہتا ہے۔ جنگ ان کے لئے نعمت عظمیٰ ثابت ہوئی۔ انھوں نے صدیوں سے جنگ کو اپنا سرمایہ زندگی سمجھا ہے۔ اس شرط پر وہ لڑے کہ ہر شہر و قصبہ فتح ہو جانے کے بعد چند گھنٹے کی مہلت انھیں دی جایا کرے تاکہ وہ دل کھول کے لوٹ مار کرلیں۔ لڑائی ختم ہونے پر انھیں ہسپانوی سرزمین پر بسنے کی اجازت دیجائے اور ہسپانیہ مراکو کو آزاد کردے۔ انھوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ مگر عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا کہ آٹھ صدی پیشتر جن موروں کو وہاں ہزاروں مظالم کا تختۂ مشق بناکے نکالا گیا تھا۔ اب ایک عیسائی طاقت ہی انھیں وہاں دوبارہ لاتی ہے۔ اُن کے ملک کو آزاد کرنے کا وعدہ کرتی ہے۔ جس سے فرانسیسی مقبوضات کے عرب بھی رنگ بدلیں گے۔ اور آزادی مانگیں گے۔ آٹھ صدی کے بعد انھیں اس سرزمین ممنوعہ پر بسنے کی اجازت دی جائیگی۔ توبہ توبہ یہ کیا گناہ عظیم ہے۔ مگر یہ وعدے ہی وعدے ہیں۔ ان کا ایفا معلوم! ان جانباز سپاہیوں پر طرح طرح کے الزام لگائے گئے کہ وہ گوری عورتوں پر حملے کرتے ہیں۔ اور ہسپانویوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھارہے ہیں۔ ایک اخباری نمایندہ وہاں گیا مخالف فریق یعنی حکومت کے عہدیداروں سے مل کے معلوم ہوا کہ یہ سب

افواہیں غلط ہیں۔ موروں کو بدنام کرنا اُس تعصب کی وجہ سے ہے جو آٹھ صدیوں سے ان کے خلاف چلا آتا ہے وہ اچھے سپاہی ہیں۔

موروں کو ہسپانیہ میں بسنے کی اجازت نہ دی جائے مگر یہ جذبہ اب انقلابی رَو نے اُن میں بھی پیدا کر دیا ہے کہ اُنھیں وہاں بسنے کا خیال ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے کیا عجب کہ زمانہ قریب میں ہسپانیہ والے خود اُنھیں وہاں بسنے کی اجازت نہ دیں تو مور خود بسنے کی صورت نکال لیں۔

یگوسلاویہ کی مومنات

یگوسلاویہ میں ۱۶ لاکھ مسلمان ہیں۔ یہ کل آبادی کا دس فیصدی حصہ ہیں۔ ان میں سے ۷ ½ لاکھ بوسینیا اور ہرزیگوینیہ میں ہیں۔ ان دونوں صوبوں پر آسٹریا ہنگری نے سلطان عبدالحمید خاں کی معزولی کے وقت قبضہ کر لیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد سرویہ میں آس پاس کے ملکوں کے بہت سے علاقہ کو یگوسلاویہ کا نام دیدیا گیا تھا۔

وہاں مسلمان عورتیں آزاد ہیں۔ خوب تعلیم یافتہ ہیں۔ دفتروں۔ کارخانوں اور مستری خانوں میں کام کرتی ہیں۔ ہوائی جہازراں بھی ہیں۔ ان کی مجلسیں دارالاقامت اور کلب گھر ہیں۔ جہاں وہ ایک دوسرے سے مل کے تبادلۂ خیالات کرتی ہیں اور اپنی تمدنی۔ تعلیمی۔ اور اخلاقی بہتری کی تجاویز سوچتی ہیں۔ ان کی ایک مجلس کا نام غیرت ہے جس کا مقصد تعلیم نسواں کا ترقی دینا اور اُنھیں گھروں اور خاوندوں کا حقیقی دوست بنانا ہے۔ وہ وفادار بیوی اور پُر شفقت ماں ثابت ہوتی ہیں۔ مرد پڑوسیوں یا شوہر کے دوستوں سے بات چیت کرنے کو وہاں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ شوہر کے انتخاب کا انھیں حق حاصل ہے۔ شادی سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بچپن سے واقف ہوتے ہیں۔ طلاق وہاں کمیاب ہے وہاں پردہ نہیں ہے۔

عورتوں کی خصوصیات

ایک ماہر عورت کی رائے ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ حساس اور پُرجوش ہوتی ہیں۔ ان کی محبت نفرت، خوف زیادہ ہوتے ہیں وہ اپنے والدین پر زیادہ تکیہ کرتی ہیں مردوں کی طرح وہ خراب عادات کی غلام نہیں ہوتیں، جن کے بہت سے امراض زیادہ کھانے حقہ اور شراب پینے سے پیدا ہوتے ہیں۔ عورتوں کے لیے بڑی خرابی یہ ہے کہ ادھیڑ عمر کے بعد ان کی ورزش جاتی رہتی ہے

عورت کی زندگی کا نہایت پُرمسرت حصہ عنفوان شباب جب کہ وہ گھر کی تنگ چار دیواری سے باہر نظر ڈالتی ہے اور شادی کے ابتدائی پانچ سال ہیں عورتوں کی صحت کے لیے زچگی کا بہتر انتظام ہونا چاہیئے۔ اور خون کی کمی اور مردانہ دم خم کی روک تھام ان کے لیے ضروری ہے۔

کوہ ایورسٹ کی چڑھائی

ایورسٹ کی چوٹی ۲۹۱۴۱ فٹ اونچی ہے یورپی لوگ اُس پر پہنچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں چنانچہ اس سال بھی مہم روانہ ہوگئی ہے۔ سال بھر میں صرف چھ ہفتے دن کو اس حالت میں ملتے ہیں جبکہ موسم ان کے اندازے کے مطابق قائم رہے پھر برساتی ہوائیں اٹھ کے ان کا کام خراب کر دیتی ہیں برف کے تودے پگھل پگھل کے دریا بن جاتے ہیں اور برف کی چٹانیں جگہ چھوڑ چھوڑ کے نیچے لڑھکتی اور جو سامنے آئے کچلتی چلی جاتی ہیں۔ ان برساتی ہواؤں کا کچھ پتہ نہیں کہ کب چل پڑیں ۱۹۲۱ء میں جو مہم گئی اُس نے رستوں کا اندازہ بڑی احتیاط سے کیا سنہ ۲۲ء ۲۴ء ۲۳ء اور سنہ ۳۶ء کی مہموں نے بڑی سرگرمی سے اس رستہ کے اندازہ سے فائدہ اٹھاکے چوٹی پر پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کی سنہ ۲۲ء اور سنہ ۲۴ء کی مہمیں کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئیں سنہ ۲۴ء کی مہم تو خراب موسم نے آخری

مرحلہ پر ناکام کر دی ۱۹۲۲ء کی مہم ۱۸ سو فٹ نیچے رہ گئی اور ۱۹۲۴ء کی مہم کو صرف چھ سو فٹ ہی طے کرنا رہ گیا تھا۔ اس مہم کے سالار میلوری اور
اوراروِن ۶ سو فٹ کی چڑھائی میں مصروف دیکھے گئے۔ وہ تندرست اور ہٹے کٹے تھے۔ پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ آج تک یہ راز سربستہ ہے کہ وہ
اوپر تک پہنچ گئے یا موت نے رستہ میں ہی آلیا۔

برساتی ہوائیں دارجیلنگ میں مئی کے آخر میں پہنچ جاتی ہیں۔ اس وقت تک چڑھائی قریب الختم ہو جاتی ہے۔ یہ ہوائیں ایورسٹ
پر جون تک آہستہ آہستہ پہنچ جاتی ہیں اس وقت مہم ختم ہو جاتی ہے۔ جہاں سے اب مہم شروع ہوگی وہاں چرند پرند یا سبزی کا نام نشان
نہیں۔ برف کے پہاڑ ایک پر ایک بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اس مقام پر ہوا سیٹی کی آواز سے ملتی ہے۔ اور سردی ہڈیوں میں گھسی چلی جاتی ہے
خیموں کے اندر بھی سردی اس قدر ہوتی ہے کہ پانی جم جاتا ہے یہاں سے ادھر ادھر نظر ڈالو تو نظارہ تو نظارہ دلکشی کے ساتھ ساتھ ہیبت ناک
ہوتا ہے۔ بڑے بڑے سفید بادل بڑے بڑے بموں کی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں سے ٹکراتے اور برف کی سی سفید جھاگ میں بکھر جاتے ہیں۔

پچھلی مہم نے ہوائی جہاز چوٹی کے اوپر اڑا کے کئی تصویریں لیں۔ ان بلندیوں پر سانس لینا بڑا دشوار نظر آتا ہے۔ ۲۵ ہزار فٹ کی
بلندی پر تنفس مصیبت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ حیرت انگیز بات ہے کہ جلدی ہی عادت بھی ہو جاتی ہے۔ پہلی مرتبہ ایک ہزار فٹ کی چڑھائی
میں ہر قدم پر پانچ سانس لینے پڑتے ہیں اور ہر قدم کے بعد اپنے تیشوں پر آدمیوں کو سہارہ لینے کے لئے دوہرا ہونا پڑتا ہے اور سانس
کے لئے تکلیف دہ جھونکے لینے پڑتے ہیں۔ ہر چھ قدم کے بعد دس منٹ کے لئے آرام کی غرض سے لیٹنا ضروری ہے۔ لیکن
چند روز نیچے کے ڈیرے میں آرام لے کے یہی چڑھائی آسان ہو جاتی ہے۔ اور دو دن بعد اس سے بھی آسان۔ اسی لئے کہا
جاتا ہے کہ چڑھائی آہستہ آہستہ ہونی چاہیئے۔

سلطان کی حرم سرا

جب سلطان محمد ششم اپنی جان بچا کے اچانک اپنے چند معتبر عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ بھاگا
تو یلدز کوشک میں ہزاروں نوکر غلام خواجہ سرا اور آٹھ سو سے زیادہ بیویاں چھوڑیں۔ اب یہی
محلسرا عجائب خانہ کے طور پر لوگوں کو دکھائی جاتی ہے۔ البتہ سلطان کا تخت محل اور حرم سرا خاص خاص کو ہی اجازت سے دکھائی جاتی
ہے۔ سب سے اول ایڈورڈ ونڈسر کو جب وہ شاہ انگلستان تھے دکھائی گئی۔ پہلا حصہ چھوٹا ہے اس میں سلطان اور اس کی ماں رہا
کرتی تھی۔ ایسے قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں کہ پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک دھنس جاتے ہیں۔ سامان سونے کی جڑائی سے جگمگاتا ہے
دیواروں پر قیمتی پردے وغیرہ ہیں اس میں ہی تخت ہے جس پر سلطان آرام کرتا تھا۔ یہیں بیویاں اس کے پاس آکے بیٹھتی اور
کنیزیں ناچتی تھیں۔ اس کے پاس ہی سلطان کا چھوٹا کمرہ ہے۔ جس میں وہ یہاں سے اٹھ کے چلا جاتا اور سو جاتا۔ دوسرے حصہ
میں چھوٹے چھوٹے کمرے بیویوں کے لئے ہیں جو سجے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ہر ایک میں چند ٹرنک ان کے سامان کے لئے رہتے تھے۔

اب یہ آٹھ سو عورتیں آزاد ہیں۔ کھانا کپڑا اور معمولی سا جیب خرچ حکومت انہیں دیتی ہے وہ کھلے منھ پھرتی اور کام کاج کرتی
ہیں۔ سب سے خوبصورت عورت اس وقت ایک بولتی تصویر کی نمایاں ایکٹرس ہے ان دنوں کو وہ ایک خواب پریشاں سمجھتی ہے بہت
سی عورتیں سکرٹری تاجر اور کارخانوں میں ملازم ہیں۔

رفتار کا مقابلہ

انسان خود یا اس کی بنائی ہوئی کلیں ہوا میں کیڑوں اور پرندوں سے پیچھے رہ گئی ہیں زمین پر تو وہ غالب ہے
۱۱ میل فی گھنٹہ دوڑ سکتا ہے۔ برف پر اس کے خاص جوتے پہن کے بس وہ تین چار میل اور تیز چل سکتا ہے
پانی پر سر کمپبل نے اپنی خاص دخانی کشتی میں ۶۹۹ء و ۱۲۹ میل فی گھنٹہ کی رفتار حاصل کر لی تھی کوئی آبی جانور یہ رفتار حاصل نہیں کر سکتا
ڈولفن مچھلی اور وہیل ۱۰ میل فی گھنٹہ سے نہیں بڑھ سکتیں۔ البتہ سینہ کے زور سے اچھل اچھل کے وہ کچھ زیادہ چل سکتی ہیں گہرائی

کی شکاری مچھلی ۳۰ میل فی گھنٹہ چلتی ہے۔ اُڑنے والی مچھلی ۳۵ میل چلتی ہے۔

پہاڑ کی بلندی پر ہرن مکھی "سی فنومیہ" کی مادہ ۶۱۴ میل اور نر ۸۱۸ میل فی گھنٹہ اُڑتی پائی گئی ہے، یہ مشاہدہ جدید میکسیکو میں ۱۲ ہزار فٹ کی بلندی پر کیا گیا۔ مادہ مکھی کچھ وزندار ہوتی ہے۔ وہ تین سو گز اور نر چار سو گز فی سکنڈ اُڑتی ہے۔ ہوائی جہاز کا تیز ترین کارنامہ سنہ ۱۹۳۴ء میں ۴۴۰ء۶ میل فی گھنٹہ قائم ہوا تھا۔ پرندوں کی رفتار کا اندازہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ کے ذریعہ لگایا گیا ہے۔ سنہری چڑیا (گولڈن پلوور) ساکن ہوا میں ۷۰ میل گھنٹہ اُڑتی ہے۔ داڑھی والا گدھ ۱۱۰ میل کی رفتار کی بدولت ہوائی جہاز سے آگے ہی رہا۔ تعاقب کے وقت عقاب ۱۲۰ میل اور ڈوک شکرا ۱۸۰ میل فی گھنٹہ اُڑنے لگتے ہیں۔ کوا تیتر اور کبوتر ۶۰ میل فی گھنٹہ اُڑتے ہیں۔ پیلی چونچ والا گُگُو ۲۲ میل۔ نیل کنٹھ (بلیو برڈ) اور گویا چڑیا (سونگ سپیرو) ۲۰ میل اور کال کلچی یعنی چانپل دس میل فی گھنٹہ اُڑتے ہیں

زمین پر موٹر ۳۱۱ء۴۲ میل فی گھنٹہ چلائی جا چکی ہے۔ تازی کُتا جو اپنی تیز رفتاری کے لئے مشہور ہے صرف ۳۶ میل گھڑدوڑ کا گھوڑا ۴۲ء۳ میل اور چوڑے سم والا ہرن ۴۹ میل فی گھنٹہ ہی اُڑ سکتا ہے۔ چیتا جو سب جانوروں سے سبقت لے گیا ہے سو گز کی دوڑ میں ۷۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار حاصل کر لیتا ہے۔

پھلجھڑیاں ایا صوفیہ کا گرجا قسطنطنیہ کے فتح ہو جانے کے بعد مسجد بنا دیا گیا تھا چونکہ دیواروں پر بتوں کی تصویریں کندہ تھیں ترکوں کو بہت سا روپیہ اور عرصہ خرچ کر کے اُن پر پلستر کرانا پڑا تھا اب آتاترک کے حکم سے وہ سب چونہ اُتارا جا رہا ہے ایک ماہر انگریز ایک جماعت کے ساتھ سات سال سے اس کام میں مصروف ہے اور ابھی برسوں کا کام باقی ہے۔ پلستر کے نیچے سے رومی بادشاہوں کے بُت بالکل صاف نکل رہے ہیں۔

مصری استقبال کرتے وقت پوچھتے ہیں تمھیں پسینہ کتنا آتا ہے وہاں پسینہ نہ آنا خرابی صحت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مشرقی پولینڈ میں ایک ۱۱۴ سال کا بڈھا ایک ۱۹ سالہ لڑکی سے شادی کر رہا ہے اس کی چار دفعہ شادی ہو چکی ہے اس کی اولاد میں ۵۶ بیٹے پوتے وغیرہ ہیں۔

جرمنی میں ایسی چمنیاں بنائی جا رہی ہیں جو دھواں خود ہی جذب کر لیا کرینگی۔ انھیں ۵۰۰ فٹ بلند رکھا جائیگا۔

ایک عورت نے دعویٰ کیا ہے کہ مرد کے دماغ میں خیالات تو بڑے بڑے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن عورت خیالات کو عملی جامہ پہناتی ہے۔

یورپ میں سب سے بڑا سر انگریز قوم کا ہے۔ نارڈک نسل سے ان کا تعلق ہے اس نسل کا سر بڑا رنگ گورا ہوتا ہے اور وہ خوب لڑنے والے منچلے شخصیت پسند ہوتے ہیں اور ابن الوقت بننے کی ان میں بڑی خوبی ہوتی ہے۔ دوسری نسل وہ ہے جس میں جرمن ہیں جن کے سر چھوٹے اور گول رنگ کم گورا ہوتا ہے۔ بھلے مانس اور نیک عادات ہوتے ہیں۔ اچھے لڑنے والے ہوتے ہیں مگر لڑتے جب ہی ہیں جب فتح کا یقین ہو۔ ان کے اولاد زیادہ ہوتی ہے۔

سنہ ۳۵ء میں لندن کے شفاخانوں کو جنکی تعداد ۱۴۵ ہے ۴۱۹۰۰۰ پونڈ آمدنی ہوئی

گائے کے سامنے دوہتے وقت اگر باجہ بجایا جائے تو دس فیصدی زیادہ دودھ دیتی ہیں۔

افریقہ و امریکہ میں توام بچے منحوس سمجھے جاتے ہیں ایمزن کے دیسیوں میں ان میں سے مار ڈالا جاتا ہے۔

دریائی گھوڑے کی کھال ڈیڑھ انچ موٹی ہوتی ہے۔

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کیے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہو۔ (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔ (ایڈیٹر)

محترمہ سیدہ قیصر جمال صاحبہ نقوی کی خدمت میں عرض ہے کہ کاجل بنانے کی ایک نہایت آسان اور عمدہ ترکیب پیش کرتی ہوں۔ ضرور فائدہ اٹھائیں۔

مٹی کی کوری دو گہری رکابیاں یا پیالے لے کر تھوڑا سا کڑوا تیل ایک پیالہ میں ڈالیں اور نئی روئی میں نیم کے پھول رکھ کر بتی بنا کر تیل میں رکھدیں (تیل اتنا ہی ہو کہ یہ بتی ڈوب جائے) اور اس بتی کے ایک سرے میں آگ لگا کر دوسرا پیالہ اوپر سے ڈھک دیجئے جب یہ بتی جل چکے تو اوپر ڈھکے ہوئے پیالہ میں سے کالک کھرچ لیں اور ذرا سا گھی ملا کر دو چار دن ایک کپڑے میں باندھ کر پانی میں رکھیں اور پھر کسی شیشی وغیرہ میں رکھ لیں اور استعمال کریں

فہمیدہ خاتون فرحت بنت ڈاکٹر خلیل الرحمن سلیقہ امیر

باستفسار محترمہ نسیم لاہور، عرض ہے کہ انھوں نے سکاکائی کے بارے میں معلوم کیا ہے وہ تقریباً سی پی میں ہر جگہ بہت آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہے اس کو کوٹ کر رات کو بھگو دیا جاتا ہے۔ صبح کو سر دھونا بہت مفید ہے۔

سید ریاض الدین از بھوپال

ایک بہن نے گھنے بالوں کے واسطے تیل دریافت کیا ہے تو اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ سیر بھر کچے آنولہ کو کوٹ کر رس نکال لیں اور پاؤ سیر روغن کھوپرہ (گولہ) میں ڈال کر اوٹا دیں اور اس قدر اوٹا دیں کہ رس آنولہ خشک ہو جائے۔ پھر چھان کر شیشی میں کرلیں اور روانہ استعمال کریں

مسز عبدالغنی سپرنٹنڈنٹ پولیس

ح۔ ب اہلیہ حاجی صوفی حسن صاحب لودیانہ کی بہن کے منھ کے چھالوں کے لئے یہ نسخہ مفید ہوگا۔

زرورد ۳ ماشہ کتھ ۳ ماشہ کباب چینی ۳ ماشہ دانہ ہیل خورد ۳ ماشہ کوٹ چھان کر پریا روئی کے پھایہ سے زخم پر لگائیں۔ کھانے میں سرخ مرچ ثقیل چیزوں سے پرہیز کریں

سلمہ اعظمی

جون کے عصمت میں چھینکوں کے لئے علاج دریافت کیا گیا ہے مندرجہ ذیل نسخہ نہایت مجرب ہے۔ چھینکوں کی زیادتی بوجہ کمزوری دماغ ہے۔ مغز سونف دو حصہ۔ مغز دھنیا ایک حصہ شکر ایک حصہ ہلیلہ سیاہ ایک حصہ۔ ہلیلہ سیاہ کو بادام روغن ملیں اور توا یا کڑاہی میں بھونیں جب وہ پھول جائیں تو اتار کر ان کو باریک پیس کر ایک حصہ لیں۔ مغز سونف و مغز دھنیا کو پیس کر سب کو ملا لیں ایک تولہ صبح ایک تولہ شام ہمراہ دودھ یا پانی پی لیں۔ چند یوم کے استعمال سے انشاء اللہ کلی فائدہ ہوگا۔ شکر سے مراد دانہ دار کھانڈ نہیں ہے بلکہ دیسی شکر ہے۔

احمد الدین

مجھکو رسالہ نورجہاں بابت ماہ نومبر و دسمبر ۲۹ء کی اشد ضرورت ہے یہ لاہور اور امرت سر سے نکلتا تھا اگر کسی عصمتی بہن کے پاس یہ دونوں پرچے ہوں تو مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل پتہ پر قیمتاً روانہ کردیں۔

بلقیس سلطانہ بنت سید محمد حسین صاحب۔ محلہ قریشیاں خارج گنج
لاہور

رسالہ انتخاب لاجواب لاہور نے ۱۹۱۵ء میں ایک مسلسل افسانہ بعنوان "پھول" شائع کیا تھا افسانہ نہایت دلچسپ ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ افسانہ کتابی صورت میں شائع ہوا یا نہیں۔ کوئی بہن اس طرف توجہ فرمائیں اور جلد جواب دیں۔

ایک عصمتی بہن

عزیزہ بہن وزیر عوزی بمبئی کے جواب میں عرض ہے کہ وہ مسلسل تین مہینے تک دیسی حریرہ پئیں، جس کا نسخہ ماہ جون کے عصمت میں ہی محترمہ بیگم حکیم محمد عزیز خاں نے تحریر فرمایا ہے۔ اس حریرے کو پنجابی "دودھی" کہتے ہیں۔ نہایت مفید چیز ہے دماغی کمزوری سے چھینکیں آتی ہیں اور یہ نسخہ دماغ کے لئے مفید ہے۔ بہن وزیر عوزی کو یاد ہوگا ایک مرتبہ میں نے زبانی بھی ان سے اسی حریرے کے استعمال کے لئے کہا تھا۔

جمیلہ صفدر

میری ایک عزیزہ کے دونوں ہاتھوں میں گٹے سے انگلیوں تک یعنی پورے پنجے میں تقریباً ڈیڑھ سال سے سخت درد ہے کوئی بھاری کام مثلاً مشین چلانا۔ باورچی خانہ کا کام کرنے سے سخت مجبور ہیں۔ متعدد یونانی ڈاکٹری علاج کئے لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ براہ کرم محترمہ بیگم عزیز صاحب اور ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب اس طرف فوری توجہ کریں۔ اور کوئی ایسا مجرب نسخہ یا دوا بتائیں کہ یہ تکلیف رفع ہو کر صحت ہو جائے۔ عزیزہ موصوفہ کی عمر ۲۵-۲۶ سال کے درمیان ہے۔ سال گذشتہ پہلوٹھی کا بچہ پیدا ہوا تھا اس کی پیدائش سے چند ماہ قبل سے یہ مرض ہو گیا تھا۔

اے آر ہمشیرہ ضیاء الدین۔ کیرانہ

جن بہن نے خضاب کے لئے دریافت فرمایا ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ پختہ تخمی چھوٹے آم کی گٹھلی ہونا چاہئے۔ سلائیاں فولاد چھ چھ ماشہ کی ہوں اتنی لانبی ہوں کہ گٹھلی کے اندر سوراخ کرکے رکھنے سے سما جائیں گٹھلیاں جب زمین میں دفن رہیں گی تو گل کر وہ سیاہ گاڑھی روشنائی سی ہو جائیں گی اگر کچھ سختی باقی رہے تو کھرل میں حل کرلی جائیں۔ اور زیتون کے تیل میں اسی روشنائی کو پھینٹ کر سر میں لگائیں۔ ایک یا دو مرتبہ لگانے سے تین ماہ تک بال سیاہ رہیں گے۔ تین ماہ کے بعد پھر لگانے کی ضرورت ہوگی

مسز حمید

کوئی چھ سال سے میری کہنی کے اوپر ایک داد تھا جو کبھی اچھا ہو جاتا تھا اور کبھی زیادہ تکلیف دینے لگتا تھا۔ اب گذشتہ ۷ ماہ سے میرے دونوں ہاتھوں میں کہنیوں تک چھوٹے چھوٹے دانے ابھر آئے ہیں۔ جن میں بہت تکلیف دہ کھجلی ہوتی ہے اور اس میں سے سفید لیسدار پانی سا نکلتا ہے۔ کبھی کبھی پہلے دانے نمودار ہو کر پیپ بھی نکلتی ہے۔ متعدد قسم کے ڈاکٹری اور یونانی علاج کئے جن سے کبھی کبھی کچھ افاقہ ہو جاتا ہے مگر پھر تکلیف بڑھ جاتی ہے اور وہی حالت ہو جاتی ہے اب علاج سے تنگ آکر بذریعہ عصمت درخواست ہے کہ کوئی بہن یا بھائی مجرب علاج ذریعہ عصمت یا براہ راست تجویز فرماکر مشکور فرمائیں۔

بیگم محمد عبدالحی صاحب ریاست رام پور

محترمہ بہن بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب کا پتہ مجھے مطلوب ہے براہ مہربانی بہن موصوفہ اپنے پتہ سے آگاہ فرمائیں۔ ممنون ہونگی

ایس کے خریدار نمبر ۴۲۹۴ دفتر عصمت دہلی

مکرمی۔ میرے منجھلے بھائی صاحب کے جسم پر کالے دھبے میل کے جیسے ظاہر ہوئے ہیں جس کو ڈرسیم کہتے ہیں کئی علاج کئے گئے مگر وہ دھبے کم نہیں ہوئے براہ کرم بذریعہ پرچہ عصمت معلوم کرایا جائے کہ کوئی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتے ہوں تو نسخہ ضبط تحریر میں لائیں۔

سعید النساء بیگم محبوب نگری

چند سال سے میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ میری بائیں کان میں تیزاب پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے پردہ ایک کر نکل گیا اور دماغ سے بہت سا پانی بہ گیا اس کے بعد سے یہ حالت ہے کہ جب تک کان میں روئی رکھی رہتی ہے مگر جہاں کان میں روئی نکلی یا ہوا میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا تو ایسی تکلیف ہوتی ہے جو بیان نہیں ہوسکتی اپنی حیثیت کے موافق بہترے علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اتنی مقدرت نہیں کہ کسی اور ملک میں جاکر علاج کروں، خدا کرے ہمارے ملک میں کوئی ایسا ڈاکٹر یا حکیم نکل آئے جو مجھے اس تکلیف سے نجات دلا سکے کوئی بہن کسی ایسے ڈاکٹر یا حکیم سے واقف ہوں تو بذریعہ ایڈیٹر صاحب عصمت مطلع فرمائیں

خریدار نمبر ۱۲۲/۷

نادار فنڈ

جنوری ۱۹۳۸ء کے پرچہ میں نادار فنڈ کا حساب شائع ہو چکا ہے اس کے بعد جو رقم بمد کار خیر دفتر میں موصول ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے :—

نواب سید جنگ بہادر حیدرآباد دکن — عسہ
اے اے قدوائی صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد — عہ
مس الیاس ابراہیم صاحب کلکتہ — للعہ
الیس احسان علی صاحب مرزاپور — سے
مس الیس۔ڈی واحد صاحب رائے پور — عا
الیس اے معید صاحب شاہ گنج آگرہ — عا
الوز مہاجر صاحب حیدرآباد دکن — عہ
ہمشیرہ عبد المعبود صاحب لکھنؤ — عہ
محمد سعید صاحب کانپور چھاؤنی — صہ
رقیہ بی بی صاحبہ سورت — عہ
نجیبہ خاتون صاحبہ سنبھل پور سندرگڈھ — عہ
طریقت النساء صاحبہ سندرگڈھ (سنبھل پور) — عہ
بیگم مشتاق حسین خاں صاحب امرتسر — عہ

میزان ۶۶ جمع سابقہ مطابق عصمت جنوری ۱۹۳۸ء

کل میزان مالعہ ۱۱۹ — منیجر عصمت

دوربین

سیاسی گتھیاں

اطالوی سومالی لینڈ کا ساحل تقریباً نو سو میل لمبا ہے۔ اطالیہ اس نئے ساحل پر کسی موزوں مقام پر بحری مستقر قائم کرنے کی فکر میں ہے۔ انگریز بحیرہ روم میں اطالیہ کے اقتدار سے پریشان ہیں۔ اور انھوں نے جنوبی افریقہ کی طرف سے ہندوستان جہاز لانے کے امکانات پر عملی طور سے غور کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہسپانیہ میں اطالوی اقتدار سے اور طرابلس اور حبش کی بدولت بحیرہ روم اب انگریزوں کے لئے بہت مخدوش ہو گیا ہے۔ اس نئے مستقر سے راس امید جنوبی افریقہ کا راستہ بھی خطرناک ہو جائیگا۔ بحر ہند میں اطالوی طاقت زیادہ ہو جائیگی۔

سیام کی جس نہر کے متعلق پچھلے دنوں لکھا گیا تھا کہ اس کے بننے سے جاپان جس وقت چاہے گا بحر ہند میں آ دھمکیگا اور انگریزوں کا سنگاپور بیکار ہو جائے گا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نہر کا بنانا بے حد دشوار ہے۔ ایک ملک کی ساری دولت اس پر خرچ ہو جانے کے باوجود سالہا سال اس کے بننے کے لئے درکار ہیں۔ یہ خبر غلط اور محض مضمون آرائی ہے۔

روس نے چین سے اتحاد کرلیا ہے اُسے موقع مل گیا ہے کہ سارے چین کو اشتراکی بنالے۔ اور وہ آسانی سے چین کے ہاتھوں جاپان کو شکست دلا سکے گا۔ وہ چین کو مالی و فوجی مدد دے گا۔ اشتراکی چینیوں نے روس کو سیاہ و سفید کا مالک کر دیا ہے۔ چینی فوج کو روسی فوجی افسر تربیت دے رہے ہیں۔ فرانسیسی اور انگریزی اثر چین سے زائل ہو چکا ہے اس لئے وہ دونوں جاپان کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے۔ جرمنی اور اطالیہ جاپان کے دوست ہیں لیکن وہ وہاں اس کی مدد کے لئے نہیں آ سکتے۔ اس سے حالت اب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ جاپان شکست کھا جائے چین جاپان کا نہ سہی روس کا ماتحت ہو جائے گا۔

اب تک ہٹلر نے جو کچھ کہا کر دکھایا۔ اور آئندہ بھی وہی کرے گا جو اُس نے ٹھان لی ہے۔ جمعیۃ اقوام سے جرمنی ہٹ گیا۔ رائن لینڈ پر اُس نے قبضہ کرلیا۔ پروشیا اور اصلی جرمنی کے درمیان جو علاقہ اتحادیوں نے بین الاقوامی قرار دے کے جرمنی کو اس سے بے دخل کر کے اپنی دانست میں بے دست و پا کر دیا تھا۔ جرمنی نے پولینڈ سے اس کے متعلق کسی قسم کا معاہدہ کرلیا ہے اور یہ تھوڑے ہی دنوں کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بدستور وہ علاقہ جرمنی میں شامل کر لیا جائیگا۔ آسٹریا اُس نے ہتھیا لیا زیکوسلاویکیہ سے دو دو چونچیں جاری ہیں اور ایک طرح وہ جرمنی کے زیر اثر آ چکا ہے۔ اب ہٹلر کی نظر ہنگری پر ہے اُس کا مقصد یہ ہے کہ ٹریسٹ کو دوسرا ہیمبرگ اور کیل بنا کے بحرہ ایڈریاٹک میں دخل دینا چاہتا ہے۔ اور اطالیہ کی حد تک آ لیا ہے۔ اطالیہ اُس کے سامنے ایسے کام کر رہا ہے جیسے ایک کم طاقتور اپنے سے زیادہ طاقتور کے سامنے اپنی عزت و آبرو کی خیر مناتا ہوا وہی کرتا ہے جو موخر الذکر چاہتا ہے۔ ہوائی بیڑہ زبردست بنا دیا گیا ہے۔ خفیہ خفیہ طرح طرح کی آبدوزیں تیار ہو رہی ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ دوسری لڑائی سمندر کے اندر ہو گی۔ سارا ملک فوج ہو گیا ہے۔ آن واحد میں بے شمار فوج تیار ہو سکتی ہے۔

شاہی شادی

کل کی بات ہے کہ رضا خاں ایران کا ایک معمولی کسان اپنی خداداد قابلیت سے ایرانی فوج کا سپہ سالار ہو گیا اور بعد میں وزیر جنگ بنگیا لیاقت اور ذہانت کی بدولت وہ سارے ملک پر حاوی ہو گیا آخرہ ۲۔ اکتوبر ۲۵ء کو خاندان قاچار کا بادشاہ احمد شاہ جو فرانس میں عیش و عشرت کے جام روز اول سے لنڈھا رہا تھا معزول کر دیا گیا۔ اسی سال دسمبر میں رضا خاں شاہ بن گیا اور اس کے اگلے سال اس نے رسم تاجپوشی ادا کی۔ کچھ عرصہ بعد معزول شدہ شاہ دل شکستہ مر گیا۔

اس وقت رضا خاں کی عمر ۶۰ سال ہے ولیعہد شہزادہ شاپور کی عمر ۱۹ سال ہے۔ اس کے علاوہ اس کے چھ اور بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں اب سفیر ایران متعینہ مصر کی وساطت سے شاہ مصر کی بہن ۱۴ سالہ شہزادی فوزیہ کی نسبت ولیعہد ایران سے ہو گئی ہے چند ماہ بعد شادی ہو جائیگی ایران داخل ہوتے وقت مصری شہزادی ایک کاغذ پر دستخط کر کے ایرانی شاہی خاندان کی رکن بن جائیگی۔ شہزادی نئی روشنی کی ہے لیکن ولیعہد

بھی یورپ میں بہت کچھ سیاحت کر چکا ہے۔

حبش میں جنگ

حبشی بدستور مصروف پیکار ہے۔ حبشی فوج عدلیا بابا کے قریب خیمہ زن تھی۔ اطالوی سپاہیوں کو بھی حکم ہوا کہ اُدھر جا کر گولہ باری کریں۔ جاسوسوں سے حبشیوں کو خبر ہو گئی وہ اُٹھ کر راتوں رات دوسری جگہ چلے گئے۔ اطالوی سپاہی آئے میدان خالی دیکھ کر خود وہیں خیمہ زن ہو گئے۔ صبح کو اطالوی ہوائی جہاز نمودار ہوئے اور اُنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ان پر بم پھینکنے شروع کر دیئے دو گھنٹے کی گولہ باری کا یہ نتیجہ ہوا کہ سب وہیں مر کھپ گئے۔ جو بچے اُنھوں نے بھاگ کر عدیس ابابا میں جا کے ماجرا سنایا اس غلطی کی بدولت کئی اطالوی افسر گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اطالیہ سے حکم ہوا ہے کہ فی الحال ہوائی بمباری بند کر دی جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاہ نجاشی کو مراکش کے طریقہ پر اطالوی سیادت میں حبش کا بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو نجاشی شہنشاہ کا لقب ترک کر دیگا

ہسپانیہ کی جنگ

قوم پرست جو باغی کہلاتے ہیں برابر بڑھ رہے ہیں گو وہ سارے ملک پر ابھی تک قابض نہیں ہو سکے جیسی کہ انھیں جلد امید تھی مگر وہ فتحیاب ضرور ہوتے جاتے ہیں۔ بلکہ اُن کی دیدہ دلیری اس قدر بڑھی ہے کہ برطانیہ کے تجارتی جہازوں پر جو ہسپانیہ کے سمندر سے گذرتے ہیں گولہ باری کر دیتے ہیں اور برطانیہ جیسی طاقت سے ذرا نہیں ڈرتے۔ وسط اپریل سے اب تک برطانیہ کے ۲۲ جہازوں پر حملہ کیا جا چکا ہے۔ پہلے تو اعتراض کرنے پر وہ لوگ معافی بھی مانگ لیتے تھے مگر اب کے اعتراض کرنے پر اُنھوں نے جواب دیا کہ ان جہازوں پر ممنوعہ اشیاء تھیں اس لئے ان پر گولہ باری جائز طور پر کی گئی ہے۔ انگریز کہتے ہیں کہ یہ الزام غلط ہے کیونکہ ہم نے ایک افسر اسی امر کے لئے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ اس کی احتیاط کیا کرے کہ کوئی جہاز وہاں ممنوعہ اشیاء لے کے نہ جائے۔ مگر ہسپانوی قوم پرستوں نے اس کی ذرا پروا نہیں کی۔ ان لوگوں کے ایک ہوائی جہاز نے ایک فرانسیسی شہر پر گولے برسا دئے تھے فرانس نے الٹی میٹم دیدیا۔ جب ان قوم پرستوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مگر انگریز لڑائی چھڑ جانے کے ڈر سے کسی قسم کی زوردار کارروائی کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

چین و جاپان کی جنگ

دریائے زرد میں طغیانی آجانے سے بہت سی زمین غرق ہو گئی۔ بہت سے بند تو جاپانی ہوائی جہازوں نے برباد کر دیئے تھے اور جو رہ گئے تھے اُنھیں چینیوں نے پسپا ہوتے ہوئے تباہ کر دیا۔ طغیانی اس قدر آئی ہے کہ تمام فوجی کارروائیاں رُک گئی ہیں۔ اور لنگھائی ریلوے کے آر پار کی فوجیں بیکار پڑی ہیں جاپان کا محکمہ انجنیری سب کا سب طغیانی روکنے میں مصروف ہے۔ شمالی چین میں جاپانیوں کی حالت مایوس کن ہے۔ جاپانی بڑھتی ہوئی فوجیں اس سیلاب سے رک گئی ہیں۔ باشندے بھی اس سے ڈوبے ہیں۔ جاپانی کہتے ہیں کہ ڈیڑھ لاکھ چینی ڈوب گئے۔ چینی کہتے ہیں کہ ۱۲ ہزار کے قریب جاپانی فوجی غرق ہو چکے ہیں۔ حالت نازک ہوتی جا رہی ہے۔

ٹراونکور کی مسلمان عورتیں

ٹراونکور مسلم خواتین کا جلسہ زیر صدارت بیگم محی الدین بی بی منعقد ہوا دو سو مسلمان بیبیاں شریک جلسہ تھیں بیگم خدیجہ صاحبہ اور مریم صاحبہ نے رسول پاک کی سوانحعمری اور مسلمان عورتوں کے حالات بیان کئے۔ بتایا گیا کہ ریاست کی مسلمان عورتوں کی تعلیمی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ تجاویز منظور ہوئیں کہ ریاست مسلمان لڑکیوں کی پوری فیس معاف کر دے مسلمان لڑکیوں میں جبری تعلیم جاری کرے مسلمان عورتوں کو ریاست میں متناسب حصہ دیا جائے اور جس مدرسہ میں پندرہ یا زیادہ مسلمان لڑکیاں ہوں وہاں عربی کا مدرس ضرور رکھا جائے۔

مسلمان بیبیاں اور مدح صحابہ

لکھنؤ میں تبرہ بازی اور مدح صحابہ کی تحریکوں نے بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ سال بھر میں خونریزی بھی ہوئی اور سینکڑوں گرفتاریاں ہوئیں زنانہ پارک میں مسز عبدالحفیظ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ جس میں لیڈی وزیر حسن بیگم نگہت شاہنشاہ۔ نواب قمر جہاں بیگم نے تقریریں کر کے سنی شیعہ سے درخواست کی کہ امن سے رہیں اور رہنے دیں دونوں فرقوں میں صلح و آشتی قائم کرنے کے متعلق بہت غور و خوض کیا گیا ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا منشا گھر گھر پھر کے سنی شیعوں کو گلے ملوانا ہوگا۔ اس کا نام اتحاد ملت کمیٹی رکھا گیا امید ہے کہ مسلمان خواتین کی کوششوں سے مردوں کو شرم آئیگی اور جھگڑا مٹ جائیگا۔

تاروں کا جھرمٹ

مشہور ترکی ہوائی جہاز راں مس صبیحہ پانچ طیاروں کو لے کے یونان گئی ہیں۔ وہاں سے وہ بلغاریہ رومانیہ یوگوسلاویہ اور دیگر بلقانی ریاستوں کے دورہ کے بعد نیویارک جائیں گی۔

لکھنؤ میں ایک ۱۸ سالہ بنگالی لڑکی نے اپنے کپڑوں پر مٹی کا تیل چھڑک کے اس خیال سے آگ لگا لی کہ اُس کے دونوں بھائی بیکار تھے اور اُس کے بیاہ کی فکر میں آدھے آدھے ہوئے جارہے تھے۔ اُس کی چیخوں پر دونوں بھائیوں نے بھاگ کے آگ بجھائی مگر وہ جانبر نہ ہوسکی۔

تعلقہ بارعلی میں کانگریسی حکومت نے شراب نوشی کو روکنے کی تدبیر کو کامیاب کرنے کے لئے سات عورتیں پولیس میں بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا ہے

مدورا اسٹیشن کے مسافرخانہ میں ایک مسافر سرہانے اپنا ٹرنک رکھ کر سوگیا۔ کوئی ٹرنک چرالے گیا اس میں اُس کے ۷۰ ہزار روپیہ کے نوٹ، ہنڈیاں اور چیک تھے۔

ضلع لاہور کے ایک گاؤں میں ساس بہو لڑ رہی تھیں کہ لڑکا آنکلا۔ ماں کو مارنے لگا اس کی گود میں ایک سال کا دودھ پیتا بچہ تھا اس کے بھی دو ایک ضربات لگیں جس سے وہ مرگیا۔ پولیس نے لڑکے کو گرفتار کرکے قتل عمد کا مقدمہ قائم کردیا۔

ہڑتال کرنے والی عورتوں سے نپٹنے کے لئے کانپور پولیس نے ۱۶ عورتوں کو بھرتی کیا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی نے ایف۔ اے اور بی۔ اے کی طالبات کے لئے بدلے کے مضامین امور خانہ داری اور موسیقی و مصوری مقرر کئے ہیں ان کے لئے نصاب عورتیں ہی تیار کررہی ہیں۔

الگزنڈر کو ول سکائی جنگ سے پہلے روس کا ایک بڑا امیر ڈیوک تھا۔ جنگ کے بعد وہ انقلاب روس کی وجہ سے اس قدر نادار ہوگیا کہ برلن کے ایک ہوٹل میں اُسے خدمتگار بننا پڑا۔ اب وہ ایک مسافر کی جیب سے نوٹ چُراتا ہوا پکڑا گیا اور ۱۲ ماہ قید کا سزایاب ہوا۔

بہار نے لڑکیوں کو طبی تعلیم کی ترغیب دینے کے لئے وظائف مقرر کردیئے ہیں کہ ایف اے پاس کرکے پٹنہ طبی کالج میں داخل ہونے والی لڑکیوں کو اس قدر وظیفہ ملا کرے گا۔

برہما کے ایک کاشتکار کی بیوی کے چھ بچے ایک ساتھ ہوئے تین لڑکے اور تین لڑکیاں سب زندہ پیدا ہوئے مگر بعد میں ایک لڑکی مرگئی

ایک میم صاحب کی اس وقت عمر ۱۰۷ سال ہے اُس کے تین شوہر مرچکے اب اُس نے ایک ۷۹ سالہ شخص سے شادی کی ہے جس نے آج سے ۸۰ سال پہلے اس عورت سے شادی کرنی چاہی تھی مگر اب آکے وہ راضی ہوئی ہے مرد کنوارا ہی رہا۔

کانپور کی ایک نئی بھرتی سدو سپاہی عورت نے ایک عورت کو کپڑا چُراتے پکڑا اس نے اس سے اپنے آپ کو چھڑالیا۔ اور تین مرد اس کی مدد کو دوڑے اور اس سمیت اُنھوں نے یکہ میں بھاگنے کی کوشش کی ایک کھڑے ہوئے مرد سپاہی نے دوڑ کے ان میں سے ایک کو گرفتار کرلیا۔

ڈاکٹر دیش مکھ مرکزی اسمبلی میں ایک قانون پیش کریں گے جس کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی ہندو عورت کا شوہر کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو یا اس کا دماغ خراب ہو یا مرد کی تعریف میں نہ آتا ہو تو ہندو بیوی کو حق طلاق دیا جائے۔ اس سے پہلے وہ ایک قانون پیش کرکے ہندو عورت کو حق وراثت دلا چکے ہیں یہ اسلامی تعلیم کی فتوحات ہیں۔

کمال اتاترک نے ترکی کی ہر ریل گاڑی میں ریڈیو وغیرہ لگوا دیئے ہیں تاکہ لوگ اپنا وقت ہنسی خوشی سے گذار سکیں وہ سٹیشن پر بھی لگوانے کی فکر میں ہے۔

بازیگروں سے محتاط رہنا چاہئے لاہور میں ایک لڑکا ۵ سال ہوئے کھیلتا کھیلتا گم ہوگیا۔ ایک بازیگر اُسے لے گیا جس نے اسے ایک اور بازیگر کے ہاتھ ۵۰ روپیہ میں شیخوپورہ کے ضلع میں جاکے بیچ دیا۔ اب پولیس نے ایک لڑکے کو برآمد کیا ہے۔

فلسطین میں برابر عربوں پر سختیاں جاری ہیں سرحدوں پر کانٹے دار تاروں کی باڑیں لگادی گئی ہیں عربوں نے دنیا کے مسلمانوں سے مدد کی اپیل کی ہے۔

ایران سے عنقریب ایک ریل ترکی سرحد تک مکمل ہوجائیگی۔

مصر کی نوعروس ملکہ فریدہ نے ہر جمعہ کی نماز میں شاہ کے ساتھ مسجد جاکے نماز ادا کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ وہ نقاب پہنے ہوگی اور شاہ و ملکہ دونوں کے لئے مسجد میں خاص انتظامات کئے جائیں گے۔

ٹھنڈے یا سرد پانی میں کثرت سے
جھاگ پیدا کیجئے
اسی طرح کھنگالئے مروڑیئے نہیں بلکہ نازک کپڑوں کو ایک نرم خشک تولیہ میں لپیٹ کر دبا کر نمی خارج کیجئے خشک کرتے وقت دھوپ یا آگ کی حرارت سے بچائیے
امی جان! میرے کپڑوں کیلئے لکس لانا نہ بھولنا!
کوئی بچہ خوش نہیں ہوتا اگر سخت کپڑے اُس کے نازک جسم کو تکلیف پہنچاتے رہیں۔ لیکن لکس سے دھلے ہوئے کپڑے ملائم اور آرام دہ رہتے ہیں۔ آپ کے نازک کپڑوں کے لئے بھی یکساں مفید ہے۔ ان کو لکس کے نرم جھاگوں کے حوالہ کیجئے۔ اسکا جلدی صفائی کرنے کا عمل نازک کپڑوں کو بھی نقصان نہیں پہنچاتا۔
لکس خوب صورت کپڑوں کی خوب صورتی قائم رکھتا ہے۔
LUX
لکس
زود اثر - آسان - محفوظ
ہندوستان میں صرف خالص نباتاتی تیلوں سے تیار کیا جاتا ہے۔

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کی خواہش ہو تو

مختلف قسم کے پوڈر مجن ستر سکریم سنو تیل صابن غازہ بیسٹ لیسپ بحجون منگنے عرق اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپے برباد کرنے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب شگھار خانہ مطالعہ کیجئے۔

سنگھار خانہ

میں تندرستی ہزار نعمت ہے مالا مال ہونے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قائم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی اور مفید مضامین اور نسخے درج ہیں

پہلے باب کی مختصر فہرست

خوبصورتی بڑھانے کے راز	رنگ نکھارنے والی غذائیں
افزائش حسن کے نسخے	خوبصورتی بڑھانے کے طریقے
کہیں جانے سے پہلے سنگھار	موسم گرما میں حسن کی حفاظت
تھکے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک	یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے
کس تک پر کس رنگ کا لباس پہنیئے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
گورا رنگ کس طرح قائم رہ سکتا ہے	ادھیڑ عمر میں خوبصورتی

سنگھار کی تکمیل	غسل کے مصالحے	خوبصورتی
عمر کا بناؤ	پُرتکلف غسل	خوش پوشاکی

ایک اور باب کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو

جسم کا ہر ایک حصہ خوشنما بنایا جا سکتا ہے مثال کے طور پر صرف بالوں کے سنگھار کے متعلق نہایت مفید مضامین مایتعلق اور نسخوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

بالوں کی حفاظت	بال دھونا	بالوں کی کنگھی	بالوں کی خرابیاں
بال بڑھانے کے تیل	بالوں کی صفائی و تازگی	بالوں کی مالش	بالوں کی نگہداشت
بالوں کا سنگھار	سرخ اور سفید بال	بال بنانا	بالوں کی خوشنمائی

اسی طرح ناک کان، دانت آنکھ، رخسار، ٹھوڑی، کلائی، ہاتھ، انگلیاں، پاؤں غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے ہیں۔

سنگھار خانہ میں کمر اور کولہے اور سارے جسم کے موٹاپے کے دور کرنے اور بدن میں چستی اور پھرتی پیدا ہونے کی ہدایتیں اور زنانہ ورزشیں نیز سنگھار کے متعلق تصاویر بھی ہیں۔

سنگھار خانہ ۲ سال کی محنت کے بعد تیار ہوئی ہے اردو میں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی فیشن پسند اور پرانے خیالات کی خواتین دونوں طبقوں میں بہت پسند کی جائیگی اور یہ نقوش ہاتھ نکل ہی ہے کاغذ بھی عمدہ ہے۔

قیمت صرف دو روپے مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ

مشرقی مغربی کھانے

اب تک کھانے پکانے کے موضوع پر جس قدر کتابیں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں عصمتی دسترخوان ان سب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں صحیح ہیں اور وزن درست اور ہندوستان بھر کی ۸۰ عصمتی بہنوں نے اپنے اپنے صوبوں کے کھانے لکھے ہیں عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ جس کا نام مشرقی مغربی کھانے ہے۔ یہ بھی پہلے حصہ کی طرح نہایت کامیاب ہے

عصمتی دسترخوان کی طرح اس کتاب کی ترکیبیں بھی تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں لیکن جن کھانوں کی ترکیبیں عصمتی دسترخوان میں آگئی ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں ہاں البتہ چند ترکیبوں کے عنوانات وہی ہیں مگر ترکیبیں نئی ہیں اور ایک چیز کی کئی ترکیبیں ہیں۔

مشرقی مغربی کھانے کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلہ میں تقریباً سو صفحوں کے نہایت ہی کارآمد مضامین ہیں جو بڑی کوشش اور محنت سے حاصل کیے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں۔

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون	ہماری خوراک پر ایک سائنٹفک مضمون

کھانے کے اصول	پکانے کے اصول	کھانے کی حفاظت
جرمنی باورچی خانہ ایک	کون کونسے کھانے ایک ساتھ	کون کونسی غذائیں کتنی
جرمن خاتون کا مضمون	کھانے سے نقصان ہے	دیر میں ہضم ہوتی ہیں
باورچی خانہ کیسا ہو	باورچی خانہ کی ضروریات	انلق کا صندوق
کچی سبزی	ترکاریوں کے خواص	ترکاریوں کی حفاظت
کھانے کا کمرہ	بوتل خانہ	نعمت خانہ
پھلوں کے فائدے	ایرانی دعوت	جاپانی باورچی خانہ

یہ گراں بہا مضامین ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گذرنا ازحد ضروری ہے کھانے پکانے کے متعلق ایسے ایسے کارآمد بیش قیمت مضامین کھانے پکانے کی کسی کتاب میں آج تک شائع نہیں ہوئے۔

مشرقی مغربی کھانوں سادے ترکاری کے سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں اور مختلف قسم کی بریانی، پلاؤ، کھچڑی، تنجن، مزعفر، زردہ وغیرہ کی ۲۸ نئی ترکیبیں ہیں اور اسی طرح بہت سے کھانے اس کتاب میں بہت زیادہ ہیں عربی ایرانی، ترکی، جاپانی، عراقی کھانوں کی ترکیبیں بھی کافی ہیں اور انگریزی جرمنی فرانسیسی، روسی، اطالوی کھانوں کی ترکیبیں بھی دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے قیمت عہ مجلد عہ

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

دلچسپ اور مفید زنانہ کتابیں

تاریخی لطیفے

دنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں وغیرہ کے لطیفے جو بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کا بہترین نمونے ہیں مگر تہذیب اور متانت سے باہر نہیں ان کے مطالعہ سے دل بہلے گا ہنسی آئیگی اور معلومات میں اضافہ ہوگا۔ قیمت آٹھ آنہ (۸؍)

ہنسی کی باتیں

عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں جو پھکڑپن سے بھرے ہوتے ہیں یہ کتاب ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے سننے کے طبع زاد مہذب لطیفے ہیں جنھیں پڑھکر سنجیدہ انسان بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے لطف یہ ہے کہ وقار تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔ مہذب ظرافت کی یہ بہترین کتاب ہے عورتوں اور مردوں، بڑوں اور بچوں سب کو پسند ہے۔ قیمت ۸؍

عقل کی باتیں

بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں شاعروں ادیبوں اور فلاسفروں کے وہ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں مبنی خوشی کامیابی سے زندگی گذارنے کا راز ہے جن میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے جو دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان بیش بہا مشوروں کو سوچنے اور ان پر غور کرنے سے عقل بڑہتی ہے اور انسان زندگی میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے بہت محنت سے تیار کی گئی۔ قیمت ۸؍

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں ہمیشہ اس کو دھراتی رہیگی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کیں تھیں جنھوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے۔

محترمہ مہرالنساء صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش جستجو اور بڑی محنت و جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اخذکرکے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب مصور بذلہ سنج لطیفہ گو حاضر جواب رکھتا تھا طرز بیان بہت دلچسپ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف ہے۔ قیمت ۲؍

پردہ و تعلیم

از حضرت امام اکبرآبادی وکپتان ڈاکٹر نصیرالدین احمد صاحب۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیسا شدید قومی نقصان پہنچ چکاہے اور اب ان کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب میں ہر مذہب کی عورتوں کا مقابلہ کرکے پردہ پر قرآن و حدیث کی رو سے اسلامی بلکہ سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی بحث کی گئی ہے مشہور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرمانیہ مصنفہ نیرنگ لکھتی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری قیمت ۱۲؍

بچوں کی تربیت

اگر آپ کے گھر میں ننھے بچے ہوں تو ضرور یہ کتاب منگا لیجئے کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس دقت پیسوں میں کام ہوجاتا ہے وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں۔ پھر سائنس اور حفظان صحت پر اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربے بیان کئے گئے ہیں از مولوی عبدالغفار الحجری سابق پروفیسر ٹرکش یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰؍

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں آنکھیں آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے دانت، مالش کرنے پینے کا پانی، غذا، نیند، کتاب کے اہم عنوانات ہیں قیمت ۴؍

پھول پھلواری

پھولوں کی کاشت، کیاری اور باغیچہ کی نگہداشت اور انگریزی ہندوستانی اور ہر موسم اور ہر قسم کے پھولوں کے متعلق نہایت مفید اور کارآمد معلومات عورتوں کے لئے قابل قدر تحفہ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

فریٹ ورک یعنی لکڑی کا باریک کام

یورپ اور امریکہ میں اس فن کی جیسی کچھ قدر ہے ہندوستان میں اس قدر تو کیا بلکہ یہاں اکثر لوگ اس نام سے بھی ناواقف ہونگے۔ یہ نہایت دلچسپ صاف اور فائدہ مند دستکاری ہے جو ہر مرد و عورت اور بچہ جوان و بوڑھے کے لئے موزوں ہے اس سے لکڑی کی بیشمار اشیاء مثلاً قلمدان، گلدان، برکٹس ریکیں، صندوقچے، تصویروں اور آئینوں کے چوکھٹے دفرم، الماریاں، کتابوں کے سہارے کھلونے گڑیوں کے گھر اور ان کا فرنیچر، گھڑیوں کے اسٹینڈ گراموفون اور وائرلیس کے بکس اور تصویروں کے سمے وغیرہ وغیرہ بنائی جاسکتی ہیں۔ ہندوستانی زبان میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو دستکاری کے مشہور ماہر جناب سید رضا احمد جعفری صاحب اکبرآبادی نے اس قدر عام فہم اور سلیس انداز میں لکھی ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے تمام اصولی باتوں کو تصویروں اور نقشوں سے آئینہ کردیا ہے۔ فنی اصطلاحوں سے قطعاً گریز کیا ہے۔ اسکے علاوہ فریٹ ورک کی چیزوں کو رنگنے اور پالش کرنے کے طریقے بھی مشرح لکھے ہیں۔ آخیر میں ایک نہایت خوبصورت آئینہ کا پورا اور بڑا خانہ برائے عمل دیا گیا ہے قیمت صرف ۸؍

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار خواتین کے اصلاحی اخلاقی ناول و افسانے

شہیدِ وفا سلمہ نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائیگا آنکھیں پُرنم ہوجائیں گی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ اُمۃ الوحی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جسکے ساتھ موصوفہ کے ۸ اور دلچسپ افسانے بھی آپ کی دلچسپی کے لئے حاضر کئے گئے ہیں یہ آٹھ افسانے بھی محترمہ موصوفہ کے نہایت مؤثر نتیجہ خیز بہترین افسانے ہیں ہر افسانہ درد اور جذبات کی سچی تصویر مرد اور عورتوں کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان "شہید وفا" اور ان آٹھ افسانوں میں موجود ہے عصمت، تہذیب الخلیل انقلاب وغیرہ نے شاندار ریویو اس کتاب پر کئے۔ ضخامت دو سو صفحوں کے قریب ہے قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ

انوری بیگم اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسز بیگم نواب خدیو جنگ بہادر کا مشہور و مقبول فسانہ بیماری تیمارداری کے عنوان سے عصمت میں چند قسطیں شائع ہوکر دھوم مچ گئی تھی اس دلآویز اصلاحی ناول میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلےٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروئن ہے بیمار اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی ہے حیدرآباد کی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول کم نکلیں گے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنہ (عہ) مجلد عہ

دولت پر قربانیاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کی اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عموماً قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور ذاتی و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی بھینٹ پر قربانیاں کی جارہی ہیں انعامی سلسلہ کے یہ بہترین درد انگیز افسانے ہیں قیمت ۸ر

غیرت کی پُتلی محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق ایڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا کیا نتائج ہوتے ہیں قیمت چھ آنہ (۶ر)

چار رُخ عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ انیس فاطمہ بنت شوق مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں اچھی ہیں اور ان سے مغربی تمدن کی اندھادھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت اور رسم و رواج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں قیمت ۴ر

جاں باز ہندوستان کی نامور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین فسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ "جاں باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے۔ مسز ٹمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی مسرت زندگی کو تباہ کرکے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان حسن کا ایک سچا دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرکے موجب حیرت کردیتا ہے یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کرینگے۔ قیمت ۱۲ر

فیروزہ ایک دولتمند مگر یتیم ولیبر لڑکی کا افسانۂ غم شرافت اور انسانیت کی دل ہلادینے والی قربانیاں جن سے معلوم ہوگا کہ کس درجے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالہ کردیتی ہے۔ لالچ بے ایمانی ہنگامی جذبات کے قابل نفرین مرقعے احسان فراموشی محسن کشی کے کمینے حملے اور استقلال دور اندیشی کی فتح ایک سبق آموز افسانہ جو بتلائے گا کہ بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی بدولت زندگی خوشگوار بناتی اور قومی خدمات انجام دے سکتی ہے عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے قیمت آٹھ آنہ ۸ر علاوہ محصول ڈاک)

ادب زرین محترمہ حجاب امتیل صاحب نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں انکے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین ان کے بلند تخیل عبارت کی رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین آئینہ ہوتے ہیں اس مجموعہ میں وہ مضامین ہیں جن سے اکثر مختلف رسائل میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ قیمت ۸ر

نغماتِ موت ان دلآویز مضامین کا مجموعہ جو مصنفہ نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے اور جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں یہ مضامین مصنفہ کے دلی جذبات کا آئینہ اور نظم نما نثر کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کی انداز بیان کی دلکشی اور انکے شاعرانہ خیالات کی نزاکت و رفعت پورے طور پر نغمات موت میں نمایاں ہیں قیمت ۶ر

مفید ہے جو یہ کام جانتی ہیں۔ محترمات نذیر فاطمہ سنجیدہ اشرف کے نہایت کارآمد مضامین اور عام فہم ہدایتیں ہیں۔

باب ۱ وضع وضع کی ۱۵ دلآویز بیلوں کے نہایت صاف اور واضح نمونے چند عنوانات یہ ہیں پتلی بیل۔ آستینوں کی بیل۔ ساری کی بیل تولیہ کے کنارے کی بیل۔ چوڑی بیل۔ انگوری بیل وغیرہ وغیرہ۔

باب ۲ طرح طرح کی ۸ خوبصورت گوشہ موڑی بیلوں کے دلفریب نمونے

باب ۳ مختلف چیزوں کے ۱۵۔ دیدہ زیب اور خوشنما کونوں کے بہترین نمونے۔

باب ۴ گلدستے کونوں کے لئے رومال کے لئے۔ میزپوش اور تکیہ کے غلاف کے لئے ۱۶ خوبصورت گلدستے۔

باب ۵ میزپوش کا مرکز۔ مبارکباد عید۔ خوبصورت مرکز۔ نفیس دلآویز دستی۔

باب ۶۔ ۵ نفیس نمونے پھولوں کی ٹوکریوں کے۔

باب ۷۔ دوڑتا ہوا چوزہ۔ تیتری دوڑتی ہوئی بطخ۔ بطخوں کی جوڑی چڑیا مع ڈالی۔ اڑتی ہوئی تیتری۔ چڑیا۔ تتلی۔ سارس۔ مور شاخ انگور پر چڑیا۔ نامہ بر چڑیا کا گھونسلہ۔ طوطو شاخ پر وغیرہ وغیرہ ۱۶ نمونے۔

باب ۸۔ بلی۔ چوہا۔ گلہری۔ ہرن۔ اونٹ۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔

باب ۹ میزپوش کے لئے ۹ بہترین نمونے۔

باب ۱۰ عید مبارک۔ دستکاری کا شوق۔ گاڈبلیس۔ ہمارا گھر۔ گڈلگ۔ نقشہ ہندوستان۔ ویل کم۔ ہنسے۔ مونوگرام کے ۱۶ نقشے حروف تہجی وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۱ دستی رومال۔ دستی بیگ (۲ مختلف نمونے) پردا۔ درمیانی خانہ پلنگ پوش۔ چائے دانی۔ چائے پوش۔ جمپر۔ فراک میں کشتی وغیرہ ۱۳ نمونے۔

کل ۱۲۲ بہترین نمونے خوب واضح اور دیدہ زیب مصوری اور چھپائی صاف نفیس کتاب اچھی کاغذ سفید دبیز قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ۔

جالی کا کام ہندوستان کی قدیم صنعت پر اردو زبان میں پہلی نہایت مفید اور خوبصورت کتاب دو حصوں میں حصہ اول میں مشہور دستکار محترمہ صفیہ خانم صاحبہ (ایس کے لاہو) نے نہایت قابلیت اور محنت سے کارآمد مضامین لکھے اور جالی کے کام کے مختلف وضع اور مختلف طرز کے جاذب نظر اور دلکش نمونے دیئے ہیں اور انکے بنانے کی عام فہم مکمل اور مفصل ترکیبیں لکھی ہیں۔ پہلا باب لہریں ۱۳ دلآویز نمونے جنمیں تین نمونے بلاکوں کے ہیں دوسرا باب ۲ جال ۸ دیدہ زیب نمونے لیقوں کے اور ۹ خوبصورت نمونے بلاکوں کے تیسرا باب ۳ سیدھے فیتے ۲۷ طرح طرح کے نفیس نمونے جن میں ۸ نمونے بلاکوں کے ہیں چوتھا باب ۴ آنکے فیتے ۱۳ بہترین دلفریب نمونے پانچواں باب ۵ بلاکوں کے نمونے پھولوں کے ۵ خوبصورت نمونے کناؤ کے ۳ نمونے دینے کے چھٹا باب۔ آسان طرز سے بیلیں لیسیں۔ کونے۔ اٹریم۔ ٹی کوزی۔ بیگ وغیرہ وغیرہ کے ۳۳ نمونے حصہ دوم محترمہ نذیر فاطمہ نے مرتب کیا ہے اس میں مختلف قسم کے نمونے ہیں۔ جالی کے چھوٹے چھوٹے بڑے پھول، گلدستے، کھلے بیلیں، گریبان، اور جگ کو، میزپوش، کشتی پوش، لیسیں گلے وغیرہ وغیرہ کے نئی نئی طرز کے قریبًا اتنے ہی نفیس و دلکش نمونے ہیں جو کئی سو نمونوں میں سے چھانٹے گئے ہیں۔ جالی اور تکین کاری، جالی میں کشیدہ، جالی میں کروشیا وغیرہ کے متعدد حسین نمونے ہیں۔ نمونوں کے ساتھ انکے بنانیکی ترکیبیں اسقدر مفصل اور عام فہم ہیں کہ نو آموز لڑکیاں بھی اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور جو خواتین تھوڑا بہت جالی کا کام جانتی ہیں وہ متعدد نمونے دیکھ کر پھڑک اٹھیں گی ۳۰ نمونے بلاکوں کے ترکیبیں مفصل مکمل اور عام فہم مضامین بے انتہا کارآمد قیمت عہ زنانہ دستکاری کی کتابوں میں اس کتاب سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ

عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو عورت کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام کاج اچھی طرح نہیں کر سکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ بلقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ کی کتاب خانہ داری کے تجربات پھوہڑ بے ڈھنگی لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور سگھڑ بنجائیں گی کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بناء پر نہایت محنت اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں فصل اول میں ان ۴۳ کھانوں کی تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش یا کسی تکلیف کے رفع کرنے میں مدد دیتے ہیں یا بیماری سے اٹھ کر کمزوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے فصل دوم میں مفید صحت توانا تندرست رہنے کے بیش بہا مضامین ہیں۔ مثلًا

پانی کی احتیاط	دودھ کی احتیاط	باسی روٹی	مرچ
دوشس کا تجربہ	رات کو سوتے وقت	اصول تربیت	اچھی غذا
آرام کی ضرورت	جسم کی صفائی	ہمارا ان مکان	

فصل سوم میں وہ کارآمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھردار عورت کے لئے اشد ضروری ہے۔

نوکروں سے برتاؤ	بچوں کی تربیت	شادی بیاہ مہمان جانا
صنعت وحرفت	کام کی باتیں	جاڑوں کی راتیں

غرض خانہ داری کے تجربات کا ہر مضمون جو ذاتی تجربوں کی بناء پر نہایت سلیقہ اور خوبی سے لکھا گیا ہے ہر شریف عورت اور لڑکی کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے عورتوں کی زندگی میں اس کتاب سے ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے قیمت ۱۲؍

سفید لنواں خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ جس میں تندرستی اور بیماری کے متعلق نہایت کارآمد مضامین ہیں مثلًا آنکھوں کی قدر قیمت نظر کی کمزوری کے اسباب اختلاج قلب۔ ہچکی۔ مختلف قسم کے درد قبض لو لگنا۔ کھانسی زکام وغیرہ کے اسباب۔ علامت ہدایات احتیاطیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس کتاب میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس میں سنی سنائی باتیں لکھی ہوں یا کسی کتاب سے کچھ نقل کیا گیا ہو بلکہ ہر ایک چیز ذاتی تجربہ کی بناء پر لکھی ہے قیمت ۸؍

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر کی بے مثل کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتوں کی جانیں زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں نہ ہر جگہ ایسا معقول انتظام ہے کہ امیر غریب سب فائدہ اٹھا سکیں نہ ہندوستانی زبانوں میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوئی جو انہیں پورا پورا فائدہ پہنچا سکے کپتان صاحب موصوف کی طبی ہدایتوں سے ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فائدہ اٹھایا ہے اور آپ مشکل سے مشکل پیچیدہ کو پیچیدہ اور خشک سے خشک عنوانوں پر اس قدر عام فہم اور دلآویز پیرایہ میں اظہار خیالات فرماتے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ان سے پوری طرح فائدہ اٹھاتی ہیں کپتان صاحب نے یہ کتابیں نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں جن میں حاملہ اور زچہ کے متعلق کوئی بات چھوڑی نہیں گئی پھر جو مشورے دیئے گئے ہیں وہ سب عام ہندوستانی معاشرت محفوظ رکھ کر جن سے ہندوستان کی عورتیں بیحد فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

حاملہ و زچہ

دونوں حصوں میں ۲۴ فوٹو بلاک کی تصاویر ہیں جو صرف کثیر کے بعد خاص طور پر اس کتاب کے لئے تیار کی گئی ہیں اور یہ شکلیں بہت صاف اور واضح ہیں دونوں حصوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ علاوہ محصول ہے ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اتنی محنت اور قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور کارآمد اس قدر جامع اور مفصل و مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک شائع نہیں ہوئی۔ ہر گھر میں اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں سے ہے۔

صنعت و حرفت

یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جس کے بعض مضامین عصمت میں شائع ہوئے تھے کہ سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔ سینکڑوں خواتین نے ان مضامین کے نسخوں کو آزمایا اور بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی ایثار کی داد دی آخر مصنفہ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کر کے ایک ضخیم کتاب تیار فرما دی جس میں خواتین ہند کو بڑے پیمانے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت کرنے اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کر لینے کے بے بہا مشورے دیئے ہیں۔ جن میں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں صابن سازیاں لکڑی کے سامان رنگ و روغن۔ دانتوں کے لئے منجن کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ ویسلین غازہ حسن یا بیڈ بس اور روغن۔ خضاب مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے سمنٹ وغیرہ۔ بوٹ پولش کریم اور پالش شربت سازی سرکہ۔ لاکھ کی تجارت۔ ربڑ اور مکھن کی تجارت۔ اچار مربے چٹنیاں وغیرہ۔ خوشبودار تمباکو خوردنی۔ تیزاب عطریات۔ ارواح لیسنس تیل۔ ادرک قند۔ چاک اور بتیاں۔ کافور۔ رنڈی کا تیل۔ نشاستہ آئس کریم۔ شیشے بنانا وغیرہ وغیرہ ۴۳ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ سنا سنایا درج نہیں نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ تجربہ کیا ہوا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی کتاب صنعت و حرفت نادار اور کم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کرے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت اور خودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب صنعت و حرفت کی موجودگی میں بہت سا ایک رقم جمع کر سکیں گی قیمت دو روپیہ ۲ مجلد سوا دو روپیہ (۲؎)

آئینہ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہوئی تھیں مگر وہ سب ملکر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کئے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر بآسانی ہر شخص فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو صحیح اصولوں پر مرمت نہیں کرتے اور بغیر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزہ کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے۔ ڈرائیور اور مکینک کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہو جانے سے محفوظ ہو جاتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کرا دیا گیا ہے ہر خرابی کے اسباب تحریر کئے گئے ہیں جن سے ہر نقص بآسانی دور کیا جا سکتا ہے پھر موٹر چلانے کے اصول بھی درج کئے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بے شمار تصاویر دی گئی ہیں یہ کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے ایک ماہر فن کی جنھوں نے جرمنی میں یہی کام کیا ہے برسوں کی محنت ہے قیمت (پانچ روپیہ ۵؎)

بچیوں اور لڑکیوں کے لئے

زنانہ بستہ

دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب۔ ننھی ننھی بچیوں کو بطور قاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ (۲) کہانیوں کی کتاب۔ سات نہایت ہی دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنھیں بچیاں مزے لے لے کر پڑھتی ہیں (۳) کھیل کی کتاب۔ چھوٹی بچیوں کی عمر کے لحاظ سے دلچسپ کھیل کھیلنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں (۴) لکھنے کی کتاب جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے گئے ہیں۔ قلم دوات کاغذ کا استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے مختلف نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) نماز کی کتاب۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتائی ہیں نماز کے فائدے وضو کا پورا بیان اس کے بعد نماز کا بیان اس قدر آسان کہ بچیاں خود بخود سمجھ کر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد روزہ کا بیان ہے (۶) کھانے پکانے کی کتاب مضامین کے عنوانات یہ ہیں ضروری ہدایتیں۔ روٹی، دال، باورچی خانہ کیسا ہو۔ مصالحہ کیا کیا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے، گوشت سادہ ترکاری کا کیسا پکایا جاتا ہے ان کے بعد چاول، کھچڑی۔ کوفتے۔ پلاؤ، شامی کباب، پراٹھے، کھٹا گوشت، انڈوں کے کوفتے اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) تندرستی کی کتاب مضامین کے عنوانات یہ ہیں صفائی غسل۔ کھانا۔ سونا۔ دانتوں کی صفائی آنکھوں کی حفاظت۔ مکان کی صفائی۔ معدہ کی صفائی۔ سیر و تفریح تندرستی کے اصول (۸) تہذیب، ادب، اور اخلاق کی کتاب جس میں کھانے پینے کے ملنے ملانے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے ادب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں۔ ماں باپ اور شوہر کے حقوق پر بھی دل نشین بحث ہے پھر تواضع۔ حیا۔ صبر و استقلال۔ معافی۔ کفایت شعاری محنت پر نہایت مفید باتیں لکھی گئی ہیں (۹) پردہ کی کتاب جس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض باتیں نہایت کام کی بتائی گئی ہیں (۱۰) خانہ داری کی کتاب۔ یا دلہن کا جہیز جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر مؤثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نندیں کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں جو کتاب ہے جس مضمون پر مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور بڑے کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے بار بار پڑھتی ہیں ضخامت پونے دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید یہ دس کتابیں یکجا ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

بچوں اور بچیوں کے لئے کتابیں

مزیدار کہانیاں چھوٹے بچوں کے مطلب کی انہیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب سید الخیم صاحب نے لکھی ہیں دلّی کی زبان اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک بھی کہانی نہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ سکیں اول تو کہانیوں کی دلچسپی اس پر عمدہ عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے۔ قیمت ۵ر

جاپانی کہانیاں (باتصویر) مسز فضلی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انھوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوان یہ ہیں چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا۔ انگلی کے برابر بچہ۔ عجیب شتنا اور کیکڑا اور مگر بچوں کا باغ، شنتو کو مارو وغیرہ جاپانی بچوں کی یہ بہترین ۱۴ کہانیاں ہیں جن سے بچے بہادر، بلند ہمت محنتی جفاکش ہوتے ہیں ہر کہانی کے ساتھ کئی کئی عمدہ تصویریں ہیں قیمت ایک روپیہ۔

بچوں کی دنیا ملک روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں مرد عورت، بچے سب پسند کرتے ہیں۔ ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے ۵ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا گیا ہے دلچسپ ہونے کے علاوہ بچوں میں ان کہانیوں سے نیکی، محبت بہادری، حب الوطنی، ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۸ر

بالشتیوں کی دنیا یعنی مختصر دنیا، ایک سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا۔ بالشتیے اسے دیو سمجھنے لگے سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا کبھی سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا بہت آسان زبان میں اس دلچسپ کہانی کا ترجمہ کیا گیا ہے بچے اور بچیاں مزے لے لے کے پڑھتی ہیں قیمت ۵ر

زنانہ نظموں کے دو مجموعے

آئینہ جمال یعنی دورِ حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ ملقب جمال حسنکا کی ۲۰ نظمیں نہایت دلآویز اور اخلاق آموز۔ اسلام کے دورِ اولین کے سبق آموز منظوم واقعات درد قومی کی تڑپ مناظر قدرت کی مصوری، جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی، موسیقی کی لطافت۔ کیا خوبی ہے۔ جو آئینۂ جمال میں نہیں۔ خوف خدا۔ پاس مذہب۔ حب وطنی۔ ایثار ہمت بہادری کے جذبات اس کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں قومی، ملی، اخلاقی، تاریخی نیچرل نظموں کا مجموعہ ہے اور عورتوں میں خوب مقبول رہا ہے یہ نظمیں چار حصوں میں منقسم ہیں (۱) جذبات پریشان (۲) جبروت السلام (۳) ترانہ ملتہ (۴) نگار خانہ فطرت ہر حصہ میں دس دس نظمیں ہیں۔ اخبارات نے شاندار ریویو کئے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

شمع خاموش اردو کی مشہور شاعرہ محبوب بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ مولانا راشد الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھکر مرتب کیا۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصانیف

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
آمنہ کا لال	عہ	بنت الوقت	۸ر
سیدہ کا لال	۱۲ر	منازل السائرہ دو حصے	؁
الزہرا	۱۲ر	بچہ کا کرتہ	۴ر
عروس کربلا	۱۴ر	امین کا دم واپسین	۴ر
وداع خاتون	۵ر	شہنشاہ کا فیصلہ	۴ر
شام زندگی	عہ	وینڈیا کی سرگذشت	۴ر
صبح زندگی	عہ	فسانہ سعید	۵ر
نوحہ زندگی	۱۲ر	چہار عالم	۴ر
شب زندگی دو حصے	؁	شہید مغرب	عہ
محبوب خداوند	۱۲ر	سراب مغرب	۸ر
نسوانی زندگی	۸ر	دُرِ شہوار	۸ر
طوفان حیات	عہ	سات روحوں کے اعمالنامے	۸ر
حیات صالحہ	عہ	قرآنی قصے	عہ
تمغہ شیطانی	۱۲ر	عروس مشرق	۱۰ر
جوہر قدامت	عہ	بزم رفتگان (با تصویر)	۱۰ر
یاسمین شام	۱۴ر	گدڑی میں لال	۱۴ر
مودودہ	۸ر	نالہ زار	۱۲ر
غدر کی ماری شہزادیاں	۱۲ر	بے فکری کا آخری دن	۴ر
ستونتی	۷ر	سیاحت ہند	عہ
قلب حزیں	۸ر	گرداب حیات	عہ
وداع ظفر (با تصویر)	عہ	دادا لال بجھکڑ	۸ر
تیغ کمال	عہ	احکام نسواں	عہ
بساط حیات	۸ر	حُسن حقیقی	۶ر
گلدستہ عید	۸ر	مسلی ہوئی پتیاں	۶ر
گرفتار قفس	۴ر	داستان پارینہ (با تصویر)	۱۲ر
روداد قفس	۱۰ر	دعائیں	۸ر
انگوٹھی کا راز	۶ر	چمنستان مغرب	عہ
نغمۂ عصمت	۵ر	بلبل بہار	۱۰ر
منظر طرابلس	۵ر	یادگار تمدن	۶ر
منازل ترقی	۴ر	دلی کی آخری بہار	عہ
سیلاب اشک (با تصویر)	عہ	حور اور انسان	۱۲ر
جوہر عصمت	عہ	نشیب و فراز	۴ر
نانی عشو	۱۰ر	محصولڈاک بذمہ خریدار۔	
طوفان اشک	۱۴ر		
سودائے نقد	۵ر		
ولایتی نغمی	۶ر		

حضرت علامہ مغفور کی یہ کتابیں نیز خواتین کے مطلب کی بہترین اردو کتب دفتر عصمت دہلی سے منگائیے۔

نامور مصنفین کی بہترین کتابیں

دودھ کی قیمت منشی پریم چند آنجہانی کے ۱۰ افسانے اور ایک ڈراما منشی جی ہی کے نہیں اردو کے بہترین افسانوں کا یہ دلآویز مجموعہ ہے۔ افسانے اصلاحی اخلاقی معاشرتی ہیں سبق آموز و نتیجہ خیز ہیں اور خاص طور پر شریف بیگمات کے لئے لکھے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

روحانی شادی یہ اصلاحی ڈراما بھی ملک کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند نے خواتین کے لئے لکھا تھا۔ یہ پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے نہایت کامیاب ہے نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے۔ دلچسپ اور دلآویز ہے عبرتناک بھی ہے اور کافی تفریحی مذاحیہ بھی ہے اصلاح معاشرت پر اتنے موثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

دامن باغباں ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان، روزمرہ نہایت عام فہم سلجھے ہوئے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے دامن باغباں ڈاکٹر صاحب کے ۱۰ افسانوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱ نصیبن کا بیاہ۔ نمبر ۲ خدا کا باغی نمبر ۳ نجی رکا تعویذ نمبر ۴ بڑا آدمی نمبر ۵ سکون نا آشنا دل نمبر ۶ حسرت نصیب۔ مزدور نمبر ۷ حفاظت کے فرشتے اس مجموعہ کے وہ دلآویز نتیجہ خیز سبق آموز افسانے ہیں جو اردو کے بہترین افسانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور صرف ایک ہی افسانے کے پڑھنے سے ساری کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے افسانے جس قدر دلچسپ ہیں اتنا ہی بڑھیا اور لائق کاغذ لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

افسانۂ حرم یہ کہانیاں لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہیں جن سے کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے لڑکیاں کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گی طرز بیان میں دلآویزی ہے عبارت بہت ہی آسان عام ہندوستانی گھرانوں کی کیفیت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

آفتاب زندگی مولانا سیماب اکبرآبادی جن کی قابلیت کتابت نازبستہ لڑکیوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اب پوتھی دفعہ چھپی ہے یہ قصہ انہی کی تصنیف ہے جس میں ایک لڑکی کی شادی تک کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس کا مطالعہ سبق آموز اور مفید ہے زبان سلیس عام فہم کاغذ معمولی قیمت صرف ۶ر

شباب زندگی آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ جس میں شمس النساء کی شادی سے لیکر اس وقت تک کے حالات درج ہیں جب تک کہ وہ بال بچوں والی ہو گئی۔ اس ضمن میں جو مصائب اور تکلیفیں جو آرام اور جو راحتیں اس نے اٹھائیں اور تجربے اس نے حاصل کئے وہ سننے اور پڑھنے اور گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہیں۔ قیمت ۶ر

The ISMAT, Delhi.
عصمت
ستمبر ۱۹۳۸ء

مصوّرِ غم حضرت علّامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ مشرق کے ان چند بے مثل مصنفوں میں تھے جن پر مادرِ ہند ہمیشہ فخر کریگی۔ آپ جب کبھی قلم اٹھاتے تھے تو سدا بہار پھولوں کا مینہ برسا دیتے تھے۔ وہ پھول جن کی عطر ریزی مشامِ جان کو معطر کرتی ہے یا دتو لٹریچر کی ہر صنف میں علامہ مغفور کی تحریریں سلک مروارید اور جواہر پارے کہلانے کی مستحق ہیں جن کی آب و تاب ہمیشہ اسے منور رکھے گی۔ لیکن مولانا کا امتیاز خصوصی ٹریجڈی تھی اور جیسی داستان غم مولانا لکھتے تھے ہماری زبان میں تو کیا ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹریجڈی کے علامہ راشد الخیری بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ تھے جو آج بھی لاکھوں قلوب انسانی پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر و سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے فقرے۔ شیریں و خوش گوار بندشیں۔ غمگینی و بے قراری اور تڑپ لئے ہوئے ہیں۔ جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اتر جاتی ہیں اور یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہندوستان کے کسی اور مصنف کی تحریر میں نہیں۔

ذیل میں علامہ مغفور کی تمام کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ لیکن اشتہار میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے کیونکہ حضرت علامہ راشد الخیری کی بیش بہا تصنیفات ہماری تعریف سے بالا تر ہیں۔ حسن ظاہری کے اعتبار سے بھی یہ کتابیں شریف بیگمات اور معزز حضرات کے کتب خانوں کی زینت ہیں۔ کاغذ عمدہ قسم کا سفید خوب دبیز اور چکنا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ سرورق خوبصورت رنگین۔ سائز سب کتابوں کا ۲۲×۱۸/۸ا قیمت بحساب ۲ر فی جزو

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیاتِ صالحہ یا صالحات

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائیگی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کے کیسے کیسے استقلال سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصے کے ضمن میں چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلی کی بیگماتی کوثر سے دھلی ہوئی واقعات اس قدر موثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں پونے دو سو صفحات قیمت صرف عمہ

صبحِ زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اردو زبان میں کوئی ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ بیس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک ایک لاکھ کے قریب فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ وہی ہے جو شروع میں تھا۔ یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی و بربادی سے بچایا۔ اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے

صبحِ زندگی

لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب اس سے زیادہ موثر و دلچسپ اصلاحی ناول آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں اکیس (۲۱) مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

شامِ زندگی

نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو مصوّرِ غم کا خطاب دلوایا تھا۔ اٹھارہ دفعہ چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

شبِ زندگی

یہ علامہ موصوف کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے اور اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے۔ نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو وسیم دلہن ایسی پتھر نکلی کہ الامان والحفیظ اس کے مقابلہ میں نسترن کی سلیقہ شعاری اور ادائیگی فرائض آپ کی ہمدردی حاصل کرے گی۔ نہایت دلچسپ اور بہت موثر ناول ہے۔ اس کا چودھواں ایڈیشن چھپا ہے۔

شبِ زندگی حصّہ دوم

بتائیگی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے دل کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروئین فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے گیارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت عمہ۔ شبِ زندگی مکمل دو روپیہ۔

نوحۂ زندگی

وہ سنگدل باپ جس نے لڑکی کو اس تمنا پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا باغ باغ ہے وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا اور

محصول ڈاک بذمہ خریدار

پندرہ برس تک پرورش کی بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر نکاح ثانی کے جرم میں پیر کی مصیبتیں ٹوٹ رہی ہے حال جاں ہے **نوحۂ زندگی** میں آپ کو ایک قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے۔ بیوہ کے نکاح ثانی پر بہت مشہور و مقبول کتاب ہے نواں ایڈیشن قیمت ۱۲؍

طوفانِ حیات

اس کتاب کی ہیروئن مشرکہ کی زندگی ہما قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں لغو رسموں کا نشان تک باقی نہیں رہتا فرک جو ونیلئے نسواں پر عام طور سے قابض ہے طوفان حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔ اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ قیمت صرف عہ؍

جوہرِ قدامت

دو بہنوں کی پُرلطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چھپتے تھے اور مغربی رو کس سمت انھیں لے جا رہی ہے۔ **جوہر قدامت** کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ عہ

منازل السائرہ

صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے۔ قیمت ایک روپیہ حصہ دوم عہ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی

صد درجہ دلآویز سبق آموز افسانہ جس میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر اپنے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناک کٹے والی بہری، تلاجی، خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ وہاں نقیس پیرجی شیرازی کے واقعات اس قدر دردانگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں قیمت ۱۱؍

سات روحوں کے اعمالنامے

دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے

کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل آئیں۔ آخری نوح کے کلمات اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے۔ قیمت ۸؍

غدر کی ماری شہزادیاں

یا تبلہ میں میلہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی مغلی کی شہزادیوں اور بیگموں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ رنگین رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۱۲؍

ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے محبت و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ۱؍

موؤدہ

لڑکیوں کے ترکہ پدری کے متعلق علامہ مغفور کا نہایت موثر درد و غم بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد و سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ حال میں پانچویں مرتبہ شائع ہوئی ہے قیمت ۸؍

تفسیرِ عصمت

جوبلی نمبر عصمت کا مقبول دلآویز افسانہ جس کا کیرکٹر اس قدر پُرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ بیساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں خلع اور ارتداد پر اس سے بڑھ کر موثر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا قیمت ۱۵؍

انگوٹھی کا راز

جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے شائع کیا گیا تھا۔ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رالو کا عبرت انگیز انجام سہالی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز نہایت خوبی سے حل کرتا ہے۔ یہ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے ۶؍

ولائتی ننھی

نانی عشو کے جوڑ کا نہایت پُرلطف (با تصویر) افسانہ جس کے ہر ہر فقرہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں قیمت ۸؍ با تصویر ہے۔

منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانے میں دکھلایا گیا ہے کہ فیاض تنقی کی دھن۔ لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو بیچ کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے ولی اور بشیرن دونوں میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت عجیب ہیں قیمت ۸؍

بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دنیا اس کی محبت و ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت موثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے قیمت ۸؍

وِڈیا کی سرگذشت

مگر آہ وہ موتی وہاں بھی نہ تھا۔ فیشن وجدت کی دلدادہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو بار سوم قیمت ۴؍

چار عالم

ایک دردانگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پرندوں کی بحث، ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے۔ چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قصہ کا پلاٹ بے حد دلچسپ ہے۔ پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی ہیں قیمت صرف ۴؍

بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بیشل مرقع وقت کو اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸؍

سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج، پارٹیز کا حشر، ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی آٹھ مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۸؍ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

فسانۂ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصنف نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے۔ قیمت ۸؍

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ مغفور کے مختصر افسانوں کا پینتیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ جذبات نسوانی کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی، جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے سے ضخیم ناول قربان ہیں مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔

جوہر عصمت

۱۴ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ عرفان ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر کے جیلخانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں (۲) بھنور کی دلھن بلوچی قوم کے مرد و عورت کے عمیق کیرکٹر اور ازدواج ثانی پر نہایت موثر بحثیں محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلچسپ افسانہ (۳) اگلی صحبتیں ہزار ڈیڑھ ہزار برس پہلے کے تمدن کا ایک عجیب مرقع۔ شجاعت و جان نثاری دوستی و وفاداری اور سچی محبت کے عبرت انگیز مناظر (۴) افسانہ تنویر۔ ملکہ تنویر کی دردبھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل۔ معزہ کی شرارت اور انتقام۔ امیر کی بدگمانی اور سنگدلی و محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) تماوچ کا کینہ دولت و عصمت کا مقابلہ (۷) مامون رشید کا دربار اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہر زاد ملکہ طرابلس اور بادشاہ کا انتزاق ملکہ کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا (۱۱) ہر قسم کی مصیبت خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ (۱۲) غلط فہمی نہایت پر اثر قصہ (۱۳) خاتمہ بالخیر ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گزرنا چاہیے۔ بہت مشہور و مقبول ہوا اب چھٹی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

سیلاب اشک باتصویر

سات دردانگیز افسانے (۱) پرستار محبت عورت کا دل وفا و محبت کے خزانہ سے مالا مال ہے یہ سبق آموز افسانہ پڑھ کر سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک کر دیگا اس کا ثبوت ہے۔ اور بے انتہا مقبول ہوا ہے (۲) باورچن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی کی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر حیرت کر دیتی ہے (۳) ہلالی قوم کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا ہیں۔ خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں ضمیر اور ایمان کیا کام کرتا ہے۔ اس دردانگیز افسانے سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا دئے (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے۔ اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں۔ (۵) عدل گلبدن شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے قصور بچی بے انتہا موثر افسانہ (۷) نثریا کا تحفہ ہر افسانے کے ساتھ زر کثیر صرف کر کے فوٹو بلاک تصاویر لگائی گئی ہیں۔ چوتھی دفعہ چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

طوفان اشک

یعنی رواج کی بھینٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں، دردانگیز اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے مضامین

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	میں نے کیا دیکھا
کلنک کا ٹیکا	سوتیلی ماں کا آخر وقت	اس ہاتھ لے	شہید معاشرت
بیوی کی بھنک	نو عمیق کا خواب	تفسیر عبارت	طوفان اشک

بار سوم قیمت ایک روپیہ

نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم نے ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں عورت کے ساتھ ماں، بیوی، بیٹی، بہن کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی اور ثابت کیا ہے کہ شریف عورت ہر حیثیت میں ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ قیمت صرف ۸؍

کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی۔ جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ۔ خالد بن ولید اور شرجیلؓ کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی۔ جرأت، جانبازی اور شیاعت کے دل ہلا دینے والے واقعات کا یاسمین شام میں مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ۔ خدا ترس ماں۔ اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ۱۲

تیغِ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے مفصل حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے مناظر دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھیے۔ جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا کیے گئے ہیں۔ شہزادی کورن کورٹ کا افسانۂ محبت۔ مصطفےٰ کمال کا سب کے دانت کھٹے کرنا اور جدید ترکی کی بنا ڈالنا واقعات دردانگیز بہر علامہ راشد الخیری کا قلم قیمت ایک روپیہ

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصّے

اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصّے مسلمان لڑکیوں کے لیے ان کی سمجھ کے مطابق انھیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے۔ عورتوں کے لیے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے۔ جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔ قیمت عہ

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے گزشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غم نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز رخصت ہو رہی ہیں۔ اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰/

محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں۔ قیمت ۶/

بزمِ رفتگان

اُردو ادب کی غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایۂ ناز خواتین اور باکمال شعراء و ادباء کی یاد میں لکھے گئے تھے جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں۔ حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزم رفتگان کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰/

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ اور ہنرمند کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے

و

لیے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں۔ یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے۔ یہی ہیں وہ مضامین جنھوں نے دس بیس سو پچاس نہیں ہزارہا عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور وہ کامیاب گھر والی بن کر خوشگوار زندگی گزارنے لگیں۔ قیمت ۱۲

سیاحتِ ہند

ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے حالات عصمت اور بنات میں شائع فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے۔ جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے واقفیت ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت عہ

بیفکری کا آخری دن

اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لیے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھنے لگیں۔ خوشگوار زندگی گزارنے کی تیاری کر سکیں۔ اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوارپنے کی قدر کریں۔ قیمت ۸/

احکامِ نسواں

عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور صاف ستھری زبان میں واضح طور پر ہوگی۔ تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے۔ اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم احکام جمع کر دیے گئے ہیں۔ کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہیے۔ اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت عہ

دُعائیں

حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف۔ ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لیے دعائیں تو مانگتے ہیں۔ مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں۔ مصور غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں۔ جو اس قدر سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی دعائیں۔ پیغمبروں کی دعائیں۔ سرور کائناتؐ اور آپ کے عزیزوں کی دعائیں بھی ہیں۔ باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی۔ قیمت ۸/

چمنستانِ مغرب

خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت۔ ادب غرض ہر موضوع پر خواتین کے لیے مفید ہو سکتا

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ہیں انگریزی زبان سے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے جنہیں پڑھ کر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبع زاد کا دھوکہ ہوتا ہے۔ مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اس زبان میں منتقل کیا تو اس سلیقہ کے ساتھ کہ مشرقی بیبیاں اپنی دلچسپی کا لطف اٹھانے کے علاوہ کام کی باتوں سے بھی فائدہ اٹھا سکیں قیمت عمر

دلی کی آخری بہار

۶۰ برس پہلے دلی کیا تھی۔ مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے۔ میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت۔ تعلقات۔ وضعداری کی درد انگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگر خراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشا پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا۔ قلعہ معلی کی کوثر کی دھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ افسانہ نے سنگدل مردوں کو تڑپا دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشا کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریا ہے لطافت کا جو بہہ رہا ہے۔ ایک مسئلہ بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۹۰۳ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت ۱ر

داستان پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے۔ آپ کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی۔ اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضمونوں کا مجموعہ پڑھئے۔ کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دیا۔ علامہ راشد الخیری جیسے بے مثل انشاپرداز مورخ کا کام تھا۔ واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلآویزی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو ناروا حملے کئے ان کے اس قدر مدلل اور دندان شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مع تصویر قیمت ۱۲ر

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے درد انگیز مضامین ہیں جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جنہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں قیمت ۱۲ر

د

بلبل بیمار

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردہ کے مختلف پہلوؤں پر طبقۂ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے تہائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصور غم خداداد قابلیت رکھتے تھے۔ کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون ختم نہ کیا جائے۔ پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ قیمت ۱۰ر

یادگار تمدن

تمدن حقوق نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا۔ اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے۔ طرز بیان اس قدر دلآویز اور موثر ہے کہ ایک ایک سطر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اور یہ علامہ مغفور کی بے مثل انشاپردازی کا معمولی کرشمہ ہے۔ قیمت ۶ر

گرداب حیات

حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا ہے۔ اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنوار دی۔ قیمت ایک روپیہ۔

بساط حیات

چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ۔ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں۔ یہ جانوروں کی زبان معمولی انسانی کہانیاں نہیں۔ قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاح معاشرت کے اسباق بے بہا ہیں قیمت ۶ر

حور اور انسان

اب سے پچیس سال قبل تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند نہایت موثر اور درد انگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنہوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں تہلکہ مچا دیا تھا اس مجموعہ میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زریں دور اول کے ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں :- حور اور انسان۔ پریوں کی محفل۔ ضمیرہ۔ شمع کا خون۔ انتہائے حمیت۔ ایک روح کی سرگذشت۔ سوکن کی نصیحت۔ ہر افسانہ سبق آموز اور موثر ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر

نشیب و فراز

آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ہر افسانہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ قیمت ۴ر

دادا لال بجھکڑ

پانچ نہایت ہی پرلطف مزاحیہ قصے جنہیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں

محصولڈاک بذمہ خریدار

ولائتی ننھی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس درجہ کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

مسلمان عورت کے حقوق

اس مجموعے میں حقوق نسواں کی حمایت میں وہ متفرق مضامین ہیں جو گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں عصمت اور دوسرے پرچوں میں نکل کر شریف برادران انسانوں سے آنسوؤں کا خراج حاصل کر چکے ہیں۔ جو مرد خانگی زندگی خوشگوار بنانے کے آرزومند ہیں۔ جو عورتیں معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقعت اور کیا درجہ ہے۔ وہ اس مجموعہ کا مطالعہ کریں جس دل میں مسلمانوں کی ترقی اور بہتری کا درد ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ ان مضامین کو پڑھے اور نہ تڑپ اٹھے۔ ۱۲؍

ساجن موہنی

بہت سی بیبیاں باوجود کوشش کے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتیں کیونکہ انھیں تسخیر شوہر کے گر ہی نہیں معلوم۔ میاں بیوی میں آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے اور زندگی میں بے لطفی پھیکا پن ہی نہیں ناخوشگواری بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔ اس مجموعہ کا مطالعہ نہ صرف شادی شدہ خواتین ہی کے لئے بے انتہا مفید ہے۔ بلکہ ان لڑکیوں کے لئے بھی جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ ۸؍

خدائی راج اور دوسرے افسانے

اردو کے سب سے پہلے مختصر افسانہ نگار کے آخری افسانوں کا بے مثل مجموعہ جس میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے۔ اور جذبات انسانی کی درد انگیز ترجمانی کی گئی ہے۔ پلاٹ۔ مکالمہ۔ کردار نگاری۔ مناظر نویسی۔ جذبات نگاری ہر اعتبار سے یہ افسانے مشرق کے بہترین افسانوں میں سے ہیں۔ جن پر اردو ادب ہمیشہ فخر کیے گا۔ عہ؍

زیور اسلام

مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے نہایت مؤثر مذہبی مضامین جن کے مطالعہ سے انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی ہستی کیا معنی رکھتی ہے اور آئندہ زندگی کو خطرات سے بچا کر ایک مسلمان کی حیثیت سے پُر لطف و باطمینان زندگی کس طرح بسر کی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے بندوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اور انھیں دینی و دنیاوی فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دینا چاہئے۔ علامہ راشد الخیریؒ کی ہر تحریر کی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ ادبیت اور مذہبیت۔ خشک سے خشک موضوع کو اس قدر لطیف اور دلاویز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ مجال ہے کہ طبیعت ذرا اکتا جائے۔ معمولی پڑھی لکھی عورتوں ہی کے لئے نہیں تہذیب جدید کی دلدادہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لئے بھی اس مجموعہ میں گراں بہا اسلامی معلومات ہیں۔ جو زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے میں مدد دیں گی۔ قیمت عہ؍

شادی کا انتخاب

بلنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی

اس وقت اولاد کی شادی کا انتخاب مسلمانوں کے لئے نہایت اہم مسئلہ ہے۔ کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جہاں والدین پریشان نہ ہوں۔ کہ جوان لڑکیاں بیٹھی ہیں اور موزوں بر نہیں جڑتا۔ لڑکیاں اس معاملہ میں دم بخود ہیں اور والدین بھی حالات کے تحت میں کرنے پر مجبور۔ لڑکیاں شادی کے وقت کیا کریں۔ مذہب اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے۔ لڑکی لڑکے کی شادی کے وقت کن باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ خواتین ہند کے محسن اعظم نے بیمار پڑنے سے قبل ایک مستقل کتاب اس موضوع پر شروع فرمائی تھی لیکن موت نے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی جس قدر صفحے لکھے جا چکے تھے ان کے ساتھ عصمت کے تیس سال کے فائل سے تلاش کر کے اس موضوع پر علامہ مغفور کے زیادہ سے زیادہ مضامین جمع کئے گئے ہیں ۸؍

عالم نسواں

ان ملکی اور غیر ملکی واقعات پر جو خواتین بالخصوص مسلمان عورتوں سے متعلق تھے حضرت علامہ مغفور کا اپنے مخصوص پیرایہ میں تبصرہ۔ تحریک نسواں۔ بیداری نسواں۔ آزادی نسواں۔ حریت نسواں سے جنہیں ذرا بھی دلچسپی ہے وہ علامہ مغفور کے جنہوں نے نصف صدی عورتوں کی ترقی اور بہتری کی کوششوں میں ختم کر دی۔ ان گراں بہا خیالات کی قدر کریں گے۔ ۸؍

فریب ہستی

وہ بیش بہا مضامین جو اصلاح معاشرت اور اصلاح اخلاق کے متعلق ہیں اور جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان گھرانے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں۔ اور ان کی حالت درست ہونے کی کیا تدابیر ہیں ۶؍

بکھری ہوئی پتیاں

مختلف موضوعات کے متفرق مضامین۔ اس مجموعہ میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو بعض گذشتہ مجموعوں مثلاً گدڑی میں لال۔ بزم رفتگان۔ بے فکری کا آخری دن۔ عروس مشرق۔ گرداب حیات وغیرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ انشائے لطیف اور کئی درد انگیز نظمیں بھی ہیں۔ گویا اس مجموعہ میں لٹریچر میں حضرت علامہ مغفور کی کئی مختلف حیثیتیں نظر آتی ہیں۔ عہ؍

عصمت کا راشد الخیری نمبر

یہ تاریخی پرچہ ہے جس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے مصلح اعظم کی بارہ میں مؤثر مضامین لکھے اور ان کی تصانیف پر تنقیدیں کیں اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق

محصول ڈاک بذمہ خریدار

البانیہ کی زنانہ پلٹن

اپنی پریڈ کا مظاہرہ

کر رہی ہے -

کوہ ایورسٹ کی چوٹی

پر چڑھنے والی مہم کے

اراکین کا لباس

مانچسٹر کے وسیع ٹاؤن ہال کا ایک منظر

زمانۂ قدیم و جدید کے انجنوں

کا مقابلہ

۱۹۳۸ء کا ,, جوبلی ،، اور

۱۸۱۸ء ۲ ,, فلائنگ سکاٹسمین ،،

رسالہ عصمت دہلی

اکتیسواں[۳۱] سال | بابت ماہِ ستمبر ۱۹۳۸ء عیسوی | جلد ۶۱ نمبر ۳

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک سٹال پر بھی ۵ ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابوابین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی کریں
تو ان کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۲۰ تاریخ کو شائع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کے تمام خریداروں کو پہونچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد قیمتاً ملے گا (۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو جدید خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے۔ کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہونچاتا ہے کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا۔ حالانکہ تمام خریداروں کو ۲۰ تاریخ کو رسالہ بھیجدیا جاتا ہے۔ ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دیدیں۔

(۳) جب ہمیں خط لکھیں جدید خریداری نمبر ضروری لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیج کر دفتر سے معلوم کر لیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہو سکے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے (۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمائیے۔

(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو چار روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ آئندہ سال کا چندہ بھیجدیں۔ انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی واپس کر کے شدید نقصان پہونچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کے لئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی وصول کر لینا چاہیئے۔

براہ کرم ان چند باتوں کا ہمیشہ خیال رکھئے

منیجر

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کا وقت اور محنت بیکار نہ جائے۔

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رُخ پر روشن سیاہی سے، نظر ثانی، مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) ایڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے کہ جگہ نہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ روانہ کیا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہو۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں۔ نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے، جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہو سکتی ہے ردی کر دئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے۔ عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں۔ جو ہندو مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ غرض سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) عصمت ہر سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں تقریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین اور حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر

اسلام میں بیوی کا درجہ

ہندوستانی مسلمانوں میں اس وقت لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ کسی اہم مسئلہ سے کم نہیں ہے۔ بہت کم خاندان ہوں گے جہاں والدین پریشان نہ ہوں کہ جوان لڑکیاں بیٹھی ہیں اور بر نہیں جڑتا۔ لڑکیاں اس معاملہ میں دم بخود ہیں۔ اور والدین بھی حالات کے تحت میں کرنے پر مجبور۔ لڑکیاں شادی کے وقت کیا کریں۔ مذہب اسلام نے ان کو کیا حق دیا ہے۔ دنیا کی ضرورتیں اور سوسائٹی ان کو کس قدر اختیارات دے رہی ہے۔ یہ سب باتیں انھیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے۔ بر کے انتخاب میں لڑکے کی مالی حالت اور حسب نسب کا تو خیال رکھا جاتا ہے مگر لڑکے کی ذاتی شرافت، اس کی عادات و خصائل، اس کے طور طریقے اس کے خیالات اور توقعات، اس کی عمر اور صحت کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی جاتی۔ اسے اپنی ذمہ داریوں کا کس حد تک احساس ہے۔ اسلام نے بیوی کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان سے وہ کہاں تک باخبر ہے۔ ان امور کی طرف بہت کم ذہن جاتا ہے۔ اسی طرح دولہن کے انتخاب میں حُسن دولت اعلیٰ تعلیم کی تو تلاش ہوتی ہے مگر اس کی چھان بین کی جاتی کہ لڑکی خانہ داری کی ذمہ داریوں کو کس حد تک اٹھا سکتی ہے۔ وہ سلیقہ شعار، سگھڑ، ہنرمند، منتظم، کفایت شعار بھی ہے یا نہیں۔ لڑکے کے اور اس کے خیالات، مذاق اور عمر میں اور لڑکے والوں اور لڑکی والوں کی معاشرت حیثیت میں تو کچھ زیادہ فرق نہیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ اُن پر مفصل بحث کی سخت ضرورت ہے۔ خواتین ہند کے محسن اعظم نے اگرچہ مختلف تصانیف میں ضمناً ان پر بحث کی ہے لیکن علیحدہ ایک مستقل کتاب اس موضوع پر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شروع فرمائی تھی مگر ابھی ابتدائی حصہ ہی لکھا گیا تھا کہ بیمار پڑ گئے اور موت نے تکمیل کتاب کی مہلت نہ دی۔

حضرت علامہ مغفور کے مضامین کے مجموعوں کا تیسرا سٹ جس کا سال ڈیڑھ سال سے شدید انتظار ہو رہا تھا خدا کا شکر ہے گذشتہ ماہ شائع ہو چکا ہے۔ اس تیسرے سٹ میں ایک مجموعہ ہے جو شادی کا انتخاب جس میں عصمت کے اٹھائیس سال کے فائل سے تلاش کر کے اس موضوع پر حضرت علامہ مغفور کے زیادہ سے زیادہ مضامین یکجا کئے گئے ہیں۔ پہلا مضمون "اسلام میں بیوی کا درجہ" اس کتاب کی نامکمل تمہید ہے جو مصنف مرحوم کے ذہن میں تھی اس غیر مطبوعہ نامکمل تصنیف کا ایک ورق اگست کے عصمت میں شائع ہو چکا ہے اس کے آگے کا کچھ حصہ اس پرچہ میں نقل کیا جاتا ہے۔ کاش قوم بدقسمت کے سر پر علامہ مغفور کا سایہ اور کچھ مدت قائم رہتا اور وہ تکمیل کتاب سے بدنصیب لڑکیوں کی اس اشد ضرورت کو پورا فرما دیتے۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

رازق الخیری

نکاح کے بعد مسلمانوں نے عورت کی جو حیثیت بنا رکھی ہے. اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ بیوی ایسی زندگی سے جو قید کے برابر ہو اکتا جائے چنانچہ یہی ہوا. مگر جو لوگ کلام الٰہی کو ہم سے اور عام مسلمانوں سے بلکہ یوں کہو کہ دور حاضرہ کے علماء سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے جن کی زبانیں کلام الٰہی کے خزانے لٹا رہی تھیں جو کلام رسول کے دریا بہا رہے تھے ذرا ان کی کیفیت ملاحظہ کیجئے. بشر رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ اور عالم جید سے ان کے معتقدوں اور مریدوں نے ایک موقع پر عرض کیا کہ آپ نے ایک سنت ترک فرما دی یعنی ارشاد نبوی کی موجودگی میں نکاح نہیں کیا. آپ نے فرمایا اس خدائی فیصلہ نے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

"جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے موافق عورتوں کا حق مردوں پر ہے"

مجھ کو نکاح سے روک دیا کہ عورتوں کے بھی حق ہیں نہ معلوم عورت کا کونسا حق مجھ سے ادا نہ ہو اور اس ارشاد باری کی موجودگی میں میں گنہ گار ہو جاؤں"۔

اسلام شروع سے آخر تک عورت کے حقوق سے لبریز ہے. آج سے پچاس سال قبل مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ وداع کے بعد دلھن کی کھیر چٹائی ہوتی تھی. یعنی جب دُلہن کو بیاہ گھر پر لاتے تھے دولھا دُلہن کے سامنے کھیر رکھی جاتی تھی اور دولھا اپنے ہاتھ سے دُلھن کو کھیر کھلاتا تھا. اسی طرح شادی کے ابتدائی ایام میں صرف دولھا دُلھن کا کھانا ایک جگہ بھیج دیا جاتا تھا کہ دونوں مل کر کھائیں. اور اگر دُلھن شرم کی وجہ سے نہ کھائے تو دولھا اپنے ہاتھ سے دُلھن کو نوالے کھلائے۔

یہ رسم اس وقت ترک ہو گئی اور اس کی ہنسی اُڑتی ہے. مگر بیوی کے احترام کی کیفیت اس طرح معلوم ہو گی کہ اس کا ماخذ اُس انسان کامل کے الفاظ ہیں جس سے بڑھ کر عورت کے حقوق کا حامی تا دم گیتی پیدا نہ کر سکی. بخاری و مسلم ابن مسعود و سعد بن وقاص کے حوالہ سے آقائے دو جہان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:-

"مرد مستحق ثواب ہے کھانے کے اس لقمہ میں جو اُٹھا کر اپنی بیوی کے مُنہ میں دے"

کیا محبت کی اس سے بہتر مثال دُنیا پیش کر سکتی ہے؟

مسلمان اپنے آقا کے الفاظ کو فقط زبان سے نہیں عملی طور پر سر آنکھوں پر رکھ چکے ہیں. ان کا یقین تھا کہ اہل و عیال کی خوشنودی اسلام کی پہلی نشانی ہے. چنانچہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب ایک موقعہ پر مصروف جہاد تھے تو فرمایا.

"مسلمانوں تم کو وہ عمل معلوم ہے جو ہمارے اس جہاد سے بھی افضل ہے؟" لوگ متعجب ہوئے اور عرض کیا وہ کونسا کام ہے جو اس پر بھی سبقت لے گیا؟"

آپ نے فرمایا کہ "عیال دار اگر رات کو اپنے بیوی بچوں کو کھلا دیکھے اور اُٹھ کر ڈھانک دے تو اُس کا یہ عمل

ہمارے جہاد سے افضل ہے"۔

حضرت یونس علیہ السلام کی بیوی انتہائی بدمزاج تھیں۔ ایک موقعہ پر جب کچھ آدمی اُن کے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے بہت زبان درازی کی، لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ نے ہنس کر فرمایا "تم تعجب کیوں کرتے ہو۔ بیوی کی اس زیادتی پر صبر کرنا ایک قسم کا جہاد ہے۔ نفس کشی اسی کا نام ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے"۔

خدائے برتر و بہتر مردوں کو حکم دے رہا ہے کہ:۔

قوا انفسکم و اھلیکم نارا"

اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ

اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بیوی اچھے سلوک اور محبت کے بعد بھی اگر کج خلقی کرے تو معاف کردو۔ کہ وہ گنہگار نہ ہو۔

خیال کی تصدیق اس ارشاد نبوی سے ہو رہی ہے "آدمی کو یہ ہی گناہ کافی ہے۔ کہ اپنے اہل وعیال کو ضائع کردے۔ اس کے ساتھ ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی بچوں سے بھاگے وہ ایسا ہے جیسے غلام اپنے آقا سے (ملحوظ رہے بیوی کی حیثیت آقا کی ہے اور شوہر کی غلام کی۔) اس کی کوئی عبادت روزہ نماز مقبول نہیں اور اگر کوئی بیوی بچوں کے پاس ہو مگر ان کے حقوق ادا نہ کرے وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے بھاگا ہوا ہوتا ہے۔

اس بحث میں امام غزالی رح فرماتے ہیں "بیوی کے حقوق کے معاملہ میں کامیابی اس شخص کو ہوگی جو مدبر عقلمند خلیق اس کی زیادتی پر صبر کرنے والا اور اس کی عادتوں کا تجربہ رکھنے والا اور اس کی خواہشوں کی تعمیل کرنے والا ہوگا۔ جو اس کے حقوق کی بجاآوری پر آمادہ اور اس کی غلطیوں کو معاف کرنے والا ہوگا۔ جو اپنے خلق سے اس کے خلق کو درست کرے گا۔ مگر آج وہ نازک وقت آگیا ہے۔ اور ایسے بدمزاج بیوقوف سخت گیر اور بے ایمان لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو صرف اپنے حقوق کی تکمیل کے خواہشمند ہیں"۔

اسلام کا فیصلہ نکاح کے معاملہ میں یہ ہے کہ قبل از نکاح مرد عورت کو دیکھے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ فاذا اراد احدکم اَنْ یَتَزَوَّجَ مِنْهُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْهِنَّ۔ اور جب تم ان سے نکاح کرنا چاہو تو پہلے ان کو دیکھ لو۔

اسی سلسلہ میں اعمش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ نکاح جو بغیر دیکھے ہوتا ہے اس کا انجام رنج وافسوس ہی ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے اور یہ روایت ابن ماجہ کی محمد بن سلمہ سے ہے۔

نکاح سے پہلے چاہئے کہ دیکھ لو کیونکہ فریقین کے لئے یہ بہتر ہے۔ یہاں ایک بات اور قابل غور ہے اور وہ یہ کہ جس طرح عورت کے حقوق کے متعلق خداوندکریم نے فرمایا ہے کہ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا۔ اور درس مساوات دیا ہے اسی طرح اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ ان یدوم بینھما جس طرح گوشت پوست اور جلد گوشت سے مالوف ہو اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے سے پیوست رہیں۔

(باقی آئندہ)

رجحان

آج کل عام خیال ہے کہ بچے کو وہی تعلیم دی جائے جس کی طرف اس کا رجحان ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ بچہ ایک صاف وشفاف اور تمام رجحانات سے خالی دل ودماغ لے کر دنیا میں آتا ہے۔ پھر والدین، عزیز واقارب، محلہ کے ماحول، ہم جنس سوسائٹی کے نقش ونگار کا اس پر اثر ہوتا ہے اور جس کا پلہ بھاری ہو طبیعت اس کو قبول کر لیتی ہے اور ہم اس کو طبیعت کا رجحان سمجھتے ہیں۔

مسلمان کا بچہ مسلمان، ہندو کا ہندو اور سکھ کا سکھ ہی ہوتا ہے۔ اگر ان بچوں کو بدل دیا جائے تو جو بچہ جس قوم میں پرورش پائے گا اسی قوم کی خو بو اور عادات واطوار اختیار کرے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا رجحان ماحول کا محتاج ہے اور بچہ تو بچہ بڑوں کی طبیعت کا رجحان بھی بدلا جا سکتا ہے۔ اسلام نے عملاً اس کو ثابت کر دکھایا۔ جب بڑوں کا رجحان، طبیعت بدل سکتا ہے تو بچے تو بچے ہی ہیں۔ بچے تو اسی راہ پر چلیں گے جس پر ان کے والدین کی نگرانی یا غفلت اور ڈھیل چلائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے تحصیل علم وعمل کا زبردست مادہ بچوں کو عطا فرمایا۔ وہ ہر چیز کو غور سے دیکھتے۔ ہر بات کو کان لگا کر سنتے۔ جو سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھتے یا خود معلوم کرنے کی کوشش کرتے اور دوسروں کی نقل کرتے ہیں۔ یہ قوتیں اللہ کی طرف سے ہر تندرست بچے کو عطا کی گئی ہیں۔ اب والدین کا فرض ہے ان کو گمراہ نہ ہونے دیں اور جو بنانا چاہیں وہی ان کے حواس خمسہ کے سامنے پیش کریں ورنہ بچے خود اپنے لئے غیر معقول یا معقول ماحول کے اثر سے ایک راہ تجویز کر لیں گے جس کو لوگ 'رجحان' سے تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ اپنی ناقابل معافی غفلت یا دنیا کی اور وجوہ کی وجہ سے اس رجحان کو تبدیل کرنے کے وسائل ہم نہیں پہونچاتے یا نہیں پہنچا سکتے، اس کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنی بدتدبیری اور بے بسی پر قانع ہو جاتے ہیں۔ یہی کمزوری ہے جس کے ہاتھوں مسلمان قوم تباہ وبرباد ہے کہ کوئی اصلاح کی کوشش نہیں کر سکتا اور بزعم خود سمجھ لیا ہے کہ اب اصلاح نہیں ہو سکتی اور ہے بھی یوں ہی کہ جو قوم اپنے بچوں کے رجحان طبیعت کو بدل کر اپنے موافق نہ کر سکے وہ بڑوں کے رجحان کو کس طرح بدل سکتی ہے۔

بچے سے جو کام لینا ہے اس کے موافق ماحول پیدا کرنے سے اسی کی طرف اس کا رجحان ہو سکتا ہے بشرطیکہ دل ودماغ تندرست ہو فاطر العقل کا کوئی رجحان نہیں ہوتا اور جن کی پیدائشی صحت خراب ہو یا بعد میں خراب ہو جائے۔ ان کے خیالات پریشان اور قویٰ مضمحل ہو کر کسی قسم کا رجحان پیدا نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سست طبیعت کے بچے کسی چیز میں دلچسپی نہیں لیتے۔ یہ طبیعت کی سستی کسی نہ کسی مرض کی وجہ سے ہے جس نے دل ودماغ کو متاثر کر دیا ہے۔ دنیا میں پہلے بھی ایسی ہستیاں ہو چکی ہیں اور اب بھی ہیں جنہوں نے جس کام میں ہاتھ ڈالا پورا ہی کر کے چھوڑا۔ گھر کی تربیت رجحان طبیعت کو قائم کرتی ہے اور تعلیم اگر اس تربیت کے موافق ہوئی تو جلا کرتی اور مستحکم کرتی ہے۔

بڑے ہوں یا بچے سب کے لئے ماحول کی ضرورت ہے۔ اگر وہ گھر میں ماں باپ کو لڑتے جھگڑتے دیکھیں گے۔ یار دوستوں کو شرارت کرتے دیکھیں گے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ بچوں کو جو بنانا مقصود ہو اس کے مطابق ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے خلاف ماحول سے بچانا لازمی۔ اگر قوم ادھر متوجہ ہو تو بچوں کو اخلاق معاملات اور معاشرت کا ماحول بآسانی حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرا نمبر گھر کا اور تیسرا نمبر مدرسہ کا ماحول ہے۔ لیکن ماحول بدلنا ہمت اور استقلال کا کام ہے۔ جو خود ہی شکایت بھی کریں اور ہوا کے رخ اڑے بھی جائیں۔ ان کے لئے یہ کام ناممکن ہی ہے۔

محمد عبدالغفار الخیری

معاشرت صحابیات

ابتدائے اسلام میں صحابیات نہایت غربت و افلاس سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ اُن کو کپڑوں کی قلت رہتی تھی حضرت فاطمہ رضہ کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک دفعہ رسول اکرم ؐ کے سامنے آپ نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو ڈھکنا چاہا لیکن آپ سر ڈھا نکتی تھیں تو پیر کھلتے اور پیر ڈھکتے تو سر کھُلتا تھا۔ بعض صحابیات کے پاس تو اتنی چادر بھی نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید گاہ جانے کی اجازت دی۔ ایک صحابیہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کیا جائے" آپ نے فرمایا "ایک چادر میں دو ہو جائیں"۔ قاعدہ ہے کہ شادی بیاہ میں غریب آدمی بھی دلہن کے واسطے کچھ بہتر جوڑا بنا لیتا ہے۔ لیکن صحابیات صرف دلہن کے لئے بھی ایک جوڑا بنانے کی مقدرت نہ رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب کسی دُلہن کو سنوارنا ہوتا تو ایک گاڑھے کی کرتی جو میرے پاس تھی وہ ہی بطور قرض مانگی جاتی تھی۔ ایسی ہی حالت مکانات کی تھی کہ نہایت مختصر اور کم حیثیت کے ہوتے تھے گھروں میں بیت الخلا تک نہ ہوتا تھا۔ باہر جنگل میں جانا پڑتا تھا۔ اور کافر چھیڑتے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ اے پیغمبران عورتوں سے کہدو کہ جب رفع حاجت کے لئے باہر نکلا کریں تو اپنے چہرے ڈھانپ کر نکلا کریں۔ جب کافروں سے کہا جاتا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے کہ ہم کو کیا معلوم کہ یہ شریف زادیاں ہیں، ہم تو لونڈیاں سمجھ کر چھیڑتے ہیں۔ اس کے بعد جب صحابیات باہر نکلیں تو اپنی امتیازی شان کے ساتھ نکلتیں۔

صحابیات کے دروازوں پر نہ پردے تھے اور نہ آرائش مکان کا ان کے پاس سامان مہیا تھا حتیٰ کہ چراغ تک میسر نہ تھے۔ ایک گھر میں پورے گھر والوں کے لئے ایک بچھونا بھی مشکل سے میسر ہوتا تھا چہ جائیکہ فی آدمی ایک بستر زیور بہت معمولی اور سادہ استعمال کرتی تھیں اس وقت زیادہ زیوروں کی رسم بھی نہ تھی احادیث سے چند زیوروں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً بازوبند، ہار، کڑے، چھلے، انگوٹھی۔ بالی۔ لونگ کا ہار بھی پہنا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ کا ہار جو سفر میں کھو گیا تھا وہ مہرہ یمانی کا تھا۔ سنگھار سے بھی تھوڑی بہت دلچسپی رکھتی تھیں۔ مہندی، مسّی، سرمہ کا بھی استعمال کرتی تھیں۔ رسول اکرم فرمایا کرتے تھے کہ چوڑی اور مہندی عورت کا سنگھار ہے خوشبو میں زعفران وغیرہ کا استعمال کرتی تھیں۔ زچہ خانہ کے بعد منہ پر ایک طرح کا غازہ ملتی تھیں جو سرخ گھاس ہوتی ہے۔ اور جسے عربی میں پرورس کہتے ہیں۔ اُن کا مقولہ تھا کہ اس سے چہرے کے داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔ خانہ داری کے کل کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اس میں چاہے کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ برداشت کرنی پڑتیں حضرت فاطمہ کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑجاتے تھے اور مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا جھاڑو دیتے دیتے کپڑوں میں گرد اٹ جاتی تھی۔ ازواج مطہرات باری باری گھر کا کام کرتی تھیں ایک دفعہ حضرت عائشہ نے جو پیسے، روٹی پکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظا

گرتے کرتے سوگئیں۔ حضرت آسماءؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی وہ اس قدر نادار تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں اور نہ تھا۔ گھوڑے کے لئے جنگل سے گھاس بھی خود ہی لاتیں۔ رسول اکرمؐ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین دے دیا تھا جو مدینہ سے کافی دور تھا، آپ وہاں جاتیں اور کھجور کی گٹھلیاں جمع کرکے لادکر لاتیں اور کوٹ کر پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں اس کے علاوہ اور بھی خانہ داری کے کاموں میں مصروف رہتیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک غلام بھیجدیا جو گھاس وغیرہ لانے پر مامور ہوا۔ اس کے علاوہ صنعتی کام بھی کرتی تھیں۔ حضرت سودہؓ طائف کی ادہوڑی بناتی تھیں۔ اس لئے ان کی مالی حالت کچھ بہتر تھی۔ اور صحابیاتؓ کپڑا بھی بنتی تھیں ان صفات کے ساتھ ہی پردے کی بھی پابند تھیں۔ سفر میں نقاب پوش رہتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ حج میں جب کوئی ہمارے سامنے سے گذرتا تو ہم چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیتے اور جب وہ گذر جاتا تو چادر ہٹا لیتے۔ ایک بار رسول اکرمؐ کے پاس ایک صحابی آئے وہ نابینا تھے۔ حضرت عائشہ ان کے سامنے جانے لگیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ کہ اگر یہ نابینا ہیں تو تم تو نابینا نہیں۔

ایک دفعہ افلح بن قعیس حضرت عائشہ کی ملاقات کو آئے تو آپ پردہ میں ہوگئیں وہ بولے کہ مجھ سے کیوں پردہ کرتی ہو میں تمہارا چچا ہوں آپ نے کہا کہ کس رشتہ سے۔ وہ بولے کہ میرے بھائی کی بیوی نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرد نے تو نہیں پلایا۔

ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہوگیا وہ نقاب پہن کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صحابۂ کرام نے کہا کہ نقاب پوش ہوکر بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو تو انھوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا شہید ہوگیا تو پردہ تو نہیں شہید ہوا۔

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ غلاموں سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ آپ حضرت عبداللہ سالم کے سامنے آتی تھیں۔ جو نہایت مبتدی غلام تھے اُن سے آزادانہ بات چیت کرتی تھیں۔ ایک دن وہ کہنے لگے کہ خدا نے مجھے آزادی بخش دی کیونکہ وہ اب غلام نہیں رہے تھے۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے اُن سے پردہ کرنا شروع کردیا تھا۔

ا۔ ف بیگم

طلاق

طلاق کی اجازت عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہب میں بھی ہے، لیکن اسلام میں آئینِ طلاق سے متعلق چند ایسی باتیں ہیں جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ طلاق کا خوف میاں بیوی کو نیک کردار کی طرف مائل رکھتا ہے، تاکہ ازدواجی زندگی کامیاب ہو۔ عیسائیوں کے ہاں طلاق کا قانون نہایت سخت اور اخلاقی نقطہ نگاہ سے کمزور ہے۔ مثلاً ان کی ایک مذہبی کتاب (۲۴-۱-۴) میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو تحریری طلاق نامہ دے کر اُسے اپنے مکان سے الگ کر سکتا ہے، مکان سے نکل جانے کے بعد وہ دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے لیکن اُس کا پہلا شوہر پھر اُس سے شادی نہیں کر سکتا۔ اس قانون میں جو خرابیاں ہیں وہ ظاہر ہیں۔ (اول) اس قانون کے مطابق شوہر اپنی بیوی کو کسی معمولی بنا پر علٰحدہ کر سکتا ہے (دوم) اگر شوہر بعد میں پھر اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہے تو کسی صورت سے نہیں کر سکتا (سوم) طلاق دینے کا حق صرف شوہر ہی کو ہے، بیوی اپنے آپ طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اس کے باوجود بھی عیسائیت نے سخت قید یہ لگا دی ہے کہ طلاق پائی ہوئی عورت سے کوئی مرد شادی نہیں کر سکتا تو گویا طلاق دی ہوئی عورتوں کو کھلم کھلا آوارگی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یورپ کے مشہور انشا پرداز ایچ۔ جی۔ ویلز نے لکھا ہے کہ "میرے نقطۂ نظر سے ہمارے ہاں کے نکاح اور طلاق کا طریقہ وحشیانہ اور ظالمانہ ہے"۔ ایک روشن خیال انگریز مصنفہ ربیکا ویسٹ لکھتی ہیں کہ "طلاق کی ممانعت سے اس کی اجازت زیادہ بہتر ہے"۔

اب ہمارے اسلامی قانونِ طلاق پر غور فرمائیے۔ اس میں ہر بات کا پہلے ہی سے خیال رکھا گیا ہے۔ اسی لئے نہ کبھی اس میں ترمیم کی ضرورت لاحق ہوئی اور نہ کبھی ہوگی۔ اگرچہ طلاق کی اجازت اسلام نے دی ہے تاہم ہمارے پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ "طلاق خدا کے نزدیک بدترین شے ہے۔ دنیا میں جتنی چیزیں جائز اور حلال ہیں اُن سب میں مجھکو طلاق بہت ناپسند ہے"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب نے صرف ضرورت پڑ جانے پر طلاق کی اجازت دی ہے ورنہ اُس کی خواہش ہے کہ میاں بیوی آپس میں محبت سے رہیں اور کبھی بھی دونوں میں سے کسی کو طلاق دینے کا خیال تک نہ آئے۔

اسلامی قانون کے مطابق مرد کو طلاق دینے کے لئے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ بتایا ہے کہ یہ جملہ "میں نے تم کو طلاق دی" تین بار اس طرح کہا جاتا ہے کہ الفاظ ایک ہی جلسہ میں ادا ہوں پہلی بار طلاق کے بعد شوہر کے لئے بیوی کو عدت تک اپنے مکان میں رکھ کر اُس کے خرچ کا کفیل ہونا فرض ہے۔ یہ میعاد تین ماہ ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ اگر شوہر نے غصہ میں آکر طلاق دیدی ہو تو اُس کو طلاق منسوخ کرنے کا حق ہے۔ ہاں اگر دوسری بار طلاق دی گئی ہو تو عورت مکان چھوڑ سکتی ہے۔ تاہم اگر اُس کا شوہر تمام نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد اُس کو لانا چاہے تو دوبار

شادی کر کے لا سکتا ہے۔ اگر تین بار طلاق دی گئی ہو تو عورت ہر طرح سے آزاد ہو جاتی ہے اس کے بعد پہلے شوہر کے سوا جس مرد سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔

یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی علیحدگی حاصل کرنے کا مساوی حق ہے اِسے خلع لینا کہتے ہیں البتہ عورتوں اور مردوں کے طلاق دینے میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ حاکم کے مشورہ سے خلع لے سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں عموماً ناقص العقل کہی جاتی ہیں ممکن ہے اپنی ناقص العقلی سے بغیر سوچے سمجھے طلاق حاصل کر لیں۔ صرف اسی لئے حاکم کا مشورہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اسلام نے طلاق روکنے کی سخت ہدایت کی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ "اگر مرد و زن میری خوشنودی حاصل کرنا چاہیں تو ازدواجی زندگی محبت سے گذاریں اگر ایک فریق، دوسرے فریق میں ناقابل برداشت کچھ عیوب بھی پائے تو استقلال سے برداشت کرنے کی کوشش کرے"۔ قرآن پاک کے چوتھے پارے میں ہے کہ "میاں بیوی کو محبت سے رہنا فرض ہے۔ اگر اس سے لاپرواہی برتی تو گویا خدا کی نعمت کو ٹھکرایا"۔ ہمارے رسول صلعم فرماتے ہیں کہ "وہی مرد اور عورت اچھے ہیں جو دوسرے فریق میں باوجود عیوب پانے کے بھی محبت سے بسر کرتے ہیں"۔ اگرچہ سخت ضرورت پر طلاق جائز رکھی گئی ہے۔ لیکن یہ خدا کی نظر میں سب سے ناپسندیدہ امر ہے۔ اُس مرد اور عورت پر خدا اپنا قہر نازل کرتا ہے جو صرف دوسری شادی کے لئے طلاق دیتے ہیں۔ رسول صلعم نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے آزادانہ ملنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے ازدواجی محبت و ارتباط میں خلل ممکن ہے۔ اگر مرد اپنی بیویوں میں کوئی بات قابل اعتراض پائیں تو بجائے یک بیک طلاق دینے کے ان کو استقلال کے ساتھ تنبیہ کریں۔ اگر یہ صورت کارآمد ثابت نہ ہو تو آمدورفت کا سلسلہ کچھ عرصہ تک موقوف رکھیں۔ اگر اس سے بھی کچھ تبدیلی نہ ہو تو تھوڑی سی جسمانی سزا دینی چاہئے۔ لیکن سزا ایسی ہو کہ بدن پر نشان نہ رہے جسمانی سزا۔ صرف اُس وقت جائز ہے جب انسان سمجھے کہ سوا اس کے کوئی چارہ ممکن نہیں ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ "اپنی بیوی کو نہ مارو اور نہ سخت کلمہ استعمال کرو۔ البتہ اُس وقت اگر مندرجہ بالا صورتوں میں کوئی بھی صورت کارگر ثابت نہ ہو تو طلاق جائز ہے۔

شہر بانو

طلاق اور خلع

محترمہ شہر بانو نے طلاق جیسے اہم مسئلے پر جس خلوص اور نیک نیتی سے یہ مضمون لکھا ہے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں، لیکن افسوس ہے اس میں دو باتیں ایسی آ گئی ہیں جن کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اول تو ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے ناقص العقل ہونے کا اعتراف کر رہی ہیں۔ اس سلسلے میں مفصل بحث پڑھنے کی

بجائے صرف ایک تسلیم شدہ امر کی طرف توجہ دلانی کافی ہے۔ ہندوستان کا تو ذکر چھوڑ دیئے، غیر ممالک میں جتنے پاگل خانے ہیں وہاں دیوانوں (مرد اور عورتیں دونوں) کی باقاعدہ کیفیت اور فہرست ہر وقت موجود رہتی ہے۔ ان کے اعداد و شمار کو سامنے رکھ کر ذرا یہ سوال کیجئے کہ عقل و ہوش سے محروم زیادہ مرد ہیں یا عورتیں؟ اور مرد یہ سُن کر لاجواب ہو جاتے ہیں کہ پاگل اور دیوانے مردوں کی جو تعداد ہے، پاگل عورتوں کی تعداد اس کی عشر عشیر بھی نہیں۔ اس کے بتانے سے میری مراد یہ ہے کہ عورتوں کو ہرگز ہرگز یہ تصور نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ناقص العقل ہیں کیونکہ ناقص العقل ہونے کے لئے مرد یا عورت کی شرط نہیں۔ آخر رضیہ سلطانہ کامل العقل تھی یا نہیں؟ ـــ اور اس کا بھائی؟ ـــ کورا ناقص العقل! خیر۔ دوسری نہایت اہم بات نفس مضمون سے متعلق ہے یعنی جسمانی سزا۔ اب جبکہ ماہرین نفسیات یہ نتیجہ مرتب کر چکے ہیں کہ ذہن یا ذہنیت کی درستی اور اصلاح کے لئے جسمانی سزا غیر ضروری بلکہ ذی شعور لوگوں کے لئے ضرر رساں ہے موصوفہ کا اس کی تحریک یا تائید کرنا نہایت نامناسب ہے۔ میرے خیال سے تو بیوی پر ہاتھ اُٹھانے کا ارادہ بھی شوہر کی انتہائی درجے کی کمینگی اور پاجی پن ہے۔ جب میاں بیوی کے تعلقات ناخوشگوار ہوں تو دونوں کا فرض ہے کہ اس بدمزگی کے اسباب پر غور کریں اور حتی الامکان ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ذہنی نتائج، ذہنی اسباب ہی دُور کرنے سے بدلے جا سکتے ہیں۔ مرد کو چاہئے کہ دل میں باتیں رکھنے اور نفرت و غصہ کرنے کے بجائے اپنی بیوی سے صاف صاف کہدے "مجھے تم سے فلاں فلاں شکایت ہے۔ تم میں یہ یہ کمزوریاں ہیں میں تم کو ایسا ایسا دیکھنا چاہتا ہوں"۔ اور اس کو نہ صرف موقع دے کہ وہ اپنے میں اصلاح کرے بلکہ اس کی مدد کرے کہ اس میں وہ تمام باتیں پیدا ہو جائیں جن کا وہ متمنی اور متوقع ہے۔ اب یہ بیوی کا فرض ہے کہ وہ مرد کی ہدایتوں پر جس قدر جلد اور جہاں تک ہو سکے عمل کرے۔ ممکن ہے بعض باتیں اس کی مرضی کے خلاف ہوں، پھر بھی وہ ان میں مزاحم نہ ہو۔ عورت اگر یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ مرد کی تلون مزاجی پائیدار نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف عمر ڈھلنے تک ہی یہ نت نئی باتیں چاہتا ہے تو پھر ازدواجی زندگی دوزخ کا نمونہ نہیں بن سکتی بلکہ یہ ایک ایسا دور ہوتا ہے جس میں سُکھ ہی سُکھ ہے۔

عورت اگر یہ دیکھے کہ سرتاپا مرد کی زیادتیاں ہیں (اور یہ ہوتا ہے کہ مرد مجسم ظلم اور بیوی پیکر معصومیت ہے) اور وہ اپنی طرف سے ہر طرح تحمل اور چشم پوشی سے کام لیتی ہے، پھر بھی حالات نہیں سُدھرتے، تو میری رائے میں بہترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کو سمجھا دے کہ "اس کا طرز عمل اس کی شان سے گرا ہوا ہے اور اس کو اس سے روحانی اذیت ہوتی ہے۔ جب تک ہندوستان میں بدنصیب مسلمان عورتوں کو شرع اسلام کے بموجب حق خلع حاصل نہیں ہوتا۔ ان کو مردوں کے ایمان اور ضمیر کو بیدار کر کے اُن سے کام لینا چاہیئے جس شوہر کا ایمان اور ضمیر جاگ اُٹھا ظلم و تشدد کو پھر روا نہیں رکھ سکتا۔ جب وہ دیکھے گا کہ ہمارا نباہ اب کسی طرح ممکن نہیں تو وہ جرات سے کام لے کر (چاہے یہ اس کی طبیعت اور ارادوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) اپنی بیوی کو آزاد کر دے گا۔ اور یہی اُس کو چاہیئے۔ اخلاق، ضمیر، ایمان، مذہب اسی کی حمایت کرتے ہیں۔

رازق الخیری

سوکنوں کو قانون کے ذریعہ روکو

اِس دورِ ترقی میں جہاں ہندوستان کی ہر اقلیت اپنے جائز حقوق حکومت سے منوانے پر تُلی ہوئی ہے اور اُس کے لئے ہر امکانی تدابیر کو عمل میں لارہی ہے وہاں بے موقع نہ ہوگا اگر عورتیں بھی اپنے حقوق مردوں سے طلب کریں۔ اور اس حقوق طلبی میں ایسی ایسی تدابیر عمل میں لائیں جن پر تمام ہندوستان کے قوانین متفق ہوں۔ میں آل انڈیا مسلم لیگ، آل انڈیا ہندو مہاسبھا و آل انڈیا نیشنل کانگریس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہوں کہ اگر انگریزی سامراج کے مظالم سے نکلنے کے لئے ان جماعتوں کو ہر امکانی جائز شورش کرنے کا حق حاصل ہے اور اپنے کو حق بجانب سمجھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم بدنصیب کمزور مجبور عورتیں جو چہار دیواری میں رہ کر گھر گرہستی کو سنوارنے میں مصروف رہا کرتی ہیں اپنے حقوق جابر مردوں سے نہ طلب کریں ہمارے بزرگانِ ملک وملت ذرا اس بات کا جواب دیں کہ انہوں نے صرف اپنے قیدیوں ہی کو رہا کرنے کے لئے مختلف تدابیر کیوں سوچیں؟ اور عورتوں کو گھریلو قید سے نجات دلانے کی طرف سے وہ کیوں غافل ہیں؟ کیا محض اس لئے کہ ہندوستان کے مردوں کو زور زور سے رونا آگیا ہے اور عورتیں صرف گریۂ خاموش سے کام لیتی ہیں اور آنسو بہا کر مردوں کے مظالم برداشت کرلیتی ہیں۔ عورت خواہ مذہب اسلام کی پیرو ہو یا ہندو دھرم کی پرستار ہر حال میں عورت ہے اور کمزور ہے وفاشعاری اس کا شیوہ، خدمت گذاری اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ مرد ہزاروں قسم کے مظالم ان بے زبانوں پر توڑتا ہے اور یہ خاموشی سے گھل گھل کر جانیں دیدیتی ہے ہمارے لیگی و کانگریسی اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں۔ جب تک آپ قوم کے مردوں کو عورتوں سے حُسن سلوک کرنا نہ سکھائیں گے۔ اور عورتوں کے جائز حقوق عطا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے انگریزی غلامی سے آزاد ہونے کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوں گی

بیوی پر حملہ اور مظالم کے انتہائی قسم کا ظلم جو ایک مرد توڑ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مرد اُس پر بلا وجہ ایک سوکن لاکر بٹھا دیتا ہے۔ اگر مرد تھوڑے دنوں کے لئے عورت بنادیا جاتا اور اُس کا کلیجہ ایک سوکن کے ذریعہ چھلنی کیا جاسکتا تو شائد سمجھ سکتا کہ سوکن کا جلاپا کیسی مصیبت ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسی مصیبت ہے جس کا سردست کوئی علاج نہیں تاوقتیکہ مجلس قانون ساز کے ذریعہ ایک ایسا قانون نہ بنوالیا جائے جو ہمیشہ کے لئے اس لعنت کو ختم کردے۔ ہمارے علمائے دین ہماری اس تجویز کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھیں گے اور یہ پروپیگنڈا کریں گے کہ یہ مداخلت فی الدین ہوگا اور قرآن پاک کی اُس آیتہ شریفہ کو لے کر بڑا شور وغل کریں گے جس کی رو سے چار شادیاں تک کرنے کی اجازت قرآن پاک دیتا ہے۔ مداخلت فی الدین کو میں بھی بہ حیثیت ایک مُسلمہ کے گوارا نہیں کرسکتی۔ میں صرف قرآنی اسپرٹ کو قائم رکھتے ہوئے مجلس قانون ساز کی اعانت چاہتی ہوں۔ ممکن ہے دوسرے مذہب کثرت ازدواج کی اجازت دیتے ہوں۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ کثرت ازدواج پر عمل نہ کرنے والا مرد گنہگار ہوگا جس طرح کہ تارکِ صوم و صلوٰۃ۔ میں نے قرآن کریم کی اُس آیتہ طیبہ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور

اس خیال سے مطالعہ کیا ہے کہ خداوند کریم جو اپنے بندوں پر اتنا رحیم و کریم ہے اُس نے کیوں ایسا حکم صادر فرمایا جس سے مردوں کو ہوس ناکی کا موقع ہاتھ آگیا اور اپنی سابقہ رفیق حیات کو جو بااقتضائے سن وسال اپنی ساری رعنائیوں کو کھو چکی ہے نشانہ ظلم بنا دیا۔ صدقہ جاؤں اُس حکیم مطلق کے جس نے اس آیتہ شریفہ کو اُس وقت نازل فرمایا جبکہ عرب میں عورتوں کی حالت جانوروں سے بھی گری ہوئی تھی اور ابتدائی مسلمان ملک میں امن نہ رہنے کے باعث تعداد میں بہت کم تھے۔ بلاشبہ اس آیتہ شریفہ کا محل استعمال عام حالتوں میں نہیں ہونا چاہئے یہ ایک طرح کا جنگی قانون ہے جو ہر زمان ومکان میں استعمال نہیں کیا جا سکتا منشائے ایزدی ایسا نہ ہوتا تو آگے چل کر یہ قید لگانے کی مطلق ضرورت نہ تھی کہ "اگر انصاف نہ کرسکو تو صرف ایک ہی عورت پر اکتفا کرو"۔ اس مسئلہ سے اُس وقت کام لیا جا سکتا ہے جبکہ مرد لڑائیوں میں کام آجائیں اور ملک میں یتیم و بیواؤں کی بہتات ہوجائے تو اُس صورت میں عورتوں کی کھپت ہو سکے۔ قرآن شریف بلاشبہ چار شادیاں تک کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر ایسی اجازت ہے جس کو بجز چند معصوم ہستیوں کے دوسرے لوگ بغیر قرآنی احکام کی خلاف ورزی کئے ہوئے مستفیض نہیں ہوسکتے۔ خداوند کریم کے علم میں یہ بات تھی اور ہے کہ عام مرد دو یا دو ... سے زیادہ بیویوں کے ساتھ عدل قائم نہیں کر سکتا اور نہ ایک سے زیادہ بیوی کرنے کا حوصلہ دل میں پیدا کر سکتا ہے۔ اب جو لوگ کرتے ہیں تو محض منشائے ایزدی کے خلاف قرآنی احکام کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اگر ایک مرد بغیر اپنے میں عدل کی صلاحیت رکھتے ہوئے کثرت ازدواج کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ میں اپنے علمائے کرام سے جن کو نائب رسول ہونے کا دعویٰ ہے پرزور طریقہ پر اپیل کرتی ہوں کہ مسلمان مردوں کو منشائے خداوندی کے صحیح مفہوم سے آگاہ فرمایا کریں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس دور الحاد میں جبکہ تارک صوم وصلوٰۃ مرد بھی آزادی کا سانس لے رہا ہے اور پیٹ کی روٹی کے مسئلہ کو مذہب پر مقدم سمجھ رہا ہے اس دھرم کہانی سے اور علماء کے مواعظ حسنہ سے کہاں تک متاثر ہو سکتا ہے تاوقتیکہ دنیاوی قانون کا زبردست تازیانہ اُس کو اس مذموم فعل سے باز نہ رکھے۔ لہٰذا ایک زبردست ایجی ٹیشن کی ضرورت ہے۔ ہندی خواتین کی تمام انجمنیں اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک میں کثرت ازدواج کے خلاف زبردست رائے عامہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ میں مجلس قانون ساز کی ممبر بہنوں سے بالخصوص استدعا کرتی ہوں کہ اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں اور سعی بلیغ کرکے ایک ایسا قانون بنوالیں جس سے مرد کثرت ازدواج سے باز رہے۔ دیگر مذاہب کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ مگر خود غرض اور نام نہاد مولویوں کو اس تحریک میں مذہبی بربادی نظر آئے گی۔ لیکن میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ نعوذ باللہ کسی طرح قرآنی حکم منسوخ ہو اس کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ میرا منشا یہ ہے قانون اس نہج سے بنایا جائے کہ قرآنی حکم اپنی جگہ پر قائم رہے اور مرد مذہبی آڑ میں کثرت ازدواج کی اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر عورتوں پر ظلم نہ کرسکے۔ اس کی بہتر صورت میرے خیال میں یہ ہو سکتی ہے کہ قانون ایسا بنے کہ جب کبھی کوئی مرد ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا چاہے تو پہلے اُس کو ضلع کے جج سے ایک سارٹیفکٹ حاصل کرلینا ضرور ہو اور اس غرض کے لئے وہ ایک درخواست

عدالت میں داخل کرے اور عدالت فریق ثانی یعنی بیوی کا اس معاملہ میں بیان طلب کرے اور فریقین کو جب عدالت سن لے تو اسی صورت میں اگر مناسب سمجھے اور وجہ معقول دیکھے تو اجازت دے یا درخواست نامنظور کر دے مثال کے طور پر اگر اولاد کے لئے کوئی مرد شادی کرنا چاہتا ہو یعنی پہلی بیوی سے اولاد نہ ہوئی ہو یا بیوی کسی ایسے مرض میں گرفتار ہو گئی ہو جس سے اُس کا چھٹکارا محال نظر آرہا ہو تو نکاح ثانی کی اجازت دے دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

نور جہاں خاتون بیگوسرائے

فیشن

فیشن کے معنی ہیں رواج۔ یہاں میں پہناوے کے فیشن یعنی رواج کے بارے میں کچھ عرض کرتی ہوں۔ ہر زمانہ میں ہر قوم کا جُدا فیشن رہا ہے۔ مثلاً ہمارے یہاں سر ڈھانکنا فیشن ہوا اور بنگالیوں میں سر کھولنا۔ پہلے ہمارے یہاں فرشی پائجامہ کا فیشن تھا اب کھڑے پائنچہ کا ہر زمانہ میں جب اُس وقت کے مروجہ فیشن میں دقتیں پیش آنے لگیں یا اور کوئی وجہ ہوئی تو ان کو دور کرنے کے لئے آرام وہ جدید فیشن نکالے گئے۔ لیکن فیشن کے قبول کرنے میں امتیاز کی ضرورت ہے۔ انگریزوں میں تو لباس کا فیشن خواہ کتنی ہی ترقی کرے یہاں تک کہ عریانی بھی ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ لیکن ہمارے لئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا فیشن شرع کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً محض فیشن کی خاطر ہم عریاں نہ ہوں۔ حیادار رہیں۔ غیر مسلموں سے امتیاز رکھیں، مردوں اور عورتوں میں فرق ہو۔

آج کل مسلمان خواتین اور خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کی ساڑیاں پہنتی ہیں۔ اور اُن کے ساتھ نیم عریاں یعنی باہیں اور سینہ کھلے بلاوز بھی، جس سے مسلم و غیر مسلم میں قطعی فرق نہیں رہتا۔ بعض تو ماتھے پر لال بندیا بھی لگا لیتی ہیں جس سے مسلمان ہونے کا شک بھی جاتا رہتا ہے۔ قوموں میں بڑا فرق لباس کا فرق ہے۔ اس لئے ہم کو ایسا لباس اختیار کرنا چاہئے جس سے ہماری شناخت آسانی سے ہو سکے۔ اگر تنگ پائجامہ کو جانے دیں کہ اس سے بعض اوقات دقت ہوتی ہے تو ڈھیلا پائجامہ اختیار کریں۔ اسلامی پہناوا ہے۔ خوش وضع اور آرام دہ ہے اگر وضع دار ڈھیلا پائجامہ پہنا جائے تو دلکشی میں ساڑھی سے کم نہیں۔ اسی میں حیا بھی ہے اور ستر پوشی بھی۔ کلام پاک کے اٹھارویں پارہ کے دسویں رکوع میں حیا کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہا ہے کہ "اپنے سینوں پر دوپٹے کے بُکل مارے رہو" ہم ساڑھی استعمال کریں یا دوپٹہ اوڑھیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس ارشاد کا ہمیشہ ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ یہی امتیاز زیورات میں بھی ہونا چاہئے۔ بعض زیورات جو غیر مسلموں نے اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں ان سے ہم کو احتراز کرنا لازمی ہے۔ جیسے تاگڑی، بازو کڑے، ریڑ وغیرہ۔ باقی زیورات حسب پسند پہنیں۔ ایرنگ پہنیں یا بالیاں۔ پھول پہنیں یا بجلیاں جھومر لگائیں یا ٹیکہ نیکلس پہنیں یا ٹھسی۔ چھلے پہنیں یا انگوٹھی۔ کڑے پہنیں یا چوڑیاں ۲-۲ پہنیں یا ۶-۶۔ توڑے پہنیں یا پازیب۔ یہ اپنی اپنی مرضی اور پسند کی بات ہے جس میں آرام ملے وہ پہنیں۔ اس سلسلے میں ایک دوسرے کو بُرا کہنا، فقرے کسنا، باتیں بنانا مسلمان عورتوں کے لئے نہایت ہی نامناسب ہے۔

شمس النساء

خرید و فروخت

ہم ضرورت پر بازار بہت کم جاتے ہیں لیکن بازار جا کر ہماری ضرورتیں اور حاجتیں وہ سر اٹھاتی ہیں کہ خدا کی پناہ جہاں کوئی نئی چیز نظر آئی ہماری نگاہ چیل کی طرح اس پر جا پڑی۔ اور اپنے شکار کو کھینچ ہی لیا۔ خواہ اس کی خاطر قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔

ہم مستورات کا "بازار جانا"۔ بالعموم ہماری زندگی کا نہایت ہی دلچسپ موقع ہوتا ہے

شاپنگ کرتے وقت "فرقۂ گدایاں" کی شہ زوری اور میوہ فروشوں کی بک بک اور یکساں رٹ سے افلاطون اور سقراط بھی تو بوکھلا جائے۔ ہم تو معمولی سے انسان ٹھیرے۔ اشرف المخلوقات صرف یونہیں سے ہیں کس کس کا جواب دیں۔ فقیروں کا، میوہ فروشوں کا، کھلونہ بیچنے والوں کا، جو موٹر کے پردے ہٹا ہٹا کر بے تکے پن سے سر ہو جاتے ہیں اور حتی الامکان تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ غرض انسان ایک انار و صد بیمار کا ایک جیتا جاگتا مجسمہ بن جاتا ہے جس کے دل و دماغ کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہاں بھی ایک طوفان بے تمیزی گرم ہے۔ مگر ہم لوگ اس ہنگامہ میں بھی خریداری میں بڑے ہی چابکدست ہوتے ہیں جس چیز کو پسند کر لیا۔ خرید کر ہی چھوڑا!

گھر سے نکلتے وقت کسی منچلے بھائی نے پوچھ لیا "کہاں کے ارادے ہیں؟" اور ہم نے جل بھن کر ایک ٹکا سا جواب دیدیا کہ "خرید و فروخت کو جا رہے ہیں اور کہاں جائیں گے بھلا؟" پھر اس شریر نے پوچھا۔ گویا ضابطہ کے تکمیل کی اس نالائق نے "خریدنے کے لئے تو خوب رقم ہو گی۔ لیکن "فروخت" کیا کرو گی؟" اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ جاہل کا جواب خاموشی سے دیا جاتا ہے۔ اس نے تو بڑے پتہ کی بات پوچھی تھی۔ واقعی مجھے کیا چیز فروخت کرنی تھی جو بڑی شان سے اکڑ کر کہدیا۔ "خرید و فروخت کے لئے جا رہی ہوں"؟ جواب کچھ بھی تو بن نہ پڑتا تھا۔ دماغ کو سوچ بچار کی بھی مہلت نہ تھی۔ اوہ "شاپنگ" کا شوق آتش زیر پا بنا ہوا تھا۔ تخیل کی دنیا میں "شاپ" کی حسین چیزیں اپنا روپ دکھا رہی تھیں۔ مگر وضعداری کسی سوال کا جواب نہ دینے کو کسر شان سے معنون کرتی تھی۔ لہذا جب کچھ نہ بن پڑی تو کہدیا "تمہارا سر!" لیکن وہ کیوں چپ ہو جاتا کہنے لگا "میرا سر آپ کیوں فروخت کرنے لگیں؟ وہ تو میرے شانوں پر ہے؟" گویا کسی نے ہتیار چھین لئے۔ لیکن سی غیر مسلح حالت میں بھلا کیوں دبتی "ارے مورکھ، سر کیا بیچ بیچ سر ہی ہوتا ہے؟ تیری عقل جیسے نا اس میں تھوڑی سی۔ بالکل یک الائچی جتنی؟ وہ فروخت کروں گی!"

"تو پھر اس کو کون خریدے گا؟ اتنی ذری سی جو ہے؟" غرض بات بڑھتی جاتی تھی۔ تنگ آمد بجنگ آمد جی چاہتا تھا کہ اس سے

خوب لڑوں۔ لیکن وقت کہاں تھا اس کے لئے۔ اس نے تو سوالات کی بھرمار کر رکھی تھی۔ ادہر شاپنگ کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔ یہ جادو جا۔ غور کرکے دیکھا جائے تو واقعہ بھی یہی ہے۔ ہم نے کبھی (خدا نہ کرے) کوئی چیز فروخت نہ کی۔ ہمیشہ "خریدار" ہی رہے۔ پھر یہ کیوں زبردستی "خرید" کے ساتھ "فروخت" کا لفظ وابستہ ہے؟ اس کے عوض "خرید و سوخت" کہیں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ ہندوستان میں شاپنگ ایک دردسر ہے۔ دوکانوں کا لامتناہی سلسلہ چلا ہے۔ جہاں کی دنیا ناقابل اعتبار ہے۔ ایک دکان میں کسی چیز کے دام اگر ایک روپیہ ہے تو اسی چیز کی قیمت دوسری جگہ ایک آدہ بڑہی ہوئی۔ تیسری میں ایک آنہ کم۔ غرض کس پر کوئی اعتماد کرے؟ اس طرح پوچھتے پوچھتے وہی ایک چیز سستی مل گئی۔ لے لی۔ اس میں ہم غریب ہندوستانیوں کا کتنا وقت ضائع ہوتا ہے۔ کاش اس کا اندازہ لگایا جاتا۔ اور میونسپلٹی یا گورنمنٹ خاص طور پر نرخ کی یکسانی کے لئے قانون بنا دیتی۔ مغربی ممالک میں میلوں نکل جایئے۔ نرخ میں سرمو فرق نہیں۔ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ چیزوں کا اپنے اپنے لحاظ سے ایک ہی بھاؤ۔ زبان انسان کی ایک ہی ہوتی ہے۔ پھر اسی مضغۂ گوشت میں اتنے داؤ پیچ کیوں بھرے ہیں جو مختلف پہلو سے نبہائے جاتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ بجھتے نہیں۔ اگر کسی سے دو چار آنے بڑھ کر ملجائیں تو ان کی تجارتی منڈیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن "ساکھ" قائم نہیں رہتی۔ انسان ایک وقت دہوکہ کھا سکتا ہے۔ بار بار اسی دکان پر جاکر اپنی گرہ سے نہیں دے سکتا۔ غرض شاپنگ محض تفریح و دل بہلاؤ کا ہی سودا نہیں۔ یہ تجربے بھی خوب سکھا دیتی ہے۔

"سمندر پار کی دنیا" تو اس سودے کے لئے اپنا جواب نہیں رکھتی۔ وہاں بالعموم ہر قسم کی سہولتیں ہیں۔ اکثر و بیشتر عورتوں ہی دکانوں اور خریداروں کی روح رواں ہیں۔ ہماری طرح وہ کسی سواری کی دست نگر نہیں ہوتیں۔ ایک چھتری اور ٹوکری لی اور چل نکلیں گوشت، ترکاری، مٹھائی، میوہ، تحفہ، پھول غرض ساری دنیا کا لین دین یہی عورتیں کرتی ہیں۔ گھنٹہ بھر میں سب سودا صبح و شام کا خرید لیا اور گھر پلٹیں۔ ہم کو اول تو سواری نہیں ملتی اور ملے بھی تو کتنی دقتیں ہیں۔ محدود اوقات بتا دئیے جاتے ہیں کہ اتنی مدت میں واپس آنا ہوگا۔ وہاں کی طرح نہیں کہ گھر سے نکلے تو وقت اپنا ہی اپنا ہے۔ دس دکانیں دیکھ ڈالیں۔ لیکن نرخ میں رتی بھر فرق نہیں۔ ایک ہی وقت کی آزمائش تمام عمر کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ یہاں تو بھاؤ چکاتے چکاتے ناطقہ بند۔ ادہر ایک سے بات پکی بھی نہیں ہوئی کہ دوسرا آکر شوفر سے چپکے چپکے کہتا ہے کہ یہی چیز مجھ سے لو ۲ر کم سے دوں گا۔ لیجئے۔ شوفر نے کہدیا اور ہماری نیت بدل گئی۔ نیت ہی تو ہے۔ ہم بھی معاشرت کے اصول سے واقف۔ پیسہ محنت کا رہتا ہے۔ پس خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ یہ ہے ہم ہندوستانیوں کی شاپنگ جس کا ترجمہ ہے "خرید و فروخت"!

جہاں بانو بیگم بی۔ اے عثمانیہ

وِشی

از محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس مقیم لندن

پیرس سے چند میل کے فاصلے پر وشی Vichy ایک چھوٹا سا شہر ہے جو اپنے چشموں کے پانی کے خواص کی وجہ سے "کیور" یعنی "علاج کی جگہ" بنایا گیا ہے۔

یورپ میں کئی شہر ایسے اور ہیں جہاں چشموں کے پانی میں قدرتی طور سے چند اجزا ایسے شامل ہیں جو امراض شکم، گٹھیا، وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہیں۔ اس لئے ہر سال ان شہروں میں ہزاروں لوگ ان چشموں کا پانی پینے اور ان میں نہانے کے لئے آتے ہیں۔ فرانس میں وشی، ایکس لے بین (Aix le Bain) بے نیول (Baignoles) وغیرہ کئی شہر ایسے ہیں۔ انگلستان میں باتھ (Bath) اور ہیرو گیٹ (Harrogate) اور چیکوسلواکیا میں کارلسباد Carlsbad اور مرین باد (Marienbad) "کیور" کے مشہور شہر ہیں۔ ان میں سے کوئی شہر خاص طور پر گٹھیا کے علاج کے لئے مشہور ہے، کہیں کا پانی خاص طور سے پھنسی پھوڑوں کے لئے مفید پایا گیا ہے۔ اور کسی شہر میں امراض شکم کا خاص طور سے علاج ہوتا ہے۔ وشی کا پانی خاص طور سے جگر اور گردوں کے لئے مفید ہے۔

میرے والد صاحب علاج کے لئے "وشی" آئے ہوئے ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ کچھ روز کے لئے وشی میں ٹھیری ہوئی ہوں۔ یہاں کے علاج کے طریقے اور انتظام کو دیکھ کر مجھکو یہ خیال ہوا کہ یورپین اقوام کسی طرح سے قدرت کے ہر عطیہ کو قوم کے مالی منافع کا ذریعہ بنالیتی ہیں۔ ایک شہر میں چند چشمے تھے جن کے پانی کو مفید پایا گیا بس کیا تھا اس کو "کیور" کی جگہ بنا کر ہر سال اس سے لاکھوں کی آمدنی حاصل کرنے لگے۔

وشی میں کل گیارہ چشمے ہیں۔ ان میں سے ہر چشمے کے پانی کا سائینٹفک معائینہ کیا گیا ہے اور ہر ایک کے خواص جدا گانہ پائے گئے ہیں۔ کوئی جگر کے لئے مفید ہے اور کوئی خاص طور سے قبض کے لئے فائدہ مند ہے۔ اور کسی چشمے کا پانی کمزور قلب کو تقویت پہنچاتا ہے۔ وغیرہ اس لئے قبل اس کے کہ علاج شروع کیا جائے ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کے بعد بتاتا ہے کہ آپ کے لئے کونسے چشمے کا پانی مفید ہے اور اس کو دن میں کتنی بار اور کتنے کتنے وقفے کے بعد اور کتنی مقدار میں پینا چاہیے۔ علاج کی مدت تین ہفتہ ہے۔ اس عرصہ میں ہفتے میں کم سے کم ایک بار ضرور ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت کے لحاظ سے علاج میں یعنی پانی کی قسم مقدار اوقات میں مزید ترمیم کر سکے۔ تبدیلی اس قسم کی ہوتی ہے کہ پہلے مریض کو وہ گرم پانی کے پینے کا حکم دیا گیا ہو تو دوسرے ہفتہ پھر اور تیسرے ہفتہ سو۔ گرم پینے کی اجازت ہو یا پہلے سے زیادہ تیز چشمے کے پانی پینے کا مشورہ ملے۔ یا بعض اوقات دن میں چار سے زیادہ یا کم دفعہ پانی پینے کے لئے

کہا جائے۔ اگرچہ یہ تبدیلیاں بہت معمولی اور غیر اہم سی معلوم ہوتی ہیں پر یہاں کے ڈاکٹر اس پر مصر ہوتے ہیں کہ ان کی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے۔

علاج کا پہلا اور سب سے ضروری حصہ پانی کا پینا ہے۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ یہاں تقریباً آٹھ دس چشمے ہیں اور ایک دوسرے سے قریب ہی قریب ہیں۔ یہ چشمے شیشے کی دیواروں سے گھرے ہوئے ہیں اور ان میں سے نل کے ذریعہ پانی لیا جاتا ہے۔ ہر چشمے میں تین چار نل لگے ہوئے ہیں جن کے آگے لڑکیاں پانی دینے کے لئے کھڑی رہتی ہیں سامنے نمبروار گلاس کھونٹیوں پر ٹنگے ہوتے ہیں۔ ہر شخص جاکر مجوزہ مقدار کے مطابق پانی طلب کرتا ہے اور پی کر چلا آتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنا گلاس خود خرید لیتے ہیں جو ایک چھوٹی سی ٹوکری میں بند کرکے دیا جاتا ہے۔ وشی میں یہ چھوٹی سی ٹوکریاں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں۔

ان چشموں پر دیواروں کے علاوہ شیشے کی ایک چھت بھی ہوتی ہے اور یہاں تک پہونچنے کا راستہ تمام پکا بنا ہوا اور ڈھکا ہوا ہوتا ہے تاکہ بارش کے دنوں میں لوگوں کو چل کر آنے میں دقت نہ ہو۔ پانی پینے کا وقت اس طرح مقرر کیا جاتا ہے کہ صبح سے شام تک کم از کم چار دفعہ تو ضروری چار چار سو گز چلنا پڑے۔ اور اس طرح سے دن بھر میں میل دو میل چلنا پڑے۔ اس کا فائدہ ظاہر ہے۔ ادھیڑ عمر کے لوگ عموماً چلنے سے کتراتے ہیں۔ اور ان کی بیماری کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے کسی قسم کی ورزش کرنی چھوڑ دی ہے۔ اس لئے اس طرح سے ان سے ورزش کرائی جاتی ہے۔ چشموں کے قریب بہت سے ہوٹل بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی سے بھی چشمے تک چل کر جانا ناممکن نہیں۔ چشموں کے اردگرد باغیچے بنے ہیں جن میں کرسیاں پڑی ہیں تاکہ ہر دفعہ پانی پینے کے بعد واپس ہوٹل جانا نہ پڑے بلکہ چاہیں تو وہیں قریب بیٹھ جائیں۔ اور پھر ان کئی گھنٹوں کے اندر جتنی دفعہ پانی پینا ہے پی کر واپس ہوٹل جائیں۔ پانی پینے کے اوقات ہر شخص کے مختلف ہوتے ہیں۔ پر عموماً دس سے بارہ تک صبح اور چار سے سات تک کے اندر شام کا پانی پینا ختم ہو جاتا ہے۔ دوپہر اور شام کو سات بجے کے بعد فرصت رہتی ہے۔

پانی پینے کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقوں سے علاج ہوتا ہے اور ہر مریض علاوہ پانی پینے کے دو ایک اور قسم کے علاج بھی کراتا ہے جن لوگوں کو امراض شکم کے ساتھ ساتھ گلے میں خراش اور زکام کی شکایت بھی رہا کرتی ہے ان کے لئے غرارہ اور ناک میں پانی ڈالنا بھی تجویز کیا جاتا ہے۔ غرارہ وغیرہ کے لئے چشمے کے قریب ایک عمارت ہے جس میں دو بڑے بڑے کمرے ہیں۔ یہاں بھی چشمے کا پانی نل کے ذریعہ آتا ہے اور یہاں بھی گلاس بھر بھر کر دینے کے لئے عورتیں کھڑی رہتی ہیں۔

گٹھیا یا اور اس قسم کی شکایت ہو تو اس کے لئے مختلف قسم کے غسل کرائے جاتے ہیں۔ اور غسل کے لئے بھی ایک بہت بڑی عمارت بنی ہوئی ہے جس میں ایک طرف عورتوں کے لئے اور ایک طرف مردوں کے لئے غسل خانے اور مساج

(Massage) یعنی مالش کرنے کے لئے کمرے بنے ہیں غسل کرنے اور "مساج" کرنے کے لئے عورتیں اور مرد مقرر ہیں غسل اور "مساج" مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ہر شخص کی ضرورت کے لحاظ سے تجویز کئے جاتے ہیں. جو غسل عام طور سے سب سے زیادہ تجویز کیا جاتا ہے وہ یہ ہے. پہلے دس منٹ تک گرم پانی کے ٹب میں بیٹھے رہنا اس کے بعد گرم گرم تولیوں سے سارے جسم کو لپیٹ کر بھاپ دینا تاکہ مزید طور پر مسامات کھل جائیں. پھر جسم کو پاؤڈر لگا لگا کر "مساج" یعنی مالش کرنا. اس کے بعد کھردرے دستانے سے جسم کو رگڑنا تاکہ خون کا دوران ہو. اس کے علاوہ اور کئی طرح سے غسل کرائے جاتے ہیں. مثلاً ٹب میں لٹا کر تیز گرم پانی کے فواروں سے پیٹ پر پانی ڈالا جاتا ہے. یہ جگر کے امراض کے لئے مفید سمجھا جاتا ہے. بعضوں کو ربڑ کے گدے پر لٹا کر تین طرف سے گرم پانی کے فوارے کھول دئے جاتے ہیں اور اسی حالت میں خوب زور زور سے جسم کی مالش کی جاتی ہے.

گھٹیا اور جوڑوں کے درد وغیرہ کا علاج ایک تو اس طرح سے ہوتا ہے اور دوسرے مشین کے ذریعہ (جب کہ مرض بہت پرانا ہو تو) مشین سے علاج کا انگریزی نام (Mecanotherapy) ہے اس عمارت میں جہاں غسل خانے اور "مساج" کے کمرے ہیں ایک بہت بڑا کمرہ مشینوں سے فٹ کیا ہوا بھی ہے. اس کمرے میں بیسیوں طرح کی مشینیں رکھی ہوئی ہیں. میں جس وقت اسے دیکھنے گئی تو کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا مشینوں کے ذریعہ لوگوں کے اُن اعضا کی ورزش کی جا رہی تھی جو ماؤف تھے. مثلاً کسی مشین کی ساخت ایسی تھی کہ اُس سے ٹخنوں میں حرارت اور تحریک پیدا ہو. کوئی مشین گھٹنوں کی مالش کرتی تھی کوئی گردن یا کمر کی کرتی تھی. غرض جسم کے ہر حصّہ کی ورزش کے لئے علیٰحدہ مشین موجود تھی جن کو کئی شکائتیں تھیں وہ یکے بعد دیگرے دو تین مشینوں سے ورزش کرانے جاتے تھے. ان مشینوں میں بعض خود بخود چلنے والی (Automatic) تھیں اور بعض کو لوگ چلاتے تھے یہ مختلف مشینیں عجیب عجیب طرح سے ورزش کراتی تھیں. کندھے پیٹ وغیرہ کی ورزش کو دیکھ کر مجکو تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُن لوگوں کو کوئی سخت تکلیف ہو رہی ہے سر نیچے آجاتے تھے پھر اوپر پر درحقیقت ان میں سے کسی ورزش سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی. بعض ورزشیں بالکل معمولی تھیں مثلاً ایک لڑکی باہنوں اور سینے کی طاقت کے لئے مشین سے اسی قسم کی ورزش کرا رہی تھی جیسے کہ کشتی چلانے سے حاصل ہوتی ہے. بعض لوگ سائیکل چلانے کی سی ورزش کرا رہے تھے. البتہ پیٹھ کمر گردن وغیرہ کی ورزشیں پیچیدہ تھیں.

وشی کے علاج گاہوں کے علاوہ جس چیز کو میں نے دلچسپی سے دیکھا ہے وہ یہاں پانی کی فیکٹری تھی. یہ لوگ صرف اس بات پر اکتفا نہیں کرتے کہ ہر سال ہزارہا لوگ آکر وشی کا پانی پی لیں. بلکہ وشی کے پانی کو بوتلوں میں بھر کے لاکھوں کی تعداد میں فروخت کرتے ہیں اور اس طرح سے "وشی" کے پانی کو مزید قومی آمدنی کا ذریعہ بنا رکھا ہے.

یہاں کے آٹھ دس چشموں سے صرف چار چشموں کا پانی بوتلوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور سب سے زیادہ اُس چشمے کا جو (Celestins) ہے. پانی نلوں کے ذریعہ فیکٹری میں پہنچایا جاتا ہے. ہر چشمہ کے لئے الگ رنگ کا نل ہے. بوتلیں بھی اپنے بننے کی جگہ سے سیدھی ریل سے اس فیکٹری میں آتی ہیں. اور مشین کے ذریعہ سے اتاری جاتی ہیں. اور مشین کے ذریعہ

کمرے میں ایک طرف دہلنے کے لئے رکھی جاتی ہیں۔ دہلنے کے بعد مشین ہی کے ذریعہ بھاپ سے سکھائی جاتی ہیں۔ مشین کے ہی ذریعہ پانی بھرا جاتا ہے۔ کاگ اور لیبل بھی مشین ہی کے ذریعہ لگایا جاتا ہے۔ اور مشین ہی کے ذریعہ پانی بھرنے لیبل وغیرہ لگ جانے کے بعد قطار کی قطار دوسری طرف سے کمرے کے باہر چلی جاتی ہیں۔ باہر جانے سے قبل صرف اتنا کام انسانی ہاتھ سے ہوتا ہے کہ پٹری جس پر بوتلیں رکھی ہوئی جاتی ہیں اُس کے دونوں طرف دو عورتیں کھڑی ہوتی ہیں جو بوتلیں اُٹھا اُٹھا کر یہ دیکھتی جاتی ہیں کہ ان میں کسی قسم کا نقص تو نہیں اور دیکھنے کے بعد دوسری پٹری پر رکھ دیتی ہیں جو انہیں باہر لے جاتی ہے۔ مشین کے ذریعہ یہ تمام کام انجام پاتے ہوئے دیکھ کر مجھے بہت ہی حیرت ہوئی۔ چونکہ میں نے پہلے کبھی کوئی ایسی فیکٹری نہیں دیکھی تھی اس لئے اس میں مجھے بہت ہی دلچسپی ہوئی ورنہ سنتی ہوں کہ چاکلٹ وغیرہ سب اسی طرح مشین سے پیک کئے جاتے ہیں۔

وشی میں بچوں کا پارک بھی ایک دلچسپی کی جگہ ہے۔ یہ پارک ان لوگوں کے آرام کے لئے بنایا گیا ہے جو کہ علاج کے لئے وشی آتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لاتے ہیں۔ صبح سے بارہ تک اور دو سے سات تک بچوں کو یہاں ایک چھوٹی سی فیس لے کر رکھا جاتا ہے۔ اس پارک میں ان کی دلچسپی کا سارا سامان موجود ہے اور ہر کھیل کا انتظام۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے کہ اس سے جسمانی نشوونما میں فائدہ ہو۔ پارک کے بیچ میں ایک بڑا سا تالاب ہے جس میں بچے تیر سکتے ہیں۔ اس کی گہرائی بہت کم ہے تاکہ ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو۔ طرح طرح کے جھولے Merry-go-round اور (See-Saw) وغیرہ ہیں۔ مصنوعی قلعے بنے ہوئے ہیں جن پر بچوں کا ایک گروہ قبضہ کرنا چاہتا اور دوسرا اس کو روکتا ہے۔ اس میں بہت کچھ اترنا چڑھنا پڑتا ہے۔ اونچے اونچے (Shoots) یعنی ڈھلواں چبوترے بنے ہیں کہ ان پر پھسلا کریں اس سے ڈر اور جھجک نکالنا مقصود ہے۔ نیچے گھاس ہے تاکہ گرنے والے کے چوٹ نہ لگے۔ ایک بالکل نئی چیز جو میں نے یہاں دیکھی وہ ایک لمبا سا لکڑی کا پنجرہ تھا اس کے اندر سے بچے رینگ رینگ کر نکل رہے تھے۔ اس ورزش سے ان کے پیٹ کے رگ و پٹھے Muscles مضبوط کرنا مقصود ہے۔ اور بھی بہت سی قسم کے کھیلوں کا سامان ہے۔ دھوپ زیادہ ہو تو پارک میں ایک بڑا کمرہ بھی ہے جس کے اندر بچے کھیل سکتے ہیں۔

وشی میں جو بھی چیز ہے وہ اس بات کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے کہ جو لوگ کیور کے لئے آئیں ان کو ہر طرح کی سہولت ہو۔ ہوٹل ہیں تو چشموں کے قریب پارک ہیں تو چشموں کے اردگرد۔ ہوٹلوں میں ڈاکٹر کے حکم کے مطابق کھانا مل سکتا ہے ہر ہوٹل میں دو طرح کا کھانا پکتا ہے معمولی اور پرہیزی۔ جن کو پرہیزی کھانا ہو ان کو صرف کہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ انہیں پرہیزی چاہئے ہوٹل والوں کو خود معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کون کون سی چیزیں کھانی چاہئیں۔ اور وہ اسی کے مطابق ان کو روز کھانا دیا کرتے ہیں وشی میں آنے والے لوگ یا تو معمر یا مریض ہوتے ہیں اس لئے تفریح کے سامان بہ نسبت یورپین شہروں کے کم ہے۔ تاہم یہاں ایک بڑا جوا خانہ ہے کئی ایک سینما ہیں اور ایک بہت ہی اچھا اوپیرا بھی ہے شام کے وقت جوئے خانے میں بینڈ بجتا ہے جس کو سننے کے لئے سب لوگ باغ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں وہاں چاء بھی ملتی ہے یہ جگہ یہاں کی "سوشل لائف" یعنی تفریح اور میل جول کا مرکز ہے اور چشموں ہوٹلوں سے بالکل قریب بھی ہے۔ یہ ہے یورپ کے ایک (Health resort) یعنی صحت گاہ کی حالت امید ہے کہ ناظرین عصمت کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ یہ ضرور غور کرنے کے لائق ہے کہ اہل یورپ علاج بھی کس اہتمام سے کرتے ہیں ✤

مسلمان اور کانگریس

آج کل ملک کی سیاسی کشمکش سے باخبر خواتین جہاں بھی مل بیٹھتی ہیں۔ وہاں مسلمان اور کانگریس کی بحث چھڑ جاتی ہے۔ کوئی بہن کانگریس کو بُرا بھلا کہتی ہیں تو کوئی مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھیراتی ہیں۔ اخبار بین خواتین جانتی ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کے دو فریق ہیں۔ ایک فریق کانگریس کے ساتھ تعاون کا حامی ہے دوسرا مخالف۔ اور غالباً یہ بھی جانتی ہوں گی کہ نہرو رپورٹ سے مایوس ہو کر مسلمانوں نے پنڈت جواہر لال کے آگے ہاتھ پھیلائے تو وہاں سے بھی مایوسی ہوئی۔ پھر گاندھی جناح کانفرنس سے بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

کانگریس مسلمانوں کو دعوت تعاون دیتی ہے تو مسلمانوں کا ایک گروہ اپنی موجودہ پوزیشن اور مستقبل کا خیال کئے بغیر اس کی صدا کو لبیک کہتا ہے مگر دوسرا دور اندیش گروہ اس شرکت کے نتائج پر غور کر کے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھئے کہ مسلمان کانگریس کے مخالف ہیں یا اسے محض ایک بیکار جماعت سمجھتے ہیں جن نیک مقاصد کے لئے کانگریس کی بنیاد ڈالی گئی۔ وہ بیشک ہندوستانیوں کے لئے مفید ہیں اور ملک کے مفاد کے لئے جو کارہائے نمایاں اس جماعت کے ہاتھوں انجام پا رہے ہیں۔ وہ بھی قابل قدر کہے جا سکتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس سے تعاون نہیں کرتے؟

اس امر پر بحث کرنے سے پیشتر اس نقطہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ "مسلمانوں کی حیثیت اس ملک میں کیا ہے"۔

مسلمانوں کی اس وقت دو حیثیتیں ہیں ایک تو یہ کہ "وہ مسلمان ہیں" اور دوسری یہ کہ وہ "ہندوستانی" ہیں۔ اور بلاشبہ اول الذکر حیثیت زیادہ اہم اور قابلِ غور ہے۔ یعنی ہم "پہلے مسلمان ہیں پھر ہندوستانی"۔ اور یہی کانگریس اور مسلمانوں کا سب سے بڑا اختلاف ہے۔ کانگریس ہمیں "پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان" دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ نقطۂ نظر ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا، چنانچہ اقبال مرحوم نے

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

کا ترانہ گانے کے بعد۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کا نعرہ لگایا۔ اس لئے ہمارے لئے حصولِ آزادی کے ساتھ ساتھ قومی حقوق اور قومی تہذیب کا تحفظ بھی ضروری ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہماری موجودہ پوزیشن اس قابل ہے کہ ہم اپنے حقوق اور تہذیب کی نگہداشت کر سکیں؟ مطلق نہیں۔ ہمارا قومی انتشار جمعیتی پراگندگی۔ تمدنی بے راہ روی۔ مذہبی انحراف۔ جہالت۔ افلاس۔ اور اخلاقی انحطاط جیسی اندرونی خرابیاں وہ کمزوریاں ہیں۔ جن کی موجودگی میں ہمارا میدانِ سیاست میں کودنا اپنی ہستی کو خود ہی فنا کر دینے کے مرادف ہے۔

کانگریس ایک منظم جماعت ہے۔ اور ہر منظم جماعت کا خاصہ ہے کہ وہ دوسری منتشر جماعتوں کی ذہنیت کو اپنی فطرت اور ضرورت کے مطابق ڈھال لیتی ہے۔ اس لئے جب تک مسلمانوں کے اندر تنظیم اور مضبوط اسلامی سپرٹ پیدا نہ ہو ان کا کانگریس سے تعاون کرنا میری رائے میں خودکشی کے مصداق ہے۔ جس قوم میں خود زندہ رہنے یا اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کرنے کی طاقت نہ ہو اسے دوسرے زندہ کیوں رہنے دیں گے۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ پہلے ہم اپنی کمزوریوں کو رفع کرکے اپنی اجتماعی طاقت کو اس قدر مضبوط بنالیں کہ وہ ہر حالت میں اسلامی مفاد کی حفاظت اور آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر مسلمانوں کی حیثیت اس ملک میں تمدنی و معاشی اچھوتوں کی سی ہوکر رہ جائے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان ہندوؤں سے ڈرتے ہیں یا ان کی اکثریت سے خوف کھاتے ہیں اگرچہ یہ اصول سچا ہے کہ اقلیت اکثریت میں فنا ہوتی چلی آئی ہے مگر اسلامی تاریخ کا مشاہدہ کچھ اور ہی کہتا ہے۔ وہاں عام طور پر اقلیت اکثریت پر غالب آئی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس زمانے میں ان کے سینے ایمان کی حرارت سے گرمائے ہوئے تھے، ان میں طاقت تھی، نظم تھا۔ اس لئے کوئی قوت ان پر غلبہ نہیں پا سکتی تھی، پھر بھی ہندوستانی مسلمان خواہ کتنے بھی گئے گذرے ہوں ان کے سینوں میں ایمان کی چنگاریاں اب بھی دبی ہوئی ہیں انہیں صرف ایک مخلص قائد اعظم اور دانشمند رہنما کی ضرورت ہے جو ان کو مشتعل کرسکے ان کے احساسات خفتہ بیدار ہو جائیں گے اور پھر چکیئے وہ کیا سے کیا بن جاتے ہیں۔ دوران بحث میں اکثر یہ فقرہ سننے میں آتا ہے کہ "پہلے سوراج حاصل کرلیں۔ پھر آپس میں سمجھ لیں گے" یہ حد درجے کی کم فہمی ہے۔ اگر مسلمانوں نے اس وقت اپنے حقوق کی پرواہ نہ کی تو بعد میں ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دوران انقلاب میں بعض قومیں بن جاتی ہیں اور بعض بگڑ جاتی ہیں اور جو قومیں اپنے اجتماعی ارتقا کے لئے جدوجہد کرتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ ادبار اور پست حالی سے نکلنے کا یہی وقت ہے۔ اگر انہوں نے ابھی سے تیاری شروع کردی اور دوران انقلاب میں ہی بنیاد ڈال دی تو آہستہ آہستہ ایک ایسی سنگین عمارت تیار ہو جائے گی۔ جسے غیر قومی حملے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

گذشتہ انقلابات میں اپنی نادانی ولاپرواہی سے مسلمانوں نے جو نقصانات اٹھائے ہیں ان کے نتیجے وہ اب تک بھگت رہے ہیں۔ ایک حکمران قوم سے غلام بن کر انہوں نے جو تلخ تجربات اُٹھائے ہیں اس سے ان کی آنکھیں ایک حد تک کھل گئی ہیں۔ محکوم رہ کر ڈیڑھ سو سالہ غلامی میں ان کی مذہبی بنیادیں جس قدر متزلزل ہوئیں ان کی سوشل لائف میں جو امراض پیدا ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ یہ تو پھر ملکی اقتدار تھا۔ انگریز سات سمندر پار سے آئے۔ وہ ہماری پرائیویٹ لائف سے واقف نہ تھے۔ انہیں ہماری مذہبی زندگی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس پر بھی اس غیر اسلامی اقتدار کا یہ اثر پڑا کہ ہندوستانی "نیم انگریز" بن کر رہ گئے۔ اب مسلمان ایک ایسے غیر اسلامی اقتدار کو کیوں حاوی ہونے دیں جو "گھر کے بھیدی" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اول الذکر اقتدار سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس کے اثر میں ڈوب کر ہم خالص "ہندو تہذیب" میں رنگے جائیں گے اور اسلامی تہذیب اور امتیازی نشانات کے ساتھ ساتھ ہماری قومیت بھی فنا ہو جائے گی

کچھ عرصہ ہوا غالباً "ٹربیون" میں ایک کانگریسی وزیر تعلیم کی ایک تقریر چھپی تھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ "موجودہ ہندو مسلم تہذیبیں ہندوستان کے لئے ضرر رساں ہیں جو شخص اس شے کو اسکولوں میں جاری رکھنے پر زور دیتا ہے وہ ملک کا بدخواہ ہے۔ ہم ایک ہندوستانی تہذیب چاہتے ہیں اور ہندوستانی تہذیب تب ہی زندہ رہ سکے گی جب ہندو مسلم تہذیبیں مٹ جائیں گی"۔ جس جماعت کا سوراج ملنے سے پہلے ہی یہ حال ہے کہ وہ ہمیں کمیونٹی یعنی مستقل جماعت کی حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ جو ہماری رہی سہی تنظیم کو اس فرمان میں فنا کر دینا چاہتی ہے کہ "ایک جماعت بن کر نہ آؤ۔ بلکہ مزدور۔ سرمایہ دار۔ زمیندار۔ کسان اور سیاسی پارٹیوں میں منقسم ہو کر آؤ"۔ جو ہمارے احساساتِ قومیت کو کمیونل ازم یعنی فرقہ پرستی کا الزام دے کر کچل ڈالنا چاہتی ہے۔ اس قوم سے آئندہ جا کر ہمیں کیا توقعات ہو سکتی ہیں؟ جس قوم کے نظرئے اسلامی اصولوں سے بالکل مختلف ہیں جس کے مسلک ہمارے مسلکوں کے متضاد ہیں۔ جو ہماری "مسلمان اور ہندوستانی حیثیتوں کے امتیاز" کی مخالف ہے۔ ہم اس قوم کے ساتھ تعاون کیسے کر سکتے ہیں؟

آپ میرے مضمون سے یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان "سوراج" کے خواہشمند نہیں یا وہ "انگریزی غلامی" کو "سوراج" پر ترجیح دیتے ہیں۔ نہیں مسلمان سوراج کے دل سے خواہاں ہیں اور ہندوستان کی آزادی کے لئے سینہ سپر ہونے کے لئے اس طرح بیقرار ہیں جس طرح کہ ہندو۔ مگر فرق یہ ہے کہ "ہندو" ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں لیکن ہم ہندوستان کے ساتھ "مسلمان" کی بھی آزادی چاہتے ہیں۔ اور یہ آزادی ہمیں اُس وقت نصیب ہو گی جب ہم خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے۔ اپنی جماعت کو متحد اور اپنی منتشر قوت کو مجتمع کر لیں گے۔ یہ نجات تب ہی حاصل ہو گی جب ہم حکومت کی تشکیل میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ اور اپنے مذہبی حقوق۔ تہذیب۔ زبان اور پرسنل لاء کی حفاظت کر سکیں۔

ہم جنگ حریت میں حصہ لینے کو تیار ہیں سوراج کے لئے سرفروشی پر آمادہ ہیں پر اپنی قومیت اور قومی تہذیب کو نیست و نابود کرنے پر قطعاً تیار نہیں۔

کانگریس کے "بنیادی حقوق" Fundamental Rights کا ریزولیوشن یا صدر کانگریس کا یہ کہنا کہ "کانگریس ہندوستانیوں کی مذہبی۔ تہذیبی اور تمدنی آزادی کی حامی ہے اور وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کر سکتی" ہمیں مطمئن نہیں کر سکتا۔ خواہ بظاہر کانگریس کوئی ایسا قانون نہ بنا سکے جو ہمارے مذہبی یا تمدنی اصولوں پر پابندی عائد کرے۔ لیکن اس کا آئینِ حکومت اور نظامِ معاشرت ہم پر بلا واسطہ اثر ضرور ڈالے گا پس اس کی مدافعت کے لئے کارگر تدابیر اختیار کرنا ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ موجودہ وطن پرستی کی تحریک "شدھی کی تحریک" کے لگ بھگ ہے اور اس وقت کانگریس کی حیثیت ہندو مہا سبھا کے قریب قریب ہی ہے۔

کانگریس کے نزدیک قوم پرست (Nationalist) وہ مسلمان ہے جو "ہندو تہذیب" کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے اتنا ہی بیگانہ ہو جتنا کہ خود ہندو۔ اور اگر اس بدبخت کے دل میں کبھی اپنی قومی فلاح و بہبود کا خیال

آ بھی جائے تو اس لفظ کو اس خوف سے زبان پر نہیں لاتا کہ مبادا اسے (Communalist) یعنی فرقہ پرست نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے فرقہ پرستی (Communalism) کا فتوےٰ کفر کے فتوے سے کم نہیں ہے۔ اگر ہم نے اپنے حقوق کی حفاظت ایسے نمایندوں کے ہاتھ میں چھوڑ دی تو وہ ان حقوق کی حفاظت غیر مسلم نمایندوں سے زیادہ ہرگز نہ کر سکیں گے دوسرے ہماری قوم میں منافقوں کی کمی نہیں اور یہی دشمن ہمارے لئے سب سے زیادہ مہلک ہیں۔ کیونکہ ہم قوم ہونے کی وجہ سے وہ غیر مسلموں کی نسبت زیادہ آزادی سے نقصان پہنچا سکیں گے۔ فرض کیجئے کہ تعلیمی وسائل اور پروپیگنڈے کے ذریعہ ایک جماعت اسلامی قوانین میں ترمیم و تنسیخ پر رضامند ہو جائے اور منافقین اور (Nationalists) یعنی قوم پرستوں کا گروہ ان کی حمایت میں اُٹھ کھڑا ہو تو ان کے ووٹوں کی اکثریت سے کئی ایسے ریزولیوشن پاس ہو سکتے جو اسلامی مفاد اور تہذیب و تمدن کے خلاف ہوں گے۔ اس وقت کاغذی میثاق ہماری کیا مدد کر سکیں گے؟ اگر خدانخواستہ کل کو ہماری قوم میں مس حمید جیسی چند لڑکیاں اُٹھ کھڑی ہوں جو سول میرج ایکٹ کے ماتحت غیر مسلموں کے ساتھ پر تیار ہو جائیں تو ہمارے پاس کونسا دستوری تحفظ یا کونسی آئینی ضمانت ہے جس کے ساتھ ہم اس تحریک کو روک سکیں گے؟

دستورِ اساس کے تحفظات اور آئینی ضمانتیں تو اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی پشت پر کوئی قوی طاقت یا ([illegible]) ہو۔ اور آئندہ نظامِ حکومت کی تشکیل میں ہماری حصہ داری نہ صرف ہندوستانی حیثیت سے ہو بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی ہو۔

اسلام ایسا مذہب نہیں ہے جو دین کو دنیا سے الگ قرار دے بلکہ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی" اور انسان کو دنیا میں خدا کا خلیفہ" ظاہر کرتا ہے۔ وہ ایک جامع تہذیب ہے۔ ایک با ضابطہ تنظیم ہے۔ اس کے معیار کے مطابق زندگی بسر کرنا ہماری تمام مشکلات کا حل ہے۔ اور اس کے اصولوں پر کاربند ہونا ہماری تمام گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے۔ اسلام ہمیں "انتشار" کی نہیں "اخوت" کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر ہم اس تعلیم کی مخالفت کرتے ہوئے کیوں پارٹیوں میں منقسم ہوں۔ جب ہمارے پاس موافقت اور اشتراکِ عمل پیدا کرنے والے اصول موجود ہیں تو ہم زمیندار، کسان، مزدور، سرمایہ دار وغیرہ وغیرہ بن کر مختلف جماعتوں (Classes) میں کیوں حصہ لیں۔

مندرجہ بالا تمام حالات پر غور کرنے کے بعد ہمارے چند نیک نفس رہنماؤں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جنگِ قریب میں حصہ لینے سے پیشتر مسلمانوں میں ایک ایسی رائے عامہ پیدا کر دی جائے جو انہیں ایک مرکز پر لا کھڑا کرے۔ جو انہیں اپنے حقوق کی نگہداشت کے قابل بنا دے۔ جو انہیں ایک نصب العین پر متفق کر دے جس کی مدد سے وہ اپنے رہبروں کو پہچان سکیں۔ جو گمراہی منافقت اور غداری کا سدباب کر سکے۔ غیر مسلم تہذیب و اقتدار کی روک تھام کر سکے اور جو انہیں اس بات کا احساس دلائے کہ وہ صرف ہندوستانی ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی ہیں۔

اس تمام بحث کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان کانگریس کے مخالف نہیں۔ ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ان کا مقصد

(باقی دیکھئے صفحہ ۲۵۴ پر)

ہمدمِ دیرینہ

جانے آج مرزا شہاب کے دل میں کیا آئی کہ سب کام کاج چھوڑ، دُکان بند کر، شام ہونے سے پہلے ہی گھر آ گئے۔ دیکھا کہ بیوی بغلی کمرے میں بیٹھی رضائی اوڑھے ان کی نیم آستین میں تکمے ڈال رہی ہیں۔ دالان ہی میں ٹھٹک گئے اور سوچنے لگے "بچاری کئی روز سے بیمار ہے، بس کل رات ہی کو بخار اترا ہے، میں نے ناحق ہی سردی کی شکایت کی کہ غریب تندرست ہونے سے پہلے ہی سینا پرونا لے کر بیٹھ گئی۔"

شہاب مرزا اب بوڑھے ہوگئے ہیں اور ان کی کشتی حیات ہولے ہولے کنارے آرہی ہے۔ یہ جو سامنے بوڑھی، بھدی، موٹی سی عورت اپنے کام میں مشغول ہے ان کی رفیقِ زندگی ہے۔ جب ان کی جوانی تھی تو یہی بڑھیا جو اب باسی سیب کی طرح بدنما معلوم ہوتی ہے، خوبصورت، شوخ اور چھریرے بدن کی سو دو سو میں ایک لڑکی تھی۔ اب بھی غور سے دیکھئے تو ان جھریوں کی سلوٹوں میں حسنِ رفتہ کے نقوش اُبھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صورت تو خیر اب رخصت ہوئی، سیرت میں بھی ایسے ایسے گل بوٹے کھلے ہیں کہ شہاب مرزا ان سے مسحور ہو کر رہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہی شہاب مرزا جواب اتنے بڑے تاجر ہیں اپنی ناعاقبت اندیشیوں اور فضول خرچیوں کی بدولت مقروض اور روٹیوں کو محتاج ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ یہی سمجھا کہ آنے والی کل کبھی نہ آئے گی۔ زندگی کی بہار صرف آج ہی میں ہے اور وہ بھی صرف اپنے لئے۔ باوجود اس کے کہ شادی کو کافی دن ہو گئے تھے انہیں بلقیس کی صورت کبھی نہ بھائی۔ صرف باہر کے کھیل تماشوں اور رنگ رلیوں ہی میں ان کی تمام دلچسپیاں مرکوز ہو گئی تھیں۔ بلقیس کو ان کی اس روش سے روحانی اذیت ہوئی مگر وہ اس نتیجے پر کبھی نہ پہنچی کہ ان کا چال چلن درست نہیں ہوسکتا۔ دُکھ میں سُکھ، تکلیف میں شکر اور مصیبت میں استقلال اس نے اپنا شیوہ بنا لیا۔ جب بھی اسے مستقبل کے جھروکے سے سراسیمہ کر دینے والی جھلکیاں نظر آئیں، اس نے دل کو یہ کہہ کر ڈھارس دی "اب نہیں تو پھر اور آج نہیں تو کل یہ ضرور راہِ راست پر آجائیں گے —— آخر تو یہ میرے ہیں اور میں ان کی۔ اگر خدمت کئے گئی تو تمام عمر کی محنت رائگاں تھوڑی جائے گی"۔ بس پھر شہاب کی بڑی سے بڑی لغزش اور بُری سے بُری حرکت بھی اُسے مایوس نہ کر سکی۔

مرزا شہاب کی آنکھوں کے سامنے آج سے بیس پچیس سال پہلے کی تصویر پھر گئی۔ اور بلقیس کی وہ بھولی بھالی صورت جس کی طرف وہ اس وقت مائل نہ ہوسکے، اب دل میں کھُب گئی۔ گذری ہوئی باتیں اور بیتے ہوئے واقعات ان کے دماغ میں گردش لگانے لگے۔ بلقیس کے سفید بال دیکھ کر انہیں خیال آیا کہ یہ سر میرے سامنے ہی تو بگلا ہوا ہے۔ آہ! معصوم نے میری خاطر کیسی کیسی سختیاں جھیلی ہیں۔ جب میں سر تا پا مصیبتوں اور قرضوں سے گھر گیا تو یہی ایک ہستی تھی جس نے مجھے اس قعرِ مذلت

سے نکالا۔ یہ اپنی حیثیت کو پہچانی ہی نہیں۔ ہمیشہ اسی کوشش میں رہی کہ کسی طرح مجھے ذلت اور مفلسی سے بچالے۔ شہر بدلا۔ عادت بدلی۔ اور مایوسی میں ہمت اور امید دلا دلا کر اس نے میری زدہ حالت کو سنوارا۔ اس کو شکایت کرنے کا حق تھا۔ چاہتی تو کہہ سکتی تھی: "کیا تم مجھے اسی دن کے لئے لائے ہو کہ فاقے کروں اور بے عزتی سہوں؟ مگر اس نے کبھی گلا ہی نہیں کیا۔ جہیز کا بچا کچھ سامان بیچ کر میرے لئے سرمایہ فراہم کیا اور جب تک آسودگی نہ ہوئی، بچاری چٹنیاں پیس پیس کر گذارہ کرتی رہی۔ پہلے قرض اتارا، پھر گھر بنایا اور اب .... یہ سب کچھ اسی کی بدولت تو ہے! ہائے کیسے کیسے حیلوں سے، کیسے کیسے بہانوں سے اس نے اپنے اور میرے لئے میکے سے کپڑے اور دوسری چیزیں منگوائیں کہ کسی طرح سُبکی نہ ہوئی۔

خدا جو رحمٰن ہے اور منصف، اُن پر مہربان تھا اس لئے بچے ان کے ہاں اس وقت ہوئے جب ان کے پاس اس قدر اثاثہ جمع ہوگیا کہ وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرسکیں اور ان کو معقول تعلیم و تربیت دلوا سکیں۔ بچے پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ پھر ان کی شادیاں کردی گئیں اور وہ بھی اس آن بان سے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ ان کے والدین پر کبھی بُرا وقت گذرا ہے۔ دو لڑکے ملازمت کے سلسلے میں دوسری جگہ جاکر آباد ہوگئے۔ ہاں کبھی کبھار تھوڑے دنوں کے لئے آجاتے ہیں۔ ایک لڑکا جو ذرا خودسر ہے وہ شادی کے بعد الگ مکان میں رہتا ہے۔ ایک بیٹی تھی صفیہ۔ اس کی بھی پچھلے سال شادی ہوگئی۔ سب نے اپنا اپنا نیا گھر بسالیا۔ شہاب مرزا دل میں کہنے لگے کہ میں دنیا میں تنہا آیا اور اگر ان سے شادی نہ ہوتی تو یہاں سے تنہا ہی جاتا۔ ماں باپ تو پہلے ہی چلے گئے۔ دوسرے عزیزوں نے مفلسی میں چھوڑ دیا۔ رہے یہ بچے، تو کون کس کا ساتھ دیتا ہے؟ ہاں زندگی کے اس طویل راستے میں مجھے ایک ساتھی مل گیا جس نے کٹھن سے کٹھن منزل پر بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا بلکہ اس کے منہ سے ہمیشہ یہی نکلا "وہ دیکھو! افق کے اس پار شفق پھوٹنے لگی ہے۔ کوئی دم میں ہمارا سفر ختم ہوجائے گا اور ہم اور تم، دونوں وقت ملتے منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ آنکھیں کھول کر چلو۔ وادیوں اور گھاٹیوں کے یہ نشیب و فراز ہم بآسانی عبور کرسکتے ہیں۔ آؤ، میں تمہارا ہاتھ پکڑلوں، راستہ کتنا ہی دشوار گذار اور ہمت شکن کیوں نہ ہو ہم ٹھوکر نہیں کھائیں گے"۔

مرزا شہاب کاروباری آدمی ہیں۔ ہزاروں کا لین دین کرتے ہیں کسی سے کچھ لیتے ہیں تو اُسے دینا بھی پڑتا ہے شام ہوئی اور لینے والے جمع ہوگئے۔ حساب کتاب دیکھا اور جس شخص کا جو کچھ نکلا وہ اُس کو دے دیا۔ ان کی زندگی کی بھی تو اب شام ہوچلی ہے کیا انہیں چاہئے کہ اپنی بیوی کا بھی حساب بے باق کردیں مگر کیسے کرسکیں گے؟ انہوں نے بلقیس سے تو ساری عمر لیا ہی لیا ہے۔ ان کی آمد و خرچ کی کتاب میں بلقیس کے ذمے کچھ نہیں لکھا بلکہ ان ہی کی طرف سب کچھ نکلتا ہے۔ جب سے ان کے جینے کی پُربہار صبح کا آغاز ہوا ہے۔ ان کی بیوی انہیں دیتی ہی رہی، کہاں تک اب اُسے ادا کریں گے؟ کوئی بڑا بیوپار ہو اور اس کی جانچ نہ کی جائے تو کتنی غلطیاں پیدا ہوجاتی ہیں لیکن ان دونوں میاں بیوی کے درمیان تو بہت ہی بڑا بیوپار ہوا ہے جس کی نہ کبھی جانچ پڑتال کی گئی اور نہ کبھی بلقیس کی طرف سے تقاضہ ہوا۔ اس کی طرف

صرف دین ہی دین ہے۔ لین کچھ نہیں۔ دن بھر کی محنت مزدوری کے بعد شہاب مرزا کے ملازم چھٹی کرتے ہیں۔ اب بلقیس بھی تو تھک کر چور ہو گئی ہے۔ ان کے جیون کا بھی تو چھٹپٹا ہو گیا ہے۔ اس لئے اُنہیں چاہئے کہ اب اپنی بیوی کو چھٹی دیدیں مگر اس کی ان میں ہمت نہیں آج بلقیس ذرا چھٹی لے لے تو بچارے کی تھکی ہوئی روح پرواز کر جائے۔ پر وہ جھگڑ کر کہہ سکتی ہے "مجھے اب چھٹی دے دو۔ اب مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ تمہارے لئے کھانا نکالنے اور بچھونا اوڑھنا ٹھیک کرنے میں میرے ہاتھ پیر کانپتے ہیں۔ آخر کب تک کام لوگے؟ تمہارے نوکر چاکر بھی کام کرنے کے بعد آرام لینے بیٹھ جاتے ہیں تو کیا میں اس کی بھی مستحق نہیں کہ تمام عمر خدمت کرنے کے بعد باقی دنوں کے لئے چھٹی کی التجا کر سکوں؟ آج شہاب مرزا کو وہ دن یاد آرہے ہیں جب یہ بلقیس ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتی تھی اور پھر ان کی ایک محبت بھری نظر اس کے تمام غصے اور تمام خفگی کو اس طرح فرو کر دیتی تھی جیسے وہ خشمناک ہونا جانتی ہی نہیں۔ کئی بار وہ اس طرح بگڑی ہے گویا وہ اب نہ من سکے گی مگر جہاں مرزا نے پیارے سے "بیگم" کہا اور اس کی تمام شکائتیں حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں۔ اور خلوص کا یہ حال ہے کہ وہ اب بھی ان کا ہر وقت خیال رکھتی ہے۔ چاہتی ہے کہ جس طرح بھی ہو ان کو اچھے اچھے پھل اور عمدہ عمدہ غذائیں کھلادوں تاکہ بدن میں جان رہے۔

سیتے سیتے بلقیس کا دوپٹہ شانے پر سرک آیا اور شہاب مرزا دٹ ہی میں کھڑے کھڑے اُسے دیکھا کئے۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنی بیوی کو لاکھوں بار اور ہر ہر طرح دیکھا تھا مگر جو مزہ اس چوری چھپے دیکھنے میں ہے وہ کھلے بندوں دیکھنے میں کہاں؟ آج تو جیسے وہ پہلی بار اُن کے سامنے آئی ہے اور اس طرح کہ اب وہ کتنا ہی چاہے اُن سے کبھی نہ چھپ سکے گی۔ مرزا کو وہ دن یاد آ گئے جب وہ بلقیس کو اپنے پاس بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے تھے "ذرا تھوڑی دیر میرے پاس بھی تو بیٹھو! مجھے بھی تو آخر تم سے کچھ کہنا ہے"۔ اور وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیتی "نہیں، نہیں مجھے جانے دو۔ بہت کام پڑا ہے۔ تمہارے پاس بیٹھی رہوں گی تو یہ سارا کام کیسے ختم ہوگا۔ دیکھو وہ بچے کے رونے کی آواز آئی"۔ پر آج تو وہ کام کا بہانہ نہ کرے گی اور نہ کوئی بچہ اُسے رو رو کر بلائے گا۔ ساری عمر ان کو کچھ دیر یکجا بیٹھے رہنے کا موقع نہیں ملا، لیکن آج اُن کے تمام کام ختم ہو گئے ہیں۔ اب وہ ضرور یکجا بیٹھ سکتے ہیں اور چاہے جتنی دیر بیٹھیں ان کی محبت کے یہ لمحے ایک سلسلہ لامتناہی میں تبدیل ہو جائیں گے۔

مرزا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہے۔ پھر اُن سے ضبط نہ ہو سکا بے اختیار ان کے منہ سے نکل گیا "بلقیس"

وہ اپنا نام سن کر چونک گئی، نگاہ اُٹھا کر دیکھا کہ مرزا چوکھٹ کے اس طرف عجب انداز سے کھڑے ہیں۔

"ارے کب سے وہاں کھڑے ہو؟" وہ ڈوپٹہ سنبھالتے ہوئے بولی۔ "اندر آؤ نا؟"

"نہیں" مرزا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تک تم خود مجھے اندر نہ بلاؤ گی میں نہیں آؤں گا"۔

"تو کیا تمہیں میری اجازت کی ضرورت ہے؟" بلقیس نے پاس آن کر کہا۔

"ہاں"۔ مرزا نیچی نظریں کئے ہوئے ہوئے بولے "اب میں کوئی کام تمہاری اجازت کے بغیر نہ کروں گا۔"

بلقیس، مرزا کی باتیں نہ سمجھ سکی، ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہوئے کہنے لگی "تم کوئی غیر ہو جو تمہیں اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے؟"

مرزا نے کوئی جواب نہ دیا۔ بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک آئے اور وہ زیر لب کہنے لگے "بلقیس! میں نے تم پر بڑی زیادتیاں کی ہیں، ان کی معافی مانگتا ہوں۔"

بلقیس نے ان کی ٹھوڑی اونچی کرکے ان کے چہرے کو دیکھا اور بولی "آج یہ تمہیں ہو کیا رہا ہے؟ ایک تو تم نے میرا نام لے دیا اور پھر تم یہ عجیب و غریب باتیں کرتے ہو!"

مرزا اور پاس سرک آئے اور بلقیس کے رعشہ زدہ ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے "ہماری شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟"

"ہٹو بھی" بلقیس ہاتھ چھڑا کر کھڑی ہو گئی "اور جو کوئی دیکھ لے تو!" اور دروازے میں سے جاتے جاتے کہنے لگی۔ "یہیں بیٹھے رہنا، مجھے تھوڑا سا کام اور رہ گیا ہے۔"

...... لیکن بلقیس اب جا کہاں سکے گی؟ اب تو وہ شہاب کی رگ رگ میں سما گئی ہے اور اس کی مرجھائی ہوئی جلد، بوڑھے چہرے اور سفید بالوں میں اُنہیں وہ رعنائی اور دلفریبی محسوس ہو رہی ہے جو وہ کبھی جوانی میں محسوس نہ کر سکے

(مختار) صادق الخیری

بارش کے مہینے

کس درجہ ہیں پرکیف یہ بارش کے مہینے
وا ہو گئے سینے میں مسرت کے دریچے

یہ سرد سکوں آفریں نغمات ہوا کے
خوشبوؤں کے اُڑتے ہوئے ہر سمت سفینے

ہر ساحلِ خاموش کا پہلو یہ بدلنا
پرکیف یہ پانی کے مچلتے ہوئے دھارے

مخمور ہواؤں کا مچلنا لبِ ساحل
یہ کوکنا کوئل کا پپیہے کے یہ نعرے

سرگوشیاں آپس میں یہ شاخوں کی گلوں سے
کھیتوں کے کنارے یہ طیوروں کے ترانے

یہ چرخ کے زانو پہ مچلتے ہوئے بادل
بوندوں کی زبانوں پہ مسرت کے ترانے

ہر پھول کے رخسار پہ شوخی کی یہ موجیں
موتی سے کہیں صاف چمکتے ہوئے قطرے

آنکھوں کے یہ اشکوں سے چھلکتے ہوئے ساغر
یہ آتشِ فرقت سے دہکتے ہوئے سینے

شاخیں ہیں کہ نازک یہ لچکتی ہوئی بانہیں
یہ پھول ہیں یا چرخ پہ چمکے ہوئے تارے

ہیں عالمِ ارواح پہ فرحت کی گھٹا ئیں
ہر سانس میں کھنچ آئے ہیں نکہت کے خزانے

کیوں کر نہ مری روح پہ ہو وجد سا طاری
یہ نغمۂ جاں بخش شمیم اور یہ نظارے

صفیہ شمیم ملیح آبادی

سبز ترکاریوں کی غذائیت

از قلم امت الحفیظ صاحبہ مؤلفہ صنعت و حرفت

اچھی خوراک سے بہت سی بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے اور ڈاکٹر اس بات کو آج کل بہت اہمیت دے رہے ہیں. اس لئے خواتین کو جن پر کنبے بھر کی صحت کا دارومدار ہے. مختلف سبزیوں کی غذائیت اور ان کے استعمال کا جاننا بہت ضروری ہے.

یہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سوکھے کی بیماری (رکٹس Rickets) کا سبب چربی کی مقدار کم ہونا ہے. پٹھوں کی بیماری کی عام وجہ میدہ پالش شدہ چاول اور سفید چینی وغیرہ ہیں. پالش شدہ چاول کو تو میں ہندوستان کے لئے لعنت کہوں گی. کیونکہ چاول کی اصلی غذائیت تو چاول کے اوپر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اس میں رہتی ہے. اگر اس کو ضائع کر دیا جائے تو گویا اصلی جوہر کو ضائع کر دیا.

وٹیمن اور جوہریات ہی تو اصلی غذائیت ہے. گھر کی ملکہ اپنی اور اپنے عزیزوں کی صحت اور تندرستی بعض معمولی سبزیوں سے حاصل کر سکتی ہے. مثلاً

(۲) ٹماٹر ان میں پوٹاش. فاسفورک ایسڈ اور اے. بی. سی تینوں وٹیمن ہوتے ہیں. غذائیت کے لحاظ سے یہ سب سبزیوں کی سرتاج مانی گئی ہے.

وٹیمن "اے" سے صحت اور قدرے نشوونما میں ترقی ہوتی ہے.

وٹیمن "بی" خوب بھوک لگاتی ہے اور وزن کو کم ہونے سے بچاتی ہے. خوبصورتی اور دلکشی میں اضافہ کرتی ہے. بعض بہنوں کے دل میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ ٹماٹر کو پکانے سے اس کی غذائیت ضائع ہوجاتی ہے. یہ صحیح نہیں ہے. ٹماٹر کو چٹنی اور مربہ کی شکل میں تبدیل کر کے ان دنوں کے لئے جبکہ یہ میسر نہیں آتا رکھا جاسکتا ہے. خوب پکے ہوئے ٹماٹر لے کر ان کو ٹھنڈے پانی سے دھوکر گرد و غبار سے پاک اور صاف کرلو. پانچ سیر ٹماٹر کاٹ کر ایک بڑے لگن میں ڈال کر دو سیر پانی ملاکر پکاؤ. جب خوب پک جائیں تو اتار کر ٹھنڈا ہونے پر خوب ملو. اور چھلنی میں سے چھان کر چھلکا اور بیج علیحدہ کرلو. باقی میں ایک بوتل اصلی سرکہ ایک سیر چینی ایک پاؤ مرچ اور باقی مصالحہ بقدر ضائقہ ملاکر سب کو مدہم آنچ پر خوب پکاؤ حتیٰ کہ گاڑھا ہوجائے. اب اگر مناسب جانو تو ایک پاؤ کشمش صاف شدہ، ایک ناریل کے چھلکے ملاکر اور تھوڑی دیر پکا کر اتار لو. ٹھنڈا ہونے پر بوتلوں میں بھر رکھو بوتلوں کے کارک بند ہوں. اور بوتلوں کو خوب منہ تک بھر کر رکھو. یہ چٹنی سالہا سال تک خراب نہ ہوگی. مناسب یہ ہے کہ ایک سال کی ضرورت کے مطابق بنا لو اور ہر سال نئی اور تازہ تیار کرلو. یہ چٹنی غذائیت کے

لحاظ سے لاجواب ہے اور بڑی عمدہ چیز ہے اس کی تجارت سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۲) گاجر کمزور اور دبلی پتلی بیبیوں کے لیے بیش بہا نعمت ہے لیکن چونکہ یہ بہت سستی اور با افراط میسر آتی ہیں۔ اس لئے ان کی قدر نہیں کی جاتی۔ اس میں سوڈا۔ چونا۔ اور لوہا اور وٹیمن "اے" ہوتے ہیں۔ دیہاتی لوگ گاجریں اور سبزیاں خوب کھاتے ہیں۔ کھلی ہوا میں رہتے ہیں۔ اسی لئے تندرست اور موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ ان کا استعمال بہت کرتی ہیں۔

(۳) بند گوبھی غذائیت کے لحاظ سے یہ بھی اعلیٰ درجہ کی سبزی ہے۔ اس میں چونا۔ سوڈیم۔ اور کلورین ہوتا ہے۔ کچی بھی کھائی جا سکتی ہے۔ کچا کھانا بہت فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جلد ہضم ہو جاتی ہے۔

(۴) آلو یہ تقریباً سب کے سب کاربن ہائیڈریٹ ہیں ان میں مفید اور طاقت بخش نمکین مادے بھی پائے جاتے ہیں۔ پوٹاش مگنیشیا اور وٹیمن "سی" بھی ہوتے ہیں اسی لئے موٹاپا بھی پیدا کرتا ہے۔ اگر بھون کر کھایا جائے تو اس کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔

(۵) سالری یہ بند گوبھی کی مانند پتے دار بھاجی ہوتی ہے۔ کاٹو تو اس میں سے دودھ سا نکلتا ہے۔ انگریز اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ گٹھیا والے مریض کو اس کے کھانے سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کو جو متواتر کھاتی رہے۔ اُسے گٹھیا کبھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں چونا اور گندھک ہوتی ہے۔

(۶) لیک یہ پیاز کی قسم کی ولایتی سبزی ہوتی ہے۔ اور انگلستان میں بہت ہوتی ہے۔ پھوڑے پھنسی اور دیگر جلدی بیماریوں والی کو اس سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کے کھانے سے یہ بیماریاں نہیں ہوتیں۔ اس میں چونا۔ گندھک اور لوہا ہوتا ہے۔

سب سے بڑی بات سبزیوں کو پکانے کی ہے۔ بہت سی بہنیں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتیں۔ بلکہ بہت سے پانی میں ابال کر پانی کو پھینک دیتی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اصلی چیز پھینک دی اور پھوک کھا لیا۔

سب سے اچھا طریقہ سبزی کو پکانے کا یہ ہے کہ اس کو بھاپ پر پکایا جائے اور جو ایسا نہیں کر سکتیں ان کو چاہئے کہ سبزی کو کاٹ کر نمکین پانی میں بھگو دیں۔ پکانے سے کم از کم پندرہ منٹ قبل پھر اس کو اچھی طرح دھو ڈالو۔ بازار کی سبزی کو تو اس طرح ضرور ہی دھونا چاہئے اور خاص طور پر جبکہ کوئی وبائی مرض مثلاً ہیضہ وغیرہ پھیل رہا ہو۔ نمک مرچ مصالحہ کو گھی میں سرخ کر کے اس میں یہ سبزی چھوڑ کر ڈھکنا بند کر دو۔ اور گاہے گاہے چلا دو اور بہت مدہم آنچ پر پکاؤ۔ اگر ایک چٹکی چینی کی ملا دو گی تو اس سے ان کا اصلی رنگ خراب نہ ہوگا۔

ان کو پکانے کا انگریزی طریقہ یہ ہے کہ سبزی کو کاٹ کر نمک والے پانی میں بھگو دو پھر دھو کر پتیلی میں ڈال کر خوب اُبالو جب ابلنے لگ جاوے تو اس میں نمک حسب ذائقہ چھوڑ دو اور نصف چمچہ چینی ڈال کر ڈھکنا بند کر دو جب گل جائے تو اتار لو اگر تھوڑا سا پانی بچ جائے تو اسکو کسی دوسری چیز کے پکانے میں کام میں لاؤ۔ اور سبزی کو پلیٹ میں ڈال کر اس پر سیاہ مرچ چھڑک دو اور دو چمچے مکھن کے اس پر ڈال دو اور کھاؤ۔

امۃ الحفیظ

نماز

منبعِ الطافِ یزداں چشمۂ رحمت نماز ۔۔۔ زینۂ بامِ حقیقت مخزنِ حکمت نماز
باعثِ خوشنودیِ حق ضامنِ جنت نماز ۔۔۔ موجبِ تقویتِ دیں مرکزِ ملت نماز
گلشنِ اسلام کے ہر پھول کی زینت نماز

نورِ قلبِ عارفاں آئینۂ وحدت نماز ۔۔۔ وجہِ اطمینانِ دل گنجینۂ راحت نماز
قاطعِ بندِ غلامی تیغِ حرّیت نماز ۔۔۔ اعترافِ عاجزی شانِ عبودیت نماز
کیا کہیں رکھتی ہے یہ کیا کیا خصوصیت نماز

کاشفِ کرب و بلا ہے دافعِ رنج و الم ۔۔۔ اِس سے نازل ہر گھڑی اللہ کا فضل و کرم
مغفرت پہنچی وہیں آیا جہاں اس کا قدم ۔۔۔ جو پڑھے با قاعدہ اس کو نہیں صیقل سے کم
دور کر دیتی ہے دل سے زنگِ معصیت نماز

ہر گھڑی ہر وقت رہتی ہے اُنہیں فکرِ مآل ۔۔۔ وہ ہیں اور ذکرِ خدائے بے نیاز و بے مثال
وقت پر اس کا ادا کرنا نہیں اُن کو محال ۔۔۔ اس کی پابندی کا وہ رکھیں نہ پھر کیونکر خیال
اہلِ ایماں کے لئے ہے اک بڑی نعمت نماز

آشنا سجدوں سے جب ہو جائے انساں کی جبیں ۔۔۔ ہونے لگتی ہے نصیحت ناصحوں کی دلنشیں
واسطہ افعالِ بد سے پھر اُسے رہتا نہیں ۔۔۔ رفتہ رفتہ وہ بجا لاتا ہے سب احکامِ دیں
ایسی کر دیتی ہے پیدا دل میں کچھ ہمت نماز

قرب حاصل اس سے ہوتا ہے خدائے پاک کا ۔۔۔ اور سے کچھ اور ہو جاتا ہے پُتلا خاک کا
دخل اُس عالم میں ممکن ہی نہیں ادراک کا ۔۔۔ سچ ہے فرمانا نبیٔ صاحبِ لولاک کا
واسطے مومن کے ہے معراجِ بے حُجت نماز

نقشِ اُلفت غیر کا دل سے مٹا کر دیکھ لے ۔۔۔ خالقِ کون و مکان سے لَو لگا کر دیکھ لے
پیشِ خلّاقِ دو عالم سر جھکا کر دیکھ لے ۔۔۔ جس کو یہ باور نہ ہو پڑھ کر پڑھا کر دیکھ لے
ٹال دیتی ہے سرِ انساں سے ہر آفت نماز

جیتے جی رکھتے ہیں جو انجام پر اپنے نظر ۔۔۔ رہ کے دنیا میں نہیں اس بات سے جو بے خبر

تنگ نائے دہر سے اک روز کرنا ہے سفر پرسش روزِ قیامت کا جنہیں ہوتا ہے ڈر
ہو نہیں سکتی قضا اُن سے کسی صورت نماز

مُدعائے زندگی ہے طاعتِ پروردگار رحمتیں کرتا ہے نازل ہم پہ جو لیل و نہار
فرض ہر مسلم پہ ہے چھوڑے نہ اس کو زینہار اِس کی قرآں میں نہیں تاکید آئی بار بار
ہر عبادت پر مگر رکھتی ہے فوقیت نماز

سرکشی سے شرک و بدعت سے بچاتی ہے ہمیں راہ سیدھی حق پرستی کی دکھاتی ہے ہمیں
پنجۂ نفسِ ستمگر سے چھڑاتی ہے ہمیں ہو رہیں اس کے تو مولا سے ملاتی ہے ہمیں
کیوں ادا کیجے نہ پھر باشوق و بارغبت نماز

جس میں دنیا اور ما فیہا سے دل غافل نہ ہو سب تعلق توڑ کر حق کی طرف مائل نہ ہو
ایک لطفِ خاص جس میں روح کو حاصل نہ ہو جو رہے محدود لب تک جس میں حاضر دل نہ ہو
ہم سمجھتے ہیں وہ بے معنی و بے لذت نماز

فرض ہونے پر نہیں پڑھتے ہزاروں برملا اور جو پڑھتے ہیں اکثر ان سے ہوتی ہے قضا
کچھ نہ قرأت کی درستی کا نہ معنوں کا پتا ایک رسمی طور پر سمجھو یہ اُٹھنا بیٹھنا
اب نہیں رکھتی ہے وہ پہلی سی اہمیت نماز

کربلا میں آگئی جس دم شہادت کی گھڑی آرزوئے دل یہی تھی حضرت شبیر کی
ظہر کا ہے وقت پیش حق نہ ہو شرمندگی شوق سے آئے قضا اس کی نہیں پروا کوئی
ہو قضا ہم سے نہ یہ لیکن دم رخصت نماز

ہوگا جنت کے لئے جب مومنوں کا انتخاب اور پکڑے جائیں گے کفار سب بہرِ عذاب
پوچھا جائے گا بشر سے ذرہ ذرہ کا حساب داورِ محشر کو کیا دے گا آزل اس کا جواب
ہو کے مسلم جو نہیں پڑھتا ہے بے غیرت نماز

ابوالاعجاز آزل۔ (شملہ)

بچّے کا ہاضمہ

(شیر خوارگی کی عمر کے بعد)

بچے کے تمام امراض میں سب سے پیچیدہ، تکلیف دہ اور پریشان کن مرض فساد ہاضمہ ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ اس کا علاج کرتے وقت اس کے اصل سبب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ بہت سا قیمتی وقت اور روپیہ ادھر اُدھر کی دوائیں دینے میں صرف ہوجاتا ہے درانحالیکہ اکثر و بیشتر غذا میں کمی بیشی یا تبدیلی کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بچپن کی عمر نشو و نما کی عمر ہوتی ہے۔ اس لئے اس زمانے میں غذا کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ صحت کو برقرار رکھے بلکہ جسم کو بڑھانا بھی ہوتا ہے پس اگر ہاضمہ میں مستقل خرابی واقع ہوجائے اور اس سبب سے غذا جزو بدن نہ بنے تو بچے کی نشو و نما پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔

فساد ہاضمہ کی اہم علامات یہ ہیں کہ بچے کا وزن کم ہونا شروع ہوتا ہے جسم دُبلا ہونے لگتا ہے۔ بھوک کم ہوجاتی ہے رنگ میں سُرخی اور طبیعت میں شوخی نہیں رہتی کبھی کبھی پیٹ میں درد ہوتا ہے معمولی سی ورزش کے بعد تھکان ہونے لگتی ہے۔ ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑجاتے ہیں بعض اوقات چہرے کا رنگ ایک دم سفید ہوجاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی غش آیا۔ بعض بچے اور بالخصوص وہ جو پہلے ہی حسّاس ہوں اور بھی حسّاس ہوجاتے ہیں معمولی معمولی بات پر بگڑتے ہیں۔ خفا ہوتے ہیں۔ اور رونے لگتے ہیں۔ کم سوتے ہیں۔ خواب میں بولتے اور بسا اوقات ڈرتے ہیں۔ اکثر اوقات پیٹ بڑھ جاتا ہے بعض اوقات مرض کے دوران میں بدہضمی کا شدید دورہ بھی پڑتا ہے جس میں بچے کو متلی اور قے ہونے لگتی ہے۔ سانس بدبودار اور زبان غلیظ ہوجاتی ہے۔ بخار بھی ہوجاتا ہے جو بالعموم ۱۰۱ سے تجاوز نہیں کرتا۔ اس حملے میں پاخانہ کا رنگ عام طور پر ہلکا زرد اور بسا اوقات بالکل سفید ہوجاتا ہے کبھی کبھی کھانے کے بعد دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور شاذ حالات میں بال بے رونق اور خشک ہوجاتے ہیں۔

جیسا کہ بیشتر بیان ہوا ہاضمہ کی خرابی کا سب سے عام اور اہم سبب غذا کی بے قاعدگی۔ کمی۔ یا زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں جن کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ دانتوں کی خرابی فساد ہاضمہ ایک اہم سبب ہے۔ پانچ چھ سال کی عمر میں جب بچے کے دودھ کے دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ اور ڈاڑھوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اوپر ہے تو نیچے نہیں وعلیٰ ہذا القیاس، تو نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ غذا کے چبانے میں سخت ہرج واقع ہوتا ہے۔ جب دانت ہلتے ہوں تب بھی یہی واقعہ پیش آتا ہے کہ نوالہ بغیر چبائے نگلنا پڑتا ہے کیونکہ چبانے سے درد ہوتا ہے۔ ایسے ہی جب دانتوں میں سوراخ پڑگئے ہوں اور اس سبب سے درد ہوتا ہو تو درد کی وجہ سے غذا ٹھیک نہیں چبائی جاسکتی۔ چبانے میں نقص دانتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہوسکتا ہے۔ فی زمانہ بچے بھی نہایت جلدی میں

کھانا کھاتے ہیں۔ اسکول جانے کے انتظار میں ان کو صبح کا کھانا بغیر چبائے ہی نگلنا پڑتا ہے۔ اور عادت جو پختہ ہو جاتی ہے تو بے فکری اور آرام کے وقت (یعنی شام کے کھانے پر) بھی ان کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ اس تیزی اور جلدی سے نہ صرف چبانے میں نقص واقع ہوتا ہے۔ بلکہ جلدی کی کوشش اور فکر کے سبب سے رطوبات ہاضمہ بھی پوری مقدار میں تیار نہیں ہوتیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بچے کو آہستہ خوری اور اچھی طرح چبانے کی تعلیم دی جائے۔ اسکول جانے کے مقرر وقت سے بہت پہلے کھانا تیار ہو گھر میں گھڑی ہو تاکہ بچے کو یقین ہو کہ ابھی اسکول میں بہت دیر ہے۔ ورنہ چھوٹے بچوں کے معاملہ میں ان کی مائیں بالعموم اور مامائیں بالخصوص بچے کو اس تیزی سے کھانا کھلاتی ہیں کہ ان کو سانس تک لینا مشکل ہو جاتا ہے۔

نیند کی کمی بھی ضعف ہاضمہ کے اسباب سے ہے۔ رات کو پوری نیند لے چکنے کے بعد بھی سات سال تک کی عمر کے بچے کو دوپہر میں کم سے کم دو گھنٹے ضرور بالضرور سونا چاہئے۔ البتہ کھانے کے فوراً بعد سونا اور اُٹھنے کے فوراً بعد کھانا کھانا درست نہیں۔

ان سب امور کے بعد خیال غذا کی طرف جانا چاہئے کہ کہیں بے قاعدہ۔ کم۔ زیادہ یا ناقص تو نہیں ہے۔ غذا کی درستگی کے معاملہ میں یہ خیال ذہن نشین رہنا چاہئے کہ شیر خوارگی کی عمر کے بعد ہر بچے کی غذا یکساں نہیں ہو سکتی۔ مالی حالات۔ وراثتی رجحانات۔ آب و ہوا کے تغیر کے اثرات۔ یہ تمام باتیں غذا کے انتخاب پر بڑا اثر ڈالتی ہیں۔ جو بچہ چاولوں کا عادی ہے اسے ایک دم بسکٹ شروع کرا دینا۔ اور جس کی غذا میں آلوؤں کی کثرت ہو۔ اس کو روٹی دینے لگنا قرین مصلحت نہیں۔

غذا کے اوقات کی بے قاعدگی فتورِ ہضم کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ بچے کو وقت بے وقت غذا دی جائے۔ جو بچہ چار دفعہ باقاعدہ طبی ہدایت کے ماتحت غذا کھانے کے علاوہ درمیانی اوقات میں مٹھائی اور بسکٹ کھاتا ہے۔ شام کے کھانے کے بعد جب رات کو باپ کام یا تفریح سے فارغ ہو کر آتا ہے اس وقت اس کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جاتا ہے جس وقت ماں کھانا پکا رہی ہو اس کے پاس چکھنے بیٹھ جاتا ہے اور چکھتے چکھتے کافی کھا لیتا ہے اس کا ہاضمہ کبھی درست نہیں رہ سکتا۔

نشاستہ کی زیادتی شیر خوارگی کے زمانہ میں بچہ نشاستہ قطعی ہضم نہیں کر سکتا۔ بعد میں یہ قوت آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی آہستگی کے ساتھ بتدریج اس کی غذا میں نشاستہ کی زیادتی ہونی چاہئے۔ نشاستہ کی زیادتی فساد ہضم کا اہم سبب ہے۔ شیر خوارگی کے زمانے کے فوراً بعد یعنی دودھ چھڑاتے ہی پنجاب اور یوپی میں روٹی۔ بنگال مدراس وغیرہ میں چاول اور انگریزوں کے ہاں آلو شروع کر دئیے جاتے ہیں۔ اور بڑی مقدار میں۔ یہ شدید غلطی ہے۔ اس سے وہ تمام علامات پیدا ہوتی شروع ہوتی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ بالخصوص وزن میں کمی جسم کا دبلا ہونا۔ پیٹ کا بڑھ جانا۔ نفخ رہنا۔ اور اسہال وغیرہ کی شکایت پیدا ہونا۔

گوشت خوری کی زیادتی گوشت بالعموم اور گائے کا سخت اور دیر ہضم گوشت بچے کے لئے اچھی غذا نہیں۔ گوشت کی زیادتی خاص طور پر ہاضمہ میں نقص پیدا کرتی ہے۔ بچے کے لئے گوشت کا بہترین نعم البدل

انڈا ہے۔ اور وہ بھی اعتدال کے ساتھ۔ دو سال کے بچے کے لئے ایک انڈا روزانہ کافی ہے اور تین سال کے بعد بچے کے لئے دو انڈے روزانہ۔ گوشتوں میں بہترین گوشت پرندوں اور مچھلی کا ہے۔ کیونکہ یہ گوشت زود ہضم بھی ہیں اور کیمیائی اعتبار سے بھی زیادہ مضر نہیں۔ مچھلی کے معاملہ میں یہ احتیاط بے انتہا ضروری ہے کہ تازہ ہو۔

پھل کچے پھل اور بہت موٹے چھلکے والے پھل بالخصوص مضر ہیں۔ بہت چھوٹے بچوں کو پھل ہمیشہ بغیر چھلکے کے دینا چاہئے۔ تین سال کی عمر کے بچے کو فقط پھل کا رس ہی دینا چاہئے۔ اس کے بعد بتدریج زیادہ ثقیل پھل دئے جا سکتے ہیں۔ کھانے کے ساتھ پھلوں کا رواج غلط ہے۔ پھل جب دئے جائیں تنہا دئے جائیں یا دودھ کے ساتھ۔ اور وہ بھی مقررہ اوقات پر۔ سیب۔ بہی۔ گاجر۔ وغیرہ مربے کی صورت میں زیادہ زود ہضم ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ مربے میں شکر کی زیادتی نہ ہو۔ چنانچہ روز تازہ مربے بنانا اس لحاظ سے بہتر ہے۔

دودھ کی زیادتی دودھ غذا ہے نہ کہ پانی۔ اس کی مقدار مقرر ہونی چاہئے۔ اور بچے کی قوت ہاضمہ کے مطابق۔ دودھ کی مقدار کے علاوہ کھیر۔ فرنی۔ کھویا۔ پنیر اور دودھ کے دوسرے مرکبات دینا درست نہیں۔ عمر کے لحاظ سے دودھ کس قدر چاہئے اور باقی غذا کس قدر۔ اس سوال کا جواب ابھی سالگرہ نمبر میں دیا جا چکا ہے۔

چائے۔ کوکو۔ کافی۔ چوکلیٹ یہ تمام اشیاء ہاضمہ کو ضعیف کرتی ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔ جن بچوں کا ہاضمہ پہلے ناقص ہو ان کے لئے یہ اشیاء بالخصوص مضر ہیں۔

رات کو دیر سے کھانا کھانے سے بھی ہاضمہ میں نقص واقع ہوتا ہے۔ رات کا کھانا فی الحقیقت شام کا کھانا ہونا چاہئے آخری خوراک گرمیوں میں چھ بجے اور سردیوں میں پانچ بجے کے قریب ہونی چاہئے۔

دوائیں۔ دواؤں کا غلط اور بکثرت استعمال ہاضمہ کی خرابیوں کا اہم سبب ہے۔ بیمار بڑا ہو یا بچہ اس کی بیماری کے علاج کے لئے مستند ڈاکٹر کا علاج ہونا چاہئے جس کا فرض ہے کہ پہلے غذا کی تحقیقات کرے اور اس کی درستگی کی ہدایات دے۔ اس سے دوا کی ضرورت صرف شاذ حالات ہی میں پڑے گی۔

ڈاکٹر سید ممتاز حسین ایم بی بی ایس

خدمت النّاس

جو چیز انسان کو اشرف المخلوقات بناتی ہے وہ اس کی "انسانیت" ہے۔ انسانیت سے میری مراد یہ ہے کہ آدمی میں خدمت خلق۔ اور ہمدردیٔ بنی نوع کا جذبہ پایا جائے۔ سچ کسی نے کہا ہے ؎

درد دل پاس وفا جذبۂ ایماں ہونا آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

ابتدائے آفرینش سے آج تک کوئی ایسا مذہب پیدا نہیں ہوا جس نے انسان کی اس انسانیت اور آدمیت پر اس قدر زور دیا ہو جس قدر اسلام نے دیا لیکن نہایت افسوس کے ساتھ ہمیں اس تلخ حقیقت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے کے مسلمان اسلام کی اس تعلیم کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں۔ ؎

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا خلائق سے ہو جس کا رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (حالی)

اُمرا اور رؤسا کا تو تذکرہ ہی کیا وہ تو اسیر ہوا و ہوس ٹھیرے۔ غریب غربا بھی اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے اور قومی انتشار و بدنظمی کی وجہ سے مستحق اور لاچار لوگوں کی بھی خدمت کرنے سے معذور ہو گئے ہیں اور متوسط طبقہ نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ تعلیم پائی اور انفرادی زندگی اپنے بال بچوں میں بسر کی۔ نہ اُنہیں قوم سے مطلب اور نہ مصیبت زدوں کی امداد سے سروکار بقول اکبر ؎

کیا بتاؤں دوست کیا کار نمایاں کر گئے بی۔اے بنے نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

الغرض ایسی خود کفالتی اور خود غرضانہ زندگی گذاری جا رہی ہے جو غالباً جانوروں کے لئے بھی باعث شرم ہو سکتی ہے کیونکہ اُن میں بھی گروہ پسندی اور یکجہتی کا جذبہ پایا جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرون اولیٰ میں چونکہ مسلمان کم تعداد میں تھے اس لئے ان میں تنظیم اور یکجائی بھی زیادہ تھی۔ کروڑوں آدمیوں کی شیرازہ بندی مشکل ہے۔ میرے خیال میں یہ بات بالکل تو نہیں لیکن بڑی حد تک ضرور غلط ہے۔ مہذب قوموں کا تو ذکر ہی کیا اس وقت چین ہی کو دیکھئے ساری قوم مثل ایک فرد واحد کے جاپان کے خلاف میدانِ جنگ میں آ کھڑی ہوئی ہے اور دُور کیوں جائیے ہمارے برادران وطن ہزار فرقوں اور ذاتوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں لیکن اُن میں کیسی یکجہتی اور اتحاد ہے کہ سبحان اللہ۔ کانگریس اور گاندھی جی کی ایک آواز سے سارا ہندوستان ہل جاتا ہے لیکن مسلمانوں پر نہ کسی سیاسی جماعت کا اثر ہے اور نہ علمائے کرام کا۔ آخران پر تو وہی مثل صادق

آتی ہے کہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ کسی دفتر میں اگر کوئی ہندو افسر ہو جائے تو وہ علی الاعلان اپنے ہم مذہب کی مدد کرے گا لیکن اگر مسلمان کو خدا افسری دے گا تو وہ اپنے دینی بھائیوں کا گلا کاٹ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ فرقہ پرستی کی لعنت سے پاک ہے۔

میں اہل ہنود کی تعریف کرنا کچھ اچھا نہیں سمجھتی۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے کہ ہردوار کے کمبھ کے میلے پر لاکھوں انسانوں کے جم غفیر کی سیوا سمتی اور کانگریسی سکاؤٹوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن برخلاف اس کے ہردوار سے چند ہی میل کے فاصلے پر حضرت صابر کلیری رح کے عرس پر جہاں چند ہزار مسلمان جمع ہوئے تھے ایسا ہلڑ اور بدنظمی تھی کہ مجھے چند گھنٹے رہنا دشوار ہو گیا۔ ایک اسی میلے ہی پر کیا منحصر ہے کسی مجلسی اجتماع کو دیکھ لیجئے ہندوؤں کے جلسے با رونق۔ خوش سلیقہ۔ اور نہایت باقاعدہ ہوں گے برخلاف اس کے مسلمانوں کے جلسوں میں ہڑبونگ اور شور و فساد کا ہو جانا یقینی ہو گا۔ میں نے تو خدا پرستوں کی مسجدوں میں بھی اب بے ترتیبی کے آثار سنے ہیں کہ اب وہاں بھی لوگ شور و شغب کئے بغیر نہیں رہتے۔ صفیں کج ہیں تو سیدھی کون کرے۔ زنانہ مجالس میلاد میں بھی انتشار پایا ہے۔ ہندوؤں کے یتیم خانوں میں مجھے کئی بار جانے کا اتفاق ہوا ہے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ وہ مسلمانوں کے یتیم خانوں سے ہر لحاظ سے بہتر حالت میں ہیں۔ ان امور کو دیکھ کر ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ مسلمانوں کی قوم کا شیرازہ بری طرح بکھر گیا ہے اور ان کے کسی ایک مرکز پر آنے اور اتحاد و یگانگت کے ساتھ قومی ڈسپلن سیکھنے اور قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینے کی عادت ڈالنے کے مواقع اب کم رہ گئے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کچھ نوجوان عیدین اس لئے جائیں کہ ان نمازیوں کو جو اپنے ساتھ ننھے ننھے بچوں کو ساتھ لا کر عبادت الٰہی میں حارج ہوتے ہیں بسماجت ایسا کرنے سے باز رکھیں اور بچوں کو یا تو خود لئے رہیں یا بحفاظت گھر پہونچا دیں۔ کیا ہر محلہ کے مسلمان چندہ کر کے ایک سبیل خوش انتظامی سے نہیں چلا سکتے۔ کیا ایک اسلامی قصبے کے لوگ ایک بیوہ خانہ یا غریب گھر نہیں کھول سکتے؟ کیا اوقاف کا بہتر اور جمہوری انتظام و بندوبست ممکن نہیں ہے؟ کیا نوجوان مسلمان جو سنیما دیکھ کر فضول خرچی کرتے ہیں ہسپتالوں میں جا کر پردیسی بیماروں کے گھروں پر خطوط لکھنے کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ کیا چند پڑھی لکھی عورتیں زنانہ شبینہ مدرسے نہیں کھول سکتیں۔ کیا محلہ کے بزرگ پھٹے پرانے کپڑے جمع کر کے غریبوں میں تقسیم کرنے کا انتظام نہیں کر سکتے؟ کیا کوئی اسلامی انجمن قائم کر کے زخمیوں کی پہلی امداد کا انتظام مسلمان سرمایہ دار نہیں کر سکتے۔ کیا مسلمان مسافر خانے اور لنگر خانے نہیں کھول سکتے؟

میرے ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ بے شک مسلمان سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت کر سکتے ہیں جب فاعتصموا بحبل اللہ جمیعا (اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو) پر عمل ہو اور ہر فرد قوم کی خاطر کچھ ایثار اور قربانی کرنا سیکھ لے خدا کرے مسلمانوں میں خدمت الناس کا جذبہ پیدا ہو کہ در اصل یہی عاقبت میں ہمیں سرخرو کر سکتا ہے۔

زبیدہ زرّین

امینہ خانم

گرم تھا چار طرف معرکۂ جنگ عظیم
آگ برساتے تھے جرمن کے حلیفوں پہ غنیم

تھا سمندر کی طرح جوش پہ طوفان سیاہ
ڈر تھا ہو جائے کہیں کشتی ترکی نہ تباہ

قوم کا پاس تھا ہر ترک کو پورا پورا
مرکز عزت و ناموس بنا انگورا

طے کیا شعبۂ جنگی نے کہ بھاری توپیں
جلد سے جلد مقابل کے مقابل پہونچیں

قلعۂ روم کا جس بات سے قائم تھا بھرم
وہ فقط تین عدو توپیں تھیں بھاری بھرکم

اس طرف شور کہ پہونچایئے توپوں کو شتاب
اُس طرف شکوہ زبانوں پہ کہ سڑکیں ہیں خراب

فوج یونان اودھر برسرِ پیکار بھی ہے
کام ادہر توپوں کے پہنچانے کا دشوار بھی ہے

ترکنیں ٹوٹ پڑیں تاکہ کریں قوم کا کام
کہہ دیا ترکوں سے ہم دیں گی یہ خدمت انجام

جوش یونان تو یوں سرد نہیں کر سکتے
ہم کریں کام اگر مرد نہیں کر سکتے

ان فرشتوں نے مدد کرنے کا اعلان کیا
حفظ ناموس کا ان حوروں نے سامان کیا

آن کی آن میں موجود ہوئیں تین ہزار
جو کہ مرنے کے لئے نکلی تھیں ہو کر تیار

ہاتھ میں جس کے تھا اس فوج خدا کا پرچم
والی روم کی بیٹی تھی امینہ خانم

جلد تیار ہوئے ریشمی بلمے رسے
اور بنوائے گئے لکڑی کے موٹے تختے

تین حصے ہوئے اس لشکر مردانہ کے
بانکپن دیکھئے اب جوش دلیرانہ کے

ایک دستہ تھا جو تختوں کو بچھانے کے لئے
دوسرا تھا انہیں تختوں کو اُٹھانے کے لئے

تیسرا دستہ رہا توپ کشی میں مشغول
خوب تنظیم تھی تھا نظم نہایت معقول

سعی پیہم سے جو یہ کام لگاتار کیا
چار ہی ماہ میں اس ناؤ کو یوں پار کیا

دو بجے رات کو جب منزل مقصود ملی
سات سو ترکوں کی اک فوج بھی موجود ملی

شہر عسکی پہ اُدھر چار سو تھے یونانی
کوششیں کرتے تھے ترکوں کے لئے امکانی

سات سو ترکوں نے کی دفع یہ دشمن کی سپاہ
یوں ہی اسلام کی کرتا ہے حمایت اللہ

رات کا وقت تھا سوتے تھے پڑے صادق بے
اس جگہ لشکر ترکی کے سپہدار جو تھے

جا کے خانم نے اُنہیں خیمہ میں بیدار کیا
مستعد تھے ہی اُنہیں اور بھی تیار کیا

رات بھر خود بھی امینہ نے نگہبانی کی
قوم کے واسطے ہر کوشش امکانی کی

یک بیک کچھ متحرک نظر آیا جو اُسے
اُس طرف جلد گئے پیٹھ کے بل صادق بے

ایک جاسوس دبے پاؤں چلا آتا تھا
کبھی بڑھتا تھا کبھی تھم کے ٹھٹک جاتا تھا

لے کے بندوق امینہ نے جو ماری گولی
"واہ واہ واہ" وہیں موت عدو کی بولی

جاکے جاسوس کی جیبوں سے نکالے پرچے
جن میں موجود تھے میدان وفا کے نقشے

سن کے بندوق کی آواز ہوئی تیاری
فوج یونان بھی کرنے لگی ژالہ باری

ایک صادق کی کلائی پہ جو بیٹھی گولی
"میں پہونچتی ہوں نہ گھبراؤ" امینہ بولی

پیٹ سے پاؤں کا ازراہ وفا کام لیا
جاکے صادق کو امینہ نے وہیں تھام لیا

لے اڑی جلد اُسے بن کے سراپا آندھی
مطمئن ہوگئی خیمہ میں تو پٹی باندھی

اہل یونان نے بارود سے بھرلی تھی سُرنگ
ترک تھے دشمن چالاک کے اس کام سے تنگ

بن نہ آئی کوئی صادق سے جو تدبیر فلاح
کرکے نقشہ پہ نظر دی یہ امینہ نے صلاح

فوج خندق سے ادہر پہلے ہٹالی جائے
بعد ازاں آگ سرنگوں میں لگادی جائے

سُن کے تجویز یہ صادق نے امینہ سے کہا
کون لے جائے خبر دور ہیں عصمت پاشا

اُنہیں تجویز سے فی الفور خبر دی جائے
پھر جو منظور کریں بات وہی کی جائے

رات کے رات امینہ نے کیا عزم سفر
اُڑگئی بیٹھ کے شبدیز ہوا کے اوپر

رات تھی چار طرف رات کا تھا سناٹا
تھا دواں اسپ مگر بھرتا ہوا فراٹا

جاکے تجویز سنادی گئی پاشا کے حضور
مو بمو آپ نے فرمائی وہ صورت منظور

ہوکے واپس جو امینہ نے سنایا مژدہ
کھل گیا سن کے یہ صادق کا دل پژمردہ

اور خود بھیس بدل کر جو بنا یونانی
کردیا جاکے محافظ کے لہو کو پانی

ترک افواج جو خندق سے ہٹیں آگ لگی
اہل یونان کی جو فوج تھی بھاگے نہ بچی

آگ میں اپنی ہی خود جل کے مرے یونانی
یہ فراست تھی امینہ کی فقط ایمانی

مژدہ فتح سنا خوش ہوئے عصمت پاشا
صدر میں قائم و صادق کو طلب فرمایا

دعوتِ فتح میں تھے جلوہ فگن والئ روم
ان کی دختر کی شجاعت کی جہاں تھی اک دھوم

سر پہ خانم کے بندھا فتح و ظفر کا سہرا
اور صادق نے بھی کرنیل کا عہدہ پایا

مشورہ ہوکے جو ٹھیری اُسی محفل میں صلاح
للہ الحمد ہوا صادق و خانم کا نکاح

دو کے دو پہونچے اُسی شان سے پھر از پئے جنگ
تھی پر اب اور ہی کچھ دونوں کے سینوں میں امنگ

اے سرِ صدق پہ ہے امن وامان کی آغوش
مرحبا یہ زن وشو جنگ میں دوش بدوش

خلد کا وہ ہے فرشتہ تو یہ فردوس کی حور
وادی و دشت و غار روضۂ جنت کے قصور

کاش ہر مرد میں صادق کا قرینہ آجائے
اور خاتون میں خوبوئے امینہ آجائے

مومنہ وہ ہے جو اس واسطے بچے پالے
راہِ مولےٰ میں جو حاجت ہو تو کٹوا ڈالے

سر وہی سر ہے جو گردن سے جدا ہوجائے
مال وہ مال ہے جو نذر خدا ہوجائے

وہ مسلمان ہے صوفی جو جئے مرنے کو
جان پائی ہے فقط کام یہی کرنے کو

عبدالرب صوفی

دعوت

ہم ہندوستانی بہنوں میں مدعو کرنے کا طریقہ عام طور پر بہت بُرا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک قابل مذمت چیز یہ ہے کہ ہم سے وقت کی پابندی بھی نہیں ہوتی۔ بعض بہنیں جب کسی دعوت یا کسی بڑی تقریب میں دوسروں کو مدعو کرتی ہیں تو بجائے رقعہ لکھ کر بلانے کے ملازموں سے زبانی کہلا بھیجتی ہیں۔ لیکن زبانی کہلانے میں اکثر سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے کیونکہ بعض ملازم تو خیر درست وقت بتاتے ہیں لیکن عموماً نہ تو وہ صحیح وقت بتاتے ہیں نہ پوری بات ہی کہتے ہیں کہ کیوں اور کب بلایا گیا ہے؟ بس وہ تو اتنا کہدیتے ہیں کہ فلاں روز آپ کا بلاوا ہے۔ اب نہ تو تقریب کا پتہ نہ وقت کا؟ چنانچہ ان ملازموں کی بدولت یا تو تقریب سے پیشتر پہونچ کر خفیف ہونا پڑتا ہے یا تاریخ بلاوا نکل جانے پر کوفت اٹھانا پڑتی ہے۔ لہذا مدعو کرنے کا یہ طریقہ رکھئے کہ جب کسی بہن کو بلانا ہو تو بذریعہ تحریر دعوت دیجئے ٹھیک وقت و تاریخ اور تقریب وغیرہ سے مطلع کرئے اگر پارٹی ہے تو اُس کے متعلق لکھیئے اور ڈنر ہے تو اس کا وقت بھی لکھدیجئے۔ اسی طرح مہمان ہونے والی بہن کو چاہئے کہ اگر ان کو جانا ہے تو فوراً جواب لکھدیں کہ ہم ضرور آئیں گے۔ اور اگر کسی سبب سے جانا نہ ہو تو معذرت کردیں۔ کہ ہم فلاں مجبوری کے سبب نہ آسکیں گے۔ یہ نہ کریں کہ کہہ تو دیا کہ ہم آئیں گے اور وقت پر کوئی بہانا کہلادیا۔ ایسا کرنے سے میزبان کو بہت کوفت ہوتی ہے اور آپ بھی بد اخلاق کہلاتی ہیں ان باتوں کے علاوہ وقت کی پابندی بھی ضرور کیجئے۔ آج کل ان عورتوں میں تو جنہیں ہم جاہل کہتے ہیں پھر بھی وقت کی پابندی ہو جاتی ہے مگر ہم جو تعلیم یافتہ کہلاتی ہیں۔ پابندئ وقت کو نظرانداز کردیتی ہیں۔ مثلاً اگر میلاد شریف میں چار بجے شام کو بلایا گیا ہے تو بہن صاحبہ چھ بجے تشریف لائیں گے۔ جبکہ میزبان آنے والی مہمان بہن کے انتظار سے اکتا کر میلاد شریف شروع کروادیں گی اور جب وہ ختم بھی ہو جائے گا۔ اس وقت ان کے آنے سے نہ تو گھر والوں کی خوشی پوری ہوئی اور نہ مہمان ہی داخل حسنات ہوسکیں۔ اسی طرح اگر ایٹ ہوم کا بلاوا پانچ بجے کا ہے تو وہ اپنی عادت کے موافق وقت گذرنے کے بعد چھ ساڑھے چھ بجے تشریف لائیں گی جبکہ سب مہمان چائے ختم کرچکے ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بیچاری سب سے علیحدہ بیٹھی تنہا چائے نوش فرمارہی ہیں۔ اور اپنے ساتھ ہر بہن سے دوبارہ چائے پینے کا اصرار بھی کررہی ہیں۔ فرمائیے بھلا ایسے مہمان کس طرح میزبانوں کی مسرت کا باعث بن سکتے ہیں؟ مختصر یہ کہ بہنوں کو دعوت دینے کے مناسب طریقے، جانے نہ جانے کے متعلق اطلاع دینے اور وقت کی پابندی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

نواب ذکیہ سلطانہ زکی

چین میں دریائے زرد پر پل تیار کرنے کا طریقہ

کانپور میں نئی زنانہ پولیس

سائنیر مسولینی ایک کسان کے لباس میں
غلہ کی فصل کاٹ رہے ہیں۔

نیشنل کونسل آف
گرلز کلب لندن کا
عظیم الشان جلسہ ۔
پانچ ہزار سے زائد
لڑکیوں نے حصہ لیا
اور جسمانی کرتب
دکھائے ۔

سکاٹ لینڈ کی ایمپائر
نمائش کے پاس جھیل پر
برقی فواروں کا دلفریب
منظر

میڈم کیوری
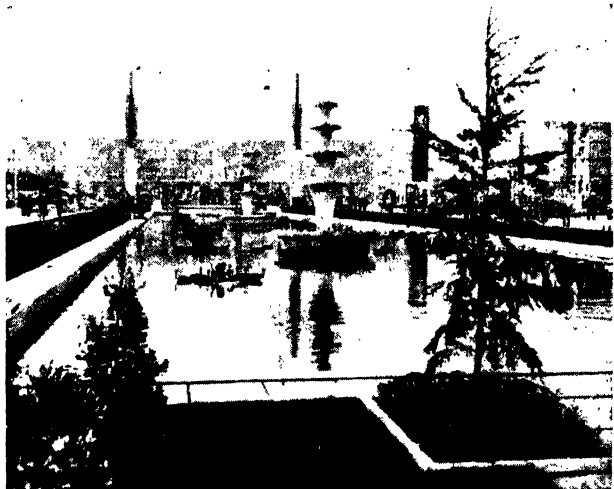
میڈم کیوری جس نے ریڈیم جیسی مفید شے دریافت کرکے دنیا ر سائنس میں نام پیدا کیا۔ ۷ر نومبر ۱۸۶۷ء کو بمقام وارسا پیدا ہوئی۔ اِس کا باپ ایک کالج میں سائنس کا پروفیسر تھا۔ اور ماں یونیورسٹی میں معلمہ تھی جو اُسے عالم طفلی میں ہی چھوڑ کر راہیِ ملک عدم ہوئی۔ اس کا باپ ڈاکٹر سکلوڈ سا علم سائنس سے فطرتی دلچسپی رکھتا تھا۔ اُسے اِس میدان میں ترقی کی کافی گنجائش نظر آتی تھی۔ وہ ہر وقت مختلف تجارب کرنے میں مصروف رہتا۔ اور اپنی نورِ چشم سے بوتلیں صاف کرنے اور دیگر معمولی کاروبار کے سرانجام دینے میں امداد لیتا۔ اور فرصت کے اوقات میں اُسے تعلیم دیتا رہتا حتیٰ کہ بیس برس کی عمر میں وہ فاضل باپ کی پوری مددگار ثابت ہوئی اور لوگ اُسے مس پروفیسر کہنے لگے۔

سائنس کے مسائل میں کامیابی حاصل کرنا امن اور بے فکری کا کام تھے۔ لیکن نارتھ پولینڈ اُن دنوں روس کے قبضہ میں تھا اور اس وجہ سے اُس کی تعلیم و تربیت کو زبردست نقصان پہنچ رہا تھا۔ نارتھ پولینڈ میں مادری زبان پولش پڑھنا جرم تھا اور قومی گیت گانا منع تھا۔ اگر کوئی پولش زبان پڑھتا تو چھپ چھپ کر۔ حکومت وقت کی سختیوں سے دل برداشتہ ہوکر وہ جنوبی پولینڈ میں چلی گئی مگر وہاں بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ ناچار وہاں سے وہ ایک رات بوڑھی عورت کا بھیس بدل کر برے حالوں پیرس آئی۔ جہاں اُس نے ایک چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لیا۔ وہ خانہ داری کے کاروبار خود سرانجام دیتی۔ مفلسی کا یہ عالم کہ کئی کئی دن اُسے فاقہ کرنا پڑتا۔ آخر اُس کی ملاقات اُس وقت کے دو مشہور آدمیوں سے ہوگئی اُن میں سے ایک جبرئیل لپ میں تھا جو رنگدار فوٹوگرافی میں یکتائے روزگار ہونے کے علاوہ فزکس محکمہ کا صدر بھی تھا اور دوسرا ہنری جو علم ریاضی کا ماہر تھا۔ اُنہوں نے اُس کے والد کو مشورہ دے کر اُسے فزکس کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ اور آخر تین سال کے عرصہ میں اُس نے ریاضی اور فزکس میں ڈگری حاصل کرلی۔ ۱۸۹۴ء میں اُس کی ملاقات پیری کیوری سے ہوئی جو ایک نوجوان سائنس داں تھا اور اُنیس برس کی عمر میں پیرس یونیورسٹی کی لیبارٹیری میں اسسٹنٹ مقرر ہوگیا تھا۔ چونکہ وہ اپنے اپنے شاگردوں سے ذرا ہی بڑا تھا اس لئے وہ طالب علموں کا اُستاد بھی تھا اور ساتھی بھی۔ طلبا اُس کے ساتھ کام کرنے میں لطف محسوس کرتے تھے۔ دنیادی خیالات کے مطابق اُسے ترقی کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ البتہ اُسے ایک بہترین ہم خیال رفیقہ حیات کی ضرورت تھی جو حسن اتفاق سے میڈم کیوری کی صورت میں اُسے مل گئی۔ چنانچہ اُن دونوں کی ۱۸۹۵ء میں باقاعدہ طور پر رسم شادی ادا ہوگئی۔ دونوں نے پہلی ہی ملاقات میں معلوم کرلیا تھا۔ کہ دونوں کی اکثر و بیشتر صفات میں کافی یکسانیت تھی۔ دونوں غریب تھے۔ کام سے محبت رکھتے اور بیہودہ باتوں پر دھیان نہیں کرتے تھے۔ دونو فہیم اور صاف خیالی کے مشتاق تھے۔ اور سب سے بڑھ کر سائنس سے اُنہیں فطرتی دلچسپی تھی۔ اِسی ہم خیالی کے باعث ان کی ازدواجی

زندگی پُر از مسرت تھی۔ اگرچہ اُن کی آمدنی بہت تھوڑی تھی۔ اور گھر کے اکثر کاروبار وہ اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ لیکن محبت کے نشہ میں سرشار رہ کر وہ ان وقتوں کو کبھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ دونوں شب و روز سائنس کے مسائل پر پُر لطف مباحثے کرتے اور اپنی علمی مسرتوں میں اضافہ کرتے۔ میڈم کیوری نے معلوم کیا۔ کہ بہت سی دھاتیں جن میں یورنیم تھا روشنی میں خود یورنیم سے زیادہ چمکدار تھیں۔ اس دریافت نے اُس کے خاوند کو بہت محظوظ کیا۔ دونوں نے پچ بلینڈ کے نمونوں کے پرکھنے سے معلوم کیا۔ کہ اس میں یورنیم سالٹ سے زیادہ روشنی تھی۔ اس نئے دریافت شدہ مادہ کا نام میڈم کیوری نے اپنے وطن مالوف کے نام پر پلونیم رکھا۔

مزید امتحان کرنے پر اُنہوں نے ایک اور مادہ نکالا جو کہ یورنیم سے دس لاکھ گنا زیادہ چمکدار تھا۔ اُنہوں نے اس کا نام ریڈیم رکھا۔

سائنس سے ناواقف دنیا کو ریڈیم ایک قسم کا الہ دین کا لیمپ معلوم دیتا تھا۔ ریڈیم کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے بڑے سے بڑے بھاری انجن چلائے جا سکتے تھے اور بہت سی بیماریوں کا واحد علاج تھا۔ انسان اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے گرمی اور روشنی ریڈیم سے لینے کا خیال رکھتا تھا۔

وہ مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنے تجربوں میں کماحقہٗ منہمک ہو گئے۔ انہیں کام کرنے کے لئے لیبارٹری کی تلاش تھی۔ لیکن جو عمارت اُنہیں مل سکی وہ نہایت خستہ حالت میں تھی۔ جہاں موسمی تکلیفوں سے اُنہیں اکثر دوچار ہونا پڑتا تھا۔

اُنہیں اپنے تجارت کی تکمیل کے لئے "پچ بلینڈ" کی جو ایک قیمتی معدنی چیز ہے کافی مقدار میں ضرورت تھی۔ کیوری بہت غریب تھے۔ اس لئے وہ اس کے حصول کے لئے سخت پریشان تھے۔ عین اس موقع پر وائینا کے سائنس سکول نے اُن کی امداد کی اور یورنیم کی کافی مقدار عنایت کی چنانچہ وہ اس لیبارٹری میں دو سال تک بغیر کسی مالی امداد کے کام کرتے رہے۔

علم سائنس کی یہ تحقیق بہت تھکا دینے والی اور خشک تھی لیکن ہمت و استقلال کے یہ پتلے اپنے کام میں باقاعدہ لگے رہتے۔ آخر میڈم کیوری نے اپنی دریافت کے نتائج کو شائع کر کے پیرس یونیورسٹی کے پاس بھیج دیا۔ جہاں سے اُسے ڈاکٹر آف سائنس کی معزز ڈگری ملی۔ اب وہ گمنامی سے نکل کر عالم شہرت میں آ چکی تھی لیکن اُس کے مزاج اور طبیعت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اُس نے اخباری نمائندوں اور فوٹو گرافروں سے ملنے سے انکار کر دیا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں وہ ریڈیم کو دیگر دھاتوں سے جدا کرنے میں بھی کامیاب ہو گئی۔ ریڈیم اس قدر مؤثر اور سخت دھات تھی کہ جو چیز بھی اُس کے سامنے لائی جاتی تھی وہ جل جاتی تھی۔ جاندار اپنا پوست اور بینائی ضائع کر بیٹھتے تھے ایک دفعہ پیری کیوری کا ہاتھ چند ہی منٹ ریڈیم کی کرنوں کے سامنے رہا اور وہ ایسا جلا کہ کئی مہینوں کے علاج کے بعد درست ہوا۔

مسٹر بکرل نے ریڈیم کی ایک تھوڑی سی مقدار اپنی جیب میں بطور نمونہ رکھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی پوشاک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سینے پر بھی کاری زخم لگا۔

پیری کیوری نے ایک دفعہ کہا کہ ایک کلوگرام ریڈیم کو اگر کسی بڑے سے بڑے کمرے میں رکھ دیا جائے تو وہاں کوئی انسان نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ریڈیم کی کرنیں اس قدر تیز ہوتی ہیں کہ وہ دُور ہی سے لباس اور جسم کو جلا دیں گی اور آناً فاناً موت واقع ہو جائے گی۔ باوجود ریڈیم کے اس قدر خطرناک ہونے کے اس میں بے شمار ایسی طاقتیں بھی ہیں۔ جو انسانی زندگی کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اور ویسے بھی یہ بہت سی ناقابل علاج بیماریوں کا واحد علاج ہے کیوریوں کے کام کی قدر ۱۹۰۳ء سے ہونی شروع ہوئی۔ اسی سال جب وہ رائل سوسائٹی کے بار بار مدعو کرنے پر لنڈن گئے تو اُن کا شاندار استقبال ہوا۔ اُنہیں ڈیوی میڈل مشترکہ طور پر عطا کیا گیا اور نوبل پرائز (جو کہ دنیا کا بہترین انعام ہے) بھی ملا۔ اس انعام کی قیمت تقریباً آٹھ ہزار پونڈ تھی۔ اور اس سے اِن کے مالی تفکرات دُور ہو گئے۔

۱۹۰۶ء میں پیری کیوری ایک دن سائنس کے پروفیسروں کی دعوت میں شامل ہوا۔ وہاں اُس کا از حد احترام ہوا وہ آئندہ کی خوش آیند اُمیدوں اور تجویزوں سے بھرپور گھر واپس آ رہا تھا۔ کہ اچانک اُس کا پاؤں پھسلا اور گاڑی کے پہیوں کے نیچے گر پڑا۔ کاری زخموں سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور اُسی روز سائنس کا یہ نامور پروفیسر اس دارفانی سے کوچ کر گیا۔

اِس صدمہ سے میڈم کیوری کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ وہ اپنے قابل قدر رفیق شوہر کی جُدائی سے دیوانی سی ہو گئی۔ اپنے خاوند کے ماتم اور بہترین عزت کا طریقہ اُس نے اُس کے جاری کردہ کاموں کو سرانجام کرنے کے لئے تجویز کیا چنانچہ ایک دفعہ پھر وہ لیبارٹری میں واپس آ گئی۔

جنگ عظیم سے پیشتر پیرس میں ایک ریڈیم انسٹیٹیوٹ قائم ہوئی جس کی وہ صدر منتخب ہوئی۔ فرانس اور دیگر ممالک میں اُس نے بے شمار تقریریں کیں جس سے اُس کی قدر و عظمت بڑھ گئی۔ ۱۹۱۱ء میں اُسے دوبارہ نوبل پرائز ملا۔ اور یہ امر عورتوں کے لئے باعث فخر ہے کیونکہ کوئی مرد آج تک دو دفعہ نوبل پرائز حاصل نہ کر سکا۔

جنگ عظیم چھڑنے پر اُس نے اپنی زندگی محض زخمیوں کی امداد میں صرف کر دی۔ وہ ان کا علاج ریڈیم کے ذریعے کرتی۔ خود میدانِ جنگ میں جا کر حالات کا معائنہ کرتی اور ضروری خدمات بجا لاتی۔

جنگ کے خاتمہ پر اُس نے پیرس میں اپنی دریافت پر ایک جامع تقریر کی۔ سامعین میں جمہوریت پرتگال کا صدر لارڈ کیلورن۔ سر ڈبلیو رنسے اور سر اولیور لاج بھی خاص طور پر تقریر سننے کے لئے تشریف لائے تھے۔ جب لیکچرار داخل ہوئی تو سب معزز سامعین سرو قد کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک چھوٹی سی دُبلی پتلی عورت تھی۔ ظاہری شان یا غرور کی اس میں کوئی نشانی نہیں تھی۔ اس مایۂ ناز خاتون نے اپنی خداداد قابلیت اور شب روز کی محنت سے ریڈیم جیسی مفید دھات معلوم کر کے دنیا پر احسان عظیم کیا ہے جو سائنس کا ایک نادر عجوبہ ہے۔ بیشک غور اور فکر انسان کو معراج کمال پر لے جاتا ہے۔

ابو الفتح (منشی فاضل ادیب عالم) شیدا سٹرا

بچے اور لباس

کل ہم نے زرینہ کی اماں سے دریافت کیا کہ آپ صبح صبح بچی پر کیوں بگڑ رہی تھیں؟ اس پر ان کا غصہ عود کر آیا اور وہ معصوم بچی کو گھور کر کہنے لگیں "کیا کروں ایسی شریر اور بدتمیز بچی ہے کہ میں کہہ نہیں سکتی۔ ہر وقت مٹی میں کھیل کر کپڑے میلے کر لیتی ہے۔ جب دیکھو درختوں میں لگی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے خفا ہو رہی تھی"۔ یہ بعض لوگوں کا عجیب نظریہ ہے کہ وہ بچوں کو بالکل ایک انوکھی چیز بنا کر رکھنا چاہتے ہیں یعنی وہ روح رکھتے ہوئے بھی بے روح بنے رہیں۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ دوسرے کے ہاں جا کر وہ اس قدر تمیزدار بن جائیں کہ ہاتھ پیر تک نہ ہلائیں خاموش بیٹھے رہیں۔ الہٰی وہ بچہ ہے یا لکڑی کی گڑیا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح اچھے لباس کی حفاظت کی خاطر جو اپنی خوشی کے لئے پہنایا جاتا ہے۔ بچے کی فطری آزادی میں رخنہ ڈالا جاتا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ بچوں میں احتیاط اور حفاظت کا مادہ پیدا کیا جائے لیکن اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو بچوں سے زیادہ ان کے لباس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یعنے جب بچہ معمولی کپڑوں میں ہوتا ہے تو اس پر اس قسم کی کوئی پابندی نہیں کی جاتی کہ وہ میل کچیل سے بچا رہے یا بازار کی خراب مٹھائی اور خراب پھل نہ کھائے یا گندی جگہ نہ کھیلے لیکن جب بچہ کوئی اچھا کپڑا پہن لیتا ہے تو اس کی انتہائی حفاظت اور احتیاط ہوتی ہیں۔ کہ بار بار اس کو ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھو کپڑے میلے نہ کرنا۔ دیکھو فلاں جگہ نہ جانا یا فلاں چیز نہ کھاؤ کپڑے میلے ہوں گے۔ یا فلاں کھیل نہ کھیلو۔ اس کو ہاتھ مت لگاؤ۔ اسے مت چھیڑو وغیرہ۔ اگر بدقسمتی سے بچہ کھیل کود میں لگ کر لباس خراب کر لیتا ہے تو بس غریب کی جان عذاب میں پڑ جاتی ہے۔ قابل رحم ہیں وہ بچے جن کی آزادی محض لباس کی خاطر سلب کی جاتی ہے۔ اور پٹتے ہیں سوا الگ۔ بچوں کو لباس کی قدر و قیمت سے آگاہ ضرور کیا جائے ورنہ اچھے برے کی تمیز کیونکر ہو۔ بے شک ان کو کپڑوں کی حفاظت کرنی سکھائی جائے لیکن لباس کی خاطر ان کی روح کو نہ کچلا جائے۔ اخیر بچہ بچہ ہی ہے۔ اگر بچوں کے کپڑوں میں سیاہی کے داغ رنگ اور تیل کے نشانات، جابجا مٹی کے دھبے یا ان کی انجینرنگ کی ضربات نہ ہوں تو آئندہ پیشے میں جس کے لئے وہ خاص قدرت کی طرف سے معمور کئے گئے ہیں کیسے تیار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ سوچیں کہ بچہ صرف ہمارے حکموں اور ہدایات پر عمل کرکے ہی آگے بڑھ سکتا ہے اور صرف بڑے ہو کر ہی اپنے لئے کوئی کام منتخب کرے گا تو یہ ہماری سخت غلطی ہے بعض بچے اپنے بچپن ہی میں ڈاکٹر انجنیر ارٹسٹ وغیرہ بننے کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر ہم ان کی حرکات و سکنات بغور معائنہ کریں تو ان کی زندگی کو سنوارنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ خواہ مخواہ کی روک تھام اور ان کی فطری خواہشوں کو روکنے سے شدید نقصان پہنچتا ہے۔ ہاں بعض بچہ کی فطرت ایسی بھی ہوتی ہے کہ قدرتاً وہ کسی خاص مقصد کے لئے نہیں پیدا ہوتا اسی وجہ سے کوئی لگن اس کی طبیعت میں بچپن سے نہیں پائی جاتی۔ گو یہ بھی ایک طرح کا فطری جذبہ ہی ہوتا ہے یعنے وہ بچہ

صرف اپنے گردوپیش سے متاثر ہوکر کچھ بن جاتا ہے جو اس کی زندگی گذارنے کے لئے کافی ہوتا ہے یا بچپن کی دنیا جو چاہتی ہو اس کو بنا دیتی ہے ایسے بچے عموماً اچھی زندگی کے محتاج ہوتے ہیں ان میں تقلید کا مادہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماحول سے بیحد متاثر ہوتے ہیں۔ اچھا یا بُرا نمونہ ہی ان کی زندگی کو بنا یا بگاڑ سکتا ہے۔ چنانچہ ان کے والدین کو ان کی تربیت کے وقت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ بچے دنیا میں آتے وقت ہی اپنے ساتھ کچھ جوہر (بھلائی یا بُرائی کے) لاتے ہیں لیکن بچپن کی معصوم زندگی میں بھی وہ ایک زمانہ تک اپنے گردوپیش کے ظاہری اور باطنی اثرات سے محروم نہیں رہ سکتے اور اس کے لئے صرف والدین اور دیگر بزرگوں کی زبانی نصیحت کوئی اثر نہیں کرتی تاوقتیکہ وہ خود بچوں کے لئے ایک ایسا نمونہ نہ بن جائیں جیسا کہ وہ ان کو بنانا چاہتے ہیں۔ لہذا ہم سب جو بچوں کے متعلق عام رائے رکھتے ہیں کہ وہ صرف بچہ ہے اس کی حرکات وسکنات صرف بچپن کے کھیل ہیں غلط ہے۔ خالد کی یہ عادت ہے کہ وہ دن بھر شیشیوں میں مٹی گھول کر دوائیں بنا بنا کر کھیلا کرتا ہے۔ اسے اس کی اماں جان منحوسیت سے تعبیر کرتی ہیں۔ زرینہ کا قریب قریب سارا وقت مٹی میں اور پانی میں گذرتا ہے وہ روز ڈالیاں توڑ کر ایک باغ لگایا کرتی ہے۔ اور محمود کی پینٹنگ جب شروع ہوتی ہے تو وہ رنگ میں بھر جاتا ہے۔ اسی طرح حامد کی یہ عادت ہے کہ جہاں اس کو فرصت ملی اور وہ قلم کاغذ لے کر بیٹھ جاتا ہے گھنٹوں اسی سے کھیلا کرتا ہے۔ اور غضب یہ کہ اس کو پنسل سے لکھنا بالکل پسند نہیں کیونکہ وہ جلدی گھس جاتی ہے جب دیکھو کہیں نہ کہیں سے سیاہی لے آتا ہے۔ اور اس کا کوئی کپڑا ایسا نہیں ہے۔ جس پر سیاہی کے داغ دھبے نہ ہوں۔ گذشتہ جمعہ کو جب اس کی امی جان اپنی ایک سہیلی کے یہاں مہمان گئی تھیں وہ حامد کو بھی ہمراہ لے گئی تھیں۔ حامد کو تو کاغذ قلم دیکھنے کے بعد اپنے پرائے کا بالکل احساس ہی نہیں ہوتا تھا اور اب تو وہ بطور سزا ایک عرصہ سے اس سے محروم بھی تھا ماں کو باتوں میں لگا دیکھ کر کھسک آیا اور میز پر بیٹھ کر لکھنے لگا۔ ماں نے یہ جو دیکھا تو اس بُری طرح ڈانٹا۔ سیاہی کی بوتل اس کے ہاتھ سے گر پڑی قیمتی قمیص اور شیروانی خراب ہوگئی پٹے سو الگ۔ اس کے علاوہ گھر گھر ان کی ماں کی بُری تربیت کے چرچے ہونے لگے۔ کسے خبر ہے کہ یہ شریر بچہ آئندہ چل کر ایسی ہی صدہا شرارتوں اور کھیلوں کی بدولت کیا بننے والا ہے۔ بچپن انسان کی زندگی کا نچوڑ ہے۔ اس زمانے میں جو وہ شرارت کرتے ہیں اور کھیلتے ہیں ان میں ہی ان کے لئے دنیا کی تمام دلچسپی سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ کھیل اور شرارت ہی آیندہ زندگی کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ ان کھیلوں میں بڑی بڑی زندگیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ بچپن کا شوق و تجسس ہی انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ اپنے ذرا سے نقصان کے لئے اس کو ڈانٹنا گویا اس کی دنیا کا خون کرنا ہے۔

ہاں تو میں بچوں کے لباس کے متعلق کچھ لکھ رہی تھی۔ لیکن میں نے یہ باتیں موضوع سے کچھ زیادہ ہٹ کر نہیں کہیں زرینہ کی اماں کو دیکھیئے وہ صرف کپڑوں کی حفاظت کے لئے اس کو اس کے لگائے ہوئے باغ میں جانے سے روکتی ہیں۔ زرینہ کے اس شوق کو دبانے کے لئے اس کے باغ کو کئی دفعہ نوچ کھسوٹ کر پھینک دیا گیا۔ بھلا آپ ہی بتائیے کہ صرف کپڑوں کی حفاظت کے لئے بچے کس طرح اپنے شوق کو چھوڑ سکتے ہیں۔ کیوں نہ ان کو کوئی سیدھا سادہ سا لباس پہنا کر چند گھنٹوں کے لئے

خوب جی بھر کے کھیلنے کو چھوڑ دیا جائے؟ اس سے ان کے دل مجروح نہیں ہوں گے ورنہ کسی کا شوق مٹانے کے لئے تھوڑا ظلم کرنا بھی سخت اذیت کا باعث ہوتا ہے۔ ہاں بعض بچے خواہ مخواہ کپڑے خراب کرتے ہیں۔ ایسے بچوں سے واقعی ہم کو کوئی ہمدردی نہیں جو والدین کو سخت تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ان بچوں کا کپڑوں کو خراب کرنے کا طریقہ اول الذکر بچوں سے بالکل جدا ہوتا ہے مثلاً زرینہ ہی کو لے لیجئے وہ بالکل صاف ستھرا رہنا پسند کرتی ہے کوڑہ کرکٹ میں جانا اس کو پسند نہیں۔ کھانا بھی تمیز کے ساتھ کھاتی ہے اور کبھی وجہ سے کپڑوں کا ناس نہیں کرتی۔ البتہ وہ جب باغ میں ہوتی ہے تو اپنے کام میں ایسی منہمک ہوتی ہے کہ مٹی اور پانی سے کپڑوں کا بچا لینا ان ننھے ننھے معصوم ہاتھوں کے لئے دشوار ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح کپڑے پر ضرور مٹی لگ جاتی ہے۔ یہیں مائیں غلطی کر جاتی ہیں اور یہ غور نہیں کرتیں کہ بچہ کپڑے کس لئے خراب کرتا ہے؟ حقیقت میں کپڑے خراب کرنے والا بچہ وہ ہے جس کو صفائی ستھرائی سے بالکل واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ جہاں چاہتا ہے اچھے کپڑے پہن کر بیٹھ جاتا ہے جس جگہ چاہتا ہے لوٹ پوٹ لیتا ہے۔ جب دسترخوان پر بیٹھتا ہے تو اپنے اور دوسروں کے کپڑے ضرور خراب کرتا ہے گندے گندے ہاتھ کپڑوں سے پونچھ کر خراب کر لیتا ہے اس بچے کو ضرور باقاعدہ طور پر ہدایت کی ضرورت ہے۔ یوں تو ہر بچہ کو جب وہ چلنے پھرنے کے لائق ہو جائے ایسے رنگ کا لباس پہنانا چاہئے جو میل خورہ ہو لیکن ایسے بچوں کو تو جو کپڑوں کی حفاظت مطلق نہیں کر سکتے خاص طور پر ایسا لباس پہنانا چاہئے لیکن مائیں ہمیشہ بغیر سوچے سمجھے کپڑے بنا کر خود بھی تکلیف اٹھاتی ہیں اور بچوں کو بھی تکلیف دیتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بچوں کے لئے بجائے چند بھاری کپڑے بنانے کے کئی معمولی کپڑے بنائیں۔ اور وہ بھی ایسے جو بار بار دھل کر خراب نہ ہوں۔ اس کے علاوہ بھی بچوں کو لباس پہناتے وقت بہت سی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ بعض کپڑوں سے خوبصورتی اور بعض سے صرف امارت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی انتہا سے زیادہ کنجوسی اور مفلسی ٹپکتی ہے۔ کبھی ایک تنگ سوٹ بچہ کو اس لئے پہنایا جاتا ہے کہ وہ سوٹ بہت خوبصورت ہے اور بچہ اس میں بہت بھلا معلوم ہوتا ہے اور کبھی بچی اس قدر لمبا کرتہ پہن کر آتی ہے کہ اس سے اس کو چلنے میں کئی بار گرنا پڑتا ہے یا وہ بار بار لمبی اور تکلیف دہ آستینوں سے گھبرا جاتی ہے۔ یہ سب باتیں توجہ کے قابل ہیں۔ بچوں کو لباس پہناتے وقت اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس سے اُن کی نشو و نما میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور چلنے پھرنے یا حرکت کرنے میں دِقت نہ ہو۔

اکثر بچوں کے جسم پر کپڑے تو بھاری ہوتے ہیں لیکن اس قدر میلے ہوتے ہیں کہ اُن میں سے بدبو آتی ہے۔ اگر ہندوستان کے بچوں کی اموات کے اسباب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صحت کے اصول سے لاعلمی اور بے احتیاطی ایک بہت بڑا سبب ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ والدین بچوں کے لباس پر پیسہ خرچ نہیں کرتے بلکہ میرا تو خیال ہے کہ بچے کے ہوش سنبھالنے تک والدین جس قدر رقم اس کے لباس پر خرچ کرتے ہیں اس کی کسی اور ضرورت پر نہیں کرتے اس کے باوجود بچے معقول لباس سے محروم رہتے ہیں۔ اکثر بچوں کو لباس پہناتے وقت موسم کا بھی کوئی لحاظ نہیں

رکھا جاتا حالانکہ صحت کے لئے یہ بہت ضروری ہے کیونکہ بیرونی گرمی، سردی وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے لباس ایک ضروری چیز ہے۔ ورنہ بچے مناسب موسمی لباس نہ پہننے کے سبب سردی یا گرمی کی شدت سے متأثر ہوکر بیمار ہوجاتے ہیں۔ موسم گرما میں سوتی کپڑے پہنانا چاہئے۔ کیونکہ وہ مسامدار ہوتے ہیں اور جسم کا پسینہ بذریعہ تبخیر ان میں سے نکلتا رہتا ہے بعض دفعہ جو گرمی کی شدت سے بچوں کو کرتہ وغیرہ نہیں پہنایا جاتا وہ صحت کے لئے مضر ہے کیونکہ گرمی سے جسم کا پسینہ فوراً خشک ہوجاتا ہے اور جلد گرم ہوتی ہے۔ موسم سرما میں بھی کپڑوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ چونکہ بچوں کو سردی زیادہ برداشت نہیں ہوتی اس لئے ان کو سردی میں ہمیشہ گرم رکھنا چاہئے۔ اس کے لئے فلالین سب سے زیادہ مفید ہے جس سے حرارت جسم محفوظ اور دوران خون باقاعدہ جاری رہتا ہے۔ اکثر فلالین کی نیم آستین تنگ ہوتی ہے یہ بچہ کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ تنگ نیم آستین سے سینہ پر دباؤ پڑکر تنفس اور دوران خون کے طبعی افعال میں ہرج واقع ہوتا ہے۔ فلالین بھی ہمیشہ اچھی خریدنی چاہئے۔ کیونکہ خراب قسم کی فلالین جلد بیکار ہوجاتی ہے۔ اچھی فلالین وزن میں ہلکی اور جلد کے لئے ملائم معلوم ہوتی ہے۔ وِیلا Viyella سب سے عمدہ قسم کی فلالین ہے اور بھیگنے سے بھی نہیں سکڑتی۔

غرض بچوں کا لباس ایسا بنایا جائے کہ وہ خوبصورت، آرام دہ اور محافظ جسم ہو اور خاص کر ان کے حق میں وہ باعث اذیت نہ ہو تاکہ وہ بچپنی فطری آزادی قائم رکھ کر بار بار اس کی خاطر گھر کیاں نہ کھائیں۔ اگر ہندوستان کی مائیں دنیا میں اپنا کوئی درجہ قائم کرنا چاہتی ہیں تو بس وہ سب کچھ چھوڑ کر بچوں کی پرورش کریں لیکن ذرا عقل کے ساتھ بے عقلی کی محبت وہی نادان کی دوستی ہوگی۔

مس سعیدہ ضمیر الدین

ماؤں کے لئے چند ہدایات

کھانا ہمیشہ معتدل کھائیے اور جب بھوک نہ ہو نہ کھائیے۔ تھوڑا گوشت اور انڈا ضرور کھائیے۔ تازہ پھل اور ترکاری بافراط کھائیے کسی قسم کی بھی نشیلی چیزوں کا استعمال نہ رکھئے۔ دودھ کافی مقدار میں پیجئے۔ اور اگر ہو سکے تو کبھی کبھی کسی تازہ پھل کے عرق کے ہمراہ پیجئے۔ تازہ ہوا میں کثرت سے ورزش کیجئے اور ہو سکے تو دن میں روز نہائیے۔ گہرے سانس کی ورزش صبح وشام ضرور کیا کیجئے۔ سویرے سوئیے۔ ہر روز رات کو کم سے کم آٹھ گھنٹے سویا کیجئے۔

(ترجمہ)　　　صالحہ خاتون (کلکتہ)

نمودِ صبح

(۱)

سفیدی سی اُفق پر آرہی ہے
سیاہی شب کی گھٹتی جا رہی ہے

ستاروں کی نگاہیں تھک گئی ہیں
انہیں اب نیند شاید آرہی ہے

سجی تھی رات جو تاروں کی محفل
وہ اب پھیکی سی پڑتی جا رہی ہے

فضائیں ہو رہی ہیں بھیگی بھیگی
ہوا کچھ ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہے

سکوتِ شب میں جو کھوئے ہوئے تھے
اُنہیں حورِ سحر چونکا رہی ہے

ثریا فام کلیاں مسکرائیں
ہوا خوشبو سے مہکی جا رہی ہے

چمن اک کیف میں ڈوبا ہوا ہے
ہوا سبزہ کو پھر لہرا رہی ہے

کہیں دور، آم پر، غمگین کوئل
فضا میں سوزِ غم پھیلا رہی ہے

منوّر ہو چلے ہیں دشت و جنگل
کرن سورج کی بڑھتی آ رہی ہے

پہاڑی جو دھندلکے میں چھپی تھی
نمایاں ہے، نظر اب آ رہی ہے

ہیں فرشِ سبزہ پر شبنم کے قطرے
شعاعِ مہر انہیں چمکا رہی ہے

ہے دھیمی روشنی میں جلوہ افشاں
نکلتا آرہا ہے مہرِ تاباں

(۲)

طلوعِ صبح کا منظر کیف زا ہے
چمن کا پتہ پتہ گا رہا ہے

فضا میں شورشیں پھر جاگ اُٹھی ہیں
پیامِ زندگی پھر آ رہا ہے

شفق کا عکس ندی میں ہے لرزاں
حنا کا رنگ بن کر چھا رہا ہے

اندھیرے میں جو کھیتی کھو گئی تھی
اُسے مہرِ مُبیں چمکا رہا ہے

ہری شاخوں پہ رقصاں ہیں شعاعیں
فضا پر نور سا چھایا ہوا ہے

ہرن خوش ہیں کلیلیں کر رہے ہیں
اُدھر بھیڑوں کا گلہ جا رہا ہے

سریلے راگ طائر گا رہے ہیں
اِک ہنگامہ سا بڑھتا آرہا ہے

آنسہ خورشید اقبال حیا میرٹھی

مظلوم

افرادِ ڈرامہ :-

رشیدہ - ایک سولہ سالہ خوبصورت لڑکی۔
وسیم - رشیدہ کا نوجوان بھائی۔
جمیلہ - رشیدہ کی بڑی بہن شادی شدہ۔
حمیدہ - رشیدہ کی ماں۔
ظہیر مرزا - رشیدہ کا ماموں۔
آسیہ - ظہیر مرزا کی بیوی۔
آفتاب حسن - ایک پینتالیس سالہ وکیل آسیہ کا بھائی۔
نصرت - آفتاب حسن کی شادی شدہ بیٹی۔
نعیمہ - رشیدہ کی رشتہ کی بہن اور سہیلی۔

ایکٹ اول

وسیم کا گھر

(حمیدہ چھالیہ کتر رہی ہے۔ پاس ہی ایک آرام کرسی پر ظہیر مرزا لیٹے ہیں۔ وسیم ماں کے قریب بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہے)

حمیدہ - (پان کی تھالی بھائی کی طرف بڑھاتے ہوئے) مرزا! دلہن کو ساتھ لے آتے تو اچھا ہوتا۔ ان سے ملے بہت دن ہوگئے۔

ظہیر - آپا۔ جب سے اُن کی بھاوج کا انتقال ہوا ہے وہ بہت ہی رنجیدہ رہتی ہیں۔ کہیں آتی جاتی ہی نہیں۔

حمیدہ - اور کیا۔ بھائی کا گھر اُجڑ جائے تو بہن کو رنج نہ ہوگا؟ افسوس بچاری کے بچے بڑی بُری حالت ہیں۔ مگر اُس نصرت کی محبت کہاں گئی؟ غضب خدا کا سگی بہن کے ہوتے ہوئے بچوں کا یہ حال؟ وہ ان بچوں کو اپنے پاس لے جاتی یا پھر برس چھ مہینے باپ کے ہاں آرہتی۔

ظہیر - وہ بچاری آپ گھر والی ہے۔ اور تین مہینے رہ تو گئی ہی۔

وسیم - اماں جان ابھی تک رشیدہ اسکول سے نہیں آئی بڑی دیر ہوگئی۔

حمیدہ - ہاں اب تو خاصا اندھیرا ہونے آیا۔ نہ بابا میں باز آئی ایسی تعلیم سے۔ تم کل ہی ایک چٹھی اسکول لکھ دو کہ رشیدہ کا نام کاٹ دیا جائے۔

وسیم - اماں جان۔ اسکول میں کوئی کھیل وغیرہ ہوگا جو اتنی دیر لگ گئی۔ ورنہ وہ تو جلدی آجایا کرتی ہے۔ بس چھ مہینے اس کے امتحان میں رہ گئے ہیں۔ کم از کم انٹرنس تو پاس کرے۔

(رشیدہ داخل ہوتی ہے)

رشیدہ - آداب ماموں جان۔

حمیدہ - بیٹی تم نے اتنی دیر کہاں لگادی تھی۔

رشیدہ - اماں جان! آج اسکول میں ایک لیکچر تھا۔ اس لئے ذرا دیر ہوگئی۔

حمیدہ - اچھا جاؤ کپڑے اتارو۔ دیکھو تمھارے لئے بڑے عمدہ سموسے تلے ہیں۔ ناما سے کہو الماری میں سے نکال دے۔

ظہیر - آپا اب اجازت دیجئے۔ آسیہ اکیلی ہوں گی۔

حمیدہ - اچھا دیکھو دلہن کو میری طرف سے بہت بہت پوچھنا اور

۷۴

بچوں کو پیار کرنا۔

دوسرا منظر
ظہیر مرزا کا گھر

(ظہیر آسیہ۔ اور اُن کے دونوں بچے کھانا کھا رہے ہیں)

آسیہ۔ تم آپا سے کہو مجھے تو کہتے ہوئے شرم آتی ہے اب تو لڑکی کی پڑھائی بھی ختم ہونے والی ہے۔

ظہیر۔ تم بات چھیڑو۔ پھر میں زور دوں گا۔ آپا تو خیر مان جائیں۔ مگر وسیم اور جمیلہ کی طرف سے مجھے خوف ہے۔ وہ ضرور مخالفت کریں گے۔

آسیہ۔ (پانی کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے) کیوں؟ آخر بہن کو بٹھائے رکھنے سے تو رہے۔ کہیں نہ کہیں بیاہنا تو ضرور ہے۔ اور میرے بھائی جان جیسا داماد اُن کو کہاں ملے گا؟ آج کل لڑکی کو بیاہنا منہ کا نوالہ نہیں ہے۔

ظہیر۔ اور تو کوئی بات نہیں۔ ہاں وہ لوگ عمر کا خیال کریں گے۔

آسیہ۔ میرے بھائی جان کونسے بوڑھے ہیں؟ اور مرد کی عمر کو بھی کوئی دیکھا کرتا ہے؟ روپے پیسے کی تو کمی نہیں۔ لڑکی تمام عمر عیش کرے گی۔ اور مزاج میرے بھائی جان کا تم جانتے ہی ہو کتنے زندہ دل ہیں۔ پھر بیوی سے ایسی محبت کرنے والے کہ دنیا جہان کی عورتیں رشک کریں۔ بھابی کو مرے چھ مہینے ہونے آئے مگر اُن کی آنکھ کا آنسو خشک نہیں ہوا۔

ظہیر۔ (ہاتھ دھوتے ہوئے) ٹھیک کہتی ہو۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ دُکان پر کوئی نہیں ہے۔ بچوں کو دھوپ میں نہ نکلنے دینا۔

تیسرا منظر
آفتاب حسن کا گھر

(صحن میں کرسیاں بچھی ہیں۔ آفتاب حسن۔ آسیہ اور نصرت بیٹھے ہیں۔ آفتاب حسن کی بارہ سالہ لڑکی فرحت اور چودہ سالہ لڑکا آفاق حسن ایک طرف بیٹھے گراموفون بجا رہے ہیں۔)

آسیہ۔ بھائی جان آپا سے میں نے ذکر کیا تھا وہ تو غالباً مان جائیں گی۔ لیکن وسیم شیطان کا ڈر ہے وہ اگر اکڑ گیا تو بڑی مشکل ہوگی۔ دو تین روز ہوئے اُس کی بڑی بہن بھی آگئی ہے۔ شائد وہ بھی مخالفت کرے۔

آفتاب حسین۔ (گھبرا کر) نہیں اگر تم چاہو گی تو کچھ مشکل نہیں۔ مرزا بھی اپنے بھانجے بھانجی کو سمجھائیں گے تو وہ ضرور راضی ہو جائیں گے تم دیکھتی ہو گھر کی کیا حالت ہو رہی ہے

آسیہ۔ خدا آپ کو اطمینان دے۔ میری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کا گھر جلدی آباد ہو۔

آفتاب حسن۔ مجھے اپنے لئے جلدی نہیں ہے۔ زندگی گذر ہی رہی ہے۔ ہاں بچوں کی تباہی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔

نصرت۔ ابا جان۔ میں آپ کو خط میں بھی مفصل لکھ چکی ہوں۔ آپ میرے والد ہیں۔ زیادہ کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ مگر میری رائے یہی ہے کہ اول تو آپ اب شادی نہ کریں اور اگر کرنا ہی ہو تو کسی ادھیڑ عمر بیوہ سے کریں۔ ایک کم عمر لڑکی کو لے آنا اُس کی اور اپنی زندگی کو مصیبت میں ڈالنا ہے۔

آفتاب حسن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بچوں کو کون سمجھائے گا؟ اور بیوہ عورت سے کیوں نکاح کروں؟ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے۔ دولت عزت۔ شرافت یہی چیزیں لڑکی والے دیکھتے ہیں۔ مجھ میں کس چیز کی کمی ہے۔

نصرت۔ بچے ماشاء اللہ بڑے بڑے ہیں دونوں دن بھر اسکول میں رہتے ہیں خدمت کو نوکر چاکر موجود ہیں اور پھر ایک کم عمر لڑکی ان کو کیا سنبھالے گی۔ اس لئے میں آپ سے یہی کہتی ہوں کہ آپ کسی بیوہ سے نکاح کیجئے۔

آسیہ۔ نصرت! تمھیں اپنے باپ کی بھلائی کا خیال کرنا چاہئے اور اس قسم کی فضول باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ (آفتاب کی طرف مڑ کر) بھائی جان۔ اگر بات پکی ہوگئی تو آپا زیور کپڑا بہت مانگیں گی۔ اور مہر بھی شائد زیادہ ہی لکھوائیں۔

آفتاب حسن۔ میں سب شرطیں لکھنے کو تیار ہوں۔ زیور تو تمھاری بھابی ہی کا بہت پڑا ہے تھوڑا سا اور بنوالیں گے۔ کپڑے جیسے

چاہیں تم روپیہ لو اور تیار کر لو۔ ہاں ننھی لڑکی صورت شکل کی کیسی ہے۔

آسیہ۔ بڑی خوبصورت۔ وسیم کو تو آپ نے دیکھا ہی ہے رشیدہ کی رنگت تو اُس سے بھی زیادہ گوری ہے میں تو جانوں گی آپ بڑے بھاگوان ہیں جو ایسی بیوی ملی۔ اچھا اب اجازت دیجئے گاڑی آگئی۔

نصرت۔ میں بھی چلتی ہوں۔

چوتھا منظر
وسیم کا گھر

(وسیم اپنے کمرے میں ٹائی باندھ رہے ہیں۔ والدہ پاس کھڑی ہیں)

وسیم۔ اماں جان۔ کیا آپ رشیدہ کا رشتہ آفتاب حسن سے کرنا چاہتی ہیں؟

حمیدہ۔ ہاں میاں۔ اس سے اچھا رشتہ مجھے اور کہاں ملے گا؟

وسیم۔ (گھبرا کر) کیا آپ ہاں کر چکیں۔

حمیدہ۔ ہاں ناں کا کیا ہے کوئی غیر جگہ تھوڑی ہے۔ تمہارے ماموں کا سالہ ہے۔ وہ کچھ سمجھ سوچ کر ہی کریں گے۔

وسیم۔ (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) آپ دوسروں کی خاطر اپنی اولاد کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔

حمیدہ۔ تباہی کیسی؟ ایسا اچھا گھر مجھے اور کہاں ملے گا۔

وسیم۔ یہی تو پوچھتا ہوں اُن میں کونسی خوبی ہے۔

حمیدہ۔ اور برائی ہی کیا ہے۔

وسیم۔ سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اُس کی عمر میں اور آپا کی عمر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دوسرے آپا جان ان کی بڑی بیٹی سے بھی کم عمر ہیں۔

حمیدہ۔ ناظر سے کرنے لگی تھی تو کہتے تھے کہ وہ بے روزگار ہے اب یہاں کرنے لگی تو یہ کیڑے۔ نکھٹو سے کروں نہ کماؤ سے۔ تو کیا بٹھائے رکھوں؟

وسیم۔ کیوں نہیں۔ بری جگہ کرنے سے بٹھائے رکھنا بہتر ہے۔ یہ حضرت نانا بن چکے ہیں۔ آپ آپا کی شادی کسی ایسی جگہ کیجئے جہاں عمروں میں زیادہ فرق نہ ہو۔ مزاج ملتے ہوں اور لڑکی سکھ چین کی زندگی گذار دے۔

حمیدہ۔ سکھ چین اور کیا ہوگا۔ دولت۔ عزت۔ شرافت کس چیز کی کمی ہے۔ وہ تو منتیں کر رہا ہے۔ زیور، کپڑا، مہر، جتنا چاہو۔ وہ ہر طرح تیار ہے۔

وسیم۔ شادی کے بعد سب سے پہلے عورت کو جس چیز سے سابقہ پڑتا ہے وہ اُس کا شوہر ہے یہ دولت عزت بعد کی چیزیں ہیں۔ جب شوہر سے ہی مزاج نہ ملے اور عمروں میں باپ بیٹی کا فرق ہو تو حساس لڑکی کے لئے شادی دوزخ سے کم نہیں ہوتی۔

حمیدہ۔ مزاج کیوں نہ ملیں گے؟ اُس کی پہلی بیوی کو ہم دیکھ ہی چکے ہیں۔ ایسی خوش تھی کہ دنیا جہاں کی بیٹیاں ہوں۔

وسیم۔ وہ اُن کی ہم عمر تھی۔ آپا ابھی کم عمر ہیں اُن کے خیالات ایک پینتالیس سالہ بوڑھے سے کیسے ملیں گے؟

حمیدہ۔ خدا نہ کرے وہ بوڑھا کیوں ہونے لگا۔ عورت بوڑھی ہو جائے کہیں مرد بھی بوڑھے ہوتے ہیں۔ (جمیلہ باہر سے آتے ہوئے) اماں جان پھر وہی ذکر؟ خدا کے لئے ایسا غضب نہ کیجئے لڑکی زندہ درگور ہو جائے گی۔

حمیدہ۔ اللہ نہ کرے۔ تم دیکھ لینا میری بچی کتنی خوش ہوتی ہے۔

(ظہیر مرزا آتے ہیں)

ظہیر۔ آداب آپا جان۔

حمیدہ۔ جیتے رہو مرزا۔

جمیلہ۔ آداب ماموں جان۔

ظہیر۔ جیتی رہو۔ کیوں وسیم تم کیوں خاموش ہو۔

حمیدہ۔ رشیدہ کی شادی سے پریشان بیٹھا ہے۔

ظہیر۔ کیوں تم کو کیا پریشانی ہے۔

وسیم۔ (ظہیر کی طرف دیکھتے ہوئے) پریشانی اس بات کی کہ لڑکی کی عمر تباہ ہو رہی ہے۔ غضب خدا کا باپ کے برابر عمر

میں تیس سال بڑا اور ابھی آپ پوچھتے ہیں کہ پریشانی کیا ہے؟

ظہیر۔ تو کیا ناجائز ہے۔ بڑا ہے تو کیا ہوا۔ کیا بڑی عمر والوں کو بیوی نہیں ملتی۔

وسیم۔ ملتی کیوں نہیں۔ لیکن یہ لڑکی والوں کا قصور ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے بیاہ دیں۔ کرنے والے کا کیا ہے جب کنواری ملتی ہے تو کیوں بیوہ سے کرے۔

ظہیر۔ دیکھا آپا یہ اب ہم کو بیوقوف بھی بنانے لگا۔ یہ سب تمہاری بے جا محبت کا نتیجہ ہے۔ اور لڑکی کی تباہی کی جو کہتا ہے تو یہ نہیں سوچتا کہ ٹھکانا کر دیا ورنہ آج کل لڑکی کو بر ملنا کونسا آسان ہے۔ ہاں آپا تمہاری مرضی نہیں تو جواب دیدو مگر اتنا سن لو پھر میری صورت نہ دیکھنا۔

حمیدہ۔ واہ تم بھی بچہ بننے لگے اب میں ہاں کر چکی ہوں اب ہو کر ہی رہے گا۔

پانچواں منظر
رشیدہ کا کمرہ

(کمرہ نئی وضع کا سجا ہوا ہے کتابوں کی الماریاں رکھی ہیں۔ کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ دیواروں پر تصویریں لگی ہیں۔ ایک کرسی پر رشیدہ بیٹھی رو رہی ہے۔ پاس ہی نعیمہ کھڑی ہے اور اسے تسلی دے رہی ہے۔)

نعیمہ۔ تم پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ اپنی بھلائی برائی خوب سمجھتی ہو جواب دے دو آخر یہی ہوگا کہ جاہل چند روز شور مچائیں گے کہ لڑکی کیسی بے حیا نکلی مگر اس عمر بھر کے رونے سے تو بچ جاؤ گے۔

رشیدہ۔ (سسکی لے کر) خواہ تم اس معاملہ میں کچھ نہ کہو میں اپنی زندگی کو اماں جان کی ضد پر قربان کر دوں گی۔ میری جیسی خبر نہیں کتنی لڑکیاں اسی ملک میں اس رواج کا شکار ہو چکی ہیں۔ میں بول کر 'تھڑی تھڑی کراؤں' یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

نعیمہ۔ میری بہن تم انکار کر دو لوگوں کے برا کہنے کا کیا ہے۔ وہ کہتے ہی کس کو اچھا ہیں؟

رشیدہ۔ نہیں۔ میں اپنی ماں اور رواج پر قربان ہونے کا عہد کر چکی ہوں۔ خدا کرے اس گھڑی کے آنے سے پیشتر ہی میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

(وسیم داخل ہوتا ہے)

وسیم۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) تم یوں رو رو کر اپنی جان ہلکان کر لوگی۔ خدا کے لئے صبر کرو۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ تمہارے ایک "نہ" کہنے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

نعیمہ۔ اتنی دیر سے یہی سمجھا رہی ہوں مگر کہتی ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

وسیم۔ خدایا ہندوستان کی لڑکیوں پر رحم کر یہ شرم و حیا کی پتلیاں اس سزا کے لائق نہیں۔ ہماری قوم کے بزرگوں کو عقل دے کہ وہ ایسی بے جوڑ شادیاں کر کے معصوم لڑکیوں کی زندگیاں تباہ نہ کریں۔

(بہن کو گلے لگا لیتا ہے)

چھٹا منظر
ظہیر مرزا کا گھر

(برآمدہ میں آسیہ۔ ظہیر۔ اور حمیدہ بیٹھے ہیں)

آسیہ۔ (حمیدہ کے ہاتھ سے شربت کا خالی گلاس لیتے ہوئے) ہاں آپا دس ہزار مہر پر بھائی جان راضی ہیں۔ زیور بھی چار ساڑھے چار کا ہو جائے گا۔ کپڑوں کے لئے مجھے دو ہزار دیدیا ہے۔ ہماری رشیدہ بڑی ہی خوش نصیب لڑکی ہے۔

حمیدہ۔ دلہن تمہارا احسان ہے جو میری بچی کی بن گئی ورنہ مجھے تو راتوں کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔

ظہیر۔ آپا آفتاب حسن برات بڑے ٹھاٹھ سے لائیں گے۔ شاید پانچ سو آدمی ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ساتھ والا بنگلہ بھی لے لیں۔ برات کو وہاں اُتار دیا جائے گا۔ مگر یہ آپ کا وسیم تو کسی کام میں مدد ہی نہیں دیتا۔ میں اکیلا کیا کیا کروں اب تو تاریخ بھی سر پر آگئی۔

حمیدہ ۔ ناسمجھ ہے ۔ کہتا ہے بڑی عمر والے کو کیوں دے رہی ہو اسی واسطے الگ الگ رہتا ہے ۔ جمیلہ بھی چلی گئی اور کسی خط کا جواب بھی نہیں دیتی ۔ شاید وہ بھی شادی میں نہ آئے لیکن میں کسی کی محتاج تھوڑی ہوں ۔

آسیہ ۔ یہ دونوں شکر نہیں کرتے بہن اپنے گھر کی ہوئی ۔ اور گھر بھی کیسا جس کے لئے بڑے بڑے ترسیں ۔ اور آپا اُس بڑھیا کی عقل تو دیکھو داماد کو صلاح دینے آئی تھی کہ اول تو شادی ہی نہ کرو اور اگر کرو تو کسی بیوہ سے ۔

حمیدہ ۔ کیوں اُسے کیا جلن ہے ؟ کونسی اُس کی بیٹی پر سوکن آرہی ہے ؟ بوا سچ ہے مطلب کی دنیا ہے اب تک جو اپنا گھر بھر رہی وہ بند ہو جائے گا اُسے تو جلن ہو گی ہی ۔

آسیہ ۔ میرے بھائی جان نے بھی خوب جواب دئیے کہ بے جاؤ اپنے نواسی نواسے کو اپنے پاس ! میں خرچ دے دیا کروں گا ۔

حمیدہ ۔ (خوش ہو کر) اگر ایسا ہو جائے تو بڑا ہی اچھا ہو ۔

آسیہ ۔ آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جائے گا ۔

ظہیر ۔ آپا کئی دنوں سے رشیدہ کو نہیں دیکھا ۔

حمیدہ ۔ سارا دن مُنہ لپیٹے اپنے کمرے میں پڑی رہتی ہے خبر نہیں اُسے کیوں اتنی شرم ہے ۔ کیا دنیا جہان کی بیٹیوں کی شادیاں نہیں ہوتیں مگر میری بچی تو بڑی ہی بھولی ہے ۔

آسیہ ۔ شادی کے بعد دیکھنا کیسی خوش ہوتی ہے ۔ ان دنوں میں تو شرم قدرتی بات ہے ۔

ایکٹ دوم

پہلا منظر

آفتاب حسین وکیل کا گھر

(ایک سجے ہوئے ڈرائینگ روم میں آفتاب حسین ۔ آسیہ ۔ نصرت اور رشیدہ بیٹھے ہیں ۔ آفتاب حسن نے بیش قیمت سوٹ پہن رکھا ہے ہاتھ میں سگرٹ ہے اور بڑی مسرت کے ساتھ میٹھے باتوں میں مصروف ہیں ۔ رشیدہ ایک سُرخ رنگ کی کارچوبی ساری پہنے ایک صوفے پر جھکی بیٹھی ہے اس کا چہرہ بالکل اترا ہوا ہے رنگت زرد پڑ چکی ہے ۔ نصرت رشیدہ کے بالکل قریب بیٹھی ہیں اور ہاتھ رشیدہ کے شانے پر رکھا ہوا ہے ۔)

آسیہ ۔ اے رشیدہ کچھ بولو ۔ تم تو بالکل ہی خاموش ہو خدا کا شکر کرو جس نے اپنے گھر کا کیا ۔

آفتاب حسن ۔ ہاں ننھی ! خبر نہیں ان کی طبیعت خراب ہے ۔ یا کوئی اور بات ۔ بالکل بات نہیں کرتیں ۔ کل میں ان کو کسی پہاڑ پر لے جاؤں گا ۔

آسیہ ۔ رشیدہ سُن رہی ہو ۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں ؟

رشیدہ ۔ (چونک کر) جی ہ پھر سر جھکا کر گہری سوچ میں پڑ جاتی ہے ۔)

آسیہ ۔ (قریب آکر) میری چاند کیا بات ہے ؟ تم بالکل خاموش ہو ۔ بھائی جان کو بڑا فکر ہے ۔ کیا تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ؟

رشیدہ ۔ میں بالکل اچھی ہوں ۔

آفتاب حسن ۔ چلو آسیہ ہم باہر چلیں یہ نصرت سے باتیں کریں گی ہم سے شرم کرتی ہیں ۔

(دونوں چلے جاتے ہیں)

نصرت ۔ (محبت سے) آپ کے چہرے سے صاف پتہ چلتا ہو کہ آپ کسی بڑے رنج میں مبتلا ہیں ۔ اور ہاں میں آپ کو کیا کہہ کر پکاروں ؟

رشیدہ ۔ (نصرت کی طرف دیکھتے ہوئے) جو آپ کا دل چاہے ۔ میرا نام لیا کیجے میں آپ سے چھوٹی ہوں ۔

نصرت ۔ بے شک آپ مجھ سے دس گیارہ سال چھوٹی ہیں مگر رشتہ کے لحاظ سے تو بہت بڑی ہیں ۔ ہاں آپ نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا ۔ آپ کیوں حد سے زیادہ پریشان ہیں ۔

رشیدہ ۔ میری پریشانی کی وجہ آپ پوچھ کر کیا کریں گی ۔ کیا

آپ کے پاس اس کا علاج ہے؟ (آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں)

نصرت۔ (رشیدہ کے گلے میں باہیں ڈال کر) پیاری رشیدہ۔ مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ بخدا میں اس رشتہ سے بالکل ناراض تھی۔ بے شک آپ کا رنج بالکل صحیح ہے کہ آپ جیسی کم عمر لڑکی کا رفیق حیات ایک پینتالیس سالہ معمر شخص ہو جو اپنی زندگی کا بہترین حصہ گذار چکا ہے۔ آپ یقیناً اس سزا کی مستحق نہ تھیں بہکہ آپ کسی اپنے ہم عمر سے بیاہی جاتیں۔

رشیدہ۔ (روتے ہوئے) میں آپ کی ہمدردی کی مشکور ہوں۔

نصرت۔ خدا آپ کو برداشت کی توفیق دے۔

رشیدہ۔ میں کسی پہاڑ وغیرہ پر نہیں جاؤں گی۔ آپ ان لوگوں کو منع کر دیں۔ جیسے میری زندگی نے پلٹا کھایا ہے۔ ویسے ہی اب میں اپنی طبیعت بدل دینا چاہتی ہوں۔

نصرت۔ اچھی بات ہے مگر امید نہیں کہ ابا جان مانیں۔

رشیدہ۔ جب یہ دل ہی خوش نہیں تو سیر و تفریح کیسی۔ اور آپ یہاں کتنے دن اور رہیں گی؟

نصرت۔ میں پرسوں چلی جاؤں گی۔ بچی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے آئے ہوئے چار دن ہو گئے۔ اُسے دادی کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ گھبرا گئی ہو گی۔

رشیدہ۔ سنا ہے آپ کے چھوٹے بہن بھائی اپنی نانی کے پاس رہتے ہیں یہاں صرف چار دن کے لئے عارضی طور پر آئے ہیں۔ یہ کیوں؟

نصرت۔ ابا جان نے ہی بھیج دیا تھا۔ ورنہ ہماری بچاری نانی کے لئے ان کو سنبھالنا بڑا مشکل ہے۔ ان کی عمر اب اس قابل نہیں۔

رشیدہ۔ بچوں کو اب یہاں ہی آجانا چاہئے۔ بن ماں کے بچے ہیں۔ میں ان کی خدمت کروں گی۔

دوسرا منظر

وسیم کا گھر

حمیدہ۔ بیٹی ابھی تین مہینے بھی شادی کو نہیں ہوئے نئی نویلی دلہن اور یہ حالت۔ زیور نہ کپڑا۔ بڑھیوں کا سا لباس۔

رشیدہ۔ کیوں اس لباس میں کیا بُرائی ہے۔ کوئی ضروری ہے کہ ہر وقت رنگین شوخ اور بھڑکیلا لباس پہنے رہوں؟

حمیدہ۔ اے لڑکی ایسا لباس تو تیری بہن بھی نہیں پہنتی۔ ایک دم سفید۔ تجھے تو شوخ شوخ رنگوں کی چمکیلی ساریاں پسند تھیں ہاتھوں میں درجنوں چوڑیاں کانوں میں بڑے بڑے بُندے ساری کی چڑی چوڑی ہیلیں، وہ سب چیزیں کدھر گئیں۔

رشیدہ۔ جب پسند تھیں، پہنتی تھی اب دل نہیں چاہتا نہیں پہنتی۔

حمیدہ۔ تیرا دولہا کیا کہتا ہوگا؟ چار دن کی دلہن سب چھوڑ بیٹھی۔ شادی کے بعد تو لڑکیوں کا سنگھار اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

رشیدہ۔ دل ہی مر گیا۔ اب کسی چیز کا شوق نہیں۔

حمیدہ۔ تو دبلی کیوں ہوئی جاتی ہے؟ رنگت بھی سانولی ہو گئی ہے۔ پرسوں تمہارے دولہا بھی بڑے پریشان تھے۔

رشیدہ آپ لوگ خواہ مخواہ پریشان ہوں تو کوئی کیا کرے میں تو اچھی بھلی ہوں۔

حمیدہ۔ اُس کا لڑکا لڑکی اچھے بھلے نانی کے پاس رہتے تھے۔ یہ تجھے کیا سوجھی کہ بیٹھے بٹھائے ان کو بلا لیا۔

رشیدہ۔ کیوں؟ اُن کے باپ کا گھر تھا باپ کی زندگی میں وہ کیوں نانی کے پاس رہیں اور بچاری ضعیف عورت اُن کا بُوجھ کیوں اُٹھائے۔

حمیدہ۔ تیری ہر بات ہے نرالی۔ لوگوں کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ کہ سوکنوں کی اولاد آنکھوں سے دُور رہے تو نے الگ رہتوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

رشیدہ۔ اماں جان جو آپ نے بہتر سمجھا کیا۔ اب جو میں بہتر سمجھوں گی کروں گی۔ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(نعیمہ آتی ہے)

نعیمہ۔ آداب چچی جان بسلام بہن رشیدہ (دونوں گلے ملتی ہیں)

حمیدہ ۔جیتی رہو بیٹی۔ کہو اماں کیوں نہیں آئیں۔

نعیمہ ۔اماں نے آپ کو سلام کہا ہے اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ورنہ وہ بھی رشیدہ بہن سے ملنے آتیں چچی جان رشیدہ کچھ دن رہیں گی ؟

حمیدہ ۔ان کی مرضی پر ہے۔ ابھی تو کل آئی ہیں۔

نمّو ۔ آؤ بہن رشیدہ تمھارے کمرے میں چلیں (دونوں چلی جاتی ہیں)

رشیدہ ۔ (بیٹھ کر) بتاؤ نمّو کیا بات ہے جو مجھے وہاں سے کھینچ لائیں۔

نعیمہ ۔تم دو دفعہ سسرال سے آئیں مگر میں خالہ جان کے پاس تھی تم سے مل نہ سکی کہو بھئی کیسی ہو۔ اپنی نئی زندگی کی کچھ باتیں سناؤ تم تو بہت ہی دُبلی ہو رہی ہو۔ ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ہمت کر و اور انکار کر دو۔

رشیدہ ۔ چھوڑو اس ذکر کو بتاؤ تمھاری منگنی کا کیا ہوا۔

نعیمہ ۔ ابھی فیصلہ نہیں ہوا اور مجھے فکر ہی کیوں ہوتا میرے ماں باپ بڑے روشن خیال ہیں وہ ضرور کسی اچھی جگہ ہی کریں گے۔ اماں جان کا خیال ہے کہ ابھی ایک دو سال اور ٹھیریں۔ میں ذرا پڑھ تو لوں۔

رشیدہ ۔ (آہ بھر کر) تم خوش نصیب ہو۔

نعیمہ ۔تمھارے میاں کے چہرے پر جھریاں تو صاف نمایاں ہیں مگر ابھی تک بال بالکل سیاہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اُن کی صحت اچھی ہے۔

رشیدہ ۔ ہو گی۔ مگر بالوں پر تو وہ رنگ لگاتے ہیں۔ ان کا آدھا سر سفید ہے۔

نعیمہ ۔ (دم) چچی جان نے کتنی بڑی غلطی کی۔

تیسرا منظر
آفتاب حسن کا مکان

(رشیدہ ایک کمرے میں مشین کے سامنے بیٹھی کوئی کپڑا سی رہی ہے۔ سفید ریشمی ساری پہنے ہوئے ہے اور دو انگوٹھیوں کے سوائے کوئی زیور نہیں۔ فرحت پاس بیٹھی ہے دو کیل صاحب آتے ہیں)

آفتاب حسن ۔ یہ کیا سی رہی ہو۔

رشیدہ ۔ یہ فرحت کا فراک ہے۔

آفتاب حسن ۔آج جوہری آئے گا۔ میں نے ہیرے خرید کر اُسے دیدئے ہیں تم اپنی انگوٹھی کا ناپ اُسے دیدینا تمھارے پاس کوئی بھی خوبصورت انگوٹھی نہیں ہے۔ آہ آج میری کمر میں بڑا درد ہے۔ جب سے عمر چالیس سے اوپر ہوئی تب سے یہ روگ لگ گیا ہے شائد گردہ کی تکلیف ہے۔ میں اس مرض سے تنگ آگیا ہوں۔

رشیدہ ۔آپ لیٹ جائیے۔ سینک دیتی ہوں۔

آفتاب حسن ۔ تم کیوں تکلیف کرو۔ خود ہی آرام ہو جائے گا۔ ڈاکٹر آتا ہی ہوگا میں نے اُسے فون کر دیا ہے۔

فرحت ۔ابا جان۔ میں آپ کی کمر دبا دوں ؟

آفتاب حسن ۔ نہیں نہیں۔

فرحت ۔ابا جان۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ تمھاری نئی اماں تمہیں پیار نہیں کیا کریں گی مگر ہماری بی بی تو بڑی ہی اچھی ہیں ہم دونوں سے بڑی محبت کرتی ہیں۔ مگر ایک بات ہے یہ کبھی کبھی اپنے کمرے میں بیٹھ کر رویا کرتی ہیں۔

آفتاب حسن ۔کیوں رشیدہ فرحت ٹھیک کہتی ہے ؟ تمہیں کس چیز کا رنج ہے ؟

رشیدہ ۔ مجھے کس چیز کا رنج ہوتا ؟

آفتاب ۔ نہیں تم خوش نہیں ہو۔ یہ تمھاری حد درجہ کی شرافت اور مہربانی ہے کہ اپنے تمام فرائض کو اچھی طرح سے انجام دے رہی ہو۔ مگر تمھاری صحت بتاتی ہے کہ تم رنجیدہ ہو۔ سُنتا ہے تمھارے بھائی اس شادی سے ناراض ہیں۔ دیکھو تمھاری شادی کو چھ ماہ ہونے آئے مگر وہ آج تک یہاں نہیں آئے۔ سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہوں اور تنگ خیال بھی۔ روشن خیالی اگر یہی ہے کہ

کہ تم بھی اپنی بہن کی طرح پردہ چھوڑ دو تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں۔

رشیدہ۔ پردہ نہ چھوڑنے کا بھلا مجھے کیا غم ہوتا میں بچپن سے ہی پردہ کرتی آئی ہوں۔ یہ آپا کے شوہر کی مرضی ہے جو اُنہوں نے پردہ اُٹھوا دیا۔ مجھے تو آپ جس حال میں رکھیں گے میں خوش ہوں۔ شادی کے بعد بھائی کی مرضی چلے گی یا آپ کی ؟

آفتاب حسن۔ دیکھو تم نے کپڑا زیور پہننا چھوڑ دیا ہے قیمتی لباس پڑے جھک مار رہے ہیں۔ زیور الگ سٹر رہا ہے۔ اس عمر میں یہی باتیں زیب دیتی ہیں ؟

چوتھا منظر

ظہیر مرزا کا گھر

سردیوں کے دن ہیں دس بجے کا وقت ہے۔ آسیہ بیگم صحن میں دھوپ میں بیٹھی ہوئی اپنی لڑکی کے موزے بن رہی ہیں۔ بچے پاس بیٹھے کھلونوں سے کھیل رہے ہیں باہر کی آواز آتی ہے)

آسیہ۔ (ماما سے) دیکھو بڑی بی کون آیا ہے۔

ماما۔ (باہر سے آکر) وکیل صاحب آئے ہیں۔ میاں آفاق حسین بھی ساتھ ہیں۔

آسیہ۔ جاؤ ان کو بلا لاؤ۔

(ماما جاتی ہے اور دونوں کو لے کر اندر آتی ہے آسیہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے)

آسیہ۔ آداب بھائی جان۔

آفتاب حسن۔ جیتی رہو۔ کیا مرزا دوکان پہ چلے گئے۔

آسیہ۔ ہاں بھائی جان آج کچھ کام زیادہ تھا۔ کہئے رشیدہ کی طبیعت کیسی ہے۔

آفتاب حسن۔ رشیدہ کی طبیعت کا ہی فکر ہے جب کبھی ڈاکٹر کو دکھانے کو کہتا ہوں ٹال دیتی ہے۔

آسیہ۔ ہاں وہ پریشان سی رہتی ہے کیا وہ خوش نہیں ہے؟

آفتاب حسن۔ کیا معلوم ہر قسم کا آرام حاصل ہے۔ اور وہ ہر وقت میری خدمت کو تیار رہتی ہے۔ بچوں سے ایسی محبت کہ سگی بہن بھی نہ کرے گی۔ میں تو اس کی خوشی کا خیال رکھتا ہوں۔ اور وہ بھی بظاہر خوش ہے مگر ان کے چہرہ سے افسردگی عیاں ہے۔

آفاق حسن۔ پھوپھی جان۔ وہ ہم دونوں سے بڑی محبت کرتی ہیں۔ مگر جب اکیلی ہوتی ہیں رونے لگتی ہیں۔

آسیہ۔ اس کی طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگیا ہے پہلی کیسی چلبلی اور زندہ دل تھی سنگھار کی ایسی شوقین کہ آپا بعض وقت تنگ آجایا کرتی تھیں۔ مگر اب تو اُس کی عادت ہی بدل گئی۔ بالکل سنجیدہ ہوگئی ہے۔ لباس زیور کا شوق بھی نہیں رہا۔ جب دیکھو سفید ساری ہاتھوں میں ایک ایک جوڑی اور بس۔

آفتاب حسن۔ مجھے اُن کی صحت کا بڑا فکر ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ وہ علاج اور ڈاکٹر کے نام سے گھبراتی ہیں۔

ایکٹ سوم

پہلا منظر

وسیم کا گھر

(رات کا وقت کھانے کے کمرے میں میز پر حمیدہ، رشیدہ اور وسیم بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، رشیدہ کے چہرے پر خوشی و تازگی کا نام نہیں وہ سنجیدگی اور متانت سے بیٹھی آہستہ آہستہ کھا رہی ہے۔)

حمیدہ۔ اے بیٹی دو دن بھی آئے نہیں ہوئے اور جانے کی

جلدی مچادی ؟ لڑکیوں کو تو ارمان ہوتا ہے کہ کچھ دن ماں باپ کے پاس رہیں۔

رشیدہ ۔ اماں جان جب جانا ہی ہے تو پھر دیر سویر کیا ؟ بچے اکیلے ہوں گے ۔

حمیدہ ۔ بچی! اُن بچوں کی وجہ سے تم نے اپنی یہ گت بنا لی۔ تمہیں کیا، بھاڑ میں جائیں۔ باپ جانے یا اولاد تمہیں ان سے واسطہ؟ جب دیکھو سوکن کے بچوں کی محبت۔ تم نے تو اپنی یہ حالت تو کرلی

رشیدہ ۔ اُن بچارے بچوں نے میرا کیا بگاڑا ؟ اماں جان! جب آپ نے مجھے ایک ایسے گھر میں بھیج دیا تو مجھے بھی اپنی طبیعت کو اُن حالات کے مطابق بنانا تھا یا نہیں ؟ ورنہ کیا ہوتا، روز روز کی نصیحتیں اور جھگڑا۔ بن ماں کے بچوں سے محبت نہ کروں تو کیا دشمنی کروں اور سچ پوچھئے تو اُن کے ہی دم سے میرا دل ذرا بہل جاتا ہے ورنہ (آواز بھرا جاتی ہے اور آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ۔ وسیم کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے)

حمیدہ ۔ یہ کیا بات ہوئی ؟ اچھا بیٹی اب میں اس معاملہ میں نہ بولوں گی۔

وسیم ۔ (غمگین لہجے میں) اماں جان اسی دن کے لئے کہتا تھا کہ رشیدہ کی زندگی خراب نہ کریں۔ کاش رشیدہ جاہل ہوتی جو حقیقت پر نظر نہ کرتی اور ظاہری دولت اور زیور کپڑے پر خوش ہوجاتی۔ اس کی صحت خراب ہوچکی ہے اُس کی زندہ دلی اور شوخی رنج وغم سے بدل چکی ہے ایک سال کے عرصہ میں ہی رشیدہ اب وہ رشیدہ نہیں رہی ۔

حمیدہ ۔ اچھے خاصے بچے نانی کے ہاں تھے خواہ مخواہ بلا کر رکھ لیا۔ ورنہ دونوں میاں بیوی رہتے۔ لڑکیاں تو دل سے چاہتی ہیں کہ اکیلا گھر ملے۔

وسیم ۔ پھر وہی بچوں کا ذکر ؟ یہ ٹھیک ہے کہ ایک کم عمر لڑکی کے لئے یہ کم صدمہ نہیں کہ شادی ہوتے ہی بڑے بڑے بچوں کی ماں بننا پڑے مگر ایک لائق اور حساس لڑکی کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی دُکھ نہیں کہ اُسے لالچ کی خاطر تیس سال بڑے شخص کے سپرد کردیا جائے ۔

رشیدہ ۔ بھائی جان آپ کیوں فکر کرتے ہیں ؟ جب قسمت میں یہی لکھا تھا تو گلہ کیسا۔ دنیا میں بہت سے مصیبت زدہ لوگ ہیں اور میں تو خوش ہوں؟ خدا کا شکر ہے۔

وسیم ۔ یہ تمہاری شرافت ہے جو اپنی تکلیف کو چھپاتی ہو۔ اندر ہی اندر کڑھ کڑھ کر تمہاری صحت برباد ہوچکی ہے ۔

رشیدہ ۔ بھائی جان میں تو اچھی بھلی ہوں۔ آپ کی طبیعت بڑی وہمی ہے ۔

وسیم ۔ نہیں میں نہیں مانتا۔ تم ضرور بیمار ہو۔ میں تمہیں ڈاکٹر کو دکھا کر رہوں گا۔

دوسرا منظر

وہی گھر

(صبح کا وقت ہے حمیدہ جائے نماز پر بیٹھی تسبیح پھیر رہی ہیں۔ وسیم ایک آرام کرسی پر مغموم لیٹا ہے۔ جمیلہ قرآن پڑھ کر دعا مانگ رہی ہے۔)

حمیدہ ۔ (ہاتھ اُٹھا کر) اے اللہ مجھ دکھیا پر رحم کر میری بچی کو اچھا کردے۔ اُس نے دُنیا کا کچھ نہیں دیکھا (رونے لگتی ہے)

جمیلہ ۔ ہائے میری بہن نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا ہے خدایا رحم کر۔

حمیدہ ۔ وسیم! میرے بچے میں تمہارا احسان نہ بھولوں گی۔ کسی طرح میری بچی کو بچا لو۔ میں اپنی تمام دولت اپنی بچی پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ سچ سچ بتا ڈاکٹر کا کیا خیال ہے۔

وسیم ۔ (روتے ہوئے) ڈاکٹر صاحب نے کہدیا ہے کہ دق کا تیسرا درجہ ہے۔ انتہائی رنج کے باعث اس مرض نے اندر ہی اندر اس کا شکار کیا۔ آہ اماں جان! ہم نے اپنے ہاتھوں رشیدہ کو موت کے گھاٹ اُتارا۔

حمیدہ ۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔ میں آج سے اپنا گھر چھوڑ کر اپنی بچی کے در پر جا پڑوں گی۔ ہائے وہ اس حالت میں بھی یہاں

کہ تم بھی اپنی بہن کی طرح پردہ چھوڑ دو تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں۔

رشیدہ۔ پردہ نہ چھوڑنے کا بھلا مجھے کیا غم ہوتا میں بچپن سے ہی پردہ کرتی آئی ہوں۔ یہ آپا کے شوہر کی مرضی ہے جو اُنہوں نے پردہ اُٹھوا دیا۔ مجھے تو آپ جس حال میں رکھیں گے میں خوش ہوں۔ شادی کے بعد بھائی کی مرضی چلے گی یا آپ کی؟

آفتاب حسن۔ دیکھو تم نے کپڑا زیور پہننا چھوڑ دیا ہے قیمتی لباس پڑے جھک مار رہے ہیں۔ زیور الگ سڑ رہا ہے۔ اس عمر میں یہی باتیں زیب دیتی ہیں؟

چوتھا منظر

ظہیر مرزا کا گھر

(سردیوں کے دن ہیں دس بجے کا وقت ہے۔ آسیہ بیگم صحن میں دھوپ میں بیٹھی ہوئی اپنی لڑکی کے موزے بن رہی ہیں۔ بچے پاس بیٹھے کھلونوں سے کھیل رہے ہیں ہارن کی آواز آتی ہے)

آسیہ۔ (ماما سے) دیکھو بڑی بی کون آیا ہے۔

ماما۔ (باہر سے آکر) وکیل صاحب آئے ہیں۔ میاں آفاق حسین بھی ساتھ ہیں۔

آسیہ۔ جاؤ ان کو بلا لاؤ۔

(ماما جاتی ہے اور دونوں کو لے کر اندر آتی ہے آسیہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے)

آسیہ۔ آداب بھائی جان۔

آفتاب حسن۔ جیتی رہو۔ کیا مرزا دوکان پر چلے گئے۔

آسیہ۔ ہاں بھائی جان آج کچھ کام زیادہ تھا۔ کہئے رشیدہ کی طبیعت کیسی ہے۔

آفتاب حسن۔ رشیدہ کی طبیعت کا ہی فکر ہے جب کبھی ڈاکٹر کو دکھانے کو کہتا ہوں ٹال دیتی ہے۔

آسیہ۔ ہاں وہ پریشان سی رہتی ہے کیا وہ خوش نہیں ہے؟

آفتاب حسن۔ کیا معلوم ہر قسم کا آرام حاصل ہے۔ اور وہ ہر وقت میری خدمت کو تیار رہتی ہے۔ بچوں سے ایسی محبت کہ سگی بہن بھی نہ کرے گی۔ میں تو اس کی خوشی کا خیال رکھتا ہوں۔ اور وہ بھی بظاہر خوش ہے مگر ان کے چہرہ سے افسردگی عیاں ہے۔

آفاق حسن۔ پھوپھی جان۔ وہ ہم دونوں سے بڑی محبت کرتی ہیں۔ مگر جب اکیلی ہوتی ہیں رونے لگتی ہیں۔

آسیہ۔ اس کی طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگیا ہے۔ پہلی کیسی چلبلی اور زندہ دل تھی سنگھار کی ایسی شوقین کہ آپا بعض وقت تنگ آجایا کرتی تھیں۔ مگر اب تو اُس کی عادت ہی بدل گئی۔ بالکل سنجیدہ ہوگئی ہے۔ لباس زیور کا شوق بھی نہیں رہا۔ جب دیکھو سفید ساری ہاتھوں میں ایک ایک جوڑی اور بس۔

آفتاب حسن۔ مجھے اُن کی صحت کا بڑا فکر ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ وہ علاج اور ڈاکٹر کے نام سے گھبراتی ہیں۔

ایکٹ سوم

پہلا منظر

وسیم کا گھر

(رات کا وقت کھانے کے کمرے میں میز پر حمیدہ، رشیدہ اور وسیم بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، رشیدہ کے چہرے پر خوشی و تازگی کا نام نہیں وہ سنجیدگی اور متانت سے بیٹھی ہوئی آہستہ کھا رہی ہے۔)

حمیدہ۔ اے بیٹی دو دن بھی آئے نہیں ہوئے اور جانے کی

جلدی مچا دی؟ لڑکیوں کو تو ارمان ہوتا ہے۔ کہ کچھ دن ماں باپ کے ہاں رہیں۔

رشیدہ۔ اماں جان جب جانا ہی ہے تو پھر دیر سویر کیا؟ بچے اکیلے ہوں گے۔

حمیدہ۔ بچی! اُن بچوں کی وجہ سے تم نے اپنی یہ گت بنا لی۔ تمہیں کیا، بھاڑ میں جائیں۔ باپ جانے یا اولاد تمہیں ان سے واسطہ؟ جب دیکھو سوکن کے بچوں کی محبت۔ تم نے تو اپنی یہ حالت تو کر لی

رشیدہ۔ اُن بچارے بچوں نے میرا کیا بگاڑا؟ اماں جان! جب آپ نے مجھے ایک ایسے گھر میں بھیج دیا تو مجھے بھی اپنی طبیعت کو اُن حالات کے مطابق بنانا تھا یا نہیں؟ ورنہ کیا ہوتا، روز روز کی نصیحتی اور جھگڑا۔ بن ماں کے بچوں سے محبت نہ کروں تو کیا دشمنی کروں اور سچ پوچھئے تو اُن کے ہی دم سے میرا دل ذرا بہل جاتا ہے ورنہ (آواز بھرا جاتی ہے اور آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ وسیم کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے)

حمیدہ۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اچھا بیٹی اب میں اس معاملہ میں نہ بولوں گی۔

وسیم۔ (غمگین لہجے میں) اماں جان اسی دن کے لئے کہتا تھا کہ رشیدہ کی زندگی خراب نہ کریں۔ کاش رشیدہ جاہل ہوتی جو حقیقت پر نظر نہ کرتی اور ظاہری دولت اور زیور کپڑے پر خوش ہو جاتی۔ اس کی صحت خراب ہو چکی ہے اُس کی زندہ دلی اور شوخی رنج و غم سے بدل چکی ہے ایک سال کے عرصہ میں ہی رشیدہ اب وہ رشیدہ نہیں رہی۔

حمیدہ۔ اچھے خاصے بچے نانی کے ہاں تھے خواہ مخواہ بلا کر رکھ لیا۔ ورنہ دونوں میاں بیوی رہتے۔ لڑکیاں تو دل سے چاہتی ہیں کہ اکیلا گھر ملے۔

وسیم۔ پھر وہی بچوں کا ذکر؟ یہ ٹھیک ہے کہ ایک کم عمر لڑکی کے لئے یہ کم صدمہ نہیں کہ شادی ہوتے ہی بڑے بڑے بچوں کی ماں بننا پڑے مگر ایک لائق اور حساس لڑکی کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی دُکھ نہیں کہ اُسے لالچ کی خاطر تیس سال بڑے شخص کے سپرد کر دیا جائے۔

رشیدہ۔ بھائی جان آپ کیوں فکر کرتے ہیں؟ جب قسمت میں یہی لکھا تھا تو گلہ کیسا۔ دنیا میں بہت سے مصیبت زدہ لوگ ہیں اور میں تو خوش ہوں؟ خدا کا شکر ہے۔

وسیم۔ یہ تمہاری شرافت ہے جو اپنی تکلیف کو چھپاتی ہو۔ اندر ہی اندر گھُل گھُل کر تمہاری صحت برباد ہو چکی ہے۔

رشیدہ۔ بھائی جان میں تو اچھی بھلی ہوں۔ آپ کی طبیعت بڑی وہمی ہے۔

وسیم۔ نہیں میں نہیں مانتا۔ تم ضرور بیمار ہو۔ میں تمہیں ڈاکٹر کو دکھا کر رہوں گا۔

دوسرا منظر

وہی گھر

(صبح کا وقت ہے حمیدہ جائے نماز پر بیٹھی تسبیح پھیر رہی ہیں۔ وسیم ایک آرام کرسی پر مغموم لیٹا ہے۔ جمیلہ قرآن پڑھ کر دعا مانگ رہی ہے۔)

حمیدہ۔ (ہاتھ اُٹھا کر) اے اللہ مجھ دکھیا پر رحم کر میری بچی کو اچھا کر دے۔ اس نے دُنیا کا کچھ نہیں دیکھا (رونے لگتی ہیں)

جمیلہ۔ ہائے میری بہن نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا ہے خدایا رحم کر۔

حمیدہ۔ وسیم! میرے بچے میں تمہارا احسان نہ بھولوں گی۔ کسی طرح میری بچی کو بچا لو۔ میں اپنی تمام دولت اپنی بچی پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ سچ سچ بتا ڈاکٹر کا کیا خیال ہے۔

وسیم۔ (روتے ہوئے) ڈاکٹر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ دق کا تیسرا درجہ ہے۔ انتہائی رنج کے باعث اس مرض نے اندر ہی اندر اس کا شکار کیا۔ آہ اماں جان! ہم نے اپنے ہاتھوں رشید کو موت کے گھاٹ اُتارا۔

حمیدہ۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔ میں آج سے اپنا گھر چھوڑ کر اپنی بچی کے در پر جا پڑوں گی۔ ہائے وہ اس حالت میں بھی یہاں

رہنے کا نام نہیں لیتی۔

. . . .

تیسرا منظر
آفتاب حسن وکیل کا گھر

(رات ختم ہو چکی ہے صبح کی روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ صحن میں پلنگ بچھا ہوا ہے جس پر رشیدہ لیٹی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہی ہے۔ چاروں طرف کرسیاں پڑی ہیں جن پر تمام رشتہ دار بیٹھے رو رہے ہیں۔ حمیدہ کی حالت دیوانوں سے بدتر ہے۔ پاگلوں کی طرح پلنگ کے چاروں طرف پھرتی ہے اور پھر بیٹھ کر بیٹی کے پاؤں کو آنکھوں سے ملنے لگتی ہے۔ وسیم انتہائی رنج سے نیم دیوانہ جھکا ہوا رخصت ہونے والی بہن کو حسرت کی نظر سے دیکھ رہا ہے)

حمیدہ۔ میری بچی میں تجھ پر قربان۔ خدا کرے تیری تکلیف مجھے لگ جائے۔ تو نے تو ابھی دنیا کا کچھ بھی نہیں دیکھا۔ میری چاند ذرا آنکھیں کھولو۔ دکھیا ماں کو دیکھو۔

رشیدہ۔ (رکتی ہوئی آواز میں) میں نے دنیا کا سب کچھ دیکھ لیا۔.... اماں جان! آہ میں چلی۔ مجھے کسی کی صورت نظر نہیں آتی۔ وہ دیکھو سامنے ابا جان کھڑے بلا رہے ہیں۔

(روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تمام لوگ میت پر جھکے رو رہے ہیں۔ وسیم بہن کے سینے پر جھکا ہوا اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے مل رہا ہے)

پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے

مسز نذیر حسین (مدراس)

صفحہ ۲۲۰ کا بقیہ

وہی ہے جو کانگریس کا ہے یعنی "ملک کی آزادی"۔ اور انہیں بخوبی معلوم ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے کانگریس سے تعاون کرنا ان کا فرض ہے۔ لیکن فی الحال وہ اس فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کریں۔ سو اس مقصد کی برآری کے لئے انہیں اخلاقی قوت اور متحدہ طاقت کی ضرورت ہے اس لئے کانگریس کے ساتھ تعاون کرنے سے پہلے وہ اپنی کمزوریوں کو دور کرنا چاہتے ہیں اور اس معاملے میں ان کی امیدیں مسلم لیگ سے وابستہ ہیں۔

محترم بہنوں سے بصد ادب التماس ہے کہ وہ ان مقاصد کے حصول میں مسلمان رہنماؤں کا ہاتھ بٹائیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ میدانِ سیاست میں کود آئیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ گھروں میں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر اصلاح شروع کر دیں۔ تو یہ ان کی بہت بڑی قومی خدمت ہو گی۔ اگر ہر مسلمان مرد اور عورت اس نشیب و فراز سے آگاہ ہو جائے اور اس کے اندر احساسِ فرض کا مادہ پیدا ہو جائے تو یہ مقصد بہت جلد پورا ہو سکتا ہے۔ ہم اپنا قومی نظم و نسق جس قدر جلد درست کر لیں اور جتنی جلدی کانگریس سے تعاون کر لیں اتنا ہی اچھا ہے۔

ر۔ س۔ امرتسر

دل کی بیماری

دل کی بیماری یعنی اختلاجِ قلب آج کل کچھ عام سا ہے۔ خصوصاً عورتیں عوارض قلب میں زیادہ مبتلا نظر آتی ہیں جس سے روز بروز اس موذی مرض کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ عورتیں ذرا سی بے آرامی پر پریشان ہونے لگتی ہیں اس پر مستزاد اگر قلب میں کسی قسم کی بےچینی ہو تو پھر یہ تکالیف دو چند محسوس ہونے لگتی ہیں۔ اگر کسی قسم کی دوسری پریشانی نہ ہو تو وہ تھوڑی سی احتیاط اور دور اندیشی سے مکمل صحت حاصل کر سکتی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے عورتوں کی سوسائٹی میں مفید مشورے مل ہی نہیں سکتے۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے معالج کی ہدایتوں پر سختی سے عمل کریں۔ یا کتابوں کی مجرب ترکیبوں پر غور کریں۔

یہ بات مشاہدے میں آچکی ہے کہ قلب کے سخت سے سخت امراض مفید تدابیر کی بدولت بہت ہی خفیف ہو جاتے ہیں اور مزید نقصانات رونما نہیں ہوتے۔ فرض کیجئے کہ کسی مشین کا پرزہ اگر گھس جائے اور ہم کسی ترکیب سے اُسے درست کرنے پر قادر نہ ہوں تو پھر بھی مناسب ہوگا کہ اُسے ہر امکانی طریقوں سے زیادہ گھس پس کر شکستہ ہونے سے محفوظ رکھیں اور زیادہ برباد نہ ہونے دیں۔ چنانچہ جوں ہی آپ کو کسی قسم کی تکان۔ سانس چڑھنا۔ گھبراہٹ یا سر میں دوران خون کی زیادتی محسوس ہو فوراً اس کا تدارک کیجئے۔ یہ نہیں کہ گھریلو جھگڑوں بکھیڑوں میں اِسے معرض التوا میں ڈال کر رفت گزشت کر دیں۔ اور اس کے بعد حالت تباہ ہو جائے۔ اور مزید اصلاح کی صورت ہی باقی نہ رہے۔ چونکہ اس قسم کے مریض ضرورت سے زیادہ تکان۔ سردی گرمی۔ غم اور خوشی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ کام نہیں کہ خود علاج معالجہ اور اُس کی روک تھام کریں۔ بلکہ اس میں تو ان لوگوں کو خیال رکھنا چاہئے جو ان کے عزیز۔ اور ساتھ رہنے والے ہوں۔

بعض اوقات ڈاکٹر قلب کے بعض مریضوں کے لئے صرف اسی قدر آرام کی ضرورت سمجھتے ہیں جتنا کہ عموماً آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ صرف بیکاری اور آرام سے رہنے کی حالتوں میں مریض کے خون کی رفتار ضرورت سے زیادہ سُست پڑ جاتی ہے۔ اور ان میں خفقانی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ خیال کر لینا کہ دل کی بیماری والے ہمیشہ بستر یا گدیلوں پر پڑے رہیں ہرگز درست نہیں۔ اس طرح دل کی حرکت اور بھی ضرورت سے زیادہ کم ہو جاتی ہے۔ اور ان کا فعل زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ غذا بھی ہضم نہیں ہوتی۔ جس کے باعث گُردوں پر زیادہ بار پڑنے لگتا ہے۔

البتہ ایک معقول وقت کے لئے آرام کی نیند سونا ان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ نیند کی حالت میں ان کے دماغی اور جسمانی قوائے اعتدال کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ جذباتی اثرات بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اس سے دل کی رفتار اعتدال پر آجاتی ہے۔ لیکن اس غرض سے خواب آور دواؤں کا استعمال زیادہ کرنا مناسب نہیں۔ ہاں انتہائی ضرورت کے وقت ہلکی خواب آور دوا صحت بخش ثابت ہوتی ہے۔ کس مریض کو کس قدر وقت سونے میں گزارنا چاہئے اس کا تصفیہ اس کے معالج کر سکتے

ہیں۔ کیونکہ بعض کو آرام ہی کافی ہے۔ اور بعض کے لئے زیادہ تر حصہ بستر پر گزارنا بہتر سمجھا جاتا ہے

جن بیویوں کو اختلاج قلب کی شکایت ستاتی رہتی ہو ان کے لئے یہ امر لازمی ہے کہ گھریلو کاموں اور پریشانیوں کے بعد کچھ دیر کے لئے سکون قلب کے ساتھ خاموشی میں آرام کریں اور ایسی مناسب جگہ کا اپنی پسند اور خواہش کے مطابق انتخاب کریں۔ جہاں نہ زیادہ گرمی اور نہ زیادہ سردی محسوس ہوتی ہو۔ اور نہ شور وغل کا دخل ہو۔ اختلاج قلب والوں کے لئے زیادہ بلندی پر چڑھنا اور اُترنا بھی مناسب نہیں۔ بلکہ ان کی تمام حرکات اور سکنات کی ایک حد مقرر ہونی چاہئے۔ تاکہ حد سے زیادہ تکان ان کے نظام عصبی کو یکایک درہم برہم نہ کردے۔ معمولی صحت کے انسان پر یکایک دوڑ دھوپ یا حد سے زیادہ تکان کا چنداں اثر نہیں ہوتا مگر دل کی کمزوریوں میں مبتلا اشخاص کے لئے تھوڑی تغیر اور بے اعتدالی بعض اوقات مُہلک ثابت ہوجاتی ہے۔ آپ نے حالتِ تندرستی میں مشاہدہ کیا ہوگا۔ کہ اچانک کسی حادثہ، نقصان یا چونک پڑنے کی حالت میں دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ صحت کی حالت میں اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اور یہ دھڑکن تھوڑی ہی دیر میں رفع ہوجاتی ہے۔ مگر جن کا قلب کمزور ہے ان کے لئے یہ دھڑکن آفت کا طوفان بن جاتا ہے۔ اور سخت نقصان پہونچتا ہے۔ چنانچہ اگر بار بار کسی وجہ سے ان کے قلب میں دھڑکن بڑھتی رہے تو پھر ان کی جان کی خیر نہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے قلب میں یہ مرض جڑ پکڑ لیتا ہے۔ پھر ایسے مریض کے لئے جینا نہ جینا برابر ہے۔ جو کسی اتفاقی امر کے مقابلے سے قاصر اور ادنیٰ سی بیقاعدگی پر بالکل مجبور اور بے دست وپا بن کر رہجاتا ہے۔ ایسے مریضوں کے لئے حتی الامکان سکون اور مسرت کی زندگی مہیا کرنی چاہئے۔ اور اگر وہ کوئی کام بھی کریں تو اپنی محدود قوت کا خیال رکھتے ہوئے ایسا مشغلہ تجویز کریں جو اُنہیں پسند اور مرغوب ہو لیکن کبھی یہ سوچ کر مغموم اور بیکار نہ ہونا چاہئے کہ اُنہیں دل کی بیماری ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ دل کے بعض مریض کاروباری ترقیوں سے مسرور ہو کر بالکل صحتیاب ہوگئے ہیں۔ عورتوں میں خصوصیت سے کامیاب زندگی انہیں تمام امراض سے نجات دلاتی ہے وجہ یہ ہے کہ اُنہیں زیادہ تر بیکاری کی وجہ سے سوچ وفکر ہمیشہ ستاتی رہتی ہے۔ اور سرد وگرم زمانے کے تلخ تجربات ذراسی دیر میں اُنہیں دل کے مرض کا شکار بنادیتے ہیں۔ جس سے رفتہ رفتہ خواہ مخواہ سوچ وفکر کے دریا میں غرقاب رہتے ہوئے ان کا دماغی توازن بگڑ جاتا ہے اور خفقانی کیفیت بھی طاری ہوجاتی ہے۔ بعضوں کو شدید ہسٹریا ہوجاتا ہے۔ اور صدمات کے ضربات برداشت نہ کرنے کے باعث پاگل ہوجاتی ہیں۔

یہ تو خیر انتہائی نتائج ٹھیرے، ابتداً اور درمیان میں بھی عورتیں اختلاج قلب کی وجہ سے مختلف سوچ وفکر میں مبتلا ہو کر اپنے فرائض سے غافل ہوجاتی ہیں اور اُنہیں گھر اور بچوں کا فکر نہیں رہتا جس کی وجہ سے پورے خاندان پر تباہی آجاتی ہے۔ چنانچہ یہ امر لازمی ہے کہ بجائے مرض کی طرف سے غفلت یا اس پر بیجا سوچ وفکر کرنے کے امکانی احتیاط روبکار لائیں اور جلد اس کے اصلاح کی کوشش کریں۔

جمیلہ بیگم (کلکتہ)

پارلیمانِ برطانیہ اور حکومت ہندوستان

۱۸۵۸ء تک "ایسٹ انڈیا کمپنی" بورڈ آف کنٹرول کے ذریعہ جو انگلستان میں مقیم تھا تاج Crown کی طرف سے ہندوستان میں حکومت کرتی رہی۔ لیکن ۱۸۵۸ء میں ہندوستان کی حکومت کمپنی سے تاج کے ذمے ہوگئی۔ اور انگلستان میں ہندوستان کے کاروبار کا انتظام اور "بورڈ آف کنٹرول" کے تمام حقوق چلانے کے لئے ایک نیا دفتر سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کھولا گیا ایک دوسری جماعت جو "کونسل آف انڈیا" کہلاتی تھی "سیکریٹری آف اسٹیٹ کی مدد کے لئے جاری کی گئی۔

سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا

ہندوستان کی حکومت کا انتظام پارلیمان برطانیہ British Parliament کے ذمے ہے۔ اُسے حکومتِ ہندوستان پر پورا اختیار ہے۔ اس کو انجام دینے کے لئے سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا" جو برطانوی کیبینٹ کا ممبر ہے مقرر کیا گیا ہے۔ جو ہر صورت سے اُن معاملات کا حاکم ہے جو ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی ترقی و بہبودی اُسی کے قبضے میں ہے۔ ہندوستان کے بارے میں ممبرانِ پارلیمان جو بھی سوالات کرتے ہیں۔ اُس کا جواب اُسی کو دینا پڑتا ہے۔ جب تک کیبینیٹ کا رسوخ ہے اُس وقت تک وہ آفس میں رہتا ہے۔ وہ دارالعوام House of Commons یا دارالامرا House of Lords کا ممبر ہوتا ہے۔ وہ مع اپنے ساتھیوں کے حکومتِ ہندوستان کے لئے پارلیمان کا ذمہ دار ہے۔ وہ پارلیمان کے روبرو ہندوستان کا سالانہ بجٹ پیش کرتا ہے۔ اور آئے دن ہندوستان کی ترقی و بہبودی کی رپورٹ بھی دیتا رہتا ہے۔ وہ بادشاہ کو اُن تمام واقعات سے آشنا کرتا رہتا ہے۔ جو ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کا گورنر جنرل اور صوبجات کے گورنر اپنی اپنی حکومت میں اُس کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ اور اُنہیں اُس کی ہدایت اور حکم کی تابعداری کرنی پڑتی ہے۔ اُس کی تنخواہ برطانوی خزانے سے ادا کی جاتی ہے۔

سیکریٹری آف اسٹیٹس کے مشیر

Advisors ان مشیروں سے قبل "کونسل آف انڈیا" قائم تھی۔ جو مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے منسوخ کردی گئی ہے۔ اور اُس کی جگہ اڈوائیزرس مقرر کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے معاملات میں یہ لوگ سیکریٹری کو اپنی رائے دیتے ہیں۔ ان کی تعداد تین سے کم اور چھ سے زیادہ نہیں ہوتی جن میں سے کم از کم آدھے ممبروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُنہوں نے کم از کم دس سال تک ہندوستان کی خدمت کی ہو۔ یہ پارلیمان کے کسی ہاؤس کے ممبر نہیں ہوتے۔ سیکریٹری آف اسٹیٹ کسی بھی اڈوائیزر کو بوجہ ضُعفِ دماغی یا جسمانی ملازمت سے جُدا کرسکتا ہے۔ ہر ایک کی تنخواہ ۱۳۵۰ پونڈ سالانہ ہوتی ہے۔ ہندوستانی اڈوائیزرس کے لئے ۶۰۰ پونڈ سالانہ کا اضافہ ہے۔

یہ سیکرٹیری آف اسٹیٹ کی مرضی ہے کہ اپنے مشیروں کی رائے پر کاربند رہے یا نہ رہے۔ البتہ سول سروس کے بارے میں اُسے اُن کی رائے لینا لازمی ہے۔ اُن کی تنخواہیں اور "انڈیا آفس" کے اخراجات برطانوی خزانے سے ادا کئے جاتے ہیں۔

"انڈر سیکرٹیری آف اسٹیٹ": "سیکرٹیری آف اسٹیٹ فار انڈیا" کے لئے دو ماتحتی سیکرٹیر آف اسٹیٹ ہیں۔ (۱) پارلیمنٹری ماتحتی سیکرٹیری (۲) مستقل ماتحتی سیکرٹیری۔

اوّل الذکر دار العوام یا دار الامرا کا ممبر ہوتا ہے۔ اگر سیکرٹیری آف اسٹیٹ فار انڈیا دار الامرا کا ممبر ہو تو یہ دار العوام کا ممبر ہوتا ہے اور اگر وہ دار العوام کا ممبر ہو تو یہ دار الامرا کا ممبر ہوتا ہے۔ اسی طور پر ہر ایک ہاؤس میں ایک سرکاری عہدہ دار ہوتا ہے۔ جو حکومت ہندوستان کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔

آخر الذکر "انگلش سول سروس" سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پارلیمان کے کسی ہاؤس کا ممبر نہیں ہوتا ہے۔ ہاں "انڈیا آفس" کے مستقل اسٹاف سے تعلق رکھتا ہے۔

ہائی کمشنر فار انڈیا: ہر سال حکومتِ ہندوستان کو ریلوے۔ افواج اور دیگر محکمات کے لئے اشیاء خریدنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کا اسباب انگلستان میں کثرتِ تعداد سے خریدا جاتا ہے اسے "ایجنسی ورک" کہتے ہیں یہ پہلے "سیکرٹیری آف اسٹیٹ اِن کونسل" کے ماتحت تھا۔ لیکن ۱۹۲۰ء میں حکومتِ ہندوستان کی طرف سے ایک آفیسر جو "ہائی کمشنر فار انڈیا" کہلاتا ہے۔ اس کام کے لئے لندن میں مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ایجنسی کا کام کرتا ہے۔ یہ ہندوستان کے لئے تمام اشیاء انگلستان میں خریدتا ہے۔ اور ہندوستانی طلبا جو برائے تعلیم انگلستان جاتے ہیں۔ اُن کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور انہیں صلاح دیتا ہے۔ وہ انٹرنیشنل کانفرنس میں ہندوستان کے نمائندوں میں سے ایک نمائندہ ہوتا ہے۔ اور انگلستان میں ہندوستان کے تجارتی معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اُس کی تنخواہ ہندوستانی خزانے سے ادا کی جاتی ہے۔ اور اُس کا دفتر لندن میں "انڈیا آفس" میں ہوتا ہے۔

پارلیمان کی ذمہ داری حکومتِ ہندوستان پر کامل ہے۔ حالانکہ صوبجات میں اور کچھ حکومتِ ہندوستان میں ذمہ دار حکومت جاری کر دی گئی ہے جس سے سیکرٹیری آف اسٹیٹ فار انڈیا کا ضبط کم ہو گیا ہے۔ لیکن اُن تمام معاملات میں جو زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا کافی ضبط ہے۔ ہندوستانیوں کی ترقی و بہبودی کے لئے پارلیمان ذمے دار ہے۔ وہ خود ضابطہ قواعد میں ترمیم کرتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ ذمہ دار حکومت کو منظور کرتی ہے۔

مسنر اے۔ اے۔ اختر۔ (پنویل)

بیل

یہ بیل ساڑی کے اور جمپر کے کناروں پر بہت ہی خوبصورت معلوم ہوگی۔ حسب نقشہ انگور اور پتیوں کے نیچے جالی لگا کر بنایا جائے گا انگور دھانی۔ پتیاں سبز۔ ڈنڈیاں کاہی۔ کنگورے سُرخ ڈی ایم سی نمبر (۱۲) سے بنائیے۔ نقشہ کافی واضح ہے۔

آنسہ خدیجہ عبد الکریم (کلکتہ)

کٹائی میں ٹوکری

حسب پسند ڈی۔ ایم سی کاٹن سے بنائیں۔ اور جہاں × ایسا نشان ہے وہاں سے قطع کریں۔ اور جہاں • ایسے نشان ہیں وہاں فرنچ ناٹ بنالیں۔
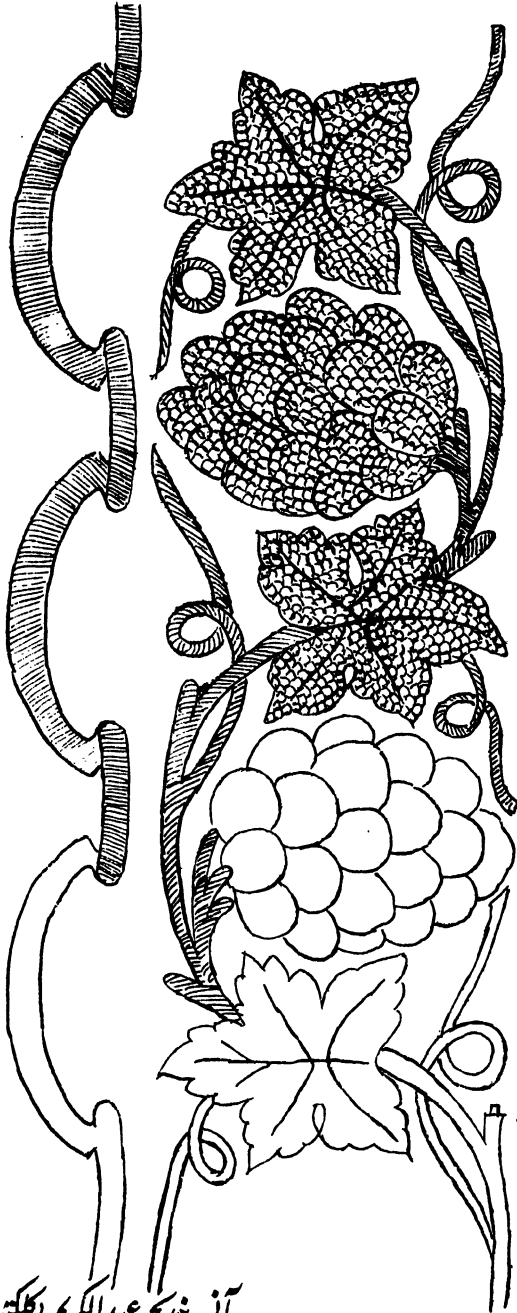
مختار صدیقی

ہول ورک کا کونہ

یہ کونہ ٹیبل کور کے لئے موزوں ہے اس کو بٹن ہول اسٹیچ
سے بنا کر درمیانی کپڑہ باریک نوک دار قینچی سے قطع کر دیجئے۔ رنگ
حسب پسند استعمال کیجئے۔

آر۔ کے۔ درخشاں

خانہ داری

ماؤں کی رعنائی

نوعمر ماؤں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک دو گھنٹہ صبح کو دیر سے اُٹھتی ہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ شکل جسم کو بھاری بھر کم اور بھدا کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ یہ عادت جڑ سے اکھاڑ پھینکنی چاہئے ماؤں کو کافی ورزش کرنی چاہئے۔ دو چار بچوں کی ماؤں کے لئے قدرت وہ بچے ہی کافی ورزش بنا دیتی ہے۔ جو عورتیں گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں خوش رہتی ہیں اور اُن کا جسم اور جسمانی توازن بہت عمدہ رہتا ہے۔ جو عورتیں گھر کا کام نہیں کرتیں وہ ان عورتوں کے مقابلہ میں صورت شکل میں ہیچ رہتی ہیں۔ برتن مانجھنے۔ مصالحہ پیسنے جھاڑو دینے میں ڈاکٹروں کی رائے میں ایسی ورزشی حرکات ہیں جن سے وہ خوبیاں حاصل ہوتی ہیں جو بڑے بڑے ماہران حسن و سنگھار بڑے داموں پر بھی مہیا نہیں کر سکتے۔

ہاں خوبصورت رہنا چاہے تو پابندی کرے اور بچہ کو پابندی سکھائے۔ دونوں تندرست بھی رہیں گے۔ دیر تک جاگنے سے آنکھوں کی آب و تاب جاتی رہتی ہے باقاعدگی اچھی صحت کا ایک زبردست راز ہے اور حسین بننے کے لئے اس کا عامل رہنا لازم ہے۔ خد و خال اور رنگ و روپ پر کوئی اثر نہ ہو مگر آنکھ بال جلد کی صفائی ستھرائی کی صورت میں اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے اور چال ڈھال میں ایک خوبی اور دلکشی آجاتی ہے۔

ملؤں کو حد سے زیادہ تھکنے سے بچنا چاہئے۔ دوپہر کو آدھ گھنٹہ سو لینے سے تازگی آجاتی ہے۔ عورت تازہ دم ہو کے گھر بار کے دھندوں میں اچھی طرح مصروف ہو سکتی ہے اس سے جسم اور دماغ کو کافی آرام ملجاتا ہے اگر سونا نہ چاہو تو اس خالی وقت میں صرف آرام کیا جائے اور سنگھار میں مصروفیت کی جائے

پاؤں زیادہ تھک جانے سے یا دُکھنے سے صورت شکل پر اثر پڑتا ہے، تھکے ہوئے پاؤں عمر زیادہ ظاہر کیا کرتے ہیں۔ رفتار سے ہی بعض دفعہ عورت کی عمر بتائی جا سکتی ہے، خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ نوعمری کی چال میں کس قدر جان ہوتی ہے اور بڑھاپے کی چال میں کسقدر تھکن اور بے جان نظر آتا ہے۔ جرابیں استعمال کریں تو دن میں دو بار بدلیں۔ دن رات ایک ہی نہ پہنیں اور جوتیاں بھی ہوا میں رکھدیں دوسری پہنیں

بال دھونے کے لئے پسا ہوا سہاگہ ایک چھٹانک (دو اونس) خشک بائی کاربونیٹ آف سوڈا دو اونس اور صابن کا سفوف دو اونس اور کوئی سی خوشبو حسب پسند لے کے اس کے ۲۰ قطرے ان میں ملائیں۔ ان سب کا ایک چمچہ ½ پاؤ گرم پانی میں ملائیں اور سر مل مل کے دھوئیں۔ آخر میں گرم پانی میں ذرا سا لیموں کا رس ملا کے دھار دیں۔

بالوں کی حفاظت

بال چکٹ جائیں تو روک امونیہ Rock ammonia ۲ر کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر ۱½ چھٹانک کھولتا ہوا پانی ڈالیں جب کافی ٹھنڈا ہو جائے تو ہاتھ سے جھاگ اُٹھائیں بالوں کی جڑوں اور چندیا میں خوب اسے مل مل کے لگائیں اور جھاگوں کو ٹھنڈے پانی سے بہا دیں، بعد میں تولیہ سے رگڑ رگڑ کے بالوں کو خشک کر دیں۔

بال روکھے نظر آئیں تو سر کا برش لیموں کے عرق میں ڈبو ڈبو کے ہر روز صبح کے وقت بالوں میں اچھی طرح لگائیں بعث موجود نہ ہو تو بالوں میں روزانہ برش کنگھی کرنا اور انہیں بالکل صاف رکھنا چاہئے، رات کے وقت تھوڑا سا روغن زیتون گرم کر کے چندیا میں لگائیں اور صبح کو مل کے دھو ڈالیں۔ بال بھونرہ سے سیاہ اور چمکدار ہوں انکی آب و تاب قائم رکھنے کے لئے سیج پتوں sage leaves مٹھی بھر پتوں میں ½ پاؤ کھولتا ہوا پانی ڈالیں اور ان سے غسل کے وقت بال دھویا کریں۔ ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ کسی بالوں کی اچھی غذا میں انگلیوں کے پورو ے ڈبو کے سر کے ایک رُخ میں اس قدر جھسیں کہ تمتا اُٹھے پھر یہی عمل باقی حصہ میں کیا جائے۔

احتیاط سے کام لینے سے بالوں میں لہریں مستقل قائم کی جاسکتی ہیں، بال ملائم اور خوش رنگ رکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی جڑیں مضبوط ہو کے وہ مدت مدید تک گرنے نہیں پاتے، یہ باتیں درست طریقہ سے برش کرنے سے حاصل ہوسکتی ہیں۔ آج کل کے برشوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ بالوں کی ہر لٹ اور ہر بال کی جڑ تک برش کے بال پہنچ کے اپنا کام کرجاتے ہیں۔ اس کے بال کھلے کھلے لہروں کی سی شکل میں جیسے ہوتے ہیں برش سر کے پیچھے پہلے کرو، اسے ذرا ٹیڑھا کرلینا چاہیے۔ اسے اوپر اور باہر کی طرف چلانا چاہیے اور حرکت میں ذرا سی تھرتھراہٹ رکھی جائے اور راسے سیدھا لے چلنے کی بجائے ذرا ٹیڑھا بینگھا چلایا جائے۔ اس سے وہ ہر بال کو لے کے اسکی جڑ تک اپنا اثر دکھائیگا۔ بالوں کی ایک لٹ لے کے اسی طریقہ سے اس پر برش کرنا چاہیے۔ درست طریقہ سے برش کرنے سے بالوں کی چمک برقرار رہتی ہے۔ چندیا اپنا فعل کرنے لگتی ہے چکنائی کو باہر نکال کے بالوں کو فائدہ پہنچاتی ہے، برش کی حرکات اس چکنائی کو بالوں میں یکساں تقسیم کردیتی ہیں۔ اس سے بالوں میں آب و تاب آجاتی ہے

آنکھ کی احتیاط

سخت گرمی اور دھوپ کی تیزی اور گرد و غبار آنکھوں پر بہت اثر ڈالتے ہیں۔ اس موسم میں آنکھوں کی پوری پوری احتیاط رکھی جائے۔ ورنہ آنکھوں میں کھجلی ہو کے بڑی پریشان کیا کرتی ہے۔ ہر رات کو آنکھوں کو لوشن سے دھوئیں۔ ہر آنکھ کے لئے علحدہ پانی استعمال کریں۔ ورنہ ایک آنکھ کی تکلیف دوسری میں آجائے گی۔ تھکی ہوئی آنکھ کو نیم گرم دودھ آرام پہنچاتا ہے اور پپوٹوں پر شکن آجائیں اُنھیں بھی دور کردیتا ہے۔ اپنی جلد کے موافق کوئی جلد تاننے والی دوا موجود رکھنی چاہیے۔ عام طور پر یہ مفید ہے۔ دس اونس وچ ہیزل Witch hazel اور بیس اونس روز واٹر Rose water جلد پر ریشمی روئی سے لگائیں اور خشک ہونے دیں۔

دھوپ کی تیزی سے سر میں درد بھی ہوجاتا ہے اور آنکھوں میں کھجلی ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں ہلکے سیاہ یا زرد شیشوں کے چشمے لگائیں پلکیں اور ابروئیں درست رکھنے کے لئے کوئی شکن کے لئے استعمال کیا جانے والا تیل Wrinkle oil رات کے وقت ذرا سا لگایا کریں۔ پوروں سے ہلکے ہلکے لگانا چاہیے۔ اونٹ کے بالوں کے اچھے سے برش سے زیتون کا تیل ذرا سا لگانا بھی مفید ہے پلکوں اور ابروؤں کے بال چمکدار ہوجاتے ہیں۔

آنکھوں کو اُن کے مناسب حال ورزش بھی فائدہ دیتی ہے۔ آنکھوں کو بند کرکے ہتھیلیوں سے ڈھک لینے سے بھی تسکین سی آجاتی ہے۔ اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ کسی اندھیرے کمرہ میں وچ ہیزل لوشن کے پھائے آنکھوں کے اوپر رکھ کے دس منٹ کے لئے لیٹ جائیں۔

یہ ورزشیں مفید ہونگی۔ جہاں تک ہوسکے نیچے دیکھیں۔ گویا سینہ کے اندر کسی چیز کی تلاش ہے۔ ایک دو سکنڈ تک نظریں نیچی رکھیں۔ نظریں اُٹھائیں گویا اب پیشانی کے اندر اُس چیز کی تلاش ہے پھر بالکل سیدھ میں نظر کریں۔ چھ دفعہ یہ ورزش کرلینے کے بعد اوپر کو اور دائیں طرف نظر ڈالیں پھر نیچے اور بائیں طرف دیکھیں۔ پھر اوپر اور بائیں طرف اور پھر نیچے اور دائیں طرف نظر ڈالیں۔

آنکھ میں ریت کا ذرہ پڑ جائے۔ ملیں نہیں بلکہ کسی ملائم کپڑے کے روئیں سے نکال دیں اور گرم پانی سے آنکھوں پر چھپکے لگائیں اس کے بعد کوئی آنکھ کا مرہم لگائیں۔

چہرہ کی دلکشی

بعض چکنی یا ملائم جلد کی عورتیں صابن کی بجائے زیتون کا تیل استعمال کرتی ہیں۔ جب کوئی اس ترکیب کو اختیار کرے اور عادی ہوجائے تو اس کا دلکش اثر نہایت اچھا نظر آنے لگے گا۔ روغن زیتون جلد کو صاف کرتا ملائم کرتا اور قوت پہنچاتا ہے اور دھوپ اور ہوا سے بچاتا ہے۔ یہ تیل اُنگلی کے پوروں سے خوب جلد ہلکا ہلکا پھیلایا جائے۔ چند منٹ کے بعد کسی ملائم کپڑے یا حریری کاغذ سے نرمی سے پونچھ دیا جائے۔ جب یہ جلد پر سے بالکل صاف ہوجائے۔ چہرہ پر روز واٹر تھپکیں۔ اب جلد بنیادی کریم اور پوڈر کے لئے طیار رہے۔ جلد کے ملائم کرنے میں یہ تیل عجیب خاصیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے یہ ترکیب کریں کہ جب چہرہ تیل یا صابن سے بخوبی صاف

ہو جائے تو اگر پسند خاطر ہو تو کسی پرانے تولیہ کو گرم پانی میں ڈبو اور نچوڑ کے چہرہ پر لگائیں۔ اس طرح مسام خوب کھل جائیں گے۔ اسونت روغن زیتون (نیم گرم) سے جلد پر ملیں۔ یہ نرم حرکت جاری رکھیں حتےٰ کہ تمام چہرہ تمتما اُٹھے اور روغن کا بیشتر حصہ جلد میں جذب ہو جائے۔ اسے آدھ گھنٹہ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد اسے پونچھ ڈالیں اور ٹھنڈے پانی میں چند قطرے بنیزوئن Benzone ٹنکچر چھڑک کے چہرہ پر اس کے خوب چھپکے لگائیں اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو چہرہ پر پانی ڈالنا پسند کرتے ہیں تو جلد کو روز واٹر rose water یا وچ ہیزل witch hazel سے تازہ کرلیں۔ جلد جلد ہلکی تھپکی انگلیوں سے چہرہ پر لگائیں حتیٰ کہ چہرہ بچہ کے چہرہ کی طرح گلابی ہو جائے۔ ہفتہ میں یہ عمل دو اور تین مرتبہ کریں جلد ہی آپ کو چہرہ میں نمایاں تبدیلی نظر آئے گی جلد مخمل کی طرح ملائم ہو جانے سے آپ کا دل باغ باغ ہو جائیگا۔

روغن زیتون جذب ہونے والی کریم Vanishing cream سے بہتر چیز ہے۔ کریم خشکی لاتی ہے۔ روغن چہرہ پر سے بالکل پونچھ ڈالنے کے بعد روز اور پوڈر لگائیں۔

خانگی ٹوٹکے

چمپئی جلد کے لئے ملک آف میگنیشیا کریم milk of magnesia cream اچھی چیز ہے جو ہر دوافروش سے مل سکتی ہے۔

جن کو انگوٹھوں یا تلووں میں ٹھیکیں پڑ کے تکلیف دیں وہ سکول بن ین پیڈ Schools Bunion Pad حسب ہدایت استعمال کریں۔ اس سے دباؤ جاتا رہے گا۔ اور پاؤں کی بگڑی ہوئی صورت درست ہو جائے گی۔

کھڑکیوں کے شیشے کوئی ملائم کپڑا پیرفین سے تر کرکے ملنے سے بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور اُن میں چمک بھی آجاتی ہے اور مکھیاں بھی بیٹھ بیٹھ کے میلا نہیں کرتیں۔

باورچی خانہ میں کچھ پکاتے ہوئے انگلیاں جل جائیں تو کھیا آلو کچل کے لگائیں فوراً آرام آجائے گا اور آبلہ نہ پڑنے پائے گا۔

استری کپڑے پر اچھی طرح نہ چلے تو اُسے گرم کرلیں اور موٹا پسا ہوا نمک کپڑے سے تلے پر رگڑیں اور موٹے کپڑے سے صاف کریں۔ میل کچیل جاتا رہے گا اور استری صفائی سے چلنے لگے گی۔

گلاب کے پھول جس گلدان میں رکھیں اُس پانی میں دو گرین اسپرین ملا دینے سے نہ صرف پھول دیر تک اپنی رنگ و بو قائم رکھتے ہیں بلکہ اگر وہ کمھلا بھی گئے ہوں تو اُن میں جان آجاتی ہے۔

میوے اور گھاس کے دھبے پڑ جائیں تو کپڑے کو برتن پر تان کے دھبہ پر جبکہ وہ گیلا ہی ہو کھولتا پانی ڈالیں۔ اگر دھبہ خشک ہو گیا ہو یا کپڑا کھولتے پانی کو برداشت نہ کرسکے تو دھبہ پر گلیسرین ملیں اور گھنٹہ دو گھنٹے لگی رہنے دیں۔ پھر حسب معمول دھو ڈالیں۔ دھبہ دور نہ ہو تو گلیسرین پھر لگائیں۔ ٹینس کے جوتہ پر یا سفید پاجامہ پر گھاس کے دھبے آجائیں تو امونیا اور ہائیڈروجن پر آکسائڈ ملا کے لگائیں اور صاف پانی سے دھالیں۔ پیٹرول بھی لگا سکتے ہیں۔ اچھی طرح لگا کے کچھ دیر ہوا میں رکھیں۔ پھر صابن کے گرم پانی سے خوب دھو ڈالیں۔ گلیسرین سے بھی گھاس کے دھبے دور ہو سکتے ہیں۔

محمد ظفر

ران مسلّم اور کدّو

از محترمہ نوشابہ خاتون قریشی بی۔ اے حیدرآباد دکن

ران مسلّم گھی پاؤ بھر، بادام چھلے ہوئے تین تولے، دھنیا تولہ بھر، ادرک ڈھائی تولے، لہسن ڈھائی تولے، سُرخ مرچ دو تولے، پیاز گلابی تلی ہوئی، ایک گٹھی۔ یہ سب مصالحہ سل پر خوب باریک پسوالیں۔ ران مسلّم کو دھوکر چھیچھڑوں وغیرہ سے پاک و صاف کرکے کانٹے یا چھری سے خوب کچوکے دیں۔ اس کے بعد اندازے سے ران کے گلنے بھر کا پانی ڈال کے کھلے منہ کے دیگچے میں ران چھوڑ دیں۔ دو گٹھی پیاز ثابت چھیل کر ڈالیں۔ ایک گرہ لہسن کے جوئے چھیل کر ڈالیں۔ نمک بھی ساتھ ہی اندازے سے ڈال دیں۔ اور گلنے دیں۔ جب ران گل جائے اور پانی خشک ہو جائے۔ چولھے پر سے اُتارلیں۔ پیاز کی گٹھیاں اور لہسن کے جوئے نکال کر پھینک دیں۔ اب ایک گٹھی پیاز کی گھی میں گلابی کریں۔ اور مصالحہ بالا ڈالیں۔ ران اور دہی بھی ڈال دیں۔ تھوڑا سا زعفران پانی میں حل کرکے شامل کریں۔ اور خوب مصالحہ کے ہمراہ بھونیں۔ جب خوب خوشبو آنے لگے قدرے پانی چھوڑ کر کوئلوں کی آنچ پر دم کیلئے رکھدیں۔ گھی سنسنانے پر دیگچہ اُتارلیں اور گرم مصالحہ چھڑک دیں۔

کدو کا بھرتہ لوکی یعنی کدو دراز نصف لیں چھیل کر قتلے کرکے نمک کے ہمراہ گلنے کیلئے چڑھا دیں۔ جب بالکل گل جائے۔ اُتارلیں۔ اور سل پر پیس لیں اور مرچ سُرخ ۶ ماشہ۔ ادرک لہسن چھ چھ ماشہ باریک پسوالیں۔ ایک گٹھی پیاز گھی میں جو جب ضرورت ہو۔ گلابی تل کر ادرک و لہسن و مرچ پسی ہوئی ڈال کر مع پسے ہوئے کدو کے خوب بھونیں۔ اس کے بعد چھ پھانکیں اچور کی دھو دھلا کر اس میں چھوڑ دیں۔ جب اچور گل جائے۔ اُتارلیں۔ خوش ذائقہ چیز ہے اور زود ہضم بھی۔

گول کدو کی بھجیا گول کدو نصف لیکر چھلکے سمیت قتلے تراش لیں۔ نو ماشہ ادرک نو ماشہ لہسن مرچ سُرخ تولہ بھر باریک پسوالیں۔ اب آدھ پاؤ تیل یا گھی خوب کڑکڑائیں۔ اور زیرہ سفید دو ماشہ اس میں سُرخ کریں۔ جب سُرخ ہو جائے۔ دو گٹھی پیاز تراش کر گلابی کرلیں۔ اور کچھ سالم سُرخ مرچیں توڑ کر ڈالیں۔ اب اس میں مصالحہ چھوڑ کر خوب بھونیں۔ پانی کے چھینٹے دیتی جائیں۔ پھر گلنے کے اندازہ سے پانی تھوڑا سا چھوڑیں۔ کدو گلجائے تو اس میں آٹھ نو پھانکیں بھیگے ہوئے اچور کی ڈال دیں۔
تھوڑی سی املی بھی اچور کا کام دے سکتی ہے۔ جب کھٹائی پک جائے۔ بھونکر خشک اُتارلیں۔ ہاں نمک حسب انداز پہلے ہی ڈالا جائے۔

سیر بین

شادی کی رسوم

تہذیب کی ترقی نے پرانی ساری رسموں کو اگر بالکل مٹایا نہیں تو انہیں اس قدر بدیم کر دیا ہے کہ کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ شادی بیاہ کی رسموں کا اصلی لطف کچھ جنگلی قوموں کے ہاں ہی نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ شادی کے اصلی مفہوم کو خوب سمجھتے تھے۔ ذرا لڑکی کے جنگل میں بھاگ جانے کا خیال کیجئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا منگیتر اُس کے تعاقب میں چلتا ہے آخر وہ آواز دے کے کہہ دیتا ہے کہ میں نے اسے پکڑ لیا ہے چلئے شادی ہو گئی۔ یہ چھوٹا ناگپور کے بر ہوا قوم کی رسم شادی ہے۔ پہلے ان لوگوں کے متعلق مشہور تھا کہ مردم خور ہیں۔ یہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ انڈمان میں اس کے برعکس یہ رسم ہے کہ لڑکے صاحب بھاگتے ہیں۔ شادی کے مہمان ان کے پیچھے لپکتے ہیں اور اُسے پکڑ کے زبردستی دولہن کی گود میں بٹھا دیتے ہیں۔ ٹراونکور کے منووا لوگوں میں دولہا دلھن کے گھر کے پاس کہیں چھپ جاتا ہے اور جب دولہن پانی لینے یا کسی اور کام گھر سے نکلتی ہے وہ اُسے پکڑ کے اُٹھا لے جاتا ہے۔ گونڈوں میں بھی ایسی ہی رسم ہے۔ ان لوگوں کے مرد و عورت کھیتوں میں کام کرتے ہیں جب ایک لڑکا ایک لڑکی منتخب کر لیتا ہے تو وہ اپنے دوستوں کو لے کے اُس کھیت میں جاتا ہے جہاں عورتیں کام کرتی ہوں۔ کیونکہ یہ لوگ مرد و عورت علیحدہ علیحدہ کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔ ایک جگہ کام نہیں کرتے، لڑکا ایک دم اپنی منتخبہ کی طرف لپک کے اُسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے جب تک وہ اُس کے ہاتھ کو چھو نہیں لیتا اُس کے دوست اُس کی مدد نہیں کرتے اور اسے اس لڑکی ہاتھ اس سے پہلے کہ وہ گاؤں میں داخل ہو جائے چھو لینا ضروری ہے۔ اگر لڑکی راضی ہو تو یہ احتیاط برتتی ہے کہ گاؤں میں پہنچنے سے پہلے وہ اس کا ہاتھ چھو لے۔ ہاتھ چھونے سے نکاح کی گرہ ساری عمر کے لئے لگ جاتی ہے بعض اوقات دوسری عورتیں لڑکی کی حمایت کرتی ہیں اور ہاتھ چھو لینے کے بعد بھی انچ انچ بھر زمین پر لڑتی ہیں حتیٰ کہ لڑکے کے دوست اُنھیں بھگا دیتے ہیں وسط ہند کی کول قوم میں لڑکی کی قیمت طے کرنے کے بعد لڑکے والے بہت سے مرد عورتوں کے ساتھ دُلہن کے گاؤں میں جاتے ہیں اور گاتے ناچتے اور فرضی طور پر باہم لڑتے ہیں پھر دولہن والے اُنہیں دعوت دیتے ہیں۔ اسی علاقے کے کور کو ترم کی لڑکیاں چھت پر سے دولہا اور اُس کے دوستوں کے چاول کے لڈو مارتی ہیں تاکہ وہ لڑکی کو اُٹھا لے جانے سے باز رہیں۔ گنجم کے کھونڈوں میں لڑکا لڑکی کے چچا عین رسوم شادی کے بیچ میں رات کے وقت لڑکا لڑکی اُٹھا کے جویہ بدل لیتے ہیں۔ دولہا کا چچا اس طرح بدل کر کے لڑکی کو لے بھاگتا ہے اور دولہا دلھن والے فرضی طور پر جنگ کرتے ہیں دولہا ہی والے جیت جاتے ہیں۔

جنوبی ہند اور وسط ایشیا کی بعض قوموں میں کئی کئی بھائیوں کے ایک ہی بیوی ہوتی ہے۔ بال بچے بڑے کے کہلاتے ہیں یا ہر بھائی کے سلسلہ وار کہلاتے ہیں جو پیدائشی رسوم خود کراتا ہے یعنی جس بچہ کی جو رسم کرا دیتا ہے وہی بھائی اس باپ متصور ہوتا ہے وسط ہند کی کہار یہ قوم میں شادی کا کوئی لفظ نہیں۔ وہ آپس میں میاں بیوی کہہ لیتے ہیں۔ بعض قوموں میں صرف یہ ہوتا ہے کہ دولہا دلہن پاس بیٹھ کے ایک دوسرے پر پانی کا لوٹا ڈال دیتے ہیں گجرات کاٹھیا وار میں جب کبھی قوم کی لڑکی کے لئے رشتہ نہیں ملتا تو پھولوں سے شادی کر کے پھول کنوئیں میں ڈال دیئے جاتے ہیں بعد میں لڑکی معمولی طور سے کسی سے شادی کرتی ہے رسوم وغیرہ کی پابندی اُٹھ جاتی ہے۔ کبھی کسی درخت سے شادی کر دی جاتی ہے تاکہ درخت کی بالیدگی اس لڑکی کو اولاد کے سلسلہ میں حاصل ہو جائے۔ اڑیسہ کے گورو لڑکی کو درخت سے باندھ کے چلے آتے ہیں۔ جو پہلے آ جائے وہ اس کا حقدار ہوتا ہے عموماً پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے کہ اسی قوم کی کسی ادنیٰ شاخ کا لڑکا لڑکی کے آدمیوں کے ہٹتے ہی اُسے لے آتا ہے۔

شوہر کا انتظار

۴۰ سال ہوئے لندن میں دو میاں بیوی ہنسی خوشی رہتے تھے۔ ایک روز جب بیوی روئی کے کارخانہ میں اپنے کام پر گئی تو میاں اُسے باہر تک چھوڑنے آیا اور اُسے ہنسی خوشی رخصت کرکے گھر میں آگیا۔ شام کو واپسی پر اُس نے شوہر کو موجود نہ پایا۔ اُس روز سے برابر وہ گھر کا بیرونی دروازہ بلا زنجیر چڑھائے رکھتی تھی کہ شوہر آئے تو کسی قسم کی دقت محسوس نہ کرے ایک جوڑا کپڑوں کا بھی طیار تھا کہ آتے ہی کپڑے بدل لے۔ جب تک وہ کام کرنے کے قابل رہی آسانی سے کرایہ ادا کرتی رہی پھر اُسے کرایہ دینا بھی مشکل ہوگیا۔ مگر اُس نے گھر نہ چھوڑا اور نہ اُس کی حالت بدلی کہ شوہر آئے تو گھر کو اپنی سابقہ حالت پر ہی دیکھے۔ پڑوسی ترس کھا کے اس طرح مدد کرتے تھے کہ ایک برسوں سے اتوار کا کھانا اُسے دیتا تھا۔ دوسرے نے ہفتہ کا کھانا اپنے سر لے رکھا تھا ایک نامعلوم شخص کوئلے کے تھیلے اس کے ہاں بھجوا دیتا تھا۔

بڑھاپا آگیا مگر شوہر کا پتہ نہیں چلا۔ آخر اب ۸۲ سال کی عمر میں موت نے اس کا انتظار ختم کردیا۔

بلند ترین آبشار

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا بلند ترین آبشار جنوبی امریکہ میں ہے۔ اس کا نام کا ٹیوُر آبشار ہے ریاست میسور اور احاطہ بمبئی کی سرحد پر گرسوپہ آبشار دنیا کی بلند ترین آبشاروں میں سے ہے۔ وہ ۸۳۰ فٹ بلند ہے یہ صرف برسات کے بعد اچھی طرح دیکھی جاسکتی ہے۔ اس وقت دھندلا جاتا رہتا ہے اور دریا سے کشتی بھی گذر سکتی ہے۔ میسور کی جانب سے یہ نظارہ بخوبی نظر آسکتا ہے دریا پوٹی پر چار آبشاروں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور وہاں سے متعدد آبشاروں میں پانی گرتا ہے۔ سب سے بڑا باز دراجہ ہے جو گرتے وقت کہیں سے نہیں ٹوٹتا اور بڑا شاندار منظر پیدا کرتا ہے، حکومت میسور دریائے شراوتی کے اس آبشار کے نزدیک پانی کی قوت سے بجلی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔

دنیا میں میسور والی اس آبشار سے زیادہ بلند کئی اور ہیں۔ کوہ الپس کی اروی آبشار اور کیلی فورنیہ آبشار جو بلندی میں ایک ہزار فٹ سے زیادہ ہیں میسور والی آبشار امریکہ کی مشہور نیاگرہ آبشار کی طرح بہت موٹی دھار گراتی ہے۔ دنیا کی کوئی آبشار ان دونوں کے برابر موٹی دھار نہیں رکھتی۔ نیاگرہ والی بھی دو دھاروں میں آتی ہے۔ مشرقی دھار ۱۶۷ فٹ بلند اور ایک ہزار فٹ چوڑی ہے۔ مغربی دھار ۱۵۸ فٹ بلند اور ۳ ہزار فٹ چوڑی ہے شمالی اوڑلیہ میں دریائے زمبسی کی وکٹوریہ آبشار ۳۵۷ فٹ بلند اور ایک میل چوڑی ہے

قومی لباس

ہر قوم کا علیحدہ لباس ہے اگر کسی قوم میں حمیت ہے وہ اپنے لباس کا بڑا پاس کرتی ہے، غیر لباس کو وہ معیوب سمجھتی ہے مسلمان قوم اس احساس سے یکسر عاری ہے، ہم تو معمولی آدمی ہیں۔ ہمارے بادشاہ تک کوٹ پتلون کالر نکٹائی پہنتے ہیں۔ وہ اپنے قومی لباس کے وقار کو فراموش کرچکے ہیں۔ عصمت میں مسلمان عورتوں کے لباس کے متعلق میں نے کچھ عرصہ ہوا لکھا تھا لیکن اس پر اعتراض کیا گیا۔ ساری کے مقابلہ میں یقیناً ہمارا زنانہ خانگی لباس بہت اچھا ہے۔ پاجامہ خواہ چست ہو یا شلوار ہو۔ کرتہ ہو یا قمیص، یہ دو ہی چیزیں ہیں جنکے متعلق جھگڑا ہے اوڑھنا دوپٹہ تو ساڑی میں بھی ہے، میں نے اپنے مضمون میں ان مقامات کو مستثنےٰ سمجھا تھا جہاں کا لباس ساڑی ہے۔ دوسری قوموں کے لباس سے متاثر ہونے والے جرمن عورتوں سے سبق لیں حکومت نے اپنے قومی وقار کو قائم کرنے کے لئے ہر ایسے معاملہ کی طرف توجہ کی ہے جس سے اغیار کا اثر قوم میں نفوذ کردے، یہودیوں سے وہ اپنی سرزمین کو پاک کررہی ہے۔ اب عوام بھی اس طرف ہیں کہ یہودی خیاطوں نے لباسوں میں اپنے قومی محسوسات وطبیعت کو دخل دیکے اپنا اثر ساری دنیا پر غالب کردیا ہے۔ بیرونی تاثرات جرمن نسائیت کے لئے بیحد مضر کئے جا رہے ہیں۔ اُن کا تقاضہ یہ ہے کہ جرمن عورتیں اپنے قومی سادہ لباس کو اختیار کرلیں۔ فرانسیسی لباس کو بالکل ترک کردیا جائے جس میں یہودی اثر غالب ہے۔ ایک زنانہ ماہوار رسالہ نکلتا ہے کہ فیشن عورت کی زندگی میں نمایاں اثر رکھتا ہے۔ اور اس کے متعلق زیادہ توجہ نہیں کی گئی فیشن کسی قوم کیلئے

خطرناک ہو سکتا ہے، اجنبی فیشن روحانی تنزل، مرد و عورت کے خلاف اخلاق تعلقات کا باعث اور قومی حمیت و عصبیت کے منافی ہے۔ اس سے ہماری قوم کی قوت فنا ہوتی ہے۔ موجودہ فیشن کے ابھرے ہوئے کنارے چھوٹے چھوٹے شلوکے۔ اونچے سائے اور ننگی ٹانگیں جرمن عورتوں کی رومانی انداز کے لئے اس قدر مضر ہیں کہ ہمارے قومی مبصر اس پر برافروختہ ہو گئے ہیں۔ جب اخباروں اور رسالوں میں طرح طرح کے فیشن کی تصویریں نظر آئیں گی تو عورتوں پر کیسے اثر نہ ہوگا! انہیں بتایا جانا ضروری ہے کہ ایسی چیزیں نہ خریدیں اور نہ ایسے فیشن اختیار کریں جن سے قومی روح مردہ ہو رہی ہے، سادگی اور اخلاص اختیار کرنا چاہئے۔ ۱۹۳۶ء کی نمائش میں جو قومی جرمن زنانہ لباس دکھائے گئے تھے وہ اختیار کئے جائیں۔ یہ لباس سادہ موزوں ہے از اخلاق و شائستہ اور مطابق عقل ہے۔ وہ ہماری عورتوں کی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ زندگی کا مفہوم بھی بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ اُن میں ایسے حرکات و سکنات کی آسانی کا خیال رکھا گیا ہے جو ہماری قوم کے وقار کے لئے ضروری ہے۔ ان لباسوں میں تصنع کے بغیر دلکشی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لڑکیوں کو مدرسوں ہی میں یہ باتیں بتائی جائیں تاکہ پرانی غلطیاں عود نہ کریں۔ انہیں بتانا چاہئے کہ وہ اپنے جسموں کو خراب نہ کریں بلکہ آئندہ کار نصبی کے لئے تندرست بنائیں۔

پہلے بھی جرمن میں اس مقصد کو پیش نظر رکھ کے ایک دفتر قائم کیا گیا تھا جس کی عنان انتظام گوبلز کی بیگم صاحبہ کے سپرد تھی۔ لیکن اس وقت لباس کے متعلق عجیب و غریب نظریئے اختیار کئے گئے جس کی وجہ سے وہ دفتر ہر دلعزیز نہ ہوا۔ لیکن اب اس تحریک کو زیادہ زور دار اور عملی طریقہ سے شروع کیا گیا ہے۔

کھوسٹ شادی

سینٹلی (انگلستان) کے ایک ۷۷ سالہ کنوارے بڈھے نے ایک ۴۹ سالہ بیوہ سے شادی کی درخواست کی ہے اور وہ منظور کر لی گئی ہے۔ بڈھا پہلے کان میں کام کرتا تھا۔ اب باغبانی کا شوق کرتا ہے۔ اور اس بڑھیا کے باغ میں دونوں کے لئے ترکاریاں بوتا ہے۔ بڑھیا کا پہلا شوہر ۲۰ سال ہوئے مر چکا ہے۔ اُس کے نو بچے ہوئے جن میں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے زندہ ہیں۔ وہ اپنے گھر کا سارا کام کھانا پکانا اور کپڑے دھونا اپنے آپ کرتی ہے۔

دونوں عرصہ سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ دونوں کو دس دس شلنگ پنشن ملتی ہے۔ کمیٹی نے بڈھے کی جھونپڑی مقامی ضرورت سے گرانے کا فیصلہ کیا۔ اس سے اسے خیال آیا کہ علیحدہ علیحدہ رہنے سے دونوں شادی کر لیں۔ چنانچہ ایک شخص کے جواب میں اس نے کہا کہ ہم دو جگہ کرایہ دیتے ہیں۔ دو چولھے رکھتے ہیں دو گھر چلا رہے ہیں اور علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ شادی کر کے ایک چولھا اور ایک کرایہ ہو جائے گا۔ کیا یہ عقل کی بات نہیں ہے؟ اور ہم شادی کیوں نہ کریں۔ اس میں کسی قسم کی دیر سویر کو دخل نہیں۔ اس لئے معاملہ ہر وقت کھلا ہے۔ ہم ایک دوسرے کی خبر رکھ سکیں گے۔ دونوں کی آمدنی ایک جگہ ہو کے ایک پونڈ ہو جائے گی۔ اس سے ایک گھر کا خرچ بخوبی چل جائے گا۔ ہم دونوں تندرست و توانا ہیں۔ وہ اچھی بیوی ثابت ہوگی۔ دیکھوں کس خوبی سے گھر کا فرش بُہارتی ہے۔

شادی سے پہلے طبی معائنہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں شادی کے متعلق مختلف زبانوں میں کئی ریاستوں میں محض مرد کو طبی سند پیش کرنی پڑتی ہے کہ وہ شادی کے قابل ہے اور کسی ایسی بُری بیماری میں تو مبتلا نہیں ہے جو بیوی کو لگ سکے۔ اب نیویارک کی ریاست میں یکم جولائی سے ایک نیا قانون جاری ہو گیا ہے۔ لڑکے لڑکی دونوں کو اپنے اپنے طبیب کے پاس جا کے طبی معائنہ کرانا ہوگا۔ وہ دونوں کے خون لے کے ایک مستند طبی دار التجارب میں بھیجینگے۔ وہ اپنی رپورٹ بالکل خفیہ ان طبیبوں کو بھیجدے گی۔ اگر اس کی رائے میں خون سے خاص متعدی بیماری پائی جاتی ہے تو طبیب سرٹیفکٹ نہ دے گا۔ اگر رائے حق میں ہوئی تو وہ ایک مقررہ نقشہ بھرے گا۔ جس میں صرف یہ اشارے ہونگے

کہ دارالتجارب نے معائنہ کرلیا ہے اور خود میں نے طبی معائنہ کرلیا ہے اور میں منظوری دیتا ہوں۔ اس طریقہ کا مقصد یہ ہے کہ طبی معائنہ بالکل مخفی رہے اور کاغذات محافظ خانہ میں محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔ بہت ہی ضروری معاملہ میں عدالت ہی انھیں طلب کر سکے تو کر سکے ورنہ کسی کی مجال نہیں کہ اس معائنہ کا ایک لفظ بھی ظاہر ہو۔

بیماری کی صورت میں فریقین علاج کرا کے تندرست ہونے پر پھر طبی معائنہ کے بعد سرٹیفکٹ لے سکتے ہیں۔ خون کے معائنہ وغیرہ کی خوشحالوں سے فیس لی جائے گی۔ غریبوں سے نہیں۔ طبی معائنہ کی فیس طبیب پر منحصر ہے۔ حاملہ عورتوں کا بھی معائنہ ہوا کریگا تاکہ بچہ کسی متعدی بیماری کے زیر اثر نہ آسکے۔

پھلجھڑیاں موٹاپے کا علاج ورزش ہے لیکن موٹے آدمی کو اس سے وحشت آتی ہے۔ آدھ سیر چربی دور کرنے کے لئے اندازہ کیا گیا ہے کہ اس شخص کو ۳۲ میل پیدل چلنا ہوگا۔ اگر دس پندرہ سیر چربی بدن میں بڑھ گئی ہو تو اسے ساری عمر ہر وقت پیدل چلنا پڑے یہ کس قدر مشکل بات ہے۔ گویا چربی دور ہونا ناممکن ہے۔

دیمک سے لوگ گھبراتے ہیں مگر ہندوستان میں اسے تیتر بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ تیتر بازا پنے پنجرے لئے دیمک کے ٹیلے کی صورت کے گھر تلاش کرتے پھرا کرتے ہیں۔ اب ٹری وانڈرم کے عجائب خانہ نے ۱۰ اسیر دیمک دو ریچھوں کے لئے منگائی گئی ہے۔ وہ انہیں بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

ایبٹ بورن (انگلستان) ایک ۲۸ سالہ پادری صاحب ایک لڑکی سے شادی کرنے والے ہیں جس سے اُن کی ارض مقدس کے سفر میں ملاقات ہوئی تھی۔

ایکس (انگلستان) میں ایک مزدوروں کی جماعت ایسی آباد ہے جو ایک دوسرے کی بیویوں میں حصہ دار ہیں وہ وقتاً فوقتاً انہیں آپس میں بدلتے رہتے ہیں۔

رُوس میں ایک انجینیر نے ایک کل ایجاد کی ہے۔ یہ دریائے ورلگا سے پانی کھینچ کے ۲۲۵ ایکڑ زمین پر مصنوعی بارش کر سکتی ہے۔ اس لئے ساری گرمی بارش کا لطف اُٹھایا جا سکے گا اور فصلیں خراب نہ ہوا کریں گی۔

ایک نیا آلہ ایجاد ہوا ہے جسے کھڑکی میں لگا لیتے ہیں۔ یہ ایک منٹ میں ۲۰۰ مکعب فٹ ہوا گرد و غبار اور دیگر نقائص سے صاف کر کے کمرہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ ہوا کی مقدار کو بھی اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

لندن میں ایک شخص سارا سارا دن گلی کے کونہ پر کھڑا اخبار بیچا کرتا اور شام کو چند آنے جیب میں ڈال کے گھر چلا جاتا۔ ۷ سال کی عمر اسی پیچ و تاب میں آگئی۔ ایک روز اسے ایک نالی میں مال پڑا ملا۔ اسے پولیس میں لے گیا۔ اس کی دیانتداری پر اُسے ۷۵ پونڈ (۹۸۵ روپے) دیئے جانے تجویز ہوئے۔ خوشی کے مارے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ زندگی خوب گزرے گی لیکن اتفاق سے انعام ملنے سے ایک روز پہلے وہ پسلی کے درد میں مبتلا ہو کے مرگیا۔

محمد ظفر

بزم عصمت

میری بہن کے جس کی عمر ۱۹ سال ہے عرصہ تین سال سے منہ پر کیل نکلتے ہیں بہت سے علاج کرائے ہیں حتیٰ کہ دو مرتبہ ٹیکے بھی کرائے ہیں لیکن کچھ افاقہ نہیں۔ اب منہ پر نئے کیلوں کے علاوہ پرانے کیلوں کے بہت سے داغ پڑ گئے ہیں جن کی وجہ سے منہ کی جلد سخت اور بدنما ہو گئی ہے درد مند بہنیں یا بھائی کوئی آزمودہ دوائی یا پرہیز لکھ کر ممنون کریں۔

نمبر خریداری ۶۹۷

میرے بال کمر تک لانبے تھے دو تین ماہ سے لگاتار ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں سرے سے پھٹ کر دو شاخہ ہو جاتے ہیں گویا اس طرح سے ایک فٹ لانبا بال نصف فٹ رہ جاتا ہے میرے سر میں بفا بھی بہت کثرت سے ہے مجھے ناریل یا چنبیلی وغیرہ کا تیل مطلق برداشت نہیں ہوتا ناریل کے تیل سے سر میں درد اور بفا میں اضافہ ہو جاتا ہے بفا کی وجہ سے سر میں بہت خارش ہوتی رہتی ہے میں عرصہ سے بنایا ہوا کیسٹر آئل لگایا کرتی ہوں عصمتی بہنیں اس طرف توجہ فرما کر آزمودہ تیل یا دوا کے ملنے کا پتہ سے مطلع فرمائیں۔

ایک خریدار از گوردھا۔

از راہ نوازش کوئی عصمتی بہن تحریر فرمائیں کہ جام کن کن پھلوں کا بن سکتا ہے نیز ایک مرتبہ کا بنایا ہوا کتنے دن تک رہ سکتا ہے۔

سیدہ عطا۔ خریدار نمبر ۳۵۹۴

میری ۲ سال کی بچی تارا سلمہا کے دائیں ہاتھ اور ٹانگ پر فالج گرا ایک ماہ بعد پاؤں تو چلنے لگا مگر ہاتھ ابھی تک بے حس و حرکت ہے۔ اگر کوئی معالج فالج کا حتمی علاج کر سکیں تو راقم الحروف سے خط و کتابت کریں۔

سید ابن حسن شارق قلعہ گوالیار

دو ماہ ہوئے مجھے چیچک نکل آئی تھی جسکے باعث میرے سر کے بال گرے جاتے ہیں۔ قبل چیچک اور بعد صحت کے سر میں درد اور چکر بہت رہتے تھے اب یہ حالت ہے کہ آدھے سے زائد بال گر گئے ہیں اور درد بھی کسی کسی روز ہوتا ہے۔ اگر کوئی بہن یا بھائی صاحب براہ کرم کوئی تیل تجویز فرمائیں تو بیحد مشکور ہونگی۔

بنت محمد حامد صاحب خیر پاکوٹی

مجھکو تین چار سال سے برابر درد سر اور نزلہ کی شکایت ہے زکام بہت جلد جلد ہوتا ہے دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے۔ ہر دوسرے تیسرے دن سر میں درد ہو جاتا ہے اکثر زرد رنگ کا نزلہ نکلتا ہے مجھ کو اپنے بالوں کی طرف سے بیحد فکر ہے کہ اگر کچھ عرصہ یہی حالت رہی تو بال وغیرہ پر اس کا بیحد اثر ہوگا کوئی ہمدرد بہن یا بھائی مجھ کو مفید مشورہ سے آگاہ فرمائیں۔

مس این۔ بی　نمبر خریداری ۶۴۹۴

میرے والد صاحب کے داہنے پیر کے دونوں گھٹنوں کے درمیان بالائی سمت میں دفعتہً ایسا درد پیدا ہوا کہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ چند روز بعد گھٹنوں سے اوپر ہٹ کر عین ہڈی کے اوپر پھوڑا پیدا ہوا جو بدشواری تمام پھولا پکا پھوٹا اور اس کی تکالیف نے ۳ ماہ تک صاحب فراش رکھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ پھوڑا تو جاتا رہا لیکن دونوں گھٹنوں اور نیچے پر ایسا سخت ورم ہے جو کسی طرح نہیں جاتا عصمتی بہنوں بھائیوں سے کسی کو ورم اُتارنے کی مجرب دوا معلوم ہو

منگا کر استعمال کی۔ بال تو گرنا بند ہو گئے۔ لیکن بالوں پر سر دھونیوالی دوائی سے

VIM
THE
ACTION
CLEANSER

وم

دُوربین

روس و جاپان جاپان نے چین میں اپنا مطلب حاصل کرلیا ہے اور اس کی جنگ ختم ہونے والی ہے۔ اب وہ روس سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے طیار ہے۔ روس میں پچھلے دنوں سٹالین نے اس قدر روسی افسر پکڑ پکڑ کے قتل کئے کہ بیس ہزار سے تیس ہزار افسروں کی جگہیں خالی ہوگئیں۔ اس وقت کوئی جنگ پیش آجاتے تو روس کے پاس سپہ سالار نہیں۔ سٹالن مشرق اقصٰے جنرل بلاشبہ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتا ہے۔ وہ ایک تجربہ کار اور بارسوخ افسر ہے۔ بلاشبہ سٹالن کی عیاریوں سے واقف ہے۔ وہ اُس کی توجہ اپنی طرف سے پھیر کے جاپان کی طرف کردینا چاہتا ہے۔ جاپان روس کی ان اندرونی کمزوریوں سے واقف ہے۔

روس نے رضا کاروں کی زبردست جمعیت مانچوکو جاپانی ریاست کی سرحد پر بھیجدی ہے۔ اُس نے وہاں کی چند چوکیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ جاپان نے اس پر اعتراض کیا لیکن روس نے اطمینان بخش جواب نہیں دیا اس لئے بہت ممکن ہے جیسی کہ پیشگوئی ہے انہی گرمیوں میں روس و جاپان کی جنگ شروع ہوجائے، جاپانی سپاہی روس کو بحرالکاہل کے مقبوضات اور سائبیریا سے تبدیل کرنے کے لئے بیقرار ہیں۔ خیال ہے کہ شاید روس اس جنگ میں پٹ جائے۔ جاپانی بہترین سپاہی ۴ لاکھ کی تعداد میں روسی سرحد پر پہونچ گئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوجاتی ہیں۔ آخر جاپان نے دب کے صلح کرلی کہ جن علاقوں پر روس قابض ہوچکا ہے ان پر بدستور قابض رہے گا۔ جاپان میں اس پر حسرت کا اظہار کیا جارہا ہے کیونکہ چین کی جنگ نے پہلے ہی اسے پریشان کر رکھا ہے۔

میموں کی جنگی طیاریاں انگلستان میں لیڈی ریڈنگ نے ۵ لاکھ عورتوں کو بھرتی کرنے کا عزم کیا ہے اُن کے لئے کوئی وردی مقرر نہ کی جائے گی ان کا لباس شہریوں کا سا ہوگا۔ اُنھیں ہفتہ میں ایک دن کام سکھایا جائیگا۔ انہیں زخمیوں کی اور سامان رسد کی موٹریں چلانا دفتری کا کام کرنا خوراک اور کپڑے بانٹنے کا کام سکھایا جائے گا۔ وہ فوجی دستہ تصور نہیں کی جائیں گی۔ ان کے علاوہ دس ہزار فوجی عورتیں بھرتی کی جائیں گی۔ اُنھیں وردی دیدی جائیگی۔ جنگ کی حالت میں اُنھیں باہر نہ بھیجا جائے گا لیکن جنگ نے طول کھینچا تو فوجی صدر مقاموں پر اُنہیں بھیجنا ہی پڑے گا۔ روس کی تین لفٹنٹ عورتوں نے ایک سمندری ہوائی جہاز میں ۲ جولائی کو ۱۰ گھنٹے ۳۴ منٹ میں ۱۴۹۰ میل روس کے آر پار فاصلہ طے کیا۔ وہ سیباسٹوپول سے بحیرہ اسود کے اوپر سے ہوتی ہوئی آرچنگل گئی تھیں۔ ایک دوسری عورت والڈی سے ورننگ تک ۴۳۰۰ میل کہیں ٹھیرے بغیر ۲۴ گھنٹے میں پہونچ گئی۔

چین و جاپان جاپان کی فوجیں روس کے مانچوکو میں گھس آنے سے چین میں سے ہٹنی شروع ہوئیں چینی جنگ چپاول کے طریقہ پر لڑ رہے ہیں۔ انھوں نے ۲۳ صوبوں میں سے ۹ صوبے واپس لے لئے ہیں۔ جاپانیوں نے جو مجسٹریٹ اور عہدیدار مقرر کردیئے تھے وہ چینیوں کے قابض ہوتے ہی بھاگ گئے، روسیوں نے متعدد جگہ جاپانیوں پر گولہ باری کی جاپانیوں نے اُن سے فیصلہ کرنے کی کوشش کی مگر روس نے جواب دے دیا کہ پہلے جاپانی فوجیں متنازعہ علاقہ سے ہٹالی جائیں تب شرائط مع پیشکردہ جاپان پر غور کیا جاسکتا ہے۔

جاپان کی حکومت نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جس طرح ہو چین کی حکومت تباہ کردی جائے۔ اس غرض کے لئے ملک کے تمام وسائل استعمال کئے جائیں گے۔ اور ہر شئے اس کام کے لئے وقف کردی جائے گی۔

سندھ کی اوم منڈلی سندھ میں ایک ہندو سادھو آیا اور اس نے ایک اوم منڈلی قائم کی جس کی محفل ست سنگ کہلاتی ہے۔ آجکل ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی کیرتن ہوتا ہے جو ہندو عورتوں میں مقبول ہے۔ موخرالذکر میں کرشن جی کی تصویر کے سامنے ہارمونیم اور طبلے پر بھجن گائے جاتے ہیں اور اسے مولود شریف کا نمونہ بتایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ ست

سنگ بھی ایسی ہی کوئی محفل ہے جس میں عود اور لوبان کی فضا میں نغمہ و سرود ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہندو عورتوں نے اس محفل میں حاضر ہونا شروع کیا اور اس میں اس قدر محو ہوئیں کہ وہ اپنے شوہروں کو اور بچوں کو بھول گئیں۔ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ کچھ عرصہ یہ مخلوط محفل جاری رہی جب خانگی امور میں فرق پڑا تو مردوں نے انھیں روکا۔ عورتوں نے صاف کہدیا ہم تمہیں چھوڑ دینگے مگر یہ محفل نہ چھوڑ ینگی۔ مردوں نے پنچایت کر کے اس محفل کے دروازوں پر پہرہ لگانے کی ٹھہرائی۔ ۱۲ اگست کی صبح کو یہ پہرہ لگا۔ ۷۵ دیویاں محفل میں شریک ہونے کو آئیں۔ جب اپنے مردوں کو پہرہ پر دیکھا تو سب دھرنا دے کے بیٹھ گئیں۔ جاؤ ہم یہاں سے ہلیں ہی گی نہیں۔ کیسا گھر کیسے بچے! کیسے تم! وہیں مردوں نے غصہ میں آ کے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پیٹنا شروع کیا مگر ان پر اثر ہوا نہ ہوا معاملہ ڈپٹی کمشنر تک پہنچ گیا ہے اور ہر طرف اضطراب پھیلا ہوا ہے۔

اتاترک کی علالت ایک انگریزی اخبار کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ ترکی کے حاکم مطلق کمال اتاترک سخت بیمار ہیں ان کی علالت کی خبر ترکوں سے چھپائی جا رہی ہے۔ انہیں جگر کی کوئی سخت بیماری ہے۔ استنبول کے قریب باسفورس میں وہ اپنی ذاتی کشتی میں موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ایک خاص اجلاس کابینہ انقرہ میں طلب کیا گیا کہ عارضی صدر کے انتخاب پر غور کرے۔ اتاترک کو قدرے افاقہ ہوا تو یہ خیال ترک کر دیا گیا۔ لیکن ارکان کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ انقرہ کے قریب ہی رہیں دور نہ جائیں تاکہ بوقت ضرورت انھیں فوراً طلب کیا جا سکے صدارت کے لئے عصمت پاشا اور فیلڈ مارشل فوزی کے نام لئے جاتے ہیں۔

زیور پر قتل احاطہ بمبئی میں ایک مسلمان دودھ کے سوداگر کی آٹھ سالہ لڑکی کو اس کے نوکر نے گلا گھونٹ کے مار ڈالا اور ایک طلائی زیور جو وہ پہنے ہوئے تھی اتار لیا۔ لڑکی کے سب کپڑے جلا دیئے اور اس کی لاش کو اصطبل میں ہی گاڑ دیا وہ کہیں گیا اور وہاں ایک مارواڑی کو وہ زیور بیچ کے پھر واپس آیا۔ لڑکی کی گمشدگی پر شور مچ گیا۔ اور ہر طرف تلاش شروع ہو گئی وہ خود بھی تلاش میں شریک رہا۔ اگلے روز وہ غائب ہو گیا۔ پولیس نے بعد تفتیش اُسے گرفتار کر لیا۔ اس نے لاش برآمد کرا دی۔ عدالت میں اُس نے اپنے اقبال جرم سے انکار کر کے ایک نئی کہانی گھڑ دی کہ بچھیلنے لڑکی کے لات مار دی تھی جس سے وہ خون میں نہا کے مر گئی۔ اسی لئے میں نے کپڑے جلا دیئے اور اُسے گاڑ دیا کہ کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ عدالت نے اُسے پھانسی کی سزا دی۔

مدرسوں میں ناشتہ مدرسوں کے بچوں کے ناشتہ کا سوال بڑا ٹیڑھا ہے۔ بہت سے بچے تو اس وقت کھانے پینے کی پروا ہی نہیں کرتے کھاتے پیتے گھروں کے بچے گھر سے پیسہ دو پیسہ روزمرہ کا بندھا ہوا لاتے ہیں اور پیڑا کچوری میوہ خرید کر کھا جاتے ہیں۔ چند سال پیشتر مدرسوں میں بچوں سے ماہوار ناشتہ کی فیس لی جاتی تھی جو فی الواقع والدین کو ناگوار ہوتی تھی بیس منٹ کی چھٹی میں اُبلے ہوئے چنے وغیرہ بچوں میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور بعض دفعہ ان کا بھی غرّہ ہو جاتا تھا۔ ایک کافی رقم ہر مہینہ مدرسہ میں بچ جاتی تھی۔ بعض مہربان ہیڈ ماسٹر مدرسہ میں اس رقم کے ہضم کئے جانے کے مقابلہ میں اس رقم سے ایک پُر تکلف دعوت بچوں کو دیدیتے تھے۔ اب محکمۂ اصلاح دیہات کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ دور سے آنے والے بچے بے کھائے پیئے نہیں رہ سکتے دودھ اچھی چیز ہے لیکن بار بار گرم کرنے سے اس کا حیاتی حصہ نبر سی جاتا رہتا ہے۔ اس کے بدلہ میں دال، چنا، گیہوں، مٹر یا کوئی اور غلہ ۲۴ گھنٹے پانی میں بھگویا جائے۔ اور پھر دو صاف چادروں کے بیچ میں پھیلایا جائے اور چادروں کو گیلا رکھا جائے۔ دو تین دن بعد اناج پھوٹ آنے گا۔ اس میں حیاتین سی اور اے آ جاتا ہے اور کچا یا دو منٹ پکا کے کھایا جا سکتا ہے غالباً یہ ہدایت مدرسوں میں پہنچ گئی۔

تاروں کا جمرمٹ۔ ضلع شیخوپورہ میں دو سکھ بھائی توام پیدا ہوئے گاؤں میں دو فرقوں میں شہر کے پانی پر جھگڑا ہوا۔

جو اس قدر بڑھ گیا کہ اس میں بندوقیں بھی استعمال کی گئیں۔ چار اشخاص مارے گئے جن میں یہ دونوں بھائی بھی تھے۔ دونوں کو ایک چتا پر جلا یا گیا۔

مسز تھامسن دکتھرائن روس، کیلی فورنیہ نے ایک میل کی شناوری کے مقابلہ میں یہ فیصلہ ۲۳ منٹ ، ۴۸ سکنڈ تیر کے طے کرلیا۔ اس طرح ایک نیا کارنامہ قائم کیا۔ اس سے پہلے یہی فاصلہ ۲۴ منٹ ، ۷ سکنڈ میں طے کیا گیا تھا۔

ضلع شیخوپورہ میں ایک مسلمان اپنی چھوٹی بہن کی شادی اس کی مرضی کے خلاف ایسے شخص سے کرنا چاہتا تھا جس نے اُسے پسند کرلیا تھا، لڑکی نے انکار کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس لڑکے نے غصہ میں ایک روز سوتی ہوئی بہن کا سرتن سے جُدا کردیا۔

صوبجات متحدہ میں ایک گروہ گرفتار ہوا ہے جو بیوہ عورتوں یا بد سلوکی کی شکار بیویوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کے باہر لے جاتے اور انہیں اذیتیں دے دے کے بیچ دیتے تھے۔

بمبئی میں ایک آگرہ کے آس پاس کے رہنے والے میاں بیوی میں شارع عام پر لاٹھی چونگے سے لڑائی ہوئی۔ بیوی جیت گئی اور شوہر زمین پر گر گیا۔ سپاہی نے اُسے شفاخانے بھیجا۔ لیکن وہ راستہ ہی میں مرگیا۔ اُس کے پاس سے چونا یم سائی فائڈ بھی نکلا۔ ممکن ہے کہ وہ اُسے پھانکنے کے بعد اُس سے لڑا ہو اور اسی کے اثر سے گر پڑا ہو۔ بیوی گرفتار ہے۔

کناڈا کی ایک عدالت نے سات بچوں کی ماں کو جس نے اپنے شوہر کو پستول سے مار دیا تھا بری کردیا۔ شوہر بچوں کو مارتا بدن میں سوئیاں چبھوتا۔ اُن کے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ ایک بچی تو مر بھی گئی۔ مار کے وہ خوش ہوتا تھا۔ جاڑوں میں بچے ننگے پاؤں جاتے، مدرسہ میں تھکے تھکے رہتے۔ کیونکہ کھانے کو کم ملتا تھا اور باپ پیٹتا رہتا تھا۔ گواہوں نے کہا کہ ہم نے جب دیکھا اُسے مارتے ہی دیکھا۔ بیوی پر بھی ظلم ٹوٹتے رہتے تھے۔ عدالت نے قرار دیا کہ اُس نے اپنے بچاؤ میں شوہر کو مارا۔

بودھ چندراؤ پہلے ہندوستانی طالب علم ہیں جنھیں لندن یونیورسٹی نے ڈاکٹری کے لئے مضمون بھیجنے کی اجازت دی ہے وہ نابینا ہیں انھوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے ایم پاس کرکے امریکہ میں طیبیہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری لی۔

جب سے انگلستان نے سونے میں ادائیگی بند کی ہے اس وقت سے اب تک ہندوستان سے ۲۲، ۶۸، ۱۹۷، ۳ روپیہ کا سونا بمبئی سے بیرونی ممالک کو جا چکا ہے۔

ایک بولتی تصویر میں لے اولسن نے ۴۰ سال کی عمر میں کام کرکے نام پیدا کیا ہے۔ تماشہ یہ ہے کہ داماد جنگ پر جاتا ہے اور وہ اس کی غیر حاضری میں اُس کی جائداد کا انتظام کرتی ہے۔

ہٹلر کی ایک معتمد علیہ خاتون آج کل اربار قیصر ولیم سے آلینڈ میں ملاقات کر رہی ہے۔ خیال یہ ہے کہ ہٹلر قیصر کو جرمنی واپس آجانے پر آمادہ کر رہا ہے تاکہ اتحادیوں کے منہ پر آخری چپت لگ جائے مگر شرط یہ کرتا ہے۔ کہ اُسے سلطنت کے کاموں میں دخل دینے سے پرہیز کرنا پڑیگا۔ مگر قیصر اول تو آنا نہیں چاہتا۔ دوسرے آبھی جاتے تو اس کی زندگی کا مقصد بادشاہت کا احیا ہوگا یہ ضروری نہیں کہ وہی بادشاہ ہو ہٹلر کو قیصر کی واپسی بڑی تقویت ہوگی۔

سنگاپور کی بندرگاہ میں ملایا کا ایک غوطہ خور ۵ برس سے پانی پھینکے ہوئے روپے نکال لاتا تھا۔ وہ سگار پیتا پیتا جلتا ہوا سرا منہ میں کرکے غوطہ لگاتا اور باہر نکل کے سگار سیدھا کرکے پھر پینے لگتا۔ اس دفعہ ایک شارک اس کے ہاتھ کاٹ کے لے گئی اور ٹانگ میں بھی زخم آئے آخر وہ مرگیا۔

افسوس ہے بیگم شاہ نواز صاحبہ کے قابل شوہر میاں شاہ نواز بیرسٹر ایٹ لا کا چند سال کی مسلسل بیماری کے بعد انتقال ہوگیا۔ بیماری کے ایام میں بیگم صاحبہ نے اپنی سیاسی مصروفیات کے باوجود مرحوم کی تیمارداری خود اپنے ہاتھوں سے کی۔

مسز ہرمودلیس، ۵۰ سال کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ایک عدالت نے اپنے بیکار شوہر کو ایک کرہ اور سو روپیہ ماہوار گذارہ دینے کا حکم دیا بصورت خلاف ورزی عدالت نے سوا سو روپیہ گذارہ مقرر کرنے کی دھمکی دی۔ عدالت نے یہ حکم اس لئے دیا کہ اس کا شوہر شادی کے بعد بارہ برس تک بیوی کی خوب خبر گیری [illegible]

[illegible]

از پیشگاہ جناب خان صاحب مفتی محمد یعقوب خان صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پشاور

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

مولا بخش ولد جمعہ خان پیشہ ٹھیکیداری ساکن محلہ شالیکوبان شہر پشاور مدعی

بنام

مسماۃ مقبول جان زوجہ فضل محمود و مسماۃ خانم جان بیوہ فضل احمد و مسماۃ فاطمہ بیوہ غلام محمد و مسماۃ زہرہ بیوہ بہادر و مسماۃ شہزادہ زوجہ عبداللہ جان و مسماۃ سکینہ بنت فضل احمد ساکن محلہ شالیکوبان شہر پشاور و مسماۃ یاقوت زوجہ شاکراللہ ساکن آغا نذرائی تحصیل چارسدہ خان صاحب عبدالحمید خان ولد عبدالقدیر خان و مسماۃ حنیفہ بیوہ حافظ عبدالمجید و غلام محمد و ولی محمد پسران عبدالمجید و مسماۃ بلقیس زوجہ فضل رحمان ساکن محلہ مقرب خان شہر پشاور و فضل محمود ولد عبدالقدیر خان ساکن محلہ شالیکوبان شہر پشاور و مسماۃ قدرت بیوہ جمعہ خان محلہ مقرب خان شہر پشاور و سیف اللہ ولد محمود محلہ مقرب خان شہر پشاور و مسماۃ سیران بی بی بنت حاجی محمد و سراج الدین ولد حاجی محمد و مسماۃ فاروق بیوہ حاجی محمد حال زوجہ گل محمد ساکن کوٹلہ رشید خان شہر پشاور و سرخیال کا ڈیرہ علاقہ گنج و غلام محمد ولد میاں محمد محلہ مقرب خان شہر پشاور مدعا علیہم

دعویٰ دخلیابی بذریعہ تقسیم

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں ماسوائے مدعا علیہم نمبر ۳ و ۹ تا ۱۲ و ۱۴ و ۱۹ و ۱۵ و ۱۸ کے دیگر مدعا علیہم پر تعمیل سمنات نہ ہو سکی اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا کے مشتہری کی جاتی ہے کہ مورخہ ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو تم مذکورہ بالا مدعا علیہم اول اصالتاً یا وکالتاً یا مختیارتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی و پیروی کرو بصورت غیر حاضری تمہاری حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئیگی۔

دستخط حاکم عدالت

مہر عدالت

مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۳۸ء

مغربی و مصری کھانے	ترکی و عربی کھانے	پنجابی و ہندوستانی کھانے	بنگالی و بہاری کھانے	کشمیری و مدراسی کھانے
گجراتی و نیپالی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	مقوی و طاقت بخش کھانے
عیسائیوں کے انگریزی کھانے				پٹھانوں اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تمیزدار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں، ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
بریڈ پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاشقندی کباب
کھوئے کی پڈنگ	اسنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
ناریل بھری پڈنگ	شب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جیجے پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روٹی پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے میٹھے کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
انناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی، مرغ، جیلی۔ بسکٹ، کیک۔ دالیں، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، اچار، سموسے، پڑتے، پوری کچوریاں، پراٹھے، روٹی، غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**

ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی، اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت (کوچہ چیلان) دہلی

عصمتی دسترخوان کے علاوہ عصمتی کتابخانہ نے

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر نائٹل قیمت صرف ۸؍

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توس، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے، اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے متحیر کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰؍

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے، کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں باتصویر قیمت صرف ۸؍

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بہت کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ ۱۰؍

مذاقیہ کھانے

دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے بدلہ مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کا ہر نسخہ صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کو ہمارے ہنسنے ہنسانے والی کتاب ہے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی خاص کر قوت و صحت کی [illegible] کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں۔

مشرقی و مغربی کھانے

عصمتی دسترخوان حصہ دوم قیمت [illegible] [illegible]